علمِ حدیث کے وقیع و دقیق عنوان ناسخ و منسوخ پر مشتمل مجموعہ روایات کا
ترجمہ اور محقق تشریح کے ساتھ اُردو کے قالب میں اوّلین کتاب

کتاب
ناسخ الحدیث و منسوخہ



تالیف

امام الائمہ ابی حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد المعروف
بابن شاہین البغدادیؒ
المتوفی ۳۸۵ھ

ترجمہ و تحقیق

علّامہ آصف محمود مدظلہ العالی
فاضل ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ راولپنڈی، متخصص بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

پروگریسو بکس

يَلُوحُ الْخَطُّ فِي الْقِرْطَاسِ دَهْرًا
وَكَاتِبُهُ رَمِيمٌ فِي التُّرَابِ

تحریر قرطاس پر زمانے تک چمکتی رہتی ہے۔ جب کہ اُسے
لکھنے والا (مرکر) مٹی میں بوسیدہ ہوچکا ہوتا ہے۔

علمِ حدیث کے وقیع و دقیق عنوان ناسخ و منسوخ پر مشتمل

مجموعہ روایات کا ترجمہ اور محقق تشریح کے ساتھ اُردو کے قالب میں اولین کتاب

کتاب

ناسخ الحدیث و منسوخہ

نکاح سیدہ، ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ، نکاح متعہ، سیاہ خضاب، رفع یدین، شراب کی حد، عورتوں کے لیے زیارتِ قبور، مسجد میں نمازِ جنازہ، تاریخ ولادت نبی ﷺ، وجوب وتر، دونوں نمازوں کو اکٹھا ادا کرنے، لواطت کی شرعی سزا، موزوں پر مسح، مغرب سے قبل دو نفل اور ان ایسے بیسیوں ابواب میں متعارض اور ناسخ و منسوخ احادیث پر ماخذ شریعت سے نہایت عمدہ تحقیق کے ساتھ تطبیق و توفیق

تالیف
امام الائمہ ابی حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد المعروف بابن شاھین البغدادیؒ
المتوفی ۳۸۵ھ

ترجمہ و تحقیق
علامہ آصف محمود مدظلہ العالی
فاضل ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی، متخصص بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب
ناسخ الحدیث ومنسوخہ

تالیف
امام الائمہ ابی حفص عمر بن احمد بن عثمان
بن احمد المعروف بابن شاہین البغدادیؒ
المتوفی ۳۸۵ھ

ترجمہ وتحقیق
علامہ آصف محمود مدظلہ العالی
فاضل ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی، متخصص بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

بار اول	اکتوبر 2016ء
پرنٹرز	آر آر پرنٹرز
تعداد	1100/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	1600/= روپے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ

عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۵

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی

اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۵

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ

فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ

(الترمذی ، الجامع ، الرقم : ۵۵۳)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو مہکتا و شگفتہ رکھے جس نے میرے قول کو سنا اور اسے یاد کیا پھر ان تک پہنچایا جنہوں نے مجھ سے سنا بہت سے فقیہ اپنے سے کامل فقیہ تک بات پہنچاتے ہیں اور بہت سے مسئلہ جاننے والے خود فقیہ نہیں ہوتے

عرضِ ناشر

عہد حاضر میں احادیث نبویہ علی صاحب الصلوات والتسلیمات کی خدمت جس قدر حسن وخوبی سے جاری ہے اس کا اندازہ صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ بیسیوں کتب ہائے روایات کے تراجم سے لگایا جاسکتا ہے لیکن ان تراجم سے استفادہ کرنے والا ایک عام قاری روایات وآ ثار نبویہ کی تشریح ان کے درمیان تعارض، نسخ اوران کی ترجیح پھران کے تحت مدون شدہ قوانین فقیہہ و قواعد شرعیہ سے کلیتاً لاعلم رہتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مجموعہ ہائے احادیث میں نقل کردہ وہ روایات جنہیں محدثین نے فقط حفاظت حدیث کی خاطر محفوظ کیا ان میں تعارض کے پیش نظر تطبیق، یا نسخ کے قانون کو بھی پڑھا اور سمجھا جائے تا کہ انہیں اپنی عملی زندگی میں ڈھالا جا سکے نہ کہ وہ روایات محض کتاب کے ترجمے کی حد تک موجود رہیں لہٰذا فاضل مترجم نے اس ضمن میں مجموعہ ہائے احادیث سے متعارض روایات پر مشتمل ایک مستند وقدیم کتاب کا انتخاب کیا جس میں طہارت، عبادات، احکام، حدود، اخلاقیات، قصص، زہد، معاملات، فضائل ومناقب الغرض تقریباً تمام موضوعات پر مشتمل متعارض روایات کو یکجا کیا گیا تھا۔ ان روایات کا نہایت سہل ترجمہ اور نہایت محققانہ تشریح آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے تا کہ اربابِ علم ودانش روایات کے درمیان پیدا شدہ تعارض کی اصل حیثیت کو پہچان سکیں اور تحقیق کو پڑھ کر اصل نتیجہ کی جانب گامزن ہوسکیں۔

یہ ذہن نشین رہے کہ پروگریسو وہ واحد ادارہ ہے جو اس نوعیت کی تحقیق کو سب سے پہلے ہدیہء قارئین کر رہا ہے۔

چوہدری غلام رسول ۔ میاں شہباز رسول
میاں جوادرسول ۔ میاں شہزادرسول

حُسنِ ترتیب

كِتَابُ الطَّهَارَتْ

کِتَابُ الصَّلٰوۃِ

باب:۳۳

بَابٌ فِی سُجُوْدِ الْقُرْآنِ 409

قرآن مجید کے سجدوں کے بیان میں

باب:۳۴

بَابٌ فِی الْجَمْعِ بَیْنَ الصَّلَاتَیْنِ 422

دو نمازوں کو جمع کرنے کے بیان میں

باب:۵۱

بَابٌ فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم 590

ان لوگوں کے بیان میں جن پر نبی کریم ﷺ نے نمازِ جنازہ ادا نہ فرمائی

كِتَابُ الصِّيَامِ

باب ۵۲

ذِكْرُ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ 601

عاشوراء کے دن کے روزہ کے بیان میں

باب:۷۸

بَابٌ فِي حَدِّ السَّرِقَةِ

چوری کی حد کے بیان میں

باب: ۷۹

بَابٌ فِي الْخِضَابِ

خضاب کے بیان میں

تعارف مؤلف کتاب

تیسری صدی ہجری کا سورج اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ ماہ وسال کی بساط لپیٹے غروب کی جانب محوِ سفر تھا۔اس صدی نے بھی دین مصطفوی کے جلیل القدر چراغ روشن کیے جنہوں نے خدمت اسلام میں اپنا حصہ شامل کیا۔ بغداد کی سرزمین گلزارِ حیات کے لیے اپنے اندر نمود وزرخیزی کا ایک جہان آباد کیے ہوئے تھی۔اسی مٹی نے اپنے وجود سے وہ گلاب بھی پیدا کیے جنہوں نے دین مبین کی خوشبو کو چاردانگ عالم پھیلایا۔

اسی سرزمین کا ایک شگفتہ گلاب ابن شاہین بھی ہے۔آپ کا اصل نام عمر بن عثمان ہے۔کنیت ابوالحفص پائی۔ابن شاہین آپ کے نانا کی کنیت تھی آپ پراسی کنیت کے غلبے سے آپ ابن شاہین کے نام سے معروف ہوئے۔خطیب بغدادی کے مطابق آپ کا اصل وطن خراسان تھا یعنی آپ عجمی النسل تھے۔بغداد میں آ کر آباد ہوئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔(تاریخ بغداد،۱۱/۲۶۵) تاریخ ولادت کے متعلق اپنے والد کی یادداشتوں میں نقل کرتے ہیں:

فقرات مولدی علی کتابه ولد ابنی عمر فی صغ سنه سبع و تسعین و مائتین (تاریخ بغداد۱۱/۲۶۸)

''میں نے اپنے والد کی کتاب سے اپنی ولادت کی تاریخ کے متعلق پڑھا کہ میرا بیٹا عمر ماہ صفر ۲۹۷ھ میں پیدا ہوا۔''

حفظ قرآن اور علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد تفسیر و حدیث میں مہارتِ تامہ حاصل کی یہاں تک کہ علم اصول حدیث، علم جرح وتعدیل، اسماء الرجال میں ید طولیٰ حاصل کرلیا۔کتابت حدیث، روایت حدیث اور ضبط حدیث میں کمال شہرت حاصل کی۔ محدثین ورجال حدیث پر آپ کی تصانیف نہ صرف سند ہیں بلکہ عند المحققین مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

رحلات علمیہ

بغداد چونکہ اسلامی صوبہ عراق کا دارالخلافہ تھا اور بلادِ اسلامیہ میں ایک اہم علمی مرکز بھی لہٰذا ابتدائی تیس سال آپ کو کسی

دوسرے شہر جانے کی حاجت ہی پیش نہ آئی۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہاں کے فقہاء ومحدثین کی جلالت وصولت علمی تھی۔ البتہ حیاتِ مبارکہ کے تیس برس بعد درج ذیل بلادِ اسلامیہ میں طلب حدیث کے لیے سفر فرمایا:

☆ کوفہ

☆ بصرہ

☆ دمشق

☆ حمص

☆ رملۃ

☆ عسکر

☆ رقہ

☆ مصر

☆ فارس

(تذکرہ الحفاظ،۴/۱۸۳)

شیوخ عظام

ابن شاہینؒ کے اساتذہ اس قدر کثیر تھے کہ آپ نے ایک مکمل کتاب ''معجم الشیوخ'' کے نام سے تالیف فرمائی مگر یہ کتاب دست وبردِ زمانہ کی نذر ہوگئی۔ البتہ خطیب بغدادیؒ، شمس الدین ذہبیؒ اور ابوالفلاح الحنبلیؒ نے چند شیوخ کے اسماء نقل فرمائے ہیں۔

۱۔ احمد بن اسحاق بن البهلول، قاضی مدینہ

۲۔ احمد بن ابی بکر بن محمد بن محمد الباغندی، حافظ الحدیث المتقین الامام

۳۔ احمد بن محمد بن شیبہ ابوبکر البز ار

۴۔ احمد بن محمد بن المغلس

۵۔ احمد بن محمد بن مکرم ابوالعباس البز از

۶۔ ابوبکر احمد بن محمد بن ہانی

۷۔ ابوبکر الدوری احمد بن محمد بن الہیثم

۸۔ حسین بن بسطام

۹۔ سعید بن نفیس الصوفی المصری

۱۰۔ ابوالحسن شعیب بن محمد بن الزارع

۱۱۔ ابوحبیب المحدث الامام العباس بن احمد

۱۲۔ عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث السجستانی

۱۳۔ عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن المرزبان

۱۴۔ ابوالقاسم عبدالوہاب بن عیسیٰ البغدادی

۱۵۔ ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ العسکری

۱۶۔ ابن ابی الثلج محمد بن احمد البغدادی

۱۷۔ ابن السماک عثمان بن احمد بن عبداللہ

۱۸۔ محمد بن حسن بن حمید بن الربیع الکوفی اللخمی

۱۹۔ محمد بن ابی داؤد بن سلمان النیسابوری

۲۰۔ ابوعلی الایلی محمد بن زہیر

۲۱۔ امام حافظ الکبیر محدث عراق محمد بن محمد بن سلیمان

۲۲۔ ابوالحسن الجند محمد بن نوح بن عبداللہ نیشاپوری

۲۳۔ محمد بن ہارون بن المجذر

۲۴۔ ابواللیث نصر بن القاسم الفرائضی

۲۵۔ یحییٰ بن محمد بن صاعد

(تاریخ بغداد ۱۴/۳۳۳، تذکرۃ الحفاظ ۲/۷۷۶، العبد ۲/۱۷۳، شذرات الذہب ۲/۸۰، سیر اعلام النبلاء ۱۴/۳۸۳)

تلامذہ کرام

آپ سے اکتساب فیض کرنے والے چند اعلام ونبلاء اسلام کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔ شیخ الفقہاء والمحد ثین الامام الحافظ ابوبکر احمد بن محمد الخوازمی البرقانی
۲۔ طاؤس الفقہاء ابوسعید احمد بن محمد المالینی
۳۔ الامام المحدث احمد بن محمد البغدادی العتیقی
۴۔ محدث العراق، الامام الحافظ ابومحمد الحسن بن محمد الخلال البغدادی
۵۔ المحدث الفاضل ابوالقاسم عبدالعزیز بن علی الازجی البغدادی
۶۔ محدث الکبیر حجۃ الاسلام عبیداللہ بن احمد بن عثمان الازہری البغدادی
۷۔ عبداللہ بن ابی حفص بن شاہین
۸۔ ابوالقاسم علی بن القاضی ابی علی التنوخی
۹۔ ابوبکر محمد بن اسماعیل الوراق البغدادی
۱۰۔ ہلال بن محمد بن الحفار

(النجوم الزاهرة، ص ۲۷۹، تاریخ بغداد ۴/۲۷۳، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۴۶۱، البدایة والنہایة ۱۶/۳۶، شذرات الذہب، ۳/۴۵۵)

تصانیف جلیلہ

تاریخ اسلام میں محدث ابن شاہینؒ ایسے یکتائے زمانہ صاحب قلم گزرے ہیں جنہوں نے بیک وقت تفسیر، حدیث، تاریخ، اسماء الرجال، اصول، فضائل، تصوف، اور احکام پر نہایت محققانہ تصانیف چھوڑیں۔ چند کے اسماء مع حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ التفسیر الکبیر — یہ تفسیر کم وبیش ایک ہزار اجزاء پر مشتمل تھی جو زمانے کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہی۔
(لسان المیزان، ۶/۳۵۴)
(طبقات المفسرین (الدوری ۲/۴)

۲۔کتاب المسند	ایک ہزار پانچ سو اجزاء پر مشتمل احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔امام ذہبی نے تذکرہ (الحفاظ ۳/۴۲۶)، امام ابن حجر نے لسان المیزان (۴/۳۵۴) اور خطیب بغدادی نے تاریخ ۱۱/۲۶۸ میں اس کا ذکر خصوصیت سے کیا۔
۳۔ناسخ الحدیث ومنسوخہ	زیر نظر کتاب جسے اس فن کی ایک مایہ ناز تصنیف کا اعزاز حاصل ہے۔
۴۔کتاب الاحادیث الاضرار	حدیث مبارکہ کی یہ کتاب مکتبہ الاسد دمشق میں مخطوطے کی صورتِ تا حال محفوظ ہے۔ (الاعلان بالتوبیخ ۵/۱۹۶)
۵۔کتاب الترغیب:	طبقات المفسرین ۲/۴،طبقات الحفاظ ص ۳۹۴
۶۔کتاب التاریخ	تاریخ کی یہ کتاب ایک سو پچاس اجزاء پر مشتمل تھی یہ بھی حالاتِ زمانہ کی نذر ہوگئی۔ (البدایۃ والنہایۃ، ۱۱/۳۱۷،شذرات الذھب ۳/۱۱۷)
۷۔کتاب معرفۃ الصابۃ۔	(الاعلان بالتوبیخ ص ۹۲،الرسالۃ المستطرفۃ ص ۲۹)
۸۔تاریخ اسماء الثقات فمن نقل عنھم اہل العلم	(التھذیب التھذیب ۵/۳۴،۱۳۴/کشف الظنون ۱/۵۲۲)
۹۔کتاب الضعفاء	(لسان المیزان ۱/۳۴)
۱۰۔کتاب الامالی	(الاعلام ۵/۱۹۶)
۱۱۔کتاب الاکابر لمن الاصاغر فی السنن	امام ابن شاہین نے حدیث ۱۰۱ میں اس کا ذکر فرمایا۔
۱۲۔کتاب الجنائز	(نصب الرایۃ ۱/۲۵۰،تحفۃ الاحوذی ۴/۱۵۴)
۱۳۔کتاب النکاح	(تلخیص الحبیر ۳/۲۱۵)
۱۴۔کتاب شرح الاذان	حدیث مبارکہ ۱۷۷ میں اس کا ذکر فرمایا۔
۱۵۔شرح مذاہب اہل السنہ	اس کتاب کا مخطوطہ ہنوز مکتبہ الاسد دمشق میں محفوظ ہے۔
۱۶۔فضائل فاطمہ	سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے فضائل پر یہ خوبصورت کتاب جامعہ دمشق سے استاذ سمیر عبدالکریم ابراہیم العبدی کی تحقیق سے طبع ہوئی۔
۱۷۔فضائل شہر رمضان ومافیہ من احکام	
۱۸۔کتاب المناہی	”کتاب الصلوٰۃ، باب فی الرکعتین بعد العصر“ میں اس کتاب کا ذکر فرمایا۔

۱۹۔کشف الممالک	الاعلام۵/ ۱۹۶
۲۰۔کتاب الزہد	زہد وورع کے عنوان سے نہایت مبسوط کتاب جوایک سو اجزاء پر مشتمل تھی۔ یہ کتاب اب ناپید ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ۳/۱۸۳،لسان المیزان،۷/۳۰۴)
۲۱۔کتاب المعراج	کتاب بدءالاذان حدیث۱۸۴میں اس کتاب کا ذکر فرمایا۔
۲۲۔کتاب المعجم	کتاب الصلوٰۃ، باب فی اداء الصلاۃ مرتین رقم حدیث۴۶۳میں اس کا ذکر فرمایا۔

وفات حسرت آیات

علم وحکمت کا یہ تابندہ ستارہ ذوالحج ۳۸۵ھ اس دارِفانی سے دارِبقاء کی طرف روانہ ہوگیا۔

(تاریخ بغداد۱۱/ ۳۶۸)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَحْدَهٗ لَحْدًا نُوْر وَارْزُقْهُ رِزْقًا وَافِراً مِنَ الْمَغْفِرَةِ وَالنِّعَمِ الْجَنَّةِ

اٰمِیْن بِجَاهِ سَیِّدِ الاوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ اعزاز

مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن

علامہ سید ریاض حسین شاہ ادام اللہ فیوضھم

علامہ آصف محمود نوجوان عالمِ دین ہیں۔ آپ نے بلاشبہ نمل یونیورسٹی، جامعہ اسلامیہ اور دیگر اعلیٰ تعلیمی اداروں سے مختلف مضامین میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رکھی ہے لیکن آپ کی دینی تعلیم ساری کی ساری خلاصہ کیدانی سے لے کر الصحیح للبخاری تک ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ میں ہوئی ہے۔

عزیزم آصف کو میں نے کھیلتے کودتے بھی دیکھا اور پھر فنون کی ادق، مشکل اور عقل آزما کتابیں پڑھتے ہوئے بھی دیکھا۔ مزے کی بات یہ ہے آصف نے معقولات اور منقولات کی درسی کتب زیادہ تر مجھ ہی سے پڑھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ علامہ حافظ نور محمد بندیالوی، علامہ لیاقت نقشبندی، علامہ اشرف،

علامہ رضوان انجم ایسے لائق مدرسین نے بھی انہیں تیار کرنے میں کسی بخل سے کام نہ لیا۔ حکماء لکھتے ہیں کہ جس شخص میں دس صفات موجود ہوں وہ علمی، ادبی اور عملی دنیا میں نام پیدا کرسکتا ہے۔

☆ حوادثِ زمانہ کا مقابلہ کرنے کی جرأت

☆ جمالیاتی طبیعت

☆ علمی اور ادبی اقدار سے محبت

☆ محنت و مشقت کا خوگر ہونا

☆ صلاحیت کا شہد چاٹنے کا نشہ

☆ کم گوئی اور بردباری

☆ سوچوں کو قلم کے سپرد کرنے کا شوق

☆ عزمِ بلند

☆ عملِ پیہم

☆ حسنِ نیت اور خلوص سے خاراشگافی کا دھنی ہونا۔

علامہ آصف محمود کو اللہ نے یہ تمام صفات عطا فرما رکھی ہیں۔ اللہ کرے کہ وہ ان جواہر کو حرص و آز کے صحرا میں کبھی ضائع نہ کردیں۔ ایک انگریز مفکر برٹرنڈ رسل کا قول ہے کہ انسان نے تکوینی مظاہر پر کنٹرول کرنا سیکھ لیا ہے لیکن اس نے خود اپنے اوپر قابو پانا نہیں سیکھا۔ آصف محمود اچھے اسکالر ہیں اس لیے کہ وہ

اپنے اوپر قابو رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

گوئٹے نے کہا تھا ہم جسے جو بنانا چاہتے ہیں اسے کم از کم ہمیں وہ کچھ ضرور بنانا چاہیے۔ ایک استاذ ہونے کے ناطے میرے لیے خوشی ہے کہ آصف محمود کا جمالیاتی اور مطالعاتی سفر بخیر و خوبی منزل کو چھونے سے قریب ہو رہا ہے۔ میرے، لیے وہ دن بہار بداماں ہو کر طلوع ہوا تھا جب میں نے آصف کے ہاتھ میں ضخیم کتاب کا مسودہ دیکھا تھا جو چند دن بعد ہی مبیضہ ہو گیا تھا۔ آپ فرما رہے تھے:

''شاہ جی! مجھے اللہ نے ابن شاہینؒ کی
معروف کتاب ''ناسخ الحدیث ومنسوخہ'' کا
ترجمہ وتشریح کرنے کی توفیق عطا فرمائی
ہے۔ آپ کے چند حروف کا ہدیہ میری
تحقیق کے لیے تصدیق بن جائے گی۔''

آصف محمود کے بوڑھے استاد نے پہلے تو خوش طبعی کی، آصف محمود! تم کشمیر کے پربتوں سے جب ہبوط نواز ہوئے تھے لگتا نہیں تھا کہ ''رشحاتِ قلم'' کے جہاں میں علوم و معارف کی چمن بندی کر لو گے۔ آپ کو مبارک ہو۔ شاہینوں کے جہاں میں قدم رکھا ہے۔ ناسخ منسوخ علومِ دینیہ کی مشکل ترین بحث ہے۔ اس پر ابن شاہینؒ کی پُرمغز بحثیں اپنی جگہ آصف نے خود جو مقدمہ نویسی فرمائی ہے وہ بذاتِ خود ایک مستقل تصنیف سے کم نہیں۔

ابن شاہینؒ مرورزی خراسان کے سنگلاخ علاقے میں صفر دوسو ستانویں ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک عظیم محدث، فضیلت مآب مفسر، رفیع الشان مؤرخ اور لطائف نواز واعظ تھے۔ ابوحفص آپ کی کنیت تھی۔ عمر بن احمد بن عثمان اسم گرامی تھا اور ابن شاہین کے لقب سے ملقب تھے۔ دارقطنی ایسے محدث کا ان سے سماع ثابت ہے۔ آپ نے ''التفسیر الکبیر'' کے نام سے ایک معروف تفسیر ورثے میں چھوڑی۔ آپ کی کتابوں میں المسند، التاریخ، الزھد، فضائل فاطمہؓ اور شرح مذاہب اہلِ السنہ مشہور اور متداول ہیں۔

علامہ آصف محمود نے کتاب ''ناسخ الحدیث ومنسوخہ'' کا ترجمہ وتحقیق کی ہے۔ قارئین کو میرا مشورہ ہے کہ وہ خود اس خوشبو کو بلاواسطہ سونگھیں میرے خیال میں ترجمہ وتشریح میں ندرت، سلاست اور فہم انتہا درجہ کا موجود ہے۔ بعض چیزیں میرے لیے بھی نئی تھیں۔ کتاب علماء ومحققین کے لیے خاصے کی چیز ہے۔ آصف محمود کی محنت کو دیکھ کر ایمز نے آپ کو تخصص کی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

دُعا ہے کہ آصف بہت جلد رشحاتِ قلم کا تازہ تحفہ لے کر اہلِ علم کی بزمِ توجہ میں جلوہ گری فرمائیں۔

سید ریاض حسین شاہ عفی عنہ

پیش گفتار

قرآن وحدیث شریعت اسلامیہ کے ماخذ اولین ہیں۔ذاتِ رسول معظم ﷺ ان دو بنیادی مصادر کی اصل ہے۔ قرآن وحی جلی اور حدیث وحی خفی کا درجہ رکھتی ہے اور وحی اس الہامی پیغام کا نام ہے جو اللہ جل وعلاء کی جانب سے نسل آدمیت کی فلاح دارین کا سامان ہے۔شریعت کے یہ بنیادی ماخذ من جانب اللہ محفوظ ہیں جس کا وعدہ خود پروردگار کی الہامی صحیفے میں موجود ہے۔اس امت کے لیے ایک ایسی نعمت اسوہ رسول عربی ﷺ کی صورت میں عطا ہوئی جو اقوام وملل سابقہ کے حصہ میں نہ آسکی۔ رب العزت نے ان تینوں نعمتوں کی حفاظت جن افراد کے ذریعہ محفوظ فرمائی وہ لوگ حیاتِ رنگ وبو میں اپنی ایسی صلاحیتوں کا ثانی نہیں رکھتے تھے۔آیاتِ قرآنیہ کی حفاظت کی بات ہو تو کتابتِ قرآن، حفظِ قرآن اور تلاوتِ قرآن کا ایسا اہتمام کہ دوسری کتب تو کجا تورات وزبور وانجیل بھی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔حفاظت حدیث وسنت کی بات ہو تو صحابہ قلب وروح میں ان روشن والہامی پیغامات کو سموئے ہوئے تھے اور اس کا عملی پیکر بھی تھے۔البتہ اگر کتابت حدیث کے ضمن میں یہ حقیقت ہے کہ عہد رسالت میں سوائے چند احادیث کے ایسے مجموعے تیار نہ ہو سکے جو مابعد دوسری تیسری صدی کے ائمہ کو تحریر وتدوین کرنا نصیب ہوئے اس کی دو بنیادی وجوہات تھیں۔

۱۔ صحابہ کی جہادی سرگرمیاں۔

۲۔ تبلیغ وتعلیم کے لیے اصحاب رسول ﷺ کا مرکز اسلامی سے دور ہونا۔

مکی عہد اسلام مظالم کی نذر رہا اور تیرا سال ظلم وجبر اور ہجرتوں میں گزرے۔مدنی عصر نور غزوات وسرایا کی مشقتوں میں بیتے۔جو وقت اور صاحبِ صلاحیت لوگ ملے یا تو وہ کتابتِ قرآن میں مشغول رہے یا تبلیغ وتعلیم دین میں۔حضرت معاذ بن جبل ؓ کا مکہ کو رخصت ہونا۔حضرت مصعب ؓ بن عمیر کا ہجرت سے قبل تعلیم شریعت کے لیے مدینہ بھیجا جانا۔حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قضاءۃ کی خاطر دعاء رسول ﷺ لے کر مدینہ سے جانب یمن نکلنا۔ان ایسے صاحب فہم وفراست صحابہ جو

تعداد میں نہایت قلیل تھے ان ایسی خدماتِ دینیہ میں مصروف رہے۔ حتی کہ سرکار دوعالم علیہ التحیہ والثناء کا وصال ہوگیا۔ عہد خلافتِ راشدہ کے تیس سالوں میں تقریباً ابتدائی تین سال اور آخری چھ سال سازشوں اور فتنوں کی بھینٹ چڑھ گئے۔ درمیانی ماہ وسال فتوحات اسلامیہ کی خاطر جہاد میں صحابہ کی مصروفیت رہی۔ حتی کہ مسلمان حجاز مقدس سے اطراف میں چوبیس لاکھ مربع میل تک پھیل گئے۔ اس وقت تک مسلم امہ کسی فرقہ ومسلک کے قالب میں کیوں نہ ڈھالی گئی جس کی وجوہات نہایت سادہ ہیں۔

۱۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں دین کی ہر بنیادی وحتمی رائے صرف آپ ﷺ سے لی جاتی اور تمام شکوک وشبہات تک کا ازالہ ہو جاتا۔

۲۔ عہد خلافتِ راشدہ میں حضرات خلفاء نہ صرف منصبِ خلافت کی ذمہ داریاں نبھاتے بلکہ محراب ومنبرِ رسول ﷺ کے بھی امین ہوتے۔ اسلام کے تمام قواعد وضوابط فقیہ صحابہ کی رائے سے اسی منبر ومحراب سے جاری ونافذ ہوتے۔

۳۔ فتوحات وسلطنت کی وسعت کے بعد بحکم خلفاء راشدین محدث وفقیہ صحابہؓ تمام بڑے اسلامی شہروں میں مسانید علم پر جلوہ گر ہو گئے۔ مکہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابنؓ عباسؓ، مدینہ میں حضرت ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ، کوفہ میں مولا علیؓ اور ابن مسعودؓ، بصرہ میں انس بن مالکؓ، اور عتبہ بن غزوان۔ شام میں حضرت ابودرداءؓ، حضرت صامتؓ، مصر میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور عتبہ بن عامرؓ وغیرہ۔ ان چھ مقامات پر ان جلیل القدر ہستیوں کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثیر تعداد موجود رہی حتیٰ کہ یہ سلطنت اسلامیہ کے چھ دارالحدیث کہلائے۔ امت ان مراکز علمیہ سے اپنی پیاس بھی بجھاتی رہی اور علمی اختلاف کی صورت میں رجوع کر کے ایک عقیدہ اور رائے پر متفق ومستحکم بھی رہی۔

صحبہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین احادیث وآثار رسول ﷺ کو امت تک منتقل بھی فرماتے رہے۔ اور صحابہ کے بعد کے لوگ یعنی تابعین عہد رسالت ﷺ کی ہر یادگار محفوظ رکھنے کا اہتمام بھی فرماتے رہے۔ صحابہ کرام چونکہ آپ ﷺ کے مکی ومدنی عہد کے حالات، آپ ﷺ کے ہر دو مقامات کے احوال وارشادات سے حتی المقدور واقف تھے خصوصاً ابتدائی اور آخری عہد تک دین مبین میں ہونے والے اوامر ونواہی۔ حلال وحرام کے احکامات اور بتقاضائے شریعت ان میں نسخ، ان کے تعارض کی حیثیت، احکامات کے تقدم وتاخر کے اسباب، آیات بینات کی تفسیر وتوضیح۔ وحی الٰہی کے سبب نزول اور اس کے نتیجہ میں احکام کا ترتب، احادیث رسول ﷺ کے سبب ورود پھر اس کے نتیجہ میں اصول شریعت کا تعین وغیرہ۔ ان مراکز علمیہ اور دارالاحادیث

اسلامیہ کے لیے مسند نشین نہ صرف ایسے پیچیدہ احکامات سے آگاہ تھے بلکہ آیاتِ قرانیہ کے حروف اوران کے معانی، دین مبین کے اصل مقاصد اوران کا فہم بھی رکھتے اور منتقل کرتے رہے ساتھ ساتھ آیاتِ ربانی کی عملی تصویر جوذات مصطفیٰ کریم علیہ التحیہ والتسلیم کی صورت ودیعت ہوئی آپ کی حیات نور کے تمام گوشے ابتداء تا انتہا اس تمام علمی وراثت کے ساتھ منتقل فرماتے رہے جوانہیں عطا ہوئی تھی یہ ان دارالاحادیث صحابہ کا فیضان ہی تھا کہ امت کو اگر کسی اختلاف میں ڈالنے کی حماقت کی گئی تو ان مراکز علمیہ نے اس اختلاف کو میراث نبوت کی بدولت فروکردیا۔ حافظ ابن حجرؒ نقل فرماتے ہیں۔

كان الرجل من اهل لهواء اذا خالفنا في الحديث قلنا: تعال الى من سمعه من النبی ﷺ

(تہذیب التہذیب، جلد۱، ص۳۷۸، دائرہ معارف ہند)

(صحابہ تابعین فرماتے ہیں) جب اہل بدعت میں سے کوئی شخص کسی حدیث کے بارے میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم اس سے کہتے تھے آ ؤ چلو ان کے پاس جنہوں نے اس حدیث کو خود آپ ﷺ سے سنا ہے۔

یہی وہ سبب تھا کہ لوگ حدیث کے معاملے میں رائے زنی کی جرأت نہ کرتے۔ اور قرآن واحادیث کے مقرر اصولوں کی خلاف ورزی بھی ان کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ سب کچھ اس وقت تک رہا جب تک خورشید نبوت سے براہ راست کسب نور فرمانے والے تمام ستارے غروب نہ ہو چکے تھے۔ اصحاب الرسول ﷺ نے ان دارالاحادیث میں مسند نشین ہو کر امت کو ایک نقطہ پر مرکوز رکھا۔

۹۹ھ میں ریاست اسلامی کی امارت سنبھالتے ہی عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ بھانپ لیا کہ اگر اس طرح یہ نجوم ہدایت غروب ہوتے رہے تو امت دین مبین کی تشریعی اساس سے محروم ہو جائے گی لہٰذا سریرآ رائے مسند امارت سے یہ حکم جاری ہوا۔

"انظروا حديث رسول الله ﷺ فاجمعوه"

رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو تلاش کرو اور انہیں اکٹھا کرو۔

(فتح الباری، باب کیف یقبض العلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

یہ ایک ایسا فرمان تھا جس نے تلاش حدیث کے لیے امت کے صالح رجال میں وہ نور پھونک دیا کہ یہ لوگ سوار و پیادہ ہی سینکڑوں ہزاروں میل تک ایک ایک روایت کے لیے آبلا پائی کرنے لگے۔ صحابہ چونکہ احادیث یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی تشریعی حیثیت سے بھی خوب آگاہ تھے۔ لیکن بعد میں آنے والا یہ گروہ ان متفرق صلاحیتوں سے معمور نہ تھا۔ اگر چہ دارالاحادیث صحابہ کے وارثانِ علم کو تو یہ ملکہ حاصل تھا لیکن تدوین وکتابت حدیث کرنے والے ان جملہ رجال کی تعداد ان سے کئی

زیادہ تھی۔ جو ان تمام اساسی قوانین سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔ امت کے جو نبلاء تلاش حدیث اور کتابت روایت اور ان کی تصحیح و تنقیح میں مصروف رہتے انہیں اہل الحدیث کا لقب دیا گیا۔

ومن المعلوم ان اهل الحديث اسم لمن عنى به وانقطع فى طلبه فهولاء هم اهل الحديث من اى مذهب كانوا۔

یہ امر طے شدہ ہے کہ اہل حدیث اس طبقہ علماء کا نام ہے جو طلب (حدیث) کے لیے سرگرداں ہوں اگرچہ انکار تعلق کسی بھی (فقہی) مذہب سے ہو۔

(الروض الباسم، جلد۲، ص ۲۵۸)

یہ وہ پہلا گروہ تھا جس نے فرامینِ نبوی ﷺ اور آثارِ صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو محفوظ کرنا شروع کیا۔ دوسرا گروہ جو درحقیقت ان رجال احادیث سے قبل بھی روایات و آثار سے دین اسلام کی تشریعی صورت تشکیل دے دیا تھا۔ یہ دارالاحادیث صحابہ کا پروردہ تھا انہیں طائفہ فقہاء کہا جاتا ہے۔ جس طرح تدوین حدیث عہد صحابہ سے رفتہ رفتہ شروع ہوا اور قرنا بعد قرنٍ بامِ عروج کو پہنچا ایسے ہی تدوین فقہ بھی عہد صحابہ سے جاری رہا اور دوسری صدی ہجری تک نہایت جانفشانی سے اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہا۔ دونوں صلحاء امت کے متعلق امام ابن قیمؒ جوزیہ فرماتے۔

قسم الحفاظ معتنون بالضبط والحفظ والاداء كما سمعوا ولا يستنبطون ولا يستخرجون كنوز ماحفظوه و قسم معتنون بالاستنباط و استخراج الاحكام من النصوص والتفقه فيها

(الوابل الصیب من الکلم الطیب، جلد۱، ص۲۷، دارالحدیث قاہرہ)

ایک قسم ان حفاظ (حدیث) کی ہے جن کا کام صرف روایات کو یاد رکھنا اور جیسی سنی ہوں ویسی ہی آگے پہنچا دینا ہے۔ ان کا کام ان روایات سے مسائل کا استنباط و استخراج نہیں دوسری قسم ان فقہاء کی ہے جن کا کام ان روایات و نصوص سے مسائل کا استنباط اور ان میں تفقہ ہے۔

ابن قیمؒ کی اس تحقیق کی اصل یہ حدیث مبارکہ ہے جسے امام ترمذیؒ نے نقل فرمایا۔

نضر الله امرءً سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه غيره فرب حامل فقه الى من هوا فقه منه رب حامل فقه ليس بفقيه

(جامع ترمذی، حدیث ۵۵۳)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو مہکتا و شگفتہ رکھے جس نے میرے قول کو سنا اور اسے یاد کیا پھر ان تک پہنچایا جنہوں نے مجھ سے نہیں سنا بہت سے فقیہ اپنے سے کامل فقیہ تک بات پہنچاتے ہیں اور بہت سے مسئلہ جاننے والے خود فقیہ نہیں ہوتے۔

امام شافعیؒ اس حدیث پر ارشاد فرماتے ہیں؛

ودل علی انه قد یحمل الفقه غیر فقیه یکون له حافظا ولا یکون فیه فقیها
(الرسالہ،ص ۳۶۱،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فہم فراست کو غیر فقیہ کے ذریعہ اٹھایا جاتا ہے جو (ان روایات کو) یاد تو رکھتے ہیں ان میں تفقہ کی دولت نہیں رکھتے۔

محدثین روایت احادیث، احادیث کی اسناد اور اس کے رجال کی معرفت، صحتِ حدیث، اس کی علتیں روایات میں سقم اور روایات پر تنقیح ایسے قواعد واصول سے تو واقف تھے لیکن یہ فقہاء و مجتہدین ہی تھے جنہوں نے روایات وآثار سے مسائل کے استنباط واستخراج کا اساسی کام سرانجام دیا۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

امام اعمش جلیل القدر محدث تھے۔ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں ایک شخص نے ان سے مسئلہ پوچھا آپ وہ مسئلہ سن کر حیران رہ گئے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے جب خود جواب نہ دے سکے تو امام ابوحنیفہ جو اس وقت ان کی مجلس میں موجود تھے اعمش کی اجازت سے مسئلہ بتادیا۔ امام اعمش کو اس جواب پر تعجب ہوا تو پوچھا۔ یہ مسئلہ آپ نے کون سی حدیث سے مستنبط کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اعمش ہی کی سند سے روایت سنادی۔ انہوں نے یہ حدیث سن کر فرمایا۔

انتم الاطباء و نحن الصیادله
(جامع بیان العلم وفضلہ، جلد ۳، ص ۲۸۷)

درحقیقت تم لوگ طبیب ہو ہم تو محض ادویات دینے والے ہیں۔

امام اعمشؒ کے یہ الفاظ محدث اور فقیہ کے فرق کو خوب واضح کرتے ہیں۔ کثرت روایات کثرت علم یہ دلالت نہیں کرتی۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بڑے عالم ہوتے لیکن ابو ہریرہؓ نے حفظ احادیث کے لیے دعاء رسول ﷺ حاصل کی جبکہ خود سرکار دوعالم ﷺ نے ابن عباسؓ کو تفقہ فی الدین کی دعا عطا فرمائی۔

اللهم فقهه فی الدین و علمه التاویل
(متفق علیہ، بخاری ومسلم)

صحابہ کرام اگرچہ خود بھی احادیث وآثار سے واقف ہوتے لیکن احادیث سے مسائل کا استنباط اور فتوی کی اہلیت صرف چند صحابہ کو حاصل تھی امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں؛

کان یفتی علی عهد رسول الله ﷺ ابوبکر و عمر و عثمان و علی ، عبدالرحمان بن عوف و ابن مسعود وابی و معاذ و عمار و حذیفه و زید بن ثابت و ابوالدرداء، و ابوموسیٰ و سلمان	عہد رسالت مآب ﷺ میں فتویٰ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبدالرحمٰن بن عوف، ابن مسعود، ابی ابن کعب، معاذ، عمار، حذیفہ، زید بن ثابت، ابودرداء، ابوموسیٰ اشعری اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی دیا کرتے تھے۔

(الدہش، جلد ا، ص ۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حتیٰ کہ مسروق فرماتے ہیں۔

فوجدت علمهم انتهیٰ الی رجلین علی و عبدالله (صفوۃ الصفوہ، ص ۱۴۷، دارالکتاب العربی، بیروت)	حتیٰ کہ میں نے ان کا علم دو افراد پر ختم پایا وہ مولا علی اور ابن مسعود ہیں۔

یہی قول امام احمدؒ نے العلل اور امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں بھی نقل فرمایا۔

محدثین ورجال حدیث نے الفاظ نبوت (چاہے وہ وحی جلی تھے یا وحی خفی) کی حفاظت فرمائی اور امت تک بغیر تغیر و تبدل کے منتقل فرما دیا اور مجتہدین فقہاء نے ان الفاظ سے احکام شریعت کے قواعد وضوابط مقرر فرمائے اور ان الفاظ نبوت کے معانی کو محفوظ رکھا۔

لیکن اس کا قطعی معنیٰ نہیں کہ فقہاء ومجتہدین احادیث سے واقف نہ تھے۔ بلکہ فقیہ ہوتا ہی وہی ہے جو شریعت کی مکمل معلومات کے ساتھ ساتھ مقاصد کو بھی سمجھتا ہو۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

انما تحصل درجة الاجتهاد لمن اتصف بوصفین احدهما فهم مقاصد الشریعة علی کمالها والثانی من الاستنباط	درجہ اجتہاد تو صرف اسے ہی حاصل ہوتا ہے جو دو اوصاف رکھتا ہو ایک یہ کہ وہ شریعت کے مقاصد کا فہم رکھنے والا ہو جیسے کہ دین نازل ہوا اور دوسرا یہ کہ اسے نصوص سے استنباط کا ملکہ ہو۔

(الموافقات، جلد ۵، ص ۴۱، ۴۲، دار ابن عفان، قاہرہ، مصر)

سطور بالا سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ الفاظ ومعانی نبوت امت تک منتقل فرمانے والی یہ دو جماعتیں تائید الٰہی سے اپنے مقاصد میں کامیاب رہیں اور امت ان کی خدمات کے تصدق ایک مرکز وعقیدے پر قائم رہی۔ اس کے بعد یہ سمجھنا بھی بہت اہم ہے کہ آخر مجتہدین وفقہاء اسلام نے ان روایات وآثار سے قواعد واصول شریعت کیوں مدون فرمائے۔ اور احادیث سنت کا نہایت عام فہم ہونے کے باوجود انہیں ان شرعی قواعد اور ضوابط شرعیہ کے پیرائے میں کیوں ڈھالا گیا۔

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تو براہِ راست آپ ﷺ سے اکتساب فیض فرماتے اور مسائل شرعیہ کا حل فوراً ہی مل جاتا۔ اور تابعین و مابعد اسلاف امت ان وارثانِ نبوت کے پروردہ تھے جنہیں یہ دولت خود ذاتِ مصطفیٰ کریم علیہ التحیہ والثناء سے میسر آئی۔ لیکن دورِ رسالت مآب ﷺ اور عہد صحابہ سے دوری کے سبب دین مبین کے مسائل میں بے حد پیچیدگیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ لہٰذا مجتہدین وفقہاء امت نے احادیث وآثار الرسول ﷺ سے استنباط احکام کے لیے ایسے قواعد واصول مقرر فرمائے جن کی موجودگی میں شریعت اسلامیہ کی اساس اور اس کے مقاصد تک رسائی ممکن ہو سکی۔ اس وقت تک جن مسائل و پیچیدگیوں کا سامنا رہا وہ درجہ ذیل ہیں:

۱۔ قرآن مجید کی قراءتوں میں اختلاف

۲۔ احادیث رسول ﷺ سے لاعلمی

۳۔ ثبوت حدیث میں شبہ

۴۔ نص کے فہم اور اس کی تفسیر میں اختلاف

۵۔ الفاظ نبوت کے مشترک الفاظ میں معانی کے تعین میں اختلاف

۶۔ کسی پیش آمدہ مسئلے میں نص کا نہ ہونا۔

۷۔ متعارض روایات میں ناسخ ومنسوخ، راجح و مرجوع سے عدم معرفت

ان ایسے عوامل کے سبب فقہاء و مجتہدین اسلام نے اپنی خداداد بصیرت وحکمت سے امت کو اختلاف سے محفوظ فرما کر ایک مرکز پر متحد رکھا۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے متروک ومنسوخ قول وفعل کو بھی محفوظ رکھا جس طرح کتاب حکمت کلام مجید کی بھی باقوال مختلفہ چند آیات منسوخ ہیں لیکن اس کے باوجود وہ محفوظ ہیں یہی اعجازی شان کلام رسول وفعل رسول ﷺ کی ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر سنت و ادا کو نہ صرف محفوظ فرمایا بلکہ ائمہ اربعہ کے مذاہب وفقہی اختلافات وآراء کی صورت میں دنیا کے ہر کونے میں زندہ بھی رکھا۔

محدثین نے تو قصر امارت کے نامہ مبارک کی لاج میں ریاست اسلامیہ کی اطراف وکنار سے روایات واثار رسول ﷺ کا ایسا ذخیرہ بنالیا کہ جو اپنی مثال آپ تھا لیکن یہ افرادان روایات کے صرف صحت وسقم، علل ومعرفتِ رجال، اسناد ومتون سے اگاہ تھے۔ فقہاء و مجتہدین نے ناسخ ومنسوخ، تعارض حدیث اوران ایسے بیسیوں دقائق و پیچیدگیوں کے حل کے لیے نہایت کٹھن

اورادق معیار وضوابط متعین فرمائے تھے کہ اہلِ اسلام کو کجا مستشرقین بھی ورطہءِ حیرت میں مبتلا ہیں امام سیوطیؒ صرف ایک لطیف اسلوب بیان فرماتے ہیں۔

لولم نکتب الحدیث من ستین وجها ماعقلناه (التعظیم والمنۃ، ص ٦٦)

جب تک ہم نے حدیث کو ساٹھ وجوہ سے جانچا و نقل نہ کیا ہم اسے سمجھ ہی نہ پائے۔

اللہ اکبر تحمل و تفقہ فی الحدیث میں اس قدر احتیاط اور یہ بھی اُن بزرگوں کی زبان سے جو اپنی جلالت علمی میں اپنا کوئی ہم عصر نہ رکھتے تھے۔

اسی طرح فہم حدیث کے لیے بھی درجہ ذیل اساسی بنیادیں قائم فرمائی گئی تھیں۔

١۔ حدیث قرآن، خبر متواتر اور خبر مشہور کے معارض و مقابل نہ ہو۔

٢۔ حدیث قیاس، عقل سلیم اور اسلام کے مجموعی مزاج کے خلاف نہ ہو۔

٣۔ ذخیرہ احادیث میں سے کن روایات پر خلفاءِ راشدین، فقیہ صحابہ، قرب و صحبتِ رسول ﷺ پانے والے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا عمل رہا ہے۔

٤۔ صحابہ کرامؓ کی روایات اور ان کے عمل موافق رہے ہے یا مخالف یعنی صحابیؓ کی روایت تو موجود ہے لیکن خود عمل ترک فرما دیا یا جاری رکھا۔

٥۔ صحابیؓ بارگاہِ رسالتؐ سے براہِ راست روایت کر رہا ہے یا مرسلاً

٦۔ اہلِ مدینہ کا عمل روایت کے موافق ہے یا مخالف

٧۔ روایت کرنے والے صحابی کو فہم حدیث بھی ہے یا محض الفاظ حدیث کی روایت پر اکتفاء ہے۔

٨۔ حدیث کسی حکم کو عمومیت سے نکال کر خصوصیت میں تو داخل نہیں کر رہی۔

٩۔ روایتِ اجماع صحابہ کے معارض و مخالف تو نہیں۔

١٠۔ حدیث عموم بلویٰ کے مخالف تو نہیں۔

یہ جملہ احتیاط ان رجال علم و حکمت کی طرف سے ہے جن کی نظیر ان کے زمانے میں بھی نہ تھی تو کجا آج کے یتیم الحدیث جنہیں فقط روایات کے تراجم اور متون کا بھی فہم نہیں عہد قدیم کے ان نبلاء کی تحقیقات کو ناقص سمجھ کر خود مجتہد و شارح ہونے کا زعم رکھتے ہیں۔ حدیث کا اور متن دیکھ کر تائید مسلک میں سرآنکھوں پر اور خلاف مسلک ضعیف و موضوع کا طعن دیتے ہیں سچ فرمایا تھا

سیدالرسل ﷺ اور ختم المرسل ﷺ نے کہ ''ہر چیز کی طرح اس دین کے لیے بھی اقبال وادبار کی منزلیں ہیں دین کا اقبال یہ ہے کہ قوم کی قوم، علم و عرفت کے زیور سے آراستہ ہواور اس میں اِکادُکا ہی فاسق باقی رہ جائیں۔ وہ ذلیل وخوار ہوں۔ زبان کھولیں تو دھتکارے جائیں ستائے جائیں اور مروڑ ڈالے جائیں۔ دین کا ادبار یہ ہے کہ قوم کی قوم، علم کو چھوڑ بیٹھے اور اس میں اِکادُکا ہی عالم رہ جائیں جو بالکل مغلوب و ذلیل ہوں، بولنے کی جرأت کریں تو مارے ستائے، چور کر ڈالے جائیں اور کہا جائے، ہم سے سرکشی کرتے ہو اور پھر یہ ہو کہ مجلسوں اور بازاروں میں برملا شراب کے دور چلیں۔ اس کے نئے نئے نام رکھ دیئے جائیں اور یہ ہو کہ اس امت کے بعد والے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں حالانکہ خود انہی پر خدا کی لعنت ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ)

یہی وہ بنیادی سبب ہے جس نے اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جب تک عرب و عجم میں ایسے مراکز دینیہ قائم رہے جو باوقار بھی تھے اور صاحبِ اختیار بھی پورے عالمِ اسلام میں فتویٰ ایک ہی چلتا، قبولیت کے ساتھ ساتھ عمل کی لبیک ہر جانب سے بلند ہوتی۔ ائمہ کی عزت وجلالت علمی کا رعب ہر ایک کے سینوں میں ہوتا مگر یہود و ہنود کی عیاری نے علماء کو بھی بے اثر کر ڈالا اور منزلت فتویٰ بھی پائے مال ہوگئی۔ گلی گلی اور نگر نگر عامۃ الناس خود ہی قاضی و مفتی بن بیٹھے۔ القابات کی اہلیت نہ رکھنے والوں نے اس کی وجاہت کو اکارت کر دیا۔ الغرض امت گروہ در گروہ اور فرق در فرق ہوگئی۔ امت کے اتحاد اور دین کی بقاء کا واحد حل اسی میں ہے کہ دین کی تشریعی حیثیت کے تعین کی ذمہ داری ان ہی افراد کے سپرد کی جائے جو اس کے اہل ہیں کیا خوب کہا ''لکل فن رجال'' کیونکہ فقہاء کے زیرِ نظر جملہ ونصوص روایات ہوتیں جن کی بدولت وہ اصول شریعت مرتب فرماتے۔ ان کے مذکورہ قواعد و ضوابط شریعت کا تقرر کس قدر اہمیت اختیار کر گیا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ تمام روات حدیث و محدثین جن میں ایک بڑی تعداد حفاظ حدیث کی تھی ماسوائے چند رجال کے جو خود درجہ اجتہاد پر فائز تھے تمام کے تمام روایات کے ذخیرہ سے مسائل کے استنباط واستخراج کے لیے مجتہدین وفقہاء کے طریق کی پیروی پر تھے۔ اور ان قواعد شریعہ کی تقلید میں حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی کہلائے۔

آیاتِ قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور روایاتِ متعارضہ پر ان چاروں ائمہ کے تحقیقی مراکز نے جس قدر جانفشانی سے طویل غور وخوض اور ابحاثِ علمیہ کے بعد مسائل کا استنباط واستخراج فرمایا یقیناً یہاں پر ربِ جلیل کا کرم اور سرکارِ دوعالم علیہ التحیہ والثناء کی نظرِ فیض مآب کے تصدق ممکن ہوا ان کی یہ کاوش امت پر ایسے احسانِ عظیم کی مانند ہے جس کا بدل صبحِ محشر تک ممکن نہیں۔

ترجمہ وتحقیق کی ضرورت:

تاحال صحائف احادیث کے تمام مجموعات کے تراجم اُردو کے قالب میں ڈھالے جاچکے ہیں جن میں بشمول صحاح ستہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مسند احمد، مسند ابوداوٗد طیالسی، مسند ابی یعلی، مستدرک حاکم، سنن دارمی، سنن دارقطنی، مصنف ابن ابی شیبہ ودیگر کثیر نور پارے شامل ہیں لیکن ہنوز ان کتب میں موجود روایات متعارضہ اور ناسخ ومنسوخ احادیث کو تطبیق وتوفیق ان کی استنادی حیثیت، ان کے ثبوت، ان کی علتوں اور ترجیح کے قواعد کو زیر بحث نہیں لایا گیا اس ضمن میں راقم اثیم نے بتائید ایزدی وعنایتِ نبوی ﷺ اس موضوع پر نہایت جامع کتاب جو محض روایات تک محدود تھی لیکن تبویب کی عمدگی اور اسلوب کی جدت کے پیش نظر ایک نادر نمونہ تھی ترجمہ اور مذاہبِ اربعہ کے اصل ماخذ کی روشنی میں احادیث کی اساسی وتشریعی حیثیت کو واضح کرنے کی ایک سعی ہے چونکہ اُردو کے قالب میں یہ اوّلین قدم ہے اُمید ہے فقہ السنۃ اور مذاہبِ اربعہ کے طلباء اس سے استفادہ فرمائیں گے اور مطالعہ کے بعد اہلِ علم ودانش اربابِ تحقیق وتدقیق رہنمائی سے بھی نوازیں گے۔

آصف محمود
ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ، راولپنڈی
۰۳۰۰-۹۸۷۸۵۸۰

منہجِ تحقیق

☆ متعارض روایات میں منسوخیت کے مقابل تطبیق کو ترجیح دی گئی۔
☆ باب کی روایات کے ساتھ اصل متونِ حدیث کے حوالہ جات تخریج میں نقل کر دیئے گئے۔
☆ روایات پر جرح وقدح کی بجائے تطبیق وتوثیق کی حتی المقدور سعی کی گئی۔
☆ تعارض کے پیشِ نظر مذکورہ باب میں ائمہ اربعہ کے مذاہب اوران کے دلائل غیر جانبداری سے زیب قرطاس کیے گئے۔
☆ قرآن، سنت وآثار مستندہ سے فقہ حنفی کے دلائل کو مزین کیا گیا۔
☆ تحقیق کو معاندنہ ومتعصّبانہ طریق سے کلیتاً مبرا رکھا گیا۔
☆ روایات کی انفرادی تشریح کی بجائے باب کو موضوع تحقیق رکھا گیا جس کا سبب باب کی جملہ روایات کا مماثل ہونا ہے۔
☆ ترجمہ وتحقیق کا اسلوب حتی المقدور سہل رکھا گیا تاکہ عامۃ الناس کے لیے بھی فہم میں دشواری نہ ہو۔
☆ تفاسیر، شروحات حدیث اور متون فقہ کے اصل مصادر ومراجع دوران تشریح وتحقیق نقل کیے گئے تاکہ اہل علم وارباب تحقیق کا اعتماد بحال رہے۔
☆ مکرر نقل شدہ ابواب وروایات کی تشریح وتحقیق یکجا کی گئی۔

مقدمہ

رسول اللہ ﷺ کی بعض احادیث میں اگرچہ معنوی طور پر تضاد پایا جاتا ہے مگر حقیقی طور پر اختلاف ناممکن ہے۔ اس لیے کہ ان احادیث کا مرجع ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہی ہے۔ ظاہراً اختلاف پایا جانا ممکن ہے جسے اصطلاح حدیث میں تعارض کیا جاتا ہے۔ متعارض روایت سے مراد ایسی صحیح روایت ہے جس میں کسی دوسری روایت سے متضاد حکم یا خبر پائی جائے۔ یہ بات طے ہے کہ ایک مقبول حدیث ہی دوسری مقبول حدیث سے متعارض ہوسکتی ہے۔

اگر دو مقبول احادیث باہم متعارض ہوں تو اس صورت میں ائمہ اصول حدیث دونوں احادیث کو جمع کرنے یعنی باہم تطبیق دینے کا قول ذکر فرماتے ہیں۔

ان يمكن الجمع بين الحديثين ولا يعتذر ابدا وجه ينفي تنافيهما ضيتعين حينئذ المصير الى ذلك والقول بهمامعا (ابن صلاح، مقدمہ، ص ۲۸۴)

اگر دو احادیث کو جمع کرنا ممکن اور جدا کرنا مشکل ہو ان دونوں کے درمیان منافات کی نفی کرے اس صورت میں تعبیر کا تعین ہوگا اور دونوں احادیث کے مفہوم کو ایک ساتھ لیا جائے گا۔

اگر دونوں متعارض احادیث میں تطبیق کی صورت ممکن نہ ہو تو دونوں میں سے ایک حدیث کا تقدم اور دوسری کا تاخر معلوم کیا جائے گا۔ متاخر روایت کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ کیا جائے گا۔ تاریخ کے علاوہ چند دوسرے قرائن بھی ہیں جن سے ناسخ و منسوخ کا پتا لگایا جاسکتا ہے زیر نظر کتاب میں اسی عنوان سے احادیث کو لایا گیا ہے تا کہ حدیث کے طالب علم کو نبی کریم علیہ السلام کی بظاہر متعارض احادیث کی معرفت حاصل ہو سکے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

ان احاديثي ينسخ بعضها بعضا كنسخ القرآن (دارقطنی، سنن جلد ۴، ص ۱۴۵)
(الحازمی۔ الاعتبارر فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد ۱، ص ۴۰)

بے شک قرآن کی مثل میری بعض احادیث بعض کو منسوخ کرتی ہیں۔

یہ حدیث مبارکہ نسخ کے وقوع پر ایک بین دلیل ہے۔ مقدمۃ الکتاب میں نسخ پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، اس بحث کا مطالعہ کتاب کے مطالعہ سے قبل نہایت مفید ہے تا کہ نسخ کی معرفت، اس کی اہمیت اور اس کی شرائط وغیرہ سے آگاہی ہو سکے۔

☆......☆......☆

نسخ کا لغوی معنیٰ

ائمہ لغت کے ہاں نسخ کے درجہ ذیل معانی ہیں۔

۱۔التبدیل

۲۔ابطال

۳۔الرفع

۴۔التحویل

۵۔الازالہ

۶۔النقل

(الجرجانی، التعریفات، باب النون، الراغب، مفردات، جلد۲ ص۴۸۳، البیضاوی، الابھاج شرح منھاج، الحازمی، الاعتبار، جلد۱)

اگر دقت نظر سے دیکھا جائے تو یہ تمام معانی ان چار الفاظ کے گرد گھومتے ہیں۔

۱۔ الرفع

۲۔ الازالۃ

۳۔ النقل

۴۔ التحویل

ان الفاظ کی مزید تشریح و تحقیق کرتے ہوئے ائمہ لغت نے بیان کیا کہ

ازالۃ کی مزید دو اقسام ہیں۔

۱۔**ازالة الی بدل**: هی عبارة عن ابطال الشیئ اقامة اخر مقامه۔ایک چیز کو زائل کر کے دوسری اس کی جگہ لانا جیسے کنسخت الشمس الظل

سورج نے سائے کو زائل کر دیا یعنی دھوپ نے سائے کی جگہ لے لی۔

۲۔**ازالة الی غیر بدل**: هی عبارة عن رفع الحکم و ابطاله۔کسی حکم کو اس طرح ختم کر دینا کہ اس کے وجود کے اثرات کلیتاً ختم کر دیئے جائیں جیسے ''نسخت الریح اثر القوم'' ہوا نے قوم کے تمام نشانات مٹا ڈالے۔

ازاله الی بدل کی امثلہ آیۂ قرآنی سے

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (البقرۃ، ۱۰۶)

''ہم کسی آیت کا بعض حصہ منسوخ نہیں کرتے یا پوری ہی آیت کو ترک نہیں کر دیتے مگر یہ کہ اس سے بہتر یا اسی کی طرح کی دوسری لے آتے ہیں۔''

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (النحل، ۱۰۱)

''اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل کر لاتے ہیں جبکہ اللہ خوب جاننے والا ہوتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے کہتے ہیں ''آپ تو خود بات بناتے ہیں'' حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر ناداں ہیں۔''

ازالۃ الی غیر بدل کی مثال

فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ (الحج، ۵۲)

''تو فوراً ہی اللہ مٹا دیتا ہے شیطانی رخنہ کو پھر یہ کہ اللہ اپنی آیات کو پکا اور مستحکم فرماتا ہے۔''

۳۔نقل کی تشریح کرتے ہوئے آئمہ لغت نے بیان کیا۔

وهو نقل مع بقاءِ الاول

اس طرح نقل کرنا کہ منقول شے میں اس کا وجود باقی رہے جیسے نسخ زید الکتاب ،زید نے کتاب لکھی۔یعنی زید نے کتاب سے اس طرح نقل کیا کہ حرف بحرف ان ہی الفاظ کو دوسری جگہ تحریر کر دیا۔کتاب کو اس لیے نسخہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اصل سے کاپی کی گئی ہوتی ہے۔

اس معنیٰ کی مثال یہ آیات ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (الجاثیہ، ۲۹)

ترجمہ:''بے شک ہم لکھا کرتے تھے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ (الاعراف، ۱۵۴)

ترجمہ:اور اس کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

تحویل کے متعلق ائمہ لغت کی وضاحت

التحویل۔ مع بقاء الشی فی نفسہ۔ کسی چیز کا ایک جگہ سے دوسری جگہ اس طرح جانا کہ اپنے اصل کے اعتبار سے اُس کا وجود سلامت رہے جیسے تحویل المناسخات فی الحوادث:یعنی جب میراث تقسیم ہوتی ہے تو وہ نسل درنسل گردش کرتی ہے لیکن اس کا وجود باقی رہتا ہے اور شہد کا چھتے سے منتقل کیا جانا اسے بھی اس معنیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(معجم مقاییس اللغۃ جلد۵ صفحہ۴۲۴،تاج العروس،جلد۲،ص ۲۸۲،لسان العرب،جلد۳،ص ۶۳۴،المصباح المنیر ص ۶۰۲،مختار الصحاح،ص ۶۰۶، تہذیب الصحاح،جلد۱،ص ۲۰۵،اساس البلاغۃ ۴۵۴،الاعتبار،ص ۶،الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی جلد۲ ص ۲۳۶)

علماء کے درمیان نسخ کے ان چار معانی کے متعلق اختلاف ہے کہ ان میں سے حقیقی معنی کون سا ہے اور مجازی کون سا۔

امام ابوالحسن البصریؒ کے نزدیک اس کا حقیقی معنیٰ ازالۃ اور مجازی معنیٰ نقل ہے۔

جبکہ زمخشری نے اس کے برعکس لکھا یعنی ان کے نزدیک حقیقی معنیٰ نقل جبکہ ازالۃ مجازی معنیٰ ہے۔

امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ ازالۃ ،النقل اور ابطال یہ تمام معانی مجازی ہیں۔مزید فرماتے ہیں۔

اعلم بان الناس تکلموا فی معنی النسخ۔ فقال بعضھم ھو عبارۃ عن النقل قول القائل۔ نسخت الکتاب اذا نقلہ من موضع الی موضع۔وقال بعضھم ھو عبارۃ عن الابطال من قولھم نسخت الشمس الظل۔ ای ابطلتہ وقال بعضھم ھو عبارۃ عن الازالۃ من قولھم

نسخت الرياح الآثار۔ ای ازالتها و کل ذلك مجازا لا حقيقة

ترجمہ: جان لو کہ لوگوں نے نسخ کے معانی پر کلام کیا ہے ان میں سے بعض نے کہا، یہ نقل سے عبارت ہے۔ (جیسے) قائل کا قول میں نے کتاب لکھی۔ جب اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا اور بعض نے کہا یہ عبارۃ ہے ابطال سے (جیسے انکا قول) سورج نے سائے کو ختم کر دیا یعنی اسے باطل کر دیا اور بعض نے کہا یہ ازالہ سے عبارۃ ہے ان کے قول میں سے کہ ہوا نے آثار مٹا دیے یعنی انکا ازالہ کر دیا۔ یہ سارے (معانی) مجازی ہیں حقیقی نہیں۔

اس کی کچھ مزید وضاحت فرمانے کے بعد لکھتے ہیں

انه عبارة عن التبديل من قول القائل نسخت الرسوم۔ ای بدلت برسوم آخر۔

(اصول سرخسی، ص۳۳۱، دار الفکر، بیروت)

یہ عبارت ہے تبدیل سے جیسے قائل کا قول کہ میں نے نقشے کو بدل دیا یعنی دوسرے نقشے سے تبدیل کر دیا۔

امام غزالیؒ، باقلانیؒ اور آمدیؒ اس طرف گئے ہیں کہ یہ ازالہ اور نقل کے درمیان مشترک ہے اور ان دونوں معنی میں حقیقی معنی رکھتا ہے۔

(لسان العرب، ابن منظور، جلد۱، ص۶۳، معجم مقاییس اللغہ، ابن فارس، جلد۵، ص۴۲۴، الاحکام فی اصول الاحکام ابن حزم، جلد۴، ص۵۶۶، الاتقان، السیوطی، جلد۲، ص۲۰۲، البرھان الزرکشی، جلد۲، ص۲۹)

جبکہ جمہور کا قول ہے کہ نقل اور تحویل اس کے مجازی معنی ہیں۔

ابن الحاجب، سبکی اور الاسنوی نے دونوں معانی میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی۔

(شرح مختصر المنتھی، جلد۲، ص۱۸۲، نھایۃ السول الانسوی، جلد۲، ص۱۶۴، الابھاج علی منھاج البیضاوی، جلد۲، ص۲۴۷)

اصطلاحی تعریف

اس کی اصطلاحی تعریف میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

۱۔النسخ بیاناً لمدة الحكم المنسوخ فی حق الشارع و تبديلا لذلك الحكم بحكم آخر۔

(اصول السرخسی، صفحہ۳۳۱، مطبوعہ دار الفکر، ۲۰۰۵)

نسخ شارع کے حق میں منسوخ حکم کی مدت کا بیان ہے اور ایک حکم کا دوسرے حکم میں تبدیل ہونے کا نام ہے۔

۲۔انه رفع الحکم الشریعی بخطاب

(مباحث فی علوم القرآن، ص ۲۳۸)

ترجمہ: حکمِ شرعی کا خطاب کے ذریعے اُٹھ جانا۔

۳۔النسخ رفع حکم الشرعی بدلیل شریعی متاخر۔

(مختصر ابن حاجب، مع شرح العضد، جلد ۲، ص ۱۸۵)

ترجمہ: نسخ ایک حکم شرعی کا دوسری شرعی دلیل سے اٹھ جانا ہے جو اس سے متاخر ہو۔

۴۔هو بیان انتهاء حکم الشرعی بطریق الشریعی متراخ عنه

(السبکی، الابھاج علی المنھاج، جلد ۲، ص ۲۴۷، نھایۃ السول مع شرح البدخشی، جلد ۲، ص ۱۶۲)

ترجمہ: یہ حکم شرعی کی مدت کے اختتام کا بیان ہے جو ایسی شرعی دلیل (یا حکم) سے جو اس سے متاخر ہو۔

۵۔النسخ هو ان یرد دلیل شرعی متراخیا عن دلیل الشریعی مقتضیا خلاف حکمه۔

(التفتازانی، التلویح علی التوضیح، جلد ۲، صفحہ ۶۷)

ترجمہ: نسخ یہ ہے کہ رد کرنا ہے ایسی دلیل شرعی کا جو متاخر ہو اُس دلیل شرعی سے جو اس کے خلاف حکم کا تقاضا کرے۔

۶۔رفع الشارع حکما منه متقدما بحکم منه متاخر

(السیوطی، تدریب الراوی، ص ۴۶۱)

شارع کا سابقہ حکم کو اٹھا لینا ایسے حکم سے جو متاخر ہو۔

۷۔بیان انقضاء مدة العبادة التی ظاهرها الدوام

(الحازمی، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار جلد ۱، ص ۱۲۳)

ترجمہ: یہ بیان ہے ایسی عبادت کی مدت کے اختتام کا جس کا ظاہر اس کے دوام پر دلالت کرتا ہو۔

۸۔انه رفع الحكم بعد ثبوۃ۔
(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار، جلد۱،ص۱۲۳)

ترجمہ: حکم (شرعی) کا اپنے ثبوت کے بعد اُٹھ جانا۔

۹۔الناسخ طریق شرعی، یدل علی ان مثل الحکم الذی کان ثابتا بطریق شرعی لا یوجد بعد ذلك، مع تراخیه عنه علی وجه لولاہ لکان ثابتاً۔
(فخرالدین رازی، المحصول، جلد۱،ص۵۲۸)

ترجمہ: ناسخ ایسی دلیل شرعی ہے جو دلالت کرے کہ حکم کی مثال جو دلیل شرعی سے ثابت ہوا اور اس سے متاخر ہو اس کے بعد کوئی اور (نیا) حکم نہ ہو اور اس طرح ہو کہ اگر وہ (بعد والا) حکم نہ آئے تو پہلے والا (حکم) ثابت رہے۔

۱۰۔رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی،
(الشیخ زرقانی، مناهل العرفان، ص۳۶۸)

ترجمہ: دلیل شرعی کے ساتھ (سابقہ) حکم شرعی کا اُٹھ جانا۔

۱۱۔انما هو بیان مدة الحکم والتلاوۃ
(الجصاص، احکام القرآن، جلد۱،ص۷۲)

ترجمہ: یہ حکم اور تلاوت کی مدت (اختتام) کا بیان ہے۔

☆......☆......☆

خلاصہ تعریفات

مذکورہ بالاتعریفات میں ایک بات مشترک ذکر کی گئی کہ نسخ سابقہ حکم کی مدت مکمل ہونے کے بعد نئے حکم کے بیان کا نام ہے۔گویا نسخ سابقہ حکم جو خاص مدت کے لیے ایک حکمت کے تحت نافذ العمل تھا اس کے خاتمہ کا اعلان اور اس کی جگہ لینے والے حکم کا ذکر ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ رب العزت کے علم لامتناہی میں چونکہ منسوخ کیے جانے والا کام ایک خاص مدت تک ہمارے لیے منفعت بخش تھا۔اس مدت کے بعد اس کا حکم اٹھالیا گیا تو ان معنی میں تبدیلی یا نسخ کا تعلق ہمارے ساتھ جبکہ بیان کا تعلق ذات باری سے ہے جیسا کہ صاحب ''نورالانوار'' نے ذکر کیا۔

فکونہ بیانا فی حق اللّٰہ تعالیٰ و کونہ تبدیلاً فی حق البشر

(شیخ احمد جیون،نورالانوار،کتاب السنۃ)

ترجمہ: پس یہ اللہ رب العزت کے حق میں بیان ہے اور بندوں کے حق میں تبدیلی ہے۔

اور امام جرجانیؒ نے بھی وضاحت فرمائی۔

فھو تبدیل بالنظر الی علمنا، و بیان لمدۃ الحکم بالنظر الی علم اللّٰہ تعالیٰ

(التعریفات،١٦٧)

یہ ہمارے علم کے مطابق تبدیل ہونے اور علم الٰہی کے مطابق کسی حکم کے ختم ہونے کا بیان ہے۔

نسخ کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

١۔ان یکون المنسوخ حکماً شرعیاً لا عقلیّا

(ابوالحسین البصری،المعتمد،جلد١،ص٣٦٩، الشوکانی،ارشادالفحول،جلد٢،ص٧٨)

''منسوخ کیا جانے والا حکم شرعی ہو، عقلی نہ ہو۔''

٢۔ان یکون دلیل رفع الحکم دلیلا شرعیا۔

(الزرقانی،مناھل العرفان،ص٣٧١،الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار،جلد١،ص١٢٣۔آمدی الاحکام جلد٣،ص١٠٦)

''جس دلیل سے سابقہ حکم منسوخ کیا جارہا ہے وہ دلیل شرعی ہو۔''

۳۔ان یکون ھذا الدلیل الرافع متراخیا عن دلیل الحکم الاول۔
(ارشاد الفحول، جلد۲، ص۷۸۔ المعتمد، جلد۱، ص۳۶۹)
جو دلیل سابقہ حکم کو منسوخ کر رہی ہے وہ گزشتہ حکم سے بعد کی ہو۔

۴۔ان یکون الناسخ منفصلاً عن المنسوخ۔
(الغزالی، المستصفی، جلد۱، ص۱۲۱۔ المعتمد، جلد۱، ص۳۶۹)
ناسخ حکم منسوخ حکم سے متصل نہ ہو۔

۵۔ان یکون بین ذینک الدلیلین تعارض حقیقی
(مناھل العرفان، ص۳۷۱)
دونوں یعنی ناسخ و منسوخ کے درمیان حقیقی تعارض ہو۔

جن شرائط میں ائمہ کا اختلاف ہے

گزشتہ بالا شرائط ائمہ کے درمیان متفق علیہ ہیں البتہ چند شرائط میں علماء کا اختلاف ہے۔

۱۔ان لا یکون الحکم السابق مقیداً بزمان مخصوص
(الاعتبار، ص۱۲۴)
سابقہ حکم کسی مخصوص زمانہ کے ساتھ مقید نہ ہو۔

۲۔ان یکون النسخ بخطاب لان الموت المکلف ینقطع الحکم۔
(الاعتبار، ص۱۲۴)
نسخ کا حکم خطاب کے ساتھ ہو کیونکہ مکلّف کی موت نسخ کے حکم کو منقطع کر دیتی ہے۔

۳۔منھا کون النسخ مشتملا علی بدل للحکم المنسوخ۔
(آمدی، الاحکام جلد۳، ص۱۰۶)
نسخ سابقہ حکم یعنی منسوخ کے لیے حکم کی تبدیلی پہ مشتمل ہوگی۔

۴۔ومنھا کون الناسخ مقابلاً للمنسوخ مقابلۃ الامر للنھی و المضیق للموسع ،
(الاحکام جلد۳، ص۱۰۶)
ناسخ حکم منسوخ کے مقابلے پر اس طرح ہو کہ امر نہی کے لیے اور مشکل آسان کے لیے واقع ہو۔

۵۔ان یکون الدلیل الناسخ والمنسوخ من جنس واحد

(مناھل العرفان،ص۳۷۱)

ناسخ ومنسوخ کی دلیلیں ایک ہی جنس سے ہوں۔

یعنی ایک ہی مسئلہ پر دونوں کا وقوع ہو۔مثلاً قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے کی ممانعت پھر اجازت دی گئی۔ کلوا وادخروا۔اب تم کھاسکتے ہواور ذخیرہ کرسکتے ہو۔

۶۔کون الناسخ اخف من المنسوخ

(مناھل العرفان،ص۳۷۱)

ناسخ حکم سابقہ یعنی منسوخ حکم سے ہلکا ہو۔

۷۔کون الناسخ والمنسوخ نصین قاطعین۔

(الاحکام جلد۳،ص۱۰۶)

ناسخ ومنسوخ دونوں کی نصوص ایک دوسرے کے حکم کو مکمل طور پر جدا کرنے والی ہوں۔

۸۔ان یکون الناسخ مثل المنسوخ فی القوۃ او اقوی منه۔

(ارشاد الفحول،جلد۲،ص۷۸)

ناسخ حکم منسوخ سے قوت میں یا تو مساوی ہو یا اقوی ہو اگر قوت میں کم ہے تو یہ نسخ درست نہ ہوگی کیونکہ ضعیف قوی کو زائل نہیں کرسکتا۔

۹۔ان یتعذر الجمع بین الدلیلین۔

(مناھل العرفان،ص۳۷۱)

۹۔ناسخ ومنسوخ کی دلیلوں کے درمیان جمع ممکن نہ ہو۔

☆......☆......☆

وقوع نسخ کا زمانہ

نسخ کا وقوع صرف نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس تک تھا آپ علیہ الصلوٰۃ السلام کے وصال مبارک کے بعد اس کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے اختتام پذیر ہو گیا کیونکہ نسخ چاہے کتاب اللہ میں ہو یا سنت میں اس کا تعلق وحی سے تھا اور آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد وحی کا آنا بھی بند ہو گیا لہٰذا شریعتِ مطہرہ مکمل ہو گئی اور اس کے بعد نہ تو تغیر ہے اور نہ کسی قسم کی ترمیم۔

(کشف الاسرار، جلد۳، ص۳۸۱)

نسخ کے ارکان

نسخ کے مندرجہ ذیل چار ارکان ہیں۔

۱۔ الناسخ: اللہ رب العالمین کی ذات بابرکات، یا رسول کریم ﷺ

۲۔ المنسوخ: وہ حکم جس کا وجود زائل کر دیا گیا۔

۳۔ المنسوخ عنہ: مکلّف

۴۔ النسخ: اللہ تعالیٰ کا ایسا قول یا رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ جو سابقہ حکم کو اٹھا لے۔

(المستصفی، جلد۱، ص۱۲۱، الاحکام فی اصول الاحکام جلد۲، ص۲۳۹)

نسخ کن امور میں واقع نہیں ہوتا

نسخ چونکہ عارضی حکم جس کی ضرورت ایک خاص حکمت کے تحت خاص وقت کے لیے ہوتی ہے اس میں واقع ہوتا ہے لہٰذا جو احکامات اٹل ہیں، جس میں کسی قسم کی تبدیلی متصور نہیں نسخ، ان میں واقع نہیں ہوتا ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:۔

۱۔عقائد: یہ ایسے حقائق کا نام ہے جومحکم ومتواتر ذرائع سے ثابت ہیں۔ان میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔گویا یہ ایسے بدیہی احکامات ہیں جن کا تعلق نسخ سے نہیں ہے جیسے اللہ رب العالمین کی وحدانیت،اس پر ایمان لانا،انبیاء کی رسالت، قیامت کا وقوع پذیر ہونا،ملائکہ کا وجود،آسمانی کتابوں کا وجود وغیرہ۔

۲۔**اصول عبادت ومعاملات**: ایسے اصول جن کی ضرورت تسلسل سے مخلوق کو رہے یعنی عبادت کا اصل مقصود تزکیہ نفس خالق سے مخلوق کا ربط پیدا کرنا ہے۔لہٰذا ان ایسی اساسی چیزوں میں نسخ کا احتمال نہیں ہوتا۔

۳۔**اخلاق کی بنیادی اقدار**: معاشرے کی وہ بنیادی اقدار جن سے حقیقی معنوں میں ایک باوقار فلاحی ریاست قائم ہو اس میں نسخ واقع نہیں ہوتا جیسے جھوٹ سے اجتناب، چوری،ڈاکہ،دھوکہ دہی،رشوت ستانی،چور بازاری وغیرہ کی ممانعت۔یہ وہ بنیادی اخلاقی قدریں ہیں جن کے بغیر مثالی معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا لہٰذا یہ ہر قسم کے تغیر وتبدل سے ماوراء ہیں۔

۴۔**تاریخی واقعات پر مشتمل اخبار**: ماضی کی خبریں جو حقیقت پر مبنی ہوں اپنے قائل کی صدق لسانی کی گواہ ہوا کرتی ہیں لہٰذا اگر ان میں نسخ پایا جائے تو قصہ گو کی کذب بیانی ظاہر ہوتی ہے لہٰذا اخبار ماضیہ کے اندر نسخ نہیں پایا جاتا جیسے عاد وثمود و اصحاب الایکہ کے قصے وغیرہ۔

۵۔**مدت مقررہ سے قبل نسخ نہیں**: جو افعال کسی خاص وقت تک مقرر ہوں اس وقت سے پہلے ان کا نسخ ممکن نہیں۔ جیسے "كُلُوْا وَشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۔(کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے جدا ہو جائے۔) اب کھانے اور پینے کی حد طلوع فجر ہے لہٰذا صبح صادق سے قبل کھانے اور پینے کی پابندی اور اس حکم کا منسوخ ہونا ممکن نہیں لہٰذا ان ایسے امور میں بھی نسخ واقع نہیں ہوتی۔

نسخ کی معرفت کے ذرائع

نسخ کی پہچان چونکہ نہایت دقیق عمل ہے امام الحازمی نے اس علم کے متعلق یہ لکھا۔

هو علم جليل ذو غور و غموض ۔ دارت فيه الرؤوس وتاهت فى الكشف عن مكنونه النفوس۔

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار، جلد ۱ص ۱۱۳)

یہ ایسا جلیل القدر علم ہے جو نہایت دقیق اور غور وفکر والا ہے۔اس علم میں تحقیق اور اس کی تہہ تک پہنچنے اور اس کے اسرار سے

پردہ اٹھانے کے لیے اذھان چکراتے ہیں۔

اور لہٰذا ان کی پہچان کے چند طریقے وضع کیے گئے ہیں تا کہ ناسخ حدیث کو منسوخ سے الگ کیا جا سکے جس کی بنیاد پر مسائل کا استنباط آسان ہو جائے۔

نسخ کی پہچان کے چار ذرائع یہاں بیان کیے گئے۔

۱۔ان یکون لفظ النبی ﷺ مصرحا بہ نحو قول علیہ السلام کنت نھیتکم عن زیارت القبور الافزوروھا۔

(الاعتبار، جلد ا، ص ۱۲۸)

آپ علیہ السلام کے الفاظ مبارک سے اس کی تصریح ہو جائے۔ جیسے نبی پاک ﷺ کا یہ فرمان کنت نھیتکم عن زیارت القبور الا فزورھا۔

(الاعتبار، جلد ا، ص ۱۲۸)

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب کر لیا کرو۔

۲۔ ان یکون لفظ الصحابی ناطقا بہ

(الاعتبار، جلد ا، ص ۱۲۸)

صحابی کے اپنے لفظ سے اس کی تصریح ہو جائے

جیسے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول:

کان رسول اللہ امرنا بالقیام فی الجنازہ ثم جلس بعد ذلك وامرنا بالجلوس۔

(مسند امام احمد، جلد ۲، ص ۵۷)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہونے کا حکم ارشاد فرمایا پھر اس کے بعد (یعنی کچھ مدت بعد) آپ علیہ السلام (جنازے کو دیکھ کر) بیٹھے رہتے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

یا صحابی اس انداز و الفاظ سے مقدم و مؤخر کی تصریح کر دے جیسے کان آخر امرین من رسول اللہ ﷺ ترک الوضوء مما مست النار۔

(ابوداؤد، جلد ا، باب ترک الوضوء مما مست)

رسول اللہ ﷺ کے آخری معمولات میں سے تھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگ سے پکی چیز کھانے کے بعد وضو ترک فرما دیا تھا۔

۳۔ **ان یعرف ذلك من فعله ﷺ کرجمة ماعز ولم یجلده** (ارشاد الفحول، جلد، ص ۱۱۲)

آپ ﷺ کے عمل مبارک سے اس کی پہچان ہو جائے جیسے حضرت ماعز کا رجم کروانا اور اُنہیں کوڑے نہ مروانا۔

۴۔ان یکون التاریخ معلوماً

نسخ کی تاریخ معلوم ہو

نسخ کی پہچان کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ متعارض احادیث کی تاریخ معلوم کر لی جائے جس سے ان کا تقدم و تاخر واضح ہو جائے گا اور ایک ناسخ دوسری منسوخ ہو جائے گی جیسے جماع کے دوران انزال نہ ہونے پر آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق جسم کی ناپاکی صرف استنجاء کرنے اور وضو کر لینے سے دور ہو جاتی ہے غسل کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس مسئلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کا قول

ان رسول ﷺ یفعل ذلك ولا یغسل وذلك قبل فتح مكة ثم اغسل بعد ذلك و امر الناس بالغسل۔

ترجمہ: نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم (بھی) ایسے ہی عمل فرماتے اور غسل نہ فرماتے یہ فتح مکہ سے قبل کا معمول مبارک تھا پھر بعد میں (یعنی فتح مکہ کے بعد) آپ ﷺ نے (بغیر انزال کے صرف جماع کرنے سے) لوگوں کو غسل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

۶۔اجماع الصحابة علی ان هذا ناسخ و ذاك منسوخ

(ارشاد الفحول، جلد ۲، ص ۱۱۴)

صحابہ کا اجماع، یہ ناسخ ہے اور وہ منسوخ ہے۔

نسخ کی معرفت کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کا کسی حکم کی منسوخیت پر اجماع واقع ہو جائے جیسے رمضان المبارک کے روزوں نے عاشورہ کے روزے کی فرضیت کو منسوخ کر دیا اور زکوٰۃ نے باقی صدقات فی سبیل اللہ کی فرضیت کو منسوخ کر دیا اور جیسے نکاح، طلاق، عدت، میراث کے احکام نے متعہ کو حرام کر دیا وغیرہ۔

نسخ کی معرفت کے لیے جن شرائط پر ائمہ کرام کا اختلاف ہے

نسخ کی پہچان چونکہ ایک مشکل امر ہے لہٰذا محدثین کرام نے جو ذرائع وضع فرمائے ہیں ان کی بدولت نسخ کی پہچان آسان ہوگئی ہے البتہ جن ذرائع پر اختلاف ہے، انہیں بھی تحریر کیا جا رہا ہے تا کہ دونوں کے درمیان امتیاز ہو سکے۔

۱۔ قول الصحابی هذا ناسخ فواجب عند الحنفية لا الشافعية لجواز اجتهاده

(التحریر فی اصول الفقہ، جلد۳،ص۹۹)

صحابی کا قول کہ یہ ناسخ ہے پس یہ احناف کے نزدیک واجب ہے (اس کے اجتہاد کی وجہ ہے) شوافع کے نزدیک نہیں۔

احناف کے نزدیک قول صحابی نسخ کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ جب تمام صحابہ عادل ہیں تو ان کی عدالت پر اعتبار کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے ہی اسے سماعت کیا ہوگا۔

۲۔ان یکون احد النصین مثبتافی المصحف بعد الآخر

(الاحکام آمدی، جلد۳،ص۱۶۳)

دو نصوص کا مصحف کے اندر اس طریقے سے آنا کہ ایک دوسرے کے بعد آئے۔

دو معارض نصوص میں سے ایک کا دوسری کے بعد آنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ بعد میں واقع ہونے والی نص پہلی نص کی ناسخ ہے کیونکہ نزول ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کی موجودہ صورت مرتب نہیں کی گئی بلکہ بیشتر مقامات پر ناسخ آیات منسوخ آیات سے مقدم ہیں۔

۳۔ ان یکون راوی النص من احداث الصحابة

(الاحکام آمدی، جلد۳،ص۱۶۳)

نص کا روایت کرنے والا راوی بعد کے صحابہ میں سے ہو۔

دو متعارض احادیث میں کسی ایک کو بیان کرنے والا دین اسلام کو نئے دین کی حیثیت سے اختیار کرنے والا ہو ایسے صحابی کی حدیث نسخ کے ثبوت کے لیے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ کبھی کبھی اکابر صحابہ اصاغر صحابہ سے بھی روایت لیتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا رہا۔

۴۔ ان یکون الراوی اسلم متأخر فی عام فتح

(الاحکام آمدی، جلد۳، ص۱۶۳)

روایت کرنے والا راوی فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوا ہو۔

دو معارض احادیث کو بیان کرنے والے صحابہ میں سے کوئی صحابی فتح مکہ کے بعد ایمان لایا ہو ایسے صحابہ کی روایات بھی بوجہ متاخر ہونے کے نسخ کے ثبوت کا ذریعہ نہیں ہوسکتیں کیونکہ ممکن ہے انہوں نے یہ روایت فتح مکہ سے قبل سنی ہو یا پہلے اسلام لانے والے صحابہ سے سنی ہو اور ایسے وہ اسے فتح مکہ کے بعد بیان کرر ہے ہوں۔

۵۔ تقدم الصحبة او تاخر هاليست دليلا على سبق النص او تاخره

(الاحکام آمدی، جلد۳، ص۱۶۳)

صحبت کا متقدم یا متاخر ہونا اس کی دلیل نہیں کہ یہ نص پہلے کی ہے یا بعد کی ہے۔

متعارض احادیث کے روایت کرنے والے صحابہ میں سے کسی کا مقدم الاسلام اور کسی کا متاخر الاسلام ہونا ثبوت نسخ کی دلیل نہیں بن سکتا۔

۶۔ اجتهاد المجتهد من غير سند۔ لان اجتهاده ليس لحجته۔

(مناهل العرفان، ص۳۸۸)

مجتہد کا اجتہاد بغیر سند کے، کیوں کہ اس کا اجتہاد اس چیز کے لیے حجت نہیں۔

مجتہد کا بغیر سند کے محض اجتہاد کر لینا کہ یہ روایت ناسخ، یہ منسوخ ہے۔ نسخ کے لیے دلیل نہیں کیونکہ اس کا اپنا اجتہاد نسخ کے باب میں حجت نہیں۔

۷۔ قول المفسر هذا ناسخ او منسوخ من غير دليل۔

(مناهل العرفان، ص۳۸۸)

مفسر کا بغیر کسی دلیل کے قول کہ یہ ناسخ ہے یا منسوخ۔

اس طرح کسی مفسر کا بغیر دلیل کے یہ قول کہ یہ ناسخ یا منسوخ ہے یہ بھی نسخ کو ثابت کرنے کے لیے ناکافی ہے لان كلامه ليس بدليل اس کا اپنا قول اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا۔

٨۔ ان یکون احد الراویین قد انقطعت صحبة
(المحصول، جلد۳، ص۴۶۵)
دو راویوں میں سے کسی ایک کا صحبت سے منقطع ہو جانا۔

متعارض احادیث بیان کرنے والے راویوں کے درمیان صحبت کے انقطاع کا پایا جانا بھی نسخ کے ثبوت کے لیے دلیل نہیں۔

٩۔ ان یکون احد النصین موافقا للبراءة الاصلیة دون الاخر۔
(الاحکام آمدی، جلد۳، ص[illegible])
متعارض نصوص میں سے ایک نص دوسری نص کے مقابلے میں "براءۃ اصلیہ" کے موافق ہو۔

مثلاً جیسے آگ سے پکی چیز کھانے کے بعد وضو کے وجوب اور پھر اس کی رخصت وغیرہ۔

١٠۔ ان یکون احد الحکمین شرعیا والآخر موافقا للعادة فیکون الشرعی ناسخا
(ارشاد الفحول، جلد۱، ص[illegible])
دونوں میں سے کسی ایک حکم کا شرعی ہونا اور دوسرے کا عادت کے موافق ہونا پس شرعی ہونا ناسخ ہوگا۔

[illegible] تقسیم، تقدیر حکم کی اہمیت:

کتاب مبین کی آیات اور احادیث نبویہ صحیحہ واضحہ سے قوانین شرعیہ اور مسائل فقہیہ کے استنباط کے لیے مختلف فنون مدون کیے گئے ہیں جس میں مہارت کے بغیر معانی قرآن اور اسرار احادیث کو سمجھنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ عربی زبان کے فہم کے لیے صرف، نحو، لغت، معانی وغیرہ یہ علوم ضروری ہیں تو دوسری طرف صرف عربی زبان کی مہارت ہی استنباط کے لیے کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تاریخ نزول، تفسیر قرآن، نصوص و روایات کی مہارت، آیات قرآنی سے معرفت کا ذریعہ ہیں کی طرح علم اصول حدیث، علم اسماء الرجال کے ساتھ ساتھ ایک اہم ترین علم جو معانی قرآن و حدیث پر تحقیق کرنے والے طالب علم کے لیے ضروری ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ علوم قرآن و حدیث میں یہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے تو بے جا نہ ہوگا اس علم سے مراد ناسخ و منسوخ کا علم ہے۔

صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، اسلاف امت اور علماء دین سب نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کے حصول پر زور دیا ہے اور اس علم کے حصول اور اس میں مہارت کے بغیر تفسیر کے نکات بیان کرنے اور فتویٰ دینے سے منع بھی کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ قرآن مجید سے کسی مسئلہ کے بیان کرنے میں اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کتاب اللہ کے متعلق ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

اي اسماء تظلني او اي ارض تقلني ان قلت في كتاب الله ما لا اعلم۔

(جامع بیان العلم فضلہ، ابن عبد البر، جلد ۲، ص ۱۱۴، العسقلانی المطالب العالیہ، جلد ۱۰، ص ۱۸۶)

اگر میں اللہ کی کتاب میں بغیر علم کے رائے زنی کروں تو کون سا آسمان ہے جو مجھ پر سایہ فگن ہو اور کون سی زمین ہے جو میرا بوجھ اُٹھائے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں قرب قیامت کی یہ نشانی بیان فرمائی کہ علم اٹھا لیا جائے گا تو دوسری طرف آپ ﷺ نے دین میں خرابی کی ایک وجہ یہ بھی ارشاد فرمائی:

اذ اكثر قرائو كم و قلت علماء كم و كثرت امرائو كم و قلت امناء كم و التمست الدنيا بعمل الاخرة وتفقه لغير الله۔

(ابونعیم الاصفہانی، حلیۃ الاولیاء، جلد ۱، ص ۱۹۵، دار الحدیث القاھرہ)

جب قراء (حفاظ) کثیر تعداد میں ہوں گے اور علماء کم ہونگے اور حکمران (وزراء ومشراء) کثیر ہوں گے اور امانت دار لوگ کم ہو جائیں گے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جائے گی اور اللہ کو چھوڑ کر دنیا کے لیے فکر ہو گی۔

روایت مبارکہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ایسے لوگ ان ایسے علوم سے بے بہرہ ہوں گے اور محض زور بیان سے ہی معاشرے میں علماء محققین تصور ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ایک روایت نہایت قابلِ توجہ ہے جو امام نحاس نے الناسخ والمنسوخ کے اندر حضرت ابن عباس سے روایت کی۔

مرّ علّي بابي عبدالرحمن صاحب ابو موسىٰ رضي الله عنه۔ وهو يقص على الناس۔ فقال اتعرف، الناسخ والمنسوخ؟ قال: لا، قال هلكت واهلكت وقال لا تقص بعدها في مسجدنا۔

(ابن جوزی، نواسخ القرآن، جلد ۱، ص ۸۹، ابن سلامہ فی الناسخ والمنسوخ، جلد ۱، ص ۵۱۔ الاعتبار فی ناسخ المنسوخ فی الحدیث، جلد ۱، ص ۱۱۷)

ترجمہ: حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھی ابوعبدالرحمٰن کے پاس سے گزرے تو وہ لوگوں کو قصہ بیان کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا۔ کیا تم نے ناسخ ومنسوخ

کا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں۔ آپؓ نے فرمایا: تم خود بھی ہلاک ہوئے اور انہیں بھی ہلاک کیا۔ آپؓ نے اسے مسجد سے باہر نکالتے ہوئے فرمایا۔ آئندہ کے بعد ہماری مسجد میں قصے مت بیان کرنا۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی منقول ہے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے تو قصے بیان کرنے والے کو ایک درے سے ضرب بھی لگائی۔

خلفاء راشدین اور فقیہ و محدث صحابہ کا یہ عمل جہاں علماء کے لیے اس علم کی اہمیت کو واضح کرتا ہے وہاں بغیر علم محض خطابت کے جوہر دکھانے والوں کے لیے درس عبرت بھی ہے۔

امام ابن کثیرؒ اور امام شافعیؒ نے مفتیان کرام کے لیے اس علم کی اہمیت کو اور واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

لایحل ان یفتی فی دین اللّٰہ الا رجل عارف بکتاب اللّٰہ بناسخه و منسوخه، و محکمه و متشابه، و تاویله و تنزیله، و مکیه و مدنیه، وماریده و یکون بصیراً بحدیث رسول اللّٰہ ﷺ وبلغةٍ ویکون مشرفاً علی اختلاف علمائہٖ الامصار وله قریحة فان کان ھکذا فله ان یتکلم و یفتی فی الحلال والحرام

(عمدۃ التفاسیر عن تفسیر ابن کثیر جلد ۴، ص ۱۴۷، فتاوی قطاع الافتاء جلد ۱، ص ۳۷)

نہیں ہے جائز فتویٰ دینا دین الٰہی میں، مگر اس شخص کے لیے جو کتاب اللہ میں ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ ان کی تاویل و تفسیر، شانِ نزول، ان کا مکی و مدنی ہونا اور ان آیات کے مرادی معنٰی کی معرفت رکھتا ہو نیز اسے حدیث رسول ﷺ میں بصیرت تامہ حاصل ہو۔ اور عربی لغت میں مہارت ہو۔ دیار و امصار کے علماء کے درمیان اختلاف اس کی نظر میں ہوں اور اس کو ان اختلافی مسائل میں درست و نادرست کی تحقیق کا پورا ملکہ حاصل ہو۔ پس اگر اس کے پاس مذکورہ بالا صلاحیت ہو تو اس کے لیے وعظ و نصیحت کرنا اور حلال و حرام کے متعلق فتویٰ دینا جائز ہوگا۔

امام ابوبکر الحازمیؒ جو ناسخ والمنسوخ کی معروف ترین کتاب ''الاعتبار'' کے مؤلف ہیں انہوں نے اس علم کے متعلق جن الفاظ سے اظہار خیال کیا ہے وہ اس علم کی جلالت شان اور اس کی ضرورت کو اور بھی واضح کر رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

معرفة ناسخ حدیث رسول اللّٰہ ﷺ و منسوخه اذھو علم جلیل ذوغور و غموض دارت فیه الرؤوس وتاھت فی الکشف عن مکنونہٖ النفوس وتوھم بعض من لم یخط من

معرفة الاثار الا بآثار بعض من ولم يحصل من طريق الاخبار الا اخبار ان الخطب فيه جلل يسير۔ والمحصول منه قليل غير كثير ومن امعن النظر فی اختلاف الصحابة فی الاحکام المنقولة عن النبی ﷺ

(الاعتبار فی ناسخ والمنسوخ من الآثار، جلد ا، ص ۱۱۳)

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث میں ناسخ ومنسوخ کا علم جلیل القدر، غور وفکر کا طالب اور دقیق ہے۔ اس کی تہہ تک پہنچنے اور اس کے اسرار سے پردہ اٹھانے کے لیے انسانی اذہان ونفوس چکرا جاتے ہیں اور یہ علم روایات میں احکام کے فہم کی راہ میں توہمات کو دور کرنے کا راستہ کرتا ہے۔ اور اس علم کے فیضان سے استفادہ کرنے والے قلیل ہیں اور وہ بھی بہت قلیل لوگ ہیں جن کی صحابہ کرامؓ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے احکام منتقل کرنے میں اختلاف پر گہری نظر ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں۔

هذا الفن من تتمات الاجتهاد اذ هو الركن الاعظم فی باب الاجتهاد ومعرفة النقل ومن فوائد معرفة النقل۔ الناسخ والمنسوخ اذا الخطب فی ظواهر الاخبار يسير و تجشم كلفها غير عسير وانما الاشكال فی كيفية استنباط الاحكام من خفايا النصوص ومن التحقيق فيها معرفة اول الامرين آخرهما الى غير ذلك من المعانی

(الاعتبار فی ناسخ والمنسوخ من الآثار، جلد ا، ص ۱۱۶)

یہ فن اجتہاد کے تتمات میں سے ہے، کیونکہ یہ فن اور اجتہاد کے باب اور روایات کے نقل کرنے کی معرفت میں رکن اعظم ہے۔ علم ناسخ ومنسوخ کے فوائد میں سے ہے کہ اس سے رویات کے ظاہری احکام کو مشکل ابحاث سے نکال کر سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ اشکالات وہ ہیں جن میں احکام کے استنباط جن پر نصوص کا ظاہر دلالت نہ کرے اور تحقیق کے ساتھ ان روایات میں سے مقدم ومؤخر کو واضح کیا جائے۔

امام قرطبی نے علماء کے لیے اس علم کو ضروری قرار دیتے ہوئے اس سے غفلت اختیار کرنے والے کو جہلاء کی صف میں شمار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

و معرفة هذا الباب أكيدة و فائدته عظمية، لا يستغنی عن معرفته العلماء، ولا ينكره الاجهلة الاغبياء، لما يترتب عليه من النوازل فی الاحكام، و معرفة الحلال من الحرام،

(الجامع لاحکام القرآن، جلد ا، ص ۴۷۹)

''اس باب کی معرفت ایک بڑے فائدہ کو لازم کرتی ہے اس کی معرفت سے علماء مستغنی نہیں ہو سکتے اور اس کا انکار صرف جاہل اور غبی ہی کرتے ہیں کیونکہ اسی علم کی بنیاد پر احکامات مرتب ہوتے ہیں اور حلال وحرام کا پتا چلتا ہے۔''

پھر آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رویت سورہ البقرہ کی اس آیہ کے معنی ومن یوت الحکمة فقه اوتی خیرا کثیراً۔ کے ضمن میں نقل کرتے ہیں کہ حکمة سے مراد ناسخ ومنسوخ کی معرفت ہے۔

امام بدرالدین زرکشیؒ نے ''البرهان فی علوم القرآن'' میں اور امام جلال الدین ابوبکر السیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں بھی حکمة سے مراد ناسخ ومنسوخ کی معرفت مراد کیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے احوال وتنبیہات، مفسرین ومحدثین کی تاکیدات کے بعد یہ امر بالکل واضح ہے کہ اس علم کے حصول کے بغیر نہ تو قرآن مجید کی تفسیر بیان کی جاسکتی ہے نہ ہی احادیث رسول علیہ التحیہ والثنا سے احکامات کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور نہ ہی فتوی نویسی اس کے بغیر ممکن ہے۔ یہاں تک کہ وعظ ونصیحت وقصہ گوئی بھی اس علم میں مہارت کے بغیر درست نہیں۔

☆......☆......☆

نسخ میں حکم کی نوعیت

اسلام دین فطرت ہے اور اپنے متبعین کے لیے کسی قسم کی تنگی یا سختی کا حکم نہیں دیتا جیسا کہ آپ ﷺ کے ارشاد ”الدین یسر“ دین آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ ایک اور مقام پر ذرا وضاحت سے ذکر فرمایا۔

یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا۔

(بخاری شریف، باب ما کان النبی ﷺ یتخولھم بالموعظۃ)

آسانیاں پیدا کرو اور تنگی نہ کرو، خوشخبریاں دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔

نسخ کے باب میں بہت سے امور اسلام سے قبل یا اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے لیے عمل کے اعتبار سے دقت طلب تھے۔ لیکن بعد میں اس کام میں آسانی پیدا کر دی گئی اسی طرح چند احکام ایسے بھی ہیں جن میں پہلے نرمی رکھی گئی لیکن بعد میں وقتی طور پر ان کا نسخ گراں بھی گزرا۔ اس اعتبار سے نسخ کی تین انواع ہیں:

ا۔ النسخ الی بدل اخف علی نفس المکلف من الحکم السابق۔

(مناھل العرفان، ص ۳۹۵)

یعنی مکلّف پہ سابقہ حکم کو تبدیل کر کے اس سے عمل میں ہلکا یا آسان نافذ کر دینا۔

قرآن وحدیث سے اس کی مثالیں ہیں۔

ا۔ ابتداً جب روزہ فرض ہوا تو رات کو سونے کے بعد کھانے پینے اور جماع کی ممانعت تھی۔ یہ حکم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر دشوار گزرتا تھا۔

چنانچہ ایک واقعہ کے بعد اس کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور یہ آیۃ مبارکہ نازل ہوئی:

احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نساء كم هن لباس لكم وانتم لباس لهن علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم وعفا عنكم فالن باشروهن وابتغوا ماكتب الله لكم وكلو واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر۔
(البقرہ۔۱۸۷)

''تمہارے لیے حلال ہوا روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں سے جماع وغیرہ۔ وہ تمھارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔ اللہ نے دیکھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے تو اس نے تم پر رحمت فرمائی اور جو کچھ ہو چکا تھا اسے معاف کر دیا سو اب تم ان سے مباشرت کرلیا کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہاری تقدیر میں لکھ دیا ہے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تم پر ظاہر ہو جائے سپیدہ صبح کی دھاری رات کی سیاہ دھاری سے۔''

حدیث مبارکہ

ابتداءً آگ پہ پکی چیز کھانے سے، نماز کے لیے وضوٹوٹنے کا حکم نافذ تھا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی یہ روایت:

قال رسول الله ﷺ توضوا مما غيرت النار۔

''وضوکرو ہراس چیز کے کھانے کے بعد جسے آگ پر پکایا گیا ہو۔''

یہ حکم اپنی نوعیت کے اعتبار سے دقت طلب تھا خصوصاً سردیوں میں ٹھنڈا پانی استعمال امت کے لیے دشوار تھا لہٰذا آپ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے اس میں رخصت عطا فرمادی جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث سے ظاہر ہے:

كان آخرا الامرين من رسول الله ﷺ ترك الوضوء مما مست النار
(ابوداؤد۔ترمذی۔نسائی، کتاب الطہارت)

نبی کریم ﷺ کے آخری امور میں سے تھا کہ آپ ﷺ نے آگ پر پکی چیز کھانے کے بعد وضو ترک فرما دیا تھا۔

۲۔النسخ الى بدل مساء للحكم الاول في خفته اوثقله على نفس المكلف۔
(ارشاد الفحول جلد ۲، ص ۸۵)

یعنی مکلّف پہ سابقہ حکم کو منسوخ کر کے اس کی جگہ ثقل یا خفت یعنی ہلکا یا بھاری یا پھر مساوی حکم نافذ کرنا، اس کی مثال قبلہ

کی تبدیلی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد تقریباً سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا فرمائی پھر آپ کی خواہش پر کعبۃ اللہ کو قبلہ مقرر فرما دینا جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرہ۔۱۴۴)

''ہم آپ کے چہرے کو آسمان میں بار بار پھیرنا دیکھ رہے ہیں تو ہم ضرور ہی پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جدھر آپ راضی ہوں گے۔''

۳۔ النسخ الي بدل الثقل من الحكم المنسوخ

(ارشاد الفحول جلد ۲، ص ۸۵)

یعنی کلف پہ کسی حکم میں نرمی کو تبدیل کر کے اس میں سختی پیدا کرنا۔

اس کی مثالیں:۔

۱۔ شراب اوائل دور میں حلال تھی بعد میں حرام کر دی گئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدۃ۔۹۰)

'اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا کھیلنا اور بت خانے اور پانسے شیطانی اعمال کی گندگی ہے۔ ان سے بچو تا کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔''

۲۔ ابتداءً کفار و مشرکین سے جہاد و قتال فرض نہ تھا بعد میں اس کا حکم نافذ کیا گیا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (البقرہ، ۲۱۶)

''تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے اور حال یہ ہے کہ تمہیں وہ سخت ناپسند ہے۔''

نسخ کی ابتدائی دو نوعیتوں میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ تیسری نوعیت میں بعض کے اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے۔

☆......☆......☆

ناسخ کا حکم

ناسخ کے حکم کے متعلق صدر الشھید محمود بن احمد النجاریؒ فرماتے ہیں۔

ا۔انما یجب العمل بالناسخ دون المنسوخ۔
(المحیط البرھانی۔الفصل الثالث،ص۴۰۸)
منسوخ کو چھوڑ کر ناسخ پہ عمل کرنا واجب ہے۔

۲۔امام سرخسیؒ بیان فرماتے ہیں۔

فیجب العمل بالناسخ ولا یجوز العمل بالمنسوخ
(اصول السرخی،جلد۱،ص۱۱۲)
ناسخ پہ عمل کرنا واجب ہے اور منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں۔

۳۔امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

انما النسخ الازالة للحکم حتی لا یجوز امتثاله۔
(الاتقان،ص۵۱۹)
نسخ سابقہ حکم کو اس طرح زائل کر دیتا ہے کہ پھر اس پر عمل جائز نہ رہے۔

حقیقتاً لفظ ناسخ ذات باری تعالیٰ کے لیے خاص ہے البتہ مجازی طور پر اسے بعد میں آنے والے حکم کے لیے بھی استعما کیا جاتا ہے۔

اگرچہ منسوخ کو ترک کرنا اور ناسخ پر عمل کرنا واجب ہے البتہ امام جلال الدین سیوطیؒ "الاتقان فی علوم القرآ ن" میں ۔مکی بن ابی طالب کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ناسخ کی چند اقسام ہیں:۔

ا۔ فرض نسخ فرضا ولا یجوز العمل بالاول نسخ الحبس للزوانی بالحد

فرض نے فرض کومنسوخ کیامگراس طرح کہ نسخ کے بعدبھی منسوخ پہ عمل جائزنہیں جیسے زانیوں کوحکم حدنافذ ہونے سے قید کے حکم کی تنسیخ۔

۲۔فرض نسخ فرضاء یجوز العمل بالاول کایة المصاهرة

وہ فرض جس نے کسی فرض ہی کومنسوخ کیااور(باوجودنسخ کے) پہلے حکم پرعمل جائز ہے جیسے آیت مصاھرۃ

۳۔فرض نسخ ندبا کالقتال، کان ندبا ثم صار فرضاً

وہ فرض جوکسی مندوب کومنسوخ کرے جیسے جہاد پہلے مستحب تھاپھرفرض ہوگیا۔

۴۔ندب نسخ فرض۔ کقیام اللیل، نسخ بالقراء ۃ فی قوله فاقرءُ وا ما تسیر من القرآن

وہ مستحب جوفرض کومنسوخ کرے جیسے رات کاقیام(تہجد) آیۃ ''فاقرءُ وا ما تسیر من القرآن'' میں قرأت کے حکم سے منسوخ ہوگیاحالانکہ قرأت مستحب اورقیام فرض ہے۔

(السیوطی،الاتقان،ص۵۲۰)

منسوخ کیاجانے والاحکم اگرچہ ناقابلِ عمل ہوتاہے لیکن بعض احکام کے اندرمنسوخ کیاجانے والاحکم عمل کے اعتبار سے جائز ہے جسے امام سیوطیؒ نے آیۃ مصاہرت کی مثال دی۔اس کے علاوہ آیہ نجویٰ کاحکم منسوخ کیاگیاتھالیکن دوررسالت مآب ﷺ میں اس پرعمل جائزتھا۔ان ایسی اورمثالیں موجودہیں جن میں حکم منسوخ لیکن عمل جائزہے۔

اس بحث سے ناسخ کی اقسام اوران کی نوعیت کااندازہ لگایاجاسکتاہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جواحکامات منسوخ ہوئےان کی نوعیت یہ تھی۔

۱۔ کبھی فرض کومنسوخ کرکےاس کی جگہ لینے والاعمل فرض ہی تھا۔

۲۔ کبھی مستحب عمل کومنسوخ کرکےاس کی جگہ نازل کیاجانے والاعمل فرض تھا۔

۳۔ کبھی فرض حکم کومنسوخ کرکےاس کی جگہ بھیجاجانے والاحکم مستحب کادرجہ رکھتاتھا۔

۴۔ حکم منسوخ ہونے کے باوجود(بعض مسائل میں) جائزالعمل ہوتاہے۔

۵۔ منسوخ حکم عمل کیےجانے کے اعتبار سے ناجائز ہوتاہے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ جن لوگوں کی تربیت آغوشِ نبوت میں ہوئی ہو وہ دین کے معاملہ میں کمزور رائے کے حامل ہوں لہٰذا نسخ کے باب میں صحابی کا قول قبول کیا جائے گا۔

۲۔خبر مشہور سے نسخ کا وقوع:

احناف کے ہاں خبر مستفیض یعنی خبر مشہور سے نسخ کا وقوع ہوسکتا ہے، فخر الاسلام البز دویؒ فرماتے ہیں:۔

ان المشهور شهادة السلف صارحجة للعمل به كالمتواتر فصحت الزيادة به على كتاب الله تعالىٰ وهو نسخ عندنا

(کشف الاسرار، جلد۲،ص۵۳۵)

خبر مشہور سلف کی شہادت کی وجہ سے خبر متواتر کی طرح عمل کے لیے حجت ہے اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے اور یہ ہی ہمارے نزدیک نسخ ہے۔

آپ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وانه دون المتواتر و فوق الواحد حتى جازت الزيادة على كتاب الله تعالىٰ

(کشف الاسرار عن اصول البز دوی جلد۲،ص۵۳۲، دار الکتب العلمیۃ)

یہ تواتر سے کم اور خبر واحد سے زیادہ درجہ رکھتی ہے یہاں تک کہ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے۔

صاحب البحر المحیط احناف کے موقف کے متعلق امام ماوردیؒ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

جوز ابو حنيفه نسخه الكتاب، بالسنة المستفيضة

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ خبر مستفیضے کتاب اللہ کا نسخ جائز قرار دیتے ہیں۔

(البحر المحیط، جلد۳،ص۱۹۲)

صاحب نور الانوار بیان فرماتے ہیں۔

وانه يوجب علم طمانية اى اطمينان يرجع حجة الصدق فهو دون المتواتر و فوق الواحد حتى جازت الزيادة به على كتاب الله

(نور الانوار، کتاب السنۃ)

خبر مشہور ایسے علم کو واجب کرتی ہے جو طمانیت کا فائدہ دے اس کا درجہ یقین کے قریب تر ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ میں خبر متواتر سے کم اور خبر واحد سے زیادہ درجہ رکھتی ہے یہاں تک کہ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے۔

خبر مشہور عندالاحناف چونکہ خبر واحد سے زیادہ قوت کی حامل ہے لہٰذا اس سے آیات قرآنی کا نسخ ہوسکتا ہے۔ امام جصاص رازی رحمہ اللہ تو اسے خبر متواتر ہی کی ایک قسم شمار کرتے ہیں لہٰذا اسی فوقیت وقوت کے سبب اس سے نسخ جائز ہوگا۔

۳۔ نص پر زیادتی عندالاحناف نسخ ہے:

اس سے قبل آپ نے فخر الاسلام بزدوی کا قول ملاحظہ فرمایا کہ خبر مشہور سے کتاب اللہ پر زیادتی احناف کے ہاں جائز ہے اور ہمارے نزدیک ہی نسخ ہے لیکن یہاں یہ امر واضح کیا جارہا ہے کہ احناف کے ہاں مطلقاً نص پر زیادتی نسخ نہیں کہلاتی بلکہ اس باب میں اصولیین کے تین اقوال ہیں۔

۱۔ نص پر زیادتی عبادت مستقلہ کے لیے اس کی اپنی جنس سے نہ ہو جیسے نماز کے وجوب کے بعد روزے یا زکوٰۃ کا وجوب وغیرہ جیسا کہ امام رازی نے فرمایا۔

اتفق العلماء علی ان زیادة عبادة علی العبادات لا تکون نسخا العبادات
(المحصول، جلد ا، ص۵۶۳)

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عبادات پر کسی عبادت کی زیادتی نسخ نہیں۔

۲۔ نص پر زیادتی عبادت مستقلہ کے لیے اس کی اپنی جنس سے ہو جیسے پانچ نمازوں میں ایک اور نماز کا اضافہ بعض اہلِ عراق کے ہاں یہ بھی نسخ ہے۔ جیسا کہ قاضی شوکانی نے نقل فرمایا۔

وذهب بعض اهل العراق انها تکون نسخا لحکم المزید علیه
(ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، جلد ۲، ص۱۰۹)

بعض اہلِ عراق اس طرف گئے ہیں کہ حکم پر کسی قسم کا اضافہ بھی نسخ ہی شمار ہوگا۔

۳۔ نص پر عبادۃ غیر مستقلہ کی زیادتی چاہے وہ زیادتی شرط کی صورت میں ہو جیسے وضو پر وارد شدہ نص پر نیت کی زیادتی، طواف کعبہ کے لیے وضو کی شرط، کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنے کے لیے غلام کے مومن ہونے کی شرط۔
یا وہ زیادتی جو عبادت کے جز کی صورت میں ہو جیسے فجر کی دو رکعات میں ایک رکعت کا اضافہ، یا حد زنا میں کوڑوں کے

ساتھ جلاوطن کرنے کوسزا کا جزءتصور کرنا۔

یا وہ زیادتی صفت کی صورت میں ہو۔

ان تین صورتوں میں سے کسی ایک (یعنی شرط، جزء یا صفت) کے ذریعہ نص پر زیادتی عندالاحناف نسخ کہلاتی ہے۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

انها نسخ وهو قول الحنفية۔

(ارشادالفحول، جلد۲، ص۱۱۱)

حنیفہ کے ہاں یہ نسخ ہے۔

نص پر عبادۃ غیر مستقلۃ کی زیادتی چاہے مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کسی صورت سے ہو عندالاحناف یہ نسخ ہے۔

(کشف الاسرار، جلد۲، ص۹۱۱، اصول السرخسی، جلد۲، ص۸۲)

(التوضیح، جلد۲، ص۳۶، مسلم الثبوت، جلد۲، ص۶۲، المعتمد جلد۱، ص۴۳۷)

(مختصر ابن الحاجب ۲/۱۷۱، المستصفی، جلد۱، ص۵۷، الاحکام آمدی، جلد۲، ص۱۹۳، شرح الاسنوی، جلد۲، ص۳۳۲)

متقدمین اور متاخرین کے درمیان نسخ کا فرق اور اس کے احکامات پر اثرات:

شریعت اسلامی میں نسخ نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے، احکامات کے نفاذ کا مدار اس کی معرفت پر منحصر ہے۔ نہایت دقیق فن ہونے کی وجہ سے جلیل القدر ائمہ نے اسے موضوع بحث بھی بنایا۔ ہر دور کے علماء اس کے حصول کے بغیر مسائل پر گفتگو سے پرہیز کرتے تھے۔ اس کا تعلق چونکہ براہ راست وحی کے ساتھ ہے چاہے متلو ہوں یا غیر متلو۔ علماء کے مابین اس باب میں اختلاف بھی رہا جس سے احکامات اور مسائل میں بھی اس کا اثر واقع ہوا۔ اس اختلاف کی وجہ متقدمین و متاخرین کے درمیان نسخ کی اصطلاح کا فرق ہے۔ ابن القیم الجوزیہ سلف و خلف کے اس اختلاف کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

مراده و مراد عامة السلف بالناسخ والمنسوخ رفع الحكم بجملته تارة وهو اصطلاح المتاخرين و رفع دلالة العام والمطلق والظاهر و غيرها تارة اما بتخصيص او تقيد او حمل مطلق على مقيد و تفسيره و تبينه حتى انهم يسمون الاستثناء والشرط والصفة نسخا التضمن ذلك رفع دلالة الظاهر و بيان المراد فالنسخ عندهم وفي لسانهم هو بيان المراد بغير ذلك اللفظ بل بامر خارج عنه و من تامل كلامهم راى من ذلك فيه مالا

یحصی و زال عنه به اشکالات او جبها حمل کلامهم علی الاصطلاح الحادث المتاخر
(اعلام الموقعین، جلد ا ص ۲۹، دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ)

ناسخ ومنسوخ سے سلف صالحین کی مراد صرف یہی نہیں ہوتی تھی کہ حکم سرے سے اُٹھ جائے، یہ متاخرین کی اصطلاح ہے وہ (سلف صالحین) اسے بھی نسخ کہتے اور ساتھ ہی عام، مطلق اور ظاہر وغیرہ کی دلالت کی تخصیص یا قید، یا مطلق مقید پر محمول ہونا اور اس کی تفسیر اور بیان بھی ان کے ہاں نسخ میں داخل تھا، یہاں تک کہ وہ استثناء، شرط اور صفت کو نسخ کے ضمن میں لاتے تھے۔ یہ ظاہری دلالت کے رفع کو شامل اور مراد کا بیان ہے۔ پس ان کے نزدیک نسخ مراد کا بیان جو اور لفظوں میں ہو ان الفاظ کے علاوہ خارجی امر ہو، اور جو ان کے (سلف صالحین کے) کلام پر غور کرے گا وہ میری موافقت کرے گا اور اسی سے ایسے اشکالات دور ہو جائیں گے جو متاخرین کی (اصطلاح نسخ) کو متقدمین کی اصطلاح پر محمول کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

اس طرح شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے بھی اختلاف کی یہی وجہ نقل فرمائی۔

معرفة الناسخ والمنسوخ ومن اقوی وجوه الصعوبة اختلاف اصطلاح المتقدمین والمتاخرین فی هذا الباب

ناسخ ومنسوخ کی معرفت میں دشواری کی قوی تر وجہ متقدمین ومتاخرین کا اس باب کی اصطلاح میں اختلاف ہے۔

پھر آپ متقدمین کے ہاں نسخ کا معنیٰ بیان فرماتے ہیں۔

الصحابة والتابعین انهم کانوا یستعلمون النسخ فی معناه اللغوی هو "ازالة شی بشی لابمعنی مصطلح الاصولیین معنی النسخ عندهم "ازالة بعض اوصاف الاية باية اخری" سواء کان ذلك ببیان انتهاء مدة العمل، او بصرف الکلام عن المعنی المتبادر الی غیر متبادر او بیان کون القید اتفاقیا، او بتخصیص عام، او ببیان الفارق بین المنصوص وبین ما قیس علیه ظاهرا، او بازالة عادة من العادات الجاهلیة، او برفع شریعة من الشرائع السابقة۔
(الفوز الکبیر فی اصول التفسیر الفصل الثانی فی معرفة الناسخ والمنسوخ)

صحابہ وتابعین نسخ کو اس کے لغوی معنی میں استعمال کرتے تھے اور وہ (معنی) ایک شے کو دوسری شے سے زائل

کرنا ہے، نہ کہ اصولیوں کے اصطلاحی معنٰی میں پس نسخ کا معنٰی ان کے ہاں آیت کے بعض اوصاف کو دوسری آیت کے ذریعے زائل کرنا ہے۔ چاہے وہ ازالہ مدت عمل کی انتہائے بیان کرنے سے ہو یا کلام کو متبادر سے غیر متبادر معنی کی طرف پھیرنے سے ہو۔ یا قید کے اتفاقی ہونے کو بیان کرنے سے ہو یا عام کی تخصیص سے ہو۔ یا منصوص اور اس پر بظاہر جس چیز کو قیاس کیا گیا ہے اس کے درمیان وجہ فرق بیان کرنے سے ہو یا جاہلیت کی رسموں میں سے کسی رسم کو مٹانے سے ہو، یا سابقہ شریعتوں میں سے کسی شریعت کو اٹھانے سے ہو۔

آپ نے متقدمین و متاخرین کے درمیان نسخ کے معنٰی کا اختلاف بیان فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متقدمین کے ہاں حکم میں یا نص میں کسی قسم کی بھی تبدیلی و تغیر مثلاً عام کا خاص ہونا یا برعکس ہونا، مطلق کا مقید یا برعکس ہونا، استثنا، شرط و صفت یہاں تک کہ کلام کا معمولی تغیر بھی نسخ کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عند المتقدمین قرآن مجید کی منسوخ آیات پانچ سو تک ہیں بلکہ اس سے بھی تجاوز کر گئی ہیں۔

جبکہ متاخرین کے ہاں اس کا ایک خاص معنٰی ہے اس لیے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے اس کی تعداد کے متعلق الاتقان میں بیس کا قول ذکر فرمایا ہے اور شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے پانچ آیات کو منسوخ شمار کیا ہے۔ بلکہ ان پانچ آیات میں بھی نسخ کا قول خاص جہت سے ہے۔

جس طرح اصطلاح کے مختلف ہونے کی وجہ سے منسوخ آیات میں اختلاف ہے ایسے ہی احادیث کی منسوخیت میں بھی اس کا اختلاف واقع ہوا ہے جس کی وجہ سے ائمہ کے درمیان مسائل کے استنباط میں مختلف اقوال ہیں۔ علماء نے اس اختلاف پر مبنی مسائل کو تفصیلاً کتابوں کی صورت میں تحریر کردیا ہے جس میں سے محمد بن نصر المروزی المتوفی ۲۹۴ھ کی ''اختلاف العلماء''

☆...... محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ کی اختلاف الفقہاء

☆...... امام طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ کی ''اختلاف الفقہاء'' اور

☆...... ''فقیہ ابو محمد الیہ بطلمیوس المتوفی ۵۲۱ھ کی 'الانصاف فی التنبیہ علی اسباب الاختلاف''، خاصی معروف ہیں۔

☆......☆......☆

حکمتِ نسخ

تخلیق آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی ذریت آدم علیہ السلام کی اصل منزل کی طرف راہنمائی کے لیے ہدایت کا سلسلہ بھی جاری کر دیا گیا۔حوادث زمانہ کے ساتھ احکامات میں بھی تغیر کا سلسلہ جاری رہا۔انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کے ساتھ ساتھ صحف آسمانی کا نزول بھی ہوتا رہا۔شرائع آسمانی بھی احکام میں تغیر وتبدل کے ساتھ بھیجے جاتے رہے۔انبیاء کرام علیھم السلام کو بھیجے جانے والے احکامات،صحائف آسمانی میں تبدیلی اور شرائع کے اندر تغیر کی حکمتیں کیا تھیں،فقہاء نے ان حکمتوں کو بیان کیا ہے۔امام محمد بن حسین بن حسن الجیرانی نے احکامات کے نسخ کی حکمتوں کو اختصار سے بیان کیا ہے:۔

ا۔ الرحمة لخلقه والتخفيف عنهم والتوسعة عليهم :

پہلی وجہ مخلوق کے لیے رحمت وتخفیف اور اس کے لیے وسعت پیدا کرنے کی خاطر رب ذوالجلال نے احکامات میں نسخ وتغیر جاری فرمایا مثلاً پہلے ایک مسلمان مجاہد کے لیے بیس کفار سے لڑنا فرض کیا گیا۔

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ (الانفال،٦٥)
اگر تم میں سے بیس استقامت سے لڑنے والے ہوئے تو دو سو پر غالب ہوں گے۔

پھر حکم ہوا

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ (الانفال،٦٦)
تو اگر تم میں سے سو صبر والے ہوں دو سو پر غلبہ پائیں گے۔

اس کا مقصد بیان فرمایا کہ

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (الانفال،٦٦)
اب اللہ نے تم پر تخفیف فرمادی اور اُس نے تم میں کمزوری دیکھی ہے۔

۲۔تکثیر الاجر للمؤمنین و تعظیمه لهم

دوسری وجہ اہل ایمان کے لیے کم محنت پہ زیادہ اجر اور ان کی عظمت کے اظہار کے لیے۔

مثلاً ابتدا اختیار تھا کہ جو شخص روزہ نہ رکھنا چاہے وہ فدیہ دے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (البقرہ،۱۸۴)

اورلوگ جو اس کی بھی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ اس کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

چونکہ روزہ رکھنا فدیہ دینے سے زیادہ ثمرات کا حامل ہے لہٰذا حکم ہوا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ،۱۸۵)

تو جو پائے تم میں سے اس عظیم مہینے کو تو اس کے روزے رکھے۔

۳۔ان یکون النسخ مستلزما لحکمة خارجة عن ذاته

تیسری وجہ یہ کہ نسخ کسی خارجی حکمت کو مستلزم ہو مثلاً بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنے کو منسوخ کرتے ہوئے کعبۃ اللہ شریف کی طرف رُخ کرنے کا حکم ہوا جس کی حکمت یہود اور مشرکین کے لیے حجت قائم کرنا تھی کیونکہ یہودی یہ طعنہ دیتے تھے کہ تم ہمارے دین کو برا کہتے ہو اور ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے ہو اور مشرکین یہ کہتے کہ آپ ﷺ دین ابراہیمی کی طرف بلاتے ہیں اور نماز حضرت ابراہیم کے قبلہ کی طرف رُخ کر کے ادا نہیں کرتے اس پر اللہ رب العزت نے قبلہ کی تبدیلی کا حکم دیا اور حکمت یہ بیان فرمائی۔

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ (البقرہ۔۱۵۰)

تاکہ لوگ تم پر خواہ مخواہ اعتراض نہ کریں۔

اور تاکہ قوی اور ضعیف الایمان لوگوں کے درمیان تمیز ہو جائے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ
(البقرہ۔۱۴۳)

اور ہم نے نہیں بنایا تھا وہ قبلہ جس پر آپ تھے مگر اس لیے کہ دیکھیں ہم کہ کون پیچھے چلتا ہی رہتا ہے رسول کے اور کون ہے جو اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

۴۔الامتحان بکمال الانقیاد۔

چوتھی وجہ ابتلاء وآزمائش ہے مثلاً ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا گیا پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور اس کی حکمت بیان کی گئی۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓاءُ الْمُبِیْنُ (الصافات۔۱۰۶)
بے شک یہ ایک آزمائش تھی کھلی۔
(معالم اصول الفقہ عند اھل السنۃ والجماعۃ، جلد ا، ص ۲۵۳)

یہاں یہ بات سمجھ لی جائے کہ امتحان وآزمائش کا مقصد دوسرے کو جانچنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی دوسرے کے احوال کو جاننے کے لیے امتحان کی محتاج نہیں اس کا علم ہر شے پر محیط ہے لہٰذا یہ جاننا چاہیے کہ اس کا امتحان لینا اپنے بندوں کو دکھانے کے لیے ہے کہ میرا یہ بندہ میرے ہر امتحان میں پورا اترتا ہے یا نہیں لہٰذا نسخ وتغیرِ احکام کا ایک مقصد امتحان بھی ہے۔

نسخ القرآن والسنۃ کی جتنی بھی مثالیں ہیں وہ ان چار حکمتوں کے گرد گھومتی ہیں۔ یہ دین اسلام ہی کا خاصہ ہے کہ اس کی لائی ہوئی شریعت قیامت تک ناقابلِ نسخ ہے جس سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ دین اسلام دنیا کے لیے رحمت بھی ہے اور اس کے رہنے والوں کے لیے اخروی فلاح کا منہاج بھی یہ وسعت بھی دیتا ہے اور عظمتوں کے تاج بھی پہناتا ہے یہ قربِ خداوندی کا ذریعہ بھی ہے اور ان گنت اجر وثواب کا وسیلہ بھی۔

☆......☆......☆

نسخ کی اقسام

نسخ کے وقوع کا زمانہ چونکہ نبی کریم علیہ السلام کی ظاہری حیات طیبہ تک تھا اور اس دور میں احکامات کے ثبوت کے لیے دو ہی ذرائع تھے (۱) قرآن (۲) نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ان دو ذرائع کی بدولت نسخ کا وقوع چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ القرآن بالقرآن

۲۔ السنۃ بالسنۃ

۳۔ السنۃ بالقرآن

۴۔ القرآن بالسنۃ

نسخ کی پہلی تین اقسام پر جمہور کا اتفاق ہے البتہ چوتھی قسم میں امام شافعی علیہ الرحمہ اختلاف رکھتے ہیں ان کے اختلاف اور جمہورین کے دلائل آگے ذکر کیے جائیں گے۔ سر دست پہلی تینوں اقسام کے متعلق وضاحت کی جا رہی ہے۔

☆......☆......☆

۱۔ نسخ القرآن بالقرآن

علماء کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات، بعض کے لیے ناسخ ہیں اور ناسخ آیات علم یقین قطعی کا فائدہ دیتی ہیں۔ اہل اسلام میں سے صرف ابو مسلم الاصفہانی نسخ کے عدم وقوع کے قائل ہیں ان کے نزدیک قرآن مجید کی یہ آیۃ مبارکہ نسخ کے عدم وقوع پر دلیل ہے۔

لَّا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (حٰم السجدہ،۴۲)

باطل اسے نہ لے سکے نہ اس کے آگے سے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے، حکمت والے اور خوب تعریف کی گئی ذات کی طرف سے اتارا گیا ہے۔

ان کے مطابق جب نسخ کا معنیٰ باطل کر دینا ہے تو آیۃ قرآنی کی روح سے جب باطل اس میں داخل ہی نہیں ہو سکتا تو اس کا وقوع کیسے ممکن ہوگا۔

ان کی اس دلیل کا جواب ڈاکٹر وجیہہ الزحیلی نے ''فقہ الاسلامی'' میں دیا کہ نسخ کا معنی ابطال ہے نہ کہ باطل کیونکہ باطل حق کی ضد ہے اور نسخ تو حق ہے۔ اس آیۃ میں ہٖ ضمیر مجموعہ قرآن کی طرف راجع ہے اور مجموعہ قرآن عندالکل منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ اس آیۃ سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید میں نہ اس سے قبل باطل داخل ہوا اور نہ ہی بعد میں ایسا ممکن ہے بلکہ بعض اصولین نے تو ابو مسلم الاصفہانی کے اعتراض کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جو حکم ثابت ہو جائے اُسے اٹھایا نہیں جا سکتا بلکہ وہ دوسری آنے والی نص سے مکمل ہو جاتا ہے جو اپنی تکمیل پر دلالت کرتی ہے لہٰذا اس حیثیت سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں ابو مسلم اصفہانی اسے نسخ نہیں بلکہ حکم کی تکمیل کا بیان کہتے ہیں اس طرح ابو مسلم بھی فی الواقع نسخ کے منکر نہیں ہیں۔

(الفقہ الاسلامی، الزحیلی، جلد ۴، ۹۶۶)

نسخ القرآن بالقرآن کی مثالیں

ائمہ اصول نے نسخ القرآن بالقرآن کی چند مثالیں پیش کی ہیں:۔

۱۔ والدین واعزاء واقرباء کے لیے موت سے قبل وصیت کرنا فرض تھا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ۔۱۸۰)

تم پر فرض کر دیا گیا کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آئے اگر وہ مال چھوڑ رہا ہو تو وصیت کرے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے دستور کے مطابق۔

اس آیہ کو آیہ وراثت سے منسوخ کر دیا گیا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (النساء۔۷)

مردوں کے لیے اس میں جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے ہوں حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں جو ماں باپ اور قرابت والے چھوڑ گئے ہوں۔

۲۔ میدان جہاد میں ایک مسلمان کے لیے دس کافروں سے قتال کرنا واجب تھا۔

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الانفال۔۶۵)

اگر تم میں سے بیس استقامت سے لڑنے والے ہوئے تو دوسو پر غالب ہوں گے اور اگر سو ہونگے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے۔

بعد میں تخفیف کرتے ہوئے ایک مسلمان کے لیے دو کافروں سے مقابلہ کی رخصت دی گئی۔

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ (الانفال۔۶۶)

اب اللہ نے تم پر تخفیف فرمادی اور اس نے تم میں کمزوری دیکھی ہے تو اگر تم میں سو صبر والے ہوں دو سو پر غلبہ پالیں گے اور اگر تم میں ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی مناجات پیش کرنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدقہ کرنے کا ذکر ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَانَا جَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ط ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ط
(المجادلہ،۱۲)

اے ایمان والو! جب تم رسول سے تنہائی میں آہستہ سے کچھ عرض کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ دے دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور انتہائی لطافت کا سبب ہے۔

اس حکم کو اس آیۃ سے منسوخ کر دیا گیا۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ط فَاِذْلَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (المجادلہ،۱۳)

کیا تم اندیشوں میں پڑ گئے ہو کہ ''نجویٰ'' سے پہلے تم کو صدقہ دینا ہوگا چونکہ تم ایسا نہیں کر سکتے اس لیے اللہ نے تم پر نظرِ کرم فرمائی سو اب تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی۔

یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ اس آیۃ مبارکہ پر منسوخیت سے قبل صرف حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عمل کیا جیسا کہ جمہور مفسرین کرام سے ذکر کیا۔ امام ثعلبیؒ نے ''الکشف والبیان'' میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ قول ذکر فرمایا۔

قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان فی کتاب اللہ لایۃ ماعمل بھا احد قبلی لایعمل بھا احد بعدی یاایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول..........
(الکشف والبیان، جلد۹ صفحہ۲٦۲)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ جس پہ مجھ سے قبل کسی نے عمل نہ کیا اور نہ میرے بعد کسی نے کیا۔

''اے ایمان والو! جب تم رسول سے تنہائی میں آہستہ سے کچھ عرض کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ دے دو۔''

اس آیت کے پس منظر میں حضرت ابن عمر کا قول جو انہوں نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ملنے والی عظیم القدر

نعمتوں کے متعلق کیا تھا۔ امام ثعلبیؒ نے اسے بھی اس آیت کی تفسیر میں ذکر فرمایا۔

کان لعلي بن ابی طالب ثلاث لو کان لی واحدة منهن کانت احب الی من خمر النعم۔
تزویجه فاطمة واعطاؤه الرایة یوم خیبر و آیة النجوی
(الکشف والبیان، جلد۹ص۲۶۳)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو تین عظیم القدر نعمتیں ملی ہیں اگر ان میں سے ایک بھی مجھے ملی ہوتی تو وہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر تھی۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے نکاح، خیبر کے روز جھنڈا اعطا ہونا اور آیۃ نجوی پر عمل۔

نہ صرف یہ آیۃ مبارکہ بلکہ قرآن کی کوئی ایسی آیۃ نہیں جس کی عملی تفسیر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پیش نہ کی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔

علي مع القرآن والقرآن مع علي لا یفترقان حتی یردا علي الحوض
(المعجم الصغیر، جلد۲، ص۲۸، المعجم الاوسط، جلد۵، ص۱۳۵، المستدرک جلد۳، ص۱۲۴)

علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پہ آ ملیں گے۔

آپؑ کا اوڑھنا بچھونا قرآن ہے۔ جسے گھٹی بھی صاحبِ قرآن نے دی ہو اس کا اپنا وجود قرآن کی عملی تفسیر کیونکر نہ ہوگا۔ خانوادہ رسول ﷺ کے قرآن سے نسبت کے یہ مناظر کبھی تو گھوڑے کی رکاب پہ پاؤں رکھتے ہوئے تلاوت کی سورت میں پیش آئیں گے اور کبھی خاتونِ جنت سلام اللہ علیھا کا چکی پیستے ہوئے اور کبھی ریگزارِ کربلا میں نیزے کی نوک پر دیکھے جائیں گے۔

آپ نے نسخ القرآن بالقرآن کی چند مثالیں ملاحظہ کیں۔ نسخ کی یہ پہلی قسم مزید تین انواع پہ منقسم ہے۔

۱۔ نسخ التلاوۃ والحکم معا۔ تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا۔

۲۔ نسخ الحکم دون التلاوۃ۔ حکم کا منسوخ ہونا تلاوت کا باقی رہنا

۳۔ نسخ التلاوۃ دون الحکم۔ حکم کا باقی رہنا اور تلاوت کا منسوخ ہونا

ان انواع کی مزید تفصیل وجوہ نسخ کے ساتھ بیان کی جائے گی۔

☆......☆......☆

۲۔نسخ السنۃ بالسنۃ

اصولین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سنت سنت کی ناسخ ہوسکتی ہے۔محدثین نے راویوں کے حالات کے پیش نظر حدیث کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

خبر متواتر۔خبر واحد

اس اعتبار سے اس دوسری قسم کی مزید چار اقسام کی جاتی ہیں۔

۱۔نسخ سنۃ المتواتر بالمتواتر
خبر متواتر سے خبر متواتر کا نسخ

۲۔ نسخ سنۃ الاحاد بالاحاد
خبر واحد سے خبر واحد کا نسخ

۳۔ نسخ سنۃ الاحاد بالمتواتر
خبر متواتر سے خبر واحد کا نسخ

۴۔نسخ سنۃ المتواتر بالآحاد
خبر واحد سے خبر متواتر کا نسخ

خبر مشہور اگرچہ خبر واحد ہی کی قسم ہے لیکن احناف کے نزدیک خبر متواتر کا نسخ خبر مشہور سے جائز ہے البتہ خبر عزیز وغریب سے اس کا نسخ جائز ہے یا نہیں اس کے متعلق تفصیلاً ذکر کیا جائے گا۔

پہلی تین اقسام کا نسخ عندالجمہور عقلاً وشرعاً دونوں طرح جائز ہے۔البتہ چوتھی قسم نسخ سنۃ المتواتر بالاحاد کا وقوع جائز نہیں۔صرف ظاہر یہ اس کے وقوع کے قائل ہیں۔جمہور کی دلائل حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ خبر متواتر چونکہ قطعی الثبوت ہوتی ہے لہٰذا اس کے نسخ کے لیے دلیل بھی قطعی درکار ہے۔اس کے مقابلے میں خبر واحد کا درجہ حصول علم میں عندالمحدثین ظنی ہے جو متواتر کا مقابل نہیں ہوسکتا لہٰذا عندالجمہور خبر واحد سے خبر متواتر کا نسخ جائز نہیں۔جیسا کہ علامہ زرقانیؒ نے لکھا۔

ان المتواتر قطعی الثبوت و خبر الواحد ظنی والقطعی لا یرتفع بالظنی لانه اقوی منه والا قوی لا یرتفع بالاضعف۔(مناهل العرفان، ص ۲۱۰)

ترجمہ: متواتر قطعی الثبوت اور خبر واحد ظنی الثبوت ہوتی ہے اور قطعی کا حکم ظنی سے مرتفع نہیں ہوتا کیونکہ متواتر خبر واحد سے قوی ہوتی ہے اور قوی روایت کو کمزور روایت سے مرتفع نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ جمہور کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے مطلقہ ثلاث کے لیے رہائش کا انکار کرتے ہوئے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے سکنی کا ذکر نہیں فرمایا۔اب یہ ان کی بیان کردہ روایت ایک ایسی روایت کے معارض تھی جس میں سکنی کا حق دیا جانے کا ذکر ہے اور وہ روایت درجہ میں تواتر کو پہنچتی ہے لہٰذا حضرت عمرؓ نے اس روایت کو قبول نہ فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا۔

لانترك كتاب ربنا و سنة نبينا لقول امراة لاندری احفظت ام نسيت۔"
(صحیح مسلم، کتاب الطلاق)

ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول سے ترک نہیں کر سکتے۔ہم نہیں جانتے کہ اسے یاد ہے یا وہ بھول گئی ہے۔

دوسری روایت حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی جو آپ یہ اعرابی کے قول پہ آپ نے پیش فرمائی۔

لاندع كتاب ربنا و سنة نبينا بقول اعرابی

ہم کسی دیہاتی کے قول سے اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے۔

خبر واحد سے خبر واحد کے نسخ کی چند مثالیں

۱۔ قربانی کا گوشت ابتدا میں تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے کی ممانعت تھی بعد میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

انما کنت نہیتکم من اجل الرافة التی دفت حضرة الاضحی فکلوا و تصدقوا وادخروا
(صحیح مسلم کتاب الاضحی، کتاب الحج)

۲۔ ابتداء قبروں کی زیارت کی ممانعت تھی بعد میں رخصت دے دی گئی۔

کنت نہیتکم عن زیارت القبور فزوروھا (مسلم)

☆......☆......☆

۳۔ نسخ السنۃ بالقرآن

تیسری قسم آیات قرآنی سے حدیث رسول اللہ ﷺ کا نسخ ہے اس میں بھی اصولین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بشمول ظاہر یہ کہ جمہور اس کے جواز کے قائل ہیں البتہ امام شافعیؒ کے اس باب میں دو قول ہیں جیسا کہ امام آمدیؒ نے الاحکام میں ذکر فرمایا۔

المنقول عن الشافعی فی احد قولیه انه لایجوز نسخ السنة بالقرآن

(الاحکام آمدی، جلد ۳، ص ۱۳۵۔ الشوکانی، ارشاد الفحول، ص ۱۰۰)

امام شافعیؒ سے ایک قول منقول ہے کہ قرآن کا نسخ سنت سے جائز نہیں۔

جمہور کے دلائل

۱۔ ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ مسلمان نبی کریم ﷺ کی امامت میں بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے رہے جس کا ذکر امام مسلم نے اپنی صحیح میں کیا۔

عن البراء بن عازب قال صلینا مع رسول الله ﷺ نحو بیت المقدس ستة عشر شهرا او سبعة عشر شهرا۔

(سنن نسائی، باب فرض القبلۃ)

حضرت البراء بن عازبؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں ہم نبی پاک ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کے طرف رُخ کر کے سولہ یا سترہ ماہ نماز ادا کرتے رہے۔

آپ کا بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنا کسی آیت سے ثابت نہیں بلکہ آپ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔ سولہ یا سترہ ماہ بعد اس حکم میں آپ ﷺ کی منشاء کے مطابق تبدیلی لائی گئی اور حکم آیا۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ
(البقرہ،۱۴۴)

اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اسی کی طرف پھیرو۔

۲۔ ابتداء رمضان کی راتوں میں کھانا پینا اور جماع کرنا ممنوع تھا۔ امام ابوداؤدؒ نے روایت فرمایا۔

عن ابن ابی یعلی قال حدثنا اصحابنا قال و کان الرجل اذا افطر فنام قبل ان یاکل لم یاکل حتی یصبح۔

(سنن ابی داؤد، باب کیف الاذان)

حضرت ابن ابی یعلیٰ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہمارے اصحاب نے حدیث بیان کی جب کوئی شخص روضہ افطار کرلے پس اگر وہ سو جائے اس سے قبل کہ اُس نے کچھ کھایا پیا ہو وہ جب تک صبح نہیں کرلیتا وہ کچھ کھائے پیے گا نہیں۔

یہ حکم حدیث رسول ﷺ سے نافذ تھا بعد میں اس کی منسوخیت اس آیت قرآنی سے ہوئی۔

فَالْئٰنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرۃ،۱۸۷)

سو اب تم ان سے مباشرت کرلیا کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمھاری تقدیر میں لکھ دیا ہے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تم پر ظاہر ہو جائے سپیدہ صبح کی دھاری رات کی سیاہ دھاری سے۔

۳۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک شرط یہ طے ہوئی تھی کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے گا تو اسے واپس مشرکین مکہ کے حوالے کیا جائے گا۔ یہ شرط قائم رہی یہاں تک کہ ایک عورت مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئی۔ جب کفار نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ؕ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ (الممتحنہ،۱۰)

اے ایمان والو! جب مومن عورتیں وطن چھوڑ کر تمہارے پاس آئیں تو ان کے بارے میں تحقیقات کرلو اللہ ان کے ایمان کو خوب جاننے والا ہے۔ بس جب تفتیش کے نتیجے میں یقین ہو جائے کہ وہ مومنہ ہیں تو انہیں کفار کی طرف مت واپس کرو۔ وہ کفار کے لیے حلال نہیں اور نہ ہی وہ مومن خواتین کے لیے حلال ہیں۔

شرائط حکم نبوی سے طے ہوئیں اوران کا نسخ آیاتِ قرآنی سے ہوا۔

مذکورہ بالا مثالیں نسخ السنۃ بالقران پر دلالت کرتی ہیں۔ البتہ مانعین کے دلائل کا احاطہ کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ نسخ السنۃ بالقرآن اور نسخ قرآن بالسنۃ کے قائل نہیں ہیں لہٰذا اس بحث کے آخر میں ان کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

☆......☆......☆

۴۔ نسخ القرآن بالسنۃ

نسخ کی اس قسم میں بھی علماء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ مانعین کے علاوہ مجوزین کے درمیان بھی اس کے واقع ہونے یا نہ ہونے میں بھی اختلاف ہے یعنی مجوزین میں سے نسخ القرآن بالسنۃ کی مثالوں کے پائے جانے یا نہ پائے جانے میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے۔

نسخ القرآن بالسنۃ کے وقوع کے قائلین میں امام مالکؒ، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اصحاب جمہور متکلمین میں سے اشاعرہ اور معتزلہ بھی شامل ہیں جیسا کہ امام آمدیؒ نے لکھا۔

واجاز ذلك جمهور المتكلمين من الاشاعرة والمعتزلة، ومن الفقهاء مالك و اصحاب ابی حنيفة وابن سريج،

(الاحکام فی اصول الاحکام، جلد ۳، ص ۱۳۸)

جمہور متکلمین میں سے اشاعرہ اور معتزلہ اور فقہاء میں سے امام مالکؒ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اصحاب اور ابن سریج نے اس کو جائز کہا ہے۔

نسخ القرآن بالسنۃ کے مانعین کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

اما المانعون وهم الشافعی واحمد فی احدی روائيتين و اكثر اهل الظاهر

(الاحکام جلد ۳، ص ۱۳۸)

مانعین میں امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل اور اکثر ظاہریہ شامل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات و دلائل کا تحقیقی جائزہ

چونکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ نسخ القرآن بالسنۃ کے قائل نہیں ہیں لہٰذا پہلے ان کے دلائل اور ان کا تحقیقی جائزہ آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے آخر میں نسخ القرآن بالسنۃ کی مثالیں پیش کی جائیں گی۔

امام شافعی نسخ القرآن بالسنۃ کے عدم جواز پر قرآن مجید سے چند آیات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل،۴۴)

اور نازل کیا آپ پر ''ذکر'' تاکہ لوگوں کے لیے ان کی ہدایت کی خاطر نازل کلام بیان فرمادیں۔

آپ علیہ السلام قرآن مجید کے احکامات کی وضاحت بیان فرمانے کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ اگر آپ کی احادیث قرآن مجید کی آیات کو منسوخ کریں تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ آپ ﷺ بیان نہیں بلکہ نسخ فرمارہے ہیں۔

۲۔ امام شافعیؒ دوسری دلیل پیش فرماتے ہیں۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (یونس،۱۵)

فاخبر اللّٰہ انه فرض علی نبیه اتباع مایوحی الیه ولم یجعل له تبدیله من تلقاء نفسه (الرسالہ،۱۳۳)

اور جب اُن پر ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہم سے رحمت کی اُمید نہ رکھنے والے کہتے ہیں اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اسے بدل دیں فرمایئے میرے لیے یہ حق ہی نہیں اسے اپنی طرف سے خود بدل دوں میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ بے شک میں ڈرتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے۔

پس اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ پر یہ بات فرض کی کہ جو بھی اُن کی طرف وحی کی جاتی ہے اُس کی اتباع کریں اور اپنی طرف سے اس میں کچھ تبدیلی نہ کریں۔

امام شافعیؒ اس آیت کودلیل بنا کر یہ فرماتے ہیں۔اس آیت میں اللہ رب العزت نے اس بات کی خبر دی کہ آپ ﷺ کووحی کی پیروی فرض کی گئی ہے اور آپ ﷺ اس میں اپنی خواہش سے کسی قسم کی تبدیلی نہیں فرما سکتے۔

۳۔دلیل کے طور پر تیسری آیت پیش کرتے ہیں۔

مایکون لی ان أبدله من تلقاء نفسی۔ بیان ما و صفت من انه لا ینسخ کتاب الله الا کتابه، ولا یکون ذلك لا حدمن خلقه (الرسالہ، ۱۳۳)

میرے لیے یہ حق ہی نہیں کہ اسے اپنی طرف سے خود بدل دوں۔

یہ اس چیز کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اُس کی کتاب کی آیات ہی منسوخ کر سکتی ہیں۔اور مخلوق میں سے کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔

۴۔چوتھی آیت:

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ۔

فاخبر اللّٰہ ان نسخ القرآن۔ تاخیر انزاله لا یکون الابقران مثله

(الرسالہ،جلد ا،ص ۱۰۸،دارالکتب العلمیہ)

ہم کسی آیت کا بعض حصہ منسوخ نہیں کرتے یا پوری ہی آیت کو ترک نہیں کر دیتے مگر یہ کہ اس سے بہتر یا اسی کی طرح کی دوسری لے آتے ہیں کیا تم جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

پس اللہ رب العالمین نے خبر ارشاد فرمائی کہ قرآن کا نسخ اور بعد میں آنے والا حکم قرآن کے مثل ہی ہے۔حدیث شریف نہ مثل قرآن ہے نہ اس سے بہتر۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں امام شافعی علیہ الرحمۃ نے نسخ القرآن بالسنۃ کی عدم جواز پہ جو استدلالات فرمائے ہیں ان کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ آپ ﷺ کا فرض منصبی بیان کرنا ہے اور وضاحت کرنا ہے جبکہ نسخ کا معنی بیان کرنا نہیں بلکہ حکم کو اٹھا لینا ہے۔

۲۔ آپ ﷺ کی صرف اتباع کا حکم ہے احکامات شرع میں اپنی خواہش سے تبدیلی کرنا نہیں ہے۔

۳۔ آیات کتاب کو صرف آیات کتاب سے ہی منسوخ کیا جا سکتا ہے کیونکہ منسوخیت یا تو ہم مثل سے ہوگی یا اس سے بہتر حکم ہے اور حدیث نہ تو ہم مثل ہے اور نہ ہی اس سے بہتر۔

شوافع کی اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص ''احکام القرآن'' میں فرماتے ہیں۔

واما قوله نات بخير منها او مثلها فانه روى عن ابن عباسؓ و قتاده بخير منها لكم فى التسهيل والتسير كالامر بان لا يولى واحد من عشرة فى القتال ثم قال الان خفف الله عنكم او مثلها كالامر بالتوجه الى الكعبة بعد ما كان الى البيت المقدس وروى عن الحسن بخير منها فى الوقت فى كثرة الصلاح او مثلها محصل من اتفاق الجميع ان المراد خير لكم امافى التخفيف او فى المصلحة ولم يقل احد منهم :خير منها فى التلاوة اذ غير جائز ان يقال ان بعض القران خير من بعض فى معنى التلاوة والنظم اذ جميعه معجز كلام الله۔

(احکام القرآن، جلدا، ۷۳، دارالاحیاء التراث العربی)

ارشاد باری تعالیٰ نأت بخير منها او مثلها کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ہم ایسی آیات لاتے ہیں جو تسہیل اور تیسیر کے اعتبار سے تمہارے لیے بہتر ہوتی ہیں جیسا کہ حکم ہوا جنگ میں ایک مسلمان دس کافروں سے منہ نہ موڑے اور پھر ارشاد ہوا ''اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا۔ یا ایسی آیت لاتے ہیں جو پہلی آیت کی مثل ہوتی ہے جیسے پہلے بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کا حکم تھا پھر حکم ہوا کعبہ اللہ کی طرف رُخ کیا جائے۔ امام حسن بصری سے زیر بحث آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ ہم ایسی آیت لاتے ہیں جو فی الوقت بھلائی کی کثرت کے اعتبار سے پہلی آیت سے بہتر یا اس کی مثل ہوتی ہے اسی طرح تمام حضرات کے اتفاق سے یہ نتیجہ نکلا کہ زیر بحث آیت سے مراد یہ ہے کہ ایسی آیت آتی ہے جو تمہارے لیے تخفیف یا مصلحت کے اعتبار سے بہتر ہوتی ہے اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ وہ تلاوت کے اعتبار سے بہتر (آیت) ہے۔ کیونکہ یہ کہنا جائز ہی نہیں کہ قرآن کا کوئی حصہ کسی دوسرے حصے سے تلاوت اور نظم کے اعتبار سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ سارا قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام معجز ہے۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس آیۃ سے دلیل پکڑتے ہوئے سنت سے قرآن کا نسخ ناجائز قرار دیا ہے ان کے اس قول کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وهذا اغفال من قائله من وجوه احدهما انه غير جائز ان يكون المراد بخير منها والتلاوة والنظم لاستواء الناسخ والمنسوخ فى اعجاز النظم والاخر اتفاق السلف على

انه لم يرد النظم لان قولهم فيه على احد المعنيين اما التخفيف او المصلحة وذلك قديكون بالسنة كما يكون بالقران ولم يقل احد منهم انه اداء التلاوة فدلالة هذا الاية على جواز نسخ القرآن بالسنة اظهر من دلالتها على امتناع جوازه بها۔
(احکام القرآن، جلد۱، ص۷۳)

یہ قول کئی وجوہ سے قائل کے اغفال پر مبنی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ مراد لینا جائز ہی نہیں ہے کہ ناسخ آیت تلاوۃ اور نظم کے اندر منسوخ شدہ آیت سے بہتر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اعجاز نظم کے اندر ناسخ اور منسوخ دونوں آیتیں یکساں حیثیت کی حامل ہوتی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نسخ کے سلسلہ میں نظم قرآنی مراد نہیں کیونکہ اس بارے میں سلف کا قول یا تو تخفیف کے معنوں پر محمول ہے یا مصلحت کے معنوں پر اور یہ چیز کبھی سنت کے ذریعے اس طرح عمل میں آتی ہے جس طرح قرآن کے ذریعے وجود میں آتی ہے ان حضرات میں سے کسی نے نہیں کیا۔ اس سے تلاوۃ مراد ہے اس بناء پر زیر بحث آیت کی سنت کے ذریعے قرآن کے نسخ پر دلالت اس کے جواز پر امتناع پر دلالت کی نسبت زیادہ واضح ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے امام ابوالولید الباجی المالکیؒ المتوفی ۴۷۴ھ فرماتے ہیں۔

ان النبی ﷺ لا نسخ بسنته شيئًا في الحقيقة وانما يبين بسنة ان الله قد ازال حكم الاية، مانسخ على الحقيقة مضاف الى الله تعالىٰ، سواء كان النسخ بالقرآن او بالسنة،
(احکام الفصول، جلد۱، ص۴۲۷)

فی الحقیقت نبی کریم ﷺ نے اپنی سنت سے کسی حکم کو منسوخ نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ تو اپنی حدیث سے صرف اس چیز کا بیان فرماتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرما دیا ہوتا ہے پس نسخ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے، برابر ہے کہ وہ نسخ قرآن کی آیت سے ہو یا نبی کریم علیہ السلام کے ارشاد سے۔

اس جواب سے یہ بات واضح ہوئی کہ نسخ کی کوئی بھی قسم ہو اس کے احکامات من جانب اللہ ہوتے ہیں آپ ﷺ کو اس حکم کے پہنچانے کی ذمہ داری عطا فرمائی گئی ہے اس امر کی وضاحت قرآن مجید کی اس آیت سے بھی کی جاسکتی ہے۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (یونس،۱۵)

فرمایئے میرے لیے یہ حق ہی نہیں کہ اسے اپنی طرف سے خود بدل دوں میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔

اور یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بھی حکم صادر فرماتے ہیں وہ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ رب کائنات کے اذن سے ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم ۳،۴)

وہ اپنی خواہش سے کبھی بولتے ہی نہیں ان کی ہر بات وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

لہٰذا ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ آپ علیہ السلام کا حدیث مبارکہ سے آیاتِ قرآنی کا نسخ فرمانا بھی اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے کیونکہ حدیث رسول ﷺ وحی کی قسم سے ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا پہلی آیت سے یہ استدلال کرنا کہ آپ علیہ السلام کی ذمہ داری صرف بیان کرنا ہے درست نہیں کیونکہ اس آیت میں آپ ﷺ کی یہ صفت ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ علیہ السلام ناسخ نہیں ہیں جیسا کہ سورۃ الفرقان کی پہلی آیت میں آپ کی صفت نذیرا للعلمین ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ بشیرا للعلمین نہیں ہیں رہا یہ اعتراض ''مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا کہ نسخ اس سے بہتر دلیل یا برابر کی دلیل سے کیا جاتا ہے تو حدیث نہ تو اس سے بہتر ہے نہ ہی برابر۔

اگرچہ اس سے قبل امام جصاص کی وضاحت آپ کے سامنے پیش کی گئی لیکن چونکہ مانعین کے ہاں یہ آیت ان کی مضبوط دلیل ہے لہٰذا اس پر ہم مفسرین کرام کی آراء آپ کے سامنے لاتے ہیں کہ انہوں نے خیریت سے کیا مراد لیا ہے۔

۱۔ خیر لکم فی المنفعة وارفق لکم

(الطبری، جامع البیان، جلد ا،ص ۶۳۱)

تمہارے لیے منفعت اور نرمی کے (اعتبار سے) بہتر ہے۔

۲۔ آیة فیها تخفیف، فیها رحمة، فیها امر، فیها نهی

(تفسیر عبد الرزاق، جلد،ص ۲۸۵)

خیریت سے مراد آیت میں تمہارے لیے نرمی، رحمت ہے اس میں امر ہے اس میں نہی ہے۔

۴۔ پانچویں صدی ہجری کے جلیل القدر مفسر امام ماوردیؒ النکت والعیون میں فرماتے ہیں۔

فيه تاويلان۔ احد هما اى خيرلكم فى المنفعة۔ وارفق بكم۔ هذا قول ابن عباس

اس میں دوتفاسیر ہیں۔

ا۔ خیر سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لیے نہایت ہی نفع بخش اور منفعت والی ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

والثانی۔ ان معنی خیر منها: ای اخف منها بالترخيص فيها۔

(النکت والعیون، جلد ا، ص ۱۷۱)

دوسرا معنی اس میں خیر کا یہ ہے کہ (مشکل کام سے) رخصت کے طریق سے نرمی عطا فرمانا ہیں۔

۵۔ امام بیضاویؒ فرماتے ہیں۔

ای بما هو خير للعباد فی النفع والثواب او مثلها فی الثواب۔

(انوار التنزیل واسرار التاویل، جلد ا، ص ۹۹)

یہ کہ بندوں کے لیے نفع اور ثواب کے اعتبار سے بہتر ہو یا ثواب میں اس کے مثل ہو۔

۶۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں۔

فيه قولان: احدهما انه اخف والثانی، انه الاصلح

اس میں دو قول ہیں۔ ا۔ نہایت نرمی ۲۔ اصلاح کے اعتبار سے نہایت جامع

وهذا هو اولیٰ لانه تعالیٰ یصرف المكلف على مصلحة على ماهو اخف على طباعه۔

(تفسیر مفاتیح الغیب، جلد ۳، ص ۶۴۱)

پھر آپ فرماتے ہیں۔ اصلاح کا قول اولیٰ ہے کیونکہ اللہ رب العزت مکلّف کو اس کے مزاج کے خلاف مصلحت والے قول کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

۷۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

والمعنیٰ بانفع لكم ايها الناس فی عاجل ان كانت الناسخة اخف وفی اجل ان كانت

اثقل و بمثلها ان كانت مستوية

(الجامع للاحکام القرآن جلد ا ص ۴۸۶)

خیر کا معنی اے لوگو تمھارے لیے نہایت ہی نفع بخش ہے اگر ناسخ حکم منسوخ سے خفیف ہے اور اگر منسوخ خفیف ہے تو ناسخ ثقیل ہوگا اور ناسخ حکم مساوی ہوگا اگر منسوخ اس جیسا ہو۔

مفسرین کے ہاں خیریت و مثلیت سے مراد امت کے لیے نفع اور خفت ہے نہ کہ وہ معنیٰ جو مانعین نے لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث مبارکہ آپ کے سامنے لاتے ہیں جس میں وضاحت کردی گئی کہ سنت کی حیثیت و حجیت کیا ہے اور احکام کے اثبات میں اس کا درجہ کیا ہے؟

آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ جسے امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر فرمایا ملاحظہ فرمایا۔ حضرت عرباض بن ساریہ اس حدیث کے راوی ہیں

ان رسول الله ﷺ قام فقال ايحسب احدكم متكئا على اريكته قد يظن ان الله لم يحرم شيئا الا ما في هذا القرآن۔ الا واني والله قد وعظمت و امرت و نهيت عن اشياء انها لمثل القرآن او اكثر۔

(سنن ابی داؤد، باب فی تعشیر اھل الذمۃ)

رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا! تم میں سے کوئی شخص اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کے یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جو شے حرام کی اس کا ذکر صرف اس قرآن میں ہے آگاہ رہو اللہ کی قسم یقیناً مجھے یہ نصیحت کی گئی اور حکم دیا گیا اور منع کیا گیا ان چیزوں سے اس چیز کے ذریعے بے شک یہ قران کی مثل یا اس سے بھی زیادہ (وضاحت کرنے والی ہے)

لہٰذا اس حدیث مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ثبوت احکام میں جو حیثیت آیات قرآنی کی ہے وہی حیثیت نبی کریم علیہ السلام کی حدیث مبارکہ کی بھی ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ انها لمثل القرآن او اكثر اس بات کی بین دلیل ہیں پس شوافع کا یہ کہنا کہ حدیث نہ تو مثل ہے نہ ہی بہتر کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

البتہ یہاں ایک سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ ﷺ کی ہر حدیث مبارکہ حکم کے نفاذ اور نسخ کے لیے ایک ہی جیسی حیثیت رکھتی ہے یا اس میں کسی قسم کی درجہ بندی کی گئی ہے۔

نسخ القرآن بالسنۃ کے لیے سنت اجتہادی کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ ﷺ کا کسی معاملہ میں اجتہاد فرمانا اس وقت ہوتا تھا جب وحی کا نزول نہ ہوتا لہٰذا سنت اجتہادی ناسخ قرآن بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی جو علماء نسخ القرآن بالسنۃ کے قائل ہیں ان کے نزدیک، اس سنت سے مراد سنت اجتہادی نہیں ہے اس لیے کہ یہ وحی کے مقابل و معارض ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ نسخ القرآن بالسنۃ قائلین کے نزدیک خبر متواتر ہی نسخ القرآن کی صلاحیت رکھتی ہے کیونکہ خبر متواتر کا حکم عند المحدثین و فقہا قطعی ہے۔

"وهو المفيد للعلم اليقين"

(نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر۔ للابن حجر عسقلانی)

خبر متواتر علمی یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔

"وانه يوجب علم اليقين"

(نور الانوار، کتاب السنۃ)

یہ علم یقینی کو واجب کرتی ہے۔

جب خبر متواتر آیات قرآنی کی طرح قطعی الثبوت ہے تو یہ آیات قرآنی کی ناسخ بننے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ خبر آحاد ظنی الثبوت ہونے کی وجہ سے قطعی حکم کے نسخ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

یہاں ایک اور وضاحت طلب امر یہ ہے کہ احناف کہ یہاں خبر مشہور ناسخ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزودی میں علاء الدین البخاری نے عیسیٰ بن اَبان کا قول نقل فرمایا۔

ان المشهور شهادة السلف صار حجة للعمل به كالمتواتر فصحت الزيارة به على كتاب الله تعالىٰ وهو نسخ عندنا

(کشف الاسرار، جلد ۲، ص ۵۳۵)

خبر مشہور سلف کی شہادت کی وجہ سے خبر متواتر کی طرح عمل کے لیے حجت ہے پس اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے اور یہ ہی ہمارے نزدیک نسخ کہلاتا ہے۔

بلکہ احناف میں سے امام ابوبکر الجصاص ؒ کے نزدیک خبر مشہور خبر متواتر کی ہی ایک قسم ہے۔

وذهب ابوبكر الجصاص و جماعة من اصحابنا الى انه مثل المتواتر فثبت به علم اليقين

لکن بطریق الاستدلال لا بطریق الضرورۃ

(کشف الاسرار عن اصول البزدوی، جلد۲، ص۵۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابوبکر الجصاصؒ اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ خبر مشہور خبر متواتر کی مثل ہے اور اس سے علم یقینی ثابت ہوتا ہے لیکن استدلال کے طریق سے نہ کہ ضرورت کے راستے سے۔

مندرجہ بالا عبارات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ:

۱۔ احناف کے نزدیک خبر مشہور کا درجہ خبر واحد سے زیادہ اور متواتر سے کم ہے۔

۲۔ بعض اصولیین کے نزدیک خبر مشہور متواتر ہی کی ایک قسم ہے۔

۳۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی اور نسخ جائز ہے۔

چونکہ عندالاحناف خبر مشہور ناسخ بن سکتی ہے لہٰذا اس کے حکم کے متعلق صاحب نورالانوار فرماتے ہیں۔

وانہ یوجب علم طمانیۃ ای اطمینان یرحج جھۃ الصدق فھو دُون المتواتر و فوق الواحد حتی جازت الزیارۃ بہ علی کتاب اللہ تعالیٰ و لا کفر جاحدہ بل یضلل علی الاصح

(نورالانوار، کتاب السنۃ)

خبر مشہور ایسے علم کو واجب کرتی ہے جو طمانیت کا فائدہ دے، جس کا درجہ یقین کے قریب تر ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ میں خبر متواتر سے کم اور خبر واحد سے زیادہ درجہ رکھتی ہے یہاں تک کہ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے اور اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا بلکہ اصح قول کے مطابق وہ گمراہ ہے۔

خبر واحد چونکہ علمی ظنی کا فائدہ دینے کے باعث کتاب اللہ پر زیادتی کی صلاحیت نہیں رکھتی البتہ خبر مشہور طمانیت کا فائدہ دیتی ہے اور یہ مرتبہ میں خبر واحد سے بلند ہے لہٰذا عندالاحناف اس سے قرآن پر زیادتی جائز ہے لیکن ظاہر یہ کہ نزدیک خبر واحد سے بھی نسخ القرآن جائز ہے۔

نسخ القرآن بالسنۃ کی مثالیں

اب آخر میں نسخ القرآن بالسنۃ کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

نسخ القرآن بالسنۃ عندالجمہور اگرچہ جائز ہے لیکن اس کی مثال کا پایا جانا مختلف فیہ ہے۔ایک جماعت کے نزدیک اس کی مثالیں موجود ہیں لیکن دوسری جماعت ان مثالوں کو نسخ شمار نہیں کرتی ان کے نزدیک یہ یا تو تخصیص ہے یا پھر قرآن مجید کی کسی دوسری آیۃ سے اس کا نسخ واقع ہورہا ہے جس کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی ہے البتہ حدیث اس کے نسخ کو تقویت دے رہی ہے۔

مثالیں

ا۔زانی مردوعورت کی سزاقرآن مجید نے بیان کی۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور،۲)

زناکار عورت اور زناکار مرد میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ۔

یہ آیۃ مبارکہ زانی کے حق میں عام ہے۔البتہ نبی کریم علیہ السلام نے محصن اور محصنہ کے لیے رجم کی سزا بیان فرمائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

الا و ان الرجم حق على من زنى و قد احصن الا و قد رجم رسول الله ﷺ و رجمنا بعده
(صحیح البخاری باب من انتظر حتی)

خبردار بے شک جس نے زنا کیا اور وہ شادی شدہ تھا اس پر رجم برحق ہے۔خبردار! رسول کریم علیہ السلام نے بھی رجم فرمایا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔

۲۔موت سے پہلے وصیت کرنا لازم تھی۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
(البقرہ،۱۸۰)

تم پر فرض کر دیا گیا کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آئے اگر وہ مال چھوڑ رہا ہو تو وصیت کر دے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے دستور کے مطابق یہ ضروری ہے ان لوگوں کے لیے جنہیں تقویٰ ہو۔

آپ علیہ السلام کی حدیث اس حکم کی منسوخیت بیان کرتی ہے۔لا وصية للوارث
(بخاری، باب الصدایا، ترمذی، باب الوصایا)

۳۔جنبی کا مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے۔

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا (النسآء،۴۳)

اور نہ ہی جنابت کی حالت میں جب تک کہ تم غسل نہ کرلو۔

لیکن آپ ﷺ نے اپنے اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق فرمایا۔

لا یحل لاحدان یجنب فی هذا المسجد غیرك و غیری

(مسند ابی یعلی، جلد۲، ص۳۲۴، دار ابن مامون، دمشق، من مسند ابی سعید الخدری)

اے علی تمہارے اور میرے سوا کسی کے لیے اس مسجد سے حالت جنابت میں گزرنا حلال نہیں۔

اس ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو پیش کی جاسکتی ہیں اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

☆......☆......☆

نسخ اور تخصیص میں فرق

نسخ اور تخصیص میں من وجہ اشتراکیت پائے جانے کے اسے ایک ہی چیز شمار کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت ان کے درمیان فرق ہے۔امام آمدی نے الاحکام کے اندران دونوں میں دس پہلوؤں سے فرق بیان کیا ہے۔

۱۔ ان التخصيص يبين ان ما خرج عن العموم لم يكن المتكلم قد أراد بلفظه الدلالة عليه، والنسخ يبين ان ماخرج لم يرد التكليف به، وان كان قد اراد بلفظه الدلالة عليه
تخصیص بتاتی ہے کہ وہ افراد جو عموم سے خارج ہو گئے ہیں وہاں اس لفظ سے متکلم کی مراد یہ نہیں تھی کہ یہ لفظ اس معنی پر دلالت کرے لیکن نسخ یہ بتاتا ہے کہ جو افراد خارج ہو گئے ان کا مکلّف بنانا مقصود نہیں تھا اگرچہ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ ان التخصيص لا يرد على الامر بمامور واحد، والنسخ قد يرد على الامر بمامور واحد
اگر کسی حکم کا مامور ایک ہو تو اس کے اندر تخصیص کا عمل ممکن نہیں۔کیونکہ وہ ہے ہی ایک، جبکہ نسخ ایک فرد پر بھی جاری ہو سکتا ہے۔

۳۔ ان النسخ لا يكون في نفس الامر الابخطاب من الشارع، بخلاف التخصيص فانه يجوز بالقياس و بغيره من الادلة العقلية والسمعية
نسخ صرف شارع کے خطاب ہی سے ہو سکتا ہے جبکہ تخصیص، قیاس اور دیگر عقلی نقلی دلائل سے بھی جائز ہے۔

۴۔ ان الناسخ لا بدان يكون متراخيا عن المنسوخ، بخلاف المخصص، فانه يجوز ان يكون متقدما على المخصص و متأخرا عنه
ناسخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ لازماً منسوخ سے مؤخر ہو جبکہ مخصص کبھی مقدم ہوتا ہے اور کبھی مؤخر۔

۵۔ ان التخصيص لا يخرج العام عن الاحتجاج به مطلقا في مستقبل الزمان فانه يبقى معمولا به فيما عدا صورة التخصيص، بخلاف النسخ، فانه قد يخرج الدليل المنسوخ حكمه عن العمل به في

مستقبل الزمان بالكلية، و ذلك عند اذا ورد النسخ على الامر بما مور واحد

تخصیص سے عام مطلقاً نا قابل حجت نہیں ہوجاتا بلکہ وہ تخصیص کی صورت کے علاوہ مستقبل میں بھی قابلِ عمل رہتا ہے جبکہ نسخ کی صورت میں بعض اوقات منسوخ دلیل مکمل طور پر نا قابلِ عمل بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر جب نسخ ایسا حکم ہو جو ایک مرتبہ دیا گیا ہو۔

٦۔ انه يجوز التخصيص بالقياس، ولا يجوز به النسخ

تخصیص قیاس سے بھی جائز ہے جبکہ نسخ قیاس سے جائز نہیں ہے۔

٧۔ ان النسخ رفع الحكم بعد ان ثبت، بخلاف التخصيص

ایک حکم کے ثبوت کے بعد اسے اٹھالینا نسخ ہے جبکہ تخصیص اس کے برعکس ہے۔

٨۔ انه يجوز نسخ شريعة بشريعة، ولا يجوز التخصيص شريعة اُخرى

ایک شریعت کا نسخ دوسری شریعت سے جائز ہے لیکن ایک شریعت کی تخصیص دوسری سے جائز نہیں ہے۔

٩۔ ان العام يجوز نسخ حكمه حتى لا يبقى منه شى، بخلاف التخصيص

عام میں نسخ اس طرح ممکن ہے کہ عام میں مکمل طور پر نسخ ہو جائے اور حکم تمام افراد عام سے اٹھ جائے جبکہ تخصیص میں اس طرح نہیں ہوتا کہ تمام افراد کی تخصیص ہو جائے۔

١٠۔ وهو ما ذكره بعض المعتزلة، ان التخصيص اعم من النسخ، وان كل نسخ تخصيص، وليس كل تخصيص نسخا، اذ النسخ لا يكون الا بتخصيص الحكم ببعض الأزمان، والتخصيص يعم تخصيص الحكم، ببعض الاشخاص و بعض الاحوال و بعض الازمان، وفيه نظر،

(الاحکام فی اصول الاحکام، جلد۳، ۴، ص۱۰۴، ۱۰۵، دارالکتب العلمیہ)

بعض معتزلہ نے ذکر کیا ہے کہ تخصیص نسخ سے زیادہ عام ہے۔ ہر نسخ تخصیص ہے لیکن ہر تخصیص نسخ نہیں ہے کیونکہ نسخ حکم کو کسی زمانے کے ساتھ خاص کیے بغیر نہیں ہوسکتا۔ جبکہ تخصیص میں عموم ہے تخصیص میں حکم کو بعض افراد، بعض حالات اور کسی زمانہ کے ساتھ خاص کیا جاسکتا ہے لیکن یہ بات محل نظر ہے۔

☆......☆......☆

نسخ اور بداء کے درمیان فرق

یہود کے نزدیک نسخ اور بداء ایک ہی چیز ہے لہٰذا دونوں جائز نہیں ہیں جبکہ عندالاصولیین دونوں کے درمیان گہرا فرق ہے۔اولاً بداء کے معانی کو سمجھا جائے بعد میں دونوں کے درمیان فرق کی وضاحت کی جائے گی۔

بداء کے لغوی معنی

ا۔ظهور الرأى بعد ان لم يكن
(الجرجانی،التعریفات،باب الباء)
کسی رائے کے نہ ہونے کے بعد اس کا ظاہر ہونا

۲۔الظهور بعد الاخفاء
مخفی ہونے کے بعد ظاہر ہونا۔

بداء کا اصلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے امام نحاس الناسخ والمنسوخ میں فرماتے ہیں۔

واما البداء فهو ترك ما عزم عليه كقولك امض الى فلان اليوم ثم تقول لا تمض اليه فيبدولك عن العقول الاول وهذا للحق البشر نقصانهم۔
(الناسخ والمنسوخ،جلد۱،ص۶۲،مکتبہ الفلاح،کویت)

بداء یہ ہے کہ کسی چیز کا ارادہ کیا پھر اسے چھوڑ دے جیسے تیرا قول کسی دوسرے کے لیے کہ تو فلاں کی طرف جا پھر یہ کہ اس کی طرف نہ جا۔یہ پہلے انسان کو (بشری تقاضوں کے پیش نظر) لاحق ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا معانی کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ بداء کا معنی کسی چیز کے اخفا کے بعد اس کا ظاہر ہونا ہے۔بطور دلیل

قرآن مجید کی یہ آیۃ ملاحظہ فرمائیں۔

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (الزمر،۴۷،۴۸)

اللہ کی طرف سے اُن پر ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور ظاہر ہو جائیں گی اُن پر وہ تمام برائیاں جو اُنہوں نے کمائیں۔

بداء کا معنی ظہور بعد الخفاء ہے جو ذات باری تعالیٰ کے علم کے منافی ہے لہٰذا اس کی نسبت ذات الٰہی کی طرف کرنا موجب گمراہی ہے۔ اللہ رب العزت کا علم ازل ذاتی قدیم اور ہر شے پر محیط ہے۔ اس کے لیے کوئی شے پوشیدہ نہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (ال عمران،۵)

بے شک اللہ پر کوئی چیز بھی مخفی نہیں زمین پر اور نہ آسمان میں۔

چنانچہ بداء اور نسخ کے معانی کا فرق سمجھا جائے تا کہ دونوں کے درمیان حد امتیاز قائم کی جا سکے۔ یہود نے بداء کو نسخ ہی شمار کیا جس سے وہ گمراہ ہوئے درحقیقت منسوخ کیے جانے والے حکم کا علم ذات باری تعالیٰ کے علم لامتناہی میں ہوتا ہے ایک مصلحت کے تحت اس حکم کو قائم رکھا جاتا ہے۔ وقت مقررہ اور حالات کے پیش نظر اس کا منسوخ کیا جانا یہ بھی ایک مصلحت کے تحت ہی ہوتا ہے لہٰذا بداء کو نسخ ہی شمار کرنا درحقیقت ایک سنگین خطا ہے۔

☆......☆......☆

نسخ اور تقیید میں فرق

تخصیص اور بداء کی طرح نسخ اور تقیید میں بھی اصولین نے فرق بیان کیا ہے تا کہ استنباط مسائل میں آسانی ہو سکے۔

۱۔ نسخ کسی حکم کا اس کے تمام افراد سے ارتفاع لازم کرتا ہے جبکہ تقید بعض افراد کے ساتھ حکم کو خاص کرنا ہے۔

۲۔ خبر میں تقید کا وقوع ممکن ہے جبکہ نسخ کا وقوع محال ہے۔

۳۔ تقید مقدم و مؤخر دونوں حکموں میں واقع ہو سکتی ہے جبکہ نسخ کا تعلق موخر حکم سے ہی ہو گا۔

شوافع و احناف کے درمیان نسخ کا فرق

یہاں یہ بات نہایت توجہ طلب ہے کہ شوافع مطلق حکم میں تقید ہونا اور عام حکم میں تخصیص ہونا بھی نسخ شمار کرتے ہیں جبکہ ائمہ احناف اسے نسخ کے باب سے شمار نہیں کرتے۔

اس بنیادی اختلاف کی وجہ سے قرآن کی منسوخ آیات کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال بیان کیے گئے اور احادیث نبوی علیہ السلام سے بھی احکامات کے استنباط میں اختلاف کی ایک وجہ بھی دونوں کی اصطلاحات کا مختلف ہونا ہے۔

لہٰذا فقہ مقارن کا طالب علم اس فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ائمہ کے درمیان اختلاف کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے اپنے مطالعہ میں رسوخ پیدا کرے۔

☆......☆......☆

وجوہ الترجیہات

اگر دو احادیث میں تعارض ہو اور دلائل سے کسی ایک کا ناسخ اور دوسری کا منسوخ ہونا بھی معلوم نہ ہو سکے تو فقہاء و محدثین کے نزدیک وجوہ ترجیہات کی بناء پر ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوع قرار دیا جائے گا۔ سند کے احوال، اسناد کے مخارج، راوی کی صفات، راوی کے تحمل حدیث، متن کے مضمون اور سیاق متن ان ایسی وجوہ کی بنیاد پر فقہاء نے لاتعداد مسائل کا استنباط کیا ہے لہٰذا اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے مقدمۃ الکتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔

امام ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی المذانی علیہ الرحمہ نے الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث میں پچاس اور امام زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی نے التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن صلاح میں ایک سو دس وجوہ الترجیہات ذکر فرمائی ہیں۔ دونوں متعارض روایات میں سے کسی ایک روایت میں ان شرائطِ وجوہ سے کوئی شرط یا وجہ الترجیح پائی گئی تو اسے دوسری روایت پر ترجیح حاصل ہوگی۔ ایک حدیث کے طالب علم کے لیے ان کا جاننا نہایت اہم ہے لہٰذا تمام وجوہ اختصار سے ذکر کی جا رہی ہیں۔

۱۔ كثرة الرواة — متعارض روایات میں سے کسی حدیث مبارکہ کی اسناد اور راویوں کی کثرت

۲۔ كون احد الراويين اتقن واحفظ۔ — دونوں راویوں میں سے ایک کا حافظہ میں قوی ہونا، دوسرے سے زیادہ متقی ہونا

۳۔ كونه متفقا على عدالته — راوی کی عدالت پہ سب کا اتفاق ہونا

۴۔ كونه بالغا حالة التحمل۔ — راوی کا حدیث مبارکہ لیتے وقت بالغ ہونا

۵۔ كون سماعه تحديثا و الآخر عرضا۔ — ایک راوی کا شیخ سے سماع تحدیثاً دوسرے کا عرضاً ہونا

٦۔ كون احدهما سماعا او عرضا والآخر كتابة او وجادة او مناولة — دونوں راویوں میں سے ایک کی روایت اپنے شیخ سے سماعاً یا عرضاً ہو اور دوسرے کی کتابتاً یا وضاحت والی ہو۔

٧۔ كونه مباشرلما رواه — راوی مروی عنہ سے براہِ راست روایت کر رہا ہو۔

٨۔ كونه صاحب القصة۔ — راوی کا خود صاحب القصہ ہونا

٩۔ كونه احسن سياقا و استقصاء — دونوں میں سے ایک روایت سیاق وسباق میں دوسرے سے بہتر ہو۔

١٠۔ كونه اقرب مكانا من النبى صلى الله عليه وسلم حالة تحمله — راوی کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں آپ کے قریب تر ہونا۔

١١۔ كونه اكثر ملازمة لشيخه۔ — راوی کا اپنے شیخ (جس سے حدیث لے رہا ہے) کی صحبت میں طویل عرصہ رہنا۔

١٢۔ كونه سمعه من مشايخ بلده۔ — راوی کا اپنے شہر کے مشائخ سے حدیث کا سماع کرنا

١٣۔ كون احد الحديثين له مخارج۔ — دونوں احادیث میں سے ایک کے مخارج کثیر ہوں۔ (یعنی اس حدیث کو کثیر محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہو)

١٤۔ كون اسناده حجازيا۔ — حدیث کی اسناد حجازی ہوں۔

١٥۔ كون رواته من بلد لا يرضون بالتدليس۔ — حدیث مبارکہ کے راوی کا ایسے شہر سے ہونا جس شہر والے تدلیس کو پسند نہ کرتے ہوں۔

٦۔ دلالة الفاظه على الاتصال كسمعت وحدثنا — راوی کے الفاظ کا اتصال حدیث پر دلالت کرنا جیسے سمعت اور حدثنا

١٧۔ كونه مشاهدالشيخه عند الاخذ۔ — راوی کا حدیث لیتے وقت اپنے شیخ کو دیکھنا

١٨۔ كون الحديث لم يختلف فيه۔ — حدیث کا مختلف فیہ نہ ہونا

١٩۔ كون راويه لم يضطرب لفظه۔ — حدیث کے راوی کے الفاظ میں اضطراب نہ ہو۔

٢٠۔ كون الحديث متفقاعلى رفعه۔ — حدیث کا نبی کریم ﷺ تک مرفوع ہونا متفق علیہ ہو۔

۲۱۔ کونه متفقا علی اتصاله۔	حدیث مبارکہ کا اتصال متفق علیہ ہو۔
۲۲۔ کون راویه لا یجیز الراوية بالمعنی	حدیث کے راوی کا روایت بالمعنیٰ کو جائز نہ سمجھنا۔
۲۳۔ کونه فقیها۔	راوی کا فقیہ ہونا۔
۲۴۔ کونه صاحب کتاب یرجع الیه	راوی کے پاس حدیث کی کتاب ہو جس سے وہ روایت کرتا ہو۔
۲۵۔ کون احد الحدیثین نصاو قولا والاخر ینسب الیه استدلالا واجتهادا	دونوں حدیثوں میں سے ایک کا آپ ﷺ کی طرف نصاً وقولاً منسوب ہونا اور دوسری کا استدلال اور اجتھاد کے طریق سے منسوب ہونا۔
۲۶۔ کون القول یقارنه الفعل	نبی کریم علیہ السلام کے فعل مبارکہ کے ساتھ قول کا بھی پایا جانا۔
۲۷۔ کون موافقا لظاهر القرآن۔	حدیث مبارکہ کا قرآن کے ظاہر سے موافقت رکھنا۔
۲۸۔ کونه موافقا لسنة اخری۔	حدیث مبارکہ کا کسی دوسری حدیث سے موافقت کرنا
۲۹۔ کونه موافقا للقیاس	حدیث مبارکہ کا قیاس سے موافقت رکھنا
۳۰۔ کونه معه حدیث آخر مرسل او منقطع۔	کسی حدیث کے ساتھ کسی دوسری (ہم معنی) حدیث کا ہونا اگرچہ وہ مرسل یا منقطع ہی ہو۔
۳۱۔ کونه عمل به الخلفاء الراشدون۔	کسی حدیث پر خلفاء راشدین کا عمل پیرا ہونا۔
۳۲۔ کونه معه عمل الامة۔	کسی حدیث پر امت کا عمل پیرا ہونا
۳۳۔ کون ما تضمنه من الحکم منطوقا۔	حدیث مبارکہ میں حکم بیان کیا گیا ہو۔
۳۴۔ کونه مستقلا لا یحتاج الی اضمار۔	حدیث مبارکہ اپنی مراد پیش کرنے میں مستقل ہو کسی ضمیر کی محتاج نہ ہو۔
۳۵۔ کون حکمه مقرونا بصفة والآخر بالاسم	حدیث میں حکم کسی صفت کے ساتھ ملا ہو اور دوسری حدیث میں حکم کسی اسم سے ملا ہو۔

۳۶۔ کونه مقرونا بتفسیر الراوی۔
حدیث کا کسی راوی کی تفسیر سے ملا ہوا ہونا۔

۳۷۔ کون احدهما قولا والآخر فعلا فیرجع القول
دونوں میں سے ایک حدیث کا قولی اور دوسری کا فعلی ہونا۔ قولی حدیث کو ترجیح ہوگی۔

۳۸۔ کونه لم ید خله التخصیص۔
حدیث مبارکہ میں تخصیص کا نہ پایا جانا۔

۳۹۔ کونه غیر مشعر بنوع قدح فی الصحابة
حدیث مبارکہ کا صحابہ کے متعلق عیب کے تذکرے سے خالی ہونا۔

۴۰۔ کونه مطلقا والاخر ورد علی سبب۔
ایک حدیث کا مطلق ذکر ہونا اور دوسری کا سبب سے ذکر کرنا

۴۱۔ کون الاشتقاق یدل علیه دون الآخر۔
اشتقاق ایک حدیث (کے حکم پر) دلالت کرے دوسری نہ کرے۔

۴۲۔ کون احد الحصمین قائلا بالخبرین۔
راویوں میں سے ایک نے دو خبروں کو روایت کیا۔

۴۳۔ کون احد الحدیثین فیه زیادة۔
دونوں میں سے ایک حدیث میں (ثقہ راوی کی) زیادت ہو۔

۴۴۔ کونه فیه احتیاط للفرض و براء ة الذمة
دونوں میں سے ایک حدیث میں فرائض اور براءۃ الذمہ کے متعلق احتیاط کا قول ہو۔

۴۵۔ کون احد الحدیثین له نظیر متفق علی حکمه
دونوں میں سے ایک حدیث کے حکم کے متفق علیہ مثال موجود ہو۔

۴۶۔ کونه یدل علی التحریم والآخر علی الاباحة
ایک حدیث حرمت پر اور دوسری اباحت پر دلالت کرے

۴۷۔ کونه یثبت حکما موافقا لما قبل الشرع فقیل هوا ولی و قیل هما سواء
دونوں روایات میں سے ایک میں ماقبل شرائع کے متعلق مثبت حکم پایا جائے اس روایت کے متعلق اولی ہونے کا کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ دونوں روایتیں برابر ہیں۔

۴۸۔ کون احد الخبرین مسقطا للحد فقیل هو اولی و قیل لا ترجیح
دونوں خبروں میں سے ایک حد کو ساقط کرے۔ پس کہا گیا کہ ساقط کرنے والی پر عمل اولی ہے اور اور یہ بھی کہا گیا کہ دونوں میں سے کسی کو ترجیح حاصل نہیں۔

۴۹۔ کونہ اثباتا یتضمن النقل عن حکم العقل والآخر نفیا یتضمن الاقرار علی حکم العقل ترجمہ: دونوں روایات میں سے ایک کا ایسے اثبات پر مشتمل ہونا جو حکم عقل کے بارے میں نقل کو شامل ہو اور دوسری کا ایسی نفی پر مشتمل ہو جو حکم عقل پر اقرار کو شامل ہو۔

۵۰۔ کون الحدیثین فی الاقضیۃ و راوی احد ھما علی اوفی فرائض و راوی احدھما زید بن ثابت رضی اللّٰہ عنہ او فی الحلال والحرام و راوی احدھما معاذ وھم جرا فالصیح الذی علیہ الأکثرون الترجیح بذلك دو حدیثیں مسئلہ قضاء کے متعلق ہوں اور کسی ایک کو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت فرما رہے ہوں یا دو حدیثیں فرائض کے باب میں ہوں اور کسی ایک کو حضرت زید بن ثابتؓ روایت فرما رہے ہوں یا دو حدیثیں حلال وحرام کے مسئلہ میں ہوں اور کسی ایک کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہوں اور اسی طرح پس صحیح روایت وہ ہوگی جس پر اکثر کا عمل ہو اسی قاعدے پر وہ ترجیح پائے گی۔

۵۱۔ کونہ أعلی اسناد۔ حدیث عالی اسناد ہو

۵۲۔ کون راویہ عالما بالعربیۃ۔ حدیث کا راوی عربیت کا عالم ہو۔

۵۳۔ کونہ عالما باللغۃ۔ حدیث کا راوی لغت کا عالم ہو۔

۵۴۔ کونہ افضل فی الفقہ او العربیۃ او اللغۃ حدیث کا راوی فقہ یا عربیت یا لغت میں دوسرے سے افضل ہو۔

۵۵۔ کونہ حسن الاعتقاد حدیث کا راوی عمدہ اعتقاد کا مالک ہو۔

۵۶۔ کونہ ورعا حدیث کا راوی متقی ہو

۵۷۔ کونہ جلیسا للمحدثین او غیرھم من العلماء راوی محدثین یا علماء کے ساتھ مجالست کرتا ہو۔

۵۸۔ کونہ اکثر مجالستہ لھم راوی (محدثین وعلماء) کی مجلس میں کثرت سے بیٹھتا ہو۔

۵۹۔ کونہ عرفت عدالتہ بالاختبار والممارسۃ عرفت عدالۃ الاخر بالتزکیۃ او العمل علی روایتہ۔ راوی کی عدالت امتحان یا ممارست سے معلوم ہو اور دوسرے راوی کی عدالت اس کے تزکیہ اور اس کے روایت پر عمل سے معلوم ہو۔

۶۰۔ كون المزكى زكاه و عمل بخبره و زكى الاخر راوی مزکی ہو اور روایت کی جانے والی خبر پہ اس کا عمل بھی ہو روى خبره اور دوسرا مزکی راوی صرف روایت کرے (یعنی اس کا عمل ثابت نہ ہو۔)

۶۱۔ كونه ذكر سبب تعديله — اس کی عدالت کے سبب اس کی شرکت ہونا

كونه ذكرا — راوی مرد ہو

كونه حرا — راوی آزاد ہو، یعنی غلام نہ ہو

شهرة الراوى — راوی مشہور ہونا

شهرة نسبه — راوی کے نسب کی شہرت ہو

۶۲۔ عدم التباس اسمه۔ — راوی اس کا نام کسی دوسرے راوی سے ملتا جلتا نہ ہو۔

۶۷۔ كونه له اسم واحد على من له اسمان فأكثر — راوی کا ایک ہی نام ہو اسے ان پر ترجیح ہے جن کے دو یا دو سے زیادہ نام ہیں۔

۶۸۔ كثرة المزكين۔ — اس روایت کو کثیر صلحاء و متقین نے روایت کیا ہو۔

۶۹۔ كثرة علم المزكين — دونوں میں سے ایک روایت میں صالح رواۃ کے نام کی کثرت ہو۔

۷۰۔ كونه دام عقله فلم يختلط هكذا اطلقه جماعة راوی کی عقل آخر تک درست رہی ہو اور اس سے خلل واقع نہ و شرط فى المحصول مع ذلك ان لا يعلم هل ہوا ہو۔ ایک جماعت نے اسے مطلق بیان کیا ہو اور اس کے رواه فى حال سلامته او اختلاطه — حصول کی شرط یہ ہے کہ معلوم نہ ہو سکے کہ آیا اس نے (دوسرے راوی) نے روایت سلامتی عقل کے زمانہ میں بیان کی یا خلل کے زمانہ میں۔

۷۱۔ تأخر اسلام الراوى و قيل عكسه و به جزم راوی نے اسلام تاخیر سے قبول کیا ہو اور اس کے برعکس بھی کہا الآمدى گیا اور اسی پر امام آمدی کا جزم ہے۔

۷۲۔ كونه من اكابر الصحابة — راوی اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہو۔

۷۳۔ كون الخبر حكى سبب وروده ان كانا خاصين فان كانا عامين فبالعكس | اگر دونوں روایتیں خصوص رکھتی ہوں تو ان میں سے ایک کے سبب ورود کا بیان کیا جانا اور اگر دونوں عموم رکھتی ہوں تو معاملہ برعکس ہوگا۔

۷۴۔ كونه حكى فيه لفظ الرسول | اس حدیث میں لفظ رسول کی تصریح ہو

۷۵۔ كونه لم ينكره راوى الأصل او لم يتردد فيه | روایت کا اس حال میں ہونا کہ اس کی اصل کا کسی راوی نے انکار نہ کیا ہو یا کسی راوی کو تردد نہ ہو۔

۷۶۔ كونه مشعرا بعلوشان الرسول و تمكنه | راوی شان رسالت اور آپ ﷺ کے مرتبہ کو اچھے طریقے سے پہچانتا ہو

۷۷۔ كونه مدنيا والاخر مكى۔ | حدیث مدنی ہو اور دوسری مکی ہو۔

۷۸۔ كونه متضمنا للتخفيف و قيل بالعكس۔ | حدیث تخفیف الحکم ہو اور اس کے برعکس بھی کہا گیا۔

۷۹۔ كونه مطلق التاريخ على المؤرخ بتاريخ المقدم | کسی ایک روایت کا مطلق التاریخ ہونا کسی معین التاریخ روایت پر ترجیح پائے گا بشرطیکہ اس کی تاریخ مقدم ہو۔

۸۰۔ كونه مورخا بتاريخ مؤخر على مطلق التاريخ | کسی روایت کا معین التاریخ ہونا تاریخ مؤخر کے ساتھ مطلق التاریخ پر ترجیح پائے گا۔

۸۱۔ كون الراوى تحمله فى الاسلام على ما تحمله راويه فى الكفر او شك فيه | راوی کی جانب سے روایت کا تحمل حالت اسلام ہونا ایسے راوی کی روایت پر ترجیح پائے گا جس نے روایت حالت کفر میں سنی ہو یا تحمل روایت کے زمانے میں شک ہو۔

۸۲۔ كون الحديث لفظه فصيحا والآخر ركيكا | ایک حدیث مبارکہ کے الفاظ فصیح ہو اور دوسری کے الفاظ غیر فصیح ہوں۔

۸۳۔ كونه بلغة قريش | حدیث کے الفاظ کا لغت قریش سے ہونا

۸۴۔ كون لفظه حقيقه | حدیث مبارکہ کے الفاظ حقیقی ہوں۔

۸۵۔ كونه اشبه بالحقيقة | حدیث مبارکہ کے الفاظ حقیقت سے مشابہت رکھتے ہوں۔

۸۶۔ کون احدھما حقیقة شرعیه والآخر حقیقة عرفية او لغوية — دونوں حدیثوں میں سے ایک حقیقت شرعی اور دوسری حقیقت عرفی یالغوی پر مشتمل ہو۔

۸۷۔ کون احدھما حقیقة عرفية والاخر حقیقة لغوية — دونوں حدیثوں میں سے ایک حقیقت عرفی اور دوسری حقیقت معنوی پر مشتمل ہو۔

۸۸۔ کونه یدل علی المراد من وجھین — حدیث مبارکہ اپنی مراد پر دو وجوہ سے دلالت کرتی ہو

۸۹۔ کونه یدل علی المراد بغیر واسطة — حدیث مبارکہ اپنی مراد پر بغیر کسی واسطہ کے دلالت کرے۔

۹۰۔ کونه یومی الی علة الحکم — حدیث سبب حکم کی طرف اشارہ کر رہی ہو۔

۹۱۔ کونه ذکر معه معارضة — دونوں میں سے ایک روایت کا معارض اس کے ساتھ ذکر ہو۔

۹۲۔ کونه مقرونا بالتھدید — حدیث مبارکہ تہدید یعنی ترہیب کے الفاظ سے متصف ہو

۹۳۔ کونه اشد تھدیدا — حدیث مبارکہ میں ترہیب کے الفاظ شدت سے بیان ہوں

۹۴۔ کون احد الخبرین یقل فیه اللبس — دونوں میں سے جس روایت میں خفائے معنیٰ کم ہو اُسے ترجیح ہوگی۔

۹۵۔ کون اللفظ متفقا علی وضعه لمسماه — دونوں روایات میں سے ایک میں ایسے الفاظ پائے جائیں جو اپنی وضع پر دلالت کرنے میں پورے اتر رہے ہوں۔

۹۶۔ کونه منصوصا علی حکمه مع تشبیه لمحل آخر — کسی دوسرے محل کے ساتھ مشابہ ہونے کے باوجود روایت کا اپنے حکم پر صراحتاً دال ہونا (یعنی روایت اپنے مفہوم کے اعتبار سے واضح ہو)

۹۷۔ کونه مؤکدا بالتکرار — حدیث مبارکہ تکرار سے مؤکد ہو

۹۸۔ کون احد الخبرین دلالة بمفھوم الموافقة والاخر مفھوم المخالفة وقیل بالعکس — دونوں میں سے ایک خبر مفہوم موافق سے دلالت کرے اور دوسری مفہوم مخالف سے اور اس کے برعکس کا بھی کہا گیا۔

۹۹۔ کونه قصد به الحکم المختلف فیه ولم یقصد بالآخر ذلك — دونوں میں سے ایک روایت میں مختلف احکام کا قصد ہو اور دوسری روایت میں اس چیز کا قصد نہ پایا جائے۔

۱۰۰۔	کون احد الخبرین مرو یا بالاسناد والاخر معزوا الی کتاب معروف	دونوں روایات میں سے ایک مکمل سند کے ساتھ بیان ہو اور دوسری روایت کسی معروف کتاب کے حوالے سے بیان ہو
۱۰۱۔	کون احدھما معزوا الی کتاب معروف والآخر مشھود	دونوں میں سے ایک روایت کسی معروف کتاب کے حوالے سے بیان ہو اور دوسرا راوی خود (اس روایت کے بیان کے وقت) موجود ہو۔
۱۰۲۔	کون احدھما اتفق علیه الشیخان	دونوں میں سے ایک خبر پر شیخین (یعنی بخاری و مسلم) متفق ہو۔
۱۰۳۔	کون العموم فی احد الخبرین مستفارا من الشرط والجزاء والآخر من النکرة المنفیة	دونوں خبروں میں سے ایک میں جملہ شرطیہ کے ذریعے حاصل ہونے والے عموم کا پایا جانا وجہ ترجیح بن جائے گا اس روایت کے مقابلے میں جس کا عموم نکرہ منفیہ کے ذریعے حاصل ہو۔
۱۰۴۔	کون الخطاب فی احدھما تکلیفا وفی الاخر وضعیا	کسی روایت میں خطاب کا امور شرعیہ تکلیفیہ سے متعلق ہونا جبکہ دوسری میں خطاب کا امور لغت سے ہونا۔
۱۰۵۔	کون الحکم فی احد الخبرین معقول المعنی	دونوں میں سے ایک خبر کا حکم عند العقل درست ہو۔
۱۰۶۔	کون الخطاب فی احدھما شفاھیا فیقدم علی خطاب الغیبة فی حق من ورد الخطاب علیه	دونوں میں سے ایک روایت میں خطاب کا بالمشافہ ہونا ترجیح پائے گا اس روایت پر جس میں خطاب اپنے مخاطب کے حق میں اس کی عدم موجودگی میں پایا گیا۔
۱۰۷۔	کون الخطاب علی الغیبة فیقدم علی الشفاھی فی حق الغائبین	جس شخص نے بالمشافہ سُنا اُس کی روایت کو ترجیح ہوگی اُس شخص کی روایت پر جس نے کسی دوسرے سے روایت سنی۔
۱۰۸۔	کون احد الخبرین قدم فیه ذکر العلة و قیل بالعکس	دونوں میں سے ایک خبر کی علت بیان ہو اور اس کے برعکس بھی کیا گیا۔
۱۰۹۔	کون العموم فی احدھما مستفادا فی الجمع المعرف فیقدم علی کونه المستفاد من ماومن	کسی روایت میں عموم کا جمع معرف سے حاصل ہونا اسے من اور ما کے ذریعے عموم رکھنے والی روایت پر مقدم کردے گا۔

۱۱۰۔ وکونه مستفادا من الکل فیقدم علی المستفادا من الجنس المعرف لاحتمال العهد
(التقیید والایضاح، جلد ا، ص ۲۸۸، المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ المنورہ)

کسی روایت میں عموم کا معنی کلی کے ذریعے حاصل ہونا اسے اس پر مقدم کر دے گا جس میں عموم لام جنس کی وجہ سے ہو کیونکہ اس لام میں اھدی معنی مراد ہونے کا امکان ہو۔

اس فن کی مایہ ناز کتب

۱۔ الناسخ والمنسوخ فی حدیث،''الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ المتوفی ۲۴۱ھ
(تاریخ بغداد، جلد۹، ص ۳۷۵، الرسالۃ المستطرفہ، ص ۸۰)

۲۔ الناسخ والمنسوخ فی الحدیث''الامام الحافظ ابوداؤد السجستانی سلیمان بن الاشعث الأزری المتوفی ۲۷۵ھ
(الرسالۃ المستطرفۃ، ص ۸۰، فتح المغیث، جلد۳، ص ۶۲)

۳۔ الناسخ والمنسوخ فی الحدیث،''العلامہ الادیب اللغوی المحدث الفقیہ احمد بن اسحاق بن بھلول بن حسان بن التنوخی الأنباری المتوفی، ۳۱۸ھ
(تاریخ بغداد جلد۴، ص ۳۰، کشف الظنون، جلد۲، ص ۱۹۲۰، معجم المؤلفین، جلد ا، ص ۱۶۰)

۴۔ الناسخ والمنسوخ فی الحدیث،''محمد بن بحر مسلم الاصفھانی المتوفی ۳۲۲ھ
(معجم المولفین جلد۹، ص ۹۷، کشف الظنون، جلد۲، ص ۱۹۲۰،)

۵۔ الناسخ والمنسوخ فی الحدیث''محمد بن عثمان ابوبکر الجعد الشیبانی المتوفی ۳۲۶ھ''
(کشف الظنون، جلد۲، ص ۱۹۲۰)

۶۔ الناسخ والمنسوخ فی الحدیث،''الحافظ محدث الاندلس ابومحمد قاسم بن اصبغ بن محمد بن یوسف الأموی القرطبی المتوفی ۳۴۰ھ
(''کشف الظنون'' جلد۲، ص ۱۹۲۰)

۷۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ''الحافظ الواعظ عمر بن احمد بن عثمان ابوحفص ابن شاہین''المتوفی ص ۳۸۵ھ، (کتاب ھذا)
الناسخ والمنسوخ فی الحدیث''الامام الفقہ الصوفی الاصولی المتکلم المفسر النحوی الأستاذ ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیری المتوفی ص ۴۶۵ھ''
(کشف الظنون، جلد۲، ص ۱۹۲۰ء)

۹۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ''الامام المفسر الادیب اللغوی ابوجعفر النحاس احمد بن محمد بن اسماعیل المرادی المصری المتوفی ص ۳۳۷ھ''
(کشف الظنون، جلد۲، ص ۱۹۲۰)

۱۰۔ الناسخ والمنسوخ فی الحدیث ''الامام الحافظ ابوبکر احمد بن محمد ھانی الطائی المعروف بالأثرم المتوفی ۲۶۱ھ،
(الفہرست لابن الندیم ص ۳۲، الرسالۃ المتطرفۃ ص ۶۰)

۱۱۔ الإعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار'' الامام الحافظ البارع النسابۃ محمد بن موسیٰ بن عثمان بن موسیٰ بن حازم ابوبکر الحازمی الھمدانی المتوفی ۵۸۴ھ،
(فتح المغیث جلد۳ ص ۶۷، اختصار علوم الحدیث ص ۱۶۹)

۱۲۔ اخبار اھل الرسوخ فی الفقہ والتحدیث بمقدار الناسخ والمنسوخ من الحدیث'' الامام الحافظ الواعظ ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی الجوزی الحنبلی البغدادی المتوفی ص ۵۹۸ ابن جوزی نے اس فن پہ دوسری کتاب ''اعلام اھل العلم بتحقیق ناسخ الحدیث ومنسوخہ'' بھی تحریر فرمائی۔

۱۳۔ الناسخ والمنسوخ فی الحدیث العلامہ بدرالدین ابوحامد احمد بن محمد الرازی المتوفی ۶۳۰ھ

۱۴۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ'' امام المفسر اللغوی ھبۃ اللہ ابوالقاسم البغدادی المتوفی ۴۲۲''
(فہرس التیموریۃ جلد۲ ص ۳۳۱ کشف الظنون جلد۲ ص ۱۹۲۰)

۱۵۔ رسوخ الاحبار فی منسوخ الاخبار'' امام البرھان الدین ابراھیم بن عمر الجعبری المتوفی ۷۳۲ھ

۱۶۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ'' الامام الحافظ احمد بن محمد بن سلامۃ الازی الحجری الطحاوی الحنفی المصری المتوفی ۲۱ھ
(نصب الرایۃ جلد۲، ص ۱۷۴)

۱۷۔ الناسخ والمنسوخ فی الحدیث'' الامام الحافظ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصبھانی المتوفی ۳۹۶ھ المعروف ابوشیخ
(''الرسالۃ المستطرفۃ ص ۸۰۔ مقدمۃ طبقات علماء اصبھان ۱۰۵)

۱۸۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ' الامام الحافظ الحجۃ محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زھری المتوفی
(الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۴)

اسے اس فن کی اوّلین کتاب شمار کیا جاتا ہے۔

☆......☆......☆

کتاب الطہارت

باب : ١

اَلْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ

پانی سے پانی ہے

1۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْحِمَّانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ: أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ الرَّجُلِ، يُجَامِعُ أَهْلَهُ، ثُمَّ يُكْسِلُ وَلَا يُنْزِلُ؛ قَالَ: لَيْسَ عَلَيْهِ غُسْلٌ، سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: »لَيْسَ عَلَيْهِ غُسْلٌ« ، فَأَتَيْتُ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ، وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ؛ فَسَأَلْتُهُمْ، فَقَالُوا مِثْلَ ذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت زید بن خالد الجہینی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کرتا ہے پھر سست پڑ جاتا ہے اور اس کا انزال نہیں ہوتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر غسل واجب نہیں پھر میں حضرت طلحہ اور زبیر اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے پاس آیا اور ان سے پوچھا۔ انہوں نے بھی اسی کے مثل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری کتاب الغسل، باب غسل مایغیب من رطوبۃ فرج، دار الفکر۔ بیروت

2۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ، حَدَّثَهُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ الرَّجُلِ يُجَامِعُ وَلَا يُنْزِلُ، قَالَ: يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ" ،

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے مرد کے متعلق پوچھا جو جماع کرتا ہے اور اس کی منی خارج نہیں ہوتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ نماز کے وضو کی طرح وضو کرے

ثُمَّ قَالَ عُثْمَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ"

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔ پھر میں نے (حضرت زید بن خالد الجهنی) حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے مثل جواب ارشاد فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم کتاب الحیض، باب بیان ان الغسل یحب بالجماع، دار احیاء التراث العربی بیروت، (۲) صحیح ابن خزیمہ، ابواب الغسل من الجنابۃ، المکتب الاسلامی، (۳) شرح معانی الآثار باب الذی یجامع ولا ینزل، السنۃ المحمدیۃ مصر

3۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الدَّارِيُّ، مِنْ أَهْلِ بَيْرُوتَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ مَعْمَرُ بْنُ يَعْمَرَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَخْبَرَهُ؛ أَنَّهُ، سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَلَمْ يُمْنِ، فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ: »يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ فَرْجَهُ« ، وَقَالَ عُثْمَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ زَيْدٌ: وَسَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ، وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ، وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ"

حضرت زید بن خالد الجهنی نے حضرت عطا بن یسار کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان ؓ سے پوچھا آپ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں جو اپنی زوجہ سے وطی کرتا ہے اور اس کی منی خارج نہیں ہوتی۔ حضرت عثمان بن عفان ؓ نے ارشاد فرمایا وہ اپنی شرمگاہ کو دھولے اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرے پھر حضرت عثمان بن عفان ؓ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی فرماتے سنا ہے۔
زید بن یسار لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت زبیر بن عوام، حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے (اس مسئلہ کے متعلق) دریافت کیا تو سب نے مجھے ایسے ہی عمل کرنے کا حکم دیا۔

تخریج حدیث: (۱) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطہارۃ، باب الماء من الماء، دار التاج بیروت، (۲) السنن الکبری للبیہقی، کتاب الطہارۃ، باب وجوب الغسل بالتقاء الختانین، دار الفکر بیروت

4۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَصْرٍ الْأَنْطَاكِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ،

حضرت زید بن خالد الجهنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ سے اس مسئلہ کے

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ" : سَأَلْتُ خَمْسَةً مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُلُّهُمْ يَقُولُ: الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ"

متعلق دریافت کیا سب نے فرمایا کہ پانی سے پانی ہے۔ (یعنی انزال ہی کی صورت میں غسل جنابت ہے۔)

تخریج حدیث: مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، باب من کان یقول: الماء من الماء، دار التاج بیروت

5۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: »الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ« قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ أَبُو سَلَمَةَ يَفْعَلُ ذَلِكَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُكْمِلٍ: أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي بَعْضٌ مِنْ أَرْضِي، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ حَدَّثَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَهَا رُخْصَةً لِلْمُؤْمِنِينَ لِقِلَّةِ ثِيَابِهِمْ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا بَعْدَ ذَلِكَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَفَعَلَ ذَلِكَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ مَرَّةً

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کیا آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ پانی سے پانی ہے۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ ابوسلمۃ ایسے ہی کہا کرتے تھے: ابن شہاب نے فرمایا مجھے میرے علاقہ کے بعض لوگوں نے حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مکمل نے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ سھل بن سعد الساعدی ابی ابن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کے لئے ان کے کپڑوں کی کمی کی وجہ سے اس بات کی رخصت عنایت فرمائی پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سے منع فرما دیا۔ ابن شہاب نے کہا عبدالملک بن مروان نے ایک مرتبہ ایسا کیا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب بیان ان الغسل یجب بالجماع، دار احیاء التراث العربی بیروت، (۲) سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الاکسال، دار الکتاب العربی، بیروت، (۳) السنن الکبریٰ بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب وجوب الغسل بخروج المنی۔ دار الفکر بیروت، (۴) صحیح ابن حبان کتاب الطہارۃ، باب الغسل، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، (۵) مصابیح السنۃ، کتاب الطہارۃ، باب الغسل، دار القلم، بیروت،

6۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْحَضْرَمِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ إِلَى قُبَاءَ حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَنِي سَالِمٍ، وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَى بَابِ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ؛ فَصَرَخَ بِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ إِزَارَهُ، فَقَالَ: »أَعْجَلْنَا الرَّجُلَ« فَقَالَ: عِتْبَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْزِلُ عَنِ امْرَأَتِهِ، وَلَمْ يُمْنِ مَاذَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: »الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوموار کے دن قبا کی طرف نکلا یہاں تک کہ جب ہم قبیلہ بنی سالم پہنچے۔رسول اللہ ﷺ حضرت عتبان کے دروازے پر رک کے پھر انہیں آواز دی وہ اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہم نے تمہیں بلانے میں جلدی کی۔حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ آپ علیہ السلام اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اپنی زوجہ سے (وطی کرنے میں) جلدی میں ہوتا ہے اور اس کی منی خارج نہیں ہوتی۔اس کے لئے کیا حکم ہے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا پانی (غسل جنابت) پانی (اخراج منی) کے بدلے ہے۔

تخریج حدیث: (۱) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب بیان ان الغسل یجب بالجماع، دار احیاء التراث العربی، بیروت، (۲) مسند ابی عوانۃ، کتاب الطہارۃ، باب ذکر اباحۃ ترلاء الاغتال من الجماع ازال ینزل دار المعرفۃ، بیروت، (۳) صحیح ابن خزیمہ باب غسل الجنابۃ، المکتب الاسلامی

7۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ نَفِيسٍ الْمِصْرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَيْوَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانی (غسل جنابت) پانی (اخراج منی) سے ہے۔

تخریج حدیث: (۱) امام طحاوی نے اپنی سند سے یہ روایت شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ، باب الذی یجامع ولا ینزل۔ السنۃ المحمدیہ، مصر، (۲) سنن الکبری بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب وجوب الغسل بخروج المنی، دار الفکر، بیروت

8۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي إِسْحَاقُ بْنُ بُهْلُولٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي بُهْلُولٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا جَامَعَ أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ وَأَعْجَلَتْهُ حَاجَةٌ، فَإِنَّمَا يُجْزِئُهُ أَنْ يَغْسِلَ ذَكَرَهُ وَأُنْثَيَيْهِ، وَيَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی زوجہ سے جماع کرے اور وہ پانی نہ پائے اس کی منی خارج نہ ہو یا اسے اپنی ضرورت میں جلدی ہو بس اس کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے آلہ تناسل اور اپنے خصیے کو دھولے اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرے۔

تخریج حدیث: (۱) صحیح بخاری، کتاب الوضو باب من لم یرالوضوالامن المخرجین۔ دار الفکر، بیروت، (۲) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب بیان ان الغسل یجب بالجماع، (۳) سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب الماء من الماء۔ دار الفکر، بیروت، (۴) صحیح ابن حبان، کتاب الطہارۃ، باب الغسل، موسسۃ الرسالۃ، بیروت

9۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حُذَيْفَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ فَعَجِلَ، وَلَمْ يُنْزِلْ، فَأَقْحَطَ فَلَا يَغْتَسِلْ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی اپنی زوجہ کے پاس آئے اسے جلدی ہو اور اس کا انزال نہ ہو پھر وہ پانی نہ پائے تو اس پر غسل (واجب) نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔ (۱) حلیۃ الاولیاء جلد ۸، ص ۸۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، (۲) مجمع الزوائد جلد ۱، ص ۲۷۰ دار الفکر، بیروت

10۔ حَدَّثَنِي أَبِي رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْرَائِيلَ الْمُلَائِيُّ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَعَاهُ، فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ؛ فَقَالَ: »لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ« قَالَ: أَجَلْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، قَالَ: »إِذَا أُعْجِلَ أَحَدُكُمْ أَوْ أَقْحَطَ فَلَا يَغْتَسِلْ«

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا ہے نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم انصار میں سے ایک شخص کے پاس سے گزرے پھر اسے بلایا وہ اس حال میں نکلا کہ اس کے (سر سے) قطرے بہہ رہے تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا شاید ہم نے آپ کو بلانے میں جلدی کی۔

اس نے کہا جی ہاں! اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جلدی میں ہو یا وہ پانی نہ پائے تو اس پر غسل (واجب) نہیں۔

تخریج حدیث: (۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳، ص ۲۱، ۲۶ دار المعارف، بیروت، (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، باب من یقول الماء من الماء، دار التاج، بیروت، (۳) مسند الطیالسی جلد ۱، ص ۵۹ مجلس دائرۃ المعارف القائمۃ فی الھند

11۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ، بِالرَّمْلَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ الْحَلَبِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُنَيْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ«

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پانی سے پانی ہے۔

تخریج حدیث۔ التلخیص الحبیر، جلد ا، ص ۱۴۲، مکتبۃ الازہریۃ

12۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَلَغَنِي عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، حَدِيثٌ وَهُوَ بِالرُّومِ فَحَدَّثَنِي عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، ثُمَّ أَكْسَلَ فَلْيَغْسِلْ مَا أَصَابَ الْمَرْأَةَ مِنْهُ، ثُمَّ لِيَتَوَضَّأْ«

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے وطی کرے پھر اس کا انزال نہ ہو بس جو کچھ اسے (عورت کی طرف سے نجاست) پہنچی ہے اسے دھو لے پھر وضو کر لے۔

تخریج حدیث: (۱) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب انما الماء من الماء، دار احیاء التراث العربی، (۲) مسند احمد بن حنبل ص ۱۱۴، جلد ۵، دار المعارف۔ بیروت

13۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَيْضًا قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامٍ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَيْضًا قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ أَحَدُنَا فَأَكْسَلَ فَلَمْ يُنْزِلْ، قَالَ: »يَغْسِلُ مَا أَصَابَ الْمَرْأَةَ مِنْهُ، وَيَتَوَضَّأُ، وَيُصَلِّي«

حضرت ابی ابن کعب نے کہا کہ میں نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ہم میں سے (اپنی زوجہ سے) وطی کرتا ہے اور وہ سست پڑ جاتا ہے بس اس کی منی خارج نہ ہو۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسے جو کچھ (نجاست) اپنی زوجہ کی طرف سے پہنچی ہے اسے دھو لے اور وضو کرے اور وہ نماز پڑھ لے۔ فرماتے ہیں: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور حضرت عروہ فتویٰ بھی دیتے اور اسی پر عمل بھی کرتے۔

قَالَ وَكَانَ أَبُو أَيُّوبَ يُفْتِي بِهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ عُرْوَةُ يُفْتِي بِهِ وَيَفْعَلُهُ، لَفْظُ حَدِيثِهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْأَشَجِّ

تخریج حدیث: (۱) صحیح البخاری کتاب الغسل، باب غسل مایغیب من رطوبۃ المراہ، دار الفکر، بیروت، (۲) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب بیان ان الغسل یجب بالجماع، داراحیاء التراث العربی، بیروت، (۳) مسند ابی عوانۃ جلد ۱، ص ۲۸۷، دار المعرفۃ، بیروت، (۴) مسند احمد ابن حنبل جلد ۵ ص ۱۱۳، دار المعارف بیروت

14۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا جَامَعَ أَحَدُكُمْ فَأَكْسَلَ فَلْيَتَوَضَّأْ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ«

حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی مجامعت کرے پھر اس کی منی خارج نہ ہو بس وہ نماز کے وضو جیسا وضو کرے۔

تخریج حدیث: (۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب الطہارۃ، باب مایوجب الغسل المکتب الاسلامی

15۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَحَدُنَا يَأْتِي امْرَأَتَهُ، ثُمَّ يُكْسِلُ، فَقَالَ: »الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ«

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہم میں سے کوئی اپنی زوجہ کے پاس (وطی کے لیے) آتا ہے پھر اس کی شہوت ٹوٹ جاتی ہے (اور انزال نہیں ہوتا) تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی سے پانی ہے۔

تخریج حدیث: مصنف عبدالرزاق، کتاب الطہارۃ، باب مایوجب الغسل المکتب الاسلامی

16۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا جَامَعَ أَحَدُكُمْ فَأَكْسَلَ أَنْ يُمْنِيَ فَلْيَغْسِلْ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ وَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جماع کرے اور اس کی منی خارج نہ ہو تو اسے چاہیے کہ جو نجاست اسے عورت کے چھونے سے پہنچی ہے اسے دھو لے اور وضو کرے۔

تخریج حدیث: مصنف عبدالرزاق، کتاب الطہارۃ، باب مایوجب الغسل المکتب الاسلامی

17۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَيْضًا أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَانِئٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَيْسَ فِي الْإِكْسَالِ إِلَّا الطُّهُورُ«

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔شہوت کے ٹوٹنے پر وضو (کے سوا کچھ نہیں) ہے۔

تخریج حدیث:(۱) شرح معانی الآ ثار، کتاب الطہارۃ، باب الذی یجامع ولا ینزل السنۃ المحمدیۃ ،(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، باب من کان یقول الماء من الماء، دار التاج، بیروت

18۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْقَطِيعِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شَاذَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَلًّى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَتِ" الْفُتْيَا: الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ أُحْكِمَ الْأَمْرُ، وَنُهِيَ عَنْهُ"

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انزال کی صورت میں ہی غسل جنابت کا فتوی اوائل اسلام میں تھا پھر (التقاء ختانان) کی صورت میں غسل کرنے کا حکم دیا گیا اور (سابقہ فعل سے) منع کر دیا گیا۔

تخریج حدیث:(۱) جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء ان الماء من الماء، دار الکتب العربی بیروت،(۲) صحیح ابن حبان، کتاب الغسل، باب الغسل،(۳) شرح معانی الآ ثار، کتاب الطہارۃ، باب الذی یجامع ولا ینزل، السنۃ المحمدیۃ مصر،(۴) الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآ ثار۔ کتاب الطہارۃ، باب ما کان فی بدء الاسلام، مکتبۃ دار ابن حزم، بیروت

19۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ ابْنِ عُتْبَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے متعلق سوال کیا گیا جو انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی پانی کی کمی پائے اور اس کی منی بھی خارج

زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا أَقْحَطَ أَحَدُكُمْ فَلَمْ يُنْزِلِ الْمَاءَ فَلَا غُسْلَ« فَقَالَ: قَدْ تَرَكَ ذَلِكَ أُبَيٌّ يَعْنِي ابْنَ كَعْبٍ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ"

نہ ہوئی ہو پھر اس پر غسل نہیں۔ آپ نے فرمایا: حضرت ابی ابن کعب نے اپنے وصال سے قبل اس (پرعمل) چھوڑ دیا تھا

تخریج حدیث: (۱) موطا امام مالک، کتاب الطہارۃ، باب وجوب الغسل اذا التقی الختانان، الدار التونسیۃ، (۲) السنن الکبری بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب وجوب الغسل بالتقاء الختانین، دار الفکر بیروت، (۳) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، باب من قال اذا التقی الختانان وجب الغسل، دار التاج بیروت

20۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَبْطَأَ عَلَيْهِ فَقَالَ: »مَا حَبَسَكَ« قَالَ: كُنْتُ عَلَى الْمَرْأَةِ، فَقُمْتُ فَاغْتَسَلْتُ قَالَ: »وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا تَغْتَسِلَ مَا لَمْ تُنْزِلْ« فَكَانَتِ الْأَنْصَارُ تَفْعَلُ ذَلِكَ

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے انصار میں سے کسی کو ایک شخص کی طرف بھیجا۔ اس نے آنے میں تاخیر کی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کس چیز نے تمہیں روکا انہوں جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ (مجامعت میں مشغول) تھا پس میں اٹھا اور میں نے غسل کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم پر اس وقت تک غسل (جنابت واجب) نہیں ہے جب تک تمہاری منی خارج نہ ہو۔ راوی نے کہا ہے انصار ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تخریج حدیث۔ مسند البزار جلد ا، ص ۱۹۸، موسسۃ الکتاب الثقافیۃ

21۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْفَضْلَ بْنَ مُوسَى، يَقُولُ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو حَنِيفَةَ عَلَى الْأَعْمَشِ نَعُودُهُ، فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ: لَوْلَا الثِّقْلُ عَلَيْكَ لَزِدْتُ فِي عِيَادَتِكَ أَوْ لَعُدْتُكَ أَكْثَرَ مِمَّا أَعُودُكَ، فَقَالَ لَهُ الْأَعْمَشُ: وَاللَّهِ إِنَّكَ لَتَثْقُلُ عَلَيَّ وَأَنْتَ

علی بن حشرم نے فرمایا میں نے فضل بن موسیٰ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور ابو حنیفہ اعمش کی عیادت کے لیے ان کے ہاں گئے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا اگر آپ کے لیے بوجھ نہ بنے تو میں آپ کی عیادت کے لیے آنے جانے میں اور اضافہ کروں۔ اعمش نے اس سے کہا۔ اللہ کی قسم آپ نے تو پریشانی اٹھائی ہے آپ تو اپنے گھر میں تھے

فِي بَيْتِكَ فَكَيْفَ إِذَا دَخَلْتَ عَلَيَّ، فَلَمَّا خَرَجَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: »إِنَّ الْأَعْمَشَ لَمْ يَصُمْ رَمَضَانَ قَطُّ، وَلَمْ يَغْتَسِلْ مِنْ جَنَابَةٍ« ، قَالَ عَلِيٌّ: فَقُلْتُ لِلسِّينَانِيِّ: أَيَّ شَيْءٍ أَرَادَ بِذَلِكَ؟ قَالَ: كَانَ الْأَعْمَشُ يَرَى الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ، وَيَتَسَحَّرُ بِحَدِيثِ حُذَيْفَةَ

میرے پاس کیسے تشریف لے آئے۔ جب (ہم) دونوں نکلے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اعمش نے کبھی رمضان کے روزے نہیں رکھے، اور نہ ہی کبھی جنابت سے غسل کیا ہے۔علی کہتے ہیں: میں نے شیبانی سے کہا۔(امام ابوحنیفہ) اس بات سے کیا مراد لیتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔اعمش انزال (ہی کی صورت میں غسل جنابت (واجب سمجھتے) تھے اور (وہ) حضرت حذیفہ والی حدیث سے دھوکہ کھا گئے۔

22۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، أَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: جَاءَ أَبُو مُوسَى إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ: إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ وَأَسْتَحْيِي، فَقَالَتْ: لَا تَسْتَحْيِي؛ فَإِنَّمَا أَنَا أُمُّكَ، قَالَ: الرَّجُلُ يُجَامِعُ وَلَا يُنْزِلُ؟، قَالَتْ عَائِشَةُ: عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »إِذَا جَلَسَ بَيْنَ الشُّعَبِ الْأَرْبَعِ، ثُمَّ أَلْزَقَ الْخِتَانَ بِالْخِتَانِ، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ«

میں یہ چاہتا ہوں کہ میں آپ سے سوال کروں۔آپ نے فرمایا مجھ سے شرم نہ کرو۔پس میں تو تمہاری ماں ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی عورت کی چار شاخوں (دو ہاتھ اور دو ٹانگوں) کے درمیان بیٹھے پھر شرمگاہ سے شرمگاہ ملائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔

تخریج حدیث۔مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۹۷،الام جلد ۱ ص ۳۱۔دار المعارف بیروت

23۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْفَرَجِ الْغَافِقِيُّ، بِمِصْرَ، حَدَّثَنَا فَهْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْجُدْعَانِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ، ثُمَّ أَلْزَقَ الْخِتَانَ بِالْخِتَانِ، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ«

حضرت سعید بن میبؒ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی (عورت) کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور شرم گاہ سے شرم گاہ ملائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی اذا التقی الختانان وجب الغسل، دار الکتب العربی بیروت۔(۲) سنن ابن ماجہ، جلد ا، ص ۱۹۹ دار الفکر بیروت۔(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطھارۃ، باب اذا التقی الختانان وجب الغسل، دار التاج بیروت۔(۴) شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ، باب الذی بجامع ولا ینزل۔السنۃ المحمدیۃ مصر

24۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ سَلَامَةَ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا جَلَسَ بَيْنَ الشُّعَبِ الْأَرْبَعِ وَأَلْزَقَ الْخِتَانَ بِالْخِتَانِ، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ«

حضرت سعید بن المسیب حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے ایسی عورت کے متعلق پوچھا کہ جو خواب میں وہ دیکھتی ہے (یعنی پانی) جو مرد دیکھتا ہے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس پر غسل (واجب) نہیں جب تک اس کا انزال نہ ہو۔فرمایا جیسا مرد پر غسل نہیں جب تک اسے انزال نہیں ہوتا۔

تخریج حدیث۔نفس المرجع

25۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ: أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي الْمَنَامِ مَا يَرَى الرَّجُلُ، فَقَالَ: »لَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ حَتَّى تُنْزِلَ« قَالَ: فَكَأَنَّمَا الرَّجُلُ لَيْسَ عَلَيْهِ غُسْلٌ حَتَّى يُنْزِلَ"

حضرت سعید بن المسیب حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے ایسی عورت کے متعلق پوچھا کہ جو خواب میں وہ دیکھتی ہے (یعنی پانی) جو مرد دیکھتا ہے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس پر غسل (واجب) نہیں جب تک اس کا انزال نہ ہو۔فرمایا جیسا مرد پر غسل نہیں جب تک اسے انزال نہیں ہوتا۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب المراۃ، تری فی منامھا ماری الرجل، دارالفکر، بیروت۔(۲)سنن دارمی، کتاب الطہارۃ، باب فی المراۃ تری فی منامھا ماری الرجل، مطبۃ الاعتدال، دمشق۔(۳)معجم الاوسط جلد۱،ص ۳۸۷،۳۷۹۔(۴)مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، باب فی المراۃ تری فی منامھا، دارالتاج، بیروت۔(۵)سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب غسل المراۃ تری فی منامھا ماری الرجل۔المطبۃ المصریۃ بالازھر

26۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، وَمَا كَتَبْتُهُ إِلَّا عَنْهُ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَغْشَى الْمَرْأَةَ فَكَانَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ، ثُمَّ اجْتَهَدَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ، أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ« هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مَا كَتَبْنَاهُ عَنْ أَحَدٍ إِلَّا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی زوجہ سے جماع کا ارادہ کرے اور اس کی چار شاخوں کے درمیان ہو پھر کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے اگر چہ وہ اپنی منی خارج کرے یا اس کا انزال نہ ہو۔

امام ابن شاہین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح غریب ہے میں عبداللہ بن سلمان رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی نے اسے نہیں لکھا۔

تخریج حدیث۔(۱)صحیح البخاری۔کتاب الغسل باب اذا التقی الختانان، دارالفکر، بیروت۔(۲)صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب بیان ان الغسل یجب بالجماع، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔(۳)سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الاکسال، دارالکتاب العربی، بیروت۔(۴)سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی المراۃ تری فی المنام مثل ماری الرجل، المطبۃ المصریۃ بالازہر۔(۵)سنن دارقطنی، کتاب الطہارۃ، باب وجوب الغسل بالتقاء الختنین وان لم ینزل، مطبعۃ عالم الکتب، بیروت

27۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَيُّوبَ، : أَنَّ سَهْلَ بْنَ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِيهِ، : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ فَنَادَاهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ، وَمَضَى مَعَهُ حَتَّى أَتَى الْمَسْجِدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ، ثُمَّ اغْتَسَلَ فَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَايُلَ الْمَاءِ فِي شَعْرِهِ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، سَمِعْتُ نِدَاكَ وَأَنَا عَلَى امْرَأَتِي، فَقُمْتُ قَبْلَ أَنْ أُنْزِلَ فَاغْتَسَلْتُ،

حضرت سہل بن رافع بن خدیج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں آواز دی تو وہ ان کی طرف نکلے اور ان کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کے مسجد تک آئے پھر واپس پلٹ گئے اور غسل کیا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی طرف دیکھا ان کے بالوں سے پانی بہہ رہا تھا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اس سے متعلق) دریافت فرمایا انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کی آواز سنی اس وقت میں اپنی زوجہ سے

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا انْصَرَفَ: »إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ«

مشغول تھا۔ میں انزال سے قبل ہی آ گیا تھا (اس لیے) پھر میں نہانے گیا۔ آپ ﷺ نے ان کے جانے کے بعد فرمایا جب (مرد) کی شرمگاہ (عورت کی) شرمگاہ میں اُتر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

تخریج حدیث۔ مسند احمد بن حنبل، جلد۴، ص۱۴۳، دارالمعارف، بیروت

28۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا حَمْزَةُ بْنُ الْعَبَّاسِ، حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِمْرَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ عُرْوَةَ، عَنِ الَّذِي، يُجَامِعُ فَلَا يُنْزِلُ فَقَالَ: تَرَكَ يَعْنِي: تَرَكَ الْغُسْلَ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَأْخُذُوا بِالْأَمْرِ الْآخِرِ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَلِكَ وَلَمْ يَغْتَسِلْ، وَذَلِكَ قَبْلَ فَتْحِ مَكَّةَ، ثُمَّ اغْتَسَلَ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَمَرَنَا بِالْغُسْلِ

حسن بن عمران زہری سے روایت کرتے ہیں انہوں نے عروہ سے ایسے شخص سے متعلق پوچھا جو (اپنی بیوی سے) جماع کرتا ہے اور اس کا انزال نہیں ہوتا۔ انہوں نے فرمایا اسے ترک کیا گیا یعنی غسل کو ترک کیا گیا تھا پھر لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے دوسرے حکم پر عمل کا حکم دیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا نے مجھ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے (یعنی آپ جماع فرماتے اور انزال نہ ہوتا) تو آپ غسل نہ فرماتے اور یہ فتح مکہ سے قبل تھا پھر اس کے بعد غسل فرماتے اور ہمیں بھی غسل کرنے کا حکم دیتے تھے۔

تخریج حدیث۔ (۱) صحیح ابن حبان، کتاب الطہارۃ، باب الغسل، موسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ (۲) سنن دارقطنی، کتاب الطہارۃ، باب نسخ قولہ الماء من الماء، مطبہ عالم الکتب، بیروت

تحقیق

الماء من الماء سے مراد غسل جنابت کا وجوب شرمگاہ سے منی کے اخراج پر ہے۔اوائل اسلام میں جماع کرنے کی صورت میں غسل کا وجوب منی کے اخراج پر منحصر تھا پھر اس حکم میں حکمت ربانی سے تبدیلی لائی گئی اور نبی کریم علیہ السلام نے محض شرمگاہوں کے آپس میں ملنے سے ہی غسل کرنے کا حکم جاری فرما دیا۔امام ابن شاہین رحمہ اللہ اس باب میں اٹھائیس روایات لائے ہیں جس میں سے حضرت ابی بن کعب سے نو، حضرت ابو ہریرہ سے چار، حضرت عائشہ سے تین، حضرت عثمان بن عفان سے تین، حضرت ابوسعید الخذری سے اور حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت ابن عباس حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک ایک روایت مروی ہے۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:

مقدمۃ الکتاب میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ جب دو احادیث بظاہر متعارض ہوں تو دونوں کا صحت میں برابر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ ضعیف روایت صحیح یا حسن روایت کی متعارض نہیں بن سکتی، لہٰذا پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مذکورہ باب کی دونوں طرح کی احادیث درجہ صحت کی ہی ہیں یا نہیں، امام حازمی فرماتے ہیں:

وقد صحت الاخبار فی طریقی الایجاب والرخصة، وتعذر الجمع

اور (التقاء ختانان سے غسل کے) وجوب اور اس کی رخصت کی روایات درجہ صحت کی ہیں اور ان کے درمیان تطبیق ممکن نہیں۔

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من آلاثار ص ۶۵)

لہٰذا جب روایات دونوں طرح کی صحیح ہیں اور تطبیق بھی ممکن نہیں تو پھر نسخ کی معرفت کے ذرائع سے اسکی پہچان کی جائے گی، ابن شاہین نے سرکار عالم علیہ السلام کا فرمان وضاحت سے نقل فرمایا ہے۔

جب مرد اپنی زوجہ سے وطی کا ارادہ کرے اور اس کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر (جماع کے لیے) کوشش کرے تو

غسل واجب ہو جاتا ہے۔ انزال ہو یا نہ ہو۔ (حدیث نمبر ۲۶)

اس روایت کو امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام ابن ماجہؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، ابن حبانؒ نے امام دارقطنیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام طحاویؒ، امام بیہقیؒ، رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتب احادیث میں نقل فرمائی ہے جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ امام ترمذیؒ، امام طحاویؒ، امام دارقطنیؒ اور امام ابن اثیر الجزریؒ نے حضرت ابی ابن کعبؓ کا قول نقل فرمایا۔

قال المآء من المآء رخصة فی اول الاسلام ثم نهی عنها — غسل جنابت انزال سے ہے اس حکم کی رخصت اوائل اسلام میں تھی پھر اس عمل کی ممانعت آ گئی۔

۱۔ الجامع الترمذی۔ باب الماء من الماء

۲۔ شرح معانی الآثار، باب الذی یجامع ولا ینزل

۳۔ سنن دارقطنی، باب نسخ قولہ المآء من المآء

۴۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، جلد ۷، ص ۲۷۳

اس باب میں ائمہ کرام کا موقف:

چونکہ اس باب میں نسخ جن دلائل سے ثابت ہے ان پر تمام فقہاء فقہ کا اتفاق ہے، لہٰذا امام حازمیؒ فرماتے ہیں۔

ولا اعلم الیوم بین اهل العلم فیه اختلاف — میں نہیں جانتا کہ اہلِ علم کے درمیان اس باب میں آج تک اختلاف نہیں واقع ہوا ہو۔

(الاعتبار ص ۱۸۸)

اگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے درمیان اس باب میں ابتداء نزاع پایا جاتا تھا جس کا سبب ان تک ناسخ حدیث کا نہ پہنچنا تھا، لہٰذا جب حدیث کا ابلاغ ہوا تو یہ اختلاف بھی رفع ہو گیا، امام حازمیؒ فرماتے ہیں۔

ان اکثر من کان یری الرخصة لما بلغهم النسخ نزعوا عن ذلك — صحابہ کرام کی کثیر تعداد اس باب میں رخصت کی رائے کی حامل تھی جب انہیں نسخ کی حدیث پہنچی تو وہ اس سے دست بردار ہو گئے۔

(الاعتبار ص ۱۸۹)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت اور مرد کی شرمگاہوں کے ملنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے، اگرچہ انزال نہ ہو۔

(میزان الشعرانی جلد ۱، ص ۳۴۸)

ابن دقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

انعقد الاجماع اخير اعلى ايجاب الغسل
(احکام الاحکام جلد ۱، ص ۱۰۳)

بالاخر (التقاء ختنان سے) غسل کے وجوب پر اجماع منعقد ہو گیا۔

امام شرف الدین النووی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اعلم ان الامة مجتمعة الان على وجوب الغسل بالجماع، وان لم يكن معه انزال
(شرح مسلم جلد ۳، ص ۳۶)

جان لو امت جماع سے غسل کے وجوب پر متفق ہے، اگر چہ اس صورت میں انزال نہ بھی ہوا ہو۔

مذکورہ باب کے حکم کی حکمت:

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ذلك كان فى اول الاسلام رخصة لقلة ثياب الناس، ثم نسخ ذلك وامر بالغسل بالاكسال وان لم ينزل
(شرح ابی داؤد جلد ۱، ص ۴۸۵)

یہ رخصت اوائل اسلام میں لوگوں کے پاس لباس کی کمی کی صورت میں دی گئی پھر اسے منسوخ کر دیا گیا، اور سست پڑ جانے کی صورت میں اگر چہ انزال نہ بھی ہو غسل کا حکم فرمایا گیا۔

اس طرح امام ابن شاہین رحمہ اللہ اس کے متعلق حضرت ابی ابن کعبؓ کا قول ذکر فرماتے ہیں۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جعلها رخصة لقلة ثيابهم، ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فنهى عنه بعد ذلك
(ناسخ الحدیث ومنسوخہ، باب الماء من الماء)

رسول کریم علیہ السلام نے یہ رخصت کپڑوں کی کمی کے باعث فرمائی پھر آپ علیہ السلام نے اس عمل سے منع فرما دیا۔

تخفیف کی وجہ حالات کی زلزلہ سامانیوں کے سبب صحابہ کرام کے پاس لباس کی قلت تھی، جب حالات نے کروٹ لی تو عمدہ لباس میسر آنے لگے، حکم میں تبدیلی لا کر غسل کا حکم جاری فرما دیا گیا۔

☆......☆......☆

باب : ۲

حديث آخر من المنسوخ

بَابٌ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

29- حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ شُعَيْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الذَّارِعُ، إِمْلَاءً يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَنَةَ ثَمَانٍ وَثَلَاثِمِائَةٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مَعْشَرٍ الْمَدَنِيُّ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ« وَهَذَا حَدِيثٌ مَنْسُوخٌ لَا حُكْمَ لَهُ، وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَأْتُونَ مِنْ أَعْمَالِهِمْ فَيَعْرَقُونَ، وَتَكُونُ مِنْهُمُ الرَّوَائِحُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَوِ اغْتَسَلْتُمْ« ثُمَّ قَالَ: »مَنْ تَوَضَّأَ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ أَفْضَلُ«

جمعہ کے دن غسل کا وجوب

حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز جمعہ کیلئے آئے تو غسل کرے، یہ حدیث منسوخ ہے اس کا حکم باقی نہیں ہے اور (یہ غسل کا حکم) اس وجہ سے تھا کہ لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوتے جس کی وجہ سے ان کے وجودوں سے پسینے کے سبب بُو پیدا ہوتی (اس سبب) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (کتنا بہتر ہو کہ) اگر تم غسل کرلو پھر ارشاد فرمایا جس نے وضو کیا تو اس کے لیے بہتر ہے اور جس نے غسل کیا تو یہ افضل ہے۔

تخریج حدیث۔(۱)۔موطا امام مالک باب الغسل فی غسل یوم الجمعۃ۔(۲) بخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل غسل یوم الجمعۃ۔(۳) مسلم، کتاب الجمعۃ۔(۴) النسائی، کتاب الجمعۃ، باب الامر بالغسل یوم الجمعۃ۔(۵) ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل للجمعۃ۔(۶) ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الغسل یوم الجمعۃ۔(۷) ترندی کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل للجمعۃ۔(۸) دارمی، کتاب الصلوٰۃ، باب الغسل یوم الجمعۃ۔(۹) سنن الکبری بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب الغسل للجمعۃ۔(۱۰) مسند احمد جلد...... ص ۲۱۹۔(۱۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب غسل الجمعۃ۔(۱۲) صحیح ابن حبان، کتاب الطہارۃ، باب غسل الجمعۃ۔(۱۳) شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ، باب غسل الجمعۃ۔(۱۴) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوٰۃ، باب الغسل یوم الجمعۃ۔(۱۵) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلوٰۃ، ابواب الغسل للجمعۃ۔المعجم الاوسط، جلد ۲، ص ۲۰۔۱۷، تلخیص الحبیر، جلد ۲، ص ۱۷۔۱۸، الرسالہ ص ۲۹۶

30۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَرَّانِيُّ بِالرَّقَّةِ، حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ الرَّهَاوِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سَابِقٌ يَعْنِي: ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَرْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ أَبَانَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ تَرَكَهُ فَقَدْ أَحْسَنَ« قَوْلُهُ: وَمَنْ تَرَكَهُ فَقَدْ أَحْسَنَ زِيَادَةٌ غَرِيبَةٌ لَا أَعْرِفُهَا فِي غَيْرِ هَذَا الْحَدِيثِ وَمَعْنَاهُ عِنْدِي- وَاللَّهُ أَعْلَمُ- مَنِ اغْتَسَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ طَلَبًا لِلتَّضْعِيفِ فِي مَثُوبَةِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمَا فِيهِ مِنَ الثَّوَابِ، وَمَنْ تَرَكَهُ فَقَدْ أَحْسَنَ؛ لِأَنَّهُ قَبِلَ الرُّخْصَةَ فِي تَرْكِ الْغُسْلِ، وَلَعَلَّهُ مَنْسُوخٌ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے روز غسل کیا تو اچھا عمل ہے اور جس نے ترک کیا تو اس نے بھی اچھا کیا۔ ابن شاہین فرماتے ہیں کہ "ترکہ فقد احسن" کی زیادتی غریب ہے۔ میں نے انہیں اس حدیث کے علاوہ کسی دوسری حدیث میں نہیں دیکھا اور اس کے معانی کیا ہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جس نے (جمعہ کے دن) غسل کیا تو اس نے اس دن کے غسل کے بدلہ عمدہ اجر طلب کیا جو اجر اس دن عطا فرمایا جاتا ہے اور جس نے چھوڑ دیا اس نے بھی اچھا کیا کیونکہ یہ ترک غسل کے باب میں ازقبیل رخصت ہے یہ منسوخ ہے۔ اور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ یہ پسند فرماتا ہے کہ تم رخصت کو قبول کرو جیسا کہ وہ پسند فرمایا ہے کہ اس کی عزیمت پر بھی عمل کرو۔

تخریج حدیث۔ (۱) جامع المسانید جلد ۱، ص ۲۷۰، ۲۷۴ (۲) صحیح ابن حبان، جلد ۴، ص ۱۷۲ (۳) المعجم الاوسط، جلد ۳، ص ۲۷۶۔ (۴) السنن الکبری، جلد ۳، ص ۱۴۰۔ (۵) مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۵، ص ۱۳۷۔ (۶) حلیۃ لاولیاء، جلد ۲، ص ۱۴۰

تحقیق

امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے اس باب میں دو احادیث نقل فرمائیں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابرؓ سے مروی ہیں۔ کتب احادیث میں جمعہ کے دن غسل کرنے کی روایات حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں، اس باب میں ابن شاہینؒ نے متعارض روایت کو الگ سے ذکر نہیں فرمایا بلکہ اسے ساتھ ہی ذکر فرمانے کے بعد خود اس کے متعلق حکم بھی بیان کر دیا کہ "ہذا حدیث منسوخ لاحکم لہ" یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کا حکم اب باقی نہیں۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:

اگرچہ امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے اس کے متعلق وضاحت فرمادی کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے اب اس کا حکم باقی نہیں لیکن ائمہ فقہاء و محدثین کے نزدیک اس باب میں نسخ واقع نہیں ہوا، دونوں طرح کی احادیث روایتاً صحیح ہونے کے باوجود نسخ کا احتمال نہیں رکھتیں، کیونکہ فقہاء نے ان متعارض روایات میں تطبیق دی ہے اور نسخ متعارض روایات میں تطبیق نہ ہونے کے سبب ہوتا ہے۔

اس باب میں ائمہ کرام وفقہا عظام کے مذاہب:

امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک جمعہ کے دن غسل سنت مستحبہ ہے۔

(شرح ابوداؤد امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ جلد ا، ص ۴۳۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

امام مالک رحمہ اللہ کے اس کے متعلق تین مختلف اقوال ہیں۔

واجب، سنت، مستحب

اصل ظواہر کے ہاں جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے۔ (المحلی جلد 2 ص 14، 17) امام مالک رحمہ اللہ کے ایک قول اور اصل ظواہر کے علاوہ جمہور ائمہ وفقہاء اس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں۔

جمہور کے دلائل:

مالکیہ اور اہل ظواہر کے ہاں حدیث مبارک "اذا جاء احدکم الجمعة فلیغسل" میں صیغہ امر آیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے جبکہ جمہور ائمہ کے نزدیک صیغہ امر وجوب کیلئے نہیں۔

ابن الدقیق العیدؒ المتوفی ۷۰۲ھ فرماتے ہیں۔

وحملوا الامر علی الاختیار والاخلاق۔ — صیغہ امر کو اختیار اور اخلاق پر محمول کیا جائے گا۔

ای واجب فی السنة — معنی یہ ہوگا کہ بحیثیت سنت لازم ہے۔

(شرح عمدۃ الاحکام جلد ۱ ص ۱۰۹، امام شافعی الرسالۃ ۲۹۴، اختلاف الحدیث ۱۰۸)

متعارض احادیث میں رسوخ کے حامل جلیل القدر محقق ابن قتیبہ الدینوریؒ المتوفی ۲۷۶ھ بیان کرتے ہیں۔

وھذا کلہ اختیار منہ، وایجاب علی الفضیلة، لا علی حجة الفرض — یہ تمام (احادیث) اختیار پر دلالت کرتی ہیں اور فضیلت کو لازم کرتی ہیں نہ کہ اس کے فرض ہونے کو۔

(تاویل مختلف الحدیث ص ۲۶۷، دار الحدیث، قاہرہ)

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

والمعنیٰ، انہ متاکد فی حقہ کما یقول الرجل لصاحبہ، حقك واجب علی — اس کا معنی اس کے حق میں تاکید ہے جیسے کسی شخص کا اپنے ساتھی سے کہنا تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔

(شرح ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۶۰)

امام ابن عبدالبر المالکیؒ المتوفی ۴۶۳ھ واجب کا معنی ومراد ذکر فرماتے ہیں۔

لیس المرادہ انہ واجب فرضا، بل ھو مووّل ای واجب فی السنة، اوفی المروءة اوفی الاخلاق، الجمیلة کمال تقول العرب وجب حق — واجب سے مراد اس کا فرض ہونا نہیں ہے بلکہ اسکی تاویل اس طرح ہے کہ بحیثیت سنت لازم ہے یا بحیثیت مروت یا بحیثیت اچھے اخلاق کے اس کو اختیار کرنا لازم ہے جسے عرب کہتے ہیں، تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔

(الاستذکار جلد ۵ ص ۱۸)

ائمہ کرام نے صیغہ امر کے متعلق جو معانی اخذ فرمائے اس کا سبب ان کے ہاں حضرت ابن عباسؓ کی روایت تھی جب

اہل عراق میں سے کچھ لوگ آپ کے ہاں آئے اور عرض کی کہ جمعہ کے غسل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، کیا یہ فرض ہے؟ آپ نے فرمایا۔

لا ولکنہ اطھر وخیرلمن اغتسل ومن لم یغسل فلیس علیہ واجب

یہ فرض نہیں البتہ غسل کرنے والے کے لیے پاکیزگی اور بہتری کی علامت ہے اور جو نہ کرے اس کیلئے واجب نہیں۔

(بدرالدین عینی شرح ابی داؤد، جلد۲، ص ۱۷۶، طحاوی)

اس روایت سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام کے ہاں بھی یہ حکم وجوبی نہ تھا لیکن غسل کر لینا عمدہ عمل سمجھا جاتا تھا۔ امام زیلعیؒ المتوفی ۷۶۲ھ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان یحمل الامر فیھا علی الاستحباب لان الامر بالغسل وردعلی سبب والسبب قدزال، فیزول الحکم بزوال العلة

(نصب الرایۃ جلد۱، ص۱۳۴)

یہاں صیغہ امر کو استحباب پر محمول کیا جائے گا کیونکہ غسل کا حکم (خاص) سبب سے ہے اور سبب زائل ہو گیا پس علۃ کے زائل ہو جانے سے حکم بھی رفع ہو گیا۔

دیکھنا یہ ہے کہ وہ سبب کیا تھا جس سے جمعہ کا غسل کرنے کا حکم فرمایا گیا۔

ابن عباسؓ اس کی علت بیان فرماتے ہیں۔

لوگ محنت مشقت کرتے، اونی لباس زیب تن کرتے اور اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھاتے، مسجد تنگ تھی اور چھت بھی قریب تھی گویا وہ ایک سائباں تھی، سرکار دو عالم علیہ السلام ایک دن تشریف فرما ہوئے لوگوں کو اونی لباس کے سبب پسینہ آیا تھا اور اس سے بو پھیلی ہوئی تھی یہاں تک کہ اس سے ایک دوسرے کو اذیت ہوئی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بو محسوس فرمائی تو ارشاد فرمایا۔

ایھا الناس! اذا کان ھذا الیوم فاغتسلوا ولیس احدکم مثل مایجد من دھنہ وطیبہ

اے لوگو! جب یہ دن آئے تو نہا لیا کرو اور تم میں سے جسے کوئی جیسی خوشبو میسر آئے لگا لیا کرے۔

(شرح ابوداؤد، باب الرخصۃ ترک الغسل، شرح معانی الاثار، باب غسل یوم الجمعۃ)

اسی کے مثل روایت حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے بخاری شریف میں موجود ہے، ان روایات سے واضح ہوا کہ غسل جمعہ کی علت کیا تھی اور اسی علت کے پیش نظر غسل کرنے کی تاکید فرمائی گئی، جب مساجد وسیع ہو گئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو لباس بھی عمدہ میسر آنے لگا تو اس حکم میں بھی تخفیف کر دی گئی یہی وجہ تھی کہ خلافت فاروقی میں حضرت عمر بن الخطابؓ، ایک جمعہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت عثمان غنیؓ تشریف فرما ہوئے، آپ کے تاخیر سے آنے کے سبب حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا۔

"اية ساعة هذه" یہ کونسا وقت ہے آنے کا؟، آپؓ نے جواب دیا میں کام میں مشغول تھا اور میں اس وقت گھر پہنچ سکا جب میں نے اذان سنی میں نے وضو کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا اور وضو (بھی تو قابل ملامت ہے) یقیناً آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غسل کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل، یوم الجمعۃ)

جمہور فقہاء کرام اس روایت کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کا جمعہ کے دن غسل کا حکم دینا وجوبی نہ تھا اور اگر یہ حکم وجوبی ہوتا تو حضرت عمر حضرت عثمان غنیؓ کو واپس جانے کا حکم ارشاد فرماتے تا کہ وہ غسل کریں جبکہ نہ تو حضرت عمرؓ نے انہیں واپس بھیجا اور نہ ہی وہ خود غسل کیلئے تشریف لے گئے۔ اگر جمعہ کیلئے غسل فرض ہوتا تو اس کے بغیر جمعہ کی نماز کیسے جائز تھی جیسے بغیر وضو کے نماز جائز نہیں اور اگر ایسا ہوتا کہ غسل فرض ہے تو حضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ اس بات سے بے خبر نہ ہوتے، مہاجرین وانصار بھی یہاں موجود تھے، ان کا یہ عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صیغہ امر وجوب کیلئے نہیں بلکہ اختیار کیلئے ہے۔

(الرسالہ ص ۲۹۶، فتح الباری جلد ۲ ص ۳۶۱، شرح ابوداؤد، امام عینی، جلد ۲ ص ۱۵)

(عمدۃ القاری جلد ۵ ص ۶، معالم السنن جلد ۱ ص ۹۰، تاویل مختلف الحدیث۔ ص)

(التمہید جلد ۱۰ ص ۸۰، ۸۱، ترمذی جلد ۱ ص ۳۵۸، اختلاف الحدیث الشافعی ص ۱۱۰، نصب الرایۃ جلد ۱ ص ۸۷)

جمہور کے دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ نہ تو اس باب میں نسخ کا وقوع ہے اور نہ ہی صیغہ امر وجوب پہ دلالت کرتا ہے، احادیث کا بظاہر تعارض ائمہ وفقہاء کے اقوال کی روشنی میں رفع کیا گیا اور یہ حکم واضح ہو گیا کہ جمعہ کے دن کا غسل فرض نہیں ہے، اسی لئے امام ابن عبدالبر المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وقد اجمع المسلمون قديما وحديثا على ان الغسل الجمعة ليس بفرض واجب	متقدمین ومتاخرین مسلمانوں (فقہاء ومحدثین کرام) کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ جمعہ کا غسل فرض نہیں ہے۔

(التمہید، جلد ۱۰ ص ۸۷)

حاصل بحث یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل چاہے وہ نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے ہو یا اس دن کے ساتھ خاص ہو فرائض دینی سے نہیں ہے جمہور فقہاء کے نزدیک سنت ہے البتہ نبی کریم علیہ السلام نے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کی تاکید فرمائی پھر بعد میں اس تاکید کی شدت کو منسوخ فرما دیا ان الفاظ کے ساتھ کہ جو غسل کرے اس کیلئے بہتر ہے اور جو نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اسلام چونکہ ایک پاکیزہ دین ہے اپنے متبعین کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات رکھتا ہے، باطنی پاکیزگی کے ساتھ ظاہری نفاست کا اہتمام بھی فرماتا ہے۔ اگر دیگر مذاہب عالم کی تاریخ وافکار کو مطالعہ کیا جائے تو ایسے نظریات کے حامل عیسائی راہب بھی ملیں گے

جن کے ہاں حمام میں داخل ہونا گناہ تصور کیا جاتا تھا اور وہ عملی طور پر ساری زندگی پانی کو نہ چھو کر اس عمل پر فخر محسوس کرتے تھے۔ عیسائیت کے ساتھ ساتھ یہودیت کا طرزِ عمل بھی اس سے مختلف نہ تھا اور ہندوازم میں بھی جسمانی نظامت کیلئے قابلِ تحسین انتظام نہ تھا، جب وجود غلاظت کا مجسمہ ہوں تو افکار میں پاکیزگی لانا ناممکن ہوتا ہے، ایک صاف ستھرا بدن ہی پاکیزہ خیالات کا حامل ذہن رکھ سکتا ہے۔ آقا علیہ السلام نے اس کے متعلق جو تعلیمات بیان فرمائیں یقیناً وہ ہر مسلمان کیلئے دین و دنیا کی بھلائی کا ذریعہ ہیں۔

غسلِ جمعہ کی فضیلت:

جمعۃ المبارک کا غسل اور اس کا اہتمام نہ صرف وجود کی طھارۃ کا سبب ہے بلکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

من اغتسل يوم الجمعة ليسل الخطايا من اصول الشعر استلاه (المعجم الاوسط رقم ۳۳۹۷، صحیح ابن خزیمہ رقم ۱۷۶۰، صحیح ابن حبان رقم ۱۲۲۲)	جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اس کے گناہ بالوں کی جڑوں سے بہادیے جاتے ہیں۔

امام طبرانیؒ ایک روایت نقل فرماتے ہیں، آقا کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

من اغتسل يوم الجمعة كفرت عنه ذنوبه و خطاياه (المعجم الکبیر، جلد۲، ص۱۷۷)	جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اس کے گناہ وخطائیں مٹادی گئیں۔

ابن حبانؒ نے جمعہ کے دن غسل کے اجر کا ذکر فرماتے ہوئے ان الفاظ کا ذکر فرمایا۔

من اغتسل يوم الجمعة لم يزل طاهرا الى الجمعة الاخرى (صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ)	جس نے جمعہ کے دن غسل کیا وہ اگلے جمعہ تک پاک رہے گا۔

ابن خزیمہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بیان فرماتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان يوم الجمعة فاغتسل الرجل، وغسل راسه، ثم تطيب من اطيب طيبه، ولبس من صالح ثيابه، ثم خرج الى الصلوٰة، ولم يفرق بين اثنين، ثم استمع الى الامام غفر له من الجمعة الى الجمعة وزيادة ثلاثة ايام۔ (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلوٰۃ)	نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا، جب جمعہ کا دن ہو تو جو شخص (اس دن) نہایا اور اپنے سر کو دھویا پھر عمدہ خوشبو اپنے بدن پر لگائی اور اچھے کپڑے پہنے پھر نماز کیلئے نکلا اور دو بندوں کے درمیان فرق نہ کیا۔ پھر امام کا خطبہ غور سے سنا تو اسکی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی خطائیں معاف کر دی گئیں اور تین دن کا اضافہ کیا گیا۔

جسمانی طہارت کے ساتھ گناہوں سے بھی پاکی کا اہتمام دین اسلام کا خاصہ ہے، یہ اکرام وعزت آقا علیہ السلام کے دامن کرم سے ہے جن کا منصب ''سیزکیھم'' ہے تزکیہ صرف ظاہری وجود کا ہی نہیں باطنی غلاظت کا بھی ہے اور یہ آپ کے دامن سے وابستہ لوگوں کیلئے ہدیہ نعمت ہے۔ دیگر اقوام خصوصاً مہذب معاشرے کے علم بردار مغربی اقوام اپنی چھٹی کے دن جس لہو ولعب میں گزارتے ہیں اس سے ان کی اخلاقی حالت آشکار ہوتی ہے جبکہ امت مسلمہ جمعۃ المبارک کو کس قدر اہتمام سے اپنے رب کے حضور حاضری کیلئے جاتے ہیں نہا دھو کر صاف لباس زیب تن کر کے جب اپنے رب کے سامنے جھکتے ہیں تو اس کی رحمتوں سے اپنے دامن کو لبریز کر کے گھروں کو لوٹتے ہیں، اس ایسی اعلیٰ اقدار نے اسلام کو مذاہب عالم پر ایک ممتاز حیثیت عطا کر دی ہے۔

باب : ۳

اَلْغُسْلِ لِمَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ

میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل

31۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ يَعْنِي الْبَرْقِيَّ، وَجَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی میت کو غسل دیا اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے اور جس نے اسے اٹھایا وہ وضو کرے۔

تخریجِ حدیث۔(۱) السنن الکبری بیہقی کتاب الطہارۃ، باب الغسل من غسل المیت۔(۲) المعجم الاوسط جلد۱، ص۱۷۵ (۳) مسند البزار جلد۲، ص۳۱ (۴) تلخیص الحبیر جلد۱، ص۱۴۴

32۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ صَالِحٍ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی میت کو غسل دیا اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے اور جس نے اسے اٹھایا وہ وضو کرے۔

تخریجِ حدیث۔(۱) العلل المتناہیۃ جلد۱، ص۳۷۴، (۲) مسند الطیالسی جلد۱، ص۱۶۰، (۳) السنن الکبری بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل من غسل المیت، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، باب من قال علی غاسل المیت غسل، (۵) مسند احمد جلد۲، ص۲۷۲، ۴۵۴، ۴۳۳

33۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ حَمْدَانَ الشَّحَّامُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ الْعَجَمِيُّ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْمُطْبِقِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ زَنْجُوَيْهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
»مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا وہ غسل کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجنائز، باب من غسل میتا الغسل اوتوضا۔ (۲) العلل المتناھیۃ جلد ۱، ص ۳۷۵، (۳) السنن الکبری بیہقی کتاب الطہارۃ، باب الغسل من غسل المیت۔(۴) حلیۃ الاولیاء جلد ۲، ص ۲۷۹، (۵) سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الغسل من غسل المیت، (۶) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی الغسل من غسل المیت، (۷) صحیح ابن حبان، کتاب الطہارۃ، باب نواقض والوضو، (۸) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲، ص ۲۷۲، (۹) المحلی ابن حزم جلد ۲، ص ۲۳، (۱۰) تلخیص الجیر جلد ۳، ص ۱۲۷

34۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ الْمُقَوِّمُ، بِالْبَصْرَةِ، حَدَّثَنَا أَبُو بَحْرٍ الْبَكْرَاوِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
»مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میت کو غسل دیا اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے اور جس نے اسے اٹھایا اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔ مسند البزار جلد ۲، ص ۳۴

35۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزَّبِيبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، : أَنَّهُ قَالَ: »مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ، وَمَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى تُوضَعَ«
هَكَذَا حُدِّثْنَاهُ مَوْقُوفًا

حضرت ابوسلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں جس نے میت کو غسل دیا وہ غسل کرے اور جس نے اسے اٹھایا وہ وضو کرے اور جو جنازے کے پیچھے چلے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک اسے زمین پر نہیں رکھ دیا جاتا۔ اسی کی مثل روایت موقوفاً بیان ہوئی۔

هكذا حدثناه مرقوفًا

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبری بیہقی کتاب الطہارۃ، باب الغسل من غسل المیت، (۲) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز، باب من قال علی غاسل المیت غسل، (۳) مسند احمد جلد ۱، ص ۴۴، (۴) المحلی ابن حزم جلد ۲، ص ۲۳

36۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ حَمَلَهَا وَالْغُسْلُ عَلَى مَنْ غَسَّلَهَا«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میت کو اٹھایا وہ وضو کرے اور جس نے اسے غسل دیا وہ غسل کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبریٰ بیہقی، کتاب الطھارۃ، باب الغسل من غسل المیت،(۲) العلل المتناھیۃ جلد، ص ۱۷۷،(۳) مصابیح السنۃ جلد ۱ ص ۲۸، کتاب الطھارۃ باب الغسل المسنون،(۴) التلخیص جلد ۱، ص ۱۴۵

37۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْقَوْهَسْتَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ«

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا اسے چاہئے کہ غسل کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الاوسط جلد ۳، ص ۳۶۱،(۲) السنن الکبریٰ جلد ۱، ص ۳۰۴، کتاب الطھارۃ، باب الغسل من غسل المیت۔(۳) العلل المتناھیۃ جلد ۱، ص ۳۷۶، (۴) مجمع الزوائد جلد ۳، ص ۲۵

الحديث فى نسخ هذا الحديث

38۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ، وَإِنَّ مَيِّتَكُمْ لَيْسَ بِنَجِسٍ، فَبِحَسْبِكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ«

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اپنی میت کو غسل دو تو تم پر غسل واجب نہیں ہے بے شک تمہارا مردہ نجس نہیں ہے تمہیں کافی ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو دھولو۔

تخریج حدیث۔(۱) المستدرک، کتاب الجنائز،(۲) السنن الکبریٰ بیہقی، کتاب الطھارۃ، باب الغسل من غسل المیت،(۳) سنن دارقطنی، کتاب الجنائز، باب المسلم لیس بنجس

39۔ حَدَّثَنِي أَبِي رَحِمَهُ اللَّهُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّاغَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ، إِنَّ مَيِّتَكُمْ فَمُؤْمِنٌ طَاهِرٌ لَيْسَ بِنَجَسٍ بِحَسْبِكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ« هَكَذَا قَالَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا تم پر غسل (واجب) نہیں ہے جب تم اپنے مردے کو غسل دو بے شک تمہارا مردہ مومن ہے اور پاک ہے نجس نہیں ہے تمہیں کافی ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو دھولو۔

یہ حدیث ابن عباس سے موقوفاً روایت ہے۔

تخریج حدیث۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، (۲) السنن الکبری، کتاب الطہارۃ، باب الغسل من غسل المیت، (۳) صحیح البخاری تعلیقا، باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر

حديث آخر من المنسوخ

40۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ- رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا- قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" : الْغُسْلُ مِنْ أَرْبَعَةٍ: الْجَنَابَةِ، وَالْجُمُعَةِ، وَالْحِجَامَةِ، وَغُسْلِ الْمَيِّتِ"

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غسل چار وجوہات سے ہے۔ جنابت، جمعہ، پچھنے لگوانے پر اور میت کو غسل دینے سے۔

تخریج حدیث۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمعۃ، باب فی غسل الجمعۃ، جلد ا، ص ۴۳۳، (۲) سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل للجمعۃ، جلد ا، ص ۱۳۷، (۳) سنن الدارقطنی، کتاب الطہارۃ، باب فی وجوب الغسل بالتقاء الختانین وان لم ینزل جلد ا، ص ۱۱۳، (۴) صحیح ابن خزیمہ، ابواب الطہارۃ، باب استحباب الاغتسال من الحجامۃ جلد ا، ص ۱۲۶، (۵) السنن الکبری بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب لاغتسال للجمعۃ جلد ا، ص ۳۰۰

41۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ غَسَّانَ بْنِ جَبَلَةَ الْعَتَكِيُّ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَيْرُ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ أَبُو الْمُغِيرَةِ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي صُبَيْحٌ أَبُو الْوَسِيمِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ صَهْبَانَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »الْغُسْلُ وَاجِبٌ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ؛ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمِ الْفِطْرِ، وَيَوْمِ النَّحْرِ، وَيَوْمِ عَرَفَةَ«

حضرت عتبہ بن صہبان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ غسل ان ایام میں واجب ہے۔ جمعہ کے دن، عید الفطر کے دن۔ یوم نحر (یعنی نویں ذوالحج) اور یوم عرفۃ (یعنی دسویں ذوالحج) کو۔

تخریج حدیث۔ الجامع الصغیر جلد ۴، ص ۴۱۲، (۲) الام جلد ۱، ص ۲۳۲

42۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْقَطِيعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِنْدَلٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَغْتَسِلُ لِلْعِيدَيْنِ«

حضرت عبید اللہ ابن رافع، اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عیدین کے لئے غسل فرمایا کرتے تھے۔

تخریج حدیث۔ مسند البزار جلد ۱، ص ۳۱۱، (۲) نصب الرایۃ، جلد ۱، ص ۸۶، (۳) مجمع الزوائد، جلد ۲، ص ۱۹۸

الْحَدِيثُ فِي نَسْخِ مَا مَضَى مِنَ الْأَحَادِيثِ فِي الْغُسْلِ كُلِّهِ

وہ حدیث جس میں ہر طرح کے غسل کی منسوخیت کا بیان ہے

43۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، وَمَا كَتَبْتُهُ إِلَّا عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُسَيَّبُ بْنُ شَرِيكٍ، عَنْ عُبَيْدٍ الْمُكْتِبِ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت مسروق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عید الاضحیٰ کی قربانی نے تمام قربانیوں (کی فرضیت کو) اور رمضان (کے روزوں) نے تمام روزوں کی (فرضیت) کو اور غسل جنابت نے ہر قسم کے غسل (کی فرضیت) کو اور زکوٰۃ نے تمام

وَسَلَّمَ: »نَسَخَ الْأَضْحَى كُلَّ ذَبْحٍ، وَرَمَضَانُ كُلَّ صَوْمٍ، وَغُسْلُ الْجَنَابَةِ كُلَّ غُسْلٍ، وَالزَّكَاةُ كُلَّ صَدَقَةٍ« وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَإِنْ كَانَ الْمُسَيَّبُ بْنُ شَرِيكٍ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْقَوِيِّ؛ وَلَكِنْ أَجْمَعَ أَكْثَرُ النَّاسِ عَلَى أَنَّ الْأَحَادِيثَ الَّتِي ذَكَرْنَا فِي الْغُسْلِ مَنْسُوخَةٌ، وَإِنَّ فَرْضَ الْغُسْلِ هُوَ مِنَ الْجَنَابَةِ، وَالْحَيْضِ، وَالنُّفَسَاءِ

صدقات (کی فرضیت) کومنسوخ کردیا ہے۔

ابن شاہین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اس میں المسیب بن شریک قوی نہیں ہیں لیکن اس مسئلہ پر اکثر علماء کا اجماع ہے کہ جو احادیث ہم نے غسل کے مسئلہ میں ذکر کی ہیں وہ منسوخ ہیں اور غسل واجب جنابت حیض اور نفاس ہی کا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن الدارقطنی کتاب الاشربۃ، باب العید والزباغ جلد۴، ص۲۸۰، (۲) الکامل لابن عدی جلد۶ ص۳۸۶، (۳) المیزان الاعتدال جلد۴ص۱۱۵

44۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدِ اللَّهِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ: قَالَ سُفْيَانُ: »نَسَخَ الْأَضْحَى كُلَّ ذَبْحٍ، وَنَسَخَتِ الزَّكَاةُ كُلَّ صَدَقَةٍ فِي الْقُرْآنِ، وَنَسَخَ شَهْرُ رَمَضَانَ كُلَّ صِيَامٍ«

حضرت ابوعبید اللہ سعید بن عبدالرحمٰن المخزومی فرماتے ہیں کہ سفیان نے فرمایا عیدالاضحیٰ کی قربانی نے تمام قربانیوں (کے وجوب) کو منسوخ کردیا اور زکوٰۃ نے تمام صدقات (جن کا ذکر) قرآن میں ہے ان کے وجوب کو ساقط کردیا اور رمضان کے روزوں نے تمام (سابقہ) روزوں کو منسوخ کردیا۔

تخریج حدیث۔مصادر سابقہ

45۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عِصْمَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: »كَانَتِ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعُ مِرَارٍ، وَالْغُسْلُ مِنَ الْبَوْلِ سَبْعٌ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ حَتَّى جُعِلَتِ الصَّلَاةُ خَمْسًا وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ مَرَّةً، وَالْغُسْلُ مِنَ الْبَوْلِ مَرَّةً«

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نمازیں پچاس تھیں اور جنابت کی وجہ سے غسل سات مرتبہ تھا اور پیشاب سے دھونا سات مرتبہ واجب تھا پھر نبی کریم علیہ السلام تب تک دعا فرماتے رہے جب تک نمازیں پانچ اور جنابت سے غسل اور پیشاب سے دھونا ایک مرتبہ نہ واجب ہوگیا۔

تخریج حدیث۔مسند احمد جلد۸، ص۸۱، ۸۲۔(۲) مسند ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الغسل من الجنابۃ، جلد۱، ص۶۴۔(۳) السنن الکبریٰ کتاب الطہارۃ، جلد۱، ص۲۴۴۔

تحقیق

محدث ابن شاہین رحمہ اللہ نے اس باب کو باقی ابواب کی نسبت منفرد انداز سے چار حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ پہلے حصہ میں میت کو غسل دینے والے کیلئے غسل کے حکم کے متعلق سات احادیث نقل فرمائیں جن میں سے چھ حضرت ابو ہریرہؓ سے اور ایک روایت حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے نقل فرمائی۔

دوسرے حصہ میں اس کی معارض دو احادیث حضرت ابن عباس سے نقل فرمائیں، تیسرے حصہ میں جنابت، جمعہ، حجامہ، غسل میت، عیدالفطر، یوم نحر یعنی نویں ذوالحج اور یوم عرفۃ یعنی دسویں ذوالحج ایسے معمولات کیلئے غسل کو واجب قرار دینے والی احادیث ذکر فرمائیں، اس کے ساتھ ایک حدیث جس میں نبی کریم علیہ السلام کا معمول مبارک ذکر فرمایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام عیدین کے روز غسل فرماتے تھے۔ چوتھے حصہ میں عیدالاضحیٰ کے دن کی قربانی کے علاوہ کی قربانی کی فرضیت، رمضان کے روزوں کے سوا باقی روزوں کی فرضیت، غسل جنابت کے علاوہ غسل، زکوٰۃ کے علاوہ صدقات کے وجوب کی منسوخیت والی احادیث روایت فرمائیں ہیں۔

اس باب کی تحقیق میں مذکورہ بالا معمولات کیلئے غسل کی حیثیت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ مذکورہ تمام عبادات کے درمیان تعارض کی حیثیت کو بھی واضح کیا جائے گا۔

مذکورہ باب میں تعارض کی حیثیت:

مؤلف نے غسل جنابت کے ساتھ، جمعۃ المبارک، غسل میت، عیدالفطر وعیدالاضحیٰ کیلئے بھی غسل کے وجوب کی روایات ذکر فرمائیں اور پھر انہیں کے متعلق آگے بیان فرمایا،

اجمع اکثر الناس علی ان الاحادیث التی ذکرنافی الغسل منسوخة وان فرض الغسل هومن الجنابة، والحیض، والنفساء۔

(شرح ابوداؤد،۲۴۲،۲۴۰عمدۃ القاری۲۰۰،۱۲۲)

(فقہاء میں سے) اکثر لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جو احادیث ہم نے غسل کے بیان میں ذکر کی ہیں وہ احادیث منسوخ ہیں اور فرض غسل صرف جنابت، حیض اور نفاس سے ہے۔

اور جمہور ائمہ کرام وفقہا کے نزدیک ان میں سے صرف جنابت کا غسل واجب ہے غسل جمعہ، میت کو غسل دینے والے کیلئے غسل اور سینگلی لگوانے سے نہ تو غسل واجب ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں نسخ کا وقوع ہے البتہ امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں نسخ کا وقوع ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوداؤدؒ کے متعلق حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں تحریر فرمایا کہ ان کے ہاں اس باب میں نسخ ہے یعنی غسل میت کو غسل دینے والے کیلئے پہلے غسل واجب تھا پھر اسے منسوخ کر دیا گیا۔

(تلخیص الحبیر جلد ا،ص۳۷۲، دارالکتب العلمیہ)

امام رافعیؒ فرماتے ہیں:

لم یصحح علماء الحدیث فی هذا لباب حدیثا مرفوعا۔

علماء حدیث کے ہاں اس باب میں کوئی بھی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں۔

البتہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے جو روایت حضرت ابوہریرہؓ سے نقل فرمائی اسے حسن قرار دیا اور ابن حبان نے بھی اسکی تصحیح کی ہے اس کا ایک اور طریق بھی ہے اور وہ عبداللہ بن صالح سے یحیٰ بن ایوب وہ عقیل سے وہ زھری سے اور وہ حضرت سعید بن المسیب سے اور وہ حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں جس نے میت کو غسل دیا وہ غسل کرے۔

(تلخیص الحبیر جلد ا،ص ۳۷۱)

اگرچہ میت کو غسل دینے والے کیلئے غسل کے وجوب والی روایات امام ترمذیؒ نے ''جامع'' میں امام بیہقیؒ نے ''السنن الکبریٰ''، امام طبرانیؒ نے ''المعجم الاوسط''، امام ہیثمیؒ نے ''مجمع الزوائد''، ابن حجر عسقلانیؒ نے ''تلخیص الحبیر''، ابن الجوزیؒ نے ''العلل المتناھیہ''، ابوداؤدؒ الطیالسی نے ''مسند''، ابن ابی شیبہؒ نے ''مصنف''، امام عبدالرزاقؒ نے ''مصنف''، امام ابونعیمؒ نے ''حلیۃ الاولیاء''، امام ابوداؤدؒ نے اپنی ''سنن''، ابن حبانؒ نے اپنی ''صحیح''، امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی ''مسند''، ابن حزمؒ نے ''المحلیٰ'' میں انہی اسناد اور مختلف طریق سے یہ نقل فرمائی ہیں لیکن ان تمام اسناد پر محدثین کرام نے کلام کیا ہے، امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ کا قول امام ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔

من جهة الرجال ولا يخلو اسناد منهامن متكلم فيه (تلخیص الحبیر جلد۱،ص۳۷۱)

راویوں پر کلام کی حیثیت سے اس باب کی کوئی بھی سند ایسی نہیں جس پر کلام نہ کیا گیا ہو۔

جب محدثین کرام کے نزدیک بشمول امام ترمذی وابن حبان کی روایت کے تمام کی تمام اسناد متکلم فیہ ہیں تو اس میں نسخ کا احتمال کیسے درست ہوگا کیونکہ منسوخ اور ناسخ روایتوں میں صحت کا یکساں ہونا شرائط نسخ سے ہے، جب یکسانیت موجود نہیں تو احتمال نسخ بھی نہ ہوگا۔اسی لئے امام خطابیؒ فرماتے ہیں۔

لااعلم احدا من الفقهاء يوجب الاغتسال من غسل الميت، ولا الوضو من حمله (معالم السنن جلد۱،ص۳۰۷)

میں فقہاء میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے میت کا غسل دینے والے سے غسل واجب ہونے کا قول کیا ہو اور میت اٹھانے والے کیلئے وضو کا۔

دوسری جگہ فرمایا،

فاما الاغتسال الميت فقد اتفق اكثر العلماء على انه غير واجب (معالم السنن،جلد۱،ص۱۱۰)

پس میت کو غسل دینے والے پر غسل کے متعلق جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ وہ واجب نہیں۔

اسی طرح جمعہ کے غسل کے وجوب کا ذکر مولف رحمہ اللہ نے فرمایا جس کا تفصیلی بیان گزشتہ باب میں آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

رہا سینگی لگوانے، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ و یوم عرفۃ کے غسل کے وجوب کا نسخ تو اس کے متعلق بھی فقہا وجوب بمعنی استحباب فرماتے ہیں جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا۔

ان عليا يغتسل يوم العيد ويوم الجمعة ويوم عرفة، واذا اراد ان يحرم

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم عید، جمعہ اور عرفہ کے دن غسل فرماتے اور جب احرام باندھنے کا ارادہ فرماتے۔

پھر آپ نے فرمایا:

واستحب هذا كله وليس من هذاشى اوكد من غسل الجمعة وان توضا رجوت ان يجزئه ذلك ان شاء الله اذا صلى على طهارة، (الام،جلد۱،ص۲۳۱)

اور ان تمام عبادات کیلئے غسل مستحب ہے اور ان میں سے جمعہ کے غسل کے علاوہ کسی میں اتنی تاکید نہیں اگر وضو بھی کر لے تو میں امید کرتا ہوں کہ اگر اللہ نے چاہا تو اسکی (عبادت) درست ہوجائے گی اگر وہ پہلے سے طہارۃ پر ہوا تو۔

روایات و آثار سے یہ بات واضح ہوئی کہ سوائے غسل جنابت کے ان تمام عبادات کیلئے غسل واجب نہ تھا بلکہ اسکی حیثیت مستحب کی تھی لہٰذا اس میں تعارض کی صورت میں من جہۃ التطبیق فقاء نے ان کا حکم مرتب کر دیا ہے اور تعارض کی صورت میں نسخ کا طرف تب عود کیا جاتا ہے جب متعارض روایات میں باہم تطبیق نہ ہو سکے اب جبکہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے فقہاء نے تطبیق دی ہے اور امر کو استحباب کے معنی پر معمول کیا ہے تو نسخ کا وقوع کیسے ممکن ہے حضرت ابن عمرؓ کی روایت یہ ہے،

كنا نغسل الميت فمنا من يغسل ومنا من لم يغتسل
(تلخیص الحبیر، جلد ۱، ص ۱۴۶)

ہم میت کو غسل دیتے تو ہم میں سے بعض غسل کر لیتے اور بعض نہ کرتے۔

اب باب میں فقہاء کرام کے مسالک:

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ فرماتے ہیں۔

الغسل يوم العيد حسن وليس بواجب وهو قول ابی حنيفه
(موطا امام محمد، باب الاغتسال یوم العیدین)

عید کیلئے غسل مستحب ہے واجب نہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

اسی طرح یوم عرفۃ کے دن غسل کے متعلق فرماتے ہیں۔

هذا حسن وليس بواجب
(موطا، باب الغسل، یوم عرفۃ)

یہ مستحب ہے اور واجب نہیں

امام ابن عبدالبر المالکیؒ لکھتے ہیں۔

واما الاغتسال لهما يعنی للعيدين فليس فيه شی ثبت عن النبی صلی الله عليه وسلم من حجة، لنقل وهو مستحب عندجماعة من اهل العلم، قياسا علی غسل الجمعة
(التمہید جلد ۱۰، ص ۲۶۶)

اور عیدین کے لیے غسل کی (شرعی حیثیت کے معاملہ میں) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی حکم ثابت نہیں۔ اور یہ اہلِ علم کی ایک جماعت کے ہاں مستحب ہی ہے۔ اور یہ حکم جمعہ کے دن کے غسل پر قیاس کرتے ہوئے کیا گیا ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا۔

كان مذهب سعيد وعروة فی ان الغسل العيدين سنة
(الام، جلد ۱، ص ۲۳۲)

ترجمہ: حضرت سعید بن میبّب اور حضرت عروہ کا مذہب یہ تھا کہ عیدین کا غسل سنت ہے۔

امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی رحمہ اللہ نے شرح موطا میں تحریر فرمایا۔

وهو مستحب عند علماء المدينة و جماعة من اهل العراق و الشام یہ علماء مدینہ اور اصل عراق وشام کی ایک جماعت کے ہاں مستحب ہے۔

(الزرقانی علی موطاء امام مالک جلد ا،ص ۳۶۲، دار الحدیث القاہرہ)

امام شافعیؒ کے نزدیک عیدین عرفہ اور جمعہ کے دن کا غسل مستحب ہے، (الام جلد ا،ص ۲۳۲)۔اس باب میں مولف علیہ الرحمہ نے سات طرح کے غسل کا بیان فرمایا ہے، غسل جمعہ کے متعلق گزشتہ باب میں اور باقی کے متعلق فقہاء کے مسالک آپ نے اس باب میں ملاحظہ فرمائے، اس کے علاوہ مولفؒ نے عید الاضحیٰ کی قربانی، رمضان کے علاوہ روزوں، غسل جنابت کے علاوہ غسل اورزکوۃ کے علاوہ انفاق فی سبیل اللہ ایسی عبادت کی منسوخیت بیان فرمائی ہے ان کا بیان اپنے مقام پر تفصیلاً کیا جائے گا۔

میت کو غسل دینے والے کیلئے غسل کے متعلق ائمہ کرام وفقہاء عظام میں سے جمہور کے ہاں اس کے عدم وجوب پر تو اتفاق ہے البتہ اس کے استحباب کے متعلق مختلف آراء میں ابواللیث سمرقندی حنفیؒ نے فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک نہ تو یہ غسل واجب ہے نہ ہی مستحب۔

امام مالکؒ آپ کے اصحاب اور امام شافعیؒ کے ہاں یہ مستحب ہے۔

(جامع ترمذی، باب الغسل من غسل المیت)

ابن حزم الظاہری کے نزدیک یہ غسل واجب ہے۔

(المحلی، جلد،ص ۲۵)

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں۔

میت کو غسل دینے والے کیلئے غسل کے وجوب کے متعلق اہل علم میں اختلاف ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب میں سے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ جب میت کو غسل دیا جائے تو دینے والے پر غسل واجب ہے اور بعض کے ہاں صرف وضو ضروری ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میری رائے اس باب میں مستحب کی ہے، یہ واجب نہیں۔اسی طرح امام شافعیؒ کے ہاں بھی یہ مستحب ہے۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا۔میری رائے یہی ہے کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے اور وضو تو اس سے بھی کمتر (عمل) ہے، اسحاقؒ نے فرمایا اس شخص کیلئے وضو ضروری ہے اور عبداللہ بن المبارک سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کیلئے نہ تو غسل (ضروری ہے) نہ وضو۔(جامع ترمذی باب الغسل من غسل المیت)

امام بدرالدین عینیؒ نے اس باب میں امام شافعیؒ کے متعلق فرمایا کہ ان کے دوقول ہیں قول قدیم وجوب کا ہے اور قول جدید مستحب کا ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد۱۲، ص ۲۰۱)

اس باب میں امام خطابی کی حتمی رائے:

چوتھی سنن ہجری کے جلیل القدر فقیہ جن کی شرح ابوداؤد اولین شروحات میں شمار کی جاتی ہے آپ اس میں بیان فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ میں نے فقہا کرام میں سے کسی کو نہیں جانتا جو میت کو غسل دینے والے کیلئے غسل، اس کے اٹھانے والے کیلئے وضو کے وجوب کا قول کرتا ہو، یہاں صیغہ امر استحباب پر معمول ہے اور اس میں اس چیز کا احتمال ہے یہ معنی اس وجہ سے ہو کہ میت کو غسل دینے والا میت کے وجود سے چھینٹیں پہنچتی ہوں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میت نجس ہوتی ہے اور جب اسے چھینٹیں پہنچیں تو وہ نہیں جانتا کہ جسم کے کونسے عضو پر گری ہیں، پورے بدن کو دھویا اس لئے جاتا ہے کہ پانی بدن کے اُس حصہ تک پہنچ جائے جہاں چھینٹیں پڑی ہیں اور کہا گیا ہے فلیتوضا کا معنی یہ ہے کہ میت کی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے اپنے آپ کو تیار کرلے۔ واللہ اعلم۔

(معالم السنن، جلد۱، ص ۲۶۷)

باب الغسل من غسل المیت غسل میت کے متعلق امام خطابی رحمہ اللہ کا ارشاد آپ نے ملاحظہ کیا۔ ایسے ہی جمعۃ المبارک، جنابت اور سینگلی لگوانے سے غسل کے حکم پر تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

میں کہتا ہوں تحقیق الفاظ اور مختلف احکام کے قرائن کو جمع کیا گیا تو (یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ) غسل جنابت بالاتفاق واجب ہے اور جمعہ کا غسل تو اس پر دلیل قائم کی جا چکی ہے کہ یہ مستحب یا فرض کیا گیا اور اس پر عمل کیا گیا اور یہ بات قرین عقل ہے کہ تکلیف کو دور کرنے کیلئے ہے اور جب سینگلی لگوانے والا خون کے قطروں سے بدن کو پہنچتے ہیں تو طہارت کے حصول کیلئے یہ غسل اور استحبابا نظافت کیلئے ہے اور غسل میت سے غسل (کا وجوب) تو اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ واجب نہیں۔

(معالم السنن جلد۱، ص ۹۴، باب فی الغسل یوم الجمعۃ)

مردوں کی طرح عورتوں کیلئے بھی جمعہ کے دن غسل کرنا مسنون ہے۔

(شرح مہذب، صحیح ابن حبان)

باب : ۴

الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ

غسل کے بعد وضو کرنے کے بیان میں

46۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ جب جنابت سے غسل فرماتے تو پھر نماز کے وضو جیسا وضو فرماتے تھے۔

تخریج حدیث۔ صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب تخلیل الشعر جلد۱، ص۷۲، (۲) صحیح مسلم کتاب الحیض، باب صفۃ غسل الجنابۃ، جلد۳، ص۲۳۰، (۳) سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الغسل من الجنابۃ، جلد۱، ص۶۳، (۴) جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی الغسل من الجنابۃ جلد۱، ص۳۵۴، (۵) سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، ذکر وضوء الجنب قبل الغسل جلد۱، ص۱۳۴، (۶) موطا امام مالک، کتاب الغسل، باب الوضو قبل الغسل، (۷) صحیح ابن خزیمہ، ابواب الغسل من الجنابۃ، جلد۱، ص۱۱، (۸) مسند حمیدی ص ۸۸، (۹) مسند ابی عوانہ، کتاب الطہارۃ باب بیان غسل ما ابتداء بہ جلد۱، ص۲۸۹، (۱۰) سنن دارمی کتاب الصلوٰۃ، باب فی الغسل من الجنابۃ، جلد۱، ص۱۹

الْحَدِيثُ فِي خِلَافِهِ

47۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، أَخْبَرَنَا لُوَيْنٌ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَنَزِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

تخریج حدیث۔ السنن الکبریٰ بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضو بعد الغسل جلد۱، ص۱۷۹، (۲) سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ، باب الوضو بعد الغسل

48۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرْكَانِيُّ، وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، وَأَبُو بَكْرٍ وَعُثْمَانُ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

تخریج حدیث۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ باب احتراز بالغسل عن الوضوء، (۲) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجا، فی الوضو من الغسل جلد ۱، ص ۳۶۰، (۳) سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضو من بعد الغسل جلد ۱، ص ۱۳۷، (۴) سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوء من بعد الغسل جلد ۱، ص ۱۳۷، (۵) مستدرک کتاب الطہارۃ، ابواب الغسل من الجنابۃ۔ (۶) مسند الطیالسی جلد ۱، ص ۶، (۷) مسند احمد جلد ۶ ص ۱۹

49۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُسَامَةَ الْكَلْبِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنِي الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ تَوَضَّأَ بَعْدَ الْغُسْلِ فَلَيْسَ مِنَّا« وَحَدِيثُ قَتَادَةَ عَنْ، عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَحَدِيثٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ وَيُحْتَمَلُ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ بِغَيْرِهِ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ قَوْلُ عَائِشَةَ: كَانَ (ص66:) النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ« أَيْ لَيْسَ يُجْزِءُ الْغُسْلُ فَقَطْ، وَلَا يَنُوبُ الْغُسْلُ عَنِ الْوُضُوءِ. أَمَّا قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ تَوَضَّأَ بَعْدَ الْغُسْلِ فَلَيْسَ مِنَّا. « أَيْ لَيْسَ مِثْلَنَا إِلَّا أَنْ يُحْدِثَ بَعْدَ الْغُسْلِ حَادِثَةً

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے غسل کے بعد وضو کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ اور حدیث مبارکہ جو حضرت قتادہ نے حضرت عروہ کے واسطہ سے حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت کی ہے حدیث صحیح غریب ہے اور اس بات کا احتمال ہے کہ یہ عمل اس حدیث کے بغیر ہی منسوخ ہے اور اس بات کا احتمال بھی ہے کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کے قول مبارک ہو کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابۃ فرما لیتے تو نماز کے وضو جیسا وضو فرماتے۔ اس سے مراد یہ کہ صرف اکیلا غسل کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی غسل وضو کے قائم مقام ہے۔

ابن شاہین فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مبارک کہ جس نے غسل کے بعد وضو کیا وہ ہم میں سے نہیں اس سے مراد وہ ہماری مثل (احکام بجالانے والا) نہیں سوائے

تُوجِبُ الْوُضُوءَ وَقَدْ وَصَفَتْ عَائِشَةُ غُسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ، وَوُضُوءَهُ قَبْلَ الْغُسْلِ

اس سے کہ جب غسل کے بعد اس کا وضوٹوٹ جائے تو وضو واجب ہوتا ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غسل جنابت کا تحسین آمیز طریقہ بتایا اور یہ وضو اس غسل سے قبل کا ہے۔

تخریج حدیث۔المعجم الکبیر جلد ۱۱،ص ۲۶۷،(۲) المعجم الصغیر جلد ۲،ص ۲۵،(۳) الکامل لابن عدی جلد ۳،ص ۹۳،(۴) الحلیۃ الاولیاء جلد ۸،ص ۵۲،(۵) المیزان الاعتدال جلد ۲،ص ۲۹۳

50۔ كَذَلِكَ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يُوسُفَ السَّمْتِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: يَا أُمَّاهُ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَدَعَتِ ابْنَ أَخِيهَا وَدَعَتْ بِمِخْضَبٍ فَوَضَعَ بَيْنَ يَدَيْهَا فَجَعَلَتْ تُشِيرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ لِي: إِنَّهَا تَقُولُ: إِنَّهُ كَانَ" يَغْسِلُ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا الْإِنَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ، ثُمَّ يَسْكُبُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَفٍ مِنَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَتَتَبَّعُ خَلَلَ الشَّعْرِ بِيَدِهِ، ثُمَّ يَقُومُ: فَيَفِيضُ عَلَيْهِ الْمَاءَ، قَالَتْ: وَكَانَ يُكْثِرُ الِاسْتِنْثَارِ"

حضرت عمرو بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے عرض کی اے ہماری ماں! رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غسل جنابت کیسے فرمایا کرتے تھے بس آپ نے اپنے بھتیجے کو بلایا ایک رنگے ہوئے پردے کو اپنے سامنے لٹکا دیا اور اشارے سے غسل کر کے دکھایا۔فرماتی ہیں کہ آپ علیہ السلام برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل تین مرتبہ دھوتے پھر اپنی شرمگاہ کو دھوتے پھر وضوفرماتے پھر پانی کے تین چلو اپنے سر پر ڈالتے پھر ہاتھ سے بالوں کا خلال فرماتے پھر کھڑے ہو جاتے اور سارے بدن پر پانی بہاتے۔حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کثرت سے ناک مبارک میں پانی ڈالتے۔

تخریج حدیث۔صحیح البخاری، کتاب الغسل، وضو، جلد ۱،ص ۶۸،(۲) سنن نسائی کتاب الطہارۃ، جلد ۱،ص ۱۳۴،(۳) السنن الکبری، کتاب الطہارۃ، باب الرخصۃ فی تاخیر غسل القدمین جلد ۱،ص ۴۷

تحقیق

مولفؒ نے اس باب میں چار احادیث اور ایک اثر نقل فرمایا ہے یہ تمام روایات سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہیں، محدث ابن شاہین رحمہ اللہ کے مطابق غسل جنابت کے بعد وضو کرنا رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا۔ پھر یہ عمل منسوخ ہو گیا اور آپ علیہ السلام نے اس عمل کو ناپسند فرماتے ہوئے ارشاد بھی فرمایا کہ "من توضا بعد الغسل فلیس منا" جس نے غسل کے بعد وضو کیا وہ ہم میں سے نہیں یعنی اعمال کی بجا آوری میں ہماری طرح نہیں۔ البتہ اگر غسل کے بعد پھر حدث لاحق ہو جائے تو وضو کرنا نماز وعبادت کیلئے فرض ہوگا، اس باب میں متعارض روایات سے آپ علیہ السلام کے معمول مبارک کو واضح کیا جائے گا، اولاً تعارض کی حیثیت پر فقہاء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

تعارض کی حیثیت:

ابن شاہینؒ کے نزدیک اس باب کی متاخر روایات ناسخ ہیں چنانچہ اس باب کی تیسری روایت میں فرماتے ہیں کہ پہلے والی حدیث یعنی جو حضرت قتادہؓ نے حضرت عروہ بن زبیرؓ اور انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت کی ہے۔ "ویحتمل انه منسوخ بغیره" اور وہ روایت اس بات کا احتمال رکھتی ہے کہ دوسری روایت سے منسوخ ہے۔"

ابن شاہین رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے بھی اس باب میں نسخ کا قول نہیں کیا کیونکہ نسخ میں احتمال نہیں پایا جاتا قوی اور مضبوط دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے جو روایت منسوخ قرار دی وہ اسے علماء کرام نے تطبیق دے کر اس کا حکم واضح کر دیا، جس روایت کو مولف علیہ رحمہ نے منسوخ فرمایا اس کے متعلق امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:

واما الوضو الغسل فلاوجه له عنداهل العلم۔ اہلِ علم کے ہاں غسل کے بعد وضو کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

(الاستذکار جلد ۱، ص ۳۲۸)

غسلِ جنابت کے وقت وضو کرنا نبی کریم علیہ السلام کی سنت ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ کا معمول مبارک یہ تھا کہ غسل سے

قبل وضوفرماتے اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

هذا قول غير واحد منااصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم ان لایتوضا بعد الغسل

یہ نبی کریم علیہ السلام کے کثیر صحابہ کا قول ہے غسل جنابت کے بعد وضونہیں۔

(جامع ترمذی، جلد ا،ص ۳۶۰)

حاصل کلام یہ ہے کہ اس باب میں نسخ کا وقوع نہیں، روایات کی تطبیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام غسل جنابت کے وقت وضوفرمایا کرتے تھے لیکن یہ عمل غسل سے قبل ہوتا نہ کہ بعد میں، جیسا کہ ابن عبدالبراور امام ترمذی کے ارشادات سے واضح ہے۔ جب یہ بات طے ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام غسل جنابت کے وقت وضوفرمایا کرتے تھے تو آیا وہ وضواس غسل کا حصہ تھا، اس کی حیثیت، واجب، فرض، سنت یا مستحب میں سے کیا تھی، اس بارے میں ائمہ کرام کے مسالک درج ذیل ہیں۔

غسل جنابت سے قبل وضو کی حیثیت پہ ائمہ کے مسالک:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں غسل سے قبل وضوکرنا سنت ہے۔

(ہدایۃ، باب فی الغسل، عمدۃ القاری جلد ۳،ص ۸۶)

اللہ رب العزت نے جنبی پر غسل فرض کیا ہے نہ کہ وضو اور اس پر علماء کرام کا اجماع ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں، سوائے اس کے استحباب کہ جو غسل سے قبل ہے، البتہ امام ابن عبدالبرؒ کے ہاں بھی یہ وضوسنت ہے جیسا کہ اس عبارت کے ابتدائی حصہ میں تحریر فرماتے ہیں، فاما السنة، فالو ضوء قبل الاغتسال، پس سنت یہ ہے کہ غسل سے قبل ہی وضوکرلیا جائے۔

(الاستذکار، جلد ا،ص ۳۲۷)

امام نوویؒ شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔

ذهب اكثر اهل العلم الى ان الوضوء فی الغسل غير واجب وانما هو سنة

اکثر اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ غسل سے قبل وضوکرنا واجب نہیں صرف سنت ہے۔

البتہ امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس اجماع کے برخلاف ابوثور، داؤد ظاہری وغیرہم اس طرف گئے ہیں کہ صرف غسل وضو کے قائم مقام نہیں ہوسکتا (فتح الباری، جلد ا،ص ۳۶۰) یعنی وضو کی حیثیت اپنی جگہ برقرار ہے جب تک وضو نہ کیا جائے گا کوئی بھی عبادت درست نہ ہوگی، امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے مطابق مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت ابن مسعودؓ غسل کے بعد وضوکرنے کے وجوب کا انکار فرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری، جلد ۳،ص ۸۴)

خلاصہ باب:

غسلِ جنابت کے وقت وضو کرنا نبی رحمت علیہ السلام کا معمول مبارک تھا اور یہ وضو غسل سے قبل تھا نہ کہ بعد میں۔ حدیث مبارکہ جسے حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا نے روایت فرمایا ہے اس میں لفظ کان موجود ہے، جس کے متعلق امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

یدل علی الملازمة و التکرار یہ دوام وتکرار پر دلالت کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۳، ص ۸۴۰)

یعنی آپ علیہ السلام کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا کہ آپ علیہ السلام غسل سے قبل ہی وضو فرمایا کرتے۔ جمیع آئمہ وفقہاء اسلام کے ہاں یا تو یہ وضو سنت ہے یا مستحب نہ کہ واجب ہے جیسا کہ ظاہریہ کا قول ہے، وضو کا غسل سے قبل ہونا ہی حکمت کے قریب تر ہے کیونکہ طہارت صغری کو طہارت کبری کے تابع رکھنا قرین قیاس ہے، طہارت کبری کے بعد طہارت صغری بذات خود خلاف حکمت ہے اِلّا یہ کہ حدث لاحق ہو جائے، یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ عامۃ الناس صرف غسل کو ہی عبادات کیلئے کافی نہیں سمجھتے بلکہ وضو کرنا غسل سے ہٹ کر اس کے ہاں ضروری امر ہے جبکہ ایسا نہیں اگر چہ غسل جنابت سے قبل وضو سنت ہے لیکن اگر غسل جنابت یا غسل مستحبہ ومسنونہ کے وقت وضو نہ بھی کیا جائے تو اسی غسل سے تمام عبادات بجالانا جائز وحلال ہو جاتا ہے۔

باب : ۵

بَابٌ فِي غُسْلِ الْمَرْأَةِ مَعَ الرَّجُلِ مَعًا عورت کا اپنے مرد کے ساتھ غسل کرنا

51۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْبَزَّارُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ دَاوُدَ يَعْنِي الْأَوْدِيَّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ أَرْبَعَ سِنِينَ، قَالَ" : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ، وَأَنْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ وَلْيَغْتَرِفَا مَعًا"

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہنے والے ایک ایسے شخص سے ملا جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی صحبت میں چار سال رہے ۔ انہوں نے کہا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات سے منع فرمایا کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے اور مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے اور وہ اکٹھے چلو لیں۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد: کتاب الطہارۃ، باب النھی من ذلک، جلد ۱، ص ۲۷۲۔(۲) سنن نسائی، کتاب الحیض، باب ذکر النھی من ذلک، جلد ۱، ص ۱۳۰۔(۳) شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ، باب سوء بنی آدم۔(۴) السنن الکبری، کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی النھی من ذلک۔

52۔ حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ سَهْلٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ الْأَوْدِيُّ أَنَّ حُمَيْدًا الْحِمْيَرِيَّ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: لَقِيتُ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَحِبَهُ أَرْبَعَ سِنِينَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا زَادَنِي عَلَى ثَلَاثِ كَلِمَاتٍ؛ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا يَغْتَسِلُ الرَّجُلُ بِفَضْلِ امْرَأَتِهِ، وَلَا تَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِهِ، وَلَا يَبُلْ أَحَدُكُمْ فِي مُغْتَسَلِهِ وَلَا يَمْتَشِطْ كُلَّ يَوْمٍ«

حضرت حمید الحمیری حضرت داؤد الاودی سے بیان کرتے ہیں میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی سے ملا جو چار سال آپ ﷺ کی صحبت میں رہے جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے پس انہوں نے میرے لیے تین کلمات سے زیادہ بیان نہیں کیے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کوئی مرد اپنی عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے اور نہ ہی عورت اپنے مرد کے (غسل سے) بچے پانی سے غسل کرے اور نہ ہی تم میں سے کوئی (استعمال شدہ) پانی سے تری حاصل کرے اور نہ ہی ہر روز کنگھی کرے۔

تخریج حدیث۔ مسند احمد جلد ۴، ص ۱۱۵، (۲) المستدرک، ابواب الغسل من الجنابۃ، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، ص ۱۹۸، (۳) ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب کراھیۃ فضل طھور المرأۃ جلد ۱، ص ۳۰۰، (۴) سنن ابن ماجہ جلد ۱، ص ۵۱، (۵) سنن دارقطنی، کتاب الطہارۃ، باب استعمال الرجل فضل وضوء المرأۃ، جلد ۱، ص ۵۳

53۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ، وَلَكِنْ يَشْرَعَانِ جَمِيعًا«

حضرت عاصم الاحول حضرت عبداللہ بن سرجس سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس بات سے کہ مرد عورت کے (غسل سے) بچے پانی سے غسل کرے اور عورت مرد کے بچے پانی سے۔ بشرطیکہ انہوں نے ایک ساتھ پانی لینا شروع کیا ہو۔

تخریج حدیث۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب النہی عن ذلک، جلد۱، ص۱۵۱، (۲) سنن الکبری بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی النہی عن ذلک، جلد۱، ص۱۹۲، (۳) سنن دارقطنی، کتاب الطہارۃ باب النہی عن الغسل بفضل غسل المراۃ، جلد۱، ص۱۱۶، (۴) شرح معانی الاثار، کتاب الطہارۃ، باب سوء بنی آدم۔ (۵) مسند احمد جلد۴، ص۱۹۰، (۶) المحلی جلد۱، ص۲۱۲

54۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَبُو حَمْزَةَ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ الطَّرَسُوسِيُّ، حَدَّثَنَا شَاذٌّ يَعْنِي ابْنَ فَيَّاضٍ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ يَعْنِي: ابْنُ شِبْلٍ، عَنْ أُمِّ النُّعْمَانِ، عَنْ عَائِشَةَ، قُلْتُ: كُنْتُ »أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ كَأَنَّا طَيْرَانِ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا روایت کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرلیا کرتے اس طرح کہ ہم جدا جدا جگہ ہوتے۔

تخریج حدیث۔ الکامل لابن عدی جلد۲، ص۱۹۳، (۲) صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب غسل الرجل مع امراتہ، (۳) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الرجل والمراۃ من اناواحد، (۴) سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء، بفضل وضوء المراۃ، (۵) سنن نسائی، کتاب الطہارۃ باب ذکر اغتسال الرجل والمراۃ، (۶) سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ، باب الرجل والمراۃ یغتسلان من اناواحد جلد۱، ص۲۸، (۷) صحیح ابن خزیمہ، ابواب غسل الجنابۃ، باب اغتسال الرجل والمرأوھما جنبان، (۸) صحیح ابن حبان، کتاب الطہارۃ باب اباحۃ ان یغتسل مع امراتہ من اناء واحد (۹) مسند الشافعی، ص۹۰، (۱۰) سنن دارمی، کتاب الطہارۃ، باب الرجل والمراۃ یغتسلان من انا واحد۔ (۱۱) شرح معانی الاثار۔ کتاب الطہارۃ، باب سوء بنی آدم۔

55۔ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّبَّاحُ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ الرَّازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ بَعْضَ، أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحَمَّتْ فِي قَصْعَةٍ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَذَهَبَ النَّبِيُّ يَسْتَحِمُّ فِي الْقَصْعَةِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا تَمَسَّهُ؛ فَإِنِّي اسْتَحْمَيْتُ بِهِ قَبْلَكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَيْسَ عَلَى الْمَاءِ جَنَابَةٌ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ نے لکڑی کے ایک برتن کے پانی میں سے غسلِ جنابت فرمایا پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام غسل فرمانے کیلئے اسی برتن کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ اسے نہ چھوئیں آپ سے قبل میں اس سے غسل کر چکی ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ پانی میں جنابت نہیں ہوتی۔

تخریج حدیث۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الماء لایجنس جلد ا، ص ۲۴۰، (۲) جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذلک جلد ا، ص ۲۰۱، (۳) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، باب فی الوضو بفضل المراۃ جلد ا، ص ۳۸، (۴) صحیح ابن حبان کتاب الطہارۃ، باب الوضو بفضل المراۃ جلد ۲، ص ۲۷۸، (۵) تہذیب الاثار جلد ۲، ص ۶۴۹

56۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: بَيْنَمَا أَنَا مَعَ، رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ قُلْنَا: مَا الْخَمِيلَةُ؟ قَالَتْ: الْقَطِيفَةُ إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ لِآخُذَ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: »نُفِسْتِ؟« قَالَتْ: فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَتْ: وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ، وَيَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خملیۃ میں تھی حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے پوچھا کہ خمیلۃ کیا ہے انہوں نے جواب دیا مخمل نما کپڑا! جب مجھے حیض آیا تو میں چپکے سے کھسک گئی تا کہ اپنے حیض کے کپڑے لے سکوں۔ نبی کریم علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا کہ کیا تمہیں حیض آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں انہیں بوسہ دے دیا کرتے تھے اور وہ دونوں ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

تخریج حدیث۔ المعجم الاوسط جلد ۲، ص ۴۱۶، (۲) صحیح البخاری، کتاب الحیض، (۳) صحیح مسلم، کتاب الحیض، (۴) سنن نسائی جلد ا، ص ۱۴۹، (۵) سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب الرجل والمراۃ یغتسلان من اناء واحد، (۶) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا، ص ۴۰، (۷) مسند احمد جلد ۶، ص ۲۹۱، (۸) سنن دارمی، کتاب الطہارۃ، باب مباشرۃ الحائض، (۹) شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ باب سور بنی آدم، (۱۰) مصنف عبدالرزاق، کتاب الطہارۃ، باب مباشرۃ الحائض، (۱۱) مسند ابی عوانۃ کتاب الطہارۃ، باب الاباحۃ مباشرہ الحائض

الخلاف فی ذلك

57۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ حَفْصَ الْعَسْكَرِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ يَعْنِي الْجَرْمِيُّ، أَخْبَرَنِي سُفْيَانُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَضَلَ مِنَ الْمَاءِ، فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَغْتَسِلَ قَالَتْ: قَدْ تَوَضَّأْتُ وَاغْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ: إِنَّ »الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ« وَاغْتَسَلَ بِفَضْلِ وَضُوئِهَا"

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کی کسی زوجہ محترمہ نے غسل فرمایا تو کچھ پانی بچ گیا جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے تاکہ غسل فرمائیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے (اس پانی سے) وضو کیا ہے اور جنابت سے غسل کیا ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بے شک پانی کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے بچے ہوئے پانی سے غسل فرمایا۔

تخریج حدیث۔ سنن النسائی، کتاب المیاء جلد۱،ص ۱۷۳، (۲) سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ، باب الرخصۃ بفضل وضو المراۃ، (۳) مسند احمد جلد۳،ص ۳۵۳، (۴) السنن الکبری بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب فی فضل الجنب جلد۱،ص ۱۸۸، (۵) صحیح ابن خزیمہ جلد۱،ص ۵۷، (۶) سنن دارمی، کتاب الطہارۃ، باب الوضو بفضل وضوء المراۃ، (۷) المستدرک، ابواب الغسل من الجنابۃ جلد۱،ص ۱۵۹، (۸) شرح معانی الآثار، کتاب، الطہارۃ، باب سوء بنی آدم، (۹) تہذیب الآثار جلد۲،ص ۶۹۴

58۔ حَدَّثَنَا أُبَيٌّ، حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ سَهْلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: أَجْنَبْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَسَلْتُ مِنْ جَفْنَةٍ، وَفَضَلَتْ فِيهَا فَضْلَةٌ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاغْتَسَلَ مِنْهَا قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا فَضَلَتْ مِنِّي، أَوْ قَالَتِ: اغْتَسَلْتُ مِنْهَا، فَقَالَ: »لَيْسَ عَلَى الْمَاءِ جَنَابَةٌ« وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ جَمِيعًا: »لَا بَأْسَ أَنْ يَغْتَسِلَ بِفَضْلِهَا، وَتَغْتَسِلَ بِفَضْلِهِ إِذَا لَمْ تَجِدْ مَاءً غَيْرَهُ« وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: »يَغْتَسِلَانِ إِذَا شَرَعَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھے اور رسول اللہ ﷺ کو جنابت لاحق ہوئی بس میں نے بڑے سے برتن میں (پانی سے) غسل کیا۔ اور کچھ پانی برتن میں چھوڑا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے حضرت میمونہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے غسل کیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ پانی میرے (غسل کے) پانی سے بچا ہوا ہے یا یہ کہا کہ میں نے اس پانی سے غسل کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا پانی پر جنابت (اثر انداز) نہیں ہوتی۔ امام مالک بن انس اور لیث بن سعد دونوں فرماتے ہیں کہ مرد کو عورت کے

فِيهِ جَمِيعًا، وَلَا يَغْتَسِلُ أَحَدٌ مِنْ فَضْلِ صَاحِبِهِ«

بچے پانی سے غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عورت کو مرد کے بچے پانی سے غسل کرنے میں حرج نہیں جب وہ اس پانی کے علاوہ پانی نہ پائیں۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں جب دونوں اکٹھے غسل شروع کریں تو ایک ہی برتن سے پانی لے سکتے ہیں (اور اگر ایک پہلے غسل کر لے تو) دوسرا اس کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے۔

تخریج حدیث۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب استعمال الرجل فضل وضوء المراۃ، (۲) مسند احمد جلد ۶، ص ۳۳۰، (۳) سنن دارقطنی جلد ۱، ص ۵۲ کتاب الطہارۃ، باب استعمال الرجل فضل وضوء المراۃ، (۴) مسند الطیالسی جلد ۱، ص ۴۲ (۵) مصابیح السنۃ، کتاب الطہارۃ، باب مخالطۃ الجنب و ما یباح لہ۔

تحقیق

مولف رحمہ اللہ نے اس باب میں آٹھ روایات نقل فرمائیں، اس میں سے حضرت ابن عباسؓ سے دو، حضرت عائشہ، حضرت ام مسلمہ، حضرت میمونہ سلام اللہ علیہن سے ایک ایک، حضرت عبداللہ بن سرجس سے ایک اور دو روایات نبی کریم علیہ السلام کے ایسے صحابی سے مروی ہیں جن کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ حضرت ابو ہریرہ ہیں جیسا کہ امام حاکم نے مستدرک میں فرمایا یا حمید ہیں۔ صاحب عون المعبود نے کہا کہ وہ حکم بن عمرو ہیں اور عبداللہ بن سرجس کے متعلق بھی کیا گیا ہے، یہ اختلاف اس لئے ہے کہ راوی نے سند میں صرف رجلا من اصحاب النبی علیہ السلام کہا ہے۔ مذکورہ باب دو طرح کے مسائل کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

☆...... کیا مرد اور عورت ایک ساتھ غسل کر سکتے ہیں۔

☆...... کیا مرد، عورت کے بچے ہوئے پانی سے طہارت حاصل کر سکتا ہے۔

یہ وضو کی صورت میں ہو یا غسل کی صورت میں کیونکہ مذکورہ باب کی احادیث دیگر کتب احادیث میں وضو کے باب میں بھی ذکر کی گئی ہیں۔ جھوٹا پانی کسی بھی قسم کی طہارت حاصل کرنے کیلئے کارآمد ہے یا نہیں باب ہذا میں ان مسائل کے متعلق تحقیق پیش کی جائے گی۔ احادیث مذکورہ دو مختلف طرح کے احکام بیان فرماتی ہیں، ہر دو طرح کے مسائل کے متعلق ائمہ وفقہا کے اقوال ومسالک ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ باب میں فقہاء کے مسالک:

امام نووی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔

امام تطھیر الرجل والمرأۃ من اناء واحد فھو جائز بالجماع المسلمین، مرد اور عورت کا ایک ہی برتن سے طہارت حاصل کرنا بالاجماع مسلمین جائز ہے۔

(شرح مسلم جلد ۴، ص ۳۰۲)

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ اسی کے مثل روایت کی تشریح کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

جواز اغتسال الرجل والمراة من اناء واحد، وكذلك الوضوء، وهذا بالاجماع۔ (عمدۃ القاری جلد۳، ص۱۹)	اس روایت سے مرد اور عورت کا ایک ہی برتن سے غسل کرنے کا اور اسی طرح وضو کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ اجماع سے ثابت ہے۔

جھوٹے پانی سے طہارت حاصل کرنے کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے، امام بدرالدین عینیؒ اور امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

مرد کے بچے ہوئے پانی سے طہارت حاصل کرنا عورت کیلئے بالاجماع جائز ہے اور عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کیلئے وضو یا غسل کرنا امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔ برابر ہے کہ عورت نے اس میں ہاتھ ڈالا ہو یا نہ ڈالا ہو، امام احمد بن حنبلؒ اور داؤد ظاہری کے ہاں اگر عورت نے اس پانی میں ہاتھ ڈال لیا تو اس کے بچے پانی سے مرد کیلئے طہارت کا حصول جائز نہیں، حسن بصریؒ اور سعید ابن المسیبؒ کے نزدیک عورت کے بچے پانی سے طہارت حاصل کرنا مطلق مکروہ ہے اور البتہ مختار وہ ہی ہے کہ جو صحیح احادیث سے ثابت ہے، جس میں آپ علیہ السلام کا اپنی ازواج کے ساتھ غسل کرنا ثابت ہے،

(شرح مسلم جلد۴، ص۳۰۲۰، شرح ابوداؤد، جلد۱، ص۱۱۷)

البتہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابن المنذر کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہ کے متعلق لکھا کہ وہ مرد و عورت کے ایک ساتھ غسل کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(فتح الباری جلد۱، ص۳۰۰)

اور اسی طرح ابن عبدالبر نے بھی ایسا ہی قول ذکر فرمایا۔

(الاستذکار جلد۱، ص۳۷۱، ۳۷۲)

اس کا جواب دیتے ہوئے امام عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے وہ احادیث پوشیدہ رہیں ہوں گی جن میں نبی علیہ السلام کا عمل مبارکہ ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام ازواج کے ساتھ غسل فرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری جلد۳، ص۱۹)

تعارض احادیث کی حیثیت:

اس باب میں مرد و عورت کا اکٹھا غسل کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ کے مقابل کوئی روایت ذکر نہیں کی گئی اور اس مسئلہ پر تمام فقہاء کرام جواز کے قائل ہیں البتہ حضرت ابو ہریرہؓ سے اس کے ممانعت پر روایت وارد ہے جس کا جواب بالتفصیل دیا جائے گا۔

دوسرا مسئلہ مرد وعورت کا ایک ہی برتن سے پانی لینے کے متعلق ہے، چاہے اس برتن سے مرد نے پہلے طہارت کے حصول کیلئے پانی لیا ہو یا عورت نے، اس مسئلہ پر دوطرح کی روایات بیان کی گئی ہیں، جو بالکل متعارض ہیں اولا امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے انہی کی روایات بیان فرمائیں، بعد میں رخصت کی۔

متعارض روایات کے متعلق اصولین کا قاعدہ یہ ہے کہ دوطرح کی روایات میں تطبیق دی جاتی ہے۔ امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ہر دوطرح کی روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے تین جواب ارشاد فرمائے۔

نمبرا۔ وجه الجمع بين احاديث هذا الباب واحاديث الباب الذى قبله ان النهى ههنا انما وقع عن التطهير بفضل ماء تستعمله المراة من الماء وهو ما سال من اعضالها دون الفضل الذى تسره فى الاماء۔

(شرح ابوداؤد جلد ا، ص ١١٦)

اس باب اور اس سے قبل کے باب کی احادیث (یعنی مسئلہ ہذا میں متعارض احادیث) کو تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ یہاں اس پانی سے طہارت حاصل کرنے کی ممانعت ہے جس میں استعمال کے وقت عورت کے جسم کے اعضاء سے مستعمل پانی گرا ہو نہ کہ وہ بچا ہوا پانی جو اس کے استعمال کے بعد برتن میں رہ گیا ہو۔

نمبر۲۔ اس طرح کی روایات جس میں نہی وارد ہوئی ہے، اس نہی کو استحباب پر محمول کیا جائے گا۔

نمبر۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایات جو جواز پر دلالت کرتی ہیں وہ ممانعت کی روایات کے مقابلہ میں سنداً جید ہیں۔

امام عینی رحمہ اللہ کی طرح امام خطابی علیہ الرحمہ نے بھی اسکی کے مثل جواب ارشاد فرمایا۔

(معالم السنن جلد ا، ص ٣٧)

حاصل یہ ہے کہ یہ نہی استحباب کے حکم میں ہے نہ کہ وجوب کے حکم میں۔ اور اگر یہ نہی استحباب کے حکم میں نہ بھی ہو تو یہاں مطلقاً ممانعت نہیں بلکہ اس پانی سے طہارت حاصل کرنا مرد کیلئے درست نہ ہوگا جس میں عورت کا مستعمل پانی گرا ہو، اور آخر میں متعارض روایات میں وجہ ترجیح بیان فرماتے ہوئے اباحت کی روایات کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ سنداً ممانعت کی روایات سے جید ہیں۔

مرد وعورت کا ایک ساتھ غسل کرنے کے جواز پر دلائل:

چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ سے اس کی ممانعت کا اثر مروی ہے جسے امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اور امام عینیؒ نے عمدۃ القاری میں ذکر فرمایا ہے، لہٰذا اس اثر کا جواب امام عینی دیتے ہوئے فرماتے ہیں مرد وعورت کا ایک ہی برتن سے غسل کرنے کے جواز پر نو صحابہ کرام کی احادیث مروی ہیں اور وہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمۃ، حضرت ام ہانی، حضرت میمونہ، رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہیں۔ حضرت علی کرم

اللہ وجہہ الکریم کی روایت ''مسند احمد'' میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت المعجم الکبیر میں، حضرت جابرؓ کی روایت ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں، حضرت انسؓ کی روایت امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں اور امام طحاویؒ نے، شرح معانی الآثار میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت صاحب مسند البزار نے۔ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت امام طحاویؒ و امام بیہقیؒ نے، حضرت ام سلمہؓ کی روایت ابن ماجہؒ اور امام طحاویؒ نے اور امام بخاریؒ نے، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت امام نسائی نے، حضرت میمونہ سلام اللہ علیہا کی روایت ترمذیؒ نے نقل فرمائی اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، یہ تمام روایات ان لوگوں پر حجت ہیں جو عورت کے بچے پانی سے مرد کیلئے وضو کرنا مکروہ جانتے ہیں یا مرد کے بچے پانی سے عورت کیلئے طہارت حاصل کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ ان تمام روایات کی اسناد ممانعت کی اسناد سے جید ہیں اور ممانعت والی روایات میں نہی بمعنی استحباب ہے، اس کے علاوہ امام بدرالدین عینی علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق بھی عمدۃ القاری میں تحریر فرمایا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے کہ ان تک اباحت کی روایات ہی نہ پہنچی ہوں گی، اس لئے وہ ممانعت کا قول فرماتے ہیں۔

(عمدۃ القاری جلد ۳، ص ۹۱)

مرد و عورت کا ایک ساتھ وضو اور غسل کرنے کا مفہوم:

خلاصہ بحث:

مرد و عورت ایک ساتھ غسل کر سکتے ہیں، اس پہ نہ تو کوئی متعارض روایت ہے نہ ہی آئمہ کرام کا اختلاف ہے، حضرت ابو ہریرہؓ کے اثر کا تفصیلی جائزہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

عورت کے بچے پانی سے طہارت حاصل کرنے کے مسئلہ پر متعارض روایات کتب صحاح میں اور دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہیں، چونکہ متعارض روایات کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اولاً تطبیق دی جائے گی، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو تاریخ سے روایت کا تقدم و تاخر تلاش کیا جائے، یہاں تطبیق کے اصول کے تحت امام بدرالدین عینیؒ اور امام خطابیؒ کے اقوال بالکل واضح ہیں جس کے بعد ان روایات کے متعلق تعارض کی حیثیت نمایاں ہوگئی اور حکم سامنے آ گیا اگر بالفرض یہ بھی کیا جائے کہ امام عینی و خطابی کی تطبیق سے کسی کو اتفاق نہ بھی ہو تو اس کا جواب بھی امام عینیؒ نے خود ہی ارشاد فرما دیا۔

قال الخطابی، اهل المعرفة بالحدیث لم یرفعوا طرق اسانید هذا الحدیث، ولو ثبت فهو منسوخ،	خطابی نے کہا، حدیث سے معرفت رکھنے والوں تک ان احادیث کی اسناد نہیں پہنچی اور اگر بالفرض (ان کی اسناد) ثابت بھی ہوں تو یہ روایت منسوخ ہے۔
(عمدۃ القاری جلد ۳، ص ۹۱)	

باب : ۶

بَابُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

آگ پر پکی چیز کھانے سے وضو کرنے کے بیان میں

59- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَلَفٍ مُوسَى بْنُ خَلَفٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَمَعَ بِيَدِهِ حَصًى، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »تَوَضَّؤُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے ہاتھ میں کنکریاں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جس چیز کو آگ پر پکایا گیا ہو (اس کے کھانے پر) وضو کرو۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الاوسط جلد۳،ص۱۱۲،(۲) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی الوضو مما غیرت النار،(۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب الوضو مما غیرت النار،(۴) سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب التشدید فی ذلک (۵) صحیح ابن حبان، کتاب الطہارۃ، باب نواقص الوضو

60- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »تَوَضَّؤُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا وضو کرو (اس کے کھانے کے بعد) جس کو آگ پر پکایا گیا ہو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد۲،ص ۲۶۵، ۲۷۱، ۴۷۰، ۴۷۹، ۵۰۳، ۵۲۲،(۲) السنن الکبریٰ بیہقی کتاب الطہارۃ،(۳) المعجم الکبیر، جلد۴،ص ۱۶۷، جلد۵،ص ۱۳۹،(۴) مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱،ص ۲۵۰، ۲۵۱ (۵) تاریخ بغداد جلد۶،ص ۳۷۵،(۶) الکنی جلد۱،ص ۳۵،(۷) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الوضو مما مست النار،(۸) سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء مما غیرت النار،(۹) مسند ابی عوانۃ کتاب الطہارۃ، باب بیان ایجاب الوضو مما مست النار،(۱۰) مسند البزار جلد۱،ص ۱۶۹

61۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدُ بْنِ صَدَقَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عَدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا وُضُوءَ إِلَّا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، أَوْ حَدَثٍ، أَوْ رِيحٍ«

حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہے وضو مگر (اس پر) جس نے آگ پر پکی چیز کھائی یا جسے حدث لاحق ہوئی یا جس کی ہوا خارج ہوئی۔

تخریج حدیث۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲، ص ۴۱۰، ص ۴۳۵

62۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ جَبِيرَةَ بْنِ مَحْمُودِ بْنِ أَبِي جَبِيرَةَ الْأَنْصَارِيُّ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ، عَنْ أَبِيهِ جَبِيرَةَ بْنَ مَحْمُودٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ سَلَامَةَ، صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَخِرَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُونُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَإِنَّهُ يُفْتِي بَعْدَهُ إِنَّهُمَا دَخَلَا وَلِيمَةً، وَسَلَمَةُ عَلَى وُضُوءٍ، فَأَكَلُوا، ثُمَّ خَرَجُوا فَتَوَضَّأَ سَلَمَةُ، فَقَالَ لَهُ جَبِيرَةُ: أَلَمْ تَكُنْ عَلَى وُضُوءٍ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَرَجْنَا مِنْ دَعْوَةٍ دُعِينَا لَهَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى وُضُوءٍ »فَأَكَلَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ« فَقُلْنَا: أَلَمْ تَكُنْ عَلَى وُضُوءٍ؟ قَالَ: »بَلَى، وَلَكِنِ الْأُمُورُ تُحْدِثُ، وَهَذَا مِمَّا قَدْ حَدَثَ«

حضرت سلمہ بن سلامۃ صحابی رسول ﷺ ہیں اور یہ نبی کریم علیہ السلام کے آخری صحابہ میں سے تھے۔ (راوی نے کہا) کہ انس بن مالک آخری صحابی نہ تھے بلکہ سلمہ بن سلامۃ ان کے بعد بھی فتویٰ دیا کرتے تھے وہ دونوں دعوۃ ولیمہ میں داخل ہوئے۔ حضرت سلمہ وضو سے تھے انہوں نے کھانا کھایا پھر وہاں سے نکلے اور وضو کیا ان سے حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا! کیا آپ وضو سے نہیں تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں! لیکن میں نے نبی کریم علیہ السلام کو دیکھا (جب) ہمیں ایک ولیمہ کی دعوت جس میں ہمیں بلایا گیا تھا، وہاں سے نکلے آپ علیہ السلام وضو سے تھے آپ علیہ السلام نے جب (کھانا) تناول فرمایا پھر وضو فرمایا۔ ہم نے عرض کی کیا آپ علیہ السلام وضو سے نہیں ہیں۔ آپ علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا۔ میں وضو سے ہوں! لیکن (کچھ) چیزیں وضو کو توڑ دیتی ہیں اور یہ انہیں میں سے ہے اس نے تو حق لاحق کر دیا۔

تخریج حدیث۔ (۱) السنن الکبریٰ بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوء مما مست النار، (۲) الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار، کتاب الطہارۃ، باب الوضو مما مست النار، (۳) المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۴۲، (۴) مجمع الزوائد جلد ص ۲۴۹

63۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْحَافِظُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَاجِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ التَّمِيمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَوَابُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: »مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوءَ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ حَتَّى قُبِضَ« قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ: وَرُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَقِيلَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَقِيلَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيلَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَقِيلَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کو فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمانے تک آگ پر پکی چیز کے کھانے کے بعد وضو کو ترک نہیں فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱)العلل المتناھیۃ،جلد ا،ص ۳۶۴،(۲)المعجم الاوسط جلد ۲،ص ۳۱

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ وَنَسْخُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

64۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَمْزَةَ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے آخری معمولات میں سے تھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگ پر پکی چیز کے استعمال

(ص 74:)، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ »آخِرُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكَ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ«

کے بعد وضو نہیں فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ، باب فی ترک الوضوممامست النار، (۲) سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوماغیرت النار، (۳) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الوضو، باب ذکرالدلیل علی ان ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوضوممامست النار، (۴) صحیح ابن حبان جلد۲، ص ۲۲۹، (۵) شرح معانی الآ ثار، کتاب الطہارۃ، باب ترلا الوضوممامست النار، (۶) المنتقی ص۲۲

65۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَصْرٍ الْقَاضِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الطَّاطِرِيُّ، أَخْبَرَنَا قُرَيْشُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، قَالَ: كَانَ »آخِرُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ«

حضرت محمد بن مسلمہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام کے آخری معمولات میں سے تھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگ سے پکی چیز کے استعمال کے بعد وضو ترک فرمادیا۔

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبری بیہقی کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوممامست النار، (۲) الاعتبار ص ۱۰۵، (۳) التمہید جلد۱۲، ص ۲۷۶، (۴) اعلام العالم، ص ۷۵، (۵) التلخیص جلد۱، ص ۱۲۹، (۶) مجمع الزوائد جلد۱، ص ۲۵۲

66۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ الْبُهْلُولِ، حَدَّثَنَا أَبِي، وَحَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ صَدَقَةَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُلَاعِبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ، عَنْ حُسَامِ بْنِ الْمِصَكِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَشَ مِنْ كَتِفٍ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ«

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شانے کی ہڈی سے گوشت تناول فرمایا اور پھر وضو نہ فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند ابی یعلی جلد۱، ص ۳۲ (۲) مسند البراز جلد۱، ص ۱۷۱، (۳) مجمع الزوائد، جلد۱، ص ۲۵۱، (۴) مسند احمد جلد۴، ص ۳۵

67۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْعَسْكَرِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »خَرَجَ وَهُوَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ فَمَرَّ بِقِدْرٍ وَهِيَ تَفُورُ، فَأَخَذَ مِنْهَا عِرْقًا أَوْ كَتِفًا فَأَكَلَهُ، ثُمَّ مَضَى إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ر[illegible] کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے ارادہ سے نکلے آپ [illegible] السلام ایک ہنڈیا کے پاس سے گزرے جو ابل رہی تھی [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں سے گوشت والی ہڈی یا [illegible] کے گوشت کو تناول فرمایا پھر نماز کے لئے تشریف لے گ[illegible] وضو نہ فرمایا۔

تخریج حدیث ۔ (۱) مسند احمد جلد ۴، ص ۲۱۔۲۰ (۲) اعلام العالم ص ۱۷، (۳) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار، (۴) صحیح ابن خزیمہ جلد [illegible] ۲۷، کتاب الطہارۃ، باب اسقاط ایجاب الوضوء، (۵) السنن الکبریٰ، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوء مما مست النار

68۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَيَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ ضُبَاعَةَ كَتِفًا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسو[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے ضباعۃ کے گھر شانے کی ہڈی سے گوشت کو [illegible] فرمایا۔ پھر نماز ادا فرمائی اور وضو نہ فرمایا۔

تخریج حدیث ۔ (۱) مسند احمد جلد ۵، ص ۹۸، (۲) الاصابۃ جلد ۴، ص ۳۵۳، (۳) مجمع الزوائد جلد ۱، ص ۲۵۳، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۵۲، (۵) مسند [illegible] یعلیٰ جلد ۱۳، ص ۴۳

69۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »دَخَلَ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَأَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا مِنْ لَحْمٍ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يُحْدِثْ وُضُوءًا«

حضرت عبداللہ بن عباس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ضباعۃ بنت الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر داخل ہوئے پھر وہاں شانے سے گوشت تناول فرمایا۔ وہاں سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور وضو نہ فرمایا۔

تخریج حدیث ۔ (۱) صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب من لم یتوضأ من لحم الشاۃ، (۲) صحیح مسلم باب الوضوء مما مست النار، (۳) موطا باب ترک الوضوء مما مسـ[illegible] النار، (۴) سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوء مما مست النار، (۵) سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب الرخصۃ فی ذلک، (۶) صحیح ابن حبان، کتاب الطہا[illegible] باب نواقض الوضوء، (۷) شرح معانی الآثار جلد ۱، ص ۶۴، (۸) مسند احمد جلد ۵، ص ۹۸ (۹) السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱، ص ۱۵۳، (۱۰) مسند ابی عوانۃ جلد ۱، ص ۲۶۹

70- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُطِيعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، وَحَمْزَةَ، ابْنَيْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يَأْكُلُ اللَّحْمَ، ثُمَّ يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَا يَمَسُّ مَاءً« وَهَذَا الْحَدِيثُ نَاسِخٌ لِحَدِيثِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، وَقَوْلُ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ: كَانَ »آخِرُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكَ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، تَأْكِيدٌ لِمَا قُلْنَا« وَقَدْ رَوَى عِكْرَاشٌ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَ صِفَةِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ؛ لِأَنَّ الْعَرَبَ عِنْدَهَا أَنَّ غَسْلَ الْيَدِ هُوَ الْوُضُوءُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بھنا ہوا) گوشت تناول فرماتے پھر نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور پانی نہ چھوتے (یعنی وضو نہ فرماتے) ابن شاہین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنے والی احادیث کی ناسخ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت محمد بن سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول کہ رسول کریم علیہ السلام کے آخری معمولات میں سے تھا کہ آگ پر پکی چیز کے تناول فرمانے کے بعد وضو نہ فرمایا یہ ہمارے قول کو مزید تقویت دیتا ہے اور حضرت عکراش صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے متعلق حدیث مروی ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے کے بعد وضو اہل عرب کے ہاں ہاتھوں کو دھونا ہے اور یہ وہی وضو کہلاتا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ا،ص ۴۰۰،(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، باب من کان لا یتوضا مما مست النار،(۳) مجمع الزوائد جلد ا،ص ۲۵۱

71- كَذَلِكَ حَدَّثَنَاهُ هَارُونُ بْنُ أَحْمَدَ الْبَحْرَانِيُّ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ طَاهِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عِكْرَاشٍ، عَنْ أَبِيهِ عِكْرَاشٍ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَكَلَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةً مِنْ ثَرِيدٍ، ثُمَّ أُتِيَ بِمَاءٍ فَغَسَلَ يَدَهُ وَفَمَهُ، وَمَسَحَ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ لِي: »يَا عِكْرَاشُ، « هَذَا الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ"

حضرت عبیداللہ بن عکراش اپنے والد عکراش جو نبی کریم علیہ السلام کے صحابی ہیں ان سے روایت کرتے ہیں انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ثرید کے پیالے میں سے کھایا پھر آپ علیہ السلام کے لئے پانی لایا گیا آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سے اپنے چہرے، منہ اور ہاتھوں کو دھویا اور اپنے چہرہ مبارک پر مسح فرمایا اور مجھ سے فرمایا کہ اے عکراش جو آگ سے پکی چیز کھائے۔ اس کا وضو یہ ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الکبیر جلد ۱۸،ص ۸۳،(۲) شرح السنۃ جلد ۱۱،ص ۳۰۴،(۳) الضعفاء الکبیر جلد ۳،ص ۱۲۵،(۴) الکنی جلد ۲،ص ۱۵۱،(۵) جامع ترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ماجاء فی التسمیہ فی الطعام،(۶) المیزان الاعتدال جلد ۳،ص ۱۳

تحقیق

اس باب میں تیرہ احادیث ذکر کی گئیں جن میں سے تین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے، دو حضرت ابو ہریرہؓ سے اور ایک، ایک روایت، حضرت عبداللہ بن زبیر بن عاصم، حضرت سلمۃ بن سلامہؓ، سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا، حضرت جابرؓ، حضرت محمد بن مسلمہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عکراشؓ سے نقل ہے، اس باب کی متعارض روایات درجہ صحیح کی ہیں۔ متفق علیہ ہیں صحاح کی تمام کتب میں موجود ہیں اس کے علاوہ ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں بھی ذکر فرمائیں۔ مسند البزار، مجمع الزوائد، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابی عوانہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد، شرح السنۃ جیسی متداول و معروف کتب کے علاوہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ، دولابیؒ نے الکنی میں، ابن الجوزیؒ نے العلل المتناھیۃ ابن الجارودؒ نے المنتقی میں ابن حجرؒ نے تلخیص اور الاصابہ، ابن العربی نے اپنی معجم میں۔ عقیلیؒ نے الضعفاء، ابن حبانؒ نے المجروحین میں بھی یہ ذکر فرمائیں، ابن شاہین کی ناسخ الحدیث و منسوخہ کے علاوہ، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار میں امام حازمیؒ نے، رسوخ الاحبار فی منسوخ الاحبار میں الجعبریؒ اور اعلام العالم ایسی ناسخ و منسوخ روایات پر مشتمل کتب میں بھی یہ روایات موجود ہیں۔

ابن رشد اندلسیؒ المتوفی ۵۹۵ھ کے مطابق صدر اول میں آگ پر پکی چیز کھانے سے وضو کے وجوب پر اختلاف تھا لیکن صدر اول کے بعد جمہور فقہاء امصار کا عدم وجوب پر اتفاق ہوگیا، وہ اختلاف کس نوعیت کا تھا اور متعارض احادیث میں سے کس طرح کی احادیث پر عمل کیلئے اتفاق ہوا ملاحظہ فرمائیں۔

تعارض پر اختلاف اور راجح قول:

باب ہذا کی دونوں طرح کی احادیث مقبول ہیں درجہ صحت کو پہنچی ہیں، ان احادیث پر فقہاء و محدثین کے حکم کے متعلق چھ طرح کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) تو اضو صیغہ امر ہے لیکن یہاں وجوب کی بجائے استحباب کیلئے ہے، یہ قول امام ابن حجر عسقلانیؒ کا ہے۔

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے۔

(فتح الباری جلد ا،ص ۵۰۶،شرح ابوداؤد، جلد ا، ص ۲۵۸)

اور امام خطابی کا بھی ایک قول استحباب کا ہی ہے۔

(معالم السنن جلد ا،ص ۶۰)

(۲) تو اضو میں وضو سے مراد نماز والا وضو نہیں بلکہ صرف ہاتھوں کا دھونا ہے۔

یہ موقف بھی امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ کا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲،ص ۴۵۷)

امام طحاوی نے اس موقف پر اعتراض بھی فرمایا جو آگے بیان کیا جائے گا۔

(۳) تو اضوا میں امر وجوب کیلئے ہے لیکن وہ وجوب عزیمۃ ہے اور ترک کا حکم وہ رخصت پر محمول ہے۔

علامہ محمد عبدالحی الکھنوی نے التعلق المجد میں بعض علماء کے حوالہ سے یہ موقف تحریر فرمایا

(التعلیق المجد علی موطا امام محمدؒ جلد ا،ص ۵۲، مکتبۃ البشریٰ)

(۴) بکری وغیرہ کے پکے گوشت کو کھانے کے بعد وضو نہیں لیکن اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔

یہ موقف امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق کا ہے۔

(التمہید جلد ۳،ص ۳۴۹)

(۵) وضو کرنے کا حکم منسوخ ہے اور وضو ترک کرنا ناسخ ہے

یہ قول امام زہری رحمہ اللہ کا ہے۔

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار جلد ا،ص ۲۴۲، التمہید جلد ۳،ص ۳۳۰)

(۶) وضو کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

یہ قول، خلفاء راشدین، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت ابی ابن کعب، حضرت ابو درداء، حضرت مغیرۃ بن شعبہ، حضرت ابو امامۃ اور فقہاء میں سے حضرت امام مالک اور آپ کے اصحاب، امام سفیان ثوری، امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام الثور، رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ہے۔

(التمہید جلد ۳،ص ۳۴۹، الاستذکار، جلد ا،ص ۲۲۶، شرح مسلم للنووی جلد ۴،ص ۴۳، الموطا امام مالک، جلد ا،ص ۵۹، ۶۰، ۶۱ الاعتبار جلد ا،ص ۲۳۸، شرح ابوداؤد امام عینی جلد ا،ص ۲۵۵)

اور یہی قول اقرب الی الصواب ہے۔

جمہور کے دلائل:

نسخ کا قول چونکہ خلفاء اربعہ کے ساتھ ساتھ حضرت ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابی بن کعبؓ جیسے اکابر وفقیہہ صحابہ کرام کا ہے جبکہ وجوب کا حکم حضرت ابن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، ابوموسیٰ الاشعریؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کا ہے۔ اول الذکر تین صحابہ خلفاء اربعہ اور ابن مسعود وابن عباسؓ جیسی فقاہت رکھتے تھے اور نہ ہی انہیں ان جیسی صحبت مصطفیٰ کریم ﷺ میسر رہی اور متعارض روایت میں ترجیح کا قاعدہ بھی یہ ہے کہ اگر کسی روایت پر خلفاء راشدین اور فقہاء صحابہ کا عمل ہوا تو اس کو دوسری روایت پر ترجیح دی جائے گی۔

(التقیید والایضاح)

اور پھر حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت ایک ہی سند سے مروی ہے جس میں یحییٰ بن انیس راوی ہے اور یہ متہم بالکذب ہے، یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ وامام نسائیؒ نے اس روایت کے متعلق فرمایا، لایعرف الامن حدیث یحیی وھو متروك، یہ حدیث صرف یحییٰ کی سند سے معروف ہے اور وہ متروک راوی ہے، امام ابن حجرؒ نے بھی تلخیص الحبیر میں اس حدیث کے متعلق تحریر کیا کہ ''حدیث عائشہ باطل'' حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا والی روایت من گھڑت ہے۔

(تلخیص الحبیر، جلد ا، ص ۴۲)

رہی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت جس پر یہ دلیل قائم کی جاتی ہے کہ آپ آخری چار سال سرکار دو عالم علیہ السلام کی صحبت میں رہے لہٰذا یہ عمل بھی آخری ایام کا ہے۔ اس کا جواب بدرالدین عینی نے تحریر کیا کہ اگرچہ حضرت ابوہریرہؓ فتح خیبر کے بعد سرکار دو عالم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن کبھی کبھی آپ کسی ایسے صحابی کی بھی روایت خود نقل فرما دیتے تھے جس نے آپ سے قبل اسلام قبول کیا ہوتا اور آپ اس روایت کو براہ راست نبی کریم علیہ السلام کی طرف منسوب فرما دیتے صحابہ چونکہ سارے عادل ہیں لہٰذا ان کا یہ (ارسال بھی) قابل قبول ہے بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کا ترک وضو کا ایک قول امام طحاویؒ نے اپنی سند کے ساتھ بھی ذکر فرمایا ہے اور اس وضو کے متعلق خلفاء اربعہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابی ابن کعب کے علاوہ حضرت ام سلمہ، حضرت محمد بن المنکدر، حضرت عمار بن زاذان، حضرت ام حکیم، حضرت ابورافع، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی، حضرت سوید بن عمان، حضرت عمرو بن عبیداللہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اقوال وروایات بھی صراحت سے نقل فرمائی ہیں۔

(شرح معانی الآثار باب اکل ماغیرت النار)

متعارض روایات میں نسخ کی معرفت کا ایک ذریعہ صحابہ کا اس بات کی وضاحت کرنا بھی ہے کہ دونوں میں سے فلاں کام

آپ علیہ السلام کے آخری معمولات میں سے تھا اس لئے کان آخرالامرین کے کلمات ناسخ روایات میں کثرت سے ملتے ہیں۔

یہاں بھی ترک وضو پر آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام سے ایسے کلمات مروی ہیں، مثلاً حضرت جابر بن عبداللہ کے الفاظ کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضو ممامست النار یہ الفاظ ابن شاہین نے اپنی سند کے ساتھ بھی روایت فرمائے آپ کے علاوہ امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے بھی اپنی صحیح میں، امام بیہقیؒ نے السنن الکبری میں، امام طحاویؒ نے شرح معانی الآ ثار میں روایت نقل فرمائی۔

حضرت محمد بن مسلمۃ الانصاری سے بھی کان آخر لامرین کے الفاظ روایت ہیں جنہیں ابن شاہین رحمہ اللہ کے علاوہ، امام بیہقیؒ نے السنن الکبری جلد ۱، ص ۱۵۶، امام حازمی نے الاعتبار، جلد ۱، ص ۲۴۲ میں، ابن عبدالبر نے التمہید جلد ۱۲، ص ۲۷۶ میں، ابن الجوزی نے اعلام العالم ص ۷۵، میں، ابن حجر نے تلخیص الحبیر، جلد ۱، ص ۱۲۹ امام بیہقی نے مجمع الزوائد جلد ۱، ص ۲۵۲ پر روایت فرمائے۔

خلاصہ بحث:

یہ بات تو طے ہے کہ آگ پر پکی چیز کھانے کے بعد وضو کرنے اور ترک کر دینے کی روایات صحیح ہیں اور وضو کے وجوب یا ترک وجوب پر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا اختلاف تھا، وجوب کے قائلین اور ان کی روایات پر بحث آپ نے ملاحظہ فرمائی، اسی طرح ترک وجوب اور آپ علیہ السلام کے آخری معمول مبارک کے متعلق دلائل بھی واضح کئے گئے جن کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وضو کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

رہا امام بدرالدین عینیؒ کا یہ قول کہ یہاں وضو سے مراد نماز والا وضو نہیں بلکہ غسل الیدین یعنی صرف ہاتھوں کا دھو لینا اور کلی وغیرہ کرنا ہے اور امام عینی کی دلیل ہی کے متعلق روایت ہے جسے امام ابن شاہینؒ نے حضرت عکراشؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے ثرید تناول فرمائی پھر پانی منگوا کر ہاتھوں کو دھویا اور کلی فرمائی اور اپنے چہرے پر مسح فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ اے عکراش آگ پر پکی چیز کھانے کے بعد ہی ہمارا وضو ہے۔

اس روایت پر امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قد ثبت عنه بما روينا انه توضا وانه لم يتوضا فاردنا ان نعلم ماالاخر من ذلك

(شرح معانی الآثار، جلد ۱، ص ۶۶)

تحقیق یہ تو آپ علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے وضو فرمایا بھی اور نہیں بھی فرمایا، پس ہم نے چاہا کہ آپ کا آخری عمل معلوم کریں۔

پھر فرماتے ہیں۔

پس جو کچھ ہم نے روایت کیا اس سے ثابت ہوا کہ آپ علیہ السلام کا آخری عمل وضو ترک فرمانے کا ہے اور پہلے والی روایات آپ کے علیہ السلام اس عمل سے منسوخ ہوگئیں اور منسوخیت تو اسی صورت میں ہوگی جب پہلے والے وضو سے بھی نماز والا وضو ہی مراد ہوگا اور اگر اس سے نماز کا وضو نہ مراد لیا جائے تو پہلے والے عمل سے یہ ثابت ہی نہ ہوگا کہ آگ پر پکی چیز کھانے سے حدث لاحق ہوتا ہے۔

لہٰذا اس وضو سے نماز والا وضو مراد ہے۔

امام طحاویؒ کے علاوہ ابن عبدالبرؒ نے بھی اس وضو سے فقط ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد نہیں لیا بلکہ اس قول کو رد فرماتے ہو بیان کیا کہ وھذا الایصح عند ذی لب، اہل فہم کے ہاں اس حدیث سے یہ معنیٰ (یعنی صرف ہاتھ وغیرہ دھونا) مراد لینا درست نہیں ہے۔

چونکہ ترک فعل اور آخر الامرین کی تصریح اسی صورت میں درست ہوگی جب پہلے ثبوت پایا جائے اگر پہلے وضو کا حکم نہ ہوتا تو ترک کہنا بے جا تھا کیونکہ کھانا تناول فرمانے کے بعد ہاتھوں کو دھونا آپ علیہ السلام نے کبھی بھی ترک نہ فرمایا، اسی لئے امام حازمی رحمہ اللہ عثمان بن سعید الدارمی کے حوالہ سے ''الاعتبار'' میں فرماتے ہیں۔

جب ہم نے آپ علیہ السلام کی احادیث میں ناسخ ومنسوخ روایات کو الگ نہ کر سکے تو ہم نے خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ کرام کے عمل کو دیکھا تو ان سے رخصت والے قول کو لیا۔

پھر بیان فرماتے ہیں، ترک وضو والی روایات جو خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ سے مروی ہیں وہ راجح ہیں پھر خلفاء راشدین اور آئمہ امصار جو ان کے بعد تشریف لائے ان کا اس قول پر اتفاق کر لینا اس کی نسخ کی صحت پر دلالت کرتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(الاعتبار فی ناسخ والمنسوخ من الآثار جلد۱، ص ۲۹۸، باب الوضوء مما مست النار)

باب : ۷

بَابٌ فِي الْبَوْلِ قَائِمًا
کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے بیان میں

72۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، وَحَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَفَرَّجَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ بَالَ قَائِمًا«

حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام قوم سباطہ کے ڈھیر پر تشریف لائے اور اپنے پاؤں مبارک کشادہ فرمائے پھر کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) ابن ماجہ، کتاب لطہارۃ، باب اجاء فی البول، قائما، (۲) مسند احمد، جلد۴، ص ۲۴۶، (۳) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الطہارۃ، باب الرخصۃ فی البول قائما، (۴) معجم الاوسط، جلد۲، ص ۷۳، (۵) سنن الکبریٰ، بیہقی، کتاب الطہارۃ، باب فی البول قائما،

73۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »مَشَى إِلَى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَجِئْتُهُ بِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ«

حضرت حذیفہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام قوم سباطہ کے ڈھیر کی طرف تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا پھر پانی طلب فرمایا میں پانی لے کر حاضر ہوا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے وضو فرمایا اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح البخاری، کتاب الطہارۃ، باب البول قائما وقاعدا (۲) سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب الرخصۃ فی البول الصحراء قائما۔(۳) ابن خزیمہ جلد۱، ص ۳۵ (۴) ابن حبان، جلد۲، ص ۲۴۸

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

74۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَخْرَمِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، بِالْبَصْرَةِ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبُولَ الرَّجُلُ قَائِمًا«

حضرت جابر بن عبداللہ روایت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے۔

75۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْحَرْبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَخْرَمِيُّ، نَحْوَهُ

حضرت محمد ابن عبداللہ المخرمی اس کے مثل روایت کرتے ہیں۔

76۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا السَّرِيُّ بْنُ سَهْلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رُشَيْدٍ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى أَنْ يَبُولَ الرَّجُلُ قَائِمًا« وَهَذَا الْحَدِيثُ يُوجِبُ نَسْخَ الْأَوَّلِ، وَقَالَتْ عَائِشَةُ: »مَا بَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا مُنْذُ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ « وَذَلِكَ أَنَّ حُذَيْفَةَ، وَالْمُغِيرَةَ رَوَيَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا« وَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ فِي الْإِخْبَارِ عَنْهُ بِذَلِكَ

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر پیشاب کرے۔ ابن شاہین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پہلی حدیث کے حکم کی ناسخ ہے۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جب سے آپ علیہ الصلوۃ والسلام پر قرآن نازل ہوا آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں فرمایا اور حضرت حذیفہؓ و حضرت مغیرہؓ نے دیکھا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام قوم سباطہ کے ڈھیر پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا اور یہ حدیث صحیح ہے جو اس بات کی خبر دیتی ہے اور اعرج نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بات ظلم میں سے ہے کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر پیشاب کرے۔ اور حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔ اس کے بعد میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

وَرَوَى الْأَعْرَجُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مِنَ الْجَفَاءِ أَنْ يَبُولَ الرَّجُلُ وَهُوَ قَائِمٌ« وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَآنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُولُ قَائِمًا، فَقَالَ: يَا عُمَرُ، لَا تَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتُ بَعْدُ وَكَرِهَ ذَلِكَ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ، الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ، وَابْنُ مَسْعُودٍ، وَابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو مُوسَى وَكَرِهَهُ مِنَ التَّابِعِينَ جَمَاعَةٌ؛ مِنْهُمُ الْحَسَنُ، وَالشَّعْبِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ، وَسَعِيدٌ وَقَدْ بَالَ قَائِمًا جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مِنْهُمْ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَقَالَ: الْبَوْلُ قَائِمًا أَحْصَنُ لِلدُّبُرِ وَاخْتُلِفَ عَلَيْهِ وَعَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَابْنُ عُمَرَ وَاخْتُلِفَ عَلَيْهِ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَسَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمِنَ التَّابِعِينَ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ وَقَالَ: »ذَلِكَ أَدْوَا لَكَ« وَخَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَالشَّعْبِيُّ وَاخْتُلِفَ عَلَيْهِ وَأَبُو الشَّعْثَاءِ، وَالْحَسَنُ وَاخْتُلِفَ عَلَيْهِ وَيَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَإِبْرَاهِيمُ، وَالضَّحَّاكُ وَسِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ: سَأَلْتُ مَالِكًا، وَالثَّوْرِيَّ، عَنِ الرَّجُلِ يَبُولُ قَائِمًا، قَالَا: لَا بَأْسَ وَاخْتُلِفَ عَلَى مَالِكٍ، فَقَالَ أَشْهَبُ: عَنْ مَالِكٍ: أَحَبُّ إِلَيْنَا أَنْ لَا يُبَالَ قَائِمًا مَخَافَةَ النَّفْخِ

اس فعل کو صحابہ کی ایک جماعت نے مکروہ جانا ہے جس میں امام حسین ابن علی ابن ابی طالب اور حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین کی ایک کثیر جماعت نے جیسے حسن البصری اور امام شعبی اور یحییٰ بن کثیر اور سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے۔ ان میں سے حضرت عمر بن خطاب جن کا یہ قول کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا شرمگاہ کو محفوظ کرتا ہے اس قول پر حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور عبداللہ ابن عمر، سھل بن سعد، انس بن مالک ابو ہریرہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ نے اختلاف کیا ہے۔ تابعین میں سے محمد بن سہل، سعید بن المسیب، خارجہ بن زید، عروہ بن الزبیر، اور شعبی رضی اللہ عنھم نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ابوالشعثاء اور الحسن، یزید بن الاصم، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، ابراہیم، الضحاک اور سماک بن حرب رضی اللہ عنھم نے بھی اس سے اختلاف کیا ہے۔

امام واقدی نے کہا۔ میں نے امام مالک اور امام ثوری سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو کھڑے ہوکر پیشاب کرتا ہے ان دونوں نے ارشاد فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (امام مالک سے ایک قول اس سے اختلاف کا بھی ہے) اشھب امام مالک سے روایت فرماتے ہیں۔ میں تکبر کے خوف سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا پسند نہیں کرتا۔

عبداللہ بن احمد نے کہا۔

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ: قَالَ أَبِي: لَا بَأْسَ بِالْبَوْلِ قَائِمًا
إِذَا كَانَ لَا يُصِيبُهُ، وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ فِي اخْتِلَافِ
الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عَلَى هٰذَا الْحَدِيثِ وَجَبَ التَّوَقُّفُ
عَنِ الْإِطْلَاقِ عَلَى نَسْخِهِ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ يُعْرَفُ بِهِ
نُسِخَ مِنَ الْحَدِيثِ وَمَا لَمْ يُنْسَخْ مِثْلَ الْآخَرِ، وَإِذَا كَانَ
الْأَمْرُ كَذٰلِكَ كَانَ الْبَوْلُ قَائِمًا عِنْدَ الْحَاجَةِ فِي وَقْتٍ
لَا يُمْكِنُهُ، وَالْقُعُودُ أَشْبَهُ بِالْأَخْلَاقِ وَالْأَخْيَرُ مِنَ الْفِعْلِ
وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

میرے والد (امام احمد بن حنبل) نے فرمایا: اگر (وجود پاک
کو پیشاب کی نجاست) نہ پہنچے تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے
میں کوئی حرج نہیں اور اگر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین
کے درمیان اس حدیث پر اختلاف پایا گیا ہے تو پہلے والے
حکم کی منسوخیت پر توقف واجب ہے۔ کیونکہ یہ حضرت
جانتے ہیں کہ حدیث میں ناسخ کیا ہے اور جو حدیث میں
منسوخ ہے اور جب معاملہ ایسا ہے تو ناسخ نہیں ہے۔ جس کا
حکم یہ ہے کہ ان سے ثابت ہو کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے
میں کوئی گناہ نہیں اس پر حکم کا دار و مدار ہے اور بہتر ہے کہ اخلاق
میں بیٹھ کر پیشاب کرنا اولیٰ ہے۔

تحقیق

امام ابن شاہینؒ نے اس باب میں پانچ روایات نقل فرمائی ہیں جو علی الترتیب حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت حذیفہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت محمد بن عبداللہ الحرمی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے مروی ہیں۔ اس باب کی احادیث صحیح بخاری، ابن ماجہ، سنن کبریٰ، بیہقی، مسند احمد، مسند ابی عوانہ، شرح معانی الآثار، مستدرک امام حاکم، الکامل لابن عدی، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، حلیۃ الاولیاء، صحیح ابن حبان، مصنف عبدالرزاق، سنن نسائی، شرح السنۃ بغوی، اور سنن دارمی کے علاوہ بہت سی کتب احادیث و آثار میں رقم ہیں۔

مؤلف نے باب کی احادیث کے متعارض جو روایات ذکر فرمائی ہیں ان میں اولاً نسخ کا ذکر فرماتے ہیں جبکہ آگے چل کر اپنے اس قول سے رجوع فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس باب کی احادیث میں منسوخیت کے قول سے توقف کرنا واجب ہے۔ گویا ان کے نزدیک اس باب میں قول نسخ درست نہیں اس باب میں علماء کی آراء و مسالک کیا ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اس باب میں علماء کے مسالک

امام بدرالدین عینیؒ عمدۃ القاری میں اور امام نوویؒ شرح مسلم میں اس باب کے متعلق علماء کرام کے مسالک بیان فرماتے ہیں سب سے پہلے ابن منذر کے حوالہ سے صحابہ کرام کا اختلاف ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابن عمرؓ اور سہل بن سعدؓ کھڑے ہو کر پیشاب کرلیا کرتے تھے۔
(عمدۃ القاری، جلد ۳، صفحہ ۱، شرح مسلم نووی، جلد ۳، صفحہ ۱۱۶)

۲۔ حضرت انس بن مالکؓ، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت ابو ہریرہؓ، حالت عذر میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو جائز سمجھتے لیکن اگر عذر نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ تصور کیا جاتا اور یہ مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔ یہ قول عامۃ العلماء کا ہے۔
(عمدۃ القاری، جلد ۳ ص ۱۱)

۳۔ ابن مسعودؓ، امام شعبیؒ اور ابراہیم بن سعدؒ کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

(شرح مسلم نووی، جلد۳، ص۱۱۶، عمدۃ القاری، جلد۳، ص۱۱)

۴۔ حضرت سعید ابن المسیب، عروۃ، محمد بن سیرین، زید بن الاصم، عبیدہ السلمانی، امام نخعی رحمھم اللہ تعالیٰ، امام احمدؒ وغیرہ سے اس باب میں اباحۃ کا قول مروی ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد۳ص۱۱)

۵۔ یہ قول امام مالک کا ہے کہ اگر چھینٹیں جسم یا کپڑوں پر گرنے کا خطرہ نہ ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر وجود یا لباس آلودہ ہونے کا خطرہ ہو تو اس حال میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

(شرح مسلم نووی، جلد۳، ص۱۱۶، عمدۃ القاری، جلد۳، ص۱۱)

۶۔ ابراہیم بن سعد کے مطابق کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے کی گواہی قبول نہیں۔

(عمدۃ القاری، جلد۳، ص۱۱، شرح مسلمہ نووی، جلد۳، ص۱۱۶)

۷۔ ابن المنذر بیٹھ کر پیشاب کرنے کو مستحب اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مباح سمجھتے تھے۔

(شرح مسلم نووی، جلد۳، ص۱۱۶، عمدۃ القاری، جلد۳، ص۱۱)

۸۔ ابراہیم بن سعد کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے کی گواہی قابلِ قبول نہیں سمجھتے تھے۔

(عمدۃ القاری، جلد۳، ص۱۱)

گزشتہ بالا روایات کے پیش نظر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بعض علماء کے نزدیک مطلق جائز اور بعض کے ہاں عذر کی بناء پر تو جائز ہے لیکن عذر نہ ہونے کی صورت میں ایسا فعل ناپسندیدہ ہے۔ اس باب کی وہ احادیث جن میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت کی گئی سنداً اگرچہ ضعیف بھی ہوں جیسے حضرت جابرؓ والی حدیث مبارکہ میں عدی بن الفضل جسے ابوحاتم اور دار قطنی نے متروک الحدیث کہا۔

(التقریب، جلد۱، ص۱۷، الخلاصۃ جلد۱، ص۲۴۴)

اور حضرت عمر بن الخطابؓ کو کھڑے ہو کر پیشاب سے منع کرنے والی روایت جسے امام ترمذیؒ نے عبدالکریم بن ابی المخارق کی وجہ سے ضعیف قرار دیا اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل فرمائی جس میں حضرت عمر بن الخطاب کے اپنے الفاظ ہیں۔ ''مابلت قائما منذا سلمت'' جب سے میں نے اسلام قبول کیا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔'' (ذکر فرمایا اور) اس روایت کے متعلق فرمایا کہ ''هذا اصح من حديث عبدالكريم'' یہ روایت عبدالکریم والی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

ان روایات اور جواز کے اقوال کے باوجود نبی کریم علیہ السلام سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والی روایات منقول نہیں

اور نہ ہی آپ علیہ السلام کی یہ سنت تھی۔عرب کا ماحول اگرچہ ایسے فعل کے لیے ناسازگار تو نہ تھا مگر نبی کریم علیہ السلام کا اسوہ مبارک تو تاقیامت اہلِ ایمان کے لیے قابلِ اتباع ہونا تھا لہٰذا آپ علیہ السلام نے اس باب میں ایسی سنت قائم فرمائی جو جسمانی، روحانی، معاشرتی، اخلاقی اور تہذیبی ہر لحاظ سے مناسب ہے۔کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں جسم ولباس دونوں کے آلودہ ہونے کا خطرہ ہے اور پیشاب کے چھینٹے عذابِ قبر کا باعث بھی ہیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں آپ علیہ السلام نے دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان پر ہونے والے عذاب کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔اور پھر آپ علیہ السلام کی نفیس طبیعت ایسے فعل کو کیسے پسند فرماسکتی ہے۔ہمارے مرشدو ہادی قائد اہلسنت قبلہ سید ریاض حسین شاہ صاحب ادام اللہ فیوضھم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ آپ ﷺ نے ہر وہ عمل اور طریقہ اختیار فرمایا جو نفاست اور تہذیب میں بے مثال تھا آپ علیہ السلام کے وجود مسعود سے کبھی ایسا عمل سرزد ہوا ہی نہیں جو حسن تہذیب کا شاہکار نہ ہو۔مہذب قوموں نے ان کی حیات طیبہ سے تہذیب کے قرینے سیکھے۔اخلاق اپنے وجود کے قیام کے لیے ان کی سیرت کا محتاج رہا۔آپ علیہ السلام نے جو بھی عمل فرمادیا وہ عمل کامل اسوہ اور تہذیب کا ایک مستقبل باب بن گیا۔لہٰذا یہ کیسے ممکن تھا کہ عرب کے رواج کے مطابق آپ علیہ السلام بھی کھڑے ہوکر پیشاب فرماتے جن روایات میں آپ علیہ السلام سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ثابت ہے امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے اس کی چند توجیہات پیش فرمائی ہیں۔

۱۔ آپ علیہ السلام پستی کی جانب کھڑے تھے اور پیشاب جس جانب فرما رہے تھے وہ بلند جگہ تھی، خطرہ تھا کہ پیشاب آپ علیہ السلام کے کپڑوں کو آلودہ نہ کردے۔

۲۔ آپ علیہ السلام کو بیٹھنے کی مناسب جگہ میسر نہ آئی تھی۔

۳۔ شدتِ پیشاب کے باعث اس کے جلد اخراج کے لیے ایسا عمل فرمایا۔یہ قول قاضی عیاض رحمہ اللہ کا ہے۔

۴۔ محض حالتِ مجبوری میں اس عمل کے لیے رُخصت پیدا کی۔

اسباب مذکورہ میں سے کسی سبب آپ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادتِ مبارکہ بیٹھ کر پیشاب فرمانا تھی جس کا ذکر امام عینی نے مذکورہ باب کے آخر میں فرمادیا۔

(عمدۃ القاری، جلد۳، ص۱۲ تا ۱۴)

باب : ۸

النَّهْي عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ

قبلہ رُخ ہوکر پیشاب یا پاخانہ کرنے کی ممانعت

77۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: »نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الشَّامَ، وَجَدْنَا مَرَاحِيضَهُمْ قَدْ بُنِيَتْ نَحْوَ الْقِبْلَةِ فَتَحَرَّفْنَا عَنْهَا، وَقُلْنَا نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ«

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ ہم پیشاب یا پاخانے کے وقت قبلہ رخ ہوں۔ جب ہم شام میں آئے تو ہم نے ان کے بیت الخلاء کو قبلہ رخ بنا دیکھا۔ ہم نے (ان میں) جانے سے گریز کیا اور کہا کہ ہم اللہ سے استغفار چاہتے ہیں۔

تخریج حدیث۔ (۱) صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ، باب قبلۃ اہل المدینۃ واہل الشام، (۲) صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب آداب قضاء الحاجۃ، (۳) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ باب النہی عن استقبال القبلۃ بغائط او بول، (۴) سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب کراہیۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ، (۵) سنن نسائی، کتاب الطہارۃ ع استدبار القبلۃ عند الحاجۃ، (۶) صحیح ابن خریمۃ کتاب الوضوء، باب النہی عن استقبال القبلۃ بغائط او بول، (۷) سنن الدارمی، کتاب الوضو، باب النہی عن استقبال القبلۃ عند الغائط او بول، (۸) شرح السنۃ بغوی جلد ۱ ص ۳۵۸، (۹) الرسالۃ ص ۲۹۲، (۱۰) المعجم الصغیر، جلد ۱ ص ۲۰۰

78۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيَّ، يَقُولُ: أَنَا أَوَّلُ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَا يَبُولُ أَحَدُكُمْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ« وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَ النَّاسَ بِذَلِكَ

حضرت حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی قبلہ رخ ہوکر پیشاب نہ کرے اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے لوگوں سے یہ حدیث بیان کی۔

تخریج حدیث۔ (۱) سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ، باب النہی عن استقبال القبلۃ بغائط او بول، (۲) شرح معانی الآثار، کتاب الکرامۃ باب استقبال القبلۃ بالفروج، (۳) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطہارۃ، باب استقبال القبلۃ بالغائط والبول، (۴) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب النہی عن استقبال بغائط او بول، (۵) مسند احمد جلد ۴، ۱۹۰۔۱۹۱، (۶) الاعتبار ص ۴۳

79۔ حَدَّثَنَا أَبُو زَيْدٍ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ قَيْسِ بْنِ حَفْصٍ الْبَصْرِيُّ بِمِصْرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي يَعْنِي: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أَنَا أَوَّلُ مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَا يَبُلْ أَحَدُكُمْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ« وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَ النَّاسَ بِذَلِكَ قَالَ اللَّيْثُ: وَحَدَّثَنِي سَهْلٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا

حضرت حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی قبلہ رخ ہو کر پیشاب نہ کرے اور میں ہی وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے لوگوں کو یہ حدیث بیان کی۔ لیث فرماتے ہیں کہ مجھ سے سہل بن ثعلبہ نے عبداللہ بن حارث بن جزء سے نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث۔ (۱) شرح معانی الآثار کتاب الکراھیۃ، باب استقبال القبلۃ بالفروج للغائط والبول

80۔ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى أَبُو حَبِيبٍ الْبِرْتِيُّ، قِرَاءَةً عَلَيْهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ غَسَّانَ بْنِ جَبَلَةَ الْعَتَكِيُّ بِالْبَصْرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ الْقُرَشِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَعْقَاعُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" : أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ، فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا"

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے (تمہاری تربیت کرنے کے اعتبار سے) تمہارے والد کی طرح ہوں تمہیں یہ تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی پاخانے کے لئے جائے تو قبلے کی طرف نہ تو رخ کرے اور نہ ہی پشت۔

تخریج حدیث۔ (۱) سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، (۲) السنن الکبری بیہقی کتاب الطہارۃ، (۳) سنن ابوداؤد کتاب الطہارۃ، (۴) سنن ابن ماجہ باب کراہۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ، (۵) مسند احمد جلد۲، ص ۲۴۷، (۶) کتاب الام۔ کتاب الطہارۃ، (۷) شرح معانی الاثار، کتاب کراہۃ، (۸) شرح السنۃ بغوی جلد۱، ص ۳۵۶، (۹) الاعتبار ص ۷۲، (۱۰) مسند ابی عوانۃ جلد۱ ص ۱۰۰

81۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادِ بْنِ وَاصِلٍ النَّيْسَابُورِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَزْهَرِ أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ »نَهَانَا أَنْ نَسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةَ، أَوْ نَسْتَقْبِلَهَا بِفُرُوجِنَا إِذَا هَرَقْنَا الْمَاءَ، ثُمَّ قَدْ رَأَيْتُهُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِعَامٍ يَبُولُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ«

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے سول اللہ ﷺ نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ رُخ یا پشت ہونے سے منع فرمایا پھر میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے قبل آپ کو ایسا کرتا ہوا دیکھا۔

تخریجِ حدیث۔(۱) صحیح ابن حبان جلد۲،ص۳۴۶،(۲) السنن الکبری بیہقی، کتاب الطہارۃ،(۳) سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ،(۴) شرح معانی الآثار کتاب الکراہۃ،(۵) سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ،(۶) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ،(۷) سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ،(۸) مسند احمد جلد۳،ص۳۶۰

82۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ الْفَرَائِضِيُّ، حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ لِحَاجَتِهِ بَعْدَ النَّهْيِ«

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کو قبلے کی رُخ قضائے حاجت کرنے کی ممانعت کے بعد قبلہ رُخ قضائے حاجت کرتے دیکھا۔

تخریجِ حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارت، باب الرخصۃ فی ذلک فی الکنف واباحتہ دون الحاری۔۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ کتاب الطہارت۔ باب من رخص فی استقبالِ قبلۃ بالخلاء، شرح معانی الآ ثار، جلد۴، ص۲۳۴

83۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَبُولُ إِلَيْهَا قُلْتُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هَذَا؟ قَالَ: بَلَى، إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ، فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ

میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اناخ سواری پر دیکھا۔ وہ قبلہ رُخ ہو کر پیشاب کر رہے تھے۔ میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! کیا اس بات سے منع نہیں کیا گیا؟ اُنہوں نے کہا: ہاں کیا گیا ہے۔ اس کی ممانعت تو صرف کھلی فضا میں ہے۔ جب تیرے اور قبلے کے درمیان کوئی شے حائل ہو تو کوئی حرج نہیں۔

الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُ، فَلَا بَأْسَ وَقَدْ رَوَى أَبُو قَتَادَةَ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبُولُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَحَانَتْ مِنِّي الْتِفَاتَةٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَجَرَيْنِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ حَدِيثَ النَّهْيِ نُسِخَ بِغَيْرِهِ أَوْ يَكُونُ الْأَمْرُ عَلَى مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَنَّ النَّهْيَ وَقَعَ عَلَى اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْفَضَاءِ، فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُ فَلَا بَأْسَ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: لَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ، وَلَا تَسْتَدْبِرْهَا، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ، وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا وَسُئِلَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ بِالْخَلَاءِ، قَالَ: أَمَّا بَيْتُ الْمَقْدِسِ، فَلَيْسَ فِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْءٌ، وَلَا بَأْسَ أَنْ يَسْتَقْبِلَهُ

تخریج حدیث۔(۱)سنن ابوداؤد، کتاب الطہارت، باب کراھۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ، (۲) صحیح ابن خزیمہ، جلدا،ص ۳۵، (۳)سنن دارقطنی، جلدا،ص ۵۸

تحقیق

مذکورہ باب میں چھ احادیث بیان ہوئیں جن میں سے ممانعت کی احادیث حضرت ابوایوب انصاری، حضرت عبداللہ بن الحارث، حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ اجمعین سے مروی ہیں جبکہ رخصت واجازت کی روایات کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوقتادہ رضوان اللہ اجمعین ہیں۔

باب مذکورہ کی احادیث میں تعارض کی حیثیت:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس باب میں نسخ کے قول کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ''والحق انہ لیس بناسخ لحدیث النھی'' حق یہی ہے کہ اثبات کی احادیث نھی والی احادیث کی ناسخ نہیں ہیں مزید فرماتے ہیں ابن عمر اور جابرؓ والی روایۃ میں مشاہدہ بغیر قصد کے تھا اور اس بارے میں آپ علیہ السلام کی خصوصیت کا قول کرنا بھی بغیر دلیل کے ہے کیونکہ قبلہ رخ ہو کر پیشاب فرمانے میں آپ کی خصوصیت احتمال سے ثابت نہیں ہوسکتی۔

(فتح الباری جلد ۱، ص ۲۴۵، ۲۴۶، داراحیاء التراث)

جن احادیث میں استقبال قبلہ کی نہی وارہوئی ہے وہ قولی احادیث ہیں جبکہ ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ والی روایات فعل کو ظاہر کرتی ہیں اور اصول حدیث کی روشنی میں قولی حدیث راجح ہے فعلی حدیث سے اور ابن عمرؓ وحضرت جابرؓ سے مروی جتنی روایات ہیں وہ سب دور سے مشاہدہ کرنے پر معمول ہیں جن میں قبلہ کی طرف بیٹھنے کا قول یقینی نہیں بلکہ احتمال کے طور پر بیان کیا گیا اور نسخ کا یہ قاعدہ ہے کہ ناسخ حدیث اصول روای اور درایت کے اعتبار سے مضبوط بھی ہو اور یقینی طور پر فعل کو ثابت بھی کرے، لہٰذا کمزور دلیل سے نسخ کا قول نہیں کیا جاسکتا۔ امام حازمیؒ نے اگرچہ الاعتبار فی ناسخ والمنسوخ من الاثار میں اس باب میں نسخ کا قول لکھا ہے مگر ان کا استدلال بھی حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عمرؓ والی روایات سے ہی ہے۔

اس باب میں فقہاء ومحدثین کے مسالک:

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے اس باب میں صحابہ کرام، تابعین، محدثین اور فقہاء رحمھم اللہ اجمعین کے مسالک و آرا وضاحت سے بیان فرمائی ہیں۔

پہلا قول:

قبلہ کی طرف رخ کرنا یا پیٹھ پھیرنا مطلقا مکروہ ہے، یہ قول حضرت ابوایوب انصاریؓ، تابعین میں سے حضرت مجاہدؒ، ابراہیم النخعیؒ، سفیان ثوریؒ، ابوثورؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک قول ہے اور یہی صحیح ہے۔

دوسرا قول:

قبلہ کی طرف رُخ کرنا یا پیٹھ پھیرنا مطلقاً جائز ہے، یہ قول حضرت عروہ بن زبیرؓ، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ وغیرہ کا ہے۔

تیسرا قول:

پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے نہ تو گھر میں اور نہ ہی صحرا میں قبلہ رخ ہونا جائز ہے البتہ ان دونوں جگہوں پر پیٹھ پھیر کر بیٹھنا جائز ہے، یہ قول بھی امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

(شرح عنایۃ علی ھدایۃ مع فتح القدیر ۱۹۱/۱، عمدۃ القاری جلد ۲ ص ۲۸۸)

چوتھا قول:

صحرا میں رخ یا پیٹھ پھیرنا حرام جبکہ گھروں میں جائز ہے، یہ قول امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اسحاقؒ اور امام احمدؒ کا ایک قول ہے، یعنی یہ حضرات دونوں طرح کی روایات کو جمع فرماتے ہیں اور تطبیق کی صورت نکالتے ہیں،

(عمدۃ القاری جلد ۲ ص ۲۸۸)

امام عینیؒ مزید تین اقوال تحریر فرماتے ہیں۔

الاوّل:

صرف گھروں میں قبلہ کی طرف پیٹھ پھیر کر بیٹھنا جائز ہے صحرا وغیرہ میں نہیں۔

الثانی:

قبلہ کی طرف رخ کرنا مطلق حرام ہے حتیٰ کہ قبلہ منسوخہ کی طرف بھی یعنی بیت المقدس کی طرف، یہ قول امام ابن سرین اور ابراہیم رحمھما اللہ تعالیٰ کا ہے۔

الثالث:

یہ تحریم صرف اہل مدینہ کیلئے تھی۔

احناف کے دلائل:

احناف کا راجح قول مطلق کراہیت کا ہے چاہے گھروں میں ہو یا صحراو میدان میں، رُخ کرنا ہو یا پشت کرنا، احناف کا استدلال مندرجہ ذیل روایت سے ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدیؓ کی روایت جسے امام ترمذی نے جامع کے اندر کتاب الطہارت میں، امام احمد نے ''مسند میں جلد ۴، ص ۹۰، ۹۱'' امام طحاوی نے ''شرح معانی الاثار جلد ۴، ص ۲۳۲۰''، ابن ماجہ نے ''سنن کتاب الطہارت'' کے اندر، اس کے علاوہ ابن حبان وابن ابی شیبہ نے بھی ذکر فرمایا۔

(۲) حضرت سلمان فارسیؓ کی حدیث جسے بخاری کے علاوہ پانچوں ائمہ صحاح نے نقل فرمایا۔

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث جسے امام نسائیؒ نے سنن میں امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں، امام ابوداؤدؒ نے سنن میں امام ابن ماجہؒ نے ''سنن'' میں امام احمدؒ نے ''مسند'' میں اور امام شافعی نے ''کتاب اسلام'' میں ذکر فرمایا۔

احناف مذکورہ رواۃ کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ممانعت کا حکم کثرت رواۃ کے ساتھ ساتھ غیر مبہم بھی ہے اس میں ظن کا احتمال بھی نہیں اور احادیث بھی قولی ہیں جو قبول روایت کے معیار پر پوری اترتی ہیں۔

احادیث میں رُخ یا پیٹھ کرنے کی حرمت کی علت تعظیم قبلہ ہے اور یہ تعظیم جہت کی ہے اور جہت صحراء میں ہو یا گھر میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا لہٰذا دونوں جگہوں پر حکم بھی علت کے پائے جانے سے لاگو ہوگا۔ باقی رہا نبی کریم علیہ السلام کا قبلہ کی طرف پیٹھ پھیرنا، تو اس کے علماء احناف نے چند جواب دیے ہیں۔

امام قدوریؒ المتوفی ۴۲۸ھ فرماتے ہیں۔

(۱) نبی کریم علیہ السلام نے ایسا عمل شاید کسی عذر کی وجہ سے فرمایا ہو لہٰذا اس کا تعلق عموم کے ساتھ نہ ہوگا۔

(التجرید جلد ۱، ص ۱۵۲)

(۲) ہمارے شیخ مفکر اسلام حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب اس حدیث مبارکہ پر گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ممانعت کی احادیث اکابر صحابہ کرام کی ہیں جن میں حضرت ابوایوب انصاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما شامل ہیں جبکہ رخصت کی احادیث اصاغر اصحاب کی ہے اور اکابر اصحاب کی روایات کی موجودگی میں

اصاغر کی روایات نہیں لیں جائیں گی کیونکہ حضرت ابوایوب انصاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی فہم و ذکاوت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحبت پانے کے اعتبار سے زیادہ اچھے انداز سے آپؐ کے معمولات سے آگاہ تھے اور صحبت ومجالست میں حضرت ابن عمرؓ سے زیادہ مقام رکھتے ہیں آداب قبلہ کے پیش نظران کی روایت ترجیح رکھتی ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں مشاہدہ کی خطا کا بھی احتمال ہے اور اصول فقہ کا بھی قاعدہ ہے کہ جب کسی روایت میں احتمال پایا جائے تو اس سے استدلال درست نہیں، اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال' اور ممانعت کی احادیث متعدد ہیں اور درجہ صحت کو پہنچتی ہیں۔

(۴) ممانعت کی روایات میں آپ علیہ السلام کا صریح قول ہے جبکہ رخصت کا ذکر فعل والی روایات سے کیا گیا ہے۔

اصول حدیث کی روشنی میں جب احادیث میں تعارض واقع ہو تو امام عراقی نے متعارض روایات میں سے قولی حدیث کو فعلی حدیث پر ترجیح دی ہے جیسا کہ آپ نے مقدمۃ الکتاب میں ذکر کر دیا گیا۔

(۵) شعائر اللہ کی تعظیم دین کے سنہری اصولوں میں سے ہے، ممانعت کی روایت میں یہ پہلو زیادہ نمایاں ہے۔ لہٰذا ترجیح بہر حال اسی روایت کو حاصل ہے۔

(۶) رہی حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت تو اس روایت میں ضعف ہے کیونکہ حضرت عراک بن مالک کا سماع حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا سے ثابت نہیں جیسا کہ ابن ابی حاتم نے المراسیل میں حضرت امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے ذکر فرمایا کہ "لم يسمع عراك من عائشه" عراک کا حضرت عائشہؓ سے سماع ثابت نہیں (المراسیل ص ۶۰)، اور امام ذہبی نے بھی اس روایت کو منکر کہا ہے۔

(المیزان جلد ۱، ص ۲۳۲)

اسی طرح ابن حبان نے بھی اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ یہ منکر ہے۔

مذکورہ دلائل کی روشنی میں حدیث ابن عمر اور روایت سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا نہ تو اس درجہ کی ہیں کہ انہیں ممانعت والی روایات سے ترجیح دی جائے اور نہ ہی کعبۃ اللہ شریف کی حرمت اور ادب کے پیش نظر ایسا فعل جائز قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسکی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف درست ہوگی کیونکہ احتمالات اور کمزور روایات سے نبی کریم علیہ السلام کا فعل ثابت کرنا کسی طرح درست نہ ہوگا، یہاں احناف کا ہی مسلک شعائر اسلامی کے ادب کے پیش نظر درست اور راجح ہوگا۔

باب : ۹

بَابُ الْوُضُوْءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ — ہر نماز کیلئے وضو کرنے کے بیان میں

84۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ قَالَ: كُنَّا نَكْتَفِي بِالْوُضُوءِ مَا لَمْ نُحْدِثْ"

حضرت عمرو بن عامر الانصاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا۔ نبی کریم علیہ السلام ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے۔ میں نے عرض کی آپ لوگ اس کا کیسے اہتمام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا جب تک ہمیں حدث لاحق نہ ہوتی ہمارے لیے وہی وضو کافی ہوتا۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب من غیر حدث۔(۲) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء لکل صلاۃ (۳) سنن دارمی، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء لکل صلاۃ (۴) مسند احمد، جلد ۳، ص ۴۴

85۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ«

حضرت عمرو بن عامر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ (۲) سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ

86۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ،: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ "يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَيْفَ تَصْنَعُونَ أَنْتُمْ؟ قَالَ: نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِالْوُضُوءِ الْوَاحِدِ مَالَمْ نُحْدِثْ"

حضرت حمید الطّویل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے۔ میں نے حضرت انس سے عرض کی آپ لوگ کیسے اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ ایک ہی وضو سے بہت سی نماز پڑھ لیا کرتے تھے جب تک ہم بے وضو نہیں ہوتے تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء لکل صلاۃ (۲) الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث ص ۱۱۰

الخلاف فی ذلك

87۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ«

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام ہر نماز کے لئے وضوفرمایا کرتے تھے۔ پھر فتح مکہ والے دن آپ علیہ السلام نے ساری نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ، ابوب الطہارۃ، باب الوضوء لکل صلاۃ (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ باب من کان یصلی الصلاۃ (۳) صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ (۴) مسند ابی عوانۃ، کتاب الطہارۃ

88۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْحِمَّانِيُّ، حَدَّثَنَا قَيْسٌ يَعْنِي ابْنَ الرَّبِيعِ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »صَلَّى خَمْسَ صَلَوَاتٍ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ« وَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ مِنْ فِعَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ خُلُقُهُ، وَالْحَدِيثُ الثَّانِي هُوَ تَوْسِعَةٌ وَرُخْصَةٌ، وَلَيْسَ فِيهَا مَا يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِالنَّسْخِ، وَلَمْ يَبْلُغْنَا: أَنَّ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ كَانُوا يَتَعَمَّدُونَ الْوُضُوءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَسُئِلَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنِ الرَّجُلِ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَقَالَ إِنْ صَلَّى الصَّلَوَاتِ بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ، فَلَا بَأْسَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوَضُوءٍ يَعْنِي: وَاحِدٍ وَالَّذِي هُوَ أَشْبَهُ أَنَّ النَّسْخَ وَقَعَ عَلَى الْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ لِإِجْمَاعِ النَّاسِ عَلَى أَنَّهُ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ مَضَتْ صَلَاتُهُ، وَإِنَّ صَلَاتَهُ يَوْمَ الْفَتْحِ كُلَّهَا بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ كَانَ بَعْدَ الْفِعَالِ الْأَوَّلِ

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فتح مکہ والے دن پانچ نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ پہلی حدیث آپ کے خلق عظیم کا مظہر ہے اور دوسری حدیث (امت کیلئے) وسعت اور رخصت (کی دلیل) ہے۔ ہم تک نہیں پہنچا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں سے کسی ایک نے بھی ہر نماز کے لیے وضو کا قصد (واہتمام) فرمایا ہو۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل سے اس مرد کے متعلق پوچھا گیا جو ہر نماز کے لئے نیا وضو کرتا ہے آپ نے جواب دیا کہ اگر وہ بہت سی نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھے تو کوئی حرج نہیں نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ والے دن ایک ہی وضو سے نمازیں ادا فرمائیں۔ اور یہ بات اس قول کے زیادہ قریب ہے کہ ہر نماز کیلئے وضو کے حکم میں نسخ واقع ہوا ہے۔ لوگوں کے اس بات پر اتفاق سے کہ جس نے ایسا عمل کیا اس کی نماز ہو جائے گی بے شک آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر تمام نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ اور یہ عمل پہلے والے عمل کے بعد کا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء انہ یصلی الصلوات بوضوء واحد (۲) سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الرجل یصلی الصلوات بوضوء واحد (۳) سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء لکل صلاۃ (۴) مصنف عبدالرزاق، کتاب الطہارۃ (۵) مسند ابی داؤد الطیالسی، ص ۱۰۸ (۶) مسند ابی عوانۃ، کتاب الطہارہ (۷) شرح معانی الاثار، کتاب الطہارۃ، باب تجدید الوضوء

تحقیق

پانچ احادیث پر مشتمل یہ باب ہر نماز کیلئے وضو کرنے کے ضمن میں تحریر فرمایا گیا تین احادیث خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہیں باقی دو احادیث حضرت سلیمان بن بریدہؓ اپنے والد، حضرت بریدہ بن الحصیب ؓ بن عبداللہ بن الحارث جن کی کنیت ابوعبداللہ وابوسھل ہے سے روایۃ کرتے ہیں، باب ہٰذا کی روایات کتب صحاح میں سے بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابوداؤد میں موجود ہیں دیگر کتب احادیث میں سے مسند احمد، سنن دارمی، مصنف ابن ابی شیبہ، صحیح ابن حبان، مسند ابی عوانۃ، مصنف عبدالرزاق، مسند ابوداؤد الطیالسی، السنن الکبری بیہقی اور الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار میں موجود ہیں، اس باب کی تمام احادیث فعلی ہیں قولی روایت ذکر نہیں کی گئی۔ امام ابن شاہین آخر میں اگرچہ اس باب میں نسخ کے قول کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہاں نسخ کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

باب مذکورہ میں تعارض کی حیثیت:

اگرچہ صاحب کتاب اس باب میں نسخ کے قائل نہیں ہیں البتہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ہر نماز کیلئے وضو کا حکم منسوخ مانا ہے اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا بھی اس مسئلہ میں نسخ کا قول موجود ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ عامۃ الناس کیلئے اس باب میں منسوخیت سے پہلے وجوب کا قول نہیں فرماتے بلکہ آپ کے نزدیک ہر نماز کیلئے وضو کا وجوب صرف نبی کریم علیہ السلام کیلئے تھا بعد میں یہ حکم منسوخ فرمادیا گیا اور آپ علیہ السلام کو یہ رخصت عطا فرمادی گئی کہ آپ ایک ہی وضو سے ایک سے زائد نمازیں ادا فرماسکتے ہیں امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ کے ساتھ ساتھ امام الحازمی رحمہ اللہ صاحب کتاب الاعتبار بھی نبی کریم علیہ السلام کیلئے فتح مکہ سے قبل ہر نماز کیلئے وضو کے وجوب کے قائل ہیں اور یہ حکم فتح مکہ کے بعد بدل دینے پر آپ نے بھی الاعتبار کے اندر روایات نقل فرمائیں۔

(شرح معانی الاثار کتاب الطہارۃ، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار، جلد ۱، ص ۲۵۵، فتح الباری جلد ۱، ص ۳۱۶)

عامۃ الناس کیلئے اس باب میں کیا حکم ہے اس پر علماء کرام کی آراء پیش خدمت ہیں۔

علماء کے مسالک:

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ میں ہر نماز کیلئے وضو کے باب میں مختلف اقوال نقل فرماتے ہیں۔

(۱) اصل ظواہر اور امامیہ میں سے بعض علماء مقیم کیلئے ہر نماز کے وقت وضو کے وجوب کے قائل ہیں۔

(۲) ایک گروہ بغیر حدث کے بھی ہر نماز کیلئے وضو کے وجوب کا قائل ہے۔

(۳) آئمہ اربعہ میں سے اکثر کا مذہب یہ ہے کہ حدث کے بغیر وضو واجب نہیں ہوتا، اسی طرح کثیر محدثین کا بھی قول یہی ہے۔

(۴) یہ حکم صرف آپ علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا نہ کہ تمام امت کیلئے ہے۔

(۵) آپ علیہ السلام ایسا عمل وضو سے برکت کے حصول کیلئے فرماتے تھے نہ کہ آپ علیہ السلام پر واجب تھا۔

(۶) فتح مکہ سے قبل ہر نماز کیلئے وضو صرف آپ علیہ السلام پر واجب تھا جسے مشقت کے سبب منسوخ کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری جلد۲، ص۴۶۸)

صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق تھا کہ ہر نماز کیلئے وضو کا وجوب امت کیلئے نہیں تھا یہ صرف آپ علیہ السلام کا خاصہ تھا یا آپ علیہ السلام پر واجب تھا جو بعد میں رخصت سے منسوخ کر دیا گیا البتہ آپ کی اتباع میں بہت سے صحابہ ہر نماز کیلئے وضو فرما لیتے تھے جس میں خلفاء راشدین اور حضرت ابن عمر وغیرہ شامل ہیں، یہ معمول تمام اصحاب الرسول علیہ السلام کا نہ تھا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اپنے قول مبارک سے ثابت ہے کہ ہم لوگ ایک ہی وضو سے بہت سی نمازیں پڑھ لیتے اور جب تک بے وضو نہ ہوتے نیا وضو نہ کرتے تھے، بعض صحابہ کرام نے آپ علیہ السلام کے معمول مبارک کی وجہ سے اسے واجب سمجھا لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب آپ علیہ السلام نے پانچ نمازیں ہی ایک ہی وضو سے ادا فرمائی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا عمل آج سے پہلے نہیں فرمایا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر میں نے ایسا عمل جان بوجھ کر کیا ہے۔

یعنی اس لئے ایسا فرمایا کہ لوگ ہر نماز کیلئے وضو کرنا لازم نہ سمجھ لیں۔

امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ اس باب میں اپنی تحقیق کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں کہ

یحتمل ان ذلك كان واجبا عليه خاصة، ثم نسخ ذلك يوم الفتح بحديث بريده ويحتمل انه ان يفعله استحبابا ثم خشي ان يظن وجوبه فتركه بيان الجواز۔

(شرح معانی الاثار، کتاب الطہارۃ باب الوضوھل یجب لکل صلوۃ ام لا)

ان روایات سے یہ احتمال ہے کہ ہر نماز سے قبل آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب یعنی لازم تھا پھر فتح مکہ کے موقع پر یہ منسوخ ہو گیا۔ حدیث بریدہ اس کی شاہد ہے یا یہ احتمال ہے کہ آپ علیہ السلام اسے پسند فرماتے پھر اس کے وجوب کے خطرے کے پیشِ نظر اسے ترک فرما دیا۔

باب : ۱۰

بَابٌ فِي الْمَضْمَضَةِ مِنَ اللَّبَنِ
دودھ پینے کے بعد کلی کرنے کے بیان میں

89۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ الْمُجَدَّرِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمُهَيْمِنِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَضْمَضَ مِنَ اللَّبَنِ وَقَالَ: »إِنَّ لَهُ دَسَمًا«

حضرت سہل بن سعد اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دودھ (نوش فرمانے) کے بعد کلی کی اور فرمایا اس میں چکناہٹ ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ ابو الطہارت۔ باب المضمضۃ من شرب اللبن۔(۲) المعجم الکبیر جلد ۶ ص ۱۲۵۔

90۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْفَقِيهُ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْوَاقِدِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ مِنْهُ، وَقَالَ: »إِنَّ لَهُ دَسَمًا«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے دودھ نوش فرمایا پھر کلی کی اور فرمایا اس میں چکناہٹ ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضو باب ھل یمضمض من اللبن۔(۲) صحیح مسلم، کتاب الحیض، الوضوء مما مسّت النار، (۳) جامع ترمذی، کتاب الطہارت، باب المضمضۃ من اللبن۔(۴) سنن نسائی، کتاب الطہارت، باب المضمضۃ من اللبن۔

91۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِصَامٍ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغَلِّسِ، حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سَيَّارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ مِنْ دَسَمِهِ«

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے دودھ نوش فرمایا پھر اس کی چکناہٹ (کی وجہ) سے کلی فرمائی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند البزار جلد ۱ ص ۱۷۰، (۲) الکامل جلد ۱ ص ۳۴۷

الخلاف فی ذلك

92۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَرْبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مُطِيعِ بْنِ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا تَوْبَةُ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »شَرِبَ لَبَنًا، وَلَمْ يُمَضْمِضْ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَصَلَّى«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے دودھ نوش فرمایا پھر کلی نہ فرمائی اور (دوبارہ) وضو نہ فرمایا اور نماز ادا فرمائی۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد۔ کتاب الطہارت' باب الرخصۃ فی ذلک۔(۲) سنن ابن ماجہ ابواب الطہارت باب الوضو بالپید، (۳) مصنف عبدالرزاق کتاب الطہارت' باب الوضو بالنبیذ، (۴) مسند احمد جلد ۶ ص ۱۴۶

تحقیق

مولف علیہ الرحمہ نے اس باب میں چار احادیث ذکر فرمائیں جن میں نبی کریم علیہ السلام کا معمول مبارک ذکر فرمایا گیا ہے۔ابن شاہین رحمہ اللہ کا منہج ہے کہ آپ ایسی روایات بھی ابواب کی صورت میں تحریر فرما گئے ہیں جن کا نسخ سے کوئی تعلق نہیں صرف تعارض کے پیش نظر آپ نے انہیں اپنی کتاب میں تحریر فرما دیا ہے۔ مذکورہ باب کی احادیث بھی نسخ سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ اس میں بیان شدہ روایات جن میں دودھ پینے کے بعد کلی کرنے کا ذکر ہے وہ حکماً استحباب پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ وجوب پر یعنی دودھ پینے والے کیلئے کلی کرنا واجب نہیں تھا یہ تو استحباباً یا کلی کا ذکر سنت کی روشنی میں فرمایا گیا کہ آپ علیہ السلام کے اخلاق حسنہ میں سے یہ تھا کہ دودھ نوش فرمانے کے بعد کلی فرمالیتے تھے اور نہ ہی ابن شاہین نے اس بارے میں نسخ کا قول فرمایا ہے اسی طرح فقہاء ومحدثین میں سے بھی کسی نے اس باب میں نسخ کا قول نہیں فرمایا۔

اس باب میں احناف کا مسلک:

دودھ پینے سے کلی کرنے یا وضو کے وجوب کے متعلق امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جن احادیث میں دودھ پینے سے کلی کرنے کے حکم کا ذکر ہے اس حکم سے مراد استحبابی حکم ہے نہ کہ وجوبی اس پر ہماری دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت ہے، جسے ابوداؤد نے اور امام الشافعی نے روایت فرمایا، ''نبی کریم علیہ السلام نے دودھ نوش فرمایا اور نہ تو کلی فرمائی نہ ہی وضو فرمایا۔''

(عمدۃ القاری جلد ۲،ص ۴۶۰)

باب : ۱۱

بَابٌ فِي الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ

نبیذ سے وضو کرنے کے بیان میں

حَدِيثٌ آخَرُ فِي الطَّهَارَةِ

93۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، وَمَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ: »هَلْ فِي إِدَاوَتِكَ مَاءٌ؟« قَالَ: لَا، إِلَّا نَبِيذٌ، قَالَ: »تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ« فَتَوَضَّأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن والی رات مجھ سے فرمایا کہ کیا تمہارے سامان (خوردونوش) میں پانی ہے؟ حضرت ابن مسعود نے عرض کی نہیں۔ البتہ نبیذ ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا کھجور عمدہ ہے اور اس کا پانی پاک ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے وضو فرمایا۔

94۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْمَكِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ، مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ يَعْنِي ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ: »أَمَعَكَ مَاءٌ؟« قَالَ: لَا، قَالَ: »أَمَعَكَ نَبِيذٌ؟« قَالَ: نَعَمْ قَالَ: »فَتَوَضَّأَ بِهِ«

حضرت عبداللہ بن رافع حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے جن والی رات مجھ سے فرمایا کہ تمہارے پاس پانی ہے؟ حضرت ابن مسعود نے عرض کی نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہارے پاس نبیذ ہے؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سے وضو فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الآثار کتاب الطہارت، (۲) سنن دارقطنی جلد ۱، ص ۷۷

95۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو كُدَيْنَةَ، عَنْ قَابُوسَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" أَخَذَ بِيَدِهِ عِشَاءً، فَانْطَلَقَ يَمْشِي حَتَّى بَرَزَ، ثُمَّ خَطَّ بِرِجْلِهِ حَوْلِي خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: لَا تَرِمْ، حَتَّى آتِيَكَ، فَانْطَلَقَ حَتَّى كَانَ فِي وَجْهِ الصُّبْحِ أَتَانِي، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَيْنَ كُنْتَ؟ قَالَ » أُرْسِلْتُ إِلَى الْجِنِّ « فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، مَا هَذَا الصَّوْتُ الَّذِي سَمِعْتُ آنِفًا؟ قَالَ: »هُوَ وَدَاعُ الْقَوْمِ حِينَ أَقْبَلْتُ مِنْ عِنْدِهِمْ«

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں رات کا کھانا لیا پھر پیدل چل دیئے یہاں تک کہ ایک میدان کی طرف آئے پھر اپنے پاؤں مبارک سے نشان لگایا پھر فرمایا کہ تم یہاں سے نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس نہ آ جاؤں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے۔یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی پھر آپ علیہ السلام تشریف لائے اور میں نے عرض کی اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے جنات کی طرف بھیجا گیا تھا۔
میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آواز کیسی تھی جو میں نے ابھی سنی ہے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا۔جب میں ان کے پاس سے آیا تو یہ ان کے وداع کرنے کی آواز تھی۔

تخریج حدیث۔(۱) نصب الرایۃ جلد۱ص۱۴۳،(۲) الجوہر النقی جلد۱ص۱۱،(۳) تفسیر ابن کثیر جلد۷ص۲۷۹

96۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خُشَيْشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُقَدَّمِيُّ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلَى مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ بْنِ سنة، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: »كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِ«

حضرت ابوعثمان بن سنہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ میں لیلۃ الجن میں نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) تفسیر المظہری،سورۃ الاحقاف،(۲) دلائل النبوۃ بیہقی،جلد۲ص۲۳۰،(۳) تفسیر ابن کثیر۔جلد۷ص۲۷۸

97۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »مَا قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْجِنِّ وَلَا رَآهُمْ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو جنات پر (قرآن مجید کی تلاوت فرمائی) اور نہ ہی اُنھیں دیکھا۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری' کتاب التفسیر، (۲) صحیح مسلم کتاب الصلوۃ، (۳) جامع ترمذی کتاب التفسیر' سورۃ الجن، (۴) تفسیر ابن کثیر جلد ۷ ص ۴۷۴

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

98۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ" هَلْ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَيْلَةَ الْجِنِّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا كَانَ ذَاكَ"

حضرت عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنات (سے ملاقات) والی رات نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ انہوں نے جواب دیا ایسا نہیں ہوا۔

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۱، (۲) شرح معانی الآثار' کتاب الطہارت' جلد ۱ ص ۹۵، (۳) السنن الکبری جلد ۱ ص ۱۱

99۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: »لَمْ أَكُنْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ، وَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَعَهُ«

حضرت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں جنات (سے ملاقات) والی رات نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھا اور میری خواہش تھی کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا۔

تحقیق

نبیذ سے مراد ایسا پانی جس میں کھجوریں، گندم، انگور وغیرہ میں سے کسی کو اتنی دیر تک رکھا جائے کہ پانی میں ان کی مٹھاس آ جائے، اس سے وضو کے جواز یا عدم جواز پر امام ابن شاہین رحمہ اللہ سات احادیث لائے ہیں جن میں سے پانچ روایات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہیں جبکہ حضرت ابن عباس، ابو عبیدۃ سے ایک ایک روایت نقل کی گئی۔ اس باب کی احادیث صحاح ستہ میں سے سوائے نسائی کے تمام ائمہ نے نقل فرمائیں۔ ان کے علاوہ شرح معانی الاثار، مسند امام احمد، مصنف عبدالرزاق، سنن دار قطنی، نصب الرایۃ، العلل المتناھیۃ الجوہر النقی، مسند بزار، السنن الکبری بیہقی، وغیرہ میں اور مفسرین میں سے ابن کثیر، طبری اور ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفاسیر میں ذکر فرمایا ہے۔

اس باب میں مسالک:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا لیلۃ الجن نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ ہونے کے متعلق محدثین کا اختلاف ہے جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ سر دست نبیذ سے وضو کے جواز یا عدم جواز پر مسالک درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ہر قسم کی نبیذ سے وضو جائز ہے چاہے عام پانی موجود ہو یا نہ ہو اور اگر اس میں جوش زیادہ آ جائے تو وہ نجس ہے پھر اس کا پینا یا وضو کرنا حرام ہے۔
(المدونۃ الکبری جلد۱، ص۳، المجموع جلد۱، ص۹۳، المغنی جلد۱، ص۱۰، بدایۃ المجتہد جلد۱، ص۲۷)

۲۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نبیذ سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، اس طرح حضرت حسن بصری بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

۳۔ امام اوزاعیؒ ہر قسم کی نبیذ سے وضو جائز سمجھتے تھے۔

۴۔ حضرت عکرمہؒ پانی کی عدم موجودگی میں نبیذ سے وضو جائز سمجھتے۔

امام ابوحنیفہؒ سے اس باب میں درج ذیل اقوال مروی ہیں۔

(۱) اگر نبیذ میں جوش نہ آیا ہو اور اس میں عام پانی کی طرح میلان ہو تو صرف عام پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں اس سے وضو جائز ہے۔

(۲) نبیذ سے وضو جائز ہے اس میں نیت شرط ہے اور ساتھ میں تیمّم کی ضرورت نہیں۔

(۳) اگر پانی موجود نہ ہو تو تیمّم کیا جائے گا، یہ قول امام ابو یوسف اور اکثر علماء احناف کا ہے امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اسے اختیار فرمایا۔

(۴) نبیذ سے وضو کرنے کے بعد تیمّم بھی کیا جائے گا، یہ قول امام محمدؒ کا ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد۵ ،ص ۱۵۷، فتح الباری جلد۱، ص ۳۵۴، شرح ابن بطال، احکام القرآن ابن العربی)

احناف کے موقف پر دلائل:

احناف نبیذ سے وضو کے جواز پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ کی صحت پر کلام کرنے سے قبل یہ ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ احناف جس نبیذ سے عام پانی کی عدم موجودگی میں وضو کے جواز کے قائل ہیں وہ کھجوروں کی نبیذ ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر قسم کی بھی نبیذ سے وضو جائز ہے۔ (الجامع الصغیر ص ۵۴، ۷۵، الھدایۃ جلد۱، ص ۱۳)

(۱) نبی کریم علیہ السلام نے نبیذ کے پانی کو ''ماءِ طھور'' فرمایا ہے اور جب آپ علیہ السلام کے ارشاد مبارک کی روشنی میں یہ پانی ہے اور نہ صرف پانی بلکہ پاک کرنے والا پانی ہے تو اس سے وضو کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

(۲) کھجوروں کی نبیذ سے وضو کے جواز پر حدیث مبارکہ کے مقابلے میں قیاس ہے کہ اس کا پانی ان خصوصیات کا حامل نہیں یا یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے وغیرہ وغیرہ۔ حدیث کے مقابلے میں رائے یا قیاس کو ترک کر دینا عندالاحناف اولیٰ ہے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک حدیث کا درجہ اگرچہ اس پر کلام بھی ہو بہر حال قیاس و رائے سے مقدم ہی ہے۔

(۳) نبی کریم علیہ السلام کی ایک اور حدیث مبارکہ جسے امام دارقطنی نے نقل فرمایا،

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الوضو بنبیذ التمر وضو من لایجد الماء

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کھجور کی نبیذ سے اس شخص کا وضو درست ہے جو پانی نہ پائے۔

(سنن دارقطنی جلد۱، ص ۷۵)

مذکورہ بالا حدیث احناف کے موقف پر بین دلیل ہے۔

(۴) رہا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت مبارکہ پر ضعف کا طعن تو اس کی چند وجوہات ہیں۔

(۱) ایک قول یہ ہے کہ ابن مسعودؓ اس رات آپ علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھے۔

الجواب: نبی کریم علیہ السلام کی جنات سے ملاقات کا واقعہ صرف ایک مرتبہ کا نہیں، آپ علیہ السلام نے کئی راتیں جنات سے ملاقات فرمائی ہیں، البتہ ہر رات ابن مسعود ساتھ نہیں تھے، اس لئے کسی مخصوص رات ابن مسعود کا ساتھ نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ ابن مسعودؓ ہر رات آپ علیہ السلام کے ساتھ نہ تھے۔

(الھدایۃ اولین، کتاب الطہارت)

(۲) ترمذی شریف کی سند میں ابوزید پر مجہول ہونے کی تہمت کے پیش نظر اسے ابن حجرؒ وغیرہ نے ضعیف قرار دے دیا۔

الجواب: یہ حدیث مبارکہ صرف ایک سند سے مروی نہیں بلکہ امام بدرالدین عینیؒ نے عمدۃ القاری میں اس حدیث مبارکہ کی چودہ اسناد نقل کیں، اگر بالفرض ابوزید کو مجہول مان بھی لیا جائے تو اس قدر اسناد کسی بھی حدیث کی صحت کیلئے کافی ہیں اور پھر ابوزید کے مجہول ہونے کا قول بھی درست نہیں کیونکہ ابوزید عمرو بن زید کا آزاد کردہ غلام ہے اور ابن العربی کے مطابق راشد بن کیسان اور ابوواق نے اس سے احادیث بھی لیں ہیں، اور اصول حدیث کا مسلمہ قانون ہے کہ اگر دو راوی کسی سے حدیث لیں تو اس کی جہالت رفع ہو جاتی ہے اس صورت میں یہاں اس قول کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔

(عارضۃ الاحوذی جلد ا،ص ۱۰۷)

(۳) ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث مبارکہ منسوخ ہے، کیونکہ ابن مسعودؓ والا واقعہ مکی ہے اور آیت وضو مدنی ہے لہٰذا بعد کے حکم نے پہلے والے حکم کو منسوخ کر دیا۔

الجواب: ابن مسعودؓ والی روایت خبر ہے نہ کہ حکم اور منسوخیت حکم میں ہوتی ہے نہ کہ خبر میں (دیکھے مقدمۃ الکتاب میں نسخ کے متعلق حکم) دوسرا یہ کہ یہ آیت مبارکہ مکی ہے لیکن مدنی التلاوت ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۳،ص ۲۶۷)

خلاصۃ الباب:

نبیذ اگر کھجوروں کی ہوں اور اس میں جوش نہ آیا ہو اور نہ اُس سے نشہ آئے تو عام پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں اس سے وضو جائز ہے، نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے نبیذ سے وضو ثابت ہے۔ البتہ اس سے غسل کرنے کے متعلق اختلاف ہے۔

باب : ۱۲

بَابٌ فِي مَسِّ الذَّكَرِ

شرمگاہ کو چھونے کے بیان میں

100۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ السُّحَيْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ، عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: »إِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِنْكَ« وَهَذَا حَدِيثٌ اشْتُهِرَ بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ، وَرَوَاهُ عَنْهُ الْأَكَابِرُ مِمَّنْ هُوَ أَسَنُّ مِنْهُ وَأَقْدَمُ مَوْتًا، فَرَوَاهُ عَنْهُ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَهِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، وَهَمَّامُ بْنُ يَحْيَى وَصَالِحٌ الْمُرِّيُّ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَوَكِيعٌ، وَابْنُ فُضَيْلٍ، وَالْمُفَضَّلُ بْنُ صَدَقَةَ، وَأَخُوهُ أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ، وَجَمَاعَةٌ ذَكَرْتُهُمْ فِي كِتَابِ الْأَكَابِرِ، عَنِ الْأَصَاغِرِ فِي السُّنَنِ وَرَوَاهُ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ مَعَ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ أَيْضًا أَيُّوبُ بْنُ عُتْبَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَدْرٍ

حضرت قیس بن طلق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس تھا جب ایک شخص آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرمگاہ کو چھونے کے متعلق پوچھا آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تیرے جسم کا حصہ ہی ہے۔

یہ حدیث محمد بن جابر کے طریق سے مشہور ہے۔ ان سے اکابرین نے روایت کیا ہے جو عمر میں ان سے بڑے ہیں اور مقدم ہیں اس سے ایوب السختیانی عبداللہ بن عون، سفیان ثوری، حضرت ہشام بن حسان، حضرت قیس بن ربیع، حضرت ہمام بن یحییٰ، حضرت صالح المری، حضرت حماد بن زید، حضرت سفیان بن عینیہ، حضرت وکیع، حضرت ابن فضیل، حضرت مفضل بن صدقہ اور ان کے بھائی ایوب بن جابر نے بھی روایت کیا ہے اور کثیر جماعت ہے جس کا ذکر کتاب الاکابر عن اصاغر میں کیا گیا ہے اور اسی طرح ایوب بن عتبہ اور عبداللہ بن بدر نے بھی قیس بن طلق اور محمد بن جابر سے روایت کی۔

تخریج حدیث۔ (۱) سنن دارقطنی، کتاب الطہارۃ، اب ماروی فی المس القبل والدبر والذکر (۲) الکامل جلد ۵، ص ۱۴۸

101۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بْنُ عُتْبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَتَوَضَّأُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ: »وَهَلْ هُوَ إِلَّا بَضْعَةٌ مِنْكَ؟

قیس بن طلق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام سے ایسے مرد کے متعلق پوچھا گیا جو شرمگاہ کو چھو لینے پر وضو کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ اس کے جسم کا ٹکڑا نہیں ہے!

تخریج حدیث۔ (۱) مسند احمد، جلد۴، ص۲۲۔ (۲) موطا امام مالک، ص۳۵۔ (۳) سنن دارقطنی، کتاب الطھارہ، باب فی المس القبل والدبر۔ (۴) شرح معانی الاثار، جلد۱، ص۷۵۔ (۵) الاعتبار، ص۷۹۔ (۶) السنن الکبری، کتاب الطھارۃ، باب ترک الوضو من مس الفرج بظھر الکف۔ (۷) مسند ابی داؤد الطیالسی، ص۱۴۷

102۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادِ بْنِ فَرْوَةَ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْنَا وَفْدًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَيْهِ فَبَايَعْنَاهُ، وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، فَجَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، مَا تَرَى فِي مَسِّ الذَّكَرِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: »وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ أَوْ بَضْعَةٌ مِنْكَ«

حضرت قیس بن طلق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی صورت میں نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ کی طرف چلے۔ یہاں تک کہ ہم آپ علیہ اسلام کے پاس پہنچے۔ ہم نے ان کی بیعت کی اور اس کے ساتھ نماز ادا کی۔ ایک شخص حاضر خدمت ہوا جو کہ اعرابی لگتا تھا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو نماز میں اپنی شرمگاہ کو چھوتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کیا یہ (گوشت کا لوتھڑا) تیرے جسم کا حصہ نہیں؟

تخریج حدیث۔ (۱) سنن دارقطنی، جلد۱، ص۱۴۹، کتاب الطھارۃ۔ (۲) مسند احمد، جلد۱، ص۱۳۲۔ (۳) جامع ترمذی، کتاب الطھارۃ، جلد۱، ص۸۶، (۴) سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب الرخصۃ فی ذلک۔ (۵) سنن نسائی، جلد۱، ص۱۰۱، (۶) صحیح ابن حبان، جلد۳، ص۴۰۲۔ (۷) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطھارۃ، جلد۱، ص۱۵۲

103۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِنَّمَا هِيَ جِذْيَةٌ مِنْكَ

حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے جسم کا حصہ ہی ہے۔

الْخِلَافُ فِي ذَٰلِكَ

وجوب الوضوء من مس الذكر

شرمگاہ کے چھونے پر وضو واجب ہونا

رَوَاهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَاعَةٌ، مِنْهُمْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، وَزَيْدُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَبُو أَيُّوبَ وَخَالِدُ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ، وَعَائِشَةُ، وَأُمُّ حَبِيبَةَ، وَبُسْرَةُ بِنْتُ صَفْوَانَ

ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے جس میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن خالد الجھنی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو ایوب، حضرت خالد بن زید الانصاری، حضرت عائشہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت بسرہ بنت صفوان رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل ہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ، جلد ۱، ص ۱۷۷۔ (۲) مصنف عبدالرزاق، جلد ۱، ص ۱۱۷۔ (۳) مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱، ص ۱۵۲، کتاب الطھارۃ۔ (۴) الکامل جلد ۲، ص ۱۳۵

104۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ دُحَيْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ« وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا أَعْلَمُ جَوَّدَهُ إِلَّا دُحَيْمٌ وَأَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَحَدَّثَ بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، وَالْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ جَمِيعًا، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ دُحَيْمٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا اسے چاہئے کہ وضو کرے۔

محدث ابن شاہین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے میں اسے دُحیم اور احمد بن صالح کے طریق کے علاوہ کسی سے نہیں جانتا۔ محمد بن یحییٰ نیشاپوری، محمد بن عرفہ، حسن بن محمد الزعفرانی، عباس بن محمد ان سب نے یہ روایت عبدالرحمان بن ابراہیم بن دحیم سے لی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارات، باب الوضوء من مس الذکر۔ (۲) شرح معانی الاثار، جلد ۱، ص (۳) تلخیص الحبیر، جلد ۱، ص ۱۲۴، (۴) التمھید، جلد ۱۷، ص ۱۹۳۔ (۵) مسند الشافعی، ص ۱۳۔

105- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بِدِمَشْقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَرْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنے آلہ تناسل کو چھوا اسے چاہئے کہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسندالبزار، جلدا،ص ۱۶۷۔(۲) شرح معانی الاثار، جلدا،ص ۴۷۔(۳) السنن الکبری، جلدا،ص ۱۳۱۔(۴) سنن دارقطنی، کتاب الطھارۃ، جلدا،ص ۱۴۷۔

106- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ الزَّعْفَرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ هَاشِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا اسے چاہئے کہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

107- فَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو تَقِيٍّ يَعْنِي هِشَامَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ الْيَزَنِيَّ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاهِلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْفَرَجِ الْحِمْصِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَيُّمَا رَجُلٍ مَسَّ فَرْجَهُ، فَلْيَتَوَضَّأْ « قَالَ: »وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ مَسَّتْ فَرْجَهَا فَلْتَتَوَضَّأْ« لَا أَعْلَمُ ذَكَرَ هَذِهِ الرِّوَايَةَ فِي مَسِّ الْمَرْأَةِ فَرْجَهَا غَيْرَ حَدِيثِ ابْنِ عَمْرٍو

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے طریق سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص بھی اپنی شرمگاہ کو چھوئے اسے چاہئے کہ وضو کرے اور فرمایا کہ جو عورت اپنی شرمگاہ کو چھوئے اسے چاہئے کہ وہ وضو کرے۔ میں نہیں جانتا کہ عبداللہ بن عمرو کی روایت کے علاوہ کسی نے عورت کے شرمگاہ کو چھونے کے الفاظ کا ذکر کیا ہو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۱۲،ص ۳۱۔(۲) السنن الکبری، جلدا،ص ۱۳۲، کتاب الطھارۃ۔(۳) سنن دارقطنی، کتاب الطھارۃ، جلدا،ص ۱۴۷۔(۴) شرح معانی الاثار، کتاب الطھارۃ، جلدا،ص ۵۷۔(۵) الاعتبار،ص ۸۹۔(۶) مجمع الزوائد، جلدا،ص ۲۴۵

108۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَبِيبٍ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَرْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: »مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا اسے چاہئے کہ وہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع الترمذی، جلد ۱، ص ۸۵۔(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطھارۃ، ج ۱، ص ۱۵۰۔(۳) المعجم الکبیر، جلد ۵، ص ۲۴۳۔(۴) مصنف عبدالرزاق، جلد، ص ۱۳۱۔(۵) التلخیص، جلد ۱، ص ۱۳۳

109۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ هَانِئٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

زید بن خالد الجہنی نے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا وہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۵، ص ۱۹۴۔(۲) المعجم الکبیر، جلد ۵، ص ۲۴۳(۳) شرح معانی الآثار، جلد ۱، ص ۷۳۔(۴) مجمع الزوائد، جلد ۱، ص ۲۴۴

110۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَالْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا أَفْضَى أَحَدُكُمْ بِيَدِهِ إِلَى ذَكَرِهِ، لَيْسَ بَيْنَهُمَا سِتْرٌ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنا ہاتھ اپنی شرمگاہ تک پہنچائے اس کے اور شرمگاہ کے درمیان پردہ نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء من مس الذکر۔(۲) شرح معانی الآثار، جلد ۱، ص ۴۷۔(۳) السنن الکبریٰ، جلد ۱، ص ۱۳۳۔(۴) الاعتبار، ص ۸۸(۵) الام جلد ۱، ص ۱۹

111۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِقْدَامُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي سَعِيدُ بْنُ عِيسَى بْنِ تَلِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ النَّوْفَلِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ »مَنْ أَفْضَى بِيَدِهِ إِلَى فَرْجِهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ، فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ وُضُوءُ الصَّلَاةِ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اپنی ہاتھ اپنا شرمگاہ تک پہنچائے اس کے اور اس کی شرمگاہ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو تو اس پر نماز کے وضو جیسا وضو واجب ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح ابن حبان، جلد۳،ص۴۰۱۔(۲) المعجم الصغیر، جلد۱،ص۴۲۔(۳) مجمع الزوائد، جلد،ص۲۴۴۔(۴) السنن الکبریٰ، جلد۱،ص۳۳۰۔(۵) معرفۃ السنن، جلد۱،ص۳۳۰۔(۶) مستدرک، جلد۱،ص۱۳۸۔

112۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْكُوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »يَتَوَضَّأُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ« وَرُبَّمَا قَالَ: »مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ وضو کرے جو تم میں سے شرمگاہ کو چھوئے اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا اسے چاہئے کہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، جلد۱،ص۱۸۵۔(۲) سنن ابن ماجہ، جلد۱،ص۱۱۷۔(۳) المعجم الکبیر، جلد۴،ص۱۴۰

113۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ الْأَشْهَلِيِّ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَيْضًا قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، وَقَالَ

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا وہ وضو کرے اور اموی نے کہا کہ جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا وہ وضو کرے۔

ابْنُ الْأُمَوِي، عَنْ عُمَرَ بْنِ سُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ« قَالَ الْأُمَوِيُّ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ"

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، ص ۸۵ (۲) شرح معانی الآثار، جلد ۱، ص ۷۴

114۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ نَفِيسٍ الصَّوَّافُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ سَوَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يُونُسَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ،: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا وہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، جلد ۱، ص ۱۴۷۔(۲) التمہید، جلد ۱۷، ص ۱۸۵

115۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جَرِيرِ بْنِ النُّعْمَانِ النَّسَائِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ عِكْرِمَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ،: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" أَعَادَ الْوُضُوءَ فِي مَجْلِسٍ، فسأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَنِّي حَكَكْتُ ذَكَرِي" وَرَوَاهُ عِصْمَةُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک مقام پر وضو کا اعادہ فرمایا تو آپ علیہ السلام سے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ آپ علیہ اسلام نے فرمایا بے شک میں نے اپنی شرمگاہ کو (بوجہ کھجلی) ہاتھ لگایا ہے۔

اس روایت کو عصمۃ بن مالک نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔

تخریج حدیث۔شرح معانی الآثار، جلد ۱، ص ۷۳ (۲) تلخیص الحبیر، جلد ۱، ص ۱۳۵۔(۳) المستدرک، جلد ۱، ص ۱۳۸

116۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ كَثِيرِ بْنِ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْمُخْتَارِ أَبُو سَهْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنْ عِصْمَةَ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي" احْتَكَكْتُ فِي الصَّلَاةِ فَأَصَابَتْ يَدِي فَرْجِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »وَأَنَا أَفْعَلُ ذَلِكَ«

حضرت عصمہ بن مالک سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نماز میں خارش ہوئی تو میں نے اپنا ہاتھ اپنی شرمگاہ تک پہنچایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں نے بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الکبیر، جلد ۱۷، ص ۱۷۸ (۲) سنن دار قطنی، کتاب الطھارۃ، جلد ۱، ص ۴۹

117۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ حُمَيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا وہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء من مس الذکر (۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء من مس الذکر۔(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطھارۃ، جلد ۱، ص ۱۵۰ (۴) شرح معانی الآثار، کتاب الطھارۃ، جلد ۱، ص ۷۵ (۵) السنن الکبریٰ، جلد ۱، ص ۱۳۰۔ (۶) التمھید، جلد ۱۷، ص ۱۹۶

118۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحْرِزُ بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بُسْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، »مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ« وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مَرْوَانُ، عَنْ بُسْرَةَ

حضرت بسرہ بنت صفوان فرماتی ہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو اپنی شرمگاہ کو چھوئے اسے چاہیئے کہ وہ وضو کرے۔ یہ حدیث مروان نے بسرہ سے روایت کی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد، جلد ۶، ص ۴۰۷۔ (۲) جامع ترمذی، جلد ص ۸۵۔ (۳) سنن نسائی، کتاب الغسل والتیمم، باب الوضوء من مس الذکر۔ (۴) المعجم الکبیر، جلد ۲۴، ص ۴۸۸۔ (۵) مستدرک علی الصحیحین، جلد ۱، ص ۱۳۶۔ (۶) سنن دار قطنی، جلد ۱، ص ۴۷۔ (۷) السنن الکبریٰ، جلد ۱، ص ۱۲۸۔

119۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا كَامِلُ بْنُ طَلْحَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ،: أَنَّ مَرْوَانَ، قَالَ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ فَقَالَ مَرْوَانُ: يَا شُرَطِيُّ، اذْهَبْ إِلَى بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ فَاسْأَلْهَا، فَقَالَتْ بُسْرَةُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ «وَهَذَا حَدِيثٌ كَثِيرُ الطُّرُقِ، وَهُوَ فِي كِتَابِ الْأَبْوَابِ بِطُرُقِهِ وَهَذَا بَابٌ كَثِيرُ الِاخْتِلَافِ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، فَجَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ لَمْ يَرَوْا فِي مَسِّ الْفَرْجِ وُضُوءًا، عَامِدًا أَوْ غَيْرَ عَامِدٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: إِذَا لَمْ يَعْتَمِدْهُ، فَمِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَا: لَيْسَ فِي مَسِّ الذَّكَرِ وُضُوءٌ، وَمِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ قَالَ: مَا أُبَالِي إِيَّاهُ مَسَسْتُ أَوْ أُذُنِي مَا لَمْ أَتَعَمَّدْ لِذَلِكَ وَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَا أُبَالِي إِيَّاهُ مَسَسْتُ أَوْ أَنْفِي، وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى أَنْفِهِ، وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: هَلْ هُوَ إِلَّا بَضْعَةٌ مِنْكَ، وَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ مِثْلَ ذَلِكَ، وَقَالَ عِمْرَانُ بْنُ الْحُصَيْنِ: مَا أُبَالِي مَسَسْتُهُ أَوْ أَنْفِي أَوْ أَرْنَبَتِي وَقَالَ سَعْدٌ: إِنْ عَلِمْتَ أَنَّ مِنْكَ بَضْعَةً نَجِسَةً فَاقْطَعْهَا، وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ: لَيْسَ فِيهِ وُضُوءٌ، وَرُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَعَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ،

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مروان نے کہا جس نے اپنے آلہ تناسل کو چھوا تو اس پر وضو واجب ہے عروہ نے اس قول سے انکار کیا تو مروان نے اپنے ایک سپاہی سے کہا اے سپاہی بسرہ بنت صفوان کے پاس جا اور اس سے اس بارے میں پوچھ۔ بسرہ نے کہا میں نے رسول کریم علیہ التحیہ والثناء کو فرماتے سنا جس نے اپنے آلہ تناسل کو چھوا وہ وضو کرے۔

اس باب میں صحابہ اور تابعین کا شدید اختلاف ہے۔ صحابہ کی ایک جماعت آلہ تناسل کو غلطی سے یا جان بوجھ کر چھونے سے وضو کو واجب نہیں سمجھتی اور ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر غلطی سے چھولیا جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ فرماتے ہیں کہ شرمگاہ چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں کہ میں آلہ تناسل کو چھولوں یا اپنے کان کو جب تک جان بوجھ کر ایسا نہ کروں اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں اس میں کیا حرج ہے کہ میں آلہ تناسل چھولوں یا اپنا ناک۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں یہ تمہارے جسم کا ٹکڑا ہی تو ہے۔ عمار بن یاسرؓ بھی اسی کی مثل فرماتے ہی۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں مجھے اس میں کیا حرج ہے کہ میں اپنا آلہ تناسل چھو لوں؟ اپنا ناک یا اپنا کان۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں اگر تو اپنے آلہ تناسل کو نجس جانتا ہے تو اسے کاٹ دے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مس ذکر کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اس کے چھونے سے وضو لازم نہیں آتا۔

وَعِمْرَانَ فِي مَسِّ الذَّكَرِ مَا أُبَالِي مَسِسْتُهُ أَوْ أُذُنِي، وَقَالَ الْآخَرُ: أَنْفِي وَقَالَ الْآخَرُ: رُكْبَتِي وَعَنْ أَنَسٍ: أَنَّهُ لَمْ يَرَ وُضُوءًا مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ، وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِنْكَ وَكَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ لَا يَتَوَضَّأُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا أُبَالِي أَخَذْتُ بِذَكَرِي أَوْ بِمَارِنِ أَنْفِي وَمِنَ التَّابِعِينَ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَسُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: لَا يَتَوَضَّأُ؛ وَهُوَ قَوْلُ الشَّعْبِيِّ وَإِبْرَاهِيمَ، وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعِكْرِمَةَ، وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ كَانَ لَا يَرَى فِي مَسِّ الذَّكَرِ وُضُوءًا، وَكَذَلِكَ قَتَادَةُ، وَسُئِلَ طَاوُسٌ عَنِ الرَّجُلِ يَمَسُّ ذَكَرَهُ لَا يُرِيدُ مَسَّهُ قَالَ، لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَلَكِنْ إِذَا عَرَكَهُ عَرَكَ الْأَدِيمِ تَوَضَّأَ، وَكَذَلِكَ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَيْضًا وَهُوَ قَوْلُ الضَّحَّاكِ وَمَكْحُولٍ، وَقِيلَ لِأَبِي جَعْفَرٍ: إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ: إِذَا مَسَسْتَ ذَكَرَكَ فَتَوَضَّأْ، قَالَ: لَوْ كَانَ ذَلِكَ عِنْدِي لَعَاقَبْتُهُ. قَوْلُ الْفُقَهَاءِ الْمُتَأَخِّرِينَ: قَالَ الثَّوْرِيُّ: لَيْسَ عَلَيْهِ وُضُوءٌ، وَقَالَ مَالِكٌ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ نَاسِيًا، فَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَتَوَضَّأَ إِذَا مَسَّ بِبَاطِنِ الْكَفِّ، وَلَا أَرَى فِي ظَهْرِهِ شَيْئًا، وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: يَتَوَضَّأُ مَنْ مَسَّ الذَّكَرَ، وَقَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَسُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَمَسُّ ذَكَرَهُ، قَالَ:

حضرت حسنؓ کے واسطے سے حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت مولا علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عمران بن حصینؓ نے مس ذکر کے متعلق فرمایا کہ مجھے کیا حرج ہے کہ میں اسے چھولوں یا اپنے کان کو باقیوں نے کہا کہ اپنے ناک کو یا اپنے گھٹنے کو حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ مس ذکر سے وضو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت ابودرداءؓ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا یہ تمہارے جسم کا ٹکڑا ہی تو ہے اور حضرت معاذ بن جبلؓ مس ذکر سے وضو نہیں کرتے تھے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں اس میں مجھے کیا حرج ہے کہ میں اپنا آلہ تناسل یا اپنی ناک کو پکڑوں۔

اور تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیبؒ سے مس ذکر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ اس سے وضو واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت شعبیؒ، ابراہیمؒ، سعد بن جبیرؒ، عکرمہؒ، حسن بصریؒ مس ذکر سے وضو کے وجوب کے قائل نہیں ہیں۔ اسی طرح قتادہ بھی اور طاوس سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو جان بوجھ کر آلہ تناسل کو نہیں چھوتا۔ آپ نے فرمایا اس سے کوئی شے لازم نہیں آتی لیکن اگر خون نکل آئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسی طرح ابوعبدالرحمٰن، ضحاک اور مکحول کا بھی یہی قول ہے۔ ابوجعفر سے کہا گیا کہ لوگوں میں سے کچھ یہ کہتے ہیں کہ جب آلہ تناسل کو چھوا جائے تو وضو لازم آتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ کہنے والا میرے پاس ہوتا تو میں اس کی خبر لیتا۔

عَلَيْهِ الْوُضُوءُ وَإِنْ مَسَّهُ مِنْ وَرَاءِ الثَّوْبِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، قَالَ: وَسَمِعْتُ مَكْحُولًا يَقُولُ: إِنْ تَعَمَّدْتَ مَسَّ ذَكَرِكَ فَتَوَضَّأْ، وَإِنْ أَخْطَأْتَ بِهِ فَلَا وُضُوءَ عَلَيْكَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ: لَا وُضُوءَ فِي مَسِّ الذَّكَرِ، وَهُوَ قَوْلُ النُّعْمَانِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ بِبَاطِنِ كَفِّهِ عَامِدًا، أَوْ سَاهِيًا فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ، وَإِنْ مَسَّهُ بِظَهْرِ كَفِّهِ فَلَا وُضُوءَ عَلَيْهِ، وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقُ: مِنْ مَسِّ الْفَرَجِ الْوُضُوءُ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ سَأَلَهُ رَجُلٌ

قَالَ: مَسُّ الذَّكَرِ الْعَمْدُ وَالْخَطَأُ وَاحِدٌ؟ فَقَالَ: الْخَطَأُ وَالْعَمْدُ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِ الصَّلَاةِ وَاحِدٌ. وَقَالَ أَبُو ثَوْرٍ: وَالَّذِي نَخْتَارُ مِنْ ذَلِكَ أَنْ يَتَوَضَّأَ. وَمَنْ قَالَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ: فِيهِ الْوُضُوءُ، قَالَ مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ: كُنْتُ أَمْسِكُ الْمُصْحَفَ عَلَى أَبِي فَحَكَكْتُ ذَكَرِي، فَقَالَ لِي: قُمْ فَتَوَضَّأْ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا مَسَّ الرَّجُلُ فَرْجَهُ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ. وَرُوِيَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَفْضَى بِيَدِهِ فَانْصَرَفَ وَأَخَذَ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَدَّمَهُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، وَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ. وَقَالَتْ عَائِشَةُ: يُتَوَضَّأُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ. وَمِنَ التَّابِعِينَ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ تَوَضَّأَ. وَقَالَ سَعِيدٌ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ. قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ: إِذَا مَسَّ

متاخرین فقہاء کے اقوال، امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں ایسے شخص پر وضو واجب نہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں جس نے بھول کر آلہ تناسل چھولیا تو میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ وضو کرے جب وہ اپنی ہتھیلی کے باطنی حصہ سے چھولے اور ہاتھ کے ظاہری حصہ کے چھونے سے میں وضو واجب نہیں سمجھتا۔ امام اوزاعیؒ کے ہاں مس ذکر سے وضو لازم آتا ہے۔ ابن ابی ذئب سے آلہ تناسل کو چھونے والے مرد کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس پر وضو واجب ہے اور اگر اس نے ستر چھپانے کے لیے چھوا تھا تو کوئی چیز لازم نہیں۔ میں نے مکحول کو سنا آپ فرما رہے تھے اگر تم نے جان بوجھ کر شرمگاہ کو چھوا تو وضو لازم ہے اور اگر غلطی سے چھوا تو تجھ پر وضو لازم نہیں۔ امام محمد بن حسن الشیبانیؒ نے فرمایا۔ مس ذکر سے وضو واجب نہیں ہوتا یہی امام اعظم نعمان بن ثابتؒ کا قول ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر کسی نے ہاتھ کے باطنی حصہ سے چھو لے یا جان بوجھ کر آلہ تناسل کو چھوا تو اس پر وضو واجب ہے اور اگر ظاہری حصہ سے چھوا تو اس پر وضو نہیں اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاقؒ نے فرمایا مس ذکر سے وضو واجب ہے۔ ابوداؤدؒ فرماتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے ایک شخص کو یہ سوال کرتے سنا کہ جو یہ کہہ رہا تھا کہ بھول کر یا جان بوجھ کر چھونا برابر ہے تو آپ نے فرمایا جان بوجھ کر یا بھول کر چھونا نماز اور غیر نماز دونوں میں برابر ہے۔

فَرْجَهُ، فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ . وَسُئِلَ طَاوُسٌ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: أُفٍّ وَلِمَ تَمَسَّهُ؟ تَوَضَّأْ. وَسُئِلَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الرَّجُلِ يَمَسُّ فَرْجَهُ بِيَدِهِ، أَوِ الْمَرْأَةِ هَلْ عَلَيْهَا طُهُورٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: سَأَلَ قَيْسٌ عَطَاءً وَأَنَا أَسْمَعُ، فَقَالَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، لَوْ مَسَسْتَ ذَكَرَكَ، وَأَنْتَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، أَكُنْتَ قَاطِعًا صَلَاتَكَ، وَمُنْصَرِفًا، وَمُتَوَضِّئًا؟ قَالَ: أَيْمُ اللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَقَاطِعًا صَلَاتِي، وَمُنْصَرِفًا فَأَتَوَضَّأُ. وَقَالَ نَافِعٌ: يُتَوَضَّأُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ، قَالَ أَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ: إِذَا مَسَّ الرَّجُلُ فَرْجَهُ، فَلَا يُصَلِّي حَتَّى يَتَوَضَّأَ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: يَتَوَضَّأُ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ:

يَتَوَضَّأُ، وَقَالَ حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ: إِنْ مَسَّهُ مُتَعَمِّدًا فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ، وَإِنْ أَخْطَأَ مَسَّهُ، فَلَا وُضُوءَ عَلَيْهِ وَكَانَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ يَرَى الْوُضُوءَ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ تَوَضَّأَ، وَعَنِ الْحَسَنِ: كَانَ يَكْرَهُ مَسَّ الذَّكَرِ بَعْدَ الْوُضُوءِ، وَعَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ: إِذَا مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ: إِذَا مَسَّ الرَّجُلُ ذَكَرَهُ مُتَعَمِّدًا أَعَادَ الْوُضُوءَ، وَعَنْ مَكْحُولٍ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَعَمَّدَ مَسَّ فَرْجِهِ تَوَضَّأَ، وَإِذَا لَمْ يَتَعَمَّدْ لَمْ يُعِدِ الْوُضُوءَ. قَالَ الشَّعْبِيُّ: إِذَا مَسَّ الْإِحْلِيلَ تَوَضَّأَ

امام ابوثورؒ فرماتے ہیں ہم نے ان اقوال میں سے مس ذکر سے وضو کرنے کے حکم کو اختیار کیا اور صحابہ کرام میں سے اور تابعین میں سے جن کے ہاں مس ذکر سے وضو واجب ہے۔

حضرت مصعب بن سعدؒ نے فرمایا جس نے اپنے والد کے لیے مصحف کو اپنے ہاتھ میں پکڑ رہا تھا میں نے اپنے ذکر کو رگڑا تو اُنھوں نے مجھے کہا کہ اُٹھو اور وضو کرو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا اس پر وضو واجب ہو گیا۔ ابن عباسؓ کی دوسری روایت ہے کہ جس نے اپنی شرمگاہ کو رگڑا اس پر وضو واجب ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے بارے میں روایت ہے کہ جب حالت نماز میں اُنھوں نے اپنی شرمگاہ کو چھوا تو آپ نے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی جگہ مصلے پر کھڑا کیا اور خود وضو کرنے تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں جس نے آلہ تناسل چھوا وہ وضو کرے اور تابعین میں سے عروہ بن زبیرؒ نے فرمایا جس نے آلہ تناسل چھوا وہ وضو کرے۔ سعیدؒ نے فرمایا جو آلہ تناسل چھوئے تو اس پر وضو واجب ہے۔ حضرت طاؤسؒ سے مس ذکر کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اف اسے چھوا کیوں؟ وضو کرو۔

حضرت جابر بن زیدؒ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جو اپنی شرمگاہ چھوتا ہے اور عورت کے متعلق پوچھا گیا کیا اس پر وضو واجب ہے تو آپ نے کہا ہاں۔ اور قیسؒ عطا سے پوچھا تو میں سن رہا تھا انھوں نے کہا اے ابو محمد اگر تم نے حالتِ نماز میں اپنی شرمگاہ کو چھوا تو نماز توڑ و اور جا کر وضو کرو۔ نافع فرماتے ہیں وضو کرے وہ جس نے شرمگاہ کو چھوا۔ حضرت ابان بن عثمانؒ فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے تو جب تک وضو نہ کرے نماز نہ پڑھے۔

امام مجاہدؒ فرماتے ہیں وہ وضو کرے عبدالرحمٰن بن قاسمؒ فرماتے ہیں وہ وضو کرے حضرت حمید الطّویلؒ نے فرمایا وہ وضو کرے حضرت سلیمان التیمیؒ، شرمگاہ چھونے والے کے لیے وضو واجب سمجھتے ہیں۔ امام زھریؒ نے فرمایا جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا وہ وضو کرے۔ حسن سے روایت ہے آپ وضو کے بعد شرمگاہ کو چھونا مکروہ سمجھتے۔ ابی عالیہؒ سے روایت ہے جب کوئی اپنی شرمگاہ کو چھوئے تو وضو لازم ہو جاتا ہے۔ حضرت جابر بن زیدؒ سے روایت ہے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر شرمگاہ چھوئے تو وہ وضو کا اعادہ کرے۔ مکحول سے روایت ہے اگر کسی نے جان بوجھ کر آلہ تناسل چھو لیا اس پر وضو واجب ہے اگر ایسا نہ کیا تو وضو کا اعادہ ضروری نہیں امام شعبی فرماتے ہیں۔ جب اس نے شرمگاہ کو چھوا تو وہ وضو کرے۔

(۱) صحیح ابن حزیمہ، جلد ۱، ص ۲۲ (۲) سنن ابن ماجہ، جلد ۱، ص ۱۷۶

تحقیق

انیس احادیث مبارکہ پر مشتمل یہ باب آلہ تناسل چھونے سے وضوٹوٹنے کے بیان میں ہے۔امام ابن شاہینؒ نے اس باب میں صحابہ کرام،تابعین اور فقہاء کے اختلاف کا تفصیلی ذکر فرمادیا۔

اس باب میں متعارض روایات کی حیثیت

اگرچہ امام ابن شاہینؒ نے رخصت والی روایات مقدم اور وضو کے حکم والی روایات متاخر ذکر فرمائیں لیکن اس باب میں نسخ کا قول ذکر نہیں فرمایا۔آپ کے کلام میں اس کی تصریح موجود نہیں فقط اختلاف ذکر فرما کر باب مکمل فرمالیا اس باب میں متعارض روایات کے متعلق منسوخیت کا قول بھی اپنی نوعیت کا منفرد قول ہے کیونکہ اس میں تین مسالک ہیں۔

اوّل: مس ذکر کی صورت میں وضو کی رُخصت منسوخ ہے اور وضو کرنے کا حکم ناسخ ہے۔یہ قول امام شافعیؒ،امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاقؒ کا ہے۔

(التمہید،جلد ۱۷،ص ۲۰۳،مطبعہ وزارۃ الاوقاف الاسلامیہ)

امام مالکؒ کے ہاں یہ وضو مستحب ہے نہ کہ واجب،

(سبل السلام جلد ۱،ص ٦٧)

دوئم: امام اعظمؒ،امام ابراہیم نخعیؒ اور کثیر تابعین کے ہاں مس ذکر سے وضو کے وجوب کی روایت منسوخ ہے اور رُخصت ناسخ ہے۔

جن صحابہ کرام کے ہاں مس ذکر سے وضو واجب نہیں ہوتا،امام ابن شاہینؒ نے ان کا ذکر فرمادیا اس باب میں امام ابوجعفر طحاویؒ کا فیصلہ کن قول پیش کرنے سے قبل صحابہ وتابعین کے اقوال کے مراجع ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ

(۱) موطاامام مالک،ص۳۸ (۲) شرح معانی الاثار، کتاب الطہارۃ، باب مس الفرج ھل تحب فیہ الوضوام لا (۳) التمہید، جلد۱۷،ص۲۰۱

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

(۱) موطاامام مالک،ص۲۷ (۲) مصنف عبدالرزاق، جلد۱،ص۱۱۷

حضرت حذیفہ بن یمانؓ

(۱) موطا امام مالک،ص ۳۷ (۲) مصنف عبدالرزاق، جلد۱،ص ۱۱۸ (۳) سنن دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، جلد۱،ص ۱۵۰ (۴) شرح معانی الآ ثار، کتاب الطہارۃ، جلد۱،ص ۷۸

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

(۱) موطاامام مالک،ص۳۷ (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، جلد۱،ص۱۵۱ (۳) مستدرک جلد۱،ص۱۳۹ (۴) سنن دارقطنی، جلد۱،ص۱۵۰ (۵) مجمع الزوائد، جلد۱،ص۲۴۴

حضرت عمار بن یاسرؓ

(۱) موطاامام مالک،ص۳۶ (۲) السنن الکبری، جلد۱،ص۳۶

حضرت عمران بن حصین (۱) مصنف عبدالرزاق، جلد۱،ص۱۱۸

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

(۱) موطاامام مالک،ص۳۸ (۲) مصنف عبدالرزاق، جلد۱،ص۱۱۹ (۳) شرح معانی الآ ثار، جلد۱،ص ۷۷ (۴) التمہید، جلد۱۷،ص۲۰۱

حضرت ابودرداءؓ

(۱) موطاامام مالک،ص۳۸

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، جلد۱،ص۱۵۱، کتاب الطہارت

حضرت معاذ بن جبلؓ

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، جلد۱،ص۱۵۱

تابعین

(۱) حضرت سعید بن المسیب

(۱) موطا امام مالک (۲) مصنف عبدالرزاق، جلد ا، ص ۱۱۹ (۳) شرح معانی الآ ثار، کتاب الطہارۃ، جلد ا، ص ۷۹

(۲) حضرت امام شعبی

(۳) امام ابراھیم

(۴) سعید بن جبیر

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، جلد ا، ص ۱۵۲

(۵) حضرت امام حسن بصریؒ

(۶) عکرمہ

(۱) شرح معانی الآ ثار، جلد ا، کتاب الطہارۃ

شوافع وحنابلہ کی دلیل

شوافع وحنابلہ کے نزدیک حضرت قیس بن طلق کی روایت منسوخ ہے کیونکہ آپ اوائل زمانہ میں مدینہ تشریف لائے جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی کی تعمیر فرما رہے تھے۔ آپ نے مس ذکر سے وضو ٹوٹنے کے متعلق پوچھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

انما هو بضعة منك — یہ تیرے وجود کا حصہ ہی تو ہے۔

(طبقات ابن سعد، جلد ۵، ص ۵۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متاخر اسلام صحابی ہیں لہٰذا حضرت قیس بن طلق کی روایت ناسخ نہیں منسوخ ہے۔

(شرح مسلم نووی)

احناف کے دلائل

احناف کے ہاں حضرت بسرہ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت منسوخ ہے نہ کہ ناسخ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ متاخر الاسلام صحابی ضرور ہیں لیکن تحقیقاً یہ بات ثابت ہے کہ آپ روایت مرسلاً بھی پیش فرمادیتے ہیں اس کے مقابلے میں جلیل القدر اور فقہاء صحابہ کی روایات اس کے معارض ہیں جس میں وضو کی رخصت کا بیان ہے لہٰذا ترجیح ان صحابہ کی روایت کو ہوگی۔

اور رہی حضرت بسرہ کی روایت تو اس کے متعلق امام طحاوی کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اخبرنی زید عن ربیعه انه قال لو وضعت یدی فی الدم او الحیضة ما نقص وضوئی فمس الذکر ایسر الدم ام الحیضة

مجھے زید نے ربیعہ سے خبر دی کہ اُنہوں نے فرمایا اگر میں اپنے ہاتھ خون یا حیض میں رکھو تو میرا وضو نہیں ٹوٹے گا تو آلہ تناسل کو ہاتھ لگانا کم درجہ رکھتا ہے یا حیض کے خون کو۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الطہارت، باب مس الفرج ہل یجب فیہ الوضوء ام لا)

البتہ مس ذکر کے بعد ہاتھوں کو دھو لینے میں احتیاط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب : ۱۳

بَابٌ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

پاؤں پر مسح کرنے کے بیان میں

حَدِيثٌ آخَرُ فِي الْمَسْحِ عَلَى الرِّجْلَيْنِ

120۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغَلِّسِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ رَجَاءٍ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ، كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ، قَالَ: »كُنْتُ أَرَى أَنَّ بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ أَحَقُّ بِالْغُسْلِ، حَتَّى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ ظَاهِرَهُمَا«

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میرا یہ گمان تھا کہ دونوں پاؤں کا نیچے والا حصہ دھوئے جانے کا زیادہ حق دار ہے یہاں تک کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو دونوں پاؤں کے ظاہری حصہ پر مسح فرماتے دیکھا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۰۴، (۲) سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، باب کیف المسح

121۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلْمَانَ بْنِ الْحَسَنِ الْفَقِيهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ شَرِيكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ يَعْنِي ابْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »تَوَضَّأَ وَمَسَحَ الْقَدَمَيْنِ« وَكَانَ عُرْوَةُ يَفْعَلُ ذَلِكَ حَتَّى اسْوَدَّ ظَاهِرُ قَدَمَيْهِ

حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام نے وضو فرمایا اور پاؤں مبارک پر مسح فرمایا۔عروہ ایسا ہی کہا کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے پاؤں کا ظاہری حصہ سیاہ ہو گیا۔

تخریج حدیث:(۱) شرح معانی الاثار، کتاب الطہارۃ باب فرض الرجلین فی وضوء الصلاۃ، (۲) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الوضو، باب مسح النبی ﷺ علی القدمین، (۳) العلل المتناہیۃ جلد ۱ ص ۳۴۹

122۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَوْسُ بْنُ أَبِي أَوْسٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »أَتَى كِظَامَةَ قَوْمٍ بِالطَّائِفِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى رِجْلَيْهِ« ، وَقَالَ هُشَيْمٌ كَانَ هَذَا فِي مَبْدَأِ الْإِسْلَامِ

حضرت اوس ابن ابی اوس الثقفیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ علیہ السلام قوم طائف کے ریہٹ (یا کنواں) پر تشریف لائے وضو فرمایا اور دونوں پاؤں مبارک پر مسح فرمایا۔ ہشیم فرماتے ہیں کہ ایسا ابتداء اسلام میں ہوتا تھا۔

تخریج حدیث: (۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد۴، ص۸، (۲) سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب کیف المسح، (۳) السنن الکبری، کتاب الطہارۃ، باب فی المسح علی الخفین، (۴) المعجم الکبیر جلد۱، ص۲۲، (۵) شرح معانی الاثار، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی النعلین، (۶) الاعتبار میں ۱۲۴

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

123۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ: أَنَّهُ سَمِعَ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ، وَأَبَا الْأَزْهَرِ، يُحَدِّثَانِ عَنْ وُضُوءِ مُعَاوِيَةَ إِذْ يُرِيهِمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، »فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ بِغَيْرِ عَدَدٍ«

حضرت عبداللہ بن العلا فرماتے ہیں حضرت یزید بن ابی مالک اور ابوالازہر نے مجھ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے وضو کے طریقہ کو بیان کیا۔ جب انہوں نے رسول کریم علیہ السلام کو وضو فرماتے دیکھا کہ آپ علیہ السلام ہر عضو کو تین تین بار دھوتے اور آپ علیہ السلام نے دونوں پاؤں مبارک کو بغیر عدد کے دھویا۔

تخریج حدیث: الاعتبار ص۱۲۴، (۲) صحیح بخاری، کتاب الوضوء باب الوضوء ثلاثا

124۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَالِكٍ الْمَارِسْتَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبُوشَنْجِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ رَبِيعٍ الْعُقَيْلِيُّ أَبُو الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا الْإِصْبَعُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ اسلام ایک ایک مرتبہ بھی اپنے اعضاء وضو دھوتے اور دو دو مرتبہ بھی اور تین تین مرتبہ بھی دھوتے اور پاؤں مبارک خوب اچھے طریقے سے دھوتے۔

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَتَوَضَّأُ وَاحِدَةً وَاحِدَةً، وَاثْنَتَيْنِ اثْنَتَيْنِ، وَثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ غَسْلًا«

125۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ التَّمَّارِ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْحَوْضِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مُرَجَّى بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَرْزَمِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: »أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأْنَا أَنْ نَغْسِلَ أَرْجُلَنَا«

تخریج حدیث: سنن دار قطنی، کتاب الطہارۃ، باب فی فضل الوضو

حضرت عطاء حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں حکم فرماتے تھے کہ جب ہم وضو کریں تو اپنے پاؤں دھوئیں۔

126۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُبَشِّرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُعَلَّى بْنِ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ بَهْرَامَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سِقْلَابٍ، عَنِ الْوَازِعِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »رَأَى رَجُلًا قَدْ تَوَضَّأَ، وَفَضَلَ عَلَى قَدَمَيْهِ قَدْرُ أُصْبَعٍ لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعِيدَ وُضُوءَهُ « وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ كَانَ قَدْ جَفَّ الْوَضُوءُ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: إِذَا جَفَّ الْوَضُوءُ ابْتَدَأَ الْوَضُوءَ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ تَدُلُّ عَلَى نَسْخِ الْمَسْحِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ لِقَوْلِ هُشَيْمٍ: كَانَ هَذَا فِي مَبْدَأِ الْإِسْلَامِ وَقَالَ عَطَاءٌ: لَمْ أُدْرِكْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا وہ وضو کر رہا تھا اس نے اپنے پاؤں پہ انگلی برابر جگہ چھوڑ دی اس تک پانی نہ پہنچایا۔ آپ علیہ السلام نے اسے دوبارہ وضو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ علیہ السلام کا یہ ارشاد اس بات پر دلیل ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جب وضو میں کوئی عضو خشک رہ جائے تو دوبارہ وضو کیا جائے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ احادیث (بغیر موزے کے پاؤں پر مسح کے) حکم کو منسوخ کرتی ہیں ہشیم کے اس قول کے تحت کہ یہ ابتداء اسلام میں تھا۔ تابع حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں کسی ایسے صحابی کو نہیں جانتا جو (بغیر موزے کے) پاؤں پر مسح کرتا ہو۔ آپ علیہ السلام کے ارشادات میں سے یہ ارشاد بھی پاؤں

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ وَبُطُونِ الْأَقْدَامِ مِنَ النَّارِ « وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »خَلِّلُوا أَصَابِعَكُمْ لَا تُخَلِّلُهَا النَّارُ«

دھونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہلاکت ہے ایڑیوں کے لئے اور پاؤں کے ظاہری حصے آگ میں ہیں اور آپ علیہ السلام کا ارشاد مبارک کہ اپنی (ہاتھ پاؤں) کی انگلیوں کا خلال کیا کرو ان سے آگ کو مت گزارو۔

تخریج حدیث: (۱) مسند عوانۃ، باب بیان اثبات غسل الرجلین، (۲) سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ، باب ماروی فی فضل الوضو، (۳) الکامل جلد ۶، ص ۳۵۹، (۴) الضعفاء الکبیر جلد ۴، ص ۱۸۲، (۵) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکاملھا، (۶) السنن الکبری، کتاب الطہارۃ، باب الدلیل علی ان فرض الرجلین بالغسل

تحقیق

محدث ابن شاہینؒ نے اس باب میں سات احادیث نقل فرمائیں جن میں سے پاؤں پہ مسح کرنے والی روایات حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت عبداللہ بن زید حضرت حضرت اوس بن ابی اوس الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں جبکہ پاؤں دھونے کی روایات کے راوی حضرت معاذ بن جبل، حضرت جابر، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہیں۔ بخاری، مسلم نے صحیحین، ابوداؤد، بیہقی، دارقطنی، اپنی اپنی سنن، امام احمد، ابوعوانہ نے مسند، طحاوی نے شرح معانی الآثار، طبرانی نے المعجم الکبیر اور حازمی نے الاعتبار میں یہ روایات نقل فرمائی ہیں۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت

اس باب میں علماء اسلام کی مختلف آراء پائی جاتی ہیں جس کا اصل سبب وضو کے باب میں نازل ہونے والی سورۃ المائدہ کی آیت مبارکہ میں قراۃ کا اختلاف ہے''آیت مبارکہ''

فاغسلوا وجوھکم وایدیکم وامسحوابروسکم وارجلکم الی الکعبین دھولو اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دھولو اپنے پاؤں ٹخنوں تک۔

(المائدہ:٦)

اس آیت مبارکہ میں ''ارجلکم'' پہ تین قراءات ہیں جن میں سے دو متواتر ہیں اور ایک شاذ ہے۔

متواتر قرأت:

ارجلکم کے لام پر نصب اور جر کی قرأت متواتر ہیں۔ نصب پڑھنے والے قراء میں نافع، ابن عامر، الکسائی، عاصم بروایت حفص ہیں جو سبعہ قراء میں سے ہیں جبکہ باقی ثلاثہ قراء میں سے یعقوب ہیں۔

جبکہ جر پڑھنے والے قراء میں ابن کثیر، حمزہ، ابوعمرو، عاصم بروایت ابی بکر ہیں۔

شاذ قرأت:

ارجلكم پر تیسری قرأت رفع پڑھنے کی ہے جو حسن کی قرأۃ ہے اور یہ شاذ ہے۔

(البحر المحیط جلد ۳، ص ۴۵۲، الضوا البیان جلد ۲، ص ۹، روح المعانی جلد ۳، ص ۳۴۶)

اختلاف قرأت کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر لفظ ''اَرْجُلَكُمْ'' پر نصب پڑھا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ''وضو میں پاؤں دھوئے جائیں'' اس صورت میں اس کا عطف فاغسلوا پر ہوگا اور اگر لفظ ''اَرْجُلِكُمْ'' پر زیر پڑھی جائے تو مفہوم یہ بنے گا کہ ''وضو میں پاؤں پر مسح کیا جائے'' اس صورت میں اس کا عطف ''بروسکم'' پر ہوگا۔

اس باب میں دونوں طرح کی احادیث نقل کی گئی لیکن ابن شاہینؒ نے آیت قرآنی یا ان کی قرأت کا اختلاف بیان نہیں فرمایا البتہ احادیث ذکر فرما کر اتنا ضرور بیان فرمایا کہ یہ احادیث پاؤں پر مسح کرنے کے حکم کو منسوخ کرتی ہیں امام طحاوی، سعید ابن منصور اور ابن حزم بھی اس کی منسوخیت کا قول فرماتے ہیں۔

(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۱، ص ۱۸۹)

وضو میں پاؤں پر مسح کی منسوخیت تو تب ہو جب اس کا ثبوت آپ علیہ السلام کے عمل یا صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہو۔ حضرت مولا علی، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اگرچہ یہ اقوال مروی تو ہیں مگر ان صحابہ کرام کا اپنے اقوال سے رجوع ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بیان کیا۔

لم يثبت عن احد من الصحابة خلاف الغسل الاعن علی وابن عباس وانس وقد ثبت عنهم الرجوع عن ذلك

(فتح الباری جلد ۱، ص ۲۶۶)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے کسی کا بھی پاؤں کو دھونے کے خلاف قول ثابت نہیں سوائے حضرت مولا علی حضرت ابن عباس و حضرت انسؓ اور ان کا بھی اس قول سے رجوع ثابت ہے۔

امام بدرالدین عینیؒ نے حضرت عطاؒ کا قول نقل فرماتے ہوئے بیان فرمایا:

والله ماعلمت احدامن اصحاب رسول الله ﷺ مسح علی القدمين

اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں جانتا جو پاؤں پر مسح کرتے ہوں۔

(عمدۃ القاری جلد ۱، ص ۱۳۶)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا عمل پاؤں کو دھونے کا تھا، نہ کہ مسح کرنے کا حتی کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ نے تو اس پر صحابہ کا اجماع نقل فرمایا:

اجمع اصحاب رسول اللہ ﷺ علی غسل القدمین صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا پاؤں کودھونے پر اتفاق ہے۔
(نیل الاوطار جلد ا،ص ۱۸۹)

لہٰذا اس باب میں نسخ کا قول کیسے درست ہوگا البتہ قرأت کے اختلاف کے سبب اس مسئلہ میں علماء کرام کے درجہ ذیل مسالک ہیں۔

پاؤں پر مسح کرنے کے متعلق آراء

اوّل: پہلا مسلک امامیہ کا ہے جن کے نزدیک وضو میں پاؤں پر مسح کرنا واجب ہے۔

ثانی: دوسرا مسلک امام محمد بن جریر الطبری، امام حسن بصریؒ اور الجبائیؒ کا ہے جن کے ہاں غسل ومسح میں سے کسی ایک کو بھی اختیار کرنا جائز ہے۔

ثالث: تیسرا مسلک بعض اہل ظواہر کا ہے جن کے ہاں دونوں چیزیں یعنی غسل ومسح کو جمع کرنا واجب ہے۔
(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ا،ص ۱۸۹)

رابع: چوتھا مسلک صحابہ کرام، فقہاء عظام اور جمہور علماء اسلام کا ہے جن کے نزدیک غسل میں پاؤں دھونا فرض ہے یہی عمل آپ علیہ السلام کا رہا اور ہر زمانے میں فقہاء کرام وعلماء اسلام نے اسے اپنائے رکھا اگر ناخن برابر بھی پاؤں خشک رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا۔
(تفسیر کبیر جلد ۶،ص ۱۲۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

اس باب میں قول رابع ہی درست اور اقرب الی الصواب ہے جس پر دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلیل اول: اگر چہ لفظ ''ارجلکم'' پر دونوں قرأتیں ثابت ہیں جو درجہ تواتر کی ہیں لیکن ایک لفظ پر دونوں معنی ایک ہی وقت میں مراد نہیں لئے جا سکتے جیسا کہ امام ابوبکر جصاص الحنفیؒ فرماتے ہیں۔

فان اللفظ لما وقف الموقف الذی ذکرنا من احتماله لكل واحدمن المعنيين مع اتفاق الجمع على ان المراد احدهما صار فی حکم المجمل المفتقر الی البیان معهما ورد فيه من البيان عن رسول الله ﷺ من فعل اوقول علمنا انه مراد الله تعالىٰ وقد ورد البيان عن الرسول ﷺ

لفظ ترکیب کلام میں اس طرح واقع ہے کہ اس میں دونوں معنوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ساتھ ساتھ اس پر بھی اتفاق ہے کہ دونوں معنیٰ مراد نہیں ہو سکتے۔ صرف ایک معنیٰ مراد لیا جا سکتا ہے اس صورت میں یہ لفظ مجمل کے حکم میں ہوگا جیسے بیان اور تفصیل کی ضرورت ہوگی۔ جب نبی کریم علیہ

بالغسل قولا وفعلا فاما وروده من جهة الفعل فهو ماثبت بالنقل المستفيض المتواتر ان النبی ﷺ غسل رجليه فی الوضوء ولم يختلف الامة فيه فصار فعله ذلك واردامورد البيان وفعله اذا ورد على وجه البيان فهو على الوجوب فثبت ان ذلك هومراد الله تعالیٰ بالاية۔

(احکام القرآن جلد۳،ص۳۵۰)

الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے قولاً یا فعلاً اس مجمل کا بیان ہو جائے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہی معنی مراد ہے۔ پس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بطریق متواتر و مستفیض اس بارے میں پاؤں دھونے کا عمل مبارک وارد ہوا ہے اور اس عمل کے متعلق امت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں اور آپ علیہ السلام کا کوئی بھی عمل جو بیان کے طور پر وارد ہوا اسے وجوب پر معمول کیا جاتا ہے پس یہ ثابت ہوا کہ اس آیۃ مبارکہ میں پاؤں دھونا ہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔

دلیل ثانی:

قول رسول ﷺ سے پاؤں دھونے کی تاکید

آپ ﷺ نے وضو میں پاؤں دھونے کی تاکید فرمائی۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اسبغوا الوضوء، ويل الاعقاب من النار

(متفق علیہ، بخاری و مسلم کتاب الطہارۃ)

اچھی طرح وضو کیا کرو خشک ایڑیوں کے لیے آگ سے ہلاکت ہے۔

(۲) :حضرت عمر فاروقؓ روایت فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا اُس نے پاؤں دھوتے ہوئے ناخن برابر جگہ خشک چھوڑی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ارجع فاحسن وضوئك

(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ، سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، مسند احمد، جلد ا،ص ۴۴)

واپس لوٹ جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو

(۳) حضرت خالد بن معدان روایت کرتے ہیں۔

ان رسول الله ﷺ رای رجلا يصلی وفی ظهرقدميه لمعة قدر الدرهم لم يصبها الماء فامره رسول الله ﷺ ان يعيد الوضو

(مسند احمد، جلد۳،ص۴۲۴) (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب تفریق الوضو)

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا اس کے قدم کا ظاہری حصہ درہم کے برابر خشک تھا آپ علیہ السلام نے اسے وضو دوبارہ کرنے کا حکم دیا۔

(۴) حضرت عمرو بن عنبسہ روایت کرتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وضو کے طریقے کے متعلق سوال کیا آپ علیہ السلام نے وضو کا مکمل طریقہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ جب پاؤں کے متعلق ارشاد فرمایا تو الفاظ مبارک یہ تھے۔

ثم يغسل قدميه الى الكعبين كما امره الله الا حرت خطايا قدميه من اطراف اصابعه مع الماء

(مسند احمد جلد ۴، ص ۱۱۲)

پھر پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کے دھونے کا حکم دیا ہے تو پاؤں کی خطائیں انگلیوں کی طرف سے پانی کے ساتھ بہہ جائیں گی۔

دلیل ثالث:

آپ ﷺ کے فعل مبارک سے پاؤں دھونے کی تاکید

(۱) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول الله ﷺ توضا فغسل قدميه ثم قال هذا وضوء لايقبل الله الصلوٰة الّابه

(شرح معانی الآثار باب فرض الرجلین فی وضوء الصلوٰۃ)

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳، ص ۶۸، مسند ابی یعلی رقم الحدیث ۵۵۹۸، معجم الاوسط رقم الحدیث ۳۶۶۱، سنن دارقطنی)

رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے پاؤں مبارک دھوئے پھر ارشاد فرمایا یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔

دلیل رابع

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے بھی نبی کریم علیہ السلام کے وضو کا طریقہ بیان فرمایا جس میں پاؤں دھونے کا ذکر ہے مثلاً

(۲) حضرت حمران بن ابان حضرت عثمان کو وضو کرتے ہوئے دیکھا

توضا فغسل رجليه ثلاثا ثلاثا وقال: لوقلت ان هذا وضو رسول الله ﷺ صدقت

(شرح معانی الآثار باب فرض الرجلین فی وضو الصلوٰۃ)

پاؤں کو تین تین بار دھویا اور فرمایا اگر میں یہ کہوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے تو میں نے سچ کہا۔

بلکہ آپ نے مزید فرمایا:

من احب ان ینظرالی وضوء رسول اللہ ﷺ فلینظرالی وضوئی — جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے وضوکو دیکھے تو وہ میرا (طریقہ) وضوکو دیکھ لے۔

(شرح معانی الآثار باب فرض الرجلین فی وضوء الصلوٰۃ)

حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا:

اریکم وضوء رسول اللہ ﷺ وغسل رجلیه مرة مرة ثم قال هذا وضوء رسول اللہ ﷺ — کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کا وضو نہ بتاؤں؟ ابن عباسؓ نے دومرتبہ پاؤں دھوئے اور فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

(السنن الکبری، باب غسل الرجلین)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول وعمل:

امامیہ کے ہاں صحابہ کرام میں سے جس ہستی پر اتفاق ہے وہ ہستی مولائے کائنات حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں آپ کا اپنا عمل اس باب میں کیا تھا۔

دخل علیؓ الرحبه ثم قال لغلامه ایتنی بطهور فاتاه بماءٍ وطست فتوضا فغسل رجلیه ثلث ثلث وقال هكذا كان طهور رسول الله علیه وآله وسلم،

(شرح معانی الآثار باب فرض الرجلین فی وضوالصلوٰۃ)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم صحن میں داخل ہوئے پھر اپنے غلام سے کہا وضو کے لئے پانی لاؤ وہ پانی اور ایک طشت لایا آپ نے وضوفرمایا اور پاؤں تین تین بار دھوئے اور ارشاد فرمایا نبی کریم علیہ السلام کا وضو اسی طرح تھا۔

اسی طرح کثیر روایات جومختلف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہیں جس میں رسول کریم علیہ السلام کے وضوکا طریقہ بیان ہوا اور پاؤں دھونے کی سنت اور تاکید بیان کی گئی گزشتہ احادیث میں بھی آپ نے پاؤں دھونے کی تاکید اور خشک رہ جانے پر آگ کے عذاب کی وعیدیں ملاحظہ فرمائیں اگر پاؤں دھونا فرض نہ ہوتا تو آپ علیہ السلام کبھی وضودوبارہ کرنے کا حکم نہ ارشاد فرماتے اور نہ ہی نار جہنم کی وعید سناتے۔

پاؤں پرمسح والی روایات کا جواب:

امامیہ کے ہاں وضومیں پاؤں پرمسح واجب ہے پاؤں دھونا فرض نہیں، ذیل میں ان کے دلائل ذکر کر کے جوابات پیش کئے جارہے ہیں۔

اوّل: لفظ "ارجلکم" پر جر کی قرأۃ متواتر ہے لہٰذا وضو میں پاؤں پر مسح کرنا واجب ہے۔

ثانی: حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو بیان فرماتے ہوئے پاؤں پر مسح کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا:

لولا انی رایت رسول اللہ ﷺ فعلہ لکان باطن القدم احق من ظاھرہ

(شرح معانی الآثار باب فرض الرجلین فی وضو الصلوٰۃ)

اگر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو قدم کے ظاہر کی نسبت اندرونی حصہ پہ مسح کرنا اس سے زیادہ حق رکھتا ہے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام پاؤں پر مسح فرماتے۔

الجواب بعون الوہاب

لفظ ''ارجلکم'' پر جر کے ساتھ ساتھ نصب کی قرأۃ بھی متواتر ہے بلکہ جمہور قراء نے اسے نصب سے ہی پڑھا ہے اگرچہ اس لفظ پر دونوں قرائتیں متواتر ہیں جس سے پاؤں پر مسح کرنے اور پاؤں دھونے کا معنی ثابت ہوتا ہے لیکن ایک ہی وقت میں ایک ہی لفظ سے دونوں مراد لئے گئے معانی پر عمل ممکن نہیں لہٰذا آپ علیہ السلام کا عمل دیکھا جائے گا کہ اس باب میں آپ علیہ السلام کے احکامات کیا ہیں گزشتہ صفحات میں آپ علیہ السلام کے اقوال افعال بلکہ پاؤں دھونے کی تاکید بھی پیش کی گئی جس سے یہ ثابت ہوا کہ لفظ ارجلکم پر نصب کی قرأت ہی درست ہے یہی آپ علیہ السلام کا اور آپ علیہ السلام کے صحابہ کا عمل رہا۔

جن قراء نے اس لفظ کو جر کی قرأت سے پڑھا اس کی چار وجوہات ہیں۔

اوّل:

انھا منصوب فی المعنی عطفا علی الا یدی المغسولۃ وانما خفض علی الجوار

اول یہ کہ لفظ (ارجلکم) معنا منصوب ہے اور معنوی اعتبار سے اس کا عطف ایدی پر ہے جس کا دھونا فرض ہے، اسے صرف لفظ بروسکم کے ساتھ ہونے کی وجہ سے مجرور پڑھا جا رہا ہے۔

عرب شاعری میں اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کانما ضربت قدام اعینھا قطناً
بمستحصد الاوتار مخلوج

کـــان ثبیــرافـــی عـــرانیـــن وبلـــہ

کبیـــرانـــاس فـــی بجـــاد مـــزمـــل

لفظ مخلوج قطنا کی صفت ہے اور قطنا منصوب ہے لہٰذا قانوناً مخلوج پر نصب آنا چاہیے مگر الاوتار کی مجاورت کے سبب مجرور پڑھا گیا۔ اسی طرح لفظ مزمل، کبیر کی صفت ہے قانوناً مرفوع ہونا چاہیے تھا لیکن بجاد کے ساتھ آنے کی وجہ سے مجرور پڑھا گیا۔

آیات قرآنیہ سے اس کی مثالیں:

لفظ حقیقتاً منصوب ہو لیکن کسی لفظ کی ہمسائیگی کی وجہ سے اسے مجرور پڑھا جائے اسکی مثال سورۃ ھود کی آیت مبارکہ ۸۴

عَذَابَ یَوْمٍ مُحِیْطٍ

لفظ محیط عذاب کی صفت ہے جسے منصوب ہونا چاہیے تھا لیکن یوم کی مجاورت کی وجہ سے مجرور ہے اسی طرح سورۃ ھود کی آیت ۲۶ میں:

عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ

یہاں بھی الیم، عذاب کی صفت ہے لیکن یوم کی مجاورت نے اسے مجرور پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح سورۃ ابراہیم کی آیت ۱۸ میں:

فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ

پر میں لفظ عاصف یوم کی صفت نہیں بلکہ الریح کی صفت ہے اور اس ایسی بہت سی مثالیں آیات قرآنیہ میں موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے بعض اوقات کسی لفظ کے مجرور ہونے کا سبب مجاورت ہوتا ہے لہٰذا جن قراء نے اسے مجرور پڑھا ہے انہوں نے مجاورتاً پڑھا ہے نہ کہ اسے وامسحوا پر عطف کرتے ہوئے مجرور پڑھا۔

ثانی:

انہ معطوف علی "بروسکم" لفظا و معنی ثم نسخ ذلك بوجوب الغسل وهو حکم باق وبه قال جماعة، او یحمل مسح الارجل علی بعض الاحوال و هولبس الخف

(اللباب فی علوم الکتاب جلد ۷، ص ۲۲۷)

اگر چہ لفظ ارجلکم کا عطف لفظا اور معناً برؤسکم پر ہے پھر اس مسح کو منسوخ کر دیا گیا اور پاؤں دھونے کا حکم دیا اسی پر علماء کی ایک جماعة کا فتوی ہے یا پاؤں پر مسح کرنے کو بعض حالات میں جائز کیا گیا اور وہ حالت موزے پر پہننے کی ہے۔

ثالث

انها جرت منبهة علی الاسراف باستعمال الماء لانها مظنة لصب الماء کثیر فعطف علی الممسوح

یہ جر پانی کے عدم اسراف کی خاطر تنبیہ کے لیے دی گئی ہے کیونکہ پاؤں پر پانی کے کثیر استعمال کا گمان ہوتا ہے پس اس کا عطف مسح کی طرف کر دیا گیا۔

رابع

انها مجروة بحرف جر مقدر دل علیه المعنی ویتعلق هذا الحرف بفعل محذوف ایضا یلیق بلمحل فیدعی حذف جملة فعلية وحذف حرف جرقالوا وتقدیره "وافعلوا بارجلکم غسلا"

(اللباب فی علوم الکتاب جلد ۷، ص ۲۲۷)

یہ لفظ جر مقدر کی وجہ سے مجرور ہے جو اس معنی پر دلالت کرتا ہے یہ لفظ فعل مخذوف کے ساتھ متعلق ہے جو اپنے محل کے ساتھ ملا ہوا ہے پھر جملہ فعلیہ اور حرف جر کو مخذوف کیا گیا قراء نے کہا کہ جملہ تقدیر ایوں ہوگا "وافعلوا بارجلکم غسلاً"

امامیہ کی دلیل ثانی کا جواب:

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نبی اکرم ﷺ کے وضو کے طریقہ کو بیان فرماتے ہوئے پاؤں پر مسح کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ ہر حال میں پاؤں پر مسح ہی کیا جائے چاہے موزے پہنے ہوں یا نہ ہوں شرح معانی الآ ثار کی یہ روایت جو امامیہ کے ہاں مسح کرنے کیلئے حجة ہے۔

عن علی کرم الله وجهه الكريم انه توضا فمسح ظهر الاقدم وقال لولا انی رایت رسول الله ﷺ فعله لكان باطن القدم احق من ظاهره

(شرح معانی الاثار، باب فرض الرجلین فی وضوء الصلوٰۃ)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے وضو فرمایا اور قدم کے ظاہری حصہ پر مسح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو قدم کے ظاہر کی نسبت اندرونی حصہ اس سے زیادہ (مسح) کا حق رکھتا ہے۔

الجواب:

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ روایت مبارکہ اس بات پر دلیل نہیں کہ آپ علیہ السلام نے ہر حال میں پاؤں مبارک پر مسح فرمایا اور نہ ہی اس روایت میں اس چیز کا ذکر ہے کہ آپ علیہ السلام نے موزے نہیں پہنے لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ہر حال میں پاؤں مبارک پر مسح فرمایا۔

معمول اول:

عن علی بن ابی طالبؓ

انه صلى الظهر ثم قصد فی حوائج الناس فی رحبه الكوفة حتى حضرت صلاة العصر ثم اتى بكوز من ماء فاخذ منه حفنة واحدة فمسح بها وجهه ويديه وراسه ورجليه ثم قام فشرب فضله وهو قائم ثم قال ان ناسا ليكرهون الشرب قائما وان رسول الله ﷺ صنع وقال هذا وضو من لم محدث

(السنن الکبریٰ بیہقی جلد ا،ص ۷۵، باب قرأۃ من قراء وارجلکم)

انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی اور کوفہ کے ایک کشادہ میدان کی جانب تشریف لے گئے تاکہ لوگوں کی حاجات سن سکیں (آپ وہاں تشریف فرما تھے) کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا آپ کے پاس پانی کا ایک کوزہ لایا گیا آپ نے اس سے چلو بھر پانی لے کر اپنے ہاتھ، سر، پاؤں پر پھیرا پھر بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لیا پھر فرمایا لوگ کھڑے ہو کر پینے کو ناپسند کرتے ہیں آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے فرمایا یہ اس شخص کا وضو ہے جو بے وضو نہ ہوا ہو۔

مذکورہ روایت میں ہاتھوں، چہرے اور پاؤں تینوں اعضاء کے مسح کا لفظ استعمال کیا گیا۔ جس سے یہ واضح ہو گیا کہ اہل عرب مسح کا اطلاق دھونے پر بھی کرتے ہیں اس کی مثال پیش کرتے ہوئے مفسر قرآن شیخ شنقیطی المتوفی ۱۳۹۳ھ فرماتے ہیں۔

والعرب تطلق المسح الغسل ايضا وتقول تمسحت بمعنى توضات و مسح المطر الارض غسلها ومسح الله مابك اى غسل عنك الذنوب والاذى، ولا مانع من كون المراد بالمسح فى الارجل هو الغسل

(اضوء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن جلد۲، ص۱۵)

اہل عرب مسح کا اطلاق دھونے پر بھی کرتے ہیں اور تمہارا یہ کہنا میں نے مسح کرلیا اس معنی میں ہے تم نے وضو کرلیا، بارش نے زمین کا مسح کیا یعنی اسے دھویا اور یہ کہنا کہ اللہ جو کچھ بھی تمہارے پر ہے اسے مسح فرمائیے یعنی اللہ تم سے گناہوں کو دھو ڈالے اور تکلیف دور فرمائے (ان مثالوں کے بعد) پاؤں پر مسح کرنے سے مراد پاؤں دھونے کا معنی لینے میں کوئی بات مانع نہیں ہے کہ اس مسح سے مراد دھونا ہے۔

پتا چلا کہ اہل عرب کے ہاں مسح کا لفظ گیلا ہاتھ پھیرنے کیلئے ہی نہیں بلکہ دھونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور روایت مذکورہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا پاؤں پر مسح کرنا فرض وضو میں نہ تھا بلکہ اہل عرب کے ہاں کھانے پینے کے بعد ہاتھوں اور چہرے کو دھونے کا جو معمول تھا یہ عمل اس ضمن میں تھا اور آپؓ نے خود بھی اسے وضو سے ہی تعبیر فرمایا اور ارشاد فرمایا یہ وضو اس کا ہے جو بے وضو نہ ہوا ہو۔

معمول ثانی:

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم چونکہ ہمہ دم صحبت سرکار ﷺ سے فیض یاب رہتے اس لئے صحابہ کرام سرکار دو عالم علیہ السلام کے معمولات بھی آپ سے دریافت فرماتے رہتے اور کبھی آپ خود بھی صحابہ کرام سے معمولات مصطفی ﷺ ذکر فرماتے اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے آقا علیہ السلام کے وضو کا حال بیان فرمایا۔

يا ابن عباس الا اتوضالك كما رايت رسول الله ﷺ يتوضا قلت بلى فداك ابى وامى فذكر حديث طويلا قال ثم اخذ بيديه جميعا حفنة من مآء فصك بها على قدمه اليمنىٰ واليسرىٰ كذلك

(شرح معانی الآثار باب فرض الرجلین فی وضو الصلوٰۃ)

اے ابن عباس کیا میں تمہارے سامنے ایسا وضو نہ کروں جیسا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں بے شک ایسا فرمائیں پھر آپ نے طویل حدیث ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کے بعد انہوں نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر ایک لپ پانی لیا اور اسے دائیں پاؤں اور اسی طرح بائیں پاؤں پر ڈالا۔

روایت بالا میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اصحاب رسول علیہ السلام کے لیے وضو میں پاؤں دھونے کا بیان نہایت واضح ہے اگر ہر حال میں مسح ہی واجب ہوتا تو آپؓ اس عمل کو کیسے ترک فرما سکتے تھے۔

دوسری بات جو اس روایت میں قابل توجہ ہے وہ حضرت ابن عباسؓ کا حضرت مولا علی کرم اللہ اجمعین کو اس والہانہ انداز سے جواب دینا ہے جو انداز صحابہ کا رسول کریم علیہ السلام کو جواب دیتے ہوتا تھا حضرت ابن عباسؓ نہ صرف صحابی ہیں بلکہ نبی کریم علیہ السلام کے چچازاد ہیں جو رشتہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا آقا علیہ السلام سے ہے وہی ابن عباسؓ کا بھی ہے اور آپ کی علمی جلالت بھی صحابہ کرام پر پوشیدہ نہیں، تفسیر القرآن اور آیات قرانیہ کے فہم میں جو مقام آپ کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے لیکن آپ کی مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت اور عشق فقط اسی لئے ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بارگاہ رسالت میں جو مقام حاصل ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

معمول ثالث:

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تیسرا معمول پاؤں پر مسح کرنے کا تھا لیکن وہ بھی تب جب آپ نے موزے پہنے ہوتے اس سلسلہ میں آپؓ کی روایت مبارکہ

عن علی قال جعل رسول اللہ ﷺ ثلاثۃ ایام ولیا لیھن للمسافر وللمقیم یوما ولیلۃ المسح علی الخفین

(مسند ابی عوانہ باب بیان التوقیت فی المسح علی الخفین)

(شرح معانی الآثار باب فرض الرجلین فی وضوء الصلوۃ، صحیح مسلم باب المسح علی الخفین)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کی اجازت عنایت فرمائی۔

عن علیؓ قال لو کان الدین برای کان باطن القدمین احق بالمسح من ظاھرھما ولکن رایت رسول اللہ ﷺ مسح ظاھرھما

(مصنف ابن ابی شیبہ باب المسح علی القدمین)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے اگر دین میری رائے سے ہوتا تو پاؤں کو باطنی حصہ ظاہری حصہ کی نسبت مسح کا زیادہ حقدار ہوتا لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو پاؤں کے ظاہری حصہ پر مسح فرماتے ہوئے دیکھا۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مذکورہ بالا معمولات کا خلاصہ یہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے اور پاؤں پر مسح کرنے کے دونوں عمل آپؓ سے ثابت ہیں موزے کے بنا پاؤں دھونے اور موزوں پر مسح کے عمل آپؓ نے آقا کریم علیہ السلام کے معمول مبارک سے سیکھے اور اصحاب رسول کو بھی ایسا ہی عمل پیش کیا لہٰذا صرف پاؤں پر مسح کرنے والی روایات کو آپ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔ علماء متقدمین ومتاخرین نے بھی ان ہی دو معمولات کو دو قراءتوں کی صورت میں معمول بہا رکھا اور امام کاسانی نے اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے تحریر فرما دیا۔

والا مرالمطلق لايقتضى التكرار فيعمل بهما فى الحالتين، فتحمل قرأة النصب على مااذا كانت الرجلان باديتين وتحمل قرأة الخفض على ما اذا كانتا مستورتين بالخفين توفيقا بين القراء تين
(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع مطلب غسل الرجلین)

اور مطلق حکم تکرار کا تقاضا نہیں کرتا پس اس حکم پر دو مختلف حالتوں میں عمل کیا جائے گا، نصب کی قرأۃ پر اس وقت عمل ہو گا جب پاؤں موزوں کے بنا ہونگے اور جر کی قرأۃ پر اس وقت جب پاؤں پر موزے پہنے ہوں گے اور یہ دونوں کام دو مختلف قرأتوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے کئے جائیں گے۔

باب : ۱۴

بَابٌ فِي نَوْمِ الْجُنُبِ قَبْلَ الِاغْتِسَالِ سونے سے قبل غسل کرنے کے بیان میں

127- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو الضَّبِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَنَامُ جُنُبًا، وَلَا يَمَسُّ مَاءً«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں آپ علیہ السلام آرام فرمالیتے اس حال میں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حالت جنابت میں ہوتے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی کو نہ چھوا ہوتا۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب فی الجنب نیام قبل ان یغتسل، (۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب الجنب ینام کھیئۃ لایمس ماء، (۳) شرح معانی الاثار، کتاب الطہارۃ، باب الجنب یرید النوم

128- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ لَا يَمَسُّ مَاءً«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ آپ علیہ السلام آرام فرمالیتے اس حالت میں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حالت جنابت میں ہوتے اور پانی نہ چھوتے (یعنی غسل نہ کرتے)

تخریج حدیث: شرح معانی الاثار کتاب الطہارۃ، باب الجنب یرید النوم، (۱) موطا امام مالک، کتاب الطہارۃ، باب الرجل تصیبہ الجنابۃ من اللیل، (۲) سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الجنب یؤخر الغسل، (۳) مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰ ۲۸، (۴) مسند الطیالسی ص ۱۹۹، (۵) السنن الکبری کتاب الطہارۃ، باب ذکر الخبر الذی ورد فی الجنب

129- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ صَالِحٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَأْتِي أَهْلَهُ، ثُمَّ يَنَامُ، وَلَا يَمَسُّ مَاءً«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں آپ علیہ السلام اپنی زوجہ کے پاس (مجامعت کے لئے) تشریف لاتے پھر آرام فرمالیتے اور پانی کو نہ چھوتے۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

130۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَال : حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ، وَابْنُ مَهْدِيٍّ، وَالْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالُو: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں جب نبی کریم علیہ السلام آرام کرنے کا ارادہ فرماتے حالانکہ آپ علیہ السلام حالت جنابت میں ہوتے (البتہ) (آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام) نماز کے وضو جیسا وضو فرما لیتے۔

تخریج حدیث: (۱) مسند ابی عوانۃ، کتاب الطہارۃ، باب ایجاب الوضوعلی الجنب، (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، باب فی الجنب یریدون یکل، (۳) سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب من قال، لا نیام الجنب

131۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ غَسَلَ يَدَيْهِ«

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرمانے کا ارادہ کرتے حالانکہ آپ حالت جنابت میں ہوتے تو نماز کے وضو جیسا وضو کر لیتے اور جب کھانا کھانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو دھو لیتے۔

وَهَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ طَرِيقُهُ طَرِيقَ نَاسِخٍ وَمَنْسُوخٍ؛ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ قَوْلَ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ، وَلَا يَمَسُّ مَاءً لِلْغُسْلِ وَكَانَ يَتَوَضَّأُ« وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ:

اس حدیث مبارکہ میں ناسخ ومنسوخ کو دخل نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا کے قول مبارک کہ رسول اللہ ﷺ آرام فرما لیتے اس حال میں کہ آپ حالتِ جنابت میں ہوتے اور پانی کو نہ چھوتے، اس میں احتمال ہے کہ پانی نہ چھونے سے مراد غسل نہ کرنا ہے (البتہ) آپ وضو فرما لیتے روایت میں اس بات کی طرف دلالت ہے۔

132۔ حَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ سَلْمَانَ، قَالَ: قُرِءَ عَلَى أَحْمَدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْبِرْتِيِّ- وَأَنَا أَسْمَعُ- قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حُذَيْفَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بُرْدٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ غُضَيْفٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: »رُبَّمَا اغْتَسَلَ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ، وَرُبَّمَا نَامَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ«

حضرت غضیف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا سے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے غسل کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کبھی آپ علیہ السلام آرام فرمانے سے پہلے غسل فرمالیتے اور کبھی غسل فرمانے سے پہلے ہی آرام فرمالیتے۔

133۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عِيَاضِ بْنِ جُعْدُبَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا أُحِبُّ أَنْ يَبِيتَ الْمُسْلِمُ وَهُوَ جُنُبٌ؛ أَخَافُ أَنْ يَمُوتَ فَلَا تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی مسلمان حالت جنابت میں ہی رات گزارے مجھے اس بات کا خوف ہے وہ فوت ہوگا تو (رحمت کے) فرشتے اس کے پاس حاضر نہ ہونگے۔

تحقیق

مذکورہ باب کی چھ احادیث ماسوائے آخری روایت کے تمام کی تمام سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہیں۔

اس مضمون کی احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، شرح معانی الاثار، موطا امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، مسند امام احمد، مسند ابی داؤد الطیالسی، مسند ابی عوانہ، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ ایسی کتب میں بھی نقل کی گئی۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت

اگرچہ اس باب میں تعارض تو ہے لیکن نسخ نہیں جس کا ذکر خود مولف نے بھی کر دیا۔ ہر دو طرح کی احادیث درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مختلف معمول مبارک تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لئے رخصت وعزیمت کے طور پر پیش فرمائیں اس کی مزید وضاحت آگے ذکر کی جائے گی سردست اس باب میں فقہاء کے مسالک ملاحظہ فرمائیں۔

اس باب میں فقہاء کے مذاہب:

امام بدرالدین عینیؒ نے عمدۃ القاری اور امام ابن عبدالبرؒ نے التمہید میں ائمہ کا اختلاف نقل فرمایا کہ اہل ظواہر کے ہاں جنبی کے لئے سونے سے قبل وضو کرنا واجب ہے جبکہ جمہور فقہاء اس کے مستحب ہونے کا قول فرماتے ہیں۔ علماء کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ جنبی کے لئے جس وضو کا حکم ہے وہ جسم سے نجاست دور کرنا اپنے آلہ تناسل کو اور ہاتھوں کو دھونا ہے نہ کے نماز والا وضو ہے امام مالکؒ کا ایک قول یہ ہے کہ جنبی سونے سے قبل نماز والا وضو کرے جبکہ آپ کے دوسرے قول کے مطابق اور امام ابو حنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ اور دیگر احناف کے نزدیک جنبی کا وضو کے بغیر ہی ہونے میں کوئی حرج نہیں البتہ اگر وہ وضو کرے تو یہ پسندیدہ عمل ہے۔

(عمدۃ القاری، باب نوم الجنب، کتاب الغسل جلد ۳ ص ۱۵۲، مطبوعہ مصر ۲۰۱۰)

احناف و دیگر ائمہ کے دلائل:

جنبی کے لئے سونے سے قبل وضو یا غسل واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جسکی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنا معمول مبارک ہے جسے امام ترمذی نے اپنی جامع میں، امام ابن ماجہ نے سنن میں، امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں، امام مالک نے موطا میں، امام عبدالرزاق وابن ابی شیبہ نے اپنی اپنی مصنف میں، امام بیہقی نے السنن الکبری میں اور امام ابوداؤد الطیالسی نے اپنی مسند میں نقل فرمایا اور آپ علیہ السلام کے ہر دو طرح کے معمولات کے متعلق امام ابن قتیبہ الدینوریؒ المتوفی ۲۷۶ھ فرماتے ہیں۔

ان هذا كله جائز، فمن شاء ان يتوضاء وضوء ه للصلاة بعد الجماع ثم ينام ومن شاء غسل يده وذكره ونام، ومن شاء، نام من غيران لمس ماء غيران الوضوء افضل وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يفعل هذا مرة ليدل على الفضيلة، وهذا مرة ليدل على رخصة، ويستعمل الناس ذلك، فمن احب ان ياخذ بالافضل اخذ، ومن احب ان ياخذ بالرخصة اخذ۔

(تاویل مختلف الحدیث ص ۳۱۲، مطبوعہ دار الحدیث مصر ۲۰۰۶)

یہ دونوں طریقہ جائز ہیں بس جو جماع کے بعد نماز والا وضو کرنا چاہے پھر سو جائے اس کی مرضی ہے اور جو صرف اپنے آلہِ تناسل اور ہاتھوں کو دھونا چاہے اسکی مرضی ہے اور جو چاہے کہ وہ بغیر پانی کو چھوئے سو جائے اسکی مرضی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ (سونے سے قبل وضو و غسل کا) عمل ایک مرتبہ اس کام کے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور (بغیر وضو کے آرام فرمانا) اس کام کی رخصت پر دلالت کرتا ہے پس لوگ جس عمل کو اختیار کرنا چاہیں ان کے لئے اجازت ہے چاہے وہ افضل پر عمل کریں یا عزیمت پر۔

امام ابن قتیبہ کے اس استدلال پر آخر میں حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت جسے غطیف بن الحارث سے امام ابوداؤد امام الحاکمؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام بیہقیؒ نے بھی نقل فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عمل مبارک کی حکمت واضح ہو جائے۔ حدیث مبارکہ تو طویل ہے لیکن ذیل میں اس کا اتنا ہی حصہ ذکر کیا جا رہا ہے جس میں اس مسئلہ کا بیان ہے۔

عن غطيف بن الحارث قال، قلت لعائشة ارايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان يغتسل من الجنابة فى اول الليل وفى آخره؟ قالت ربما اغتسل فى اوّل الليل، وربما اغتسل فى آخره، قلت الله اكبر، الحمدلله الذى جعل فى الامر سعة۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الجنب یوخر الغسل المستدرک کتاب الطہارۃ، ابواب الغسل من الجنابۃ مسند امام احمد جلد ۶ ص ۴۷ السنن الکبری، کتاب الطہارۃ، باب الجنب یوخر الغسل)

حضرت غطیف بن حارث سے روایت ہے میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ جنابت کا غسل پہلی رات ہی فرما دیتے یا رات کے آخری حصہ میں کرتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کبھی آپ ﷺ رات کے پہلے حصہ اور کبھی آخری حصہ میں فرماتے۔ میں نے کہا اللہ اکبر، اس ذات کی تعریف جس نے اپنے حکم میں وسعت رکھی۔

باب : ۱۵

بَابٌ فِي إِمَامَةِ الْمُتَيَمِّمِ بِالْمُتَوَضِّئِينَ

تیمّم کرنے والے کی وضو کیے ہوئے کی امامت کے بیان میں

134۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زِيَادٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَنْصَارِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا يَؤُمُّ الْمُتَيَمِّمُ الْمُتَوَضِّئِينَ«

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا
تیمّم کرنے والا (امام) وضو کیے ہوئے (لوگوں) کی امامت نہ کروائے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، کتاب الطہارت جلد اص ۱۸۵، (۲) متدرک جلد اص ۱۷۷، (۳) سنن دارقطنی جلد اص ۱۷۸، (۴) سنن ابی داؤد کتاب الطہارت جلد اص ۱۳۲، (۵) السنن الکبری جلد اص ۲۲۵

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

135۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَزْهَرِ أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى ابْنَ أَيُّوبَ، يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: احْتَلَمْتُ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَأَشْفَقْتُ إِنِ اغْتَسَلْتُ أَنْ أَهْلَكَ، فَتَيَمَّمْتُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِيَ الصُّبْحَ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے سردیوں کی ایک رات غزوہ ذات سلاسل کے موقع پر جنابت لاحق ہوئی۔ ڈر پیدا ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمّم کر لیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور نبی کریم علیہ السلام کو اس صورتحال سے آگاہ کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے عمرو تم نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی حالانکہ تم جنبی تھے۔ میں نے جس وجہ سے غسل ترک کیا تھا وہ نبی کریم علیہ السلام کو بتا دی اور عرض کی

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا عَمْرُو، " أَصَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ، وَأَنْتَ جُنُبٌ، فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي مَنَعَنِي مِنَ الِاغْتِسَالِ وَقُلْتُ: سَمِعْتُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ :(وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ)(النساء 29) فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا"

میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک سنا تھا کہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

آپ علیہ الصلوۃ والسلام ہنسنے لگے اور مجھے کچھ بھی نہ فرمایا۔

136۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، كَانَ عَلَى سَرِيَّةٍ، وَأَنَّهُ أَصَابَهُمْ بَرْدٌ شَدِيدٌ لَمْ يُصِبْهُمْ مِثْلَهُ، فَخَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَقَدِ احْتَلَمْتُ الْبَارِحَةَ، وَلَكِنْ وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ بَرْدًا مِثْلَ هَذَا مَرَّ عَلَى وُجُوهِكُمْ مِثْلَهُ، فَغَسَلَ مَغَابِنَهُ، وَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ فَقَالَ: »
كَيْفَ وَجَدْتُمْ عَمْرًا وَصَحَابَتَهُ لَكُمْ؟« فَأَثْنَوْا عَلَيْهِ خَيْرًا، وَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَلَّى بِنَا وَهُوَ جُنُبٌ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَمْرٍو فَسَأَلَهُ، فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ، وَبِالَّذِي لَقِيَ مِنَ الْبَرْدِ، وَقَالَ: يَا

حضرت عمرو بن العاص کے غلام ابوقیس روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنگی مہم پر تھے۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو شدید سردی نے گھیرا۔ ایسی شدت کی سردی کا (اس سے قبل) انہیں سامنا نہ ہوا تھا آپ نماز صبح کے لئے نکلے تو کہا کہ مجھے گزشتہ شب جنابت لاحق ہوئی ہے لیکن اللہ کی قسم اس سے قبل ایسی شدید سردی میں نے نہ دیکھی ہوگی جو تم پر گزر رہی ہے۔ آپ نے اپنی رانوں کے اندرونی حصہ کو دھویا اور نماز کے لئے وضو کیا۔ پھر انہیں اسی وضو سے نماز پڑھائی جب آقا علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے تو صحابہ سے ان کے متعلق پوچھا کہ تم نے عمرو ابن العاص اور ان کی صحبت کو کیسا پایا۔ ہم نے ان کی تعریف کی پھر عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم انہوں نے ہمیں حالتِ جنابت میں ہی نماز پڑھا دی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عمرو کی طرف ایک شخص کو بھیجا اور اس واقعہ کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے اسے سردی کی شدت کی وجہ سے جو تنگی انہیں ہوئی اس کے متعلق بتایا

رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ :(وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ) (النساء 29 :) وَلَوِ اغْتَسَلْتُ مُتُّ، فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَمْرٍو"

اورعرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک والک وسلم بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ارشادفرماتا ہے کہ"اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو"اوراگر میں غسل کرلیتا تو مرجاتا۔نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام حضرت عمرو بن العاص کی اس بات پر ہنسنے لگے۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن ابی داؤدجلد اص ۱۳۲ کتاب الطہارت،(۲)صحیح ابن حبان جلد اص ۱۴۲،(۳)مستدرک جلد اص ۱۷۷

137۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شَاذَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَلًّى، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّرَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلَى جَيْشٍ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَاحْتَلَمَ وَهُوَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ شَدِيدَةِ الْبَرْدِ، فَأَشْفَقَ، فَتَيَمَّمَ وَأَمَّ أَصْحَابَهُ، فَشَكَاهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وأَمَّنَا وَهُوَ جُنُبٌ فَأَخْبَرَهُ عَمْرُو بِمَا صَنَعَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَحْسَنْتَ«

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت عمرو بن العاص کوایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا جس میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔حضرت ابن العاص کو احتلام ہوا اور وہ سردیوں کی یخ بستہ رات تھی حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ مجھے سردی کی شدت نے خوف زدہ ہوا تو میں نے تیمّم کرلیا اور صحابہ کی امامت کرائی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم علیہ السلام سے اس بات کی شکایت کی کہ حضرت عمرو بن العاص جنبی تھے اورانہوں نے ہماری امامت کی ہے۔

وَهَذَا الْحَدِيثُ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ نَاسِخًا لِلْأَوَّلِ فِي النَّهْيِ عَنْ إِمَامَةِ الْمُتَيَمِّمِ بِالْمُتَوَضِّءِ وَهَذَا الْحَدِيثُ أَجْوَدُ سَنَدًا مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، إِنْ صَحَّ فَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ النَّهْيُ فِي ذَلِكَ لَا لِضَرُورَةٍ وَقَعَتْ مَعَ وُجُودِ الْمَاءِ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ هَذَا رُخْصَةً لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ إِذَا لَمْ يَنْهَهُ أَوْ يَأْمُرُهُ بِالْإِعَادَةِ قِيلَ لَوْ كَانَ رُخْصَةً لَهُ دُونَ غَيْرِهِ لَمْ يَقُلْ لَهُ: »أَحْسَنْتَ«

حضرت عمروبن العاص نے اپنے حالات آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا ہے۔یہ حدیث مبارکہ گزشتہ حکم جوکہ متیمم کی وضو کیے ہوؤں کی امامت کی نہی میں وارد ہوا ہے اس کی ناسخ ہے۔یہ حدیث مبارکہ زہری کی روایت سے باعتبار سند جید ہے۔اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس بات کا احتمال ہے کہ یہ ممانعت کی حدیث حالتِ مجبوری کے لیے نہ تھی باوجود اس کے کہ پانی موجود ہے۔پس اگر

وَيَضْحَكُ فِي وَجْهِهِ وَلَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ لِأَبِي بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ فِي ضَحِيَّتِهِ حَيْثُ قَالَ: عِنْدِي عَنَاقٌ، قَالَ: »ضَحِّ بِهَا، وَلَنْ تُجْزِءَ عَنْ أَحَدٍ غَيْرِكَ« وَكَمَا قَالَ لِلْمُفْطِرِ فِي رَمَضَانَ حَيْثُ قَالَ وَقْتَ أَعْطَاهُ التَّمْرَ لِلْكَفَّارَةِ: »كُلْهُ أَنْتَ وَعِيَالُكَ« حَيْثُ شَكَا إِلَيْهِ الْفَقْرَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

کہنے والا کہے کہ یہ رخصت صرف حضرت عمرو ابن العاص کے لیے تھی جب انہیں اس فعل سے منع نہ فرمایا اور نہ ہی (نماز کے) لوٹانے کا حکم دیا گیا۔

کہا گیا ہے کہ اگر یہ رخصت صرف ان کے لیے ہوتی کسی اور کے لیے نہ ہوتی تو انہیں نہ فرمایا جاتا کہ تم نے اچھا کیا اور آپ علیہ السلام، ان کے سامنے نہ مسکراتے۔ اور اسے ضرور ارشاد فرماتے جیسے ابو بردۃ بن نیار کو قربانی کے جانور (کے متعلق) فرمایا۔ جب انہوں نے عرض کی میرے پاس بھیڑ کا بچہ ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کی ہی قربانی کرلو اور (البتہ) تمہارے سوا کسی کے لیے یہ جائز نہیں اور جیسے رمضان شریف کا روزہ توڑنے والے کو ارشاد فرمایا۔ جب اسے کفارے کے لیے کھجوریں عطا ہوئیں! اسے تو اور تیرا کنبہ کھا لے۔ جب اس نے آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنی تنگ دستی کا ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۴ص ۲۰۳، (۲) مسند الطیالسی، جلد۱ص ۶۵، (۳) السنن الکبری جلد۱ص ۲۲۶

تحقیق

چار احادیث پر مشتمل یہ باب تیمّم کرنے والے امام کی اقتدا میں وضو کرنے والے مقتدیوں کی نماز کے متعلق ہے۔ پہلی حدیث کے راوی حضرت عمر بن خطابؓ ہیں جبکہ باقی تین روایات حضرت عمرو بن العاصؓ سے مروی ہیں جو کہ غزوہ ذات سلاسل کے موقع پر پیش آنے والے واقعہ کے پس منظر میں بیان ہوئی ہیں اس باب میں امام ابن شاہینؒ نے نسخ کے متعلق احتمال کا قول ذکر کیا جبکہ نسخ احتمال سے ثابت نہیں ہوتا۔ دو مختلف مسائل کا احاطہ اس باب میں کیا گیا ہے۔

۱۔ سردی یا کسی اور خوف کی بناء پر تیمّم کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ تیمّم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت کرواسکتا ہے۔

ہر دو طرح کے مسائل کے متعلق فقہاء کے مسالک ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ اُولی کے متعلق ائمہ کی آراء:

حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ اور حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک سردی کی وجہ سے غسل کا ترک جائز نہیں اگرچہ اس کی موت واقع ہو جائے ان کا استدلال آیہ قرآنی "وان کنتم جنبا فاطھروا" سے ہے۔

امام مالکؒ اور امام سفیان ثوریؒ۔ نے ایسے شخص کو مریض کے قائم مقام رکھا ہے جسے سردی کی وجہ سے پانی کے استعمال سے بیماری یا موت کا ڈر ہو اور اسے تیمّم کی اجازت دی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک حالتِ سفر و حضر میں وہ تیمّم کرسکتا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک کسی حالت میں تیمّم جائز نہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اگر سردی شدید ہو یا مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو تو اس صورت میں تیمّم کرے گا اور

نماز ادا کرے البتہ آپ کے ایک قول کے مطابق اس نماز کی قضاء کرے گا جبکہ آپ کے دوسرے قول کے مطابق اس پر قضاء واجب نہیں۔لیکن اگر وہ مسافر یا مریض ہے تو وہ تیمّم کرے اور نماز ادا کرے اس کی قضا نہیں ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک جسے شدید سردی میں موت کا ڈر ہو تو تیمّم کیا جا سکتا ہے البتہ وہ ان نمازوں کا اعادہ کرے گا۔

(معالم السنن جلد ۱، ص ۸۸، شرح فتح القدیر جلد ۱، ص ۱۷، المدونۃ الکبری جلد ۱، ص ۱۶۲، ہدایۃ المجتہد جلد ۱، ص ۱۲۹)

احناف کے نزدیک وہ ان نمازوں کا اعادہ نہیں کرے گا کیونکہ حدیث مذکورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن العاصؓ کو نماز کا اعادہ کرنے کا حکم نہیں دیا اگر اعادہ واجب ہوتا تو آپ علیہ السلام انہیں اعادہ کا حکم دیتے۔یہی قول امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ اور ابن المنذرؒ کا ہے۔

(نیل الاوطار جلد، ص ۳۲۴)

حافظ ابن حجرؒ، فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

لم یلم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عمرو افکان ذلك تقریر دالاً علی الجواز وفي جواز التيمم لمن يتوقع استعمال الماء الهلاك، سواء كان لاجل برد اوغيره، وجواز صلاة التميم بالمتوضين

(فتح الباری جلد ۱، ص ۴۵۴، دار احیاء التراث العربی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو کو ملامت نہیں فرمایا یہ اس بات پر دلیل ہے کہ (سردی کی شدت کی وجہ سے تیمّم کر لیا جائے) اگر ہلاک ہونے کا ڈر ہو تو چاہے یہ ڈر سردی کا ہو یا کسی اور کا اور اسی حدیث سے تیمّم کرنے والا کا وضو کرنے والوں کی امامت کا جواز بھی ثابت ہے۔

مسلہ ثانیہ میں ائمہ کی آراء:

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تیمّم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والوں کی نماز درست ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی نے المیزان کے اندر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل فرمایا۔

(المیزان، باب التیمم)

صاحب ہدایۃ نے احناف کا مسلک نقل فرماتے ہوئے بیان کیا ہے۔

ويجوز ان يوم المتيمم المتوضين وهذا عند ابی حنیفه وابی یوسفؒ وقال محمد رحمه الله انه لايجوز لانه طهارة ضرورية الطهارة بالماء الاصلية ولهماوانه طهارة مطلقة

(ہدایۃ کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ)

امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک تیمّم کیے ہوئے امام کی وضو کیے ہوئے مقتدیوں کی امامت جائز ہے امام محمد فرماتے ہیں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ طہارت اصلیہ پانی ہی سے حاصل ہوتی ہے اور یہ طہارت مطلقہ ہے۔

جہاں تک اس باب کی پہلی حدیث کا تعلق ہے جس میں تیمّم کرنے والے کو وضو کرنے والوں کی امامت سے منع کیا گیا تو ابن شاہین نے جس سند سے یہ روایت نقل کی اس روایت کے ایک راوی محمد بن عبدالملک الانصاری پر محدثین کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ قول امام احمد بن حنبلؒ، كان يضع الحديث

۲۔ قول امام یحییٰ بن معینؒ، كذاب

۳۔ قول امام بخاریؒ، منكر الحديث

۴۔ قول امام ابوحاتمؒ، يضع الحديث ويكذب

۵۔ قول امام نسائیؒ، متروك

(الضعفاء الکبیر جلد۴ ص۱۰۳، تاریخ ابن معین جلد۴ ص۴۱، المیزان جلد۳ ص۶۳۱)

البتہ امام دارقطنی و امام بیہقی نے اپنی اپنی سنن کے اندر بھی یہ روایت نقل فرمائی ہیں لیکن امام دارقطنی اس روایت کو نقل فرما کر اس کے دو راویوں الحارث اور الحجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے اس روایت کو اسناد ضعیف قرار دیا ہے۔

(سنن دارقطنی، کتاب الطہارۃ، باب فی کراہیۃ وامامۃ المتیمم المتوضین)

اور امام بیہقی نے بھی ان کی اسناد کے متعلق فرمایا۔

وهذا الاسناد لاتقوم به حجة۔ اس اسناد سے دلیل نہیں قائم کی جا سکتی۔

(السنن الکبریٰ کتاب الطہارۃ، باب کراہیۃ من کرہ ذلک)

جبکہ حضرت عمرو ابن العاصؓ والی روایت جس کی اسناد کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا، ''اسنادہ قوی'' (جلد۱، ص۴۵۴) اس کی اسناد قوی ہیں ان قوی اسناد والی روایات کی موجودگی میں کمزور اسناد سے استدلال درست نہیں لہٰذا تیمّم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والوں کی نماز درست ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

باب : ١٦

حَدِيثٌ آخَرُ فِي سُؤْرِ الْهِرَّةِ

بلی کے جھوٹے کے بیان میں

138۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدِ بْنِ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيدِ الْغُبَرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ وَاقِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »طَهُورُ إِنَائِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ سَبْعُ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ، وَالْهِرَّةُ مَرَّةً«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو تمہارے برتنوں کی پاکی سات مرتبہ دھونے سے ہے۔ پہلی بار مٹی سے اور بلی کے منہ ڈالنے پر ایک مرتبہ دھویا جائے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن نسائی کتاب الطہارت، (۲) صحیح ابن خزیمہ کتاب الطہارت، (۳) صحیح ابن حبان' کتاب الطہارت جلد ۱ص ۱۱۲، (۴) شرح معانی الاثار جلد ۱ ص ۱۱، (۵) مستدرک کتاب الطہارت جلد ۱ص ۱۶۰، (۶) سنن دارقطنی کتاب الطہارت باب سورہ الھر ۃ، (۷) السنن الکبری' کتاب الطہارت باب سورۃ الھر ۃ

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

139۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »تَمُرُّ بِهِ الْهِرَّةُ فَيُصْغِي لَهَا الْإِنَاءَ فَتَشْرَبَ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے بلی گزرتی تو آپ علیہ السلام اس کے لیے (وضو کے) برتن کو ٹیڑھا فرما دیتے بس وہ (اس سے) پیتی پھر آپ علیہ السلام اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو فرماتے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی کتاب الطہارت' باب ماجاء فی سورۃ الھر ۃ۔(۲) سنن دارقطنی' کتاب الطہارت' باب ماجاء فی سورۃ الھر ۃ۔(۳) شرح معانی الاثار کتاب الطہارت جلد ۱ص ۱۹

140۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ حَارِثَةَ، عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ »أَغْتَسِلَ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَقَدْ أَصَابَتْ مِنْهُ الْهِرَّةُ قَبْلَ ذَلِكَ«

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی برتن میں سے غسل کرتے تھے جبکہ ہمارے غسل کرنے سے پہلے اس میں بلی نے منہ ڈالا ہوتا تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی کتاب الطہارت۔باب سورۃ الھرۃ،(۲) سنن ابن ماجۃ' کتاب الطہارت' باب الوضوء من سورہ الھرۃ،(۳) شرح معانی الاثار' کتاب الطہارت جلد۲ ص۱۹۹

141۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو زَيْدٍ، عَنْ حَارِثَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَتَطَهَّرَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، قَدْ أَصَابَتْ قَبْلَ ذَلِكَ مِنْهُ الْهِرَّةُ«

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام ایک ہی برتن سے طہارت حاصل کرتے تھے جس میں ہمارے غسل کرنے سے پہلے بلی نے منہ ڈالا ہوتا تھا۔

142۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَاضِي الشَّامِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْكِنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ أَبِي يُوسُفَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »تَوَضَّأَ ذَاتَ يَوْمٍ فَجَاءَتِ الْهِرَّةُ فَشَرِبَتْ مِنَ الْإِنَاءِ، فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرِبَ مِنْهُ«

سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز وضو فرمارہے تھے ایک بلی آئی اس نے وضو کے برتن سے پانی پیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی باقی پانی سے وضو فرمایا اور نوش بھی فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) موطا امام مالک جلد ۱ ص ۲۲،(۲) مسند احمد جلد ۵ ص ۳۰۳،(۳) سنن نسائی جلد ۱ ص ۵۵،(۴) کتاب الام جلد ۱ ص ۶۔۷

143۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ ابْنِ مَحْمَوَيْهِ الْعَسْكَرِيُّ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ صَالِحٍ الْكَلَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْعَوْصِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ يَعْنِي عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَضَعُ الْإِنَاءَ لِلسِّنَّوْرِ فَيَلَغُ فِيهِ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْ فَضْلِهِ«

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلی کے لئے پانی کا برتن رکھا۔ اس نے اس میں منہ ڈالا پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے بچے ہوئے پانی سے وضوفرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) تلخیص الحبیر ،جلد۱،ص۴۲۔(۲) نیل الاوطار،جلد۱،ص۴۴

تحقیق

چھ احادیث پر مشتمل یہ باب حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایات کا مجموعہ ہے جن میں سے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت جابرؓ کی ایک ایک اور باقی چار روایات سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی ہیں باب کی پہلی حدیث میں بلی کے جھوٹے برتن کو ایک مرتبہ اور کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کا بیان ہے۔ اس باب کی احادیث دیگر جن کتب احادیث میں ہے انہیں احادیث کی تخریج میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ان دو جانوروں کے جھوٹے کے متعلق مذاہب ملاحظہ فرمائیں۔

کتے کے جھوٹے پر آراء:

کتے کے جھوٹے کے متعلق تمام ائمہ کا نجس ہونے پر اتفاق ہے۔ البتہ جس برتن میں منہ ڈالے اس کے دھونے کے لئے عدد میں پر اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس، عروہ بن زبیر، محمد بن سیرین، طاؤس، عمرو بن دینار، اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابوثور، ابوعبید رحمھم اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے۔

(نیل الاوطار جلد ۱ ص ۴۴)

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

وجوب غسل نجاسة ولوغ الكلب سبع مرات، وهذا مذهبنا ومذهب مالك والجماهير

جس برتن میں کتے نے منہ ڈالا ہو اسے سات مرتبہ دھویا جائے یہ ہمارا امام مالک کا اور جمہور علماء کا مسلک ہے۔

(شرح صحیح مسلم جلد ۳ ص ۱۸۵، شرح سنن ابی داؤد للامام عینی جلد ۱ ص ۱۰۶)

بعض کے نزدیک سات مرتبہ پانی سے اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے جبکہ جمہور کے نزدیک مٹی سمیت سات مرتبہ دھویا جائے، کتے کے جھوٹے کے متعلق امام مالکؒ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ پاک ہے۔

(حاشیہ الدسوقی علی شرح الکبیر جلد ۱ ص ۴۴ ص ۸۳)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونا کافی ہے۔

وقال ابو حنیفه رحمه الله یکفی غسله ثلاث مرات
(شرح صحیح مسلم نووی جلد۳،ص۱۸۵)

امام صاحب تین مرتبہ دھونے کا قول کیوں فرماتے ہیں اس کا بیان آگے چل کر کیا جائے گا۔

ذیل میں بلی کے جھوٹے کے متعلق مذاہب ملاحظہ کریں۔

بلی کے جھوٹے کے متعلق آراء:

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اورابوقتادہؓ کے مطابق بلی کا جھوٹا پاک ہے۔

اسی طرح تابعین میں سے اہل حجاز واہل عراق کے نزدیک اس کا جھوٹا پاک ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت حسن بصریؒ کے ہاں اس کا جھوٹا مکروہ ہے حتیٰ کہ حضرت عطاؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ ان الهر كالكلب، بلی نجاست میں کتے کی طرح ہے اس کے جھوٹے برتن کو بھی سات مرتبہ دھویا جائے، البتہ حضرت ابو ہریرہؓ کی دیگر روایات اس سے مختلف بھی ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک بلی کا جھوٹا مکروہ ہے البتہ دیگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا جھوٹا پاک ہے، امام قاضی ابو یوسف اورامام محمدؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(شرح صحیح مسلم نووی، شرح معانی الاثار جلد۱، باب سورالھر)

کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے پر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دلائل:

دیگر ائمہ کرام کے نزدیک اس برتن کا سات مرتبہ دھونا واجب ہے کیونکہ احادیث مبارکہ میں سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے۔

احناف کے نزدیک برتن کو سات مرتبہ دھونا لازم نہیں نجاست کا ازالہ ضروری ہے اگر چہ وہ اس سے کم ہی کسی عدد پر ہو جائے کیونکہ اس باب میں جھوٹے برتن کو دھونے کیلئے سات کا عدد ہی نہیں بیان ہوا بلکہ روایات اس سے مختلف بھی ہیں:۔

اوّل:

عن عبدالله بن مفعل قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا ولغ الكلب فى الاناء فاغسلوا سبع مرات، والثامنة عفروه فى التراب قال دارقطنى صحيح

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، مسند ابی عوانۃ جلد ۱، ص ۲۰۸، سنن دارمی، کتاب الطہارۃ، سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ، باب ولوغ الکلب فی الاناء)

حضرت عبداللہ بن مفعل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کتا کسی برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات مرتبہ دھواور آٹھویں مرتبہ مٹی سے رگڑو۔

دوئم:

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا ولغ الكلب فى اناء احدكم فليغسله سبع مرات، قال دارقطنى صحيح

(سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات مرتبہ دھولو۔ دارقطنی نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

سوئم:

عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم فى الكلب يلغ فى الاناء انه يغسله ثلاثا و خمساً او سبعاً

(سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے کہ جھوٹے برتن کو تین مرتبہ، پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ دھونے کا حکم ارشاد فرمایا۔

چہارم:

عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ انه كان اذا ولغ الكلب فى الاناء اهراقه وغسله ثلاث مرات

(سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ)

(شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ باب سور الکلب)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کتے نے برتن میں منہ ڈالا تو اس برتن کو انڈیل دواور اسے تین مرتبہ دھو۔

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے کہ اس نجاست کے ازالہ کے لئے عدد کا تعین نہیں ہے بلکہ ازالہ ہی اصل ہے جس کے لئے کم سے کم مقدار میں پانی بھی استعمال ہو جائے تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے لیکن اگر سات کا عدد ہی واجب ہے تو مذکورہ احادیث میں سے آٹھ مرتبہ دھونے والی روایت بھی صحیح ہے جس کے مطابق عدد سات نہیں بلکہ آٹھ کا ہونا چاہیے لیکن یہاں مقصد عدد کا پورا کرنا نہیں بلکہ نجاست سے پاکی حاصل کرنا ہے اسی لئے امام طحاوی علیہ الرحمہ نے اس پر دلیل دیتے ہوئے

فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے صحابہ کرام کو حکم ارشاد فرمایا:

اذا قام احدکم من اللیل فلا یدخل یده فی الاناء حتی یفرغ علیها مرتین او ثلثا فانه لایدری احدکم این باتت یده

(شرح معانی الاثار، کتاب الطہارہ)

جب تم میں سے کوئی رات کو اٹھے تو اپنے ہاتھوں کو اس وقت تک برتن میں نہ ڈالے جب تک دو یا تین مرتبہ نہ دھولے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھوں نے رات کہاں گزاری۔

یہ حکم اس لئے تھا کہ وہ نہیں جانتے کہ رات کو ان کا ہاتھ بدن کے کسی حصہ پر لگا ہو، ان کے ہاتھ شرمگاہ کو لگے ہوں اور پسینے کی وجہ سے ان کے ہاتھ ناپاک ہو جائیں تو نبی کریم علیہ السلام نے ان کو تین بار دھونے کا حکم فرمایا حالانکہ یہ سب غلیظ نجاستیں ہیں اگر یہ غلیظ نجاستیں صرف دو یا تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں تو اس سے کم درجے کی نجاستیں بھی اتنی مقدار میں دھونے سے پاک ہو سکتی ہیں۔

(شرح معانی الاثار، کتاب الطہارۃ، باب سور الکلب)

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ بھی امام دارقطنی کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے امام تقی الدین رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں

ووجه الاستدلال بحدیث الدارقطنی انه علیه السلام خیرفیما زاد علی الثلاث والتخیر ینافی الوجوب وما ورد من الامرفیه محمول علی الندب

(شرح سنن ابی داؤد جلد ۱، ص ۱۰۶، دارالکتب العلمیہ مطبوعہ ص ۲۰۰۷)

امام دارقطنی کی روایت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا دھونے کے معاملے میں تین کے عدد سے زیادہ کا اختیار دینا اس عدد کے تعین کے وجوب کی نفی کرتا ہے اور روایات میں جو صیغہ امر عدد کے معاملے میں آیا ہے وہ استحباب پر محمول ہے۔

پھر سات کا عدد بیان فرمانے کی وجہ بھی بیان فرماتے ہیں

انها محمولة علی ابتداء الاسلام قلعا لهم عما الفوه من مخالطة الکلاب فقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم هذا القول للتغلیظ علیهم، ولهذا امر بقتل الکلاب ثم رخص فی کلب الصید وفی کل کلب الغنم کماروی فی البخاری مثله

(السنن ابی داؤد جلد ۱، ص ۱۰۶)

اس ممانعت کو ابتداء اسلام میں کتوں کے ساتھ مخالطت کے سبب ان کی نجاست کو جڑ سے ختم کرنے پر محمول کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے یہ ارشاد اسی تغلیظ کے لیے فرمایا اور اسی سبب ان کے قتل کا بھی حکم فرمایا۔ پھر آپ نے شکاری اور رکھوالی کے کتے کے لیے رخصت عطا فرمائی جیسا کہ بخاری میں روایت ہے۔

چنانچہ آپ کے اس معمول مبارک کو ابتداء اسلام پر محمول کیا جائے گا جبکہ بعد میں آپ علیہ السلام نے اس معاملے میں نرمی فرمادی لہٰذا اسی لئے امام طحاویؒ نے سات مرتبہ دھونے کے عمل کو منسوخ قرار دیا۔

و قدروی عن النبی ﷺ ما ذکرنا ثبت بذلك نسخ السبع

(شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ، باب سور الکلب)

تحقیق نبی کریم علیہ السلام سے روایت کردہ احادیث جن کا ہم نے ذکر کیا ان سے سات مرتبہ دھونے کا عمل منسوخ ہوگیا۔

بلی کے جھوٹے کے مکروہ ہونے پر احناف کے دلائل:

بلی چونکہ اپنا شکار پنجے سے کرتی ہے اور یہی وہ علت ہے جس کے سبب پنجے سے شکار کرنے والے جانوروں کا گوشت حرام ہے اور ان کا جھوٹا نجس ہے البتہ بلی ایسا جانور ہے جسکا گھروں میں آنا جانا اور برتنوں میں منہ مارنا عام ہے اسی سبب اس کی نجاست کو ساقط کردیا گیا جیسا کہ امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں۔

فیکون حکم الهر کحکم السباع فی النجاسة ولکن النجاسة سقطت بعلة الطواف فانتقنت النجاسة وبقیت الکراهة عمل بالحدیثین

(شرح ابوداؤد، جلد ۱، ص ۱۱۲)

نجاست کے معاملے میں بلی کا حکم بھی باقی درندوں کی طرح ہے لیکن اس کی نجاست اس کے گھروں میں آنے جانے کی علت کے سبب ساقط ہوگئی ہے پس نجاست کا حکم اُٹھ جانے کے سبب باقی دو حدیثوں کی وجہ سے اس کی کراہیت باقی رہے گی۔

اس کی نجاست کے ارتفاع پر حدیث مبارکہ جسے امام ابن خزیمہؒ نے نقل فرمایا:

ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال انها لیست بنجس انها کبعض اهل البیت،

(صحیح ابن خزیمہ، جلد ۱، ص ۵۴)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلی نجس نہیں ہے کیونکہ یہ گھروں میں رہنے والوں کی طرح ہے۔

اس کی نجاست کا حکم تو آپ علیہ السلام نے خود ختم فرمادیا لیکن ارتفاع نجاست سے ارتفاع کراہیۃ لازم نہیں آتی، امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بلی کے جھوٹے کا حکم مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، البتہ اس کی کراہیۃ کی علت میں احناف میں اختلاف ہے۔

امام طحاویؒ کے نزدیک اس کی کراہیۃ کا سبب اس کے گوشت کا حرام ہونا ہے کیونکہ یہ بھی درندوں میں شمار کی جاتی ہے۔

اب جبکہ یہ واضح ہوگیا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک بلی کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے اس پانی سے وضو کے متعلق بھی امام صاحب کا قول ملاحظہ فرمائیں۔

قال ابو حنيفه: غيره احب الى منه وان توضاء به اجزاه وان شربه فلا باس به
(کتاب الآثار ص ۱۵۸)

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: (بلی کے جھوٹے) پانی کے علاوہ دوسرے پانی سے وضو کرنا اولی ہے اور اگر اس پانی سے وضو کر لیا جائے تو جائز ہے اور اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں۔

گویہ امام صاحب کے ہاں بھی اس کا جھوٹا نجس یا ایسا ناپاک نہیں جو طہارت کے حصول سے مانع ہو یا جس کے پینے سے آپ نے منع فرمادیا ہو۔ الغرض اس باب میں آپ کا فتوی ترک اولی کا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس کراہیۃ کی دو وجوہات بیان فرمائیں۔

اوّل:

حضرت ابو ہریرہ سے مروی وہ روایت جن میں بلی کے جھوٹے کے متعلق درجہ ذیل الفاظ آئے ہیں۔

1۔ اذا ولغ الهر فى الاناء فاهرقه، واغسله مرة
(شرح معانی الآثار، سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ، باب سور الہر)

جب بلی برتن میں منہ ڈالے تو اسے انڈیل دو اور اسے ایک مرتبہ دھو۔

2۔ عن ابى هريره رضى الله تعالىٰ عنه قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم طهور الا ناء اذا ولغ فيه الكلب يغسل سبع مرات الاولى بالتراب والهر مرة او مرتين
(شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ، باب سور الھر، سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ، باب سور الہر)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے سات مرتبہ دھو پہلی مرتبہ مٹی سے اور جس برتن میں بلی منہ ڈالے اسے ایک یا دو مرتبہ دھو۔

3۔ عن ابى هريرةؓ اذا ولغ السنور فى الاناء غسل سبع مرات
(سنن دارقطنی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جب بلی برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات مرتبہ دھو۔

4۔ عن ابى هريرةؓ قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يغسل الاناء من الهر كمايغسل من الكلب
(السنن الکبری جلد ا، ص ۲۴۷، سنن دارقطنی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس برتن میں بلی منہ ڈالے اسے ایسے دھو جیسے کتے کے جھوٹے برتن کو دھوتے ہیں۔

مذکورہ روایات بھی اسی ترتیب کی ہیں جو ترتیب آپ نے کتے کے جھوٹے کے بیان میں ملاحظہ کی اسی لئے احناف کے ہاں اگرچہ بلی کے جھوٹے کے معاملے میں استعمال کی اجازت ہونے کے باوجود یہ احادیث احتیاط اور ترک اولی کے لئے دلیل ہیں اور پھر بعض احناف کے نزدیک تو یہ احادیث پہلی والی احادیث کی ناسخ ہیں جیسا کہ امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وقال بعض اصحابنا: ان حديث الطواف محمول ماقبل التحريم فحنيئذ يكون هذا الحديث منسوخا فلم يبق العمل، الا بالحديث الثاني،

(شرح سنن ابی داؤد، جلد ۱، ص ۱۱۲، دار الکتب العلمیہ ص ۲۰۰۷)

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے بلی کے گھروں میں آنے جانے والی روایت اس کے جھوٹے کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کی ہے پس اس صورت میں پہلی والی حدیث منسوخ ہو جائے گی اور صرف دوسری حدیث قابلِ عمل ہوگی۔

دوسری:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے بلی کے جھوٹے کی کراہیۃ کی دوسری وجہ بیان فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ گوشت کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ حلال جانوروں کا گوشت جیسے اونٹ، گائے، بکری، چونکہ ان کا گوشت پاک ہے لہٰذا ان کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

۲۔ ایسا گوشت جو پاک تو ہے لیکن کھایا نہیں جاتا جیسے انسانی گوشت، اب گوشت پاک ہونے کی وجہ سے انسان کا جھوٹا بھی پاک ہے، چاہے انسان، مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

۳۔ حرام جانوروں کا گوشت جیسے خنزیر، کتا وغیرہ، ان کا گوشت ناپاک ہے لہٰذا ان کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔

۴۔ ایسے درندے جو دانتوں سے اور پنجے سے شکار کرتے ہیں ان کا گوشت بھی حرام و ناپاک ہے، بلی بھی ایسے جانوروں میں شامل ہے لہٰذا ان کے جھوٹے کا حکم وہی ہوگا جو ان کے گوشت کا ہے کیونکہ برتن ان مکروہ گوشت والے جانوروں کے منہ کے ساتھ لگا تو اس کا حکم بھی وہی ہوگا یعنی ان کا جھوٹا مکروہ ہو جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بلی کا جھوٹا مکروہ ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

(شرح معانی الاثار کتاب الطہارۃ باب سور الھر)

کتے کے جھوٹے کو مٹی سے دھونے کی حکمت

آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق کتے کے جھوٹے کو ایک مرتبہ مٹی سے بھی صاف کیا جائے۔ قولِ رسول ﷺ پر ایک جرمن ڈاکٹر کرخ نے تحقیق کی اور وہ اس راز کو پا کر حیران رہ گیا کہ صدیوں پہلے اس مرض سے نجات کے لیے نہایت سہل علاج بتانے والی ہستی ان بیماریوں کے تریاق سے کیسے باخبر تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ کتے کے جھوٹے سے پیدا شدہ بیماری کا علاج نوشادر میں ہے لیکن پیغمبر اسلام نے نوشادر کے استعمال کا ذکر کیوں نہ فرمایا کیونکہ نوشادر ہر جگہ آسانی سے دستیاب نہیں ہوتی یہ مٹی میں موجود ہوتی ہے اور مٹی ہر جگہ باآسانی میسر آجاتی ہے اس انکشاف کے بعد میں مسلمانوں کے عظیم الشان نبی (ﷺ) کی خاص طور پر قدر و منزلت کرتا ہوں۔

(ملخص از کتاب سنتِ نبوی اور جدید سائنس، جلد ۱، ص ۲۸۰)

باب : ١٧

بَابُ الْوُضُوءِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ — دوبارہ جماع سے قبل وضو کے بیان میں

144۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْجَحْدَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس (جماع) کے لئے آئے پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو وضو کر لے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم' کتاب الحیض، (۲) مسند احمد جلد۳ ص ۲۸، (۳) سنن ابی داؤد' کتاب الطہارت' باب الوضو لمن اراد ان یعود۔ (۴) جامع ترمذی کتاب الطہارت (۵) سنن ابن ماجہ جلد۱ ص ۲۰۵۔ (۶) مسند ابی عوانۃ۔ جلد۱ ص ۲۰۴۔ (۷) صحیح ابن حبان جلد۱ ص ۱۲۔

145۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ خَالِدٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا عَادَ تَوَضَّأَ«

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی زوجہ سے دوبارہ وطی کا ارادہ کرے تو پہلے وضو کر لے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح ابن خزیمہ کتاب الطہارت جلد۱ ص ۱۰۹۔

146۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ قَحْطَبَةَ الْعُقَيْلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ سُفْيَانُ، وَلَا أَعْلَمُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمُ الْعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ« يَعْنِي الرَّجُلُ يَأْتِي امْرَأَتَهُ

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا سوائے اس کے کہ سند نبی علیہ السلام تک متصل ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی زوجہ کے پاس وطی کے لئے دوبارہ آنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وضو کرے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن نسائی' کتاب الطہارت' باب الجنب اذا اراد ان یعود۔ (۲) تلخیص الحبیر، جلد۱، ص ۱۴۔

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

147۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ جَرِيرِ بْنِ جَبَلَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، وَأَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يُجَامِعُ، ثُمَّ يَعُودُ وَلَا يَتَوَضَّأُ، وَيَنَامُ وَلَا يَغْتَسِلُ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بستری فرماتے پھر دوبارہ ہم بستری کے لئے تشریف لاتے تو وضو نہ فرماتے اس کے بعد سو جاتے اور غسل نہ فرماتے۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الآثار کتاب الطہارت جلد ا ص ۱۲۷۔

تحقیق

چار احادیث پر مشتمل یہ باب ایک بار جماع کے بعد دوبارہ جماع سے پہلے وضو کے بیان میں ہے جن احادیث میں وضو کا حکم آیا ہے ان کے راوی حضرت ابوسعید خدریؓ جبکہ جس حدیث مبارکہ میں اس سے رخصت کا بیان ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے۔ صحاح ستہ میں سے مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ روایات نقل فرمائیں۔ ان کے علاوہ ابن حبان اور ابن خزیمہ نے صحیح، حاکم نے مستدرک، طیالسی، امام احمد وابوعوانہ نے مسند، اور طحاوی نے معانی الآثار میں یہ روایات نقل فرمائیں۔

فقہاء کے نزدیک اس باب کی متعارض احادیث میں ناسخ یا منسوخ کا وقوع تو نہیں البتہ یہ دونوں آپ ﷺ کے دو مختلف معمولات ہیں جو آپ علیہ السلام نے دو مختلف اوقات میں امت کی آسانی کے لئے صادر فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان معمولات کا ذکر الگ صفحات میں کیا جائے گا، ذیل میں ائمہ کے مسالک ملاحظہ فرمائیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

ولا خلاف عندنا ان هذا الوضو ليس بوا جب وبهذا قال مالك والجمهور وذهب ابن حبيب من اصحاب مالك الى وجو به وهو مذهب داؤد ظاهرى والمراد بالوضو وضو الصلوٰة الكامل

(شرح صحیح مسلم نووی باب الحیض، باب جواز نوم الجنب۔)

ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ وضو واجب نہیں ہے۔ اور یہی امام مالک اور جمہور ائمہ کا قول ہے اور امام مالک کے ساتھیوں میں سے ابن حبیب کے نزدیک یہ واجب ہے یہی داؤد ظاہری کا مذہب ہے اور ان کے نزدیک اس وضو سے مراد نماز والا وضو ہے۔

اس باب میں نبی کریم علیہ السلام کا معمول مبارک

اس سے قبل باب نوم الجنب قبل الاغتسال کے اندر بھی آپ علیہ السلام کا معمول مبارک ذکر فرمایا گیا کہ آپ علیہ السلام کبھی غسل سے پہلے ہی آرام فرما ہو جاتے باب ہذا میں آپ علیہ السلام کا دوسرا معمول مبارک بھی ذکر ہوا کہ آپ علیہ السلام اپنی

ازواج سے ہمبستری فرماتے ہوئے کبھی درمیان میں غسل فرما لیتے اور کبھی صرف وضو فرماتے اور آپ علیہ السلام کا یہ وضو فرمانا وضو کے واجب ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ محض نشاط حاصل کرنے کے لئے ہوتا تھا جیسا کہ امام نووی نے بھی تحریر فرمایا کہ جماع سے غسل کا واجب ہونا تو ثابت ہے لیکن اسے تاخیر سے کرنے کی رخصت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے جنبی آدمی محض ہاتھوں کو دھو کر اور استنجا کر کے کھا پی سکتا ہے اس کا وجود اگرچہ ناپاک ہے لیکن اس کا پسینہ نجس نہیں اور آپ علیہ السلام بھی جو وضو فرماتے تو شرعی وضو نہیں بلکہ لغوی وضو ہوتا یعنی صرف ہاتھوں اور شرمگاہ کو دھوتے۔

(شرح مسلم نووی کتاب الحیض، باب نوم الجنب)

جماع کے بعد دوبارہ جماع سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو طرح کے معمولات محدثین نے نقل فرمائے۔

اوّل:

تمام ازواج سے ایک ہی رات میں صرف ایک ہی غسل سے ہم بستری فرمانا:

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم کان یطوف علی نسائه بغسل واحد

(صحیح مسلم، کتاب الحیض)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی غسل سے تمام ازواج کے ساتھ ہمبستری فرما لیتے۔

دوئم:

ہر زوجہ کے پاس جانے سے قبل غسل فرمانا:

عن ابی رافع انه صلی الله علیه وآله وسلم طاف علی نسائه ذات لیلة یغتسل عند هذه وعند هذه قیل یا رسول الله صلی الله علیك والك وسلم الا تجعله غسلا واحد؟ فقال هذا اذکی و اطیب واطهر

حضرت ابورافع سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ہی رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس (جماع کے لیے) تشریف لے جاتے اور ہر ایک کے ہاں جانے سے قبل غسل فرماتے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ آپ ایک ہی غسل نہیں فرماتے تھے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ عمل نہایت ہی طہارت و پاکیزگی والا ہے۔

الغرض یہ دونوں معمول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں یا تو دوبارہ جماع سے پہلے غسل کر لیا جائے جو کہ طہارت و پاکیزگی کے لئے بہتر ہے یا پھر درمیان میں صرف وضو کیا جائے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک صرف جسم و ہاتھوں کو پاک کرنے کیلئے ہے۔

باب : ۱۸

بَابٌ فِي الْمَسْحِ بِالْمَنْدِيلِ

وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنے کے بیان میں

148۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَمْ يَكُنْ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ، وَلَا أَبُو بَكْرٍ، وَلَا عُمَرُ، وَلَا ابْنُ مَسْعُودٍ« وَكَرِهَ ذَلِكَ مِنَ الصَّحَابَةِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَجَابِرٌ وَمِنَ التَّابِعِينَ إِبْرَاهِيمُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَابْنُ أَبِي لَيْلَى وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَطَاءٌ، وَمُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ، وَالْحَكَمُ، وَقَتَادَةُ، وَحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کے بعد چہرے کو تولیے سے نہ پونچھتے اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت مولا علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسا کرتے اور جو صحابہ کرام اس عمل کو ناپسند کرتے تھے اس میں حضرت ابن عباس اور حضرت جابر شامل ہیں۔ اور تابعین سے ابراہیم، محمد بن سیرین، سعید بن جبیر، سعید ابن المسیب، ابن ابی لیلیٰ، ابوالعالیہ، محمد بن علی، عطا، مسلم بن یسار، حکم، قتادہ اور حسن بن صالح شامل ہیں۔

تخریج حدیث۔ (۱) تلخیص الحبیر، جلد اص ۱۰۸۔ (۲) النیل الاوطار جلد اص ۲۲۱

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

149۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْحَرْبِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا رِشْدِينُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْهَهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ«

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں جب رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام وضو فرماتے تو کپڑے کے ایک کنارے سے اپنے چہرے کو پونچھتے۔

تخریج حدیث۔ (۱) جامع ترمذی۔ کتاب الطہارت۔ باب المندیل بعد الوضو۔ (۲) السنن الکبری کتاب الطہارت۔ باب طہارۃ الماء المستعمل۔ (۳) نصب الرایہ جلد اص ۱۰۱۔

150۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ »لَهُ خِرْقَةٌ يَتَنَشَّفُ بِهَا بَعْدَ الْوُضُوءِ« وَكَانَ يَمْسَحُ بِالْمِنْدِيلِ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَكَذَلِكَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ، وَكَذَلِكَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: لَا بَأْسَ بِالْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ وَكَانَ مِنَ التَّابِعِينَ: عَلْقَمَةُ، وَالْأَسْوَدُ، وَمَسْرُوقٌ، وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ، وَابْنُ سِيرِينَ، وَمُوسَى بْنُ طَلْحَةَ، وَخَيْثَمَةُ، وَأَبُو جَعْفَرٍ، وَالرَّبِيعُ بْنُ عَمِيلَةَ، وَأَبُو الْأَحْوَصِ وَالشَّعْبِيُّ، وَبَشِيرُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، وَسَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ، وَبَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيُّ، وَجَابِرُ بْنُ زَيْدٍ، وَالضَّحَّاكُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ، وَأَبُو صَالِحٍ، وَمَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ، وَابْنُ مُحَيْرِيزٍ، وَمَكْحُولٌ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَأَبُو عُثْمَانَ، وَأَبُو الْأَشْعَثِ، وَالْحَكَمُ، وَحَمَّادُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، وَعَطَاءُ بْنُ سَالِمٍ، وَالزُّهْرِيُّ، وَحُمَيْدُ الطَّوِيلُ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ كَانَ هَؤُلَاءِ لَا يَرَوْنَ فِي الْمَسْحِ بِالْمِنْدِيلِ بَأْسًا

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک کپڑا رکھا ہوتا تھا جس سے آپ علیہ السلام وضو کے بعد بدن مبارک پونچھتے اور حضرت عثمان بن عفان اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تولیے سے بدن پونچھتے تھے اور اسی طرح حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ کرتے اور اسے ہی حضرت ابن عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن یزید الانصاری بھی فرماتے حضرت جابر بن عبداللہ کا قول ہے کہ وضو کے بعد تولیے کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور تابعین میں سے علقمہ، الاسود، ومسروق، الحسن البصری، ابن سیرین، موسی بن طلحہ، خیثمہ، أبوجعفر، الربیع بن عمیلۃ، أبوالأحوص الشعبی، بشیر بن أبی سعید، سالم بن أبی الجعد، بکر بن عبد اللہ المزنی، جابر بن زید، الضحاک عبداللہ بن الحارث، أبوصالح میمون بن مہران، ابن محیریز، مکحول، عمر بن عبدالعزیز، أبوعثمان، أبوالأشعث، الحکم، حماد، محمد بن المنکدر، عطاء بن سالم، الزہری، حمید الطویل، سفیان الثوری، مالک بن أنس الأوزاعی، احمد بن حنبل یہ تمام حضرات تولیہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

تخریج حدیث۔ (۱) مستدرک جلد اص ۱۵۴۔ (۲) جامع ترمذی کتاب الطہارت باب المندیل بعد الوضو۔ (۳) السنن الکبری جلد اص ۱۸۵۔

تحقیق

محدث ابن شاہین رحمہ اللہ نے اس باب میں تین احادیث نقل فرمائیں اور ساتھ ہی صحابہ وتابعین کا عمل بھی ذکر فرما دیا۔اس باب میں علماء کے پانچ اقوال ہیں جنہیں امام نووی نے بیان فرمایا۔

اول:	الشهرها ان المستحب تركه ولا يقال فعله مكروه	ان میں سے مشہور قول یہ ہے کہ اس کا استعمال نہ کرنا مستحب ہے۔البتہ اس کا استعمال مکروہ نہیں۔
ثانی:	انه مكروه	اس کا استعمال مکروہ ہے۔
ثالث:	انه مباح يستوى فعله وتركه	اس کا استعمال کرنا یا نہ کرنا مباح ہے۔
رابع:	انه مستحب لما فيه من الاحتراز عن الاوساخ	جب بدن سے میل اتارنا مقصود ہو تو اس کا استعمال مستحب ہے۔
خامس:	يكره فى الصيف دون الشتاء	گرمیوں میں اس کا استعمال مکروہ ہے سردیوں میں نہیں۔

صحابہ کرام سے اس باب میں تین طرح کے قول ثابت ہیں امام نووی فرماتے ہیں۔

احدها: انه لا باس فى الوضوء والغسل وهو قول انس بن مالك، والثورى	پہلا قول یہ ہے کہ وضو اور غسل میں اس کے استعمال پر کوئی حرج نہیں یہ قول انس بن مالک اور سفیان ثوری کا ہے۔
والثانى: مكروه فيهما، وهو قول ابن عمرو ابن ابى ليلى	دوسرا قول اس کے مکروہ ہونے کا ہے اور یہ قول ابن عمرو بن ابی لیلیٰ کا ہے۔

والثالث، بكره في الوضو دون الغسل، وهو قول ابن عباس رضي الله عنه

تیسرا قول یہ ہے کہ وضو میں اس کا استعمال مکروہ ہے غسل میں نہیں یہ ابن عباس کا قول ہے۔

اس باب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مختلف معمول مبارک نقل کئے گئے ہیں جن صحابہ کرام کے ہاں تولیے کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ میں سے ہے ان کا ذکر ابن شاہینؒ نے باب میں فرما دیا، فقہاء میں سے امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل امام سفیان ثوری، امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین وغیرہ کے ہاں تولیے کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے ان کا استدلال حضرت عائشہؓ حضرت ام ہانیؓ اور حضرت قیس بن سعدؓ کی روایات سے ہے، حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت آپ نے اس باب میں ملاحظہ کی۔

حضرت ام ہانیؓ کی روایت یہ ہے:

قام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى غسله فسترت عليه فاطمة ثم اخذ ثوبه فالتحف به

(المعجم الکبیر، جلد۲۴ ص۴۱۸ مکتبۃ العلوم والحکم، موصل)

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام غسل فرمانے کے لیے اُٹھے تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ان کے لیے پردہ لگایا۔ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام غسل فرما چکے تو کپڑا لیا اور بدن مبارک کو خشک فرمایا۔

حضرت قیس بن سعد کی روایت:

اتانا النبي صلى الله عليه وآله وسلم فوضعنا له ماء فاغتسل، ثم اتينا بملفة ورسية فاشتمل بهافكاني انظر الى اثرالورس على عنكه

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد۶ ص۱۸، سنن ابن ماجہ، جلد۱، ص۱۵۷)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری طرف تشریف لائے ہم نے آپ کے لیے پانی رکھا۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا پھر ہم بدن پر اوڑھنے والا زرد کپڑا آپ کی خدمت میں لائے جسے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوپر لپیٹ لیا اب بھی اس زردی کے نشان میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔

جن لوگوں کے ہاں یہ عمل ناپسندیدہ ہے ان کی دلیل حضرت میمونہؓ کی روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اتی المندیل فلم یمسہ وجعل یفصل الماء ھکذا (سنن نسائی، رقم ۲۵۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (بدن خشک کرنے کے لیے) تولیہ پیش کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ لیا اور پانی کو وجود اقدس پہ اسی طرح رہنے دیا۔

صحابہ وتابعین وغیرھم کے نزدیک اس کے استعمال کا مکروہ ہونا اسکے استعمال کا مکروہ ہونا اس معنٰی میں ہے کہ جب تک اعضاء جسمانی پر پانی رہے گا برودت قائم رہے گی اور جسم میں چستی ہوگی لہٰذا تولیے کا استعمال پسندیدہ عمل نہیں بالخصوص گرمیوں میں۔

خلاصۃ الباب یہ ہے کہ اس باب میں نسخ کا احتمال نہیں ہر دو طرح کی احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مختلف معمولات مبارکہ تھے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ استعمال فرمایا (جیسے سردیوں میں) اور کبھی برودت (ٹھنڈک) کے حصول کے لئے پانی کو وجود مبارکہ سے صاف نہ فرمایا، امت کے لئے دونوں طرح کے معمول میں سنت موجود ہے۔

باب : ۱۹

بَابٌ فِي جُلُودِ الْمَيْتَةِ

مردار کی کھال کے بیان میں

151۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ، قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِجُهَيْنَةَ: أَنْ »لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ«

حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں ہم لوگ جہینہ کی سرزمین پر تھے کہ ہمارے پاس رسول کریم علیہ السلام کا مکتوب مبارک آیا کہ تم لوگ مردار کے چمڑے اور پٹھے سے فائدہ حاصل نہ کرو۔

152۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ، قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِجُهَيْنَةَ: أَنْ »لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ«

حضرت عبداللہ بن عکیم سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم علیہ السلام کا مکتوب مبارک آیا کہ مردار کی کھال اور پٹھے سے نفع حاصل نہ کرو۔

وَرَوَاهُ عَنِ الْحَكَمِ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ: الْأَعْمَشُ، وَمَنْصُورٌ، وَالشَّيْبَانِيُّ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَشُعْبَةُ، وَمُطَرِّفٌ، وَمِسْعَرٌ، وَالْأَجْلَحُ، وَخَالِدُ بْنُ كَثِيرٍ، وَالْمَسْعُودِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي لَيْلَى، وَالْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، وَحَمْزَةُ الزَّيَّاتُ، وَأَبُو مَرْيَمَ، وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي غَنِيَّةَ، وَمَطَرٌ

حکم سے ایک جماعت نے یہ روایت نقل کی جن میں اعمش، منصور، الشیبانی، اسماعیل بن مسلم، شعبہ، مطرف، مسعود، اجلح، خالد بن کثیر، مسعودی، محمد بن ابی لیلی، بن ارطاۃ، حمزہ الزیات، ابومریم، ابن ابی غنیّۃ، مطر الوراق، عرزمی، بن عمارہ، ابن تغلب، ابن زیاد، بن السری، ربیع بن الرکین، ابوسعید

الْوَرَّاقُ، وَالْعَرْزَمِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عِمَارَةَ، وَأَبَانُ بْنُ تَغْلِبَ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، وَطَلْقُ بْنُ السَّرِيِّ، وَالرَّبِيعُ بْنُ الرُّكَيْنِ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْبَقَّالُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ، وَرَوَاهُ خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، وَشُعْبَةُ فَوَقَّتَا، فَقَالَا: قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرَيْنِ وَفِي آخَرَ: بِشَهْرٍ

البقال، محمد بن قیس ہیں۔ حالد الحزاء شعبہ نے اپنی روایت میں وصال سے قبل دو ماہ اور ایک روایت میں ایک ماہ کا ذکر کیا ہے۔

153۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى: أَنَّهُ انْطَلَقَ هُوَ وَأُنَاسٌ مَعَهُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ- رَجُلٌ مِنْ جُهَيْنَةَ- قَالَ الْحَكَمُ: فَدَخَلُوا وَقَعَدْتُ عَلَى الْبَابِ قَالَ: فَخَرَجُوا، فَأَخْبَرُونِي: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ أَخْبَرَهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَيْهِمْ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرٍ أَنْ »لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ، وَلَا عَصَبٍ«

حضرت حکم بن عتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے ساتھ لوگ حضرت عبداللہ بن عکیم کی طرف گئے جو سرزمین جھینہ کے باسی تھے۔ حکم نے کہا وہ سارے لوگ اندر داخل ہو گئے اور میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ پس لوگ ان کے ہاں سے نکلے اور مجھے خبر دی کہ عبداللہ بن حکیم نے انہیں بتایا نبی کریم علیہ السلام نے وصال مبارک سے ایک سال قبل ان کی طرف۔ خط بھیجا تھا کہ تم مردار کی کھال اور پٹھے سے فائدہ حاصل نہ کرو۔

تخریج حدیث۔ (۱) مسند احمد جلد ۴ص ۳۱۰۔ (۲) سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الھاب المیتۃ۔ (۳) الاعتبار ص ۱۱۶۔

154۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ صَدَقَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، وَخَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ، قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْضِ جُهَيْنَةَ قَالَ شُعْبَةُ فِي حَدِيثِهِ: وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ وَقَالَ خَالِدٌ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرَيْنِ:

حضرت عبداللہ بن عکیم روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس جھینہ کی سرزمین پر نبی کریم علیہ السلام کا مکتوب مبارک آیا حضرت شعبہ اپنی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت نوجوان لڑکا تھا اور خالد فرماتے ہیں کہ آپ کے وصال سے دو ماہ قبل (اس مکتوب پر یہ درج تھا) مردار کی کسی بھی شے سے نفع حاصل مت کرو اس کی کھال سے اور نہ اس کے پٹھوں سے۔

أَنْ »لَا تَسْتَمْتِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِشَيْءٍ مِنْ إِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ« وَهَذَا الْحَدِيثُ فَمَشْهُورٌ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ، وَلَيْسَ لَهُ لِقَاءٌ لِهَذَا الْحَدِيثِ، وَقَدْ رَوَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ جَمِيعًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ مَا كَتَبَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَرْضِ جُهَيْنَةَ

یہ حدیث مشہور ہے عبداللہ بن عکیم سے اور اس حدیث کے علاوہ ان کے لئے کوئی حدیث نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اسی کے مثل ارض جھینہ کی طرف مکتوب کے متعلق حدیث مروی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد۔ باب فی اھاب المیسۃ۔(۲) سنن نسائی کتاب الفرع والقیر ہ۔(۳) سنن ابن ماجہ کتاب اللباس۔(۴) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب العقیقہ (۵) مسند الطیالسی۔رقم ۱۲۹۳۔

155۔ فَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمَوَيْهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيُّ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ غَيْلَانَ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَمْزَةَ الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ الطَّرَسُوسِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيَاضُ بْنُ يَزِيدَ الْكَلْبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ نُبَاتَةَ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْتَفِعَ مِنَ الْمَيْتَةِ بِعَصَبٍ أَوْ إِهَابٍ«

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردار کی کھال اور پٹھوں کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) تلخیص الحبیر ،جلد۱،ص۵۹۔(۲) النیل الاوطار، جلد۱،ص۷۸

156۔ فَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى الصُّوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا يُنْتَفَعُ مِنَ الْمَيْتَةِ بِشَيْءٍ«

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردار کی کسی بھی چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الاثار جلد۱ص۴۷۱۔(۲) الکامل جلد۳ص۲۳۲۔(۳) نصب الرایہ جلد۱ص۱۲۲

157۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَامِرِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْأَصْفَهَانِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ نَهْشَلًا، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »كُلُّ شَيْءٍ مَاتَ لَمْ يُذَكَّ حَرَامٌ دَاخِلُهُ وَخَارِجُهُ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر وہ (حلال جانور) جو مر جائے اسے ذبح نہ کیا گیا ہو اس کے (جسم) کی اندرونی اور بیرونی ہر چیز حرام ہے۔

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

158۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْبَزَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،: أَنَّ شَاةً، لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ مَاتَتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" : مَا فَعَلَتْ فُلَانَةُ لِلشَّاةِ؟ قَالَتْ: مَاتَتْ قَالَ: »فَمَا صَنَعْتُمْ بِجِلْدِهَا؟« قُلْنَا: أَلْقَيْنَاهَا قَالَ: هَلَّا أَخَذْتُمْ جِلْدَهَا، فَدَبَغْتُمُوهُ وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ قَالَتْ: يَارَسُولَ اللَّهِ، أَوَ لَسْتَ قَدْ نَهَيْتَ عَنِ الْمَيْتَةِ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا نَهَيْتُ أَنْ تَطْعَمُوهَا فَبَعَثْنَا فَأَخَذْنَا جِلْدَهَا، فَدَبَغْنَاهُ وَاتَّخَذْنَا مِنْهُ قِرْبَةً، فَلَمْ يَزَلْ عِنْدَنَا حَتَّى تَخَرَّقَ"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت سودہ بنت زمعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بکری مرگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس فلاں عورت کی بکری کا کیا کیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم وہ تو مرگئی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے اس کی کھال کا کیا کیا۔ ہم نے عرض کی کہ ہم نے اسے اس کے ساتھ ہی لگا رہنے دیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے اسکی کھال کو کیوں نہ اتارا کہ تم اس کی دباغت کے بعد اس سے (مختلف) چیزیں بناتے۔ حضرت سودہ عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے مردار (کے استعمال) سے منع نہیں فرمایا تھا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں نے تو صرف اسکے کھانے سے منع کیا تھا۔ پس ہم (مردہ بکری کے پاس گئے) اور اس کی کھال اتاری اسکی دباغت کی اور اس سے مشکیزہ بنایا وہ ہمارے پاس اس وقت تک رہا جب تک پھٹ نہ گیا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۵ ص ۱۳۔(۲) صحیح ابن حبان' باب اباحۃ الانتفاع بجلود۔(۳) السنن الکبریٰ' کتاب الطہارت' جلد ا ص ۱۷۔(۴) الاعتبار ص ۱۱۴

159۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَاتَتْ شَاةٌ لِأُمِّ الْأَسْوَدِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَهِيَ سَوْدَةُ- فَأَتَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُ، فَقَالَ: »أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِمَسْكِهَا« فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَسْكُ مَيْتَةٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً) ، إِلَى قَوْلِهِ (لِغَيْرِ اللَّهِ) (الانعام :145) إِنَّكُمْ لَسْتُمْ تَأْكُلُونَهَا" قَالَتْ: فَبَعَثَ بِهَا فَسُلِخَتْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَجُعِلَتْ مَسْكُهَا قِرْبَةً، ثُمَّ رَأَيْتُهَا بَعْدُ شَنَّةً"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام الاسود کی بکری مرگئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جب نبی کریم علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کیا تم نے اس کی کھال سے فائدہ حاصل نہیں کیا؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کھال مردار ہوتی ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے (یہ آیت "قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً" تلاوت فرمائی) تم اسے کھانے والے نہیں ہو۔ حضرت سودہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی کھال اتاری۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس کھال کا مشکیزہ بنایا پھر میں نے اسے پھٹی ہوئی صورت میں دیکھا۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ ص ۳۷۹۔(۲) صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۹۸۔(۳) صحیح مسلم کتاب الطہارت' باب طہارت جلد المیتۃ۔(۴) ترمذی' ابو داؤد' ابن ماجہ' نسائی۔

160۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ يَعْنِي ابْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَعْلَةَ الْمِصْرِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »دِبَاغُ كُلِّ إِهَابٍ طَهُورُهُ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر کھال کی دباغت اس کی پاکی ہے۔

161۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَدِّی، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِی شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِی الْجَعْدِ، عَنْ أَخِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَالَ: إِنَّ »دِبَاغَهُ قَدْ أَذْهَبَ بِخَبَثِهِ أَوْ رَجَسِهِ أَوْ نَجَسِهِ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردار کی کھال کے متعلق رسول کریم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا بے شک دباغت کھال سے ناپاکی و پلیدی ونجاست کودور کردیتی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح ابن حزیمہ کتاب الوضوء۔(۲) مسند احمد جلد۳ص ۳۶۰۔(۳) مستدرک کتاب الصلوٰۃ، جلد اص ۱۶۱۔(۴) السنن الکبریٰ کتاب الطہارت جلد ۱ ۱۷۔

162۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَهْلٍ حَفْصُ الْخُرَاسَانِیُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »جُلُودُ الْمَيْتَةِ دِبَاغُهَا« يَعْنِی طَهُورِهَا" قَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَبُو سَهْلٍ الْخُرَاسَانِیُّ: رَوَى عَنْهُ أَبُو نُعَيْمٍ، لَا أَعْلَمُ رَوَاهُ عَنْهُ غَيْرُهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ مردار کی کھال کی دباغت اس کی پاکی ہے۔

عبداللہ ابوسہل الخرسانی فرماتے ہیں ان سے ابونعیم نے روایت کیا اور میں نہیں جانتا اس سے کسی اور نے روایت کیا ہو۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، کتاب الطہارت، باب الدباغ۔(۲) التلخیص الحبیر، جلد ۱ص ۵۰(۳) نصب الرایۃ جلد ۱ص ۱۱۶۔(۴) النیل الاوطار، جلد ۱ص ۷۴۔

163۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى شَاةٍ مَيْتَةٍ، فَقَالَ: »لَوْ دَبَغُوا إِهَابَهَا فَإِنَّ دِبَاغَهُ طَهُورُهُ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا اگر تم اس کی کھال کی دباغت کرتے پس بے شک دباغت کرنا اس کی پاکی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی کتاب الطہارت باب الدباغ۔(۲) المعجم الکبیر جلد ۷ص ۴۷۔(۳) مصنف ابن ابی شبہ کتاب العقیقۃ۔(۴) مسند الطیالسی ص ۱۷۵

164۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أُمَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَوْنِ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" دَعَا بِمَاءٍ فِي قِرْبَةٍ مِنْ عِنْدِ امْرَأَةٍ، فَقَالَتْ: إِنَّهَا مَيْتَةٌ، فَقَالَ: »دَبَغْتِيهَا« قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: »دِبَاغُهَا ذَكَاتُهَا وَطَهُورُهَا«

حضرت سلمہ بن المحبق سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی زوجہ کے گھر سے مشکیزے میں پانی منگوایا تو ان کو عرض کی یہ مردار (کی کھال کا) ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اس کی دباغت کی ہے انہوں نے عرض کی جی ہاں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کی دباغت ہی اس کی نجاست کو ختم کرتی ہے اور یہی اس کی پاکی ہے۔

165۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ زَنْجُوَيْهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ جُلُودِ الْمَيْتَةِ، فَقَالَ: »طَهُورُهَا دِبَاغُهَا « وَهَذِهِ أَحَادِيثٌ لَا يُمْكِنُ ادِّعَاءُ نَسْخِ شَيْءٍ مِنْهَا بِالْآخَرِ، فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَإِنَّ حَدِيثَ ابْنِ عُكَيْمٍ نَسَخَ حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَائِشَةَ وَمَنْ رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طَهُورُهَا دِبَاغُهَا لِقُرْبِ الْعَهْدِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْكَنَ أَنْ يَقُولَ غَيْرُهُ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ هَذَا الْأَمْرُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُمُعَةٍ وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ هَكَذَا كَانَ الْأَوْلَى الْأَخْذُ بِالْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا قَوْلِهِ: »لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے نبی علیہ السلام سے مردار کی کھال کے متعلق پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کی دباغت ہی اس کی پاکی ہے۔

ان احادیث میں نسخ ممکن نہیں کہنے والے نے یہ کہا کہ ابن عکیم کی روایت کو ابن عباس، ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھم کی رروایات نے منسوخ کر دیا۔ یہ کہا گیا کہ دباغت سے اس کی پاکی قرب العہد کی ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ دباغت کا قول وصال سے تھوڑا عرصہ قبل کا ہے اگر ایسا ہی ہے تو بہتر یہی ہے کہ دونوں احادیث کو تطبیق دی جائے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ قول مبارک کہ کھال اور پٹھوں سے فائدہ حاصل نہ کو کسی خاص حالت کا ہے احتمال یہی ہے کہ یہ ممانعت دباغت سے قبل کی ہے جب دونوں باتوں کا احتمال ہے تو یہ قول دباغت ہر طرح کی کھال کو پاک کر دیتی ہے ایسے دوسرے قول پر محمول کیا جائے گا اور یہ قول ''مردار کی کھال اور پٹھوں کے استعمال کی ممانعت پر ہے۔

وَلَا عَصَبٍ « يُحْتَمَلُ أَنْ لَا يَنْتَفِعُوا فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ، وَيُحْتَمَلُ قَبْلَ الدِّبَاغِ، فَلَمَّا احْتَمَلَ الْأَمْرَيْنِ جَمِيعًا وَجَاءَ قَوْلُهُ: »أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ« حَمَلْنَا الْقَوْلَ الثَّانِي وَهُوَ قَوْلُهُ: »لَا يُنْتَفَعُ مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ« عَلَى مَا يُطَابِقُ قَوْلَهُ الْأَوَّلَ وَهُوَ: »أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ« فَيُسْتَعْمَلُ الْإِهَابُ بَعْدَ الدِّبَاغِ وَيُحْظَرُ قَبْلَ الدِّبَاغِ، فَيُسْتَعْمَلُ الْخَبَرَيْنِ جَمِيعًا وَلَا يَتْرُكُ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ، وَقَدْ حُكِيَ عَنِ الْخَلِيلِ بْنِ أَحْمَدَ: أَنَّهُ قَالَ: لَا يَقَعُ عَلَى الْجِلْدِ اسْمُ إِهَابٍ إِلَّا قَبْلَ الدِّبَاغِ، فَأَمَّا إِذَا دُبِغَ لَمْ يُسَمَّ إِهَابًا، وَإِنَّمَا يُسَمَّى أَدِيمًا، أَوْ جِرَابًا، أَوْ جِلْدًا فَإِذَا صَحَّ ذَلِكَ كَانَ فِيهِ تَأْكِيدُ مَا ذَكَرْنَا مِنِ اسْتِعْمَالِ الْخَبَرَيْنِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

لہٰذا دباغت سے قبل کھال نجس ہوگی اور دباغت کے بعد پاک ہوگی۔ اسی طرح دونوں احادیث پر عمل ہوگا اور کسی روایت کو دوسری روایت کے مقابل ترک نہیں کیا جائے گا۔ خلیل بن احمد سے روایت ہے کہ کھال کے لیے دباغت سے قبل اھاب کا لفظ استعمال نہیں ہوگا اور جب اس کی دباغت کر لی جائے تو اسے کھال نہیں کہا جائے گا اس وقت اسے ادیم، جراب یا جلد کہا جائے گا۔ اگر ممانعت کی روایت صحیح ہے تو ان دونوں طرح کی روایات میں استعمال کی تاکید ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) موطا امام مالک کتاب العید۔(۲) مسند احمد جلد ۶ ص ۷۳۔(۳) سنن ابی داؤد کتاب اللباس۔ باب فی اھاب المیتہ۔(۴) سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب بس جلود المیتہ اذ دبغت۔(۵) مسند الشافعی ص ۱۰۔(۶) سنن دارمی کتاب الاضاحی۔

تحقیق

حضرت عبداللہ بن عکیم، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت سلمۃ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی روایات پر مشتمل یہ باب مردار کی کھال کے بیان میں ہے۔ ہر دو طرح کی روایات کے تحت اس کے حکم کی مختصراً تفصیل اور معارض روایات کی تفصیل مولف رحمہ اللہ نے باب کے آخر میں ذکر فرما دی ہے۔ ذیل میں صحابہ کرام وفقہاء عظام کے مسالک ملاحظہ فرمائیں۔

مردار کی کھال کے متعلق روایات صحابہ ومسالک فقہاء:

امام نووی نے اس باب میں روایات صحابہ کی روشنی میں فقہاء کے سات اقوال ذکر فرمائے۔

مذہب اول: دباعت کے بعد (سوائے خنزیر کے) ہر طرح کے جانور کی کھال ظاہری اور باطنی طور پر پاک ہو جاتی ہے اور اس کھال میں خشک اور تر دونوں طرح کی اشیاء رکھی جاسکتی ہیں یہ مذہب حضرت مولا نا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور حضرت امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے۔

مذہب دوئم: باغت سے کسی جانور کی کھال پاک نہیں ہوتی۔ یہ مذہب حضرت عمرؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے امام احمدؒ اور ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے ان تمام حضرات کا استدلال حضرت عبداللہ بن عکیمؒ والی روایت سے ہے جو ان کے نزدیک منسوخ نہیں۔

مذہب سوئم: دباغت سے حلال جانوروں کی کھال تو پاک ہو جاتی ہے جبکہ حرام جانوروں کی کھال پاک نہیں ہوتی۔ یہ مذہب امام اوزاعیؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت ابوثورؒ، حضرت اسحاق بن راہویہؒ کا ہے۔

مذہب چہارم: دباغت سے سوائے خنزیر کے تمام جانوروں کی کھال پاک ہوجاتی ہے، یہ مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے۔

مذہب پنجم: دباغت سے تمام جانوروں کی کھال کا ظاہری حصہ پاک ہوجاتا ہے البتہ کھال کا باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا، اس کھال میں خنزیر رکھ کر استعمال کرنا جائز نہیں، امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے۔

مذہب ششم: دباغت سے ہر طرح کے جانور (بشمول کتا اور خنزیر) کی کھال پاک ہوجاتی ہے اور یہ پاکی کھال کے ظاہر اور باطن دونوں میں ہوتی ہے، داؤد ظاہری اور تمام اہل ظواہر کا ہے امام ابویوسف کا قول بھی یہی ہے۔

مذہب ہفتم: ذباغت کے بعد جانور کی کھال پاک ہوجاتی ہے اگرچہ اسے ذبح نہ کیا گیا ہو اور وہ طبعی موت مرا ہو۔ اس کی کھال میں خشک وتر دونوں طرح کی اشیاء استعمال کی جاسکتی ہیں، یہ مذہب امام زہری کا ہے۔

(شرح مسلم نووی، جلد۴، ص۵۴)

درجہ بالا مذاہب ومسالک مردار کی کھال کی پاکی کے متعلق ہیں اور کھال کی پاکی حاصل کر لینے کے بعد اسے استعمال میں لانا، اس میں خشک یاتر چیزوں کو رکھنا جائز ہے البتہ کھال کو بطور غذا کھانا اس قول کے مطابق درست نہیں۔

آخر میں امام اعظم رحمہ اللہ کے مسلک پر وارد شدہ ایک اعتراض کہ آپ کے ہاں کتے کی کھال ذباغت کے بعد پاک ہوجاتی ہے اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ اس پر نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صرف امام صاحب کے نزدیک ہی کتے کی جلد دباغت کے بعد پاک نہیں ہوتی درجہ بالا مسالک ومذاہب میں امام صاحب کے علاوہ دیگر ائمہ کا مسلک بھی واضح ہے اور پھر امام نووی کے مطابق تو یہ مذہب حضرت مولا علی وحضرت ابن مسعود سے بھی مروی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کتا نجس ضرور ہے لیکن اس کی نجاست خنزیر کی نجاست کے مثل نہیں اگر ہوتی تو اس کا ذکر خنزیر اور خون کے ساتھ آیت قرآنی "انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر" میں ہوتا یا احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کی تصریح ہوتی لیکن ایسا نہیں ہے۔ گھر کی رکھوالی کے لیے رکھا جاسکتا ہے اسکا مارا ہوا شکار (بشرطیکہ وہ سدھایا ہو) کھانا حلال ہے۔

جس طرح اس کے جھوٹے برتن کو دھونے سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے ویسے ہی اس کی کھال بھی دباغت کے بعد قابل استعمال ہوتی ہے اور ضرورت ومجبوری کی صورت میں ہی اس کا استعمال کیا جانا چاہیے۔ عام حالات میں نہیں۔

كِتَابُ الصَّلٰوة

باب : ۲۰

بَابُ الرَّجُلِ يُؤَذِّنُ وَ يُقِيمُ غَيْرُهُ

اس بیان میں کہ اذان ایک شخص دے اور اقامت دوسرا کہے

166۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ رَاشِدٍ الْمَازِنِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَنَزَلَ الْقَوْمُ، فَطَلَبُوا بِلَالًا، فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَقَامَ رَجُلٌ فَأَذَّنَ، ثُمَّ جَاءَ بِلَالٌ، فَقَالَ الْقَوْمُ: إِنَّ رَجُلًا قَدْ أَذَّنَ فَمَكَثَ الْقَوْمُ هَوْنًا، ثُمَّ إِنَّ بِلَالًا أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ الصَّلَاةَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَهْلًا يَا بِلَالُ، فَإِنَّمَا يُقِيمُ مَنْ أَذَّنَ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ علیہ السلام سفر میں تھے۔ نماز کا وقت ہوا لوگوں نے پڑاؤ ڈالا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا تو وہ موجود نہ تھے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر اذان دی پھر حضرت بلال تشریف لے آئے۔ لوگوں نے کہا۔ ایک شخص نے اذان دے دی ہے۔ لوگ عاجزی کے ساتھ کھڑے ہو گئے پھر حضرت بلال نے ارادہ کیا کہ نماز کے لیے اقامۃ کہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے بلال پیچھے ہٹ جاؤ اقامت وہی کہتا ہے جس نے اذان کہی ہو۔

تخریج حدیث۔ (۱) جامع ترمذی جلد اص ۱۷۸۔ (۲) المعجم الکبیر رقم ۱۳۵۹۰۔ (۳) السنن الکبریٰ جلد اص ۳۹۹

167۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السُّكَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ زُرَيْقٍ الرَّسْعَنِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنُ خَالِدٍ الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ، وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْعَسْكَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

حضرت زیاد بن الحارث الصدائی روایت کرتے ہیں میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ کے ساتھ تھا آپ علیہ السلام نے مجھے حکم ارشاد فرمایا تو میں نے فجر کی اذان دی۔ حضرت بلال اقامت پڑھنے کے لیے تشریف لائے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے بلال تمہارے بھائی صداء نے اذان دی ہے۔ اور جو اذان دے وہی اقامت پڑھتا ہے۔

جَامِعُ بْنُ سَوَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنِي فَأَذَّنْتُ الْفَجْرَ، فَجَاءَ بِلَالٌ لِيُقِيمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »يَا بِلَالُ، إِنَّ « أَخَا الصُّدَاءِ أَذَّنَ، وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ"

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۴ص ۳۹۹۔(۲) مصنف عبدالرزاق جلد اص ۴۷۵۔(۳) السنن الکبری جلد اص ۳۹۹

168۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِءُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيُّ - مِنْ أَهْلِ مِصْرَ - قَالَ سَمِعْتُ زِيَادَ بْنَ الْحَارِثِ الصُّدَائِيَّ، صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ أَوَانَ أَذَانِ الصُّبْحِ أَمَرَنِي فَأَذَّنْتُ، فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ يُقِيمَ، فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ »أَخَا صُدَاءٍ قَدْ أَذَّنَ، وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ« قَالَ الصُّدَائِيُّ: فَأَقَمْتُ الصَّلَاةَ"

زیاد بن نعیم الحضرمی روایت کرتے ہیں میں نے زیاد بن الحارث الصدائی کو فرماتے سنا جو کہ نبی کریم علیہ السلام کے صحابی تھے۔ بیان فرماتے ہیں۔ جب فجر کی اذان کا وقت ہوا، مجھے حکم ارشاد فرمایا تو میں نے اذان دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت پڑھنا چاہی۔ نبی کریم علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔ بے شک تمہارے بھائی صداء نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت پڑھے۔ صدائی نے کہا پس میں نے نماز کے لیے اقامت پڑھی۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ' باب الرجل یوذن ویقیم آخر۔(۲) جامع ترمذی' کتاب الصلوٰۃ' باب ماجاء ان من اذن۔(۳) سنن ابی ماجہ کتاب الاذان والسنۃ۔(۴) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطہارت۔

169۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ صَدَقَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »مَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ«

حضرت زیاد بن حارث الصدائی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جواذان دے وہی اقامت پڑھے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی جلد ۱ص ۳۸۳۔(۲) تاریخ کبیر بخاری جلد ۲۱ص جلد ۶۳۔(۳) دلائل النبوت جلد ۴ص ۱۲۷

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

170۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الْوَاقِفِيُّ- بَطْنٌ يُقَالُ لَهَا: بَنُوا وَاقِفٍ- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ رَأَى الْأَذَانَ فِي الْمَنَامِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، قَالَ: »فَأَذِّنْ بِلَالُ« قَالَ: فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا أَرَى الرُّؤْيَا وَيُؤَذِّنُ بِلَالٌ قَالَ: »فَأَقِمْ أَنْتَ« وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا أَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا قَالَ فِيهِ: إِنَّ الَّذِي أَقَامَ الصَّلَاةَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَّا فِي هَذَا الْحَدِيثِ، الْمَعْرُوفُ أَنَّ الَّذِي أَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ بْنِ جُشَمَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ

حضرت عبداللہ بن محمد انصاری اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں اذان کو ملاحظہ کیا اور نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا۔آپ علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان دینے کا فرمایا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں نے دیکھا ہے اور اذان حضرت بلال دے رہے ہیں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا آپ اقامت پڑھیں۔

یہ حدیث غریب ہے۔ میں کسی ایک راوی کو بھی نہیں جانتا سوائے اس روایت کے جس نے کہا ہو کہ عمر بن خطابؓ نے نماز کے لیے اقامت پڑھی جبکہ مشہور تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے اقامت پڑھی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند الطیاسی ص ۱۴۸۔(۲) المستدرک جلد ۱ص ۱۹۶۔(۳) التلخیص جلد ۱ص ۲۰۹

171۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ الدَّيْلَمِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَهْلٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُحَدِّثَ فِي الْأَذَانِ قَالَ: فَجَاءَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْأَذَانَ قَالَ: »قُمْ فَأَلْقِهِ عَلَى بِلَالٍ« فَقَامَ فَأَلْقَاهُ عَلَى بِلَالٍ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا رَأَيْتُهَا، وَأَنَا كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ أُؤَذِّنَ قَالَ" : قُمْ أَنْتَ، فَأَقِمْ قَالَ: فَقَامَ، فَأَقَامَ"

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے اذان کے متعلق ارشاد فرمانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عبداللہ بن زید آئے اور عرض کی میں نے خواب میں اذان ملاحظہ کی ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کھڑے ہو کر بلال رضی اللہ عنہ کو سکھاؤ میں کھڑا ہوا اور حضرت بلال کو الفاظ سکھائے پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے خواب دیکھا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اذان پڑھو آپ علیہ اسلام نے فرمایا تم کھڑے ہو اور اقامت پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا اور اقامت پڑھی۔

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبریٰ' کتاب الصلوۃ' باب الرجل یوذن ویقیم وغیرہ۔

172۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: أُرِيَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ فِي الْمَنَامِ الْأَذَانَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: »أَلْقِهِ عَلَى بِلَالٍ« فَأَلْقَاهُ عَلَى بِلَالٍ فَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ: أَنَا رَأَيْتُهُ وَأَنَا كُنْتُ أُرِيدُهُ قَالَ: »فَأَقِمْ أَنْتَ«

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں اذان ملاحظہ کی تو نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خبر دی آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہ بلال کو سیکھا دو۔ میں نے یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دی حضرت بلال نے اذان دی تو حضرت عبداللہ بن زید نے عرض کی میں نے یہ خواب دیکھا ہے اور میں اذان دینا چاہتا ہوں تو آقا علیہ السلام نے فرمایا تم اقامت کہو۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب فی الرجل یوذن۔(۲) سنن دارقطنی کتاب الصلوۃ جلد ا ص ۲۴۵۔(۳) شرح معانی الآثار' کتاب الصلوۃ جلد ا ص ۱۴۲۔(۴) الاعتبار ص ۱۳۰

173۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْهَيْثَمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي الْعُمَيْسِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّهُ »حِينَ رَأَى الْأَذَانَ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ، ثُمَّ أَمَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ فَأَقَامَ« وَهَذَا بَابٌ قَدِ اخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ فِيهِ وَقَدْ ذَكَرَهُ بَعْضُ الصَّحَابَةِ فَرُوِيَ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَّهُ قَالَ: »لَا بَأْسَ بِأَذَانِ الرَّجُلِ وَالصَّلَاةُ بِإِقَامَةِ غَيْرِهِ« وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ: »رَأَيْتُ أَبَا مَحْذُورَةَ أَذَّنَ غَيْرُهُ، فَجَاءَ هُوَ فَأَقَامَ« وَقَالَ سَالِمٌ سَبَلَانَ: خَرَجْتُ مَعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فِي سَفَرٍ إِلَى مَكَّةَ، فَأَمَرَتْ رَجُلًا، فَأَذَّنَ، وَشُغِلَ الْمُؤَذِّنُ بِبَعْضِ الشَّيْءِ فَأَمَرَتْ رَجُلًا، فَأَقَامَ، وَقَالَ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ: أَنَّهُ أَذَّنَ غَيْرُهُ، وَأَقَامَ هُوَ وَسُئِلَ مَالِكٌ، عَنْ مُؤَذِّنٍ أَذَّنَ بِالصَّلَاةِ وَأَقَامَ غَيْرُهُ الصَّلَاةَ بِإِقَامَتِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، لَا بَأْسَ بِذَلِكَ، وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَرَى بَأْسًا يُؤَذِّنُ الرَّجُلُ، وَيُقِيمُ غَيْرُهُ، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ وَقَوْلُ أَبِي ثَوْرٍ وَأَمَّا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ فَإِنَّهُ كَانَ يَقُولُ: »إِذَا أَذَّنَ الرَّجُلُ فَهُوَ يُقِيمُ« وَقَالَ الشَّافِعِيُّ" : لَوْ أَذَّنَ رَجُلٌ، وَأَقَامَ غَيْرُهُ كَرِهْتُهُ، وَأَجَازَهُ وَالَّذِي يَذْهَبُ إِلَيْهِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: الَّذِي أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ، اسْتَقْبَلَ الْأَذَانَ وَالَّذِي

حضرت محمد بن زید اپنے والد سے اور وہ اپنے جدامجد سے روایت کرتے ہیں کہ جب انہوں نے خواب میں (کسی کو) اذان دیتے دیکھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان دینے کے لئے کہا گیا اور حضرت عبداللہ بن زید کو حکم دیا گیا انہوں نے اقامت کہیں۔

اس باب میں فقہا کا اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض صحابہ نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔

1۔امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ اذان کوئی اور شخص دے اور جماعت کے لئے اقامت اور کوئی کہے۔

2۔حضرت عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ اذان کسی دوسرے شخص نے دی ہے اور اقامت انہوں نے آکر پڑھی۔

3۔حضرت سالم سبلان نے کہا کہ میں ایک مرتبہ مکہ کی طرف سفر کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تھا آپ نے کسی شخص کو اذان کا حکم دیا وہ شخص اذان دے کر کسی کام میں مشغول ہو گیا تو آپ نے دوسرے شخص کو اقامت پڑھنے کا حکم دیا۔

4۔حضرت جریری حضرت عبداللہ بن شقیق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اذان کسی اور نے دی اور اقامت انہوں نے پڑھی۔

5۔حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا گیا۔ کہ نماز کے لئے اذان کوئی اور دے اور جماعت کے لئے اقامت دوسرا پڑھے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا اس میں حرج نہیں۔

يَدُلُّ عِنْدِي عَلَى هَذَا، أَنَّ حَدِيثَ عُمَرَ وَحَدِيثَ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ هُوَ النَّاسِخُ لِحَدِيثِ الرُّخْصَةِ فِي الَّذِي أَذَّنَ وَأَقَامَ غَيْرُهُ؛ لِأَنَّ حَدِيثَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ هُوَ الْأَوَّلُ فِي أَمْرِ الْأَذَانِ، وَحَدِيثُ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ بَعْدَ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ فَأَخَذَ قَوْمٌ بِالْأَوَّلِ، وَأَخَذَ آخَرُونَ بِالثَّانِي وَقَدْ ذُكِرَ الْخِلَافُ فِي الْأَذَانِ، فَأَجْمَعَ أَكْثَرُ النَّاسِ عَلَى حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، وَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَالَ آخَرُونَ: بَلْ عَلَّمَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ، فَعَلَّمَهُ الْأَذَانَ وَالصَّلَاةَ جَمِيعًا وَأَنَا ذَاكِرُهُ فِي الْجُزْءِ الثَّالِثِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اذان دے اور اقامت اس کے علاوہ دوسرا پڑھے اور یہ قول امام محمد اور ابوثور کا ہے۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص اذان دے تو اقامت بھی وہی پڑھے۔امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص اذان دے اور اقامت اور کوئی شخص پڑھ لے تو میں اسے مکروہ جانتا ہوں۔ آپ کا ایک قول اس کے جواز پر بھی ہے۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جو اذان دے وہی اقامت پڑھے اور اگر وہ اقامت نہیں پڑھتا تو اذان دوبارہ دی جائے۔ میرے نزدیک اسی قول پر بطور دلیل حضرت عمر اور حضرت زیاد بن حارث کی حدیث ہے جو رخصت والی حدیث کی ناسخ حدیث ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید والی حدیث حضرت زیاد بن حارث والی حدیث سے پہلے کی ہے اور حضرت زیاد بن حارث کی روایت بعد کی ہے۔ بعض لوگوں نے پہلی حدیث کو ترجیح دی بعض نے دوسری کو۔ اور اذان کے باب میں اختلاف کو ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر لوگوں کا حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کی حدیث پر اجماع ہے۔ جبکہ دوسروں نے کہا کہ سرکار دوعالم علیہ السلام کو جبریل امین علیہ السلام نے معراج والی رات (اذان) سکھائی۔ پس اذان و نماز دونوں کا طریقہ سکھایا اور ہم اسے تیسرے جز میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الآثار کتاب الصلوۃ باب الرجلین یوذن احدھما ویقیم اخر۔(۲) سنن دار قطنی' کتاب الصلوۃ' باب ذکر اہ قامۃ ۔۔۔(۳) السنن الکبریٰ ' کتاب الصلوۃ جلد ۱ ص ۳۹۹۔(۴) المستدرک جلد ۱ ص ۱۹۶۔

باب : ۲۱

بَابُ بَدْءِ الْاَذَانِ

174۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي: ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْوَاسِطِيَّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اسْتَشَارَ الْمُسْلِمِينَ فِيمَا يَجْمَعُهُمْ عَلَى الصَّلَاةِ فَذَكَرُوا الْبُوقَ فَكَرِهَهُ مِنْ أَجْلِ الْيَهُودِ، ثُمَّ ذَكَرُوا النَّاقُوسَ فَكَرِهَهُ مِنْ أَجْلِ النَّصَارَى، فَأُرِيَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ النِّدَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَطَرَقَهُ الْأَنْصَارِيُّ يَعْنِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلًا، فَأَمَرَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَأَذَّنَ بِهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَزَادَ بِلَالٌ فِي نِدَاءِ صَلَاةِ الْفَجْرِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، فَأَقَرَّهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ عُمَرُ: أَمَا إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى وَلَكِنَّهُ سَبَقَنِي" وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنْ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ حِفْظَهُ

اذان کی ابتداء کے بیان میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے مسلمانوں سے مشورہ لیا کہ نماز کے لئے کیسے جمع ہوا جائے۔ بعض لوگوں نے بگل بجانے کا کہا اسے یہود کے طریقے کی وجہ سے پسند نہ کیا گیا پھر ناقوس کے متعلق رائے دی گئی تو اسے عیسائیوں کے طریقے کی وجہ سے ناپسند کیا گیا پس اس رات ایک شخص نے (خواب میں) نداء (اذان) دیکھی جو انصار سے تعلق رکھتا تھا اسے عبداللہ بن زید کہا جاتا تھا، اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (نے بھی دیکھا) وہ انصاری صحابی رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رات ہی کو گیا۔ پس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم ارشاد فرمایا تو حضرت بلال نے ان ہی الفاظ کے ساتھ اذان دی۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ حضرت بلال نے فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کے الفاظ بڑھائے تو نبی علیہ السلام نے (ان الفاظ کو اذان کے ساتھ ملانے کا حکم دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی (خواب میں) اس کے مثل دیکھا ہے جو حضرت عبداللہ بن زید نے دیکھا لیکن وہ مجھ پر سبقت لے گئے۔

وَقَدْ خَالَفَ أَصْحَابُ الزُّهْرِيِّ؛ يُونُسُ، وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، وَمَعْمَرٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، وَابْنُ جُرَيْجٍ كُلُّهُمْ رَوَى عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ

یہ حدیث غریب ہے اگرچہ اسے حضرت عبدالرحمٰن نے محفوظ کیا ہے البتہ امام زہری کے احباب نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ جس میں یونس، شعیب بن ابی خمرہ، محمد بن اسحاق، ابن جریج شامل ہیں، انہوں نے امام زہری اور انہوں نے حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ' باب بدء الاذان۔(۲) نصب الرایۃ جلدا ص ۲۶۵

175۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ،: أَنَّ النَّاسَ، كَانُوا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" يَجْتَمِعُونَ إِلَى الصَّلَاةِ قَبْلَ أَنْ يُؤْمَرُوا بِالتَّأْذِينِ، وَأَنَّهُمْ كَانُوا ذَكَرُوا أَشْيَاءَ تَجْمَعُ النَّاسَ لِلصَّلَاةِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْبُوقُ، وَقَالَ بَعْضُهُمُ النَّاقُوسُ، فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ قَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَرَأَى فِي النَّوْمِ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ بِهِ وَفِي يَدِهِ نَاقُوسٌ، فَقُلْتُ: تَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ فَقَالَ: مَاذَا تُرِيدُ بِهِ؟، قَالَ: فَقُلْتُ أُرِيدُ أَنْ أَبْتَاعَهُ لِكَيْ أَضْرِبَ بِهِ لِلصَّلَاةِ، لِجَمَاعَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: فَسَأُحَدِّثُكُمْ خَيْرًا لَكُمْ مِنْ ذَلِكَ؟ تَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ" ، فَذَكَرَ حَدِيثَ الْأَذَانِ بِطُولِهِ وَطُرُقُ هَذَا الْحَدِيثِ فِي شَرْحِ الْأَذَانِ

امام زہری فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سعید بن مسیّب نے روایت کی لوگ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں اذان کا حکم نازل ہونے سے قبل نماز کے لئے اکٹھے ہوتے تھے۔ انہوں نے ان چیزوں کا ذکر کیا جن کے ذریعے لوگ نماز کے لئے جمع ہوں تو بعض لوگوں نے کہا کہ بگل بجائے جائیں اور بعض نے ناقوس (چھڑی پر چھڑی مارنا) کا ذکر کیا لوگ ان باتوں میں مشغول تھے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے بنی حارث بن خزرج کا ایک آدمی بھی کھڑا ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، وہ آپ کے پاس سے گزرا۔ اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ ابن زید فرماتے ہیں، میں نے اس سے پوچھا، کیا تم ناقوس فروخت کرو گے؟ اس نے کہا۔ تم اسے کیا کرو گے؟ فرماتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ میں اسے خریدنا چاہتا ہوں تاکہ مسلمانوں کی جماعت کے لیے اسے بجایا کروں۔ اس نے کہا۔ میں تمہیں عنقریب ایسی بات بتاؤں گا جو اسے بہتر ہوگی۔ اس نے کہا۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ پھر اذان والی حدیث تفصیل سے ذکر کی۔ یہ حدیث کتاب شرح الاذان میں شامل کی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلوۃ۔ باب کیف الاذان۔(۲) تلخیص الحبیر، جلدا، ص ۱۹۷۔(۳) البدایۃ والنھایۃ، جلد ۳، ص ۲۳۳

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

مَنْ قَالَ: إِنَّ الْأَذَانَ تَعَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ فِي السَّمَاءِ لَيْلَةَ عُرِجَ بِهِ مَعَ الصَّلَاةِ

جنہوں نے یہ کہا کہ اذان نماز کے ساتھ نبی کریم علیہ السلام کو معراج کی شب آسمان پر سکھائی گئی جب آپ آسمان کی جانب بلند ہوئے۔

176۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الْمُنْذِرِ النَّهْدِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ قَالَ" : لَمَّا أَرَادَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُعَلِّمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَذَانَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِدَابَّةٍ، وَذَكَرَ حَدِيثَ الْمِعْرَاجِ بِطُولِهِ وَهُوَ فِي كِتَابِ التَّفْسِيرِ بِطُولِهِ وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " خَرَجَ مَلَكٌ مِنَ وَرَاءِ الْحِجَابِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" : مَنْ هَذَا؟ قَالَ: فَقَالَ: يَا حَبِيبَ اللَّهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَأَقْرَبُ الْخَلْقِ مَكَانًا، وَإِنَّ هَذَا الْمَلَكَ مَا رَأَيْتُهُ مُنْذُ خُلِقْتُ قَبْلَ سَاعَتِي هَذِهِ، قَالَ: فَقَالَ الْمَلَكُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، فَقِيلَ لَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِي أَنَا أَكْبَرُ، أَنَا أَكْبَرُ، فَقَالَ الْمَلَكُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِي أَنَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا ایک سواری کے ساتھ۔ یہ حدیث کتاب التفسیر میں تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہے۔
نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ایک فرشتہ پردے کے پیچھے سے نکلا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا یہ کون ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ کے حبیب ﷺ جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے بے شک میں اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ رب کا مقرب ہوں اور یہ فرشتہ میں نے اپنی تخلیق سے لے کر آج تک نہیں دیکھا۔ اس فرشتے نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، اسے پردے کے پیچھے سے کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کہا میں سب سے بڑا ہوں۔ میں سب سے بڑا ہوں۔ فرشتے نے کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہیں۔

ثُمَّ قَالَ الْمَلَكُ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِي أَنَا أَرْسَلْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ثُمَّ قَالَ الْمَلَكُ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِي، وَدَعَا إِلَى عِبَادَتِي، قَالَ: ثُمَّ قَالَ الْمَلَكُ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ: فَقِيلَ لَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِي، أَنَا أَكْبَرُ أَنَا أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ الْمَلَكُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ: فَقِيلَ لَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِي أَنَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا، ثُمَّ أَخَذَ الْمَلَكُ بِيَدِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدَّمَهُ فَأَمَّ أَهْلَ السَّمَاءِ، فِيهِمْ آدَمُ وَنُوحٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمْ" قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَيَوْمَئِذٍ أَكْمَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمُحَمَّدٍ الشَّرَفَ عَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ وَأَهْلِ الْأَرْضَ

پردے کے پیچھے سے کہا گیا۔ میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر فرشتے نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اسے پردے کے پیچھے سے کہا گیا سچ کہا میں نے محمد (ﷺ) کو بھیجا ہے۔ پھر فرشتے نے کہا حی علی الصلوۃ، حی علی الصلوۃ قد قامت الصلوۃ قد قامت الصلوۃ اسے پردے کے پیچھے سے کہا گیا میرے بندے نے سچ کہا اور میری عبادت کے لئے بلایا۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا پھر فرشتے نے کہا کہ اللہ اکبر اسے پردے کے پیچھے سے کہا گیا میرے بندے نے سچ کہا میں سب سے بڑا ہوں میں سب سے بڑا ہوں۔ پھر فرشتے نے کہا کہ لا الہ الا اللہ۔ اسے پردے کے پیچھے سے کہا گیا۔ میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر فرشتے نے نبی کریم علیہ السلام کا ہاتھ مبارک پکڑ کر آپ کو آگے کھڑا کیا اور آپ نے اہل آسمان کی امامت فرمائی جس میں حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام بھی تھے۔ حضرت ابوجعفر فرماتے ہیں اس دن اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان و اہل زمین پر نبی کریم علیہ السلام کے شرف کا اکمل اظہار فرمایا۔

177۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ هَارُونَ الْمَرْزُوقِيُّ بِالْبَصْرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَيَّارِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کی تعلیم دی اور اذان کی تعلیم دی میرے پاس جبرئیل

الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ يَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ، عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »يَا عَلِيُّ، إِنَّ« اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَّمَنِيَ الصَّلَاةَ، وَعَلَّمَنِيَ الْأَذَانَ، أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِدَابَّةٍ يُقَالُ لَهَا: الْبُرَاقُ" وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ

سواری کے ساتھ تشریف لائے جسے براق کہا جاتا ہے اور پھر حدیث مبارک تفصیل سے ذکر کی۔

178۔حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ نُصَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ السَّوَّاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ الْحَارِثِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ بَيَّاعُ الْهَرَوِيِّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَمَّا أُسْرِيَ بِي إِلَى السَّمَاءِ، أَذَّنَ جِبْرِيلُ، فَظَنَّتِ الْمَلَائِكَةُ أَنَّهُ يُصَلِّي بِهِمْ، فَقَدَّمَنِي فَصَلَّيْتُ بِالْمَلَائِكَةِ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا روایت کرتی ہیں رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی تو فرشتوں نے گمان کیا کہ وہ نماز پڑھائیں گے پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے آگے کھڑا کیا تو میں نے فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی۔

تخریج حدیث۔(۱)النیل الاوطار جلد۲ص۲۶۔(۲)الفتح الباری جلد۲ص۷۸

179۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودٍ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَاهَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ" : لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاءِ أَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ بِالْأَذَانِ، فَنَزَلَ، فَعَلَّمَهُ بِلَالًا

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جب جان کائنات رحمت عالم علیہ السلام کو آسمان کی سیر کرائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ علیہ السلام کو اذان کی تعلیم دی پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے تشریف لا کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھائی۔

تخریج حدیث۔(۱)مجمع الزوائد جلد۱ص۳۲۹۔(۲)الحاوی للفتاوی جلد۲ص۲۵۹۔(۳)الموضوعات لابن جوزی جلد۱ص۱۱۵۔

180۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ يُوسُفَ الضَّبِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جُنَادَةَ حُصَيْنُ بْنُ الْمُخَارِقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »عُلِّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَذَانَ حِينَ أُسْرِيَ بِهِ، وَأُرِيَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْمَنَامِ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ علیہ السلام کو اذان کی تعلیم دی گئی اور انصار میں سے ایک شخص کو خواب میں اذان دکھائی گئی۔

تخریج حدیث۔(۱) الکامل لابن عدی جلد۶ ص۲۴۔(۲) الفتح الباری جلد۲ ص۷۸

181۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ مُنْذِرِ بْنِ أَبِي طَرِيفٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ نَشْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ، كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ قَالَ: كَانَ »أَذَانُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ، فَلَمَّا كَانَ فِي السَّمَاءِ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، وَأَذَّنَ جِبْرِيلُ مَثْنَى مَثْنَى، وَأَقَامَ مَرَّةً مَرَّةً، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّ أَهْلَ السَّمَاءِ«

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کرتے ہیں کہ معراج والی رات رسول کریم علیہ السلام کی اذان یہ تھی کہ جب آپ علیہ السلام آسمان پر تھے تو نماز کا وقت ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی اذان کے ہر کلمے کو دو دو بار ادا کیا اور اقامت کے کلمات کو ایک ایک بار ادا کیا اور رسول کریم علیہ السلام آگے تشریف لے گئے اور اہل آسمان کی امامت فرمائی۔

تخریج حدیث۔(۱) المستدرک جلد۳ ص۱۳۶

182۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْحَرْبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَرْقَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ الْحَنَفِيَّةِ: كُنَّا" نَتَحَدَّثُ أَنَّ الْأَذَانَ رُؤْيَا رَآهَا رَجُلٌ مِنَ

حضرت العلا روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن حنفیہ سے کہا ہم یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اذان ایک خواب (کی صورت میں تعلیم دی گئی) تھی جسے انصار کے ایک شخص نے دیکھا آپ گھبرائے اور فرمایا تم اپنے دین کے معاملے میں بہتری کا ارادہ رکھتے ہو اور یہ گمان بھی رکھتے ہو کہ یہ

الْأَنْصَارِ، فَفَزِعَ، وَقَالَ: عَمَدْتُمْ إِلَى أَحْسَنِ دِينِكُمْ فَزَعَمْتُمْ أَنَّهُ كَانَ رُؤْيَا، هَذَا وَاللَّهِ الْبَاطِلُ، وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عُرِجَ بِهِ انْتَهَى إِلَى مَكَانٍ مِنَ السَّمَاءِ فَوَقَفَ، وَبَعَثَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ مَلَكًا مَا رَآهُ أَحَدٌ فِي السَّمَاءِ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ وَذَكَرَ بَاقِي الْحَدِيثِ

" قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا بَابٌ يُنْظَرُ فِيهِ وَيُتَأَمَّلَ؛ وَذَلِكَ أَنَّهُ لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِمَكَّةَ، وَاخْتَلَفُوا فِي وَقْتِهِ فَقَالَ السُّدِّيُّ: فُرِضَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ قَبْلَ مُهَاجَرَتِهِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ: إِنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ لَيْلَةَ السَّبْتِ لِسَبْعَةَ عَشَرَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ عَشَرَ مِنَ الْمَبْعَثِ قَبْلَ هِجْرَتِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَخَالَفَ هَذَا الْقَوْلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ كَذَلِكَ

خواب تھا۔ اللہ کی قسم یہ قول باطل ہے نبی کریم علیہ السلام جب آسمان کی بلندیوں پر لے جائے گئے تو ایک مقام پر آپ ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جسے اہل آسمان نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔ اس نے آپ علیہ السلام کو اذان کے الفاظ سنائے۔ باقی حدیث ذکر کر دی گئی ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اگر اس باب میں تفکر و تدبر کیا جائے تو اس بات میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ معراج کا واقعہ مکہ میں ہوا تھا البتہ اس کی تاریخ کے بارے میں اختلاف ہے اور امام سُدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام پر نماز پنجگانہ بیت المقدس میں معراج کے موقع پر ہجرت سے 16 ماہ قبل فرض ہوئی۔ اور امام واقدی فرماتے ہیں کہ معراج ہفتے کی رات رمضان المبارک سے سترہ راتیں قبل بعثت کے بارہویں سال، ہجرت مدینہ سے اٹھارہ ماہ قبل ہوئی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قول کی مخالفت کی ہے۔

183- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَائِذٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »وَأَسْرَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ لَيْلَةً إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَبْلَ خُرُوجِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ بِسَنَةٍ، فَرَضَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا

عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کو ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل رات کے وقت بیت المقدس کی طرف معراج کروائی۔ اس رات میں نماز فرض کی گئی اور آپ علیہ السلام سجدہ فرماتے اور کعبہ کو بیت المقدس میں ہوتے ہوئے قبلہ بنایا اور یہ (کعبہ) مکہ میں ہے۔

الصَّلَاةَ يَعْنِي فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَسْجُدُ وَيَجْعَلُ الْكَعْبَةَ قِبَلَ وَجْهِهِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَهُوَ بِمَكَّةَ » فَقَدْ صَحَّ أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِمَكَّةَ، وَأَمَّا حَدِيثُ الْأَذَانِ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، وَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَإِنَّهُ كَانَ بِالْمَدِينَةِ

پس یہ قول صحیح ثابت ہوا کہ معراج مکہ میں ہوئی اور حضرت عبداللہ بن زید انصاری اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول مدینہ کا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۲ص ۴۱۳۔(۲) سیرۃ ابن کثیر جلد۲ص ۹۳

184۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْحَرْبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ إِلَى الْمَدِينَةِ إِنَّمَا »يَجْتَمِعُ النَّاسُ إِلَيْهِ لِلصَّلَاةِ حِينَ مَوَاقِيتِهَا بِغَيْرِ دَعْوَةٍ فَهَمَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَجْعَلَ بُوقًا كَبُوقِ الْيَهُودِ، ثُمَّ كَرِهَهُ، ثُمَّ أَمَرَ بِالنَّاقُوسِ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ « وَقَدْ ذُكِرَ فِي بَعْضِ حَدِيثِ أَنَسٍ، أَنَّهُمْ هَمُّوا أَنْ يُنَوِّرُوا نَارًا، وَقِيلَ هَمُّوا أَنْ يَنْصُبُوا عَلَمًا حَتَّى رَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَمْرَ الْأَذَانِ

حضرت ابن اسحاق روایت کرتے ہیں جب نبی علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ نماز کے اوقات میں بغیر اعلان کے اکٹھے ہو جاتے۔ نبی کریم علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ یہودیوں کے بگل جیسا بگل بنایا جائے پھر اسے ناپسند فرمایا پھر ناقوس کا حکم دیا۔ اور حدیث کو طوالت سے ذکر کیا حضرت انس کی بعض روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے آگ روشن کرنے کا ارادہ کیا اور کہا گیا کہ نماز کے وقت جھنڈا نصب کرنے کا بھی قصد کیا جائے۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے (خواب میں) اذان کو ملاحظہ کیا۔

فَإِنْ صَحَّ الْحَدِيثُ فِي أَمْرِ الْأَذَانِ فِي لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ، فَمَا وَجْهُ هَذَا؟ وَالَّذِي عَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ وَأَمَّا الْأَذَانُ فَلَيْسَ مِنْ فُرُوضِ الصَّلَاةِ؛ لِأَنَّ فَرْضَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فُرِضَتْ فِي لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ، الْمِعْرَاجُ فِيهِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ

پس اگر شب معراج اذان والی روایات صحیح میں تو پھر اس میں کیا وجہ باقی رہ جاتی ہے اور جس پر اکثر اہل علم کا اعتماد ہے وہ حضرت عبداللہ بن زید والی حدیث ہے۔ اور اذان نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ فرض نمازیں پانچ ہیں جو شب معراج فرض کی گئیں اور معراج کے (وقوع) کے متعلق

السَّنَدِ رَوَاهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَاعَةٌ قَدْ ذَكَرْنَاهُمْ فِي أَوَّلِ كِتَابِ الْمِعْرَاجِ، وَلٰكِنْ فِي حَدِيثِ الْمِعْرَاجِ طُرُقٌ وَكَلَامٌ يُنْظَرُ فِيهِ، لَا يُطْلَقُ عَلَى الصِّحَّةِ، وَأَمَّا الْحَدِيثُ فِي نَفْسِهِ فَلَا يَرُدُّهُ مَنْ صَحَّ إِيمَانُهُ وَإِسْلَامُهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

احادیث صحیح السند ہیں۔ جنہیں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کثیر جماعۃ نے روایت فرمایا ہے۔ اور ہم نے اسے اپنی پہلی کتاب ''کتاب المعراج'' میں نقل کیا ہے۔ لیکن حدیث معراج کے بہت سے طرق ہیں اس پر کلام ہے اور محل نظر میں۔ اور البتہ حدیث مبارکہ کی جس نے تصحیح کی اسے اس کے ایمان اور اسلام کے اعتبار سے رد نہیں کیا جاتا۔

تحقیق

اذان شعائر اسلامی سے ہے یہ اللہ رب العزت کی کبریائی کا ذکر بھی ہے اور الہ واحد کی وحدانیت کا اعلان بھی، یہ رسالت کی گواہی اور تصدیق بھی ہے اور رب سے ملاقات کے لئے بندگان خدا کی سماعیوں پر دستک بھی یہ صراط مستقیم کی طرف بلانے کی ندا بھی ہے اور ہدایت وفلاح کا مژدہ بھی۔ اذان کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی یہ باب ان مقدس روایات کا امین ہے۔ باب کی ابتداء میں حضرت عمر بن خطاب اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنھما کے خوابوں سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے لیکن ابن شاہین کی ذکر کردہ حدیث مبارکہ سے اذان کی بنیاد کا پتہ چلتا ہے۔ یہ روایت الروض الانف میں امام سہیلیؒ المتوفی ۵۸۱ ھ بھی نقل فرمائے ہوئے ہیں۔ ان دومختلف روایات میں تعارض نہیں بلکہ معراج کی شب کلمات اذان آپ کی مبارک ساعتوں کی نذر ہوئے اور بعد از ہجرت رویائے اصدقاء نے انہیں مزید تقویت دی۔ البتہ اس کی شرعی واستنادی حیثیت آپ ﷺ کے اذن مبارک کی محتاج تھی جسے ارشاد کے بعد ہمیشہ کے لئے سند بنا دیا گیا گویا یہ اذان ازل سے ملا کوئی تسبیح کی صورت میں افلاک عالم میں گونج رہی تھی اور اب یہ صدائے دل نواز اپنے حقیقی وارثوں کو عطا فرما دی گئی اور اب تا صبح قیامت مشرقین سے مغربین تک رب ذوالجلال کی کبریا اور سطوت اور ان کے محبوب کی رفعتِ شان کا بیان رہے گی۔ گیارہ احادیث پر مشتمل یہ باب حضرت سعید بن مسیّب کی دو روایات اور حضرت مولا علی کرم وجہہ الکریم کی تین، حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کی دو اور ابن اسحاق کی ایک روایت پر مشتمل ہے۔ دین یہودیت ونصرانیت میں بھی عبادت الٰہی کی طرف بلانے کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ اس باب میں ان کا ذکر بھی موجود ہے لیکن نبی کریم ﷺ کا ان میں سے کسی کو اختیار نہ فرمانا اس بات کی طرف ہماری رہنمائی فرماتا ہے کہ اسلام اپنے ہر منسک وشعار میں ایک حسین انفرادیت رکھتا ہے جس کی نظیر سابق ادیان میں نہیں ملتی۔

باب : ۲۲

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ اذان اور اقامت کے کلمات کے بیان میں

185۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّرْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: »أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ، الْأَذَانَ وَيُوتِرُ الْإِقَامَةَ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار ادا کریں۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ، باب الاقامۃ، (۲) مسند ابوعوانۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب بیان اذان بلال واقامۃ، (۳) صحیح البخاری، کتاب الاذان باب الاذان مثنیٰ مثنیٰ، (۴) صحیح ابن خزیمہ کتاب الصلوٰۃ، باب تثنیہ قد قامت الصلوٰۃ فی الاقامۃ، (۵) سنن دارمی جلد ا ص ۲۷۱، (۶) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب الامر بشفع الاذان وایثار الاقامۃ، (۷) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الاذان باب من یقول الاذان مثنیٰ، (۸) مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوٰۃ، باب بدر الادان، (۹) صحیح ابن حبان، باب الاذان، (۱۰) سنن الکبری، کتاب الصلوٰۃ، باب افراد الاقامۃ

186۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيٍّ الْمَرْوَزِيُّ، قَدِمَ عَلَيْنَا قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَارِجَةُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »أَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرُ الْإِقَامَةَ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا کہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار ادا کریں۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر الاقامۃ واختلاف الروایات فیہا، (۲) سنن نسائی جلد ۲، ص ۱۳، (۳) مستدرک امام حاکم، ابواب الاذان والاقامۃ، (۴) سنن الکبری، کتاب الصلوٰۃ، باب افراد الاقامۃ

187۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَسَّانَ بْنِ جَبَلَةَ بِالْبَصْرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَمِيلٌ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ ذَكَرُوا أَنَّ وَقْتَ يُعْلِمُوا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ يَعْرِفُونَهُ، فَذَكَرُوا أَنْ يُنَوِّرُوا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا »فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ«لما كثر الناس ذكروا أن وقت يعلموا رسولِ اللهِ بشيءٍ يعرِفونه فذكروا أن ينوروا ناراً أو يضرِبوا ناقوساً۔ فأمر بلالٌ أن يشفع الآذان، وأن يوتِر الإقامة.

حضرت قلابہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگوں کی تعداد بڑھ گئی تو انہوں نے اس چیز کا ذکر کیا کہ رسول کریم علیہ السلام کسی چیز کے ساتھ نماز کے وقت کا اعلان فرما دیں (تاکہ اوقات نماز) اس چیز کے ذریعے جان لئے جائیں۔

انہوں نے ذکر کیا کہ آگ روشن کر کے یا ناقوس بجا کے پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان میں دو دو کلمات اور اقامت میں ایک ایک کلمہ ادا کریں۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاذان مثنیٰ مثنیٰ، (۲) صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الامر بشفع الاذان وایثار الاقامۃ، (۳) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی افراد الاقامۃ، (۴) سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، باب افراد الاقامۃ، (۵) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوٰۃ، باب بدء الاذان، (۶) مسند ابوعوانہ، کتاب الصلوٰۃ، باب بیان اذان بلال واقامۃ، (۷) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلوٰۃ، باب تنبیہ قد قامت الصلوٰۃ، (۸) صحیح ابن حبان، باب الاذان، (۹) شرح معانی الاثار، کتاب الصلوٰۃ باب الاذان کیف ہو، (۱۰) سنن دارمی جلد۱، ص۲۷۰

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

188۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، وَالْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْمَاطِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ الشَّطَوِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقِّيُّ (ص185:)، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ قَالُوا: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَذَانَ النَّبِيِّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ »أَذَانُهُ وَإِقَامَتُهُ مَثْنَى مَثْنَى«

حضرت عبداللہ بن زید روایت کرتے ہیں انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کی اذان سنی جس میں اذان اور اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ ادا کیے گئے تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند ابوعوانۃ جلد۱، ص۳۲۷

189۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: كَانَ »أَذَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَفْعًا شَفْعًا فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ«

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اذان اور اقامت میں دودو بار کلمات ادا فرماتے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الاقامۃ مثنیٰ مثنیٰ، (۲) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلوٰۃ، باب تنبیہ، (۳) سنن دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر الاقامۃ

190۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، أَخُو رُسْتَةَ وَالْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَيَّاطُ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمِ بْنِ الْبُرَيْدِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ كَانَ »مُؤَذِّنًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ يَشْفَعُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ«

حضرت عبداللہ بن زید انصاری روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے اذان کے لئے موذن مقرر فرمایا تھا اور وہ اذان اور اقامت کے کلمات دودو بار ادا کرتا تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، باب ماجاء فی الاقامۃ مثنیٰ مثنیٰ، (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الاذان، باب ماجاء فی الاذان والاقامۃ، (۳) شرح معانی الاثار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان کیف ہو، (۴) سنن الکبریٰ بیہقی باب ماروی فی تثنیہ الاذان والاقامۃ، (۵) سنن دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ باب ذکر الاقامۃ

191۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْدِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْخَصِيبِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ (ص186:)، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ جَاءَ إِلَى رَسُولِ

حضرت عبداللہ بن زید انصاری روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص دیوار کے ایک حصے پہ کھڑا ہے اس نے اذان کے ہر کلمے کو دودو بار ادا کیا اور اقامت میں ہر کلمے کو دودو بار ادا کیا۔ پھر اس کے بعد بیٹھ گیا اس کے جسم پر دو سبز کپڑے تھے۔

اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللَّهِ، »رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا قَائِمٌ عَلَى جَزْلِ حَائِطٍ فَأَذَّنَ مَثْنَى مَثْنَى، وَأَقَامَ مَثْنَى مَثْنَى، وَقَعَدَ قَعْدَةً وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ«

قَالَ الشَّيْخُ وَهَذَا بَابٌ قَدِ اخْتَلَفَ فِيهِ مَنْ تَقَدَّمَ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَطَائِفَةٌ اخْتَارَتِ الشَّفْعَ فِي الْأَذَانِ وَالْوَتْرَ فِي الْإِقَامَةِ، وَطَائِفَةٌ اخْتَارَتِ الشَّفْعَ فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ، وَقَالَ مَالِكٌ: يَشْفَعُ الْأَذَانَ وَيُوتِرُ الْإِقَامَةَ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقِيمُ الْمُؤَذِّنُ فُرَادَى إِلَّا أَنَّهُ يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ مَرَّتَيْنِ، قَالَ الزَّعْفَرَانِيُّ، عَنِ الشَّافِعِيِّ: الْإِقَامَةُ مَرَّةٌ، وَقَالَ الثَّوْرِيُّ: الْأَذَانُ مَثْنَى مَثْنَى وَالْإِقَامَةُ مَثْنَى مَثْنَى. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: إِذَا رَجَّعَ فَلَا بَأْسَ، وَإِنْ لَمْ يُرَجِّعْ فَلَا بَأْسَ ٥ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ التَّرْجِيعِ فِي الْأَذَانِ عَلَى حَدِيثِ أَبِي مَحْذُورَةَ؟ فَقَالَ: لَا يُعْجِبُنِي

شیخ نے کہا کہ اس باب میں متقدم اور متاخر احادیث کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔(مندرجہ ذیل محدثین وفقہا کے اقوال امام ابن شاہین نے پیش کئے ہیں۔)

1۔ایک گروہ نے اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے کلمات کی ادائیگی کے متعلق ایک بار کا قول کیا ہے۔

2۔ایک گروہ نے اذان و اقامت کے کلمات کی ادائیگی کے متعلق دو دو بار کا قول ذکر کیا ہے۔

3۔امام مالکؒ اذان کے کلمات میں دو دو بار اور اقامت کے کلمات کے متعلق ایک ایک بار ادائیگی کا قول فرماتے ہیں۔

4۔امام شافعیؒ کے نزدیک اذان کے کلمات ایک ایک بار اور اقامت کے الفاظ میں قد قامت الصلوۃ کے الفاظ دو بار کہے جائیں اور زعفرانی نے امام شافعی کا قول اقامت کے متعلق نقل کیا ہے کہ اس کے کلمات میں ایک ایک بار ادا کئے جائیں۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اذان کے کلمات بھی دو دو بار اور اقامت کے کلمات بھی دو دو بار ادا کئے جائیں۔

امام احمد ابن حنبل نے فرمایا کہ اگر اذان و اقامت کے کلمات میں ترجیع ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔

اور حضرت ابوعبداللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ان سے اذان میں ترجیع کے بارے میں حدیث ابو محذورہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے۔

تحقیق

اذان اور اقامت کے الفاظ کی تعداد کے متعلق روایات پر مشتمل یہ باب سات احادیث کا مجموعہ ہے جن میں تین روایات حضرت انس بن مالکؓ اور چار روایات حضرت عبداللہ بن زید الانصاری سے مروی ہیں۔

اس باب میں تعارض یہ ہے کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت کے الفاظ سوائے ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے ایک ایک مرتبہ مروی ہیں باب کی ابتدائی احادیث میں ایسا ہی ذکر ہوا جس پر حضرت انس بن مالکؓ کی روایات بطور استدلال پیش ہوئیں لیکن بعد کی روایات سے کلمات اذان اور اقامت کے ایک ہی جیسا ہونے کی روایات بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں اس باب میں ائمہ کرام کے اختلاف کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

احناف کے نزدیک اقامت کے الفاظ کی تعداد:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں اقامت مثل اذان کہی جائے گی یعنی اس کے کلمات اذان کی طرح ہی ہیں صرف ''قد قامت الصلوٰۃ'' مزید دو مرتبہ کیا جائے گا اگر ان کلمات میں سے کچھ کم کیا جائے تو اس سے مستحب کا ترک لازم آئے گا۔

مالکیہ کے ہاں کلمات اقامت:

امام مالکؒ کے ہاں اقامت کے کلمات کی تعداد دس ہے اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ، حیی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

یعنی قد قامت الصلوٰۃ بھی ایک ہی مرتبہ کیا جائے گا۔

شافعیہ کے نزدیک کلمات اقامت:

امام شافعیؒ کا مشہور قول اقامت کے گیارہ کلمات کا ہے جن میں ''قد قامت الصلوٰۃ'' دو مرتبہ ہے اور باقی الفاظ ایک ایک مرتبہ ہی ہیں جبکہ آپ کا دوسرا قول اقامت کے دس کلمات کا ہے۔

حنبلیہ کے نزدیک کلمات اقامت:

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اقامت کے کلمات گیارہ ہیں جن میں ''قد قامت الصلوٰۃ'' دو مرتبہ ہے۔

(المہذب جلد۱، ص۱۰۹، الہدایۃ جلد۱، ص۴۴، العقدۃ جلد۱، ص۶۵، التلقین ص۹۲)

احناف کے مذہب پر دلائل:

محدث ابن شاہینؒ کا اقامت کے کلمات دو دو بار ادا کرنے والی روایات کا متاخر ذکر کرنا احناف کے مسلک کو تقویت دیتا ہے اور پھر یہ وہ تمام روایات ہیں جو حضرت عبداللہ بن زید انصاری سے مروی ہیں اور حضرت عبداللہ بن زید اذان کے باب میں جو اہم مقام رکھتے ہیں وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں آپ ہی کے خواب نے اس عظیم شعار کی عملی صورت قائم ہوئی۔ اس باب کی رویات میں تعارض کے سبب احناف کا ایک قول اقامت میں افراد یعنی ایک ایک مرتبہ کلمات کی ادائیگی کے منسوخ ہونے کا ہے مگر امام احمد بن حنبل نے اس باب میں نسخ کے احتمال کا رد کیا ہے جس کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کیا اگر چہ اقامۃ کے کلمات ایک ایک مرتبہ ادا کرنے والی احادیث منسوخ نہ بھی ہو تب بھی ابن شاہین کی متاخر ذکر شدہ روایات احناف کے مذہب کو تقویت پہنچاتی ہیں، ابن شاہین رحمہ اللہ کے علاوہ جن دیگر محدثین نے یہ روایات اپنی اپنی سند کے ساتھ نقل فرمائیں ملاحظہ فرمائیں۔

- ☆ ......امام یعقوب بن اسحاق الاسفرائنیؒ: مسند ابو عوانۃ جلد۱، ص ۳۲۷
- ☆ ......امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ: جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جا، فی الاقامۃ مثنیٰ مثنیٰ
- ☆ ......امام ابوبکر محمد بن اسحاقؒ: صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلوٰۃ باب تثنیۃ
- ☆ ......امام الحافظ علی بن عمر الدارقطنیؒ: سنن دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر الاقامۃ واختلاف الروایات فیہا
- ☆ ......امام الحافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ: مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الاذان، باب من کان یقول الاذان مثنیٰ مثنیٰ

☆......امام ابو جعفر محمد الطحاویؒ: شرح معانی الاثار باب الاذان کیف ہو

☆......امام ابی بکر احمد بن علی البیہقیؒ: السنن الکبری، باب ماروی فی تثنیۃ الاذان والاقامۃ

درجہ بالا جلیل القدر محدثین کا اپنی اسناد سے اس حدیث مبارکہ کو اپنی کتب احادیث میں ذکر کرنا احناف کے مذہب پر دلیل بین ہے، احادیث بھی درجہ صحت کی ہیں اوران میں نسخ کا احتمال بھی نہیں ہے۔

اقامت کے کلمات میں کمی کے اسباب اوراس کی تاریخ

احناف کے ہاں اقامۃ کے کلمات بھی مثل اذان دو دو مرتبہ ادا کئے جاتے ہیں ان کی ادائیگی مستحب ہے اور نبی کریم ﷺ کا سکھایا ہوا عمل بھی یہی ہے اس کا ترک خلاف اولیٰ ہے اسی پر صحابہ کرام اور فقہا اصرار قائم رہے حتی کہ امام علاؤالدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفیؒ المتوفی ۵۸۷ھ فرماتے ہیں:

قال ابراهيم النخعي كان الناس شفعون الاقامة حتى خرج هولا، يعني بنى امية فافردوا الا قامة
(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد۱،ص۴۰۴)

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگ اقامت میں کلمات دودو مرتبہ پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ بنوامیہ کے افراد برسرِ اقتدار آئے تو اُنھوں نے کلمات کو ایک ایک مرتبہ ہی پڑھنا شروع کردیا۔

باب : ۲۳

بَابٌ فِي نَوْمِ السَّاجِدِ

سجدے کی حالت میں سونے کے بیان میں

192۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الدَّقَّاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ يَعْنِي الصَّفَدِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْحَوْطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ صَدَقَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: »مَنْ نَامَ سَاجِدًا فَعَلَيْهَا الْوُضُوءَ«

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے ارشادفرمایا جو سجدے کی حالت میں سوگیا اس پر وضوواجب ہے۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

193۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ أَبُو عُمَرَ الْقَاضِي، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَعْمَرٍ الْحَرْبِيُّ، وَغَيْرُهُمَا، قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ يَزِيدَ الضَّبِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي: الدَّالَانِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَيْسَ عَلَى مَنْ نَامَ سَاجِدًا وُضُوءٌ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اس شخص پر وضوفرض نہیں ہے جو سجدے کی حالت میں سوجائے یہاں تک کہ لیٹ جائے پس جب وہ لیٹ گیا تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہوگئے۔

شیخ نے فرمایا: عبدالسلام بن حرب ابوحافظ الدالانی سے یہ روایت لینے میں منفرد ہیں۔ میں نہیں جانتا ان سے کسی اور نے بھی یہ روایت لی ہو۔

حَتَّى يَضْطَجِعَ، فَإِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ « قَالَ الشَّيْخُ: تَفَرَّدَ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، لَا أَعْلَمُ رَوَاهُ غَيْرُهُ

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۴،ص۸۹،(۲) سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من النوم، (۳) جامع ترمذی کتاب الصلوٰۃ، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، (۵) سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ، (۶) السنن الکبریٰ، کتاب الطہارۃ، باب ماورد فی نوم الساجد

194۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يَنَامُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ« أَظُنُّ قَالَتْ: »ثُمَّ يُتِمُّ صَلَاتَهُ«

حضرت اسود حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام رکوع اور سجود میں سو جاتے تھے (اسود فرماتے ہیں میرا خیال ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ علیہ السلام) پھر نماز مکمل فرما لیتے۔

تخریج حدیث: مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ، باب من قال لیس علی من نام ساجدا

195۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ الْحَارِثِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ زَائِدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَنَامُ وَهُوَ سَاجِدٌ، ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ«

حضرت اسود سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا رسول کریم علیہ السلام (محو استراحت) ہو جاتے۔ اس حال میں کہ آپ علیہ السلام سجدے میں ہوتے پھر دوبارہ وضو نہ فرماتے اور نماز پڑھ لیتے۔

196۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَمْدَانَ الْمَوْصِلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الزِّيَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ يَعْنِي: ابْنُ عِيَاضٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يَنَامُ وَهُوَ سَاجِدٌ فَيُعْرَفُ نَوْمُهُ بِنَفْخِهِ«

حضرت ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ نبی کریم علیہ السلام سجدے کی حالت میں سو جاتے تھے آپ علیہ السلام کی نیند کو (نہایت لطیف سے) خراٹوں کی آواز سے جان لیتے۔

تخریج حدیث: مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارۃ

197۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَزِيدَ الْمَطِيرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ" : إِذَا نَامَ الْعَبْدُ وَهُوَ سَاجِدٌ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي رُوحُهُ عِنْدِي وَبَدَنُهُ سَاجِدٌ لِي"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا جب بندہ سجدے کی حالت میں سوجاتا ہے تو اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو اس کی روح میرے پاس ہے اور اس کا جسم مجھے سجدہ کررہا ہے۔

تخریج حدیث: (۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد۲،ص ۴۶۸، (۲) المحلی جلد۱،ص ۲۲۸، (۳) اتحاف السادۃ المتقین جلد۱،ص۴۲۰، (۴) تلخیص الخبیر جلد۱،ص ۱۲

198۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ" اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَضْحَكُ إِلَى ثَلَاثَةِ نَفَرٍ: رَجُلٌ قَامَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَأَحْسَنَ الطُّهُورَ، ثُمَّ صَلَّى، وَرَجُلٌ نَامَ وَهُوَ سَاجِدٌ، وَرَجُلٌ يَحْمِي كَتِيبَةً مُنْهَزِمَةً فَهُوَ عَلَى فَرَسٍ جَوَادٍ لَوْ شَاءَ أَنْ يَذْهَبَ لَذَهَبَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت تین آدمیوں پر اپنی شان کے مطابق ہنستا ہے۔

1۔وہ شخص جو آدھی رات کو کھڑا ہوا اور اچھی طرح وضو کر کے میری بارگاہ میں نماز ادا کرے۔

2۔وہ شخص جو سجدے کی حالت میں سوجائے۔

3۔ایسا شخص جو شکست خوردہ لشکر کی کا پہرہ دیتا ہے اور وہ گھوڑے پر ہے اگر جانا چاہے تو چلا جائے۔

" قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا الْبَابُ فِيهِ تَأَمُّلٌ لِمَنْ عَرَفَ أَمَّا حَدِيثُ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ فَلَيْسَ بِمَرْضِيِّ الْإِسْنَادِ؛ لِأَنَّ صَدَقَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ هَذَا يُعْرَفُ بِالدِّمَشْقِيِّ أَبُو مُعَاوِيَةَ السَّمِينُ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عَلَى غَيْرِهِ، وَقَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ

شیخ نے فرمایا۔اس باب میں معرفت رکھنے والوں کے لیے غور وفکر کی دعوت ہے۔

عمرو بن شعیب کی حدیث ضعیف الاسناد نہیں ہے کیونکہ صدقہ بن عبداللہ "دمشقی" کے نام سے معروف ہے۔ ابومعاویۃ السمین کسی دوسرے کے لیے دلیل نہیں ہیں۔ اور یحییٰ بن معین نے اور امام احمد بن حنبل نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔پس اگر یہ

مَعِينٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، فَإِنْ صَحَّ الْحَدِيثُ فَمَعْنَاهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ مَنْ نَامَ سَاجِدًا فِي صَلَاةِ الْفَرْضِ وَأَمَّا حَدِيثُ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَإِنْ صَحَّ؛ فَمَعْنَاهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ لَيْسَ عَلَى مَنْ نَامَ سَاجِدًا وَضُوءٌ حَتَّى يَضْطَجِعَ يَعْنِي فِي النَّوَافِلِ وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ مَا رَوَى الْحَسَنُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا نَامَ الْعَبْدُ وَهُوَ سَاجِدٌ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي« هَذَا يَعْنِي فِي النَّوَافِلِ وَصَلَاةِ اللَّيْلِ، وَكَذَا سَائِرُ الْأَحَادِيثِ

حدیث صحیح ہےتو اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یہ کہ جو فرض نماز میں سجدہ کی حالت میں سو گیا اور ابو العالیہ کی حدیث جو ابن عباس سے مروی ہے۔پس اگر وہ صحیح ہےتو اس کا معنیٰ اللہ رب العزت ہی جانتے ہیں۔(روایت ہے کہ) اس پر وضو نہیں جو حالت سجدہ میں سو گیا یہاں تک کہ ٹیک لگائی۔یعنی نوافل میں۔اس کی تصدیق اس روایت سے ہے جسے حسن نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔جب بندہ حالت سجدہ میں سو جاتا ہےتو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے دیکھو میرے بندے کو اس سے مراد نوافل اور رات کی نماز ہے اور اسی طرح ساری حدیث۔

تخریج حدیث:(۱) تلخیص الحبیر ،جلد۱،ص۱۲

تحقیق

سات احادیث مبارکہ پر مشتمل یہ باب حالت سجدہ میں سونے کے بیان میں ہے۔ باب کی پہلی حدیث کی روایت میں محدث ابن شاہین منفرد ہیں جبکہ دیگر روایات ائمہ صحاح میں سے امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، امام ابوعیسی ترمذیؒ نے بھی نقل فرمائی ہیں ان کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ، امام بیہقیؒ، امام دار قطنیؒ اور امام ابن ابی شیبہؒ نے بھی یہ روایات اپنی کتب احادیث میں ذکر فرمائیں۔

باب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) نیند سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں

(۲) حالت نماز کی نیند ناقص وضو ہے یا نہیں

(۳) عامۃ الناس کی نیند ناقص وضو ہے جبکہ نبی کریم علیہ السلام کی نیند مبارک ناقص وضو نہیں ہے۔

نیند سے وضو ٹوٹنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف:

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر سہارا لے کر یا ٹیک لگا کر یا پھر تکیہ لگا کر سویا جائے تو ایسی نیند ناقص وضو ہے۔
(الہدایۃ، جلد ا ص ۱۵، المغنی جلد ا ص ۱۹۷)

حالت نماز میں سو جانے پر وضو کے ٹوٹنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔

مذہب احناف:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک حالت نماز میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ نماز کا کوئی رکن طویل ہی کیوں نہ ہو جائے البتہ سہارا لے کر یا ایک ہی جانب ہو کر ٹھہر جانا ناقص وضو ہے۔

مذہب مالکیہ:

امام مالکؒ کے نزدیک اگر رکوع وسجود حالت نیند میں طویل ہو جائیں تو وضو ٹوٹ جاتا ہے البتہ قیام اور جلسہ میں ایسا ہونا ناقص وضو نہیں۔

مذہب شوافع:

شوافع کے اس باب میں دو قول ہیں قول جدید کے مطابق حالت جلسہ کے علاوہ ہر رکن کی نیند ناقص وضو ہے اور قول قدیم کے مطابق نماز کے کسی بھی رکن میں نیند وضو توڑ دیتی ہے۔

مذہب حنابلہ:

امام احمد بن حنبلؒ کے بھی اس باب میں تین قول ہیں۔

قول اوّل: یہ کہ قیام، رکوع، سجدے اور جلسے میں نیند اگر خفیف نوعیت کی ہے یعنی یہ ارکان طویل نہیں ہوئے تو ناقص وضو نہیں لیکن اگر یہ ارکان یا ان میں سے کوئی بھی طویل ہو جائے تو ایسا ناقص وضو ہے اور یہ کہ رکوع اور سجدے میں سو جانے سے اس رکعت کا اعادہ لازم آتا ہے البتہ وضو کا اعادہ لازم نہیں۔

قول دوئم: یہ ہے کہ حالت قیام وجلسہ کی نیند ناقص وضو نہیں ہے اس قول کو خرقی نے مختصر الخرقی میں بیان کیا۔

قول سوئم: حالت جلسہ کی نیند کے علاوہ ہر رکن میں نیند وضو کو لازم کر دیتی ہے۔

اہل ظواہر کے ہاں نیند بذات خود ناقص وضو ہے چاہے تھوڑی ہو یا زیادہ، بیٹھے ہو یا کھڑے، نماز میں ہو یا غیر نماز میں، حالت رکوع میں ہو یا سجدہ میں، تکیہ لگائے ہو یا ٹیک لگائے۔

(المحلی جلد ا،ص ۲۲۲)

امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہی نیند ناقص وضو ہے جو ٹیک لگا کر یا سہارا لے کر ہو چاہے ایسا حالت نماز میں ہو یا غیر نماز میں کیونکہ سہارا لینا یا ٹیک لگانا استراخ مفاصل (یعنی وجود کے جوڑ اور اعضاڈھیلے کر دیتا ہے) کو لازم کرتا ہے جبکہ رکوع وسجود یا قیام وقعدہ سے استراخ مفاصل لازم نہیں آتا، سو وہ ناقص وضو نہیں۔

اس پر بطور دلیل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ روایات پیش کی جاتی ہیں۔

(ا) حضرت عبداللہ ابن ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حالت نماز میں سو گئے یہاں تک کہ آپ کے خراٹوں کی آواز سنائی دی، جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا:

لاوضـو، علی من نام قائماً او قاعد اوراکعا او ساجد انما الوضو علی من نام مضطبھا فانہ اذانام مضطبھااسترحت مفاصلہ

اس شخص پر وضولازم نہیں جو کھڑے، بیٹھے یا سجدے میں سوگیا وضوتو اس پر ہے جو ٹیک لگا کرسویا کیونکہ جب انسان ٹیک لگاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

اس روایت کو درجہ ذیل محدثین کرام نے نقل فرمایا۔

(۱)	امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد،	کتاب الطہارۃ، باب فی الوضومن النوم
(۲)	امام ابوعیسی ترمذی،	جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ
(۳)	امام طبرانی،	المعجم الکبیر جلد۱۲،ص ۱۵۷
(۴)	امام بیہقی،	السنن الکبری جلد۱،ص ۱۲۱

ابن شاہین رحمہ اللہ کی نقل کر روایت جو اس باب کی دوسری روایت ہے احناف کے مذہب پر دلیل ہے اس روایت کو بھی جلیل القدر محدثین نے نقل فرمایا جس میں

(۱)	امام احمد بن حنبل،	مسند احمد جلد۴،ص ۸۹
(۲)	امام ابن ابی شیبہ،	مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱،ص ۱۲۳،۱۲۱
(۳)	امام ابوداؤد،	سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ
(۴)	امام ابوعیسی ترمذی،	جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ
(۵)	امام دارقطنی،	سنن دارقطنی کتاب الطہارۃ
(۶)	امام بیہقی،	السنن الکبری، کتاب الطہارۃ
(۷)	ابن جارود،	المنتقی، ص ۳۲۲
(۸)	ابن حزم،	المحلی جلد۱،ص ۲۲۵
(۹)	امام ابن عدی،	الکامل جلد۷،ص ۲۷۷

احناف کے مذہب پر تیسری حدیث ابن شاہین کی ہی روایت نمبر ۱۹۷ ہے۔

اذا نـام الـعبـد وهو ساجديقول الله عـزوجل: انظروا الی عبدی روحه عندی وبدنه ساجد لی

اس روایت کو جن محدثین نے ذکر کیا ان میں

(۱) امام احمد بن حنبل، مسند احمد جلد ۲، ص ۴۶۸

(۲) ابن حزم المحلی جلد ۱، ص ۲۲۸

(۳) امام الزبیدی، اتحاف السادۃ المتقین جلد ۱، ص ۴۲۰

(۴) امام ابن حجر، تلخیص الحبیر جلد ۱، ص ۱۲۱

اس حدیث مبارکہ سے بطور استدلال امام کاسانی فرماتے ہیں۔

ولو کان النوم فی الصلوٰۃ حدثا لما کان جسدہ فی طاعۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: اگر حالتِ نماز میں نیند ناقص وضو ہوتی تو بدن کیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہوتا۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ۱، ص ۱۲۵)

نبی کریم ﷺ کی نیند ناقص وضو نہیں:

اس بات پر اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نیند چاہے وہ جیسی بھی حالت میں ہو ناقص وضو نہیں، یہ آپ ﷺ کی وہ خصوصیت ہے کہ اس میں آپ علیہ السلام کا کوئی بھی شریک نہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے

تنام عینی ولا ینام قلبی

میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

(اللفظ المکرم بخصائص النبی ﷺ ص ۱۸۳)

ان رسول اللہ ﷺ تنام حتی نفخ ثم صلی ولم یتوضاثم قال ان عینای تنامان ولا تنام قلبی

(مجمع الزوائد ۸، ص ۲۶۶)

رسول کریم ﷺ سو جاتے یہاں تک کہ خراٹوں کی (لطیف سی) آواز آتی پھر اٹھتے اور نماز ادا فرماتے اور وضو نہ فرماتے پھر فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حالت نیند سے بیدار ہو کر نماز ادا فرما لیتے حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت فرماتے ہیں۔ اور اس باب میں حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کے الفاظ مبارکہ ہیں۔

ان النبی ﷺ کان ینام فی رکوعہ و سجودہ کان رسول اللہ ﷺ ینام وھو ساجد ثم یصلی ولا یتوضا

رسول ﷺ حالتِ رکوع وسجود میں سو جاتے پھر نماز ادا فرما لیتے حالانکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ وضو نہ کیا ہوتا۔

باب : ۲۴

بَابٌ فِي الْوِتْرِ

وتر کے بیان میں

199۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زِيَادِ بْنِ سَابُورَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَضَّاحُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مِنْدَلٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »ثَلَاثٌ هُنَّ عَلَيَّ فَرِيضَةٌ، وَهُنَّ لَكُمْ تَطَوُّعٌ؛ الْوِتْرُ، وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ، وَرَكْعَتَا الضُّحَى«

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول رحمت علیہ الصلوۃ والتسلیمات نے فرمایا (صلوت خمسہ کے علاوہ) تین نمازیں خصوصاً مجھ پر فرض اور تمہارے لئے نفل ہیں۔ وتر، فجر کی دو رکعتیں اور چاشت کی دو رکتیں۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۴ ص ۳۲۷۔(۲) العلل المتناهية جلد۱ ص ۴۴۰۔(۳) المستدرک جلد۱ ص ۳۰۰۔(۴) سنن دارقطنی کتاب الوتر

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

[وجوب الضحى والوتر والنحر عليه ﷺ]

200۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْبُرُوجِرْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَيْرُ بْنُ مِرْدَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَرَّرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أُمِرْتُ بِالضُّحَى وَالْوِتْرِ، وَلَمْ يُفْرَضْ عَلَيَّ« قَالَ الشَّيْخُ: وَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ أَقْرَبُ إِلَى الصَّوَابِ؛ لِأَنَّ الثَّانِي فِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَرَّرٍ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جان کائنات حضور رحمت عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مجھے چاشت اور وتر کی نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور اس سے قبل یہ مجھ پر فرض نہ تھیں۔

شیخ نے فرمایا، پہلی حدیث تحقیق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ دوسری حدیث میں عبداللہ بن محرر ہے اور وہ ان کے ہاں کمزور نہیں ہے۔ اور میں ان دونوں میں سے ناسخ روایت

وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْمَرْضِيِّ، وَلَا أَعْلَمُ النَّاسِخَ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ، وَلَكِنِ الَّذِى عِنْدِى أَشْبَهُ أَنْ يَكُونَ حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَرَّرٍ عَلَى مَا فِيهِ نَاسِخًا لِلْأَوَّلِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ يُثْبِتُ أَنَّ هَذِهِ الصَّلَوَاتِ فَرْضٌ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

کونہیں جانتا ان کے راوی سے لیکن میرے نزدیک زیادہ درست روایت عبداللہ بن محرر کی ہے جو اس میں ذکر کی گئی ہے۔ یہ پہلی روایت کے لیے ناسخ ہے کیونکہ اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ نمازیں فرض ہیں۔ واللہ اعلم۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی۔کتاب الوتر،باب صفة الوتر۔(۲) العلل المتناھیة جلد ۱ ص ۴۵۰

نوٹ: اس باب کی تحقیق باب من نام عن وترہ او نسیہ کے ساتھ آئے گی۔

باب : ۲۵

بَابٌ فِي صَلَاةِ الضُّحَى — چاشت کی نماز کے بیان میں

201 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ،: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" صَلَّى الضُّحَى بِبَقِيعِ الزُّبَيْرِ ثَمَانِي رَكَعَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: »إِنَّهَا صَلَاةُ رَغَبٍ، وَرَهَبٍ« قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ: هَذَا الزُّبَيْرُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَاتَ كَافِرًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے زبیر بن عبدالمطلب کے سرسبز میدان میں چاشت کی آٹھ رکعات ادا فرمائیں پھر ارشاد فرمایا بے شک یہ نماز (عبادت کی) رغبت دلانے اور (عذاب کے خوف سے) ڈرانے کیلئے ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلیمان فرماتے ہیں کہ یہ زبیر بن عبدالمطلب کفر پر فوت ہوئے ہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۵،ص ۲۴۷،(۲) جامع ترمذی، کتاب الفتن ،(۳) سنن نسائی جلد ۳،ص ۲۱۷،(۴) تفسیر الطبری جلد ۷،ص ۱۴۳

202۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْعَدَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَيُّوبَ الرَّازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْخَالِقِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أُمِّ هَانِءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ،: أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفَتْحِ، فَتْحِ مَكَّةَ،" نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ، فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: »صَلَاةُ الضُّحَى«

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب روایت کرتی ہیں جب نبی کریم علیہ السلام نے مکہ فتح کیا تو آپ علیہ السلام ایک بلند جگہ تشریف لائے اور آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کونسی نماز ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا چاشت کی۔

تخریج حدیث۔(۱) موطا امام مالک، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ الضحیٰ،(۲) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶،ص ۳۴۲،(۳) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب صلاۃ الضحیٰ فی السفر ،(۴) صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب الضحیٰ،(۵) جامع ترمذی کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ الضحیٰ،(۶) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ الضحیٰ

203۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَيْرُوزَ الْأَنْمَاطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا حَكِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ الزِّيَادِيِّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يُصَلِّي الضُّحَى سِتَّ رَكَعَاتٍ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام چاشت کی نماز چھ رکعات ادا فرماتے۔

تخریج حدیث: (۱) المعجم الاوسط جلد ۳، ص ۳۵۱، حدیث نمبر ۲۰۴، حدیث نمبر ۲۰۵، حدیث نمبر ۲۰۶

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

204۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَحَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَدِّي إِسْحَاقُ بْنُ بُهْلُولٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: »مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الضُّحَى قَطُّ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے کبھی بھی چاشت کی نماز ادا نہیں فرمائی۔

205۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى الصُّوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدٌ يَعْنِي: ابْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: »مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الضُّحَى قَطُّ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے نہیں دیکھا کہ نبی کریم علیہ السلام نے کبھی بھی چاشت کی نماز ادا فرمائی ہو۔

206- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُفَيْرٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَسِيدُ بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ الْحِمْيَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: »مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الضُّحَى قَطُّ، وَلَقَدْ كَانَ يُصَلِّي حَتَّى تَتَزَلَّعَ قَدَمَا رِجْلَيْهِ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کبھی بھی نبی کریم علیہ السلام کو چاشت کی نماز ادا کرتے نہیں دیکھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ السلام اس قدر کثرت سے نوافل ادا فرماتے کہ آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک میں ورم آ جاتا۔

207- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مَخْلَدِ بْنِ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَمْ يُصَلِّ الضُّحَى إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً « قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذِهِ أَحَادِيثُ لَيْسَ يُمْكِنُ أَنْ يُقْضَى بِأَحَدِهَا عَلَى صَاحِبِهِ لِتَقَارُبِ التَّكَافُؤِ فِي الرِّجَالِ وَلَيْسَ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ: »مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الضُّحَى قَطُّ« وَقَوْلُهُ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً عَلَى مَنْ رَآهُ صَلَّاهَا، وَالْأَشْبَهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي الضُّحَى؛ لِأَنَّهُ قَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَضَّلَ صَلَاةَ الضُّحَى، وَأَمَرَ بِهَا لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَذَلِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام نے سوائے ایک مرتبہ کے کبھی بھی چاشت کی نماز ادا نہیں کی۔ شیخ نے فرمایا: ان احادیث سے ممکن نہیں کہ دوسری روایات کا نسخ کیا جائے راویوں کے آپس میں بلحاظ صحت برابر ہونے کی وجہ سے اور نہ ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی بھی چاشت کی نماز ادا کرتے نہیں دیکھا اور حضرت وکیع کی حدیث ''مگر صرف ایک مرتبہ'' اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ انہیں نماز پڑھتے دیکھا۔ ابن شاہین فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے چاشت کی نماز ادا فرمائی ہے کیونکہ صحت سند کے ساتھ نبی کریم علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے چاشت کی نماز کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔

تخریج حدیث: (۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۴۹۷، (۲) مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۲۳۴

208 ـحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شُعْبَةَ الرَّبْعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ بَكْرٍ الْأَعْنَقِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »يَا أَنَسُ، « صَلِّ صَلَاةَ الضُّحَى؛ فَإِنَّهَا صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے انس چاشت کی نماز ادا کرو۔ بے شک یہ اللہ کی طرف رجوع کروانے والی نماز ہے۔

تخریج حدیث:(۱) المعجم الاوسط جلد۳،ص ۳۸۵،(۲) المعجم الصغیر جلد۲،ص ۱۰۶،(۳) مسند امام احمد بن حنبل جلد۴،ص ۳۶۷،(۴) صحیح ابن حبان جلد۶،ص ۲۸۰،(۵) صحیح مسلم،باب فی صلاۃ المسافرین،(۶) صحیح ابن خزیمہ جلد۲،ص ۲۳۰،(۷) سنن الکبری بیہقی جلد۳،ص ۴۹

تحقیق

آٹھ احادیث پر مشتمل یہ باب نبی کریم ﷺ کے دن کے اوقات کی نفلی نماز کے متعلق ہے اس باب میں نسخ کا احتمال نہیں ہے جن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے چاشت کی نماز ادا نہیں فرمائی محدثین کرام نے ان کی توجیہات پیش فرمائیں ہیں۔

آپ ﷺ نے چاشت کی نماز ادا فرمانا نہ صرف اپنا معمول رکھا بلکہ ان کی فضیلت اور تاکید بھی فرمائی جن صحابہ یا ازواج نے اسکی نفی فرمائی اس کے متعلق محدثین کی آرا پیش خدمت ہیں۔

(۱) مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو کبھی بھی چاشت کی نماز ادا کرتے نہیں دیکھا اور میں اسے ادا کرتی ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فی صلاۃ الضحیٰ)

امام بدرالدین عینیؒ اور امام نوویؒ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کے دو طرح کے اقوال (یعنی مسلم شریف میں صلاۃ الضحیٰ کی نفی اور بخاری شریف میں آپ کے قول سے اثبات) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام چاشت کی نماز بعض اوقات اس کی فضیلت کے پیش نظر ادا فرماتے اور کبھی اسے ترک فرما دیتے اس خوف سے کہ کہیں یہ فرض ہی نہ سمجھ لی جائے اور حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کا یہ کہنا کہ "مارایت رسول الله ﷺ یصلی سبحة الضحی" اس سبب ہے کہ چاشت کے وقت تو آپ علیہ لاسلام ان کے پاس نہیں ہوتے تھے آپ علیہ السلام یا تو مسجد میں تشریف فرما ہوتے یا پھر کسی اور جگہ اور ازواج میں سے ہر ایک کے پاس آنا بھی تو نو دنوں بعد ہی ہوتا تو ان کا یہ قول اس مناسبت سے درست ہے کہ اس پر آپ ﷺ کی پر مداومت نہیں تھی گویا حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا چاشت کی نماز کی نفی نہیں فرماتیں بلکہ اسکی مداومت کی نفی فرماتی ہیں۔

(شرح صحیح مسلم نووی جلد ۵، ص ۲۳۰)

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۶، ص ۲۹۳)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی ان تمام روایات کا جن میں چاشت کی نماز کی نفی کا ذکر ہوا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

عدم روایت عدم وقوع کو مستلزم نہیں (یعنی صحابہ کرام کا آپ علیہ السلام سے اس عمل کو نہ دیکھنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ یہ آپ علیہ السلام کی سنت نہیں)

پس جن صحابہ سے اس کا اثبات مروی ہے وہ بھی پیش کیا جاتا ہے اور جن صحابہ نے ان کی نفی کی ہے ان کے قول کو بھی اس اثبات کے قول سے تطبیق دی جاتی ہے۔

(فتح الباری جلد ۳ ص ۵۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نبی کریم علیہ السلام سے اشراق کی نماز کے متعلق روایات:

۱۔عن حنظلة الثقفی قال کان رسول الله ﷺ اذا ارتفع النهار وذهب کل احد وانفلت الناس خرج الی المسجد فرکع رکعتین

(الحاوی جلد ۱ ص ۶۲)

حنظلہ ثقفیؓ سے روایت ہے جب سورج بلند ہوتا اور ہر ایک مسجد سے چلا جاتا اور لوگ پھیل جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ وسلم مسجد کی جانب تشریف فرما ہوتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔

۲۔عن عائشةؓ قالت کان رسول الله ﷺ یصلی الضحیٰ اربعا ویزید ماشاء

(مسند امام احمد بن حنبل، صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ)

حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت سول کریم علیہ التحیہ والثناء چاشت کی نماز چار رکعت یا اس سے زیادہ جتنی چاہیے ادا فرماتے۔

۳۔عن جابرؓ عنه انه رای رسول الله ﷺ یصلی الضحیٰ بمکة ست رکعات

(معجم الاوسط)

حضرت جابر سے روایت ہے اُنھوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ میں چاشت کی چھ رکعات ادا کرتے دیکھا۔

٤۔عن حذیفةؓ ان رسول الله ﷺ کان یصلی الضحیٰ ثمان رکعات

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ ص ۲۳۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ چاشت کی آٹھ رکعات ادا فرماتے۔

درجہ بالا روایات سے آپ ﷺ کی نماز چاشت کی رکعات کی تعداد معلوم ہوئی کہ مختلف اوقات میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف رکعات ادا فرمائیں ہر ایک آپ علیہ السلام کی سنت ہے۔

نمازِ چاشت کی فضیلت:

۱۔اوصانی خلیلی بثلاث لا اوعهن حتی اموت، صوم ثلاثه ایام من کل شهر وصلاۃ الضحیٰ ونوم علی وتر
(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۱۷۸، صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین)

مجھے میرے خلیل (رب ذوالجلال) نے تین نصیحتیں فرمائیں میں اپنے وصال تک ان پر کاربند رہوں گا۔ ہر ماہ تین روزے نماز چاشت، سونے سے قبل وتر۔

۲۔عن سهل بن معاذ عن ابیه ان رسول الله ﷺ قال من قعد فی مصلا حین ینصرف من صلاۃ الصبح حتی یسبح رکعتی الضحیٰ لایقول الا خیرا غفرله خطایا، ان کانت اکثرمن زبدا البحر
(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۴۳۹، سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مسند ابی یعلی جلد ۳، ص ۶۱، رقم الحدیث ۱۴۸۷)

حضرت سہل بن معاذ کے والد سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جوشخص صبح کی نماز کے بعد اپنے مُصلا پر بیٹھا رہا پھر اس نے چاشت کی نماز ادا کی اور خیر کے سوا کوئی بات نہ کہی تو اس کی تمام خطائیں معاف ہوگئیں۔اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

۳۔عن ابی هریرۃؓ قال: قال رسول الله ﷺ من حافظ علی شفعة الضحی غفرت له ذنوبه وان کانت مثل زبدالبحر
(جامع ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی صلاۃ الضحیٰ (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول رحمت علیہ التحیہ والثناء نے فرمایا جس نے چاشت کی دو رکعت پر محافظت رکھی اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے اگر سمندر کی جھاگ کے مثل ہوں۔

٤۔قال رسول الله ﷺ من قام اذا استقبلته الشمس فتوضا فاحسن الوضو ثم قام فصلی رکعتین غفرله خطایاه، وکان کما ولدته امه
(مسند ابی یعلی جلد ۱ ص ۲۱۳، رقم الحدیث ۲۴۹، مجمع الزوائد، جلد ۲، ص ۲۳۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوشخص سورج نکلنے کے بعد کھڑا ہوا وضو اچھے طریقے سے کیا پھر چاشت کی دو رکعت ادا کی تو اس کے گناہ ایسے معاف کردیئے جائیں گے جیسے آج اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔

٥۔قال النبی ﷺ ان فی الجنة بابا یقال له الضحی فاذا کان یوم القیامة نادی مناد این الذین کانوا یدیمون صلاۃ الضحی هذا بالکم فاد خلوا
(المعجم الاوسط رقم الحدیث ۵۰۶۰، مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۲۴۲)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جسے الضحیٰ کہا جاتا ہے بروزِ حشر ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو چاشت کی نماز پر مداومت رکھتے تھے یہ تمہارا دروازہ ہے اس سے جنت میں داخل ہوجاؤ۔

باب : ۲۶

بَابٌ فِي الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں اشارہ کرنے کے بیان میں

209۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ خَالِدٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي غَطَفَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ أَشَارَ فِي الصَّلَاةِ إِشَارَةً تُفْقَهُ أَوْ تُفْهِمُ فَقَدْ قَطَعَ الصَّلَاةَ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز میں ایسا اشارہ کیا جس سے کسی نے کچھ سمجھ لیا یا جسے کچھ سمجھ آ گیا تو (اشارہ کرنے والے کی) نماز ٹوٹ جائے گی۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن داؤد۔ کتاب الصلوۃ۔ باب الاشارۃ فی الصلوۃ۔(۲) سنن دارقطنی، کتاب الجنائز، باب الاشارۃ فی الصلوۃ۔(۳) السنن الکبریٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب الاشارۃ برد السلام۔

الخلاف في ذلك

210۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ الْخَيَّاطُ، وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ قُحْطُبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الصُّدَائِيُّ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَصْرَمُ بْنُ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: »بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّي، فَأَشَارَ إِلَيَّ مَا صَنَعْتَ؟ وَأَشَارَ زِيَادٌ بِيَدِهِ يُحَرِّكُهَا« لَفْظُ يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ضروری کام کے لئے بھیجا جب میں واپس آیا تو آپ علیہ السلام نماز ادا فرمارہے تھے۔ پس آپ علیہ السلام نے مجھے اشارہ فرمایا کہ تم نے کیا کیا ہے؟ یحییٰ بن محمد کے الفاظ میں ہاتھ سے اشارہ کرنے کے الفاظ زیادہ ہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۳ ص ۳۳۴۔(۲) صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی الدابۃ۔(۳) صحیح ابن حبان۔ کتاب الصلوۃ۔ باب الصلوۃ علی الدابۃ۔(۴) سنن نسائی، باب رد السلام بالاشارۃ۔(۵) مسند ابی عوانۃ جلد ۲ ص ۱۴۰۔

211۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ زُغْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ نَابِلٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صُهَيْبٍ، : أَنَّهُ مَرَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي »فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ إِشَارَةً« قَالَ الشَّيْخُ: وَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ فِي التَّغْلِيظِ إِنْ صَحَّ فَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ مَنْسُوخًا؛ لِأَنَّ حَدِيثَ إِشَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْرُوفَةٌ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ وَغَيْرِهَا، وَقَدْ كَانَ النَّاسُ يُشِيرُونَ فِي الصَّلَاةِ لِمَنْ فَاتَهُ كَمْ فَاتَهُ فَيُصَلِّي، وَيَدْخُلُ مَعَ النَّاسِ فِيمَا بَقِيَ حَتَّى جَاءَ مُعَاذٌ، فَصَيَّرَ أَوَّلَ صَلَاتِهِ مَا لَحِقَ، ثُمَّ أَتَمَّ حِينَ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَصَوَّبَ مَا فَعَلَهُ وَلَمْ يَنْهَ مَنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَإِنْ صَحَّ الْأَوَّلُ فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مَعْنَاهُ التَّغْلِيظُ فِي الْإِشَارَةِ فِي غَيْرِ مَا يَنُوبُ مِنَ الصَّلَاةِ، وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ التَّغْلِيظُ فِي الْإِشَارَةِ فِي صَلَاةِ الْفَرْضِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

حضرت صہیب روایت کرتے ہیں وہ رسول کریم علیہ السلام کے پاس سے گزرے دراں حالیکہ آپ علیہ السلام نماز ادا فرما رہے تھے تو آپ علیہ السلام نے انہیں واپس لوٹنے کا اشارہ فرمایا۔ شیخ نے فرمایا: پہلی حدیث شدت پر محمول ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس بات کا احتمال ہے کہ منسوخ ہے۔ کیونکہ آپ علیہ السلام کی یہ اشارہ فرمانے والی حدیث اور اس کے علاوہ احادیث بھی معروف ہیں۔ اشارہ کے معاملہ میں لوگ نماز میں اشارہ کیا کرتے تھے جن کی رکعات رہ جاتی تھیں کہ کتنی رکعات ہم نے جماعت سے چھوڑ دی ہیں پس وہ لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جاتے اور باقی رکعات ان کے ساتھ پڑھ لیتے۔ یہاں تک کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ پھر نماز مکمل کی جب نبی کریم علیہ السلام نے سلام پھیرا اور آپ علیہ السلام کو اس بات کی خبر دی۔ پس آپ علیہ السلام نے آپ کے عمل کو پسند فرمایا اور جنہوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا، انہیں منع نہ فرمایا۔ اگر پہلی روایت صحیح ہے تو جائز ہے کہ اس کا معنی اشارہ کے معاملہ میں شدت وسختی ہو اور جائز ہے کہ یہ شدت فرض نماز میں اشارہ کے متعلق ہو۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی۔ کتاب الصلوۃ۔ باب ماجاء فی الاشارہ فی الصلوۃ۔ (۲) سنن نسائی' کتاب السھو۔ باب ردالسلام۔ (۳) سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلوۃ۔ باب ردالسلام (۴) سنن دارمی جلد اص ۳۱۶۔ (۵) شرح معانی الاثار جلد اص ۴۵۴۔

نوٹ۔ اس باب کی تحقیق حدیث مبارکہ نمبر 244 باب فی رد السلام فی الصلاۃ کے ساتھ کی گئی ہے۔

باب : ۲۷

بَابُ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ أَوْ نَسِيَهُ جو وتر پڑھے بغیر سو گیا یا اُسے پڑھنا بھول گیا

212۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الضَّبِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ الرُّخَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عِصَامٍ يَعْنِي: رَوَّادُ بْنُ الْجَرَّاحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَهْشَلٌ، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ فَاتَهُ الْوِتْرُ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَقْضِهِ مِنَ الْغَدِ عِنْدَ الضُّحَى « قَالَ الشَّيْخُ: هَذَا مُرْسَلٌ لَيْسَ عِنْدَ الضَّحَّاكِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے وتر رات کو رہ گئے پس اسے چاہئے کہ وہ اگلے دن چاشت کے وقت ان کی قضا کرے۔ شیخ نے فرمایا یہ روایت مرسل ہے ضحاک نے ابن عمر سے روایت نہیں لی۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی کتاب الوتر۔باب من نام عن وترہ۔(۲) الکامل لابن عدی جلد۷ ص ۵۸۔

213 ۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْفَقِيهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ وَنَسِيَهُ فَلْيَقْضِهِ إِذَا أَصْبَحَ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جو وتر کی ادائیگی سے قبل سو گیا یا ان کی ادائیگی بھول گیا اسے چاہئے کہ صبح کرے تو ادا کر لے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۳ ص ۴۴۔(۲) سنن ابی ماجہ' کتاب الصلوۃ' باب من نام عن وتر او نسیہ۔(۳) سنن دارقطنی' کتاب الوتر باب من نام عن وتر او نسیہ۔
(۴) المستدرک جلد۱ ص ۳۰۶۔

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

214۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْخَزَّازُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامِ بْنِ أَبِي خِيَرَةَ السَّدُوسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ يَعْنِي الْعَمِّيَّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هَارُونَ الْعَبْدِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ فَلَا وِتْرَ لَهُ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول رحمت علیہ السلام نے فرمایا جس نے (وتر کی ادائیگی کے بغیر) صبح کی نماز پائی تو اس پر ان کی قضا نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم' کتاب صلوۃ المسافرین' باب صلاۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ۔(۲) جامع ترمذی' کتاب الصلوۃ۔(۳) مصنف عبدالرزاق جلد۳ص۹۔(۴) مصنف ابن ابی شیبہ' کتاب الصلوۃ' جلد۲ص۸۶۔

215۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي هَارُونَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا وِتْرَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ صبح کی نماز (پالینے) کے بعد وتر کی قضا نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) المراجع السابقہ

216۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَعِيدٍ الْفَارِسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا غَسَّانُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي هَارُونَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ أَدْرَكَهُ الْفَجْرُ فَلَا وِتْرَ لَهُ« قَالَ الشَّيْخُ: وَالَّذِي يُشْبِهُ عِنْدِي إِنَّ كَانَتْ هَذِهِ الْأَحَادِيثُ صَحِيحَةَ الْمَعَانِي، فَالنَّاسِخُ مِنْهَا النَّهْيُ عَنِ الْوَتْرِ بِالنَّهَارِ مَعَ الِاخْتِيَارِ وَهُوَ أَشْبَهُ بِذَلِكَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَى وَجْهِ النِّسْيَانِ أَوِ النَّوْمِ عَنْهَا؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے (وتر کی ادائیگی کے بغیر) فجر کی نماز پالی تو اس پر وتر کی قضا نہیں ہے۔ شیخ نے فرمایا: میرے نزدیک جو چیز شبہ والی ہے وہ یہ کہ اگر یہ احادیث صحیح المعانی ہیں تو ان میں ناسخ وہ روایت ہے جو باوجود اختیار کے وتر کو دن کے وقت ادا کرنے کے متعلق ہے سوائے (یہ قضا) نسیان یا نیند کی وجہ سے ہے کیونکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو نماز ادا کرنا بھول گیا یا سو گیا تو جب اسے یاد آئے تو اس وقت ادا کرے اس کے سوا کوئی (خاص) وقت

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ فَوَقْتُهَا الْوَقْتُ الَّذِي ذَكَرَ، لَا وَقْتَ أَوْ نَامَ فَوَقْتُهَا الْوَقْتُ الَّذِي ذَكَرَ، لَا وَقْتَ لَهَا غَيْرُهُ« وَهَذَا هُوَ فِي الْفَرَائِضِ، فَإِذَا جَازَ فِي الْفَرَائِضِ فَهُوَ فِي النَّوَافِلِ وَالسُّنَنِ أَجْوَزُ وَأَمَّا الْحَدِيثُ فِي نَفْسِهِ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْقَضَاءِ فَلَيْسَ هُوَ حَدِيثٌ مَرْضِيٌّ السَّنَدِ؛ لِأَنَّ حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ رَوَاهُ أَبُو عِصَامٍ، وَهَذَا هُوَ رَوَّادُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ نَهْشَلٍ، وَنَهْشَلٌ هَذَا هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ قَرِيبًا مِنْهُ، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَلَا أَعْلَمُ أَنَّ الضَّحَّاكَ رَأَى ابْنَ عُمَرَ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ وَالثَّانِي هُوَ أَقْرَبُ وَإِنْ كَانَ فِيهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

نہیں۔ اور یہ تو فرائض نمازوں کے متعلق ہے پس اگر فرائض میں جائز ہے تو نوافل سنتوں میں تو جائز تر ہے اور جو حدیث فی نفسہ: قضا کی رخصت پر ہے وہ کمزور سند نہیں کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابو عاصم نے روایت کیا اور وہ رواد بن الجراح ہیں انہوں نے نہشل سے اور یہ ابن سعید ہیں جو ضحاک سے قریب ہیں اور ضحاک ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ضحاک نے ابن عمر کو دیکھا ہے اور ان سے حدیث سنی ہے یا نہیں۔

اور دوسری حدیث اقرب الی الصواب ہے اگر چہ اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔(۲) مسند احمد جلد ۳ ص ۲۴۳۔(۳) صحیح مسلم، کتاب المساجد۔(۴) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ۔(۵) سنن نسائی، کتاب المواقیت۔(۶) صحیح ابن حبان جلد ۶ ص ۳۷۳۔(۷) المعجم الکبیر جلد ۸ ص ۱۸۰۔(۸) شرح معانی الآثار جلد ۱ ص ۱۸۷۔

تحقیق

وتر کی قضاء کے متعلق یہ باب پانچ احادیث پر مشتمل ہے۔ باب کی ابتدائی احادیث بھی وتر کی قضاء کا حکم ہے کہ اگر بھول جانے یا سو جانے کی وجہ سے وتر کی نماز رہ گئی تو اس کی قضاء کی جائے گی، وتر رہ جانے کی صورت میں قضاء کے حکم والی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہیں اور جن روایات میں قضاء کی رخصت ہے وہ بھی حضرت ابو سعید خدریؓ سے ہی مروی ہیں اس باب کی متعارض احادیث درجہ صحیح کی ہیں ابن شاہین کے علاوہ درجہ ذیل محدثین نے یہ روایات نقل فرمائیں۔

روایت اوّل: من فاته الوتر من اليل فليقضه من الغد عندالضحىٰ

(۱) امام علی بن عمرؒ،	سنن دارقطنی، کتاب الوتر، باب من نام عن وترہ

روایت ثانی: من نام عن وتر اونسيه فليصله اذا ذكره

(۱) امام احمد بن حنبلؒ،	مسند احمد جلد ۴، صفحہ ۴۴
(۲) امام محمد بن یزید القزوینیؒ،	سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ
(۳) امام علی بن عمرؒ سنن دارقطنیؒ،	کتاب الوتر، باب من نام اونسیہ
(۴) امام ابوعبداللہ النیساپوریؒ،	المستدرک علی الصحیحین، جلد ۱، ص ۳۰۶
(۵) امام ابوبکر احمد بن علی البیہقیؒ،	السنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ
(۶) امام ابوداود سلیمان بن اشعثؒ،	''السنن''، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الدعاء بعد الوتر۔ (البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا)
(۷) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ،	''الجامع'' کتاب الصلوٰۃ
(۸) امام احمد بن علی بن المثنی ابویعلی الموصلی التمیمیؒ،	''المسند'' جلد ۲، ص ۳۶۱

جن احادیث میں قضاء وتر کی رخصت کا بیان ہے انہیں امام مسلمؒ نے صحیح، امام ترمذیؒ نے جامع، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤدؒ نے اپنی اپنی سنن، امام عبدالرزاقؒ، امام ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف، امام احمدؒ، امام ابوعوانہؒ نے اپنی مسانید اور امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں نقل فرمائیں۔

اس باب کی احادیث میں تعارض کی حیثیت:

اس باب میں ہر دو طرح کی احادیث درجہ صحیح کی ہیں روایات میں بظاہر تعارض تو ہے لیکن اس باب میں بھی نسخ کا احتمال نہیں، ان احادیث میں نبی کریم ﷺ کے دو مختلف اوقات کے افعال و اوامر کا بیان ہے۔ لہٰذا آئمہ کرام نے ہر دو طرح کی احادیث سے دو مختلف آراء و مذاہب اختیار کیے ہیں۔

اس باب میں فقہاء کے مذاہب:

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وتر کی نماز مسنون ہے واجب نہیں ہے لہٰذا اگر یہ وہ رہ جائے تو اس کی قضاء نہیں ہے البتہ امام شافعیؒ کے مطابق وتر کی نماز نبی کریم علیہ السلام کے حق میں واجب تھی امت کیلئے مسنون ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں اصح قول کے مطابق وتر واجب ہیں رہ جانے کی صورت میں اسکی قضاء لازم ہے۔ البتہ صاحبین یعنی قاضی ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ مسنون ہیں۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۲، ص ۱۰۱۰، فتاویٰ نابلسی جلد ۲، ص ۶۱۴)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:

اول: ایک اعرابی کا آپ ﷺ سے اسلام کے متعلق سوال کرنا اور آپ علیہ السلام کا جواب میں پانچ نمازوں کا ذکر فرمانا اور وتر کا ذکر نہ فرمانا

"خمس صلوات في اليوم والليلة فقال هل علي غيرها فقال "لا""

دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اس نے پوچھا! کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔

(بخاری، کتاب الایمان، مسلم کتاب الایمان)

دوئم: عبادہ بن صامتؓ کے سامنے ذکر ہوا کہ ابومحمد انصاری وتر کو واجب کہتے ہیں تو انہوں نے ارشاد فرمایا ''رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائیں جو اس حال میں رب کے پاس حاضر ہوا کہ اس نے ان

سے کچھ کم نہ کیا اللہ تعالیٰ کے پاس اس کیلئے عہد ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔''

سوئم: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ وتر کی نماز سواری پر ہی ادا فرما لیتے اور نفلی نماز بھی جس طرف چہرہ پھیرا ہوتا ادا فرما لیتے، لہٰذا اگر وتر واجب ہوتے تو وہ سواری پر ادا نہ کئے جاتے۔

(سنن دارقطنی، کتاب الوتر، سنن ابی داؤد، باب التطوع علی الراحلۃ والوتر)

چہارم: امام خطابیؒ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ جسے امام ابوداؤد نے نقل فرمایا سے استدلال کرتے ہوئے وتر کے عدم وجوب پر دلیل پیش کرتے ہیں حدیث مبارکہ یہ ہے:

قال رسول اللہ ﷺ یااھل القرآن اوتروا فان اللّٰہ وتر یحب الوتر اے اہلِ قرآن وتر پڑھا کرو بے شک اللہ وتر ہے (یعنی اکیلا ہے) اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔

(سنن ابی داؤد باب استحباب الوتر)

آپ ﷺ فرماتے ہیں، اسی حدیث مبارکہ میں اہل قرآن کو حکم کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وتر واجب نہیں، اگر یہ واجب ہوتا تو یہ حکم عام ہوتا اور عرف عام میں اہل قرآن سے مراد قراء ہیں اور حفاظ ہیں نہ کہ عام لوگ اسی لئے آپ ﷺ نے اعرابی کو بھی یہی ارشاد فرمایا کہ یہ وتر تمہارے لئے نہیں نہ تمہارے دوستوں کے لئے ہے۔

(معالم السنن جلد ۱، ص ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پنجم: ائمہ ثلاثہ کی وتر کے عدم وجوب پر پانچویں دلیل بھی سنن ابی داؤد کی حدیث مبارکہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

قال رسول اللہ ﷺ: ان اللّٰہ امرکم بصلاۃ ھی خیرلکم من حمر النعم وھی الوتر فجعلھا لکم مابین صلاۃ العشاء الی طلوع الفجر بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز بڑھا دی ہے وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے پس اسے عشاء کے بعد طلوع فجر سے پہلے ادا کرلیا کرو۔

(سنن ابی داؤد باب استحباب الوتر۔)

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کُم کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وتر واجب نہیں اگر یہ واجب ہوتے تو یہاں صیغہ الزام ذکر ہوتا، مثلاً الزمکم میں تم پر لازم کرتا ہوں یا فرض علیکم میں تم پر فرض کرتا ہوں یا اسی کے مثل الفاظ بیان ہوتے۔

(معالم السنن جلد ۱، ص ۲۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات:

دلیل اول کا جواب:

امام ابوالحسن احمد بن محمد جعفر القدوریؒ المتوفی ۴۲۸ھ دلیل اول کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ اس روایت میں آقا علیہ السلام پانچ فرض نمازوں کا ذکر فرمارہے ہیں جبکہ وتر تو ہمارے نزدیک بھی فرض نہیں اور دن اور رات میں پانچ اوقات نماز کا ذکر ہورہا ہے اور وتر تو ان ہی اوقات میں سے عشاء کے اوقات کی نماز ہے احناف کے نزدیک اس کا وقت الگ سے بیان نہیں ہوا اور پھر صرف پانچ نمازوں کے بیان سے اور کسی واجب نماز کی نفی نہیں ہوتی جیسے نذر کی نماز یا فرض کفایہ یعنی جنازہ کی نماز پھر استثناء تو مستثناء منه کی جنس سے ہوتا ہے وتر تو فرض نماز کی جنس سے نہیں۔

دوسرا جواب اس روایت پر یہ دیتے ہیں کہ یہ اعرابی والی روایت ابتداء کی ہے اس وقت وتر کی نماز کے متعلق حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ احکام و اوامر تو اس بعد کے ہیں۔

(التجرید جلد۲،ص ۷۹۸، مطبوعہ مکتبہ محمدیہ افغانستان)

امام بدرالدین عینیؒ بھی اس حدیث مبارکہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ

وقد اجیب عن هذ الحدیث بانه کان قبل استمرار الوجوب
(شرح ابی داؤد، جلد۵،ص ۳۲۴)

اس حدیث پر ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث وتر کے وجوب سے پہلے کی ہے۔

دلیل ثانی کا جواب:

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے ابومحمدؒ کے قول کے جواب میں پانچ نمازوں کا ذکر فرمایا وتر کی نفی نہیں فرمائی اور وتر الگ سے ادا کی جانے والی نماز نہیں بلکہ ان اوقات میں ہی ادا ہونے والی نماز ہے، یہ بات پہلے بھی بیان کردی گئی کہ وتر کی نماز کی فرضیت پانچ نمازوں کی طرح نہیں ہے اسی لئے حضرت عبادہ نے اس شخص کے اس قول کی تکذیب کی جو ابومحمد رحمہ اللہ کا قول آپ کے سامنے بیان کررہا تھا کہ وتر بھی باقی نمازوں کی طرح ہے یعنی فرض ہے لہٰذا تکذیب فرضیت کی ہے نہ کہ وجوب یا تاکید کی۔

دلیل ثالث کا جواب:

ائمہ ثلاثہ کی تیسری دلیل یہ کہ وتر سواری پر ہوجاتے ہیں جیسا کہ روایات سے ثابت ہے اور فرض یا وتر واجب نماز سواری پر نہیں ہوئی لہٰذا وتر واجب نہیں ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ سواری پر وتر کی نماز ابتداءً جائز تھی بعد میں اس کی تاکید کے سبب یہ حکم منسوخ ہوگیا، امام طحاویؒ المتوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فاكد فى هذه الاثار امر الوتر ولايرخص لاحد فى تركه و قد كان قبل ذلك ليس فى التاكيد كذلك فيجوز ان يكون ماروى ابن عمرؓ عن رسول الله ﷺ من وتره على الراحلة كان ذلك منه قبل تاكيده اياه ثم اكده من بعد فنسخ ذلك۔

(شرح معانی لاثار باب الوتر یصلی فی السفر علی الراحلۃ)

ان روایات میں نمازِ وتر کی تاکید کی گئی ہے اور کسی کو بھی اسے ترک کرنے کی رُخصت نہیں دی گئی اور اس روایت سے پہلے وتر کی اتنی تاکید نہیں تھی پس یہ ہوسکتا ہے کہ ابن عمرؓ نے سواری پر وتر کے متعلق جو کچھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا وہ اس تاکید سے قبل ہو پھر اس تاکید نے سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ پھر سواری پر وتر ادا نہیں فرماتے تھے۔ امام طحاوی نے لکھا:

عن نافع عن ابن عمرؓ انه كان يصلى على حلتبه ويوتر بالارض

(شرح معانی الاثار، باب الوتر)

حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ (نفلی نماز) سواری پر ادا کرتے اور وتر زمین پر ادا فرماتے۔

عن مجاهد ان ابن عمرؓ كان يصلى فى السفر على تعيره اين ما توجه به فاذا كان فى السحر نزل فاوتر

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سفر میں (نفلی) نماز سواری پر ادا فرماتے جس طرف بھی چہرہ کر لیتے اور جب سحری ہوتی تو سواری سے اُتر کر وتر ادا کرتے۔

حضرت ابن عمرؓ کی سواری پر یہ نماز نفلی ہوتی اور جب وتر کی ادائیگی مقصود ہوتی تو زمین پر ادا فرماتے۔

ان ابن عمرؓ كان يصلى على راحلته تطوعا فاذا اراد ان يوتر نزعلى عن راحلته فاوتر بالارض

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد۲، ص۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نفلی نماز سواری پر ادا فرماتے اور جب وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو زمین پر تشریف لے آتے۔

حضرت ابن عمرؓ کے والد حضرت عمر بن خطابؓ کا بھی یہی عمل تھا۔

عن القاسم بن محمد ان عمر كان يوتر بالارض

(مصنف عبدالرزاق، جلد۲، ص۵۷۹)

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ زمین پر وتر ادا فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بھی یہی معمولِ مبارک تھا۔

عن هشام بن عروه عن ابيه قال كان يصلى على راحلته فاذا اراد ان يوتر نزل فاوتر

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد۲، ص۳۰۳)

حضرت ہشام بن عروہؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نفلی نماز سواری پر ادا کرتے اور جب وتر پڑھنے کا ارادہ ہوتا تو سواری سے اُتر آتے۔

دلیل چہارم کا جواب:

ائمہ ثلاثہ کی دلیل چہارم کا جواب دیتے ہوئے امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

قلت اهل القران بحسب اللغة تيناول كل من معه شي من القران ولو كان اية فيدخل فيه الحفاظ وغيرهم على ان القرآن كان في زمنه ﷺ مفرقا بين الصحابه وبهذا التاويل الفاسد لايبطل مقتقى الامر الدال على الوجوب ولا سيماتاكيد الامر بالوتر بمحبة الله اياه بقول فان الله وتر يحب الوتر

(عمدۃ القاری جلد۵،ص۷۸،مطبوعہ دارالحدیث مصر۲۰۱۰)

(شرح سنن ابی داؤد جلد۴،ص۷۴مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۲۰۰۷)

میں یہ کہتا ہوں کہ لغت میں اہل قرآن سے مراد ہر وہ شخص ہے جسے قرآن کچھ نہ کچھ یاد ہے اگرچہ ایک آیت ہی ہو، اس میں حفاظ اور غیر حفاظ دونوں شامل ہیں اور رسول کریم ﷺ کے زمانے میں تو قرآن صحابہ کے درمیان پھیلا ہوا تھا، لہٰذا یہ تاویل باطل ہے کہ اس سے وجوب وتر پر دلیل نہیں لی جا سکتی اور نبی کریم علیہ السلام کے اس ارشاد مبارکہ کہ ''بے شک اللہ وتر (یعنی اکیلا ہے) اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔ اس قول کیلئے تائید ہے۔

دلیل پنجم کا جواب:

امام بدرالدین عینیؒ امام خطابیؒ کی اس دلیل واستدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قلت لانسلم ان قوله امدكم بصلاة يدل على انها غير لازمة بل يدل على انها لازمه وذلك لانه ﷺ نسب ذلك الى اللّٰه تعالىٰ فلايكون ذلك الا واجب لان الزيادة عن الله تعالىٰ لاتكون نفلا

(عمدۃ القاری جلد۵،ص۹۷۹)

میں یہ بات تسلیم نہیں کرتا کہ یہ قول ''امدکم بصلاۃ'' وتر کو واجب نہیں کرتا بلکہ یہ قول وتر کے وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے اور ایسا کرنا وجوب کو مستلزم ہے کیونکہ ذات باری کی طرف (سے عبادت میں) زیادتی نفل کو مستلزم نہیں۔ (بلکہ واجب پر دلالت کرتی ہے۔)

اور پھر وہ روایات بھی ذکر فرمائیں جس میں ''زادکم'' کے الفاظ بھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے۔

عن عمرو بن العاصؓ يقول اخبرني رجل من اصحاب النبي ﷺ انه سمع رسول الله ﷺ يقول: ان الله زادكم صلاة فصلوها فيما بين العشاء الى صلاة الصبح الوتر

(عمدۃ القاری،جلد۵،ص۹۷۴)

حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں سے کسی نے خبر دی ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز زیادہ فرمادی ہے پس اسے عشاء کے بعد صبح تک کسی وقت بھی پڑھ لیا کرو وہ نماز وتر ہے۔

حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللّٰہ ﷺ قال ان اللّٰہ زادکم صلاۃ فحافظوا علیھا وھی الوتر

(عمدۃ القاری جلد ۵، ص ۴۷۹)

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ فرمادی اس کی حفاظت کرو وہ وتر کی نماز ہے۔

وتر کے وجوب پر احناف کے دلائل

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات کے بعد احناف کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

احناف کی پہلی دلیل:

۱۔ عن خارجہ بن حذافہ العدوی قال خرج علینا رسول اللّٰہ ﷺ صلوٰۃ الغداء فقال لقد امرکم اللّٰہ اللیلۃ بصلوٰۃ ھی خیرلکم من حمرالنعم قال قلنا ماھی یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیک والک وسلم قال: الوتر فیھا بین صلوۃ العشاء الی طلوع الفجر

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۲۹۷)

حضرت خارجہ بن خدافہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ ہماری طرف صبح کے وقت تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آج کی رات تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ فرمایا ہے یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ وہ کیا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ وتر کی ہے جو عشاء کے بعد صبح کی نماز تک پڑھی جاسکتی ہے۔

یہ حدیث مبارکہ الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ درج ذیل صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے مروی ہے:

۱۔ حضرت خارجہ بن حذافہ العدویؓ
۲۔ حضرت عمرو بن العاصؓ
۳۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ
۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
۵۔ حضرت ابوبصرہ الغفاریؓ

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

۷۔ حضرت ابوسعید خدریؓ

درج ذیل محدثین نے ان روایات کو اپنی اسناد کے ساتھ نقل فرمایا:

۱۔	امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ	''الجامع''
۲۔	امام محمد بن یزید ابن ماجہؒ	''السنن''
۳۔	امام احمد بن شعیب نسائیؒ	''السنن''
۴۔	امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوریؒ	''المستدرک''
۵۔	امام علی بن عمر دارقطنیؒ	''السنن''
۶۔	امام اسحاق بن راھویہؒ	''المسند''
۷۔	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ	''تاریخ کبیر''

مذکورہ حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے وتر پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا اور اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے کہ

الامر المطلق للوجوب مالم یقم دلیل علی خلافہ — مطلق امر وجوب کیلئے ہوتا ہے جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو

(شرح التلویح علی التوضیح، جلد ۲، ص ۹۴)

اور پھر اس زیادتی کی نسبت ذات باری تعالیٰ کی طرف ہے نہ کہ اپنی طرف اور جب عبادت میں زیادتی کی نسبت اللہ رب العزت کی طرف ہو تو یہ زیادتی فرائض یا واجبات میں ہوتی ہے نہ کہ نوافل میں اور چونکہ یہ زیادتی دلیل ظنی سے ثابت ہے لہٰذا یہاں امام اعظمؒ نے وتر کو واجب قرار دیا نہ کہ فرض، اس حدیث مبارکہ سے دو باتیں مزید اخذ کی جاسکتی ہیں کہ نوافل کا کوئی عدد متعین نہیں ہوتا وتر اگر نفل ہوتے تو یہ بھی معدود نہ ہوتے ان کا معدود بیان ہونا ہی ان کی نفلیت کی نفی کرتا ہے اور دوسری بات یہ کہ نفل نماز کا وقت متعین نہیں جبکہ سرکار دو عالم ﷺ نے تو اس کا وقت بھی نہایت وضاحت سے اس حدیث مبارکہ میں بیان فرما دیا۔

احناف کی دوسری دلیل:

وجوب وتر پر احناف کی دوسری دلیل حضرت بریدہؓ کی وہ حدیث جسے امام حاکمؒ نے مستدرک اور ابوداؤدؒ نے سنن میں

نقل فرمایا:

عن عبداللّٰہ بن بریدہ عن ابیہ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا

(مستدرک جلد۱،ص۴۰۸)

(سنن ابی داؤد، باب فی من لم یوتر)

رسول اللّٰہ ﷺ کو فرماتے سنا، وتر حق ہیں پس جس نے وتر ادا نہ کیے وہ ہم میں سے نہیں۔ وتر حق ہیں پس جس نے وتر ادا نہ کیے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

اس حدیث پر امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

وھذا وعید شدید ولا یقال مثل ھذا الافی حق تارک فرض او واجب ولا سیما وقد تاکد ذلک بالتکرار ثلاث مرات، ومثل ھذا الکلام بھذہ التاکیدات لم تات فی حق السنین

(شرح ابی داؤد، جلد۵،ص۳۲۷)

اس حدیث مبارکہ میں وتر ادا نہ کرنے والوں کے لیے شدید وعید ہے اور یہ وعید سوائے فرض یا واجب عبادت کے لیے نہیں ہوسکتی اور اس کی ادائیگی نہایت ضروری ہے اور اس حدیث مبارکہ میں تین مرتبہ تاکید کی گئی اس کی مثل کلام اور ایسی تاکیدات مسنون عبادت کے لیے نہیں ہوسکتی۔

اس روایت مبارکہ میں آپ ﷺ نے وتر کیلئے تین مرتبہ حق کا لفظ استعمال فرمایا جس کا معنی واجب کیا گیا کیونکہ یہاں حق کا معنی واجب ہی کہا جائے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں لفظ حق بارہ مختلف وجوہ کے لئے آیا ہے جس میں سے ایک وجہ واجب کے معنی پر دلالت کرتی ہے جبکہ دیگر گیارہ وجوہات میں کسی کا معنی بھی نفل یا سنت کے معانی پر دلالت نہیں کرتا، وہ وجوہ یہ ہیں:

(۱) حق بمعنیٰ ذات باری تعالیٰ

ولواتبع الحق اھواء ھم (المومنون:۷۱)

(۲) حق بمعنیٰ القرآن

حتی جآء ھم الحق ورسول مبین (الزخرف: ۲۹)

(۳) حق بمعنیٰ الاسلام

وقل جاء الحق وزھق الباطل (الاسراء:۸۱)

(۴) حق بمعنیٰ العدل

یومئذیو فیھم اللّٰہ دینھم الحق (النور:۲۵)

ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق (الاعراف:۸۹)

(۵)حق بمعنٰی التوحید

ام یقولون به جنة بل جاء هم بالحق (المومنون:۷۰)

(۶)حق بمعنٰی الصدق

الا ان وعدالله حق (یونس ۵۵)

(۷) عبث اور باطل کے مقابل آنے والا حق

وما خلقنا السموات والارض وما بینهما الا بالحق (الحجر:۸۵)

(۸)حق بمعنٰی المال

ولیملك الذی علیه الحق (البقره:۲۸۲)

(۹) حق بمعنٰی آولی (یعنی حق دار)

ونحن احق بالملك منه (البقره : ۲۴۷)

(۱۰) حق بمعنٰی الحظ (یعنی حصہ)

وفی اموالهم حق للسائل والمحروم (الذاریات :۱۹)

(۱۱) حق بمعنٰی الحاجة (یعنی ضرورت)

قالوا لقد علمت مالنا فی بناتك من حق (لوط:۷۹)

(۱۲) حق بمعنٰی واجب (یعنی لازم)

اولئك الذین حق علیهم القول (الاحقاف:۱۸)

(الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللہ العزیز ص ۱۸۸)

آیت قرآنی سے بھی حق کا معنٰی واضح ہوگیا اور امام دارقطنی اپنی سند کے ساتھ وہ حدیث مبارکہ بیان فرماتے ہیں جس میں حق کا معنی آپ ﷺ نے بھی بیان فرمادیا۔

الوتر حق واجب — وتر حق واجب ہے۔

(سنن دارقطنی، کتاب الوتر)

احناف کے موید دلائل باب کی ابتداء دو احادیث بھی ہیں اور مذکورہ بالا احادیث بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک کو قوت دیتی ہیں، نماز وتر کی جتنی تاکید روایات و آثار میں موجود ہے اتنی کسی نفلی یا سنت نماز کی نہیں ہے، اسی لئے امام صاحب کے ہاں اس کا درجہ سنت و نوافل سے اعلیٰ ہے لیکن چونکہ یہ تمام روایات و دلائل ظنی ہیں اس لئے وتر کا حکم وجوب کی حد تک ہے نہ کہ فرضیت کا ہے۔ چونکہ اس کی قضاء کا حکم ابن ماجہ، مسند احمد، سنن دارقطنی میں صراحت سے موجود ہے اور سواری پر اس کی ادائیگی بھی امام طحاویؒ کے قول کے مطابق حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ کے عمل سے ثابت ہے لہٰذا اسے فرض کی بجائے واجب قرار دیا گیا ہے البتہ صاحبین کے نزدیک وتر واجب نہیں بلکہ سنت موکدہ ہیں اور فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے۔

باب : ۲۸

بَابٌ فِي قُنُوتِ الْفَجْرِ

فجر میں قنوت پڑھنے کے بیان میں

217- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغِفَارِ بْنُ سَلَامَةَ الْحِمْصِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خُلَيْدٌ يَعْنِي: ابْنُ دَعْلَجٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَنَتَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ الرُّكُوعِ« وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ، ثُمَّ طَلَبَ إِلَيْهِ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ فَقَدَّمَ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام فجر کی نماز میں رکوع کے بعد قنوت پڑھا کرتے تھے اور ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے دور خلافت کے ابتدائی دور میں پڑھا کرتے تھے پھر مہاجرین وانصار نے اس کے پڑھنے کی خواہش کی تو اسے رکوع سے قبل پڑھا جانے لگا۔

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبری جلد۲، ص۲۰۹، (۲) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوٰۃ، باب القنوت فی صلاۃ الفجر، (۳) شرح معانی الاثار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الفجر، (۴) سنن دارقطنی، کتاب الوتر، (۵) تلخیص الحبیر جلد۱، ص۲۴۵

218- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ يَعْنِي: الْحَوْضِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ الرَّازِيَّ، أَخْبَرَهُمْ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَنَتَ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَتَّى مَاتَ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فجر کی نماز میں تاحیات قنوت پڑھی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد۳، ص۱۶۳، (۲) مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲، ص۳۱۲، (۳) شرح معانی الاثار جلد۱، ص۲۴۴، (۴) السنن الکبری جلد۲، ص۲۰۱، (۵) مصنف عبدالرزاق، جلد۳، ص۱۱۰، (۶) سنن دارقطنی، جلد۲، ص۳۹

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

219۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُغَلِّسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ الشَّطَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْخَلِيلِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْلَى يُلَقَّبُ زُنْبُورُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الْفَجْرِ «

قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا أَعْلَمُ حَدَّثَ بِهِ إِلَّا عَنْبَسَةُ، وَلَا يُحَدِّثُ بِهِ عَنْ عَنْبَسَةَ إِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْلَى زُنْبُورُ، وَقَدْ حَدَّثَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ بَشَّارٍ الرَّمَادِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْلَى زُنْبُورٍ وَالَّذِي يَدُلُّ فِي مَعْنَى هَذِهِ الْأَحَادِيثِ أَنَّ النَّهْيَ مَنْسُوخٌ وَالَّذِي عَلَيْهِ الْعَمَلُ الْقُنُوتُ فِي الْفَجْرِ، وَأَنَّهُ النَّاسِخُ لِغَيْرِهِ؛ لِمَا رَوَاهُ أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنِ الرَّبِيعِ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَتَّى مَاتَ، وَعَلَى ذَلِكَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ. وَإِذَا كَانَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ عَلَى شَيْءٍ فَهُوَ الْحَقُّ. وَسُئِلَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الْفَجْرِ فَقَالَ: لَمْ أُدْرِكْ أَحَدًا يَعِيبُهُ فَقِيلَ لَهُ: أَوَ كَانُوا يَقْنُتُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَمَذْهَبُ مَالِكٍ: أَنَّ الْقُنُوتَ فِي الصُّبْحِ قَبْلَ الرُّكُوعِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے سے منع فرمایا۔شیخ نے فرمایا: یہ حدیث سنداً غریب ہے۔ میں نہیں جانتا اسے سوائے عنبسۃ کے کسی نے روایت کیا ہواور عنبسۃ سے سوائے محمد بن یعلی زنبور نے روایت کیا۔اور ابراہیم بن بشار الرمادی نے محمد بن یعلی زنبور سے روایت کیا اور اس حدیث کا جو معنیٰ ہے وہ اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ ممانعت منسوخ ہے اور اس پر عمل ہے (یعنی) فجر کی نماز میں قنوت پڑھی جاتی ہے اور اس کا غیر منسوخ ہے۔ جسے روایت کیا ابوجعفر الرازی نے ربیع سے انہوں نے حضرت انس سے، فرماتے ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے وصال فرمانے تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھی۔ اور اس پر اہلِ مدینہ کا عمل ہے جو اہلِ مدینہ جس پر ہوں وہ حق ہے۔

حضرت مالک بن انسؒ سے فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا۔ میں کسی کونہیں جانتا جس نے اس کے متعلق عیب جوئی کی ہو۔ ان سے کہا گیا کہ قنوت پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا ہاں۔ امام مالکؒ کے مذہب میں قنوت فجر کی نماز میں رکوع سے قبل ہے۔ ابن ابی ذئب سے صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے فرمایا: جب سے اسلام آیا ہے تب سے یہ اس علاقہ والوں کا

وَسُئِلَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الصُّبْحِ؟ فَقَالَ: هُوَ الْأَمْرُ بِهَذَا الْبَلَدِ مُنْذُ كَانَ الْإِسْلَامُ قَوْلُ أَبِي الزِّنَادِ وَابْنِ هُرْمُزٍ، وَسُئِلَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنِ الْقُنُوتِ فِي الْفَجْرِ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَأَمَّا نَحْنُ فَلَا نَفْعَلُهُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُقْنَتُ فِي الصُّبْحِ بِمَا عَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَهُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَقَالَ الْأَثْرَمُ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الْفَجْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فِي الْأَمْرِ يَحْدُثُ كَمَا قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عَلَى قَوْمٍ، قُلْتُ:

فَيَرْفَعُ بِهِ صَوْتَهُ، قَالَ: نَعَمْ، فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَسَأَلْتُ أَبِي عَنِ الْقُنُوتِ فِي أَيِ الصَّلَاةِ؟، قَالَ: فِي الْوِتْرِ بَعْدَ الرُّكُوعِ، وَإِنْ قَنَتَ فِي الْفَجْرِ اتِّبَاعُ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: فَإِنْ قَنَتَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا؟ قَالَ: لَا إِلَّا فِي الْوِتْرِ وَالْغَدَاةِ

معمول ہے۔حضرت سفیان ثوریؒ سے فجر میں قنوت پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا۔انہوں نے فرمایا۔اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔البتہ میں نہیں پڑھتا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے ہیں جسے آقا علیہ السلام نے حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی۔

امام اثرم فرماتے ہیں میں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے فجر میں قنوت پڑھنے کے متعلق پوچھا۔آپ فرماتے ہیں۔ہاں اس معاملہ میں حدیث بیان کی جاتی ہے جیسے نبی پاک علیہ السلام نے قنوت پڑھی اور لوگوں کے لیے دعا فرمائی۔میں نے عرض کی آواز بلند کی جاتی ہے۔آپ نے فرمایا۔ہاں جیسے نبی رحمت علیہ السلام نے فرمائی۔

عبداللہ بن احمد نے فرمایا۔میں نے اپنے والد سے قنوت کے متعلق پوچھا کہ یہ کون سی نماز میں پڑھی جاتی ہے۔انہوں نے فرمایا۔نماز وتر میں رکوع کے بعد اور اگر فجر کی نماز میں پڑھی جائے تو آپ علیہ السلام کی روایت کی پیروی ہو جائے گی۔میں نے عرض کی اگر ساری نمازوں میں پڑھی جائے، آپ نے فرمایا نہیں، صرف وتر اور فجر میں۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی القنوت، (۲)المعجم الاوسط، (۳)مجمع الزوائد جلد۲، ص ۱۳۸، (۴)سنن دارقطنی، کتاب الوتر، (۵)السنن الکبریٰ، جلد۲، ص۲۱۴، (۶)الاعتبار، ص۱۸۲

تحقیق

تین روایات کا یہ مختصر باب نماز فجر میں قنوت نازلہ کے بیان میں ہے ابتدائی دو احادیث حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہیں جبکہ تیسری حدیث اُم المومنین حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ قنوت نازلہ سے مراد حالت جنگ میں دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے یا کسی مصیبت و آسمانی آفت، بیماری و وباء سے نجات کیلئے نماز کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد امام کا اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگنا ہے اس دعا کا عمل اس مصیبت و مراد کے پورا ہو جانے تک جاری رہتا ہے، جہری نمازوں میں بلند آواز سے اور سری نمازوں میں امام آہستہ دعا مانگتا ہے، یہ عمل رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے البتہ اس باب کی متعارض روایات کی روشنی میں ائمہ کرام کے اقوال کے مطابق یہ بیان کیا جائے گا کہ اسکی شرعی حیثیت اب کیا ہے۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:

اس باب کی ابتدائی دو احادیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے اور یہی عمل خلفائے راشدین کا بھی تھا لیکن تیسری حدیث مبارکہ جو کہ اس کتاب کے منہج کے مطابق پہلی دو احادیث کی ناسخ ہے اس میں اس فعل کی ممانعت کا بیان ہے کہ قنوت فجر کی نماز میں نہ پڑھی جائے۔ ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مطابق اس باب میں نسخ واقع نہیں ہوا، ان کے ہاں اس کا استحباب اب بھی باقی ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فجر میں قنوت نازلہ پڑھنا منسوخ ہو گیا ہے لہٰذا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو اس باب میں منسوخیت نہیں احناف کے ہاں ابتدائی دونوں روایات اور یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، ابن شاہین رحمہ اللہ نے قنوت نازلہ پڑھنے کی ممانعت والی روایت اگرچہ پہلے نقل فرمائیں ہیں لیکن خلاف منہج یہاں اُن روایات کو بعد والی روایت کا ناسخ قرار دیا ہے۔

اس باب میں فقہاء کے مذاہب:

شوافع کے نزدیک قنوت کا حکم:

امام شافعیؒ کے نزدیک فجر کی نماز میں ہر حال میں قنوت پڑھنا مستحب ہے اور مصیبت و آفت کے وقت ہر فرض نماز میں قنوت پڑھنا بھی مستحب ہے اور وتر کی نماز میں رمضان کے آخری پندرہ دنوں میں قنوت پڑھی جائے گی۔

حنابلہ کے نزدیک قنوت کا حکم:

جنگ یا مصیبت و آفت کی صورت میں فجر کی نماز میں قنوت پڑھی جائے گی بصورت دیگر صرف وتر کی نماز میں قنوت پڑھی جائے گی۔

مالکیہ کے نزدیک قنوت کا حکم:

امام مالکؒ کے نزدیک حالت جنگ یا مصیبت کے وقت ہر فرض نماز میں قنوت پڑھنا مسنون ہے اور اگر یہ حالات نہ ہوں تو صرف فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت ہے۔

احناف کے نزدیک قنوت کا حکم:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مطابق قنوت صرف وتر کی نماز میں ہی سارا سال پڑھی جائے گی، آپ ﷺ نے واقعہ بئر معونہ کے موقع پر جو قنوت فجر کی نماز میں ادا فرمائی وہ الگ ہے اور وتر کی نماز میں پڑھی جانے والی قنوت الگ ہے، واقعہ بئر معونہ کے موقع پر پڑھی جانے والی قنوت کا دورانیہ صرف ایک ماہ تھا، اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے حکم ربی سے ترک فرما دیا جبکہ وتر کی قنوت تادم حیات آپ ﷺ کا معمول رہی۔ وتر کی قنوت واجب ہے اور باقی نمازوں کی قنوت منسوخ ہو چکی ہے۔

(معالم السنن جلد ۱، ص ۲۵۰، کتاب الام، القنوت فی الجمعۃ، المدونۃ الکبری جلد ۱، ص ۱۰۰ الکافی جلد ۱، ص ۲۰۷، کتاب الآثار، باب القنوت فی الصلوٰۃ، بدائع الصنائع، جلد ۲، ص، التجرید جلد ۲، ص ۵۸۳، الاعتبار، باب فی دعا النبی ﷺ علی احاد الکفرہ، مختصر المزنی ص ۲۱)

واقعہ بئر معونہ یہ ہے کہ 4 ہجری میں عامر بن مالک جس کا تعلق نجد سے تھا سرکار دو عالم علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اہل نجد کے لئے تبلیغ کی غرض سے صحابہ ساتھ لے جانے کی درخواست پیش کی، اگرچہ نبی کریم علیہ السلام کو عامر بن مالک کی جانب سے اطمینان نہیں تھا پھر بھی حکمت ربانی کے تحت ستر قراء صحابہ اس کے ساتھ روانہ فرما دیئے، عامر بن طفیل اور قبیلہ عصیہ ذکوان وغیرہ نے ان صحابہ کرام کو دیکھ کر ان پر حملہ کر دیا اور سوائے حضرت کعب بن زیدؓ کے تمام صحابہ شہید ہو گئے چونکہ یہ واقعہ جس جگہ پیش آیا وہ جگہ بئر معونہ تھی لہٰذا اس واقعہ کا نام اسی نسبت سے واقعہ بئر معونہ پڑ گیا۔

(عمدۃ القاری جلد ۷، ص ۱۸، مکتبہ توفیقیہ، مصر)

آپ ﷺ نے اس واقعہ کے بعدان تمام لوگوں کے لئے دعا ضرر فرمائی جوان صحابہ کرام کی شہادت کے پیش پیش رہے اور آپ ﷺ کا یہ معمول ایک ماہ تک مسلسل جاری رہا اور یہ دعا ضرر بھی آپ ﷺ ہر روز نماز فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد فرماتے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع)

احناف کے ہاں اس دعا کا محل چونکہ معمول رسول علیہ السلام کے مطابق نماز فجر تھا اور یہ معمول صرف ایک ماہ رہا اس کے بعد یہ عمل ترک کر دیا گیا لہٰذا اب قنوت صرف وتر کی نماز میں باقی ہے قنوتِ فجر منسوخ ہو چکی ہے۔

نماز فجر میں قنوت کے جواز پر دلائل:

اس واقعہ کے بعد چونکہ نبی کریم ﷺ نے مسلسل ایک ماہ تک ان کفار کے لئے دعا ضرر فرمائی لہٰذا فجر میں قنوت نازلہ والی روایات بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہیں اور ایک ماہ بعد یہ عمل مبارک ترک بھی فرما دیا گیا اور وہ روایات بھی بہت سے صحابہ کرام نے روایت کی ہیں، دونوں طرح کی احادیث درجہ صحیح کی ہیں اور ثابت بھی ہیں بخاری و مسلم جیسی کتابوں میں موجود ہیں لیکن اس حکم کی عدم منسوخیت پر جو روایات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عن انس ابن مالکؓ مازال رسول الله ﷺ یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا

(السنن الکبری، باب الدلیل علی انہ لم یترک اصل القنوت فی صلاۃ الصبح)

حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمانے تک ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھی۔

(۲) عن ابی ھریرۃؓ قال واللّٰہ لانا اقربکم صلاۃ برسول الله ﷺ فکان ابو ھریرہ یقننت فی الرکعۃ الاخیرۃ من صلاۃ الصبح بعد مایقول سمع الله لمن حمدہ فیدعو للمومنین ویلعن الکفار

(صحیح البخاری، کتاب لاذان رقم الحدیث ۷۹۷، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد ا ص ۳۸۲ مطبوعہ المکتبۃ المکیۃ ۲۰۰۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کو جانتا ہوں پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد مومنین کے لیے دعا اور کفار پر لعنت فرماتے تھے۔

دلائل مذکورہ کا جواب:

(۱) حضرت انس بن مالکؓ سے اس باب میں مختلف طرح کی روایات وارد ہیں جن میں الفاظ و مضامین کا یکسر اختلاف ہے۔ مثلاً

روی ابو مجلز عن انس قال قنت رسول الله ﷺ فی الفجر بعد الرکوع
(صحیح البخاری، کتاب المغازی)

ابومجلز حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے نماز فجر میں رکوع کے بعد قنوت پڑھتے۔

عن عاصم عن انسؓ سالته عن القنوت قبل الرکوع او بعده، وقال قبل الرکوع
(صحیح مسلم، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاۃ)

عاصم روایت کرتے ہیں کہ میں نے انس ابن مالک سے پوچھا کہ قنوت رکوع سے پہلے ہے یا بعد انہوں نے کہا پہلے

مذکورہ دونوں روایات میں تعارض ہے حضرت انس بن مالکؓ دونوں روایات میں قنوت کا محل الگ الگ بیان فرمارہے ہیں، جبکہ اس کے مقابل آپ کی وہ روایت جسے ابن سیرین نے نقل فرمایا اس باب میں نہایت واضح ہے۔

عن انس ابن سیرین عن انس ابن مالك ان النبی ﷺ قنت شهرا ثم ترکه
(سنن ابی داؤد باب القنوت فی الصلوٰۃ)

ابن سیرین سے روایت ہے حضرت انس ابن مالک فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی پھر اسے ترک فرما دیا۔

یہی وجہ ہے کہ آپؓ نے خود بھی یہ عمل ترک فرمادیا تھا اسی لئے امام بدرالدین عینیؒ امام طبرانیؒ کی روایت بیان فرماتے ہیں۔

حدثنا غالب بن فرقد الطحان قال کنت عند انس بن مالك شهرین فلم یقنت فی صلاۃ الغداۃ
(عمدۃ القاری جلد۵،ص۱۵۴،مطبوعہ مصر)

حضرت غالب بن فرقد بیان فرماتے ہیں میں ایک مہینہ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس رہا انہوں نے صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی۔

امام عینیؒ فرماتے ہیں:

فهذا یدل علی ان القنوت کان ثم نسخ اذلو لم ینسخ لم یکن انس یترکه
(عمدۃ القاری جلد۵،ص۱۵۴)

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ قنوت پہلے پڑھی جاتی تھی پھر منسوخ ہوگئی اگر منسوخ نہ ہوئی ہوتی تو حضرت انس اسے ترک نہ فرماتے۔

عن قتادہ عن انس ان النبی قنت شهر یدعو علی حی من احیاء العرب بعد الرکوع ثم ترکه
(صحیح مسلم، کتاب المساجد، سنن نسائی فی کتاب الافتتاح باب ترک القنوت، مسند ابی یعلی موصلی رقم الحدیث ۳۰۱۹)

حضرت قتادہؓ، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک ماہ قاتلین کیلئے دعا ضرر رکوع کے بعد پڑھی پھر اسے ترک فرما دیا۔

بخاری شریف کے الفاظ بھی نہایت واضح ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے یہ قصہ مختصراً بیان فرمانے کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ضرر کا بیان فرمایا۔

فدعا عليهم رسول الله ﷺ شهرا فی صلاة الغداة

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، کتاب الدعوات رقم الحدیث ۶۲۹۴، مسند ابی یعلی موصلی رقم الحدیث ۳۹۰۳)

پس رسول کریم علیہ السلام نے ایک ماہ تک فجر کی نماز میں ان کیلئے دعا ضرر فرمائی۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے حضرت انس بن مالک کا اپنا قول و عمل بغیر کسی تعارض کے واضح ہوگیا اور حضرت انس بن مالکؓ جس قنوت کا ذکر آپ علیہ السلام کی نسبت سے کر رہے ہیں اس کے متعلق امام کاسانیؒ فرماتے ہیں:

وتاويل مارواه الشافعی انه طول القيام بالقراة وطولالقيام يسمى قنوتاً

(بدائع الصنائع جلد ۲، ص ۲۳۲)

امام شافعیؒ جس حدیث قنوت سے استدلال کر رہے ہیں اس کی تاویل یہ ہے کہ طویل قرأت سے قیام طویل کر لینا قنوت کہلاتا ہے۔ پس نبی کریم علیہ السلام کا عمل مبارک فجر میں ہمیشہ یہی رہا کہ آپ علیہ السلام طویل قیام فرماتے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مبارکہ کا جواب یہ ہے کہ آپ سے زیادہ سرکار دوعالمؐ کی محبت مبارکہ پانے والے کثیر صحابہ کرام نے قنوت فجر والی روایات کی منسوخیت والی احادیث روایت فرمائیں اور دوسرا یہ کہ جن روایات میں نبی کریم علیہ السلام کو دعا ضرر ترک فرمانے کا حکم ہوا اس کے راویوں میں خود حضرت ابوہریرہؓ بھی ہیں۔

احناف کے دلائل:

واقعہ بئر معونہ کے بعد آپ ﷺ قاتلین کیلئے مسلسل ایک ماہ دعا ضرر فرماتے رہے پھر اللہ رب العزت نے آیت قرآنی نازل فرما کر آپ علیہ السلام کو دعا ضرر ترک فرمانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں:۔

(١) يقول كان رسول الله يقول حين يرفع راسه من الركوع فی صلوٰة الفجر فی الرکعة الثانيه بعد سمع الله حمده ربنالك الحمد، اللهم انج الوليد بن الوليد وسلمة بن هشام وعياش بن ابی ربيعة والمستضعفين من المومنين اللهم اشدد وطالك على مضروا اجعلها سنين كسنيی يوسف، ثم بلغنا انه ترك ذلك لمانزلت "ليس لك من الامرشيئی اويتوب عليهم او يعذبهم فانهم ظلمون

(متفق علیہ،صحیح بخاری، کتاب التفسیر،صحیح مسلم، کتاب المساجد)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں دوسری رکعت میں رکوع سے سر اٹھا کر سمع الله لمن حمده ربنالك الحمد فرمانے کے بعد یہ فرماتے اے اللہ ولید بن ولید، سلمۃ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما اور کمزور مسلمانوں کو اے اللہ ان مضر والوں پر سختی فرما اور ان پر ایسے (قحط وسختی کے) سال مسلّط فرما جیسے تو نے قوم یوسف پر فرمائے۔ پھر ہمیں یہ بات پہنچی کہ آپ علیہ السلام نے اسے اس آیت "ليس لك من الامرشيئی" کے نزول کے بعد ترک فرما دیا۔

(٢) امام دارقطنیؒ اور امام بیہقیؒ سنداً ذکر فرماتے ہیں:

عن ام سلمة عن النبی ﷺ نهی عن القنوت فی الفجر

(سنن دارقطنی، باب صفۃ القنوت وبیان موضعہ)

(السنن الکبری، باب من لم یر القنوت فی صلوٰۃ الصبح)

حضرت ام سلمہ روایت فرماتی ہیں نبی پاک ﷺ نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے سے منع فرما دیا۔

(٣) عن عاصم الاحول عن انس قال سالته عن القنوت اقبل الركوع او بعد الركوع فقال قبل الركوع قال فقلت فانهم يزعمون ان رسول الله ﷺ قنت بعدالركوع فقال كذبوا انما قنت رسول ﷺ شهرا يدعو على ناس قتلوا اناسا من اصحابه يقال لهم القراء

(متفق علیہ صحیح البخاری، کتاب الوتر، صحیح مسلم، کتاب المساجد)

عاصم الاحول روایت فرماتے ہیں ہم نے حضرت انس بن مالک سے قنوت سے متعلق پوچھا کہ اسے رکوع سے پہلے پڑھیں یا بعد میں، انہوں نے فرمایا رکوع سے قبل، پھر فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ اصحاب یہ گمان کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی جاتی ہے آپ نے فرمایا وہ سچ نہیں کہتے بے شک رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ماہ اُن لوگوں کے لئے دعا ضرر فرمائی جنہوں نے صحابہ کرام کو شہید کیا تھا ان (صحابہ کو) قراء کہا جاتا تھا۔

(٤) عن خالد بن ابی عمران قال بینا رسول الله ﷺ یدعو علی مضر اذ جاء جبریل فاء وما الیه ان اسکت فسکت فقال یامحمد ان الله عزوجل لم یبعثك سبابا ولا لعانا وانما بعثك رحمة ولم یبعثك عذابا لیس لك الا مرشیئی اویتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظالمون

(السنن الکبری، کتاب الصلوٰۃ، باب دعا القنوت)

حضرت ابی عمران سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مضر کیلئے دعا ضرر فرمائی تو جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اے محمد عربی ﷺ اللہ رب العزت نے آپ کو لعنت و ملامت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ آپ تو رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں نہ کہ عذاب نازل فرمانے کے لیے مبعوث ہوئے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ......"

(٥) عن عبدالله ابن مسعودؓ قال لم یقنت رسول الله ﷺ الا شهرا لم یقنت قبله ولا بعده

(المعجم الکبیر جلد ۱۰ ص ۸۳، رقم الحدیث ۹۹۷۳)

(السنن الکبری، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یر القنوت)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ماہ قنوت پڑھی نہ اس سے قبل اور نہ بعد میں پڑھی۔

(٦) عن ابن عمر یقول ارایتم قیامکم عند فراغ القاری، هذا القنوت والله انه بدعة مافعله رسول الله ﷺ غیر شهر واحد لم ترکه

(السنن الکبری، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یر القنوت، مجمع الزوائد، کتاب الصلوٰۃ باب القنوت)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کیا تم نے اپنے قیام کو دیکھا ہے، اس قاری کے قنوت پڑھنے کے وقت، یہ بدعت ہے رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ہی ماہ ایسا عمل فرمایا۔

(٧) عن ابی مالك سعد بن طارق الا شجعی عن ابیه صلیت خلف النبی ﷺ فلم یقنت وصلیت خلف ابی بکر فلم یقنت وصلیت خلف عمر فلم یقنت وصلیت خلف عثمان فلم یقنت وصلیت علی فلم یقنت ثم قال یا بنی انها بدعة

(سنن نسائی، رقم ۱۰۷۹)

(صحیح ابن حبان، رقم ۱۹۸۹)

سعد بن طارق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے قنوت نہیں پڑھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی۔ حضرت عثمانؓ کے پیچھے پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی مولا علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی اے میرے بیٹے یہ بدعت ہے۔

دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ میں نے پچاس سال نمازیں رسول کریم علیہ السلام ابوبکر وعمر وعثمان کے پیچھے پڑھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایات اور آیت قرآنی کے ذریعہ اس حکم کا نسخ احناف کے مذہب پر دلیل بین ہے کہ قنوت فجر منسوخ ہو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ جب ایک مرتبہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسے نماز فجر میں پڑھا تو لوگوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔

(۸) اخرج عن علیؓ انه لما قنت فی الصبح انکر الناس علیه فقال استنصرنا علی عدونا

(نصب الرایۃ، جلد۳، ص۱۶۹، دارالحدیث القاہرہ)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے جب انہوں نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھی تو لوگوں نے اس کے مسنون ہونے کا انکار کیا تو آپ نے فرمایا ہم اپنے دشمنوں پر فتح مانگی ہے (اور یہ انکار کرنے والے سوائے صحابہ اور تابعین کے اور کون تھے۔)

خلاصہ باب:

روایات اور آثار کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ قنوت نازلہ ایک خاص موقع پر آپ ﷺ نے پڑھی پھر حکم الٰہی سے ترک فرمادی، عام حالات میں نہ تو صحابہ نے پڑھی اور نہ ہی اس پر کوئی اثر وارد ہے البتہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حالت جنگ میں اپنے دشمنوں پر غلبہ پانے اور ان کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے پڑھی اسی لئے امام طحاویؒ اور امام ابراہیم حلبیؒ اس کے متعلق آخر میں فرماتے ہیں۔

انما لا یقنت عندنا فی صلوٰۃ الفجر من غیر بلیة فاذا وقعت فتنة او بلیة فلا باس به فعله رسول الله ﷺ

(البنایۃ شرح ہدایۃ، جلد۲، ص۵۰۴)

(حلبی کبیری ص۴۶۳، مکتبہ نعمانیہ کوئٹہ)

قنوت ہمارے نزدیک فجر کی نماز میں سوائے آفات کے نہیں پڑھا جاتا پس جب کوئی مصیبت آجائے تو اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں یہ آپ علیہ السلام کا عمل رہا ہے۔

لہٰذا اگر فتنہ واقع ہو جائے یا آفت آجائے تو نماز فجر میں اسے اب بھی پڑھا جاسکتا ہے اور ایسا کرنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سنت سے ثابت ہے۔

باب : ۲۹

بَابٌ فِي صَلَاةِ الْإِمَامِ

امام کی نماز کے بیان میں

220۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَهْزَادَ بْنِ مِهْرَانَ السِّيرَافِيُّ بِمِصْرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، أَنَّ أَبَا شُرَيْحٍ الْعَدَوِيَّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »الْإِمَامُ جُنَّةٌ، فَإِنْ أَتَمَّ فَلَكُمْ وَلَهُ، وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيْهِ النُّقْصَانُ وَلَكُمُ التَّمَامُ«

ابوشریح العدوی سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ امام ڈھال ہے اگر وہ اپنی نماز مکمل کر لے تو تمہاری نماز بھی مکمل ہوگئی اور اگر اس کی نماز میں کمی (یا خامی) ہے تو اس کا وبال اس پر ہے البتہ تمہاری نماز مکمل ہو جائے گی۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الاثار، جلد ۳، ص ۵۵۔(۲) المطالب العالیۃ، جلد ۱، ص ۱۱۴۔(۳) التاریخ الکبیر، جلد ۶، ص ۵۱۶۔

221۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الشَّيْبَانِيُّ بِدِمَشْقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَسَدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ، مِنْ أَهْلِ مِصْرَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: سَافَرْنَا مَعَهُ، فَحَرَصْنَا أَنْ يَؤُمَّنَا فَأَبَى، فَقُلْنَا: مَا يَحْمِلُكَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »مَنْ أَمَّ قَوْمًا فَأَتَمَّ الصَّلَاةَ فَلَهُ وَلَهُمْ، وَإِنْ هُوَ لَمْ يُتِمَّ فَعَلَيْهِ الْإِثْمُ، وَقَدْ تَمَّ ذَلِكَ لَهُمْ«

حضرت عبداللہ بن عامر اسلمی ابوعلی جو اہل مصر سے ہیں عقبہ بن عامر الجہنیؓ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ سفر میں تھے۔ ہمیں اس چیز کی خواہش ہوئی کہ وہ ہماری امامت کروائیں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ ہم نے عرض کی آپ کو کس چیز نے اس (انکار) پر برانگیختہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے کسی قوم کی امامت کی اگر اس کی نماز کامل ہوئی تو ان کی بھی ہوگئی اور اگر کامل نہ ہوئی تو اس پر گناہ ہے اور ان کی قوم کی نماز مکمل ہوگئی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۴، ص ۱۴۵۔۱۵۴۔(۲) سنن ابی داؤد، باب فی جماع الامام وفضلھا، جلد ۱، ص ۱۵۸۔(۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الاقامۃ، باب مایجب علی الامام۔(۴) مسند ابی داؤد الطیالسی، رقم ۲۰۰۴۔(۵) صحیح ابن خزیمہ، رقم ۱۵۱۳۔(۶) صحیح ابن حبان، جلد ۵، ص ۵۹۹۔(۷) المستدرک جلد ۱، ص ۳۱۰۔(۸) المعجم الکبیر، جلد ۱۷، ص ۳۲۹۔(۹) مشکل الآثار، جلد ۳، ص ۵۴

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

222۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ إِشْكَابَ الْبُخَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفِ بْنِ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا فَسَدَتْ صَلَاةُ الْإِمَامِ فَسَدَتْ صَلَاةُ مَنْ خَلْفَهُ« قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَانِ الْحَدِيثَانِ لَهُمَا وَجْهٌ فِي الْعِلْمِ وَذَلِكَ: أَنَّهُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَالتَّمَكُّنَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، كَانَ هُوَ النَّاقِصُ لِصَلَاةِ نَفْسِهِ، وَكَانَ الْمُؤْتَمُّونَ بِهِ، مَعَ اجْتِهَادِهِمْ فِي صَلَاتِهِمْ تَامَّةً وَأَمَّا وَجْهُ الْحَدِيثِ الثَّانِي: إِذَا فَسَدَتْ صَلَاةُ الْإِمَامِ فَسَدَتْ صَلَاةُ مَنْ خَلْفَهُ، إِذَا ذَكَرَ بَعْدَ الصَّلَاةِ أَنَّهُ كَانَ جُنُبًا أَوْ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ، فَأَعْلَمَهُمْ بِذَلِكَ فَسَدَتْ صَلَاتُهُمْ لِفَسَادِ صَلَاتِهِ، وَإِنْ لَمْ يَعْلَمُوا ذَلِكَ فَصَلَاتُهُمْ مَاضِيَةٌ، وَعَلَيْهِ هُوَ الْإِعَادَةُ، وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی مکرم علیہ السلام نے فرمایا جب امام کی نماز ٹوٹ جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

شیخ نے کہا ان دو مختلف روایات میں کوئی علمی وجوہ ہیں اور وہ یہ کہ اگر رکوع وسجود مکمل ہی نہ کیے جائیں اور دو سجدوں کے درمیان زمین پر جم جائیں (یعنی سجدہ کر لیں) تو ایسا کرنا امام کی نماز کو ناقص کر دیتا ہے اور مقتدی اپنے فہم کے مطابق نماز کامل کر چکے ہوتے ہیں اور دوسری حدیث کے مطابق اگر امام کی نماز باطل و فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اگر امام نماز کے بعد یہ بتا دے کہ وہ جنبی تھا یا اس کا وضو نہیں ہے پس میں نے اس سبب جان لیا کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے سبب فاسد ہو جاتی ہے اور اگر مقتدیوں کو امام کی نماز فاسد ہونے کا علم نہ ہوا تو ان کی نماز ہو جائے گی البتہ امام اعادہ کرے گا اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) کنز العمال، رقم ۲۰۴۱۰

223۔ مَا حَدَّثَنَاهُ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَحْدَرُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بَقِيَّةَ، عَنْ عِيسَى بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ جُوَيْبِرٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »أَيُّمَا إِمَامٍ سَهَا فَصَلَّى بِالْقَوْمِ وَهُوَ جُنُبٌ، فَقَدْ مَضَتْ صَلَاتُهُمْ، ثُمَّ لِيَغْتَسِلْ هُوَ، ثُمَّ لِيُعِدْ صَلَاتَهُ، وَإِنْ صَلَّى بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَمِثْلُ ذَلِكَ«

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا جو امام بھی (غفلت) سے لوگوں کو نماز پڑھا دے اور وہ حالت جنابت میں ہو تو ان کی نماز رائیگاں گئی پھر غسل کرے اور نماز کا اعادہ کرے اور اگر اس نے بغیر وضو ایسا کیا تو اس کے مثل (یعنی وضو کرے اور نماز پڑھائے)

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، جلد۱، ص۳۶۴، کتاب الصلوۃ الامام وھو جنب او محدث۔(۲) الجامع الصغیر، جلد۱، ص۳۶

تحقیق

چار روایات پر مشتمل یہ باب امام کی اقتداء میں مقتدی کی نماز کی صحت وعدم صحت کے متعلق متعارض احادیث پر مشتمل ہے۔ اگر امام کی نماز کامل نہیں تو اس سے مقتدی کی نماز اثر انداز ہوتی ہے یا نہیں۔ ان مسائل پر ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوشریح عدوی، حضرت عقبہ بن عامر الجہنی، حضرت ابوہریرہ اور حضرت براء بن عازب کی روایات نقل فرمائیں۔ باب ہذا میں درجہ ذیل اُمور قابلِ توجہ ہیں۔

۱۔ امام کی نماز میں نقص کے سبب مقتدی کی نماز کا حکم

۲۔ اس باب میں ائمہ اربعہ کے مذاہب

۳۔ احناف کے دلائل

۴۔ فاجر کی اقتداء میں نماز کا حکم

جماعت کی نماز کے لیے شریعت نے ایک امام مقرر فرمانے کا حکم ارشاد فرمایا جس کی اہلیت مقتدیوں کے ہاں مسلمہ ہو اور اس کی اقتداء کی جائے تاکہ جہاں ایک طرف اجتماعیت قائم ہے وہاں دین میں کمزور مسلمانوں کی نماز بھی درست رہے اور قبولیت کا سبب بنے۔ اس صورت میں یہ بات بہت اہم ہے کہ امام کی نماز درست رہے تاکہ صاحبان اقتداء کی نماز بھی درست ہو لیکن اگر امام کی نماز میں ریب ہو، نقص ہو یا وہ ثواب سے محروم رہ جائے تو لامحالہ اس کا اثر اقتداء کرنے والوں پر بھی پڑے گا۔ باب کی متاخر روایت جو ابن شاہین رحمہ اللہ کے نزدیک ناسخ ہے اس میں اسی بات کا بیان ہے اور آپ کا اپنا موقف بھی ترجمہ باب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ائمہ کے مذاہب ملاحظہ فرمائیں۔

مذہبِ شافعیہ:

شافعیہ کے نزدیک امام کی کسی قسم کی بھی غلطی کا اثر مقتدی کی نماز پر نہیں پڑتا چاہے امام کو حدث لاحق ہو جائے۔

(فتح الباری، جلد ا، ص ۱۳۶، دار احیاء التراث العربی)

مذہبِ حنابلہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس باب میں دو قول مروی ہیں۔

۱۔ اگر امام نے پچھنے لگوانے کے بعد بغیر وضو نماز ادا کی تو مقتدی کی اقتداء درست ہوگی۔ اسی طرح حالتِ نماز میں امام نے شرمگاہ کو چھولیا تب بھی امام و مقتدی کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ اگر چہ حنابلہ کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو ہے۔

۲۔ اگر امام نے رکوع و سجود پورے نہ کیے تو مقتدی و امام دونوں کی نماز نہیں ہوگی۔ البتہ امام کے محدث ہونے کی صورت میں مقتدی کی نماز ہو جائے گی۔

(فتح الباری، لابن رجب حنبلیؒ، جلد ۴، ص ۱۸۰، دار ابن جوزی السعودیہ، ۱۴۲۲ھ)

مذہبِ مالکیہ:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر امام فرائض نماز میں کسی قسم کی کمی کرے تو اس کی اتباع نہ کی جائے گو یہ مالکیہ کے ہاں امام کے فرائض میں غلطی کرنا مقتدی کی نماز پر اثر انداز ہوتا ہے۔ سنت یا مستحب عمل کا ترک مضر نہیں۔

(شرح ابن بطال مالکی جلد ۲، ص ۳۲۱، مکتبۃ الرشد السعودیہ ۱۴۲۳ھ)

مذہب حنفیہ

احناف کے ہاں امام کی ہر طرح کی غلطی مقتدی کی نماز پر براہِ راست اثر انداز ہوگی مثلاً

۱۔ امام کے محدث ہونے کے باوجود پڑھی جانے والی نماز امام و مقتدی پر واجب الاعادہ ہے۔

۲۔ فرائض میں کمی سے نماز کا بطلان اور سنت کے ترک سے کراہیت لازم آئے گی۔

۳۔ اگر امام اشارے سے نماز پڑھا رہا ہے تو اگر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے والے ہیں تو ان کی نماز درست نہیں۔

۴۔ اگر امام نفل پڑھا رہا ہے تو اس کی اقتداء میں فرض درست نہیں۔ مقتدی امام کی اقتداء میں کسی اور وقت کی نماز ادا کر رہا ہو تو یہ اقتداء بھی درست نہیں۔

احناف کے دلائل

۱۔ ابن شاہین رحمہ اللہ نے بطور ناسخ جو روایت نقل فرمائی اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا احناف کے مذہب پر موید ہے۔

۲۔ امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ امام حاکم کی روایت کے الفاظ ''الامام ضامن'' سے بطور استدلال فرماتے ہیں۔

صلاتھم فی ضمن صلاتہ صحتا و فسادا مقتدی کی نماز امام کی نماز کے تابع ہے صحیح ہو یا فاسد۔

(عمدۃ القاری، جلد۴، ص۴۵۹، مکتبہ توفیقیہ، مصر)

امام عینیؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے استدلال فرمایا کیونکہ حجاج بن یوسف نماز اپنے وقت سے مؤخر کر کے جماعت کرواتا تو آپ رضی اللہ عنہ پہلے ہی فرض ادا فرما کر آتے کیونکہ تاخیر سے کراہیۃ کا اثر گویہ آپ کے نزدیک مقتدی کی نماز پر ہوتا ہے لہٰذا آپ اس کی اقتداء میں نفل کی نیت فرما لیتے۔

(عمدۃ القاری، جلد۴، ص۴۵۹)

امام بدر الدین عینی رحمتہ اللہ ائمہ ثلاثہ کے دلائل میں پیش کی جانے والی حدیث مبارکہ کا جواب دیتے ہیں حدیث مبارکہ یہ ہے:

من ام الناس فاصاب الوقت فله ولھم ومن انتقص من ذلك شيئا فعليه ولا عليھم جس نے لوگوں کی امامت کی اور (نماز) کا وقت پالیا تو اس کا اجر امام و مقتدی کے لیے ہے اور اگر کسی معاملہ میں کمی رکھی گئی تو اس کا گناہ امام پر ہے لوگوں پر نہیں۔

حدیث مبارکہ میں فلہ ولکم سے مراد اگر امام وقت مستحبہ پالے تو اسے ثواب ہے اور تمہیں اس کی اقتداء کا اجر اور فرض میں کسی قسم کی کمی کی صورت میں گناہ امام پر ہے۔

فعلیه ولا علیھم سے مراد اس کا گناہ امام پر ہے جو اس نے وقت کا ضیاع یا نقصان کیا اور مقتدی پر یہ گناہ نہیں۔ اگر مقتدی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ امام نماز کے فرائض میں سے کسی رکن کو ضائع کر رہا ہے تو اقتداء کرنے والا گناہگار نہیں لیکن اگر اسے امام کا خوف ہو تو وہ اس کی اتباع کر سکتا ہے۔ اس صورت میں یا تو مقتدی پہلے گھر سے فرض پڑھ کر آئے اور امام کی اقتداء میں نفل کی نیت کرے یا نماز لوٹا دے۔ بطور دلیل روایت پیش کرتے ہیں:

الامام ضامن، فان احسن فله ولهم، وان اساء فعليه ولا عليهم

(شرح سنن ابی داؤد، جلد۲،ص۲۳۶، دارالکتب العلمیہ ،۲۰۰۷)

امام (مقتدیوں کی نماز کا) ضامن ہے اگر وہ اچھا عمل کرے گا تو ثواب اسے اور مقتدیوں کو ہے اور اگر گناہ کرے گا تو اس پر ہے نہ کہ مقتدیوں پر۔

فاسق وفاجر کی اقتداء کا حکم

نمازوں کو تاخیر سے ادا کرنے یا فاسق وفاجر ائمہ کی اقتداء میں نماز درست ہونے پر امام عینیؒ ان احادیث کے تحت فرماتے ہیں کہ

فيه جواز الصلاة خلف البر و الفاجر اذا خيف منه يعني اذا كان صاحب الشوكة

(عمدۃ القاری، جلد۴،ص۴۵۹)

اس حدیث مبارکہ میں ہر نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواز کا بیان ہے جبکہ صاحب اقتدار ہونے کے سبب اس کا خوف ہو۔

حدیث مبارکہ يصلون لكم فان اصابوا فلكم وان اخطعوا فلكم وعليهم کی شرح میں امام ابن بطالؒ بھی یہی قول فرماتے ہیں کہ فيه جواز الصلاة خلف البر والفاجر اذا خيف منه

(شرح ابن بطال، المالکی، جلد۲،ص۳۲۱)

باب : ۳۰

بَابٌ فِي قُعُودِ الْإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ الْغَدَاةِ

امام کا نماز کے بعد جائے نماز پر بیٹھنے کے بیان میں

224۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ لَمْ يَبْرَحْ مِنْ مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا«

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام فجر کی نماز ادا فرماتے تو اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ اٹھتے جب تک سورج خوب روشن نہ ہوتا۔

تخریج حدیث۔ (۱)۔مسند احمد جلد ۵،ص ۹۷، (۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح ۔(۳) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، بب مایستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلوٰۃ الصبح ۔(۴) سنن نسائی، کتاب الصلوۃ، باب قعود الامام فی مصلاۃ بعد التسلیم ۔(۵) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوٰۃ، باب الرجل یصلی الصبح ثم یقعد فی مجلسہ ۔(٦) صحیح ابن حبان، جلد ۵،ص ۳۷۵، کتاب الصلوٰۃ ۔(۷) السنن الکبریٰ، جلد ۲،ص ۱۸٦ ۔(۱) المعجم الکبیر، جلد ۲،ص ۲۲۴

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

225۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ طَالِبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، وَابْنُ طَارِقٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ فَرُّوخَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ سَاعَةَ يُسَلِّمُ يَقُومُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ إِذَا سَلَّمَ وَثَبَ مِنْ مَكَانِهِ كَأَنَّهُ يَقُومُ عَنْ رَضْفَةٍ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے میں نے حضور نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کی جب آپ علیہ السلام نے سلام پھیرا تو آپ کھڑے ہو گئے پھر میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی تو جب انہوں نے سلام پھیرا تو اپنی جگہ سے ایسے ہٹ گئے جیسا کہ گرم پتھر سے اٹھے ہوں۔ شیخ نے فرمایا: پہلی حدیث پر عمل فجر اور عصر کے بعد اس بابرکت جگہ کے ادب و

قَالَ الشَّيْخُ: فَأَمَّا الْحَدِيثُ الْأَوَّلُ فَالْعَمَلُ عَلَيْهِ فِي تَأْدِيبِ الصَّلَاةِ فِي الْجِلْسَةِ فِي الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ وَكُلِّ صَلَاةٍ بَعْدَهَا صَلَاةٌ فَقَدْ كُرِهَ أَنْ يَقْعُدَ الْإِمَامُ فِي مُصَلَّاهُ، وَكُلُّ صَلَاةٍ لَيْسَ بَعْدَهَا صَلَاةٌ فَلَيْسَ يَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَكَانِهِ، وَهُمَا صَلَاتَانِ: الْفَجْرُ وَالْعَصْرُ وَأَمَّا حَدِيثُ ابْنُ عَبَّاسٍ الَّذِي قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ سَاعَةَ يُسَلِّمُ يَقُومُ يَعْنِي بِذَلِكَ الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا إِلَّا هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ وَقَوْلُهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ إِذَا سَلَّمَ وَثَبَ مِنْ مَكَانِهِ كَأَنَّهُ يَقُومُ عَنْ رَضْفَةٍ يَعْنِي الرَّضْفَةَ الْجَمْرَةَ، أَوِ الشَّيْءَ الْمَحْمِيَّ يُرِيدُ بِذَلِكَ هَذِهِ الصَّلَوَاتِ الَّتِي بَعْدَهَا النَّوَافِلُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

تعظیم کے پیش نظر کیا جائے گا۔اور ہر وہ نماز جس کے بعد (سنت یا نفلی) نماز باقی ہو اس کے بعد امام کا مصلیٰ پہ بیٹھنا مکروہ ہے۔اور ہر وہ نماز جس کے بعد کوئی نماز باقی نہ ہو (اس کی ادائیگی کے بعد) امام کے لیے ضروری نہیں کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ جائے۔اور یہ دو نمازیں ہیں فجر اور عصر اور ابن عباس کا قول جو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی جب آپ علیہ السلام سلام پھیرتے تو اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاتے۔یعنی سوائے ان دو نمازوں کے دیگر تمام نمازوں کے بعد کھڑے ہوتے اور ان کا قول کہ پھر میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی جب انہوں نے سلام پھیرا اپنی جگہ سے جلدی سے اٹھ گئے۔گویا کہ وہ کسی گرم پتھر سے اٹھے ہوں یعنی آگ کے پتھر سے اٹھے ہوں یا کسی گرم چیز سے (ابن عباس کی مراد ان نمازوں کے بعد اٹھنے سے ہے جن کے بعد نوافل ہوتے ہیں۔) واللہ اعلم۔

باب : ۳۱

بَابٌ فِي إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَقَدْ حَضَرَ الْعَشَاءُ

جب نماز کیلئے اقامت ہو جائے تو کھانا حاضر ہو جانے کے بیان میں

226۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّرْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ يَعْنِي: ابْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَحَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے اور رات کا کھانا حاضر ہو تو پہلے کھانا کھالو۔

تخریج حدیث۔ (۱) صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب اذا حضر العشا، (۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد، (۳) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء اذا حضر العشاء، (۴) صحیح ابن حبان، کتاب الاطعمۃ، باب آداب الاکل، (۵) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ والعشاء تحضران، (۶) سنن نسائی، کتاب الامامۃ، باب ماجاء فی اذا حضر العشاء، (۷) سنن ابن ماجہ، باب اذا حضرت الصلوٰۃ وضع العشاء، (۸) مسند امام احمد بن جبل جلد۳، ص۱۰۰، (۹) مسند ابی عوانۃ کتاب الصلوٰۃ، باب بیان العذر والعلل، (۱۰) شرح معانی الاثار، جلد۲، ص۴۰۱، (۱۱) مسند حمیدی، جلد۲، ص۴۹۹

227۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ جَمِيلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطُّفَاوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَوُضِعَ الْعَشَاءُ فَابْدَأُوا بِالْعَشَاءِ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے اور رات کا کھانا بھی رکھ دیا جائے تو پہلے کھانا کھاؤ۔

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

228۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ، فَلَا يَعْجَلَنَّ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِنْ قَامَتِ الصَّلَاةُ«

حضرت انس عبداللہ بن عمر بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی مکرم علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو جلدی نہ کرے جب تک اس کی طبیعت سیر نہیں ہو جاتی اگر چہ نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے۔

تخریجِ حدیث ۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب اذا اقیمت الصلوٰۃ حضر الطعام، (۲) صحیح مسلم، باب کراہۃ الصلوٰۃ بحضرۃ الصلوٰۃ، (۳) مسند ابی عوانۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب بیان العذر والعلل، (۴) مسند احمد جلد ا، ص ۱۳۹، (۵) سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب اذا حضرت الصلوٰۃ والعشاء، (۶) مصنف ابن ابی شیبہ، (۷) کتاب الصلوٰۃ، (۸) المعجم الاوسط جلد ۳، ص ۴۲۳

229۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُبَشِّرٍ بِوَاسِطَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَعَثَّامُ بْنُ عَلِيٍّ، وَدَلْهَمُ بْنُ دَهْثَمٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب کھانا لگا دیا جائے اور نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو پہلے کھانا کھالو۔

تخریجِ حدیث ۔(۱) صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، (۲) سنن دارمی، کتاب الصلوٰۃ، باب اذا حضر العشاء، (۳) مسند حمیدی جلد ا، ص ۹۵، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ

230۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَنْبَارِيُّ، قَدِمَ عَلَيْنَا قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَخْشِيُّ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب کھانا لگا دیا جائے اور اقامت کہی جائے تو پہلے کھانا کھالو۔

تخریجِ حدیث ۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء اذا حضر العشاء

231۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُبَشِّرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطُّفَاوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب کھانا لگا دیا جائے اور نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو پہلے کھانا کھالو۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

232۔ حَدَّثَنَا أَبِي رَحِمَهُ اللَّهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ الدُّورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَا يُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ لِطَعَامٍ، وَلَا غَيْرِهِ« قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ هَذَا: هُوَ أَبُو حَمْزَةَ السُّكَّرِيُّ وَلَيْسَ فِي هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ نَسْخٌ؛ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لَهُ مَعْنًى، وَإِنِ اخْتَلَفَتِ الْأَلْفَاظُ، فَقَوْلُهُ: »لَا يُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ لِطَعَامٍ وَلَا غَيْرِهِ« إِذْ وَجَبَتِ الصَّلَاةُ لَمْ يَبْدَأْ بِسِوَاهَا وَأَمَّا حَدِيثُ: »إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ فَابْدَأُوا بِالْعَشَاءِ« إِذَا كَانَ الْوَقْتُ مُبْقًى، وَأَنَّ الصَّلَاةَ غَيْرُ فَائِتَةٍ: لَا أَنَّهُ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ مَعَ فَوَاتِ الصَّلَاةِ

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام کھانا کھانے کیلئے یا کسی اور کام کے سبب نماز کو موخر نہیں فرماتے تھے۔

شیخ نے فرمایا: یہ حدیث (سندا) غریب ہے اور محمد بن میمون یہ ابوحمزہ العسکری ہے ان دو حدیثوں میں (سے کسی حدیث میں) نسخ نہیں ہے کیونکہ دونوں قسم کی روایات الگ معنیٰ رکھتی ہیں اگرچہ ان کے الفاظ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

پس ان کا قول کہ نماز کھانے کے لیے اور نہ ہی کسی اور کام کے لیے موخر کرو جب نماز کا وقت ہو جائے تو اس کے سوا کسی کام کو ترجیح نہ دو۔

اور حدیث مبارکہ کہ جب کھانا رکھا ہو تو پہلے کھانا کھالو یہ تب ہے جب وقت (نماز میں) باقی ہو اور نماز کے قضاء نہ ہونے والی ہو نہ کہ کھانا شروع کرے تو نماز کو ہی قضاء کر دے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داود، کتاب العلم باب اذا حضرت الصلوٰۃ والعشاء، (۲) سنن دار قطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب امامۃ جبریل

تحقیق

نماز کیلئے اقامت ہو چکی ہو تو کھانا سامنے آجائے اس صورت میں نماز کیلئے حاضر ہوا جائے یا پہلے کھانا کھالیا جائے، یہ باب ان دو مختلف احادیث پر مشتمل ہے۔ ابتدائی احادیث میں جماعت ترک کرنے کی رخصت کا ذکر ہے جبکہ موخر روایت میں جماعت کو اولیت دینے کا بیان ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ ابتدائی احادیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں اور موخر روایت آپ کا عمل مبارک ہے، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جماعت میں رخصت والی روایات مروی ہیں اور حضرت جابر بن عبداللہؓ نے جماعت کو کھانے پر مقدم کرنے پر سرکار دو عالم علیہ السلام کا عمل مبارک پیش فرمایا۔

تعارض روایات کی حیثیت:

قول و عمل کی روایات منفرد ہیں لیکن اس باب میں نسخ کا احتمال نہیں جیسا کہ مولف کے اپنے الفاظ ترجمہ باب میں آپ پڑھ چکے ہیں اور ان دو طرح کی روایات پر مولف رحمہ اللہ کا مختصر تبصرہ بھی گزر چکا۔

اس باب میں ائمہ کے مذاہب:

شافعیہ کا مذہب:

يبدا بالعشاء اذا كانت نفسه شديدة التوقان اليه فان لم يكن كذلك ترك العشاء واتيان الصلوٰة

اگر نفس کھانے کی شدید تمنا کرے تو پہلے کھانا کھایا جائے اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو کھانا ترک کر کے پہلے نماز پڑھی جائے۔

بعض شافعیہ کے نزدیک اگر نماز کا وقت نکل بھی رہا ہو تو پہلے کھانا کھایا جائے گا۔

مالکیہ کا مذہب:

یبداء بالصلوٰۃ الا ان یکون طعاماً خفیفا

اگر کھانا تھوڑا ہو تو پہلے کھانا تناول کیا جائے بصورت دیگر پہلے نماز پڑھی جائے۔

اہل ظواہر کا مذہب:

لایجوزلاحد حضر طعامه بین یدیه و سمع الاقامة ان بداء بالصلاة قبل العشاء فان فعل فصلاته باطل
(عمدۃ القاری جلد ۴، ص ۲۱۶، مطبوعہ مصر)

کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ کھانا سامنے پانے کی صورت میں نماز کیلئے حاضر ہو جائے اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

احناف کا مذہب:

احناف کے نزدیک جن احادیث میں ''فابداوا'' صیغہ امر یہاں وجوب کے لیے نہیں۔

اختلفوا فی هذا الامر فالجمهور علی انه للندب
(عمدۃ القاری جلد ۴، ص ۲۱۶)

اس صیغہ امر کے متعلق اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک یہ امر ندب کیلئے ہے۔

لہٰذا پہلے نماز پڑھ لینا جائز ہے البتہ احادیث مبارکہ میں کھانا مقدم رکھنے کا بیان قوی روایات سے ہوا اس صورت میں پہلے کھانا کھالینا مستحب ہے۔

یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جب کھانا اتفاقاً اس وقت حاضر کر دیا جائے جب اقامت ہو رہی ہو یا انسان کھانے میں مشغول ہو تو اقامت جماعت ہو جائے لیکن اگر کھانا حاضر نہیں ہوا یا بندہ مشغول طعام نہیں تو اس وقت کھانے کے انتظار میں جماعت کو ترک کرنا شرعاً درست نہیں ہے، یہ رخصت اس سبب ہے کہ اگر بندہ کھانا اپنے سامنے چھوڑ کر جماعت میں حاضر ہوا تو اس کے دل میں کھانے کا خیال خشوع وخضوع صلوٰۃ میں مانع ہوگا اور خشوع صلوٰۃ ہی اصل صلوٰۃ ہے لہٰذا بندہ دل کو ہر طرح کے خیال سے پاک کر کے حاضرِ بارگاہ ہو جیسا کہ حدیث مبارکہ میں حکم ہے کہ دو خبیث چیزوں یعنی پیشاب و پاخانہ آنے کی صورت میں جماعت ترک کرے بلکہ اگر حالت نماز میں شدت محسوس ہو جائے اور وقت میں وسعت ہو تو نماز توڑ کر اس سے فراغت کا حکم دیا گیا، پس اس صورت میں بھی مقصد نماز میں سکون کی کیفیت پیدا کرنا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب بندہ ہر طرح کے خیالات سے پاک ہو کر بارگاہ ایزی میں حاضر ہو۔

باب : ۳۲

بَابٌ فِي سُتْرَةِ الْمُصَلِّي

نمازی کے لیے سترہ کے بیان میں

233۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْخَزَّازُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ، وَلَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ«

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کسی چیز کو نماز کیلئے سترہ بنائے اور کسی کو اپنے سامنے سے گزرنے نہ دے پس اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے۔

تخریج حدیث۔ ا۔ صحیح مسلم، باب منع المار بین یدی المصلی۔ (۲) صحیح ابن حبان، کتاب الصلوۃ باب ذکر الزجر۔ (۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الاقامۃ۔ (۴) شرح معانی الاثار، کتاب الصلوۃ، باب المرور بین الحجاب تقدم۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

234۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودِ بْنِ مُحَمَّدٍ السَّرَّاجُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءٍ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ »يُصَلِّي وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الَّذِينَ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ سُتْرَةٌ«

ابن ابی وداعہ اپنے والد کے واسطہ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کو نماز ادا کرتے دیکھا آپ علیہ السلام اور گھروں میں آنے جانے والے جانوروں (بلی وغیرہ) کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔

تخریج حدیث۔ ا۔ مسند حمیدی جلد ا ص ۲۶۳۔ (۲) مسند احمد جلد ۶ ص ۳۹۹۔ (۳) شرح معانی الاثار، کتاب الصلوۃ۔ باب المرور بین یدی المصلی۔ (۴) صحیح ابن حبان، کتاب الصلوۃ، باب ربارحة مرور المرو قدام المصلی۔ (۵) المستدرک جلد ا ص ۲۵۴۔

تحقیق

دو احادیث کا یہ مختصر ترین باب نماز میں سترہ رکھنے کے متعلق ہے۔نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والوں کی طرف دھان بٹنے سے محفوظ رہنے کیلئے سترہ رکھتا ہے، باب کی مذکورہ دونوں احادیث حکم میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن تعارض کے باوجود نسخ اس باب کے حکم میں واقع نہیں ہوا۔تعارض کے پیش نظر اس باب میں سترہ کا کیا حکم ہے نیز درج ذیل مسائل اس باب کی تشریح کے ضمن میں زیر بحث آئیں گے۔

(۱) سترہ کی شرعی حیثیت

(۲) کتنے فاصلہ تک بغیر سترہ کے گزرا جا سکتا ہے یعنی نمازی کے سامنے سے کتنی صفوں کے فاصلے تک سترہ کے بغیر گزرا جا سکتا ہے۔

(۳) سترہ کا حجم ومقدار (کونسی اشیا سترہ بن سکتی ہیں)

(۴) سترہ کی رخصت کی صورتیں

(۵) نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت

(۶) سامنے سے گرنے والے کے متعلق حکم

(۷) کن صورتوں میں نمازی کے سامنے سے گزرنے کی رخصت ہے

سترہ کی شرعی حیثیت میں فقہاء کے مسالک:

اس باب میں ائمہ کے تین اقوال ہیں۔

واجب:

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک نمازی کیلئے واجب ہے کہ وہ اپنے سامنے سترہ رکھے ان کے ہاں سترہ رکھنا ضروری ہے

مستحب:

دوسرا قول سترہ کے متعلق استحباب کا ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے ایک قول کے مطابق نمازی کا اپنے سامنے سترہ رکھنا مستحب ہے اس صورت میں کہ جب اس بات کا خوف ہو کہ نمازی کے سامنے سے کوئی گزرے گا۔

امام مالکؒ کے دوسرے قول کے مطابق نمازی اگر سترہ سامنے نہ بھی رکھے تو ایسا عمل بھی جائز ہے۔

(عمدۃ القاری جلد۴، ص۱۳۴، مطبوعہ مصر)

کتنے فاصلہ تک بغیر سترہ کے گزرا جاسکتا ہے۔

اس مسئلہ میں ائمہ کی مختلف آراء ہیں:

(۱) سجدے والی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے (یہ قول امام سرخسیؒ اور شیخ الاسلام قاضی خانؒ کا ہے) اس سے آگے مزید فاصلہ رکھ کر گزرا جاسکتا ہے۔

(۲) دو یا تین صفوں تک گزرنا مکروہ ہے اس سے آگے مکروہ نہیں۔

(۳) تین گز فاصلے تک گزرنا مکروہ ہے اس کے بعد گزرا جاسکتا ہے۔

(۴) پانچ گز تک نہیں گزرا جاسکتا اس سے آگے گزرنا جائز ہے۔

(۵) ایک قول چالیس گز کا بھی ہے۔

(۶) امام شافعیؒ وامام احمد بن حنبلؒ کے ہاں بغیر سترہ کے تین گز فاصلے سے آگے گزرنا جائز ہے (اس گز سے مراد ایک بازو کا فاصلہ ہے نہ کہ مروجہ گز)

(۷) امام مالک کے ہاں اس کی کوئی حد معین نہیں البتہ رکوع وسجود کرنے کی حد تک نمازی کے سامنے سے گزرنا درست نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد۴، ص۱۳۴)

ان آراء کا حاصل یہ ہے اتنا فاصلہ رکھ کر گزرنا لازم ہے کہ جب نمازی اپنی نگاہ حالت قیام میں سجدہ کرنے والی جگہ رکھے اور گزرنے والا اتنا آگے سے گزرے کہ اس کی توجہ نماز سے نہ ہٹے مقاصد سترہ توجہ کا برقرار رکھنا ہے وہ جس بھی جگہ تک قائم

ہوسکے۔

سترہ کا حجم:

امام شافعیؒ کے مطابق سترہ کم از کم دو ہاتھ اونچا ہونا چاہیے جبکہ احناف کے ہاں ایک ہاتھ کی اونچائی اور انگلی کی موٹائی تک اس کا حجم ہو البتہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک صرف ایک خط بھی کھینچا جا سکتا ہے۔

(شرح مسلم نووی ہدایۃ)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت:

حضرت حارث بن الصمۃ انصاریؒ روایت کرتے ہیں کہ:

قال رسول اللّٰہ ﷺ لو یعلم الماربین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیرلہ من ان یمربین یدیہ قال ابو النضر لا ادری قال اربعین یوما او شھرا اوسنۃ

(متفق علیہ بخاری کتاب الصلوٰۃ، مسلم، کتاب الصلوٰۃ)

رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ ایسا کرنے کا وبال کیا ہے تو وہاں چالیس تک رک جانا اس کے لئے اس عمل سے بہتر ہے کہ وہ اس کے آگے سے گزر جائے ابو النضر فرماتے ہیں میں نہیں جانتا چالیس دن مراد ہیں چالیس مہینے یا چالیس سال۔

عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللّٰہ ﷺ لو یعلم احدکم مالہ فی ان یمشی بین یدی اخیہ معترضاوھو یناجی ربہ لکان ان یقف فی ذلک المقام مائہ عام احب الیہ من الخطوۃ التی خطاھا

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاقامۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی یہ جان لے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا وبال کیا ہے وہ نمازی جو اپنے رب کے حضور مناجات کر رہا ہوتا ہے اور اس کے درمیان حائل ہوتا ہے تو وہ اس مقام پر ایک سو سال تک کھڑا رہنا پسند کرے بجائے اس خطاء کے جو اس نے کی۔

حدیث مذکورہ سے پتہ چلا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا رب کی ناراضگی کا باعث ہے اور عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور اس کا سبب بندے اور اس کے اللہ کے درمیان عبادت میں خلل پیدا کرنا ہے لہٰذا ہر اس بات سے اجتناب ضروری ہے جو کسی دوسرے کی عبادت میں خلل پیدا کرے۔ اسی لئے مسجد میں داخل ہونے والے کو نمازیوں کیلئے سلام کہنے کی

ممانعت ہے ہر ایسی چیز جو عبادت الٰہی سے دھان ہٹانے کا سبب بنے اس سے منع فرما دیا گیا اگر نمازی کی توجہ برقرار رکھنے کیلئے اس کے آگے سے گزرنے اور سلام کہنے تک کی ممانعت ہے اور سامنے سے گزرنے پر وعید بھی بیان ہوئی تو موبائل فون اور ان ایسے آلات جن سے ایک نمازی کا نہیں بلکہ پوری جماعت کا دھیان اور خشوع وخضوع قائم نہیں رہتا اس کا وبال مذکورہ احادیث کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کیلئے حکم:

مذکورہ احادیث میں نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کے لیے عذاب وو بال آپ نے ملاحظہ فرمایا، باب کی پہلی حدیث مبارکہ میں نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کیلئے جو الفاظ استعمال ہوئے یعنی "فان ابی فلیقاتله" اگر وہ انکار کرے تو اس سے قتال کرو، یہاں اس سے قتال سے کیا مراد ہے اور ایسے شخص کے متعلق حکم کیا ہے اس پر محدثین کرام نے مختلف تاویلات پیش فرمائیں۔

قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں:

واجمعوا على انه لا يلزمه مقاتله بالسلاح ولا مايؤدى الى هلاكه، ان دراه بها يجب فهلك من ذلك فلا قود عليه باتفاق، وهل فيه دية اوهو هدر؟ فيه للعلماء قولان وهمافى مذهبنا ايضاً

(اکمال المعلم شرح صحیح مسلم جلد۲ ص۴۳۴)

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس صیغہ امر سے مراد ایسا قتال نہیں جو تلوار یا کسی ہتھیار سے کیا جائے اور نہ ہی اس سے مراد گزرنے والے کو ہلاک کرنا ہے اور اگر ایسا کرنے سے جان تلف ہو جائے تو بالاتفاق جنایۃ لازم نہیں آتی البتہ اس سے دیت لازم آتی ہے یا اس کا خون رائیگاں جائے گا اس پر ائمہ کے دو مذاہب ہیں اور اس میں مالکیہ کے بھی دو قول ہیں۔

امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

والجمهور على ان معناه الدفع بالقهر لاجواز القتل والمقصود المبالغة فى كراهة المرور واطلق جماعة من الشافعه ان له ان يقتله حقيقة

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد۴ ص۱۳۵)

جمہور ائمہ کے نزدیک قتال کا معنی گزرنے والے کو شدت سے پیچھے ہٹانا ہے یہاں قتل کا جواز نہیں اور اس صیغہ امر سے مقصود مبالغہ ہے ایسے عمل کے مکروہ ہونے پر اور شوافع کی ایک جماعت کے نزدیک اسے شخص کو حقیقۃ قتل کیا جائے گا۔

قاضی ابوبکر ابن العربی لکھتے ہیں:

المراد بالمقاتلة المدافعة وقال بعضهم معنی فلیقاتله فلیلعنه

صیغہ امر لفظ مقاتلہ سے مراد مدافعت ہے اور بعض نے کہا کہ یقاتل سے مراد لعنت کرنا ہے۔

ابن المنذرؒ فرماتے ہیں:

یدفع فی نخرۃ اول مرۃ ویقاتله فی الثانیة وھی المدافعة

پہلی مرتبہ اسے اشارے سے روکا جائے اور دوسری مرتبہ جھگڑا کیا جائے اور یہی مدافعت ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ یقاتل سے مراد مدافعت ہے نہ کہ حقیقی قتل یہی جمہور ائمہ کا مذہب ہے، اسی لئے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس صیغہ امر سے مراد حکم وجوبی نہیں ہے۔

ھذا الامر بالدفع امر ندب وھو ندب متاکد ولا اعلم احدا من العلماء اوجبه بل صرح اصحابنا وغیرھم بانه مندوب غیر واجب

(شرح مسلم جلد ۴، ص ۲۲۳، دار احیاء التراث العربی)

صیغہ امر یعنی فلیدفعہ تاکید اندب کیلئے ہے فقہاء میں سے کسی کو نہیں جانتا جو اس سے مراد وجوب لیتا ہوں بلکہ ہمارے اصحاب اور دیگر ائمہ نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ یہ مندوب ہے نہ کہ واجب۔

اور یہ تاکید بھی صرف اسی صورت میں جب گزرنے والا سترہ والی جگہ سے گزر رہا ہو لیکن اگر وہ سترہ والی جگہ سے فاصلہ چھوڑ کر گزرے تو کسی کے نزدیک بھی مدافعت کرنا لازم نہیں۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں:

واتفقوا علی دفع الماراذ صلی الی سترۃ فاما اذا صلی الی غیر السترۃ فلیس له لان التصرف والمشی مباح لغیرہ فی ذلك الموضع الذی یصلی فیه فلم یستحق ان یمنعه الاماقام الدلیل علیه

(شرح ابن بطال، جلد ۳، ص ۱۷۲)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے گزرنے والے کو روکنا اس صورت میں ہے جب سترہ موجود ہو اور وہ اسے عبور کرے لیکن اگر سترہ موجود نہیں تو اس کا گزرنا اس کیلئے مباح ہے کوئی گناہ نہیں کیونکہ کوئی چیز اسے نمازی سے نہیں روک رہی سوائے اس سے کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم ہو سکے۔

اس مدافعت سے مراد سامنے سے گزرنے والے کو اشارے سے روکنا ہے۔

امام الحرمین امام جوینیؒ فرماتے ہیں:

لاینقی دفع المار الی منع محقق بلیومی و بشیر برفق فی صدره من یصربه

(عمدۃ القاری جلد۴، ص۱۳۶)

نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کیلئے یہ حکم اس قتل کرنے کے حق میں مستحق نہیں بلکہ اس روکنے سے مراد سامنے سے گزرنے والے کو اشارے سے گزرنے سے روکنا مراد ہے۔

خلاصہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر نمازی کے سامنے سے کسی کے گزرنے کا خدشہ ہو تو سترہ رکھنا مستحب ہے یہ سترہ نمازی اور گزرنے والے کے درمیان آڑ بن جائے گا، گزرنے والا اس سترہ کے آگے سے گزر سکتا ہے سترہ نہ ہونے کی صورت میں تقریباً دو صفوں کے فاصلے سے بھی گزرا جا سکتا ہے امام کے سامنے رکھا ہوا سترہ نمازیوں کیلئے بھی کافی ہے بغیر سترہ کے نمازی کے سامنے سے گزرنا سخت گناہ اور وبال ہے اگر کوئی گزرنے کی کوشش کرے تو اسے اشارے سے یعنی عمل قلیل سے روکا جائے البتہ حرم کعبہ میں ازدہام کثیر اور طواف کی صورت میں سامنے سے گزرنے والے ان احکامات سے مستثناء ہیں۔

باب : ۴۳

بَابٌ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ

قرآن مجید کے سجدوں کے بیان میں

235۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" قَرَأَ بِالنَّجْمِ فَسَجَدَ، وَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ إِلَّا سَجَدَ إِلَّا أَنَّ شَيْخًا أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ، فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ، وَقَالَ: يَكْفِينِي هَذَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ قُتِلَ كَافِرًا"

حضرت اسود، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی پھر سجدہ کیا تو آپ علیہ السلام کے ساتھ موجود تمام لوگوں نے سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے کے جس نے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھائی اور اسے اپنی پیشانی تک لے گیا اور کہا کہ میرے لئے یہ کافی ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل ہوا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ا،ص ۴۰۱، ۴۳۰، ۴۴۳، ۴۶۲، ۴۶۲ (۲) صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، ابواب سجود القرآن، (۳) صحیح مسلم، باب سجود التلاوۃ، (۴) سنن ابی داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب من رای فیہا السجود، (۵) سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب السجود فی النجم، (۶) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلوۃ، باب السجود فی النجم، (۷) مسند ابی عوانۃ، کتاب الصلوۃ، باب اثبات السجدۃ فی النجم، (۸) سنن دارمی، کتاب الصلوۃ، باب السجود فی النجم، (۹) السنن الکبریٰ، کتاب الصلوۃ، باب سجدۃ النجم

236۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَوَّلُ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ فِيهَا سَجْدَةٌ وَالنَّجْمِ »فَقَرَأَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ«

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے پہلی سورۃ جس میں سجدہ (واجبی) نازل ہوا سورۃ النجم ہے نبی کریم علیہ السلام نے اسے مکہ میں تلاوت فرمایا پھر سجدہ کیا۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی جلد ا،ص ۳۹۸، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی السجدۃ فی النجم

237۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْفَقِيهُ، قَالَ: قُرِءَ عَلَى أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ حُسَيْنٍ، سَمِعْتُهُ مِنْهُ، مِرَارًا، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ وَسَجَدَ مَعَهُ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ إِنْسٍ وَجِنٍّ وَشَجَرٍ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی پھر سجدہ فرمایا تو آپ علیہ السلام کے ساتھ جن وانس اور درختوں میں سے ہر ایک نے سجدہ کیا۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود القرآن، (۲) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی السجدۃ فی النجم، (۳) صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود المسلمین مع المشرکین، (۴) مسند البزار جلد ا ص ۳۲۸

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

238۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ التَّمَّارِ بِالْبَصْرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ مُحَمَّدٌ: رَأَيْتُهُ بِالْمَدِينَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قُدَامَةَ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَمْ يَسْجُدْ فِي شَيْءٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ مُنْذُ تَحَوَّلَ إِلَى الْمَدِينَةِ« قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا الْحَدِيثُ يُوجِبُ نَسْخَ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّ حَدِيثَ ابْنِ مَسْعُودٍ كَانَ بِمَكَّةَ، وَالسُّجُودُ فِي سُورَةِ النَّجْمِ كَانَ بِمَكَّةَ، فَإِنْ صَحَّ حَدِيثُ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ هَذَا فَهُوَ نَاسِخٌ لِلْأَوَّلِ وَإِسْنَادُ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَصَحِيحٌ لَا عِلَّةَ فِيهِ، فَإِنْ صَحَّ حَدِيثُ مَطَرٍ فَسَجْدَةُ النَّجْمِ، وَإِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ، وَاقْرَأْ مَنْسُوخُ الْحُكْمِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے مدینہ منورہ تشریف آوری سے قبل کسی بھی مفصل سورۃ (کی آیت) کے تحت سجدہ (واجبی) نہیں فرمایا۔

شیخ نے فرمایا: یہ حدیث پہلی روایات کے وجوب کو نسخ کرتی ہے کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مکی دور کی ہے اور سورۃ النجم میں سجدہ بھی مکی دور کا ہے پس اگر مطر الوراق رحمہ اللہ کی یہ روایت صحیح ہے تو یہ پہلی روایت کی ناسخ ہے اور ابن مسعود کی روایت کی اسناد صحیح ہیں ان میں کسی قسم کی علت نہیں اگر مطر کی حدیث صحیح ہے تو سورۃ النجم، سورۃ اذا السماء انشقت۔ سورۃ العلق کا سجدہ منسوخ الحکم ہے۔ واللہ اعلم۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یر السجود فی المفصل، (۲) صحیح ابن خزیمہ جلد ا ص ۲۸۱، (۳) السنن الکبری، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال فی القرآن احدی عشر سجدۃ، (۴) العلل المتناہیۃ جلد ا ص ۴۴۱، ۴۴۰، (۵) المحلی جلد ۵ ص ۱۱۰، (۶) المیزان الاعتدال جلد ا ص ۴۳۹

تحقیق

چار احادیث مبارکہ کا یہ مختصر باب سورۃ النجم میں موجود سجدہ تلاوت کے متعلق ہے۔ حدیث اول ثانی اور ثالث میں آپ ﷺ کے مبارک عمل کا ذکر ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورۃ النجم کی آیت مبارکہ نمبر ۶۲ کی تلاوت کے بعد سجدہ فرمایا جبکہ حدیث مبارکہ نمبر ۲۳۸ کے مطابق جو اس باب کی چوتھی حدیث ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر ذکر ہوا جس کے مطابق قرآن مجید کی مفصل سورتوں میں سے کسی میں بھی آیت سجدہ نہیں ہے۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:

ابن شاہین علیہ الرحمہ نے اگر چہ دو متعارض روایات کو ایک باب میں جمع فرمایا اور آخر میں متاخر روایت کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ روایت پہلے والی روایات کی ناسخ ہے لیکن اس باب کی متاخر روایت ناسخ نہیں بلکہ منسوخ ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فلعل احد هذين الحديثين نسخ الآخر قيل فلا يدعى احد ان السجود منسوخ الا جاز لاحد ان يدعى ان ترك السجود منسوخ والسجود ناسخ

(الام جلد ا ص ۱۳۶)

پس اس بات کا امکان ہے کہ ان دو طرح کی احادیث میں سے ایک دوسری کی ناسخ ہو اس بات کا دعویٰ نہیں کیا جائے گا کہ (مفصل) سورتوں میں سجدہ تلاوت منسوخ ہو گئے بلکہ یہ ان دونوں طرح کی احادیث میں سے سجدہ تلاوت والی احادیث کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ دوسری احادیث کی ناسخ ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کے مطابق سجدہ کے متعلق روایات ناسخ ہیں نہ کہ منسوخ، اس باب کی روایات کی روشنی میں جو مسائل زیر بحث ہیں وہ درجہ ذیل ہیں:

(۱) سورۃ النجم میں سجدہ تلاوت کا حکم باقی ہے یا منسوخ ہو چکا۔

(۲) قرآن مجید کی مفصل سورتوں میں آیات سجدہ ہیں یا نہیں

(۳) سجدہ تلاوت واجب ہے یا سنت

سورۃ النجم میں سجدہ تلاوت کا حکم:

اگر چہ سورۃ النجم میں سجدہ تلاوت والی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے جن کے متعلق ابن شاہین رحمہ اللہ نے یہ فرمایا کہ یہ روایت مکہ کی ہے اور ابن عباسؓ کا اثر مدنی دور سے تعلق رکھتا ہے لیکن سورۃ النجم میں سجدہ تلاوت کی روایت صرف حضرت ابن مسعودؓ سے مروی نہیں بلکہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے بھی یہ روایات نقل کی گئیں۔

(۱) عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ سجد بالنجم و سجد معه المسلمون والمشركون والجن والانس
(صحیح بخاری، ابواب السجود، رقم الحدیث ۱۰۷۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ النجم کی تلاوت کے وقت سجدہ فرمایا اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں، مشرکین، جن وانس نے سجدہ کیا۔

(۲) عن ابی الدرداء قال سجدت مع النبی ﷺ احدی عشرہ سجدة منها التی فی النجم
(جامع ترمذی)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کے گیارہ مقامات پر سجدہ کیا ان میں سے ایک مقام سورۃ النجم بھی ہے۔

(۳) عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قرأ والنجم بمكة فسجد و سجد الناس معه
(المعجم الکبیر)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی تو آپ علیہ السلام نے سجدہ فرمایا، آپ علیہ السلام کے ساتھ تمام لوگوں نے سجدہ کیا۔

(٤) عن جعفر بن المطلب قال قرأ رسول الله ﷺ بمكة سورة النجم فسجد و سجد من معه
(سنن نسائی)

حضرت جعفر بن المطلب سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی پھر آپ علیہ السلام نے سجدہ فرمایا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ موجود لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔

(٥) عن عمرو بن العاص ان النبی ﷺ اقرا خمس عشرة سجدة فی القرآن منها ثلاث فی المفصل

(سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

حضرت عمرو ابن العاصؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے انہیں قرآن مجید کے پندرہ مقامات پر سجدہ تلاوت کے بارے میں سکھایا، ان میں سے تین سجدہ مفصل سورتوں میں ہیں۔

(٦) عن عائشه قالت قرا رسول الله ﷺ بالنجم فلما بلغ السجدة سجد

(المعجم الاوسط)

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی جب آپ علیہ السلام آیت سجدہ پر پہنچے تو سجدہ فرمایا۔

(٧) عن عمرو والجهنی قال كنت عندالنبی ﷺ فقرا سورة النجم فسجد فيها

(عمدۃ القاری، جلد ٦، ص ١٠٦، مکتبہ توفیقیہ، مصر)

حضرت عمرو الجہنی سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں نبی کریم علیہ السلام کے پاس تھا آپ علیہ السلام نے سورہ نجم تلاوت فرمائی اور سجدہ فرمایا۔

درجہ بالا صحابہ کرام کی روایات کی روشنی میں یہ بات نہایت واضح ہے کہ یہ سجدہ صرف مکی دور تک نہ تھا بلکہ حضرت عائشہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ابو درداءؓ اور خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی دوسری روایات مدنی دور میں بھی سجدہ تلاوت کے معمول نبوی ﷺ پر دلالت کرتی ہیں بلکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت پر امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں۔

احتج بهذا الحديث ابو حنيفه والثوری والشافعی واحمد واسحاق وعبدالله ابن وهب وابن حبيب المالكی عن ان سورة النحم فيها سجده

(عمدۃ القاری جلد ٦، ص ١٠٧، مطبوعہ مصر ٢٠١٠)

اس حدیث مبارکہ سے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اسحاقؒ، عبداللہ بن وہبؒ، ابن حبیب المالکیؒ بھی استدلال کرتے ہیں کہ سورۃ النجم میں سجدہ تلاوت ہے۔

سورۃ النجم کے سجدہ پر اعتراض اور اس کا جواب:

حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت جسے امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں نقل فرمایا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سورۃ النجم کا سجدہ اب باقی نہیں۔ روایت یہ ہے:

عن عطاء بن يسار انه اخبره انه سال زيد بن ثابت فزعم انه قرا على النبی ﷺ "والنجم" فلم يسجد فيها

(صحیح البخاری ابواب السجود، رقم الحدیث ۱۰۷۲)

حضرت عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں انہوں نے سورۃ النجم کے سجدہ کے متعلق حضرت زید بن ثابت سے سوال کیا تو ان کا گمان ہے انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت کی تو آپ علیہ السلام نے سجدہ نہیں فرمایا۔

امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا مشہور مذہب، امام شافعیؒ کا قدیم مذہب اور ابو ثورؒ کا مذہب یہ ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ نہیں ان کا استدلال اسی روایت سے ہے اور یہی قول عطا بن ابی رباحؒ، حسن بصریؒ، سعید بن جبیرؒ، سعید بن المسیبؒ، عکرمہؒ اور طاؤسؒ کا ہے حضرت ابن عباسؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ سے بھی یہی مروی ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۶، ص ۱۱۰)

حضرت زید بن ثابتؓ کی اس روایت کا جواب دیتے ہوئے امام ابو جعفر طحاویؒ فرماتے ہیں:

ليس فی الحديث دليل على ان لا سجود فيها لانه قديحتمل ان يكون ترك النبی ﷺ السجود فيها حينئذلانه كان على غير وضو، فلم يسجد لذلك ويحتمل ان يكون تركه لانه كان وقتالا يحل فيه السجود، يحتمل ان يكون تركه لان الحكم عنده بالخيار ان شاء سجدوان شاء ترك ويحتمل ان يكون تركه لانه لاسجود فيها فلما احتمل تركه السجود و هذه الاحتمالات يحتاج الى شئى آخرمن الاحاديث نلتمس فيه حكم هذه السورة، هل فيها سجودام لا؟ فوجدنا فيها حديث عبدالله بن مسعود الذی معنى فيما قبل فيه تحقيق السجود فيها فالا خذبهذا اولى كان تركه فی حديث زيدلمعنى من المعانی التی ذكرنا، رجبيب ايضا بانه ﷺ لم يسجد على الفور، ولا يلزم منه ان لايكون فيه سجدة، ولا فيه نفی الوجوب

(شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ، جلد ا، ص ۳۵۲)

حدیث مبارکہ میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ سورۃ النجم میں سجدہ نہیں کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ نہ کرنے کا احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے آپ علیہ السلام وضو سے نہ ہوں اس وجہ سے آپ علیہ السلام نے سجدہ نہ فرمایا ہو، اس بات کا بھی امکان ہے کہ اوقات مکروہہ میں سے کوئی وقت ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ علیہ لسلام نے اس وجہ سے ترک فرمایا ہو کہ اس سجدہ کرنے کا حکم آپ علیہ السلام کے لئے اختیاری ہو چاہے آپ علیہ السلام سجدہ فرمائیں چاہے نہ فرمائیں اور امکان اس بات کا بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں سجدہ ہو ہی نہ، پس جب سجدہ کے ترک کے کئی امکانات ہو سکتے ہیں تو لازم ہے کہ ہم ان احادیث کی طرف رجوع کریں جس میں اس سورۃ کے سجدہ کے متعلق ہم جان سکیں کہ اس میں سجدہ ہے یا نہیں ہے، پس اس مسئلہ میں ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت پائی جس میں سورۃ النجم کے اندر سجدہ کا بیان

تحقیق سے ثابت ہے پس ہم ابن مسعودؓ کی روایت کو لیں گے جو اس بات میں اولیٰ ہے اور زید بن ثابتؓ کی روایت کو ترک کریں گے کیونکہ اس میں بہت سے معانی کا احتمال ہے جن کا ہم نے ذکر کیا اور ہم نے اس بات کا بھی جواب دیا کہ آپ علیہ السلام نے فوراً سجدہ نہیں فرمایا جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہاں سجدہ نہیں اور نہ اس روایت میں سجدہ تلاوت کے وجوب کی نفی ہے۔

درج بالا تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ سورۃ النجم کا سجدہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے محدثین کی روایات صحابہ کرام کے اقوال وافعال کی روشنی میں اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ یہ معمول مبارک مکی دور کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا بلکہ مدنی دور میں بھی اس کا معمول حیاتِ رسول علیہ السلام سے ثابت ہے اور ابن شاہین کا یہ استدلال کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مکی دور کی روایت بیان فرما رہے ہیں حقائق سے مختلف ہے جیسا کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں بھی اس حدیث مبارکہ کی بحث میں فرمادیا۔

(کتاب الام، جلد ا، ص ۱۳۶)

قرآن مجید کی مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت کا بیان:

مفصل سورتوں سے مراد سورۃ الحجرات سے سورۃ الناس تک قرآن مجید کی آخری سورتیں ہیں، اس باب کی آخری روایت میں محدث ابن شاہین رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر ذکر فرمایا جس کے مطابق آپ ﷺ نے مفصل سورتوں میں ہجرت کے بعد سجدہ تلاوت نہیں فرمایا، اس حدیث پر مختلف محدثین کرام نے روایۃ اور درایۃ کلام فرمایا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام یحییٰ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

احتج مالك ومن وافقه فی انه لاسجود فی المفصل وان سجده "النجم" و "اذا السماء انشقت" و "اقراء باسم ربك" منسوخات بهذا الحديث او بحديث ابن عباس ان النبی ﷺ لم يسجد فی شئی من المفصل،

امام مالکؒ اور آپ کے متبعین سورۃ النجم، سورۃ انشقاق اور سورۃ العلق کے سجدوں کے متعلق اس حدیث یا حدیث ابن عباسؓ سے استدلال کرتے ہوئے اس کی منسوخیت کا قول فرماتے ہیں کہ جب سے سرکار دو عالم علیہ السلام مدینہ

منذ تحول الى المدينة، وهذا مذهب ضعيف، فقد ثبت حديث ابی هريرة المذكورة بعده فی مسلم قال: سجدنا مع رسول الله ﷺ "اذا السماء انشقت" و "اقراء" وقد اجمع العلماء علی ان اسلام ابی هريرة كان سنة سبع من الهجرة فدل علی سجود فی المفصل

(شرح مسلم نووی، جلد۵، ص۷۶)

تشریف فرما ہوئے آپ علیہ السلام نے مفصل سورتوں میں سے کسی سورۃ کی آیت پر سجدہ نہیں فرمایا۔ یہ مذہب کمزور ہے، حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت مسلم شریف میں اس حدیث کے بعد ذکر ہوئی اس میں حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سورۃ انشقاق، سورۃ العلق میں سجدہ کیا اور علماء کا اس بات پر تو اجماع ہے کہ جناب ابو ہریرہؓ کا اسلام قبول کرنا ہجرت کے ساتویں سال ہوا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے اس قول وعمل کی روشنی میں امام مسلم کی روایت پر امام نووی کا استدلال مفصل سورتوں کے سجدوں کے ثبوت کو واضح کرتا ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کا قول مبارک جو پہلے بھی ذکر کیا جا چکا۔

فان قال قائل فلعل احدهذين الحديثين نسخ الاخر، قيل فلا يدعی احدان السجود منسوخ، الا جاز لاحد ان يدعی ان ترك الجود منسوخ، والسجود ناسخ

(الام جلد۱، ص۱۳۶)

پس اس بات کا امکان ہے کہ ان دو طرح کی احادیث میں سے ایک دوسری کی ناسخ ہو اس بات کا دعویٰ نہیں کیا جائے گا کہ (مفصل) سورتوں میں سجدہ تلاوت منسوخ ہو گئے بلکہ یہ ان دونوں طرح کی احادیث میں سے سجدہ تلاوت والی احادیث کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ دوسری احادیث کی ناسخ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت مبارکہ کو نقل فرمانے کے بعد امام ترمذی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قال ابو عيسیٰ حديث ابی هريرة حديث حسن صحيح والعمل علی هذا عند اكثر اهل العلم يرون السجود فی "اذا السماء الشقت" "واقرا باسم ربك"

ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا کہ ابو ہریرہؓ کی روایت حسن صحیح ہے اور اسی پر جمہور اہلِ علم کا عمل ہے کہ وہ سورۃ انشقاق اور سورۃ العلق میں سجدہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم یرون السجود فی النجم وقال بعض اهل العلم من اصحب النبی ﷺ وغیرهم لیس فی المفصل سجدة وهو قول مالك بن انس والقول الاول اصح وبه یقول الثوری وابن مبارك والشافعی واحمد واسحاق

(جامع ترمذی ابواب السجود)

بعض اہل علم سورۃ النجم میں سجدہ تلاوت مانتے ہیں اور بعض کے نزدیک مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت نہیں، قول اوّل صحیح ہے اسی پر امام مالک، ثوری ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا فتویٰ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث مبارکہ پر محدثین نے کلام کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آراء پیش فرمائیں۔ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

واما ماروا ه ابو داؤد وغیره من طریق مطر الوراق عن عکرمة عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ لم یسجدفی شئی من المفصل منذتحول الی المدینة، فقد ضعفه اهل العلم بالحدیث لضعف بعض روایة، واختلاف فی اسناده وعلی تقدیر ثبوته فروایة من اثبت ذلك ارجح، اذ المثبت مقدم علی النافی فقد ثبت السجود فاذا السماء انشقت۔

(فتح الباری جلد۲، ص۵۵۵)

اور جو روایت امام ابوداؤد اور آپ کے علاوہ محدثین نے مطر الوراق کی سند سے نقل کی انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں فرمایا، اس حدیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا اس کے بعض کمزور راویوں کی وجہ سے اور اس کی اسناد کے اختلاف کی وجہ سے البتہ مفصل سورتوں میں سجود کے ثبوت کی روایات راجح ہیں کیونکہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے پس یقیناً سورۃ انشقاق میں سجدہ تلاوت ثابت ہے۔

ابن حزم ظاہری اس روایت پر بیان کرتے ہیں:

وهذا باطل بحث وعلة هذا الخبر هو ان مطراسیئی الحفظ، ثم لو صح لکان المثبت اولی من النافی ولا عمل اقوی من عمل عمرو عثمان بحضرة الصحابة بالمدینة

(المحلی جلد۵، ص۱۱۰)

یہ روایت اس علت خاص کی وجہ سے باطل ہے کہ مطر الوراق راوی سیئی الحفظ ہے اور اگر بالفرض محال یہ روایت درجہ صحت کی بھی ہو تب بھی مثبت روایت نافی روایت سے اولی ہوتی ہے اور صحابہ کرام میں سے کسی کا عمل بھی حضرت عمر و عثمانؓ کے عمل سے (بطورِ دلیل) قوی تر نہیں۔

امام شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذا منكر فقد صحّ ان ابا هريرة سجد مع النبی ﷺ فی اذا السماء انشقت، و اسلامه متاخر

(میزان الاعتدال، جلد اص ۴۳۹)

یہ روایت منکر ہے اور یقیناً حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت اس روایت سے زیادہ صحیح ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سورۃ الانشقاق کی تلاوت کے وقت سجدہ کیا اور جناب ابو ہریرہ متاخر الاسلام ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ کے متعلق حضرت ابورافع کی روایت احناف بطور دلیل پیش فرماتے ہیں:

عن رافع صليت مع ابی هريرة العتمة فقرا "اذا السماء انشقت" فسجد: ماهذه السجدة قال: سجدت بها خلف ابی القاسم ﷺ فلا ازال السجد ها حتی القاه

(سنن ابی داؤد باب السجود فی الشقاق)

حضرت رافع سے روایت ہے میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پس آپ نے سورۃ انشقاق کی تلاوت کی تو سجدہ کیا میں نے عرض کی یہ کیسا سجدہ ہے، آپ نے جواب دیا، میں نے یہ سجدہ جناب ابو القاسم ﷺ کے پیچھے کیا پس آپ علیہ السلام کے وصال مبارک تک میں ایسا کرتا رہا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت مبارکہ کے متعلق محدثین کرام کی آراء پیش خدمت کی گئیں اولاتو یہ روایت سنداً صحیح نہیں اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتو اس کے مقابلے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات مبارکہ جس میں مفصل سورتوں کے اندر سجدہ تلاوت کا بیان ہے اس روایت سے زیادہ صحیح ہیں اور راجح ہیں اور اسی پر جمہور ائمہ کرام کا عمل ہے۔

سجدہ تلاوت کے وجوب کے بیان میں:

احناف کے نزدیک قرآن مجید میں چودہ مقامات پر سجدہ تلاوت والی آیات ہیں جن کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہے جبکہ باقی ائمہ کے نزدیک سجدہ سنت ہے واجب نہیں، احناف کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

احناف کے نزدیک قرآن مجید کی سورۃ انشقاق کی آیت مبارکہ نمبر ۲۱ میں وجوب سجدہ کی دلیل ہے، آیت مبارکہ

واذا قری علیهم القرآن لایسجدون

(الانشقاق: ۲۱)

اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔

اس آیت مبارکہ میں بارگاہ الٰہی میں سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی۔

امام کاسانیؒ فرماتے ہیں۔

انما يستحق الذم بترك الواجب ولان مواضع السجود في القرآن منقسمة منها اماهو امربالسجود والزام للوجوب كما في اخر سورة القلم ومنها ما هو اخبار عن استكبار الكفر عن السجود فيجب علينا منها مخالفتهم بتحصيله ومنها ماهو اخبار عن خشوع المطيعين فيجب علينا متابعتهم لقوله تعالىٰ "فبهدهم اقتده

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد۱،ص۵۵۶)

بے شک واجب کا ترک مذموم ہوتا ہے اور قرآن مجید میں سجدے تلاوت کے مقامات مختلف حصوں پر منقسم ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن میں سجدے کا حکم ہے جیسا کہ سورۃ القلم کے آخر میں ہے اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جس میں سجدے سے تکبر انکار سے کفر کی خبر دی گئی ہے پس ہم پر واجب ہے کہ ہم منکرین کی مخالفت میں سجدہ کریں اور کچھ وہ آیات ہیں جن میں اطاعت گزاروں کی عاجزی کی خبر دی گئی ہے پس ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی اتباع کریں اللہ تعالیٰ کے قول مبارک "فبهدهم اقتده" کی روشنی میں۔

صاحب روح المعانی امام آلوسیؒ فرماتے ہیں:

واحتج ابو حنيفه على وجوب السجدة بهذا من وجهين، الاول ان فعله ﷺ يقتضي الوجوب لقوله تعالىٰ "فاتبعوا" الثاني انه تعالىٰ ذم من يسمعه ولا يسجد وحصول الذم عندالترك يدل على الوجوب

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی جلد۳۰،۲۹ مطبوعہ دارالحدیث مصر)

امام ابوحنیفہؒ اس آیت سے بطور استدلال سجدہ تلاوت کے وجوب کا قول دو وجوہات کی بنا پر کرتے ہیں، اول: آپ ﷺ کا عمل مبارک وجوب کا تقاضہ کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے پس ان کی پیروی کرو، ثانی: اللہ رب العزت نے سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی اور مذمت ترک پر ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ترک واجب ہے۔

اسی طرح امام ابوبکر جصاص رازیؒ اور امام فخر الدین رازیؒ بھی احناف کی جانب سے یہی دلائل پیش فرماتے ہیں۔

(تفسیر الکبیر جلد۳۲،۳۱ص۱۰۲ دارالکتب العلمیہ)۔(احکام القرآن جصاص جلد۳،تفسیر سورۃ انشقاق)

حضرت ابوہریرہؓ متاخر الاسلام صحابی ہیں اس آیت مبارکہ پر سجدہ تلاوت کا معمول نبوی ﷺ بیان فرماتے ہیں۔

عن ابی هريرةؓ انه سجد فيها وقال والله ماسجدت الا بعد ان رايت النبي ﷺ

(الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل جلد۴،ص۷۲۹ دارالحیاء التراث)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے سورۃ انشقاق کی تلاوت پر سجدہ کیا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرتے دیکھ کر ایسا کیا۔

حضرت انس بن مالکؓ خلفاء راشدین کا معمول مبارک بیان فرماتے ہیں کہ آیات سجدہ کی تلاوت کے وقت ان کا عمل کیا ہوتا:

عن انسؓ صلیت خلف ابی بکر و عمر و عثمانؓ فسجدوا

(تفسیر ابی سعود ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم جلد ۶ ص ۴۲۵)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے میں نے حضرت ابوبکر وعمر وعثمان کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ (انشقاق کی) تلاوت کے وقت سجدہ فرماتے۔

آیات سجدہ کی تلاوت کے وقت رسول اللہ ﷺ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کا عمل مبارکہ اوران سے فقہاء احناف کے استنباط پیش کئے گئے نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی هریرةؓ النبی ﷺ قال اذا تلا ابن آدم آیت السجدة فسجد اعتزل الشیطان یبکی ویقول: امر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة وامرت بالسجود فلم اسجد فلی النار

(صحیح مسلم کتاب الایمان، باب الکفر علی من ترک الصلوٰة)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب ابن آدم آیت سجدہ تلاوت کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے اور روتا ہے اور کہتا ہے ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم ہوا میں نے نہ کیا پس میرے لئے جہنم ہے۔

امام کاسانیؒ اس حدیث مبارکہ سے وجوب سجدہ پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فکان فی الحدیث دلیل علی کون ابن آدم مامورا بالسجود و مطلق الامر للوجوب ولان الله تعالیٰ ذم اقواماً ترك السجود

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ا ص ۵۵۶ مطبوعہ دار الحدیث مصر)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا اور یہ حکم مطلق ہے، وجوب کے لیے ہے کیوں کہ اللہ رب العزت نے ترک سجدہ پر اقوام کی مذمت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث مبارکہ سے بطور استدلال صاحب ہدایۃ نے وجوب سجدہ کا قول ذکر فرمایا جو واجب کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی۔

السجدة علی من سمعها، السجدة علی من تلاها

(نصب الرایۃ جلد ۲ ص ۱۷۸)

سجدہ سننے والے اور تلاوت کرنے والے پر واجب ہے۔

لیکن امام بدرالدین العینیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ روایت سنداً غریب ہے اور ثابت نہیں البتہ احناف کا

استدلال آیات قرآنیہ سے ہے۔

فمالهم لا یومنون۔ واذا قری علیهم القرآن لایسجدون (الانشقاق:۲۱)

تو کیا ہے انہیں وہ ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے سجدہ نہیں کرتے۔

فاسجدوا لِله اعبدوا (النجم:۶۲)

پس سجدہ کرو اللہ کیلئے اور عبادت کرو۔

والسجد و اقترب (العلق:۱۹)

اور سجدہ کر اور نزدیک ہو جا۔

امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں۔

الذم لا یتعلق الا بترك واجب والامر فی الایتین للوجوب

مذمت ترک واجب پر ہے اور ان دو آیتوں میں سجدے کے وجوب کا بیان ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۶، ص ۹۸)

امام کاسانیؒ نے درجہ ذیل صحابہ کرام کا قول مبارک وجوب سجدہ کے متعلق نقل فرمایا۔

عن عثمان علی و عبدالله بن مسعود و عبدالله بن عباس و عبدالله بن عمر انهم قالوا: السجدة علی من تلاها، وعلی من سمعها وعلی من حلبس له علی اختلاف الفاظهم وعلی کلمة ایجاب

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ۱، ص ۵۵۶)

حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا آیت سجدہ تلاوت کرنے والوں، سننے والوں اور ان کے ساتھ بیٹھنے والوں پر سجدہ واجب ہے الفاظ کے اختلاف پر اور عبارت میں لفظ علی وجوب کے معنی کیلئے ہے۔

خلاصہ باب یہ ہے کہ سورۃ النجم کے سجدہ اور مفصل سورتوں میں آیات سجدہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں نبی کریم ﷺ کا عمل مبارکہ خلفاء راشدین اور کثیر صحابہ کے آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مفصل سورتوں میں آیات سجدہ کی تلاوت کے موقع پر فوراً یا تاخیر سے سجدہ فرماتے یہی اہل اسلام کا معمول ہے اور یہی احناف کا فتویٰ بھی ہے۔

باب : ۳۴

بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ دونمازوں کوجمع کرنے کے بیان میں

239۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَالِبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَيْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ ابْنُ سَوَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ" : جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ، وَلَا مَطَرٍ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: وَلِمَ فَعَلَ ذَٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرَادَ التَّخْفِيفَ عَلَى أُمَّتِهِ: أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ فَفَعَلَ هَٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ وَهُوَ فِي السَّفَرِ أَوْجَبُ"

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبریٰ جلد۳،ص ۱۶۶

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام نے بغیر خوف اور بارش کے مدینۃ المنورہ میں ظہر اور عصر کی نماز اور مغرب اور عشاء کی نماز کو اکٹھا ادا فرمایا۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیوں فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آپ علیہ السلام نے اپنی امت کیلئے آسانی کا ارادہ فرمایا تاکہ ان پر تنگی نہ ہو۔

نبی کریم علیہ السلام نے ایسا عمل دوران اقامت فرمایا جبکہ سفر تو نمازوں کو جمع کرنا لازم کرتا ہے۔

240۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَطِيرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَاكِرٍ، حَدَّثَنَا: أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَوَّاسُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، : أَنَّ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر خوف اور سفر کے مغرب اور عشاء کی نماز اور ظہر وعصر کی نماز کو اکٹھا ادا فرمایا۔

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَمَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ«

تخریج حدیث۔(۱) موطا امام مالک، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمع بین الصلاتین، (۲) صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر، (۳) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمع بین الصلاتین، (۴) سنن نسائی، کتاب الحضر، باب الجمع بین الصلاتین، (۵) سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، باب الجمع بین الصلاتین، (۶) صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، (۷) مسند ابی عوانہ جلد ۲، ص ۲۵۳، (۸) شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمع بین الصلاتین کیف، (۹) الام، جلد ۱، ص ۱۱۸

241۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْبَاقِي بْنُ قَانِعٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَيْمُونٍ الْقَوَّاسُ، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَمَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ، وَلَا سَفَرٍ« قُلْتُ: مَا أَرَادَ بِذَلِكَ قَالَ: أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر خوف اور سفر کے مغرب اور عشاء کی نماز اور ظہر وعصر کی نماز کو اکٹھا ادا فرمایا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تاکہ اُمت پر تنگی نہ ہو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۲، ص ۳۵۳، (۲) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب جمع الصلوٰۃ فی الحضر، (۳) مسند ابوداؤد الطیالسی جلد ۱ ص ۱۳۷، (۴) مسند حمیدی جلد ۱، ص ۲۲۳، (۵) السنن الکبری جلد ۳، ص ۱۶۶

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

242۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ خَالِدِ بْنِ التَّمَّارِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَكِيمِ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ جَمَعَ بَيْنَ صَلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتَى بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ، وَمَنْ شَرِبَ شَرَابًا حَتَّى يَذْهَبَ عَقْلُهُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ أَتَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا ادا کیا تو وہ کبیرا گناہ کے دروازوں میں سے ایک دروازے سے آیا اور جس نے ایسی پینے والی چیز کو پیا جو عقل اسے اللہ نے عطا فرمائی تھی وہ زائل ہوگئی تو وہ کبائر گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے سے آیا اور جس نے تو اس پر جہنم کی آگ واجب ہے

بَابًا مِنْ أَبْوابِ الْكَبَائِرِ، وَمَنْ شَهِدَ شَهَادَةً يجْتَاحُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ فَقَدْ أَوْجَبَ النَّارَ«

اور جس نے کسی مسلمان کا مال ہتھیانے کے لیے جھوٹی گواہی دی پس اُس نے آگ کو واجب کرلیا۔

تخریجِ حدیث۔(۱)جامع ترمذی، ابواب الکبائر، باب الجمع بین الصلاتین، (۲)المعجم الکبیر جلد۱،ص ۲۱۶، (۳)سنن دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ فی السفر، (۴)مستدرک جلد۱،ص ۵۶۴، (۵)السنن الکبری جلد۳،ص ۱۶۹

243۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ صَدَقَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ شَرِيكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ يَعْنِي: ابْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ مِنَ الْكَبَائِرِ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا ادا کرنا کبائر گناہ میں سے ہے۔

تحقیق

پانچ احادیث مبارکہ کا یہ مختصر باب دونمازوں کوایک ہی وقت میں اکٹھاادا کرنے کے متعلق ہے، تین ابتدائی روایات حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں جن میں ظہر وعصر، مغرب وعشاء کوایک ہی وقت میں ادا کرنے کا بیان ہےاور متاخر روایات جن میں دونمازوں کوایک ہی وقت میں ادائیگی کی ممانعت وارد ہوئی وہ بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہی مروی ہیں۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:

محدث ابن شاہینؒ نے دونمازوں کواکٹھا کرنے والی روایات کو پہلے ذکر فرمانا اور پھر منسوخیت کی روایات کو بعد میں ذکر فرمانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے دونمازوں کوایک ہی وقت میں ادا فرمایا لیکن بعد میں اسے منسوخ فرمادی لیکن فقہاء ومحدثین میں سے کسی نے بھی اس باب میں منسوخیت کا قول ذکر نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کی ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں مختلف مسائل مستنبط فرمائے۔ آئمہ کرام کا دونمازوں کوایک ہی وقت میں اکٹھا کرنے کے متعلق اختلاف ہےاور اس اختلاف کی اصل وجہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کونمازوں کے اوقات کے متعلق کسی قولی حدیث مبارکہ کا نہ ملنا ہےاور جتنی احادیث مبارکہ نمازوں کے اوقات اور ان میں آپ علیہ السلام کے معمول مبارک کے متعلق ہیں سب فعلی ہیں البتہ ابن شاہین نے سابقہ روایات کی ناسخ روایت کیلئے جس حدیث مبارکہ کوذکر فرمایا وہ آپ ﷺ کا قول مبارک ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمایا اس روایت کی صحت اور اس سے استدلال تفصیلاً بعد میں ذکر کیا جائے گا، اس باب میں ائمہ کرام کے مسالک اور مذاہب ملاحظہ فرمائیں۔

اس باب میں فقہاء کے اختلاف کا جائزہ:

اس بات پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ عرفہ کے دن ظہر وعصر، مغرب وعشاء ملاکے ادا کی جائے گی لیکن یوم عرفہ کے علاوہ دونمازوں کواکٹھا کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ مذکورہ احادیث مبارکہ میں نمازوں کواکٹھا ادا کرنے کی جو وجوہات یا

اعذار سامنے آئے وہ تین طرح کے ہیں۔

(۱) سفر

(۲) بارش

(۳) مرض

اس تین وجوہات کے بغیر آپ ﷺ نے نمازوں کو اکٹھا نہیں فرمایا احناف اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں اصل اختلاف اس پہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا نمازوں کو ان تین وجوہات کی بناء پر اکٹھا کرنا ایک ہی وقت میں ہوتا تھا یا اوقات مختلف ہوتے۔

شافعیہ کا مسلک:

امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے نزدیک سفر کے دوران دو نمازوں کو اکٹھا ادا کرنا جائز ہے چاہے وہ سفر موجب قصر ہو یا نہ ہو۔ البتہ آپ کے دوسرے قول کے مطابق اگر سفر موجب قصر ہو تو ایسا کرنا جائز ہے اور اگر موجب قصر نہیں تو دو نمازوں کو یکجا کرنا جائز نہیں۔

بارش کی صورت میں بشرطیکہ وہ شدید ہو دو نمازیں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھی جا سکتی ہیں چاہے جمعہ اور عصر کو بھی اکٹھا کر لیا جائے۔

مرض اور خوف کے پیش نظر بھی دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں ادا کر لینا علماء و شافعیہ کے ہاں درست ہے۔

(بدایۃ المجتہد جلد ۱، ص ۳۲۲، التحقیق جلد ۴، ص ۱۰۰، المجموع جلد ۴، ص ۲۵۰)

حنابلہ کا مسلک:

سفر جو موجب قصر ہو اس میں دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں ادا کرنا حنابلہ کے نزدیک جائز ہے لیکن اگر سفر شرعی نہیں تو اس میں ایسا درست نہیں۔

بارش کی صورت میں ظہر و عصر کو اکٹھا نہیں پڑھا جا سکتا البتہ مغرب و عشاء ایک ہی وقت میں ادا کی جا سکتی ہے اور یہ ادائیگی بھی اُن لوگوں کے لئے جائز ہو گی جو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں اگر کوئی شخص تنہا گھر میں نماز پڑھنا چاہتا ہے تو وہ مغرب و عشاء کو ایک ہی وقت میں نہیں پڑھ سکتا البتہ آپ کے دوسرے قول کے مطابق تنہا نمازی بھی ایسا کر سکتا ہے۔

(المغنی جلد ۲، ص ۱۱۶)

مالکیہ کا مسلک:

سفر میں اگر جلدی وسرعت مطلوب ہو تو نمازوں کو ایک ہی وقت میں جمع کیا جاسکتا ہے لیکن اگر ایسا نہیں تو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں اور دوسرے قول کے مطابق ایسا جائز تو ہے لیکن کراہیت کے ساتھ۔

مرض کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے بشرطیکہ مرض کی وجہ سے زوال عقل کا خدشہ ہو، اگر ایسا نہیں تو پہلی نماز کو اس کے آخری اور دوسری نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرے۔

بارش کی وجہ سے ظہر وعصر کو جمع کرنا ان کے ہاں درست نہیں البتہ مغرب وعشاء کو ایک ہی وقت میں ادا کیا جاسکتا ہے۔

(بدایۃ المجتہد جلد ا،ص ۳۱۹، ۳۲۲)

احناف کا مسلک:

احناف کے نزدیک سوائے یوم عرفہ اور مقام مزدلفہ کے کسی حالت میں بھی دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں جمع کرنا جائز نہیں۔

قال محمد و لسنا ناخذ بهذه نجمع بين الصلاتين فى وقت واحده الظهر والعصر بعرفة، والمغرب والعشاء بمزدلفة وهو قول ابى حننيفه

(موطا امام محمد ابواب الصلوٰۃ باب جمع بین الصلاتین فی الاسفر)

امام محمد بن حسن الشیبانی نے فرمایا: ہم ان روایات جن میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا بیان ہے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ عرفات میں ظہر وعصر اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کے معاملے میں، یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا قول ہے۔

جمع بین الصلاتین پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل:

حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک ہی مضمون کی روایت جسے امام بخاریؒ و مسلمؒ نے روایت کیا۔

(۱) فقال انسؓ كان رسول الله ﷺ اذا رحل قبل ان تزيغ تميل ظهرا الشمس اخرالظهر الى وقت العصر، ثم نزل يجمع بينهما فان زاغت قبل ان ترتحل صلى الظهر ثم ركب

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب زوال آفتاب سے پہلے سفر کیلئے نکلتے تو ظہر کو عصر تک موخر فرماتے پھر ٹھہرتے اور دونوں نمازوں کو ادا فرماتے اور اگر زوال آفتاب کے بعد سفر پہ جاتے تو پہلے ظہر ادا فرمالیتے پھر سفر شروع فرماتے۔

(۲) عن ابن عمرؓ فهو: انه استغيث على بعض اهله، فجدبه اليسير فاخر المغرب حتى غاب الشفق ثم نزل، فجمع بينهما ثم اخبرهم ان رسول الله ﷺ كان يفعل ذلك اذا جدبه اليسير

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ (اپنی اہلیہ کی) بیماری کی وجہ سے سفر پر نکلے تو سفر میں تیزی سے کام لیا اور مغرب کو شفق کے غائب ہونے تک موخر فرمایا پھر سواری سے اترے اور مغرب اور عشاء کو ادا فرمایا پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو ایسا ہی فرماتے۔

(۳) عن معاذ بن جبلؓ ان النبی ﷺ كان فی غزوه تبوك اذا ارتحل بعد المغرب عجل العشاء فصلاها مع المغرب

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ، باب جمع صلاتین/ جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے غروب کے بعد سفر شروع فرمایا اور عشاء کی نماز کو جلد ادا فرماتے ہوئے مغرب کے ساتھ ملایا۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اسی مضمون کی روایت پر مشتمل ہیں جن کا ذکر ابن شاہینؒ نے باب کی ابتدائی احادیث میں فرمادیا اس کے ساتھ ساتھ پھر حضرت انسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی مذکورہ روایات ان کے اہم دلائل سمجھے جاتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات:

(۱) مذکورہ جمع روایات صرف اور صرف کسی مجبوری مثلاً سفر، مرض یا بارش کی صورت میں نماز کو اس کے اوقات سے ہٹ کر ادا کرنے کے متعلق ہیں اور اس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں لہٰذا مخصوص وجوہات کی بناء پر اوقات صلوٰۃ کو تبدیل کرنا سنت کے خلاف ہے ہر نماز اپنے مخصوص اوقات میں ہی ادا کی جائے گی۔

(۲) مذکورہ روایات کی روشنی میں یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دو نمازیں اکٹھی ادا فرمائی لیکن یہ بات واضح نہیں کہ وہ نمازیں ایک ہی وقت میں ادا فرمائیں یا الگ الگ اوقات میں، احادیث مبارکہ میں یہ بات تو موجود ہے کہ ظہر اور عصر

اور مغرب کو عشاء کے ساتھ ادا فرمایا لیکن کسی روایت میں یہ نہیں کہ ظہر کو عصر کے وقت میں یا مغرب کو عشاء کے وقت میں ادا فرمایا، دو نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرنے کی حکمت اور فلسفہ پر امام بدرالدین عینیؒ روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مغرب اس وقت ادا فرمائی جب شفق غائب ہوگئی، آپ جلدی میں تھے آپ نے شفق کے غائب ہونے کے بعد مغرب وعشاء کی نماز اکٹھی ادا فرمائی۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ)

اس روایت کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قلنا اما الجواب عن الاول ان الشفق نوعان: احمر وابيض كما اختلف العلماء من الصحابة وغيرهم فيه، وتحمل انه جمع بينهما بعد غياب الاحمر، فيكون المغرب فى وقتها على قول من يقول الشفق هو الاحمر ويطلق عليه انه جمع بينهما بعد غياب الشفق، والحال انه قدصلى كل واحدة منهافى وقتها على اختلاف القولين فى تفسير الشفق

ہم نے کہا کہ پہلی دلیل کے متعلق جواب یہ ہے کہ شفق کی دو اقسام ہیں شفق احمر، شفق ابیض۔ جیسا کہ علماء کا صحابہ کرام کے اقوال کی روشنی میں اختلاف ہے، ابن عمرؓ کی روایت میں اس بات کا احتمال ہے کہ دو نمازیں شفق احمر کے بعد جمع فرمائیں، بس اس طرح جن کے نزدیک شفق سے مراد شفق احمر ہے ان کے مطابق مغرب اپنے وقت میں ہی ادا ہوئی اور یہ سمجھا گیا کہ دونوں نمازیں شفق کے غائب ہونے کے بعد ادا کی گئیں حالانکہ شفق کے متعلق دو اقوال کے پیش نظر حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر نماز اپنے وقت پر ہی ادا ہوئی۔

اس کے بعد آپ ظہر اور عصر کو ایک ساتھ ادا کرنے کی حکمت پر بحث فرماتے ہیں۔

ان معنى قوله اخرالظهرالى وقت العصر اخره الى آخره وقت الذى يتصل به وقت العصر، فيصلى الظهرفى اخروقته ثم يصلى العصر متصلابه فى اول وقت العصر، فيطلق عليه انه جمع بينهما لكنه فعلا لاوقتا

(شرح ابی داؤد، جلد۳، ص۴۰۵، دارالکتب العلمیۃ)

ظہر کو مؤخر کرنے کا معنی یہ ہے کہ ظہر کو اس کے آخری وقت تک موخر کیا وہ وقت جو عصر سے متصل ہے پھر ظہر کو ادا کیا، اس کے آخری وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں ادا کیا گیا پس ظہر اور عصر کی ادائیگی پر ایک ہی وقت کا اطلاق کیا گیا مگر یہ جمع کرنا صورتاً تھا حقیقتاً یا فعلاً نہیں تھا۔

حاصل کلام یہ کہ یہاں روایات میں نمازوں کو جمع کرنے کا جو ذکر افعال رسول ﷺ سے ہے وہ صورتاً جمع ہے نہ کہ حقیقتاً یعنی اوقات کو آپس میں قریب کر کے درمیان میں معمولی سا وقت رکھ کر دونوں نمازوں کو باری باری ادا کر دینا نہ کہ ایک ہی وقت

میں دونوں نمازوں کو اکٹھا پڑھنا۔ آخر میں امام عینیؒ نماز عصر کے وقت کے متعلق فرماتے ہیں کہ عصر کے اول وقت میں اختلاف ہے اور وہ یہ کہ ایک قول کے مطابق اس کا اول وقت تب ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل ہو جائے اور دوسری روایت کے مطابق جب ہر ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے۔ پس جن روایات میں ظہر کے موخر کرنے کا ذکر ہے ان میں یہ احتمال ہے کہ ظہر اس وقت تک موخر فرمادی گئی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل کے برابر ہو گیا پھر آپ علیہ السلام نے اسے ادا فرمایا اور اس کے بعد ساتھ ہی عصر کی نماز بھی ادا فرمادی گئی۔ آپ علیہ السلام نے ظہر کو اپنے وقت میں ہی ادا فرمایا، ان کے مطابق جن کے نزدیک ظہر کا وقت دو مثل سایہ ہونے تک رہتا ہے اور عصر کی نماز آپ علیہ السلام نے ایک مثل سایہ کے بعد ادا فرمائی تو دوسری رائے کے مطابق یہ ہی عصر کا پہلا وقت تھا، یعنی سایہ ایک مثل ہونے کے بعد وقت عصر شروع ہو جاتا ہے تو بظاہر دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں ادا فرمائیں جبکہ ظہر وعصر کے اوقات میں اختلاف کی وجہ سے نمازوں کے اوقات کا تعین نہیں ہوا لہٰذا دونوں نمازیں درحقیقت اپنے اپنے اوقات میں ادا کی گئیں۔

(شرح ابوداؤد، جلد۳، ص۴۰۵، ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

پس ثابت ہوا کہ دو نمازوں کو جمع فرمانا جمع صوری ہے نہ کہ جمع حقیقی۔ ایک نماز کو موخر کیا گیا اور اسے اس کے آخری وقت میں ادا فرمانے کے بعد دوسری نماز کو اس کے اوّل وقت میں ادا کر دیا گیا جس سے یہ محسوس ہوا کہ دو نمازیں ایک ہی وقت میں ادا ہوئیں اور اس طرح نمازوں کو جمع فرمانا بھی صرف اور صرف سفر یا بارش وغیرہ کے سبب ہوا۔ ابن شاہین کی نقل کردہ جس روایت میں ''بلاخوف ولامطر'' کے الفاظ ہیں ان کے متعلق امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی دیگر روایات میں بلاخوف والسفر کے الفاظ ہیں اور یہی الفاظ راجح ہیں یعنی آپ علیہ السلام نے مدینہ میں بغیر کسی خوف اور سفر کے ارادے سے دو نمازوں کو جمع فرمایا، امام مالکؒ ان الفاظ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ کیفیت بارش کی تھی جب آپ علیہ السلام نے بغیر خوف اور سفر کے جمع بین الصلاتین فرمایا۔

احناف کے دلائل:

احناف کے نزدیک دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں ادا کرنا درست نہیں جن پر دلائل یہ ہیں:

دلیل نمبر(۱) — اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں نمازوں کے اوقات کا بیان فرمایا:

ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتا (النساء، ۱۰۳)

بے شک نماز مومنوں پر خاص خاص وقتوں ہی میں فرض کی گئی ہے۔

اس آیت مبارکہ سے درجہ ذیل احکام مرتب ہوتے ہیں۔

(۱)　نمازوں کے اوقات

(۲)　مومنین پر فرضیت نماز کا وقت

(۳)　نمازوں کے اوقات کی پابندی

نبی کریم ﷺ سے دو نمازوں کو جمع کرنے والی جتنی روایات ذکر کی جاتی ہیں ان روایات میں نمازوں کو تو جمع کرنے کا بیان موجود ہے لیکن ایک ہی نماز کے وقت میں دو نمازیں پڑھی گئی اس متعلق کہیں بھی وضاحت نہیں، جب احادیث اس بارے میں واضح نہیں تو قرآن مجید کی نص قطعی کے مقابل ان اخبار احاد سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ اس متعلق واضح بھی نہ ہوں۔ جب ہر نماز اپنے وقت کے دخول کے بعد فرض ہوتی ہے اور اپنے وقت کے اختتام سے قضاء ہو جاتی ہے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے اس میقات صلوٰۃ کے خلاف نمازیں ادا فرمائی ہوں آپ ﷺ نے نمازوں کے اوقات کی وسعت سے فائدہ حاصل فرماتے ہوئے سفر یا دیگر کسی عذر کی بناء پر ایک نماز کو موخر فرماتے ہوئے اس کے آخری وقت تک لے گئے اور اسے اس کے آخری وقت میں ادا فرمایا اور اس کی ادائیگی کے بعد اگلی نماز کا وقت داخل ہوتے ساتھ اسے اس کے اول وقت میں ہی ادا فرما لیا جس سے بظاہر یہ محسوس ہوا کہ دو نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھی گئیں۔

کتب احادیث و سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ جہاں بھی دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر پائیں گے وہ ایسا ہی عمل پائیں گے کہیں بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے ظہر کے اول یا ثانی وقت میں عصر کو بھی ساتھ ملا کے پڑھا یا مغرب کے اول وقت میں عشاء کو بھی ادا فرما لیا، یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ ایک نماز اپنے آخری وقت تک موخر اور دوسری اپنے اول وقت میں ہی ادا کی گئی اس پر بطور دلیل سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا، اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایات ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر (۲)

عن عائشةؓ قالت كان رسول الله ﷺ يوخر الظهر ويقدم العصر ويوخر المغرب ويقدم العشاء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم فرماتے اور مغرب کو مؤخر اور عشا کو مقدم فرماتے۔

عن علی کرم الله وجهه الکريم کان اذا سافر بعدما تغرب الشمس حتى تكادان تظلم، ثم ينزل فيصلي المغرب ثم يتعشى ثم يصلي العشاء ويقول هكذا رايت رسول الله ﷺ يصنع

(شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ، سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ)

حضرت علیؓ کے متعلق روایت ہے جب آپ غروبِ آفتاب کے بعد سفر میں ہوتے تو اندھیرا چھا جانے تک سفر کرتے پھر سواری سے اُترتے اور مغرب پڑھتے اور اندھیرا چھا جانے کے بعد عشاء کی نماز ادا کرتے اور فرماتے کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔

دلیل نمبر (۳)

احناف کی جانب سے دو نمازوں کو جمع کی ممانعت پر تیسری دلیل وہ روایت ہے جسے امام ابن شاہینؒ نے بطور ناسخ ذکر فرمایا اگرچہ اس باب میں نسخ نہیں جس کا بیان کیا جا چکا البتہ یہ روایت احناف کی موید دلیل ہے، ابن شاہینؒ نے جن دو اسناد سے یہ روایت نقل فرمائی ان میں حسین بن قیس ابوعلی الرحبی ہیں جن کا لقب حنش ہے ان پر محدثین نے کلام کیا ہے، جامع ترمذی، سنن دارقطنی، المعجم الکبیر اور مستدرک میں یہ روایت حنش ہی کی سند سے نقل ہوئی ہے لیکن اس روایت کی استنادی حیثیت کسی راوی کی ثقاہت کی محتاج نہیں کیونکہ امام عبدالرزاق و امام ابن ابی شیبہ جو امام بخاری کے شیوخ ہیں یہ روایت اپنی سند کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کر چکے ہیں اور روایت یہ ہے کہ

عبدالرزاق عن معمر عن ايوب عن قتاده عن ابی العالية ان عمر كتب الى ابی موسىٰ واعلم ان جمعا بين الصلاتين من الكبائر الا من عذر

(مصنف عبدالرزاق، باب من نسی صلوٰۃ الحضر)
(والجمع بین الصلاتین)

عبدالرزاق معمر سے وہ ایوب سے وہ قتادہ سے وہ ابوعالیہ سے اور فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف فرمان جاری فرمایا کہ جان لو بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا کبیرہ گناہ میں سے ہے۔

یہی روایت امام ابن ابی شیبہؒ کی سند سے۔

حدثنا وكيع حدثنا ابو هلال عن حنظلة السدوسی عن ابی موسىٰ قال: الجمع بين الصلاتين من غير عذر من الكبائر

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر)

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

دو نمازوں کو جمع کرنا ان کے ہاں کبیرہ گناہ سمجھا جاتا تھا اور عذر سے مراد نیند کے سبب یا بیماری کی وجہ سے نماز کا اپنے وقت سے رہ جانا ہے جس پر دلیل حضرت ابوقتادہؓ کی یہ روایت ہے:

عن قتادہ قال قال رسول الله ﷺ اما انه ليس فى النوم تفريطه انى التفريط على من لم يصلى الصلوٰة حتى يجئى وقت الصلوٰة الاخرى

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ)

حضرت قتادہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نیند میں غفلت نہیں ہے غفلت تو اس بات میں ہے کہ دوسری نماز کا وقت آنے تک پہلی نماز نہ ادا کی جائے۔

ابو علی الرجبی المعروف حنش کو اگرچہ ابو زرعہؒ نے ضعیف اور امام نسائیؒ نے متروک کہا لیکن امام محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد حنش کے بارے میں فرمایا۔

حنش بن قيس الرحبى يقال له ابو على من اهل اليمن سكن الكوفة ثقه و احتج البخارى بعكرمة

(مستدرک جلد ۱، ص ۵۶۵، دار المعرفة بیروت ۲۰۰۶)

حنش بن قیس الرجبی جسے ابو علی کہا جاتا ہے اہل یمن سے ہے کوفہ میں مقیم ثقہ سے بخاری نے عکرمہ کی سند کے ساتھ اس کی روایت سے احتجاج کیا ہے۔

معلوم ہوا حاکم نے اس کی توثیق کی اور بخاری نے اس کی سند سے روایت بھی لی لہٰذا یہ روایت احناف کی موید دلیل ہے۔ احناف کی اگلی دلیل فقیہ الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے۔

عن ابن مسعود قال ما رايت النبى ﷺ صلى صلاة لغير ميقاتها الا صلاتين جمع بين المغرب والعشاء بجمع و صلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها

(الجمع بین الصحیحین، جلد ۱، ص ۱۱۳، البخاری والمسلم)

آپ ﷺ کو مغرب وعشاء (مزدلفہ میں) جمع فرمانے کے علاوہ کبھی نمازوں کو اکٹھا ادا فرماتے ہوئے نہ دیکھا اور صبح کی نماز کو وقت سے پہلے ادا فرمایا۔

ابن مسعودؓ کی روایت میں جمع حقیقی کی سوائے عرفات ومزدلفہ کے صراحۃً نفی ہے۔

عن عبدالله بن واقدان موذن ابن عمر قال الصلوٰة قال سر سر حتى اذا كان بل غيوب الشفق نزل فصلى المغرب ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلى العشاء ثم قال ان رسول الله ﷺ كان اذا عجل به امر صنع مثل الذى صنعت فسار فى ذلك اليوم والليلة

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ)

عبداللہ بن واقد بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ کے موذن نے آپ سے کہا کہ "نماز" آپ نے فرمایا چلتے رہو یہاں تک کہ شفق غائب ہونے کے قریب ہو گئی پھر آپ سواری سے اترے اور مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا تاوقتیکہ شفق غائب ہو گئی پھر عشاء ادا فرمائی پھر ارشاد فرمایا جب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سفر میں جلدی ہوتی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا ہی فرماتے جیسا میں نے کیا پھر آپ نے اس دن اور رات سفر فرمایا۔

حاصل بحث یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں نماز اور میقات نماز کی اس قدر پابندی ہوتی کہ کسی صحابی کی جماعت تک کے رہ جانے پر صحابہ اس سے تعزیت کرتے، فرائض تو فرائض نوافل کی پابندی کی مثال نہیں ملتی جس کا تذکرہ ایک اسیر کا وطن واپسی پر اپنے امراء کے سامنے کرنا ہے کہ تم ان لوگوں پر غلبے کی سوچتے ہو جو دن کو میدان جہاد میں اور راتوں کو اپنے رب کے حضور کھڑے رہتے ہیں اس عہد مبارک میں ہر نماز اپنے اوقات معینہ مستحبہ میں ادا ہوتی جب کبھی سفر، بارش، خوف یا کسی بھی عذر کی بنا پر ان اوقات میں تبدیلی کی جاتی تو ایک نماز کو اپنے وقت مستحبہ سے موخر کر کے ادا کیا جاتا اور اس نماز کے وقت کے ختم ہو جانے اور دوسری نماز کے اول وقت میں اسے بھی ساتھ ہی ادا کر دیا جاتا تو اسے صحابہ جمع بین الصلاتین سے تعبیر فرماتے۔

نہ کہ ظہر کو عصر کے اوّل یا آخر وقت میں اور عصر کو ظہر کے اوّل یا آخر وقت میں اسی طرح مغرب کو عشاء کے اوّل یا آخر وقت اور عشاء کو مغرب کے ساتھ اوّل یا آخر وقت میں ادا کرنا مراد تھا جیسا کہ فی زمانہ قوانین شرعیہ سے نابلد لوگ سفر کی حالت میں ایک نماز کا وقت مکمل طور پر گزار کر اور قضاء ہو جانے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں اس نماز کے ساتھ ملا کر ادا کرتے ہیں اور اسے جمع بین الصلاتین سمجھا جاتا ہے۔ سفر یا مجبوری میں جمع بین الصلاتین سے مراد ایک نماز کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کر کے اس کے آخری وقت میں ادا کر لینا اور دوسری نماز کا اوّل وقت ہوتے ہی دوسری نماز ادا کرنا اور ایسا صرف سفر یا عذر کے سبب ہے۔

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ علی صاحب الصلوٰت والتسلیمات اور آثار صحابہ رضوان اللہ اجمعین ان باب میں ہماری رہنمائی فرماتے ہیں ایسا عمل صرف اور صرف ان حالات کی وجہ سے ہوتا وگرنہ نمازیں اپنے اوقاتِ مقررہ مستحبہ میں ہی ادا ہوتی تھیں۔ جب صحابہ کرام دو نمازوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تو اسے جمع بین الصلاتین کہتے جس سے یہ محسوس کر لیا گیا کہ دو نمازیں ایک ہی وقت میں ادا کی گئی ہیں اس کے علاوہ نہ تو ایسا عمل سوائے عرفات و مزدلفہ کے آپ علیہ السلام کی احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت ہے نہ ہی اکابر صحابہ کا معمول ہے بلکہ ایسا فعل آیاتِ قرآنیہ میقات مقررہ اور قوانین صلوٰۃ کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب : ۳۵

بَابٌ فِي رَدِّ السَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں سلام کا جواب دینے کے بیان میں

244۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السَّكَنِ الْبَلَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ زَيْدٍ الْخَطَّابِيُّ، وَحَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْخَاقَانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التَّرْقُفِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ قَالَ: فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ، وَقَالَ: إِنَّ »فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا«

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام دیتے تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام حالت نماز میں ہی سلام کا جواب ارشاد فرماتے۔ جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس لوٹے (یعنی ہجرت حبشہ کے بعد واپس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے) تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام کو سلام عرض کیا تو آپ علیہ السلام نے جواب نہ ارشاد فرمایا۔ (نماز کے بعد) ارشاد فرمایا کہ نماز تو (صرف قرأت، تسبیحات و مناجات میں) مصروف رہنا ہے۔

تخریج حدیث ۔(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۴۳۵، ۴۶۳، (۲) صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب النھی عن الکلام من الصلوٰۃ۔ (۳) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ونسخ ما کان۔ (۴) سنن ابی داوٗد کتاب الصلوٰۃ باب رد السلام فی الصلوٰۃ، (۵) سنن نسائی کتاب الصلوٰۃ باب فی الکلام فی الصلوٰۃ، (۶) صحیح ابن حبان کتاب الصلوٰۃ باب ما یکرہ للمصلی، (۷) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۷۳، (۸) مسند حمیدی رقم الحدیث ۹۴، (۹) مسند ابی داوٗد الطیالسی رقم الحدیث ۲۴۵، (۱۰) مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوٰۃ باب السلام فی الصلوٰۃ، (۱۱) المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۰۱۲۲، (۱۲) التمہید جلد ۱ ص ۳۵۴، (۱۳) الام کتاب الصلوٰۃ باب الکلام فی الصلوٰۃ

245۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، قَالَ: كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يُصَلِّي تَطَوُّعًا فَمَرَّ عَلَيْهِ عَمَّارٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نفل نماز ادا فرما رہے تھے تو حضرت عمار کا گزر ہوا انہوں نے آپ علیہ السلام کو سلام دیا تو نبی کریم علیہ السلام نے انہیں جواب دیا۔

تخریج حدیث۔۱)سنن نسائی کتاب الصلوۃ،۲) مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوۃ باب السلام فی الصلوۃ،۳) شرح معانی الآ ثار کتاب الصلوۃ باب الکلام فی الصلوۃ، ۴) مجمع الزوائد جلد۲ص ۸۱

246۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، : أَنَّ »عَمَّارًا، سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَرَدَّ عَلَيْهِ«

حضرت علی ابوجعفر سے روایت ہے حضرت عمار نے نبی کریم علیہ السلام کو سلام عرض کیا جبکہ آپ علیہ السلام نماز ادا فرما رہے تھے تو آپ علیہ السلام نے اسے سلام کا جواب دیا۔

(المراجع السابقہ)

247۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنَا عَوْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ، »سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ، وَالنَّبِيُّ يُصَلِّي فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ«

حمید الحمیری سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حالت نماز میں سلام عرض کیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں سلام کا جواب دیا۔

تخریج حدیث۔۱) مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوۃ باب السلام فی الصلوۃ

تحقیق

نماز میں سلام کا جواب دینے کے بیان میں:

نماز میں اشارہ اور سلام کے جواب پر مشتمل دو ابواب جنہیں امام ابن شاہینؒ نے الگ الگ عنوان کے تحت ترتیب دیا ہے، باب فی الاشارۃ فی الصلوٰۃ اور باب فی رد السلام فی الصلوٰۃ کو ایک ہی جگہ تشریح کے لئے اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ چونکہ دونوں ابواب کے مضمون میں مماثلت ہے، اس لئے الگ تشریح کی بجائے ایک ساتھ تحقیق قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

باب فی الاشارۃ فی الصلوٰۃ میں تین روایات بیان ہوئیں جن کے راوی علی الترتیب حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنھم ہیں۔ نماز میں اشارہ کرنے پر نماز ٹوٹنے کے بیان کی حدیث مبارکہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہوئی اور نماز میں اشارہ کے جواز کی روایتیں حضرت جابرؓ اور حضرت صہیب رومیؓ کی ہیں۔

باب فی رد السلام فی الصلوٰۃ میں چار روایات بیان ہوئی ہیں جن میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات مبارکہ میں حالت نماز میں سلام کا جواب دینے سے ممانعت کا بیان ہے اور باقی تین روایتیں سلام کے جواز میں ہیں جو علی الترتیب حضرت علی بن حسین، حضرت علی بن جعفر اور حضرت حمید الحمیری رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے مروی ہیں۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:

نماز میں سلام کا جواب دینے کے متعلق مختلف محدثین نے ہر دو طرح کی احادیث نقل فرمائی ہیں۔ ابتداً نماز میں سلام و کلام جائز تھا۔ بخاری نے "کتاب الصلوٰۃ باب ما ینھی عنہ من الکلام فی الصلوٰۃ" میں حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت نقل فرمائی۔

ان کنا نتکلم فی الصلوٰۃ علی عهد النبی ﷺ یکلم احدنا صاحبه حاجته حتی نزلت حفظوا علی الصلوٰات والصلوٰۃ الوسطی وقوموا للّٰه قنتین فامرنا بالسکوت

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

ہم نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں نماز میں کلام کرتے ہم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے سے اپنی حاجت بیان کر لیتا یہاں تک کہ یہ آیۃ "حفاظت کرو سب نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے حضور باادب اور سراپا عجز بن کر کھڑے ہو" نازل ہوئی اور ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیدیا گیا

حالت نماز میں صحابہ کا سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، حتیٰ کہ طبرانی کی روایت میں صحابہ کا نماز میں تاخیر سے پہنچنے پر دوسرے صحابہ سے نماز کی ادا شدہ رکعات کی تعداد بھی پوچھ لینا ثابت ہے۔ لیکن یہ جواز ابتداء اسلام میں تھا بعد میں اس کی ممانعت نازل ہوگئی اور یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ منسوخیت مکہ میں ہوئی یا مدینہ میں، اس پر امام بدرالدین عینیؒ، امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبیؒ، امام یحییٰ بن شرف النوویؒ، امام زرقانیؒ وغیرہ نے طویل ابحاث فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ یہ منسوخیت مدینہ طیبہ میں ہوئی جس کی دلیل ''حفظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ'' کی آیت ہے اور یہ آیت بالاجماع مدنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ کی روایات جنہیں امام ابن شاہینؒ نے بھی نقل فرمایا وہ بھی اس حکم کی منسوخیت کی تاریخ کے تعین کا بیان ہے۔ امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:۔

قلت ذکر ابو عمر فی التمهید ان الصحیح فی حدیث ابن مسعود انه لم یکن الا بالمدینه وبها نهی عن الکلام فی الصلوٰۃ

میں کہتا ہوں کہ ابوعمر نے ''التمہید'' میں ابن مسعودؓ کی روایت کے بارے میں کہا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ یہ روایت مدنی ہے اور اسی سے نماز میں کلام کی ممانعت کا بیان ہے۔

منسوخیت کی تاریخ پر امام خطابیؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔

قال الخطابی انمانسخ الکلام بعد الهجرة بمدة یسرة، وهذا یدل علی اتفاق حدیث ابن مسعود و زید بن ارقم علی ان التحریم کان بالمدینة۔

(عمدۃ القاری جلد ۶ ص ۲۲۵ دارالحدیث مصر)

امام خطابی کہتے ہیں کہ نماز میں کلام کی منسوخیت ہجرت مدینہ کے ایک مدت بعد ہوئی۔ حضرت ابن مسعود اور زید بن ارقم کی روایات بالاتفاق اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ حرمت مدنی ہے۔

اب جبکہ نماز میں کلام منسوخ ہو چکا ہے جس پر علماء کرام کا اتفاق بھی ثابت ہے، اس کے باوجود ابن شاہین کا مسنوخیت

کی روایت کو مقدم اور رخصت کلام کی روایات کو متاخر ذکر فرمانا خلاف منج ہے۔ائمہ کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ نماز میں سلام وکلام منسوخ ہو چکا ہے۔اس باب میں فقہاء کرام کے مسالک ملاحظہ فرمائیں۔

اس باب میں فقہاء کے مسالک:

باب فی الاشارہ فی الصلوٰۃ اور باب فی ردالسلام فی الصلوٰۃ میں فقہاء کے مسالک درجہ ذیل ہیں۔

نماز میں کلام کرنے والے کے متعلق فقہاء کے مذاہب

مذہب شافعیہ:

امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے نزدیک حالت نماز میں جان بوجھ کر کلام کرنا نماز باطل کر دیتا ہے، چاہے وہ کلام امام کے لئے نماز کی درستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہو۔جیسے مقتدی کا یہ کہنا بیٹھ جاؤ یا کھڑے ہو جاؤ۔البتہ آیات قرآنی کی تلاوت ذکر الٰہی یا دعا نماز کو باطل نہیں کرتی۔امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق نمازی کا رسول اللہ ﷺ کا ذکر سن کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے اور ایسا عمل نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد۲،ص۱۰۴۷ مطبوعہ نشر احسان ایان ۱۴۲۷ھ)

آیات قرآنی کی تلاوت نماز کو فاسد نہیں کرتی لیکن اگر کوئی شخص آیات کا معنی یا مراد بدل لے تو نماز باطل ہو جائے گی مثلاً یحییٰ نامی شخص کو کتاب لینے کا حکم دیتے ہوئے کہے یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ اب اس آیت سے مراد اگر قرآن مجید کی قرات ہو تو نماز درست ہوگی ورنہ فاسد ہو جائے گی۔شوافع کے نزدیک بھول کر کلام کر لینے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ایک قول کے مطابق قلیل کلام بھی مفسد صلوٰۃ نہیں۔

(مغنی المحتاج جلد۱ص۱۹۳تا۷۰)،(حاشیہ الباجوری جلد۱ص۱۸۲تا۱۸۷)،(تحفۃ الطلاب ص۵۰تا۵۲)

(حاشیہ شرقاوی علی التحفۃ المذکور جلد۱ص۲۱۷تا۲۲۶)

مذہب حنبلیہ:

اس باب میں حنابلہ سے تین قول مروی ہیں:۔

اول: کلام نماز کو مطلقاً باطل کر دیتا ہے چاہے جان بوجھ کر ہو سہواً ہو مصلحتاً ہو یا بغیر کسی مصلحت کے

ثانی: اگر مقتدی نے امام کو مصلحتاً کوئی بات کہی تو مقتدی کی نماز تو ٹوٹ جائیگی امام کی نماز نہیں ٹوٹے گی

ثالث: اگر مقتدی کا کلام مصلحتاً ہو تو دونوں کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

(المغنی جلد ا ص ۴۴ تا ۶۷، غایۃ المنتھی جلد ا ص ۱۵۰)

مذہبِ مالکیہ:

بغیر مصلحت کے جان بوجھ کر کلام کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ لیکن اگر مصلحتاً کلام ہو تو ایسا کلام نماز فاسد نہیں کرتا بشرطیکہ کلام قلیل مقدار میں ہو۔

(التحقیق جلد ۳ ص ۱۹۳، المجموع جلد ۴ ص ۱۶)

(الشرح الصغیر جلد ا ص ۲۵۸)

مذہب احناف:

کلام، سہوا ہو یا جان بوجھ کر، امام کا ہو یا مقتدی کا، مصلحتا ہو یا بغیر مصلحت کے، نماز باطل کر دیتا ہے۔

(الھدایہ جلد ا ص ۶۶، بدائع والصنائع جلد ۲ ص ۱۲۵)

(المبسوط جلد ا ص ۱۷۰، مجمع الانہار جلد ا ص ۱۱۷)

اختلاف آئمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک کلام مطلقا مفسد صلوٰۃ ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک عمداً کلام مفسد صلوٰۃ تو ہے سہواً کلام نماز کو باطل نہیں کرتا۔

نماز میں اشارہ کے متعلق ائمہ کے مسالک:

نماز میں کلام یا سلام کے متعلق فقہاء کے مسالک ملاحظہ کر لینے کے بعد سلام کے جواب میں صرف ہاتھ سے اشارے کے متعلق اختلاف ملاحظہ فرمائیں:۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک نمازی کا کسی دوسرے کے سلام کا جواب دیتے ہوئے ہاتھ کا اشارہ کرنا جائز ہے۔

ومذهب الشافعی والمجهوران المستحب ان یرد السلام فی الصلوٰۃ بالاشارۃ

امام شافعی اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں سلام کا جواب ہاتھ کے اشارے سے دینا مستحب ہے۔

(فتح الباری جلد ۳ ص ۱۰۸، نیل الاوطار، جلد ۱۲ ص ۶۷۶ دار الحدیث مصر)

شوافع کے ہاں سلام کے جواب کے لئے ہاتھ سے اشارہ کرنے کے علاوہ سر سے اشارہ کرنا بھی جائز ہے۔

(بدایۃ المجتہد الباب الاول فی الاعادہ)

(المجموع مع المہذب، باب مایفسد الصلوٰۃ ویکرہ فیہا)

احناف کے نزدیک سلام کے جواب میں اشارہ کرنا مکروہ ہے۔

(الہدایہ، کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی)

(الاختیار تعلیل المختار، کتاب الصلوٰۃ)

بعض علماء کے نزدیک دل میں سلام کا جواب دیا جائے گا اور بعض کے ہاں نماز کے اختتام پر سلام کا جواب دیا جائے گا۔

(بدایۃ المجتہد الباب الاول فی الاعادۃ)

نماز میں عمداً کلام کی منسوخیت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے البتہ نمازی کا اشارے سے جواب دینا جن فقہاء کرام کے ہاں جائز ہے ان کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:۔

نماز میں اشارے کے جواز پر ائمہ کے دلائل:

عن ابن عمر عن صہیب قال مررت برسول اللہ ﷺ وھو یصلی فسلمت علیہ فرد الی اشارۃ، وقال لا اعلم الا انہ قال اشارۃ با صبعہ

(جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

(سنن ابی داوٗد کتاب الصلوٰۃ)

(سنن نسائی رقم الحدیث ۱۱۸۵)

حضرت ابن عمرؓ، حضرت صہیبؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے، میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے اشارے سے جواب دیا۔ صہیبؓ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا سوائے اس کے کہ آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

عن ابن عمر قلت لبلال كيف كان النبی ﷺ يرد عليهم حين كانوا يسلمون عليه وهو فی الصلوٰة قال كان يشير بيده

(جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۰۱۷)

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت بلال حبشیؓ سے کہا نبی کریم ﷺ حالت نماز میں سلام کرنے والے کا جواب کیسے دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ ہاتھ سے اشارہ فرماتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب:

امام احمد بن محمد بن جعفر البغدادی القدوریؒ، المتوفی ۴۲۸ھ ان روایات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

انه حكاية فعل فيتحمل ان يكون اشار بيده يسكنهم ويمنعهم من السلام لئلا يشغلوه عن صلوٰة

(التجرید جلد ۲ ص ۵۹۴ مکتبہ محمودیہ افغانستان)

یہ تو آپ ﷺ کے ایک عمل مبارک کی حکایت ہے اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ اشارہ نماز میں سلام کرنے کی ممانعت کے لئے ہو تا کہ نماز میں وہ انہیں کسی اور کام میں مشغول نہ کریں۔

امام ابوجعفر طحاویؒ المتوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:۔

فاحتمل ان يكون تلك الاشارة كانت رداً منه للسلام كما ذكرتم واحتمل ان يكون كانت منه نهيالهم عن السلام عليه وهو يصلی فلما لم يكن فی هذه الاثار من هذا شئی واحتملت من التاويل ما ذهب اليه كل واحد من الفريقين لم يكن ما تاول احدا الفريقين اولیٰ منها مما تاول الاخر الا بحجة يقيمها علی مخالفه اما من كتاب واما من سنة واما من اجماع

(شرح معانی الآثار کتاب الصلوٰۃ، باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

بس اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ اشارہ آپ کی طرف سے سلام کا جواب ہو جیسا کہ تم نے ذکر کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ نماز پڑھتے وقت سلام دینے سے ممانعت ہو۔ پس جب ان روایات میں سے کوئی بات بھی نہیں اور ہر فریق کے موقف کے مطابق تاویل کا احتمال ہے تو کسی فریق کی تاویل کو دوسرے کے مقابل بہتر قرار نہیں دیا جائے گا جب کہ اس کے مخالف کے خلاف قرآن مجید، سنت یا اجماع سے کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے۔

امام طحاوی حضرت ابوبکرؓ کی روایت جس میں نماز کے اندر سلام کرنے والے کو اشارہ کرنے اور نماز سے فارغ ہونے

پر اسے جواب دینے کے متعلق فرماتے ہیں:۔

ان رسول اللّٰہ ﷺ رد علی الذی سلم علیه فی الصلوٰة بعد فراغه منها فذلك دلیل انه لم یكن منه فی الصلوٰة رد السلام علیه لانه لو كان ذلك منه لاغناه عن الرد علیه بعد الفراغ من الصلوٰة

(شرح معانی الآثار کتاب الصلوٰۃ باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز سے فارغ ہونے پر اس شخص کو سلام کا جواب ارشاد فرمایا جس نے آپ ﷺ کو حالت نماز میں سلام کیا آپ ﷺ کا یہ عمل مبارک اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا وہ اشارہ نماز میں سلام کا جواب نہیں تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نماز سے فارغ ہونے پر جواب ارشاد فرمانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جواب میں امام قدوریؒ اور امام طحاویؒ کی تحقیقات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حالت نماز میں آپ ﷺ کا اشارہ فرمانا سلام کا جواب نہیں تھا بلکہ صحابہ کا بار بار سلام کرنے پر انہیں اس عمل سے روکنے کے لئے اشارہ تھا۔

حضرت جابرؓ کی روایت سے یہ بات واضح ہے۔

عن جابر ان النبی ﷺ بعثه بعض حاجته فجاء وهو یصلی علی راحلته فسلم علیه فسكت ثم اولیٰ بیده ثم سلم علیه فسكت ثلثا فلما فرغ قال امانه لم یمنعنی ان ارد علیك الا انی كنت اصلی

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیجا جب وہ واپس آئے تو آپ ﷺ اپنی سواری پر نماز ادا فرما رہے تھے انہیں سلام کیا تو آپ خاموش رہے پھر ہاتھ سے اشارہ کیا پھر سلام کیا تو خاموش رہے تین بار ایسا ہوا جب فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے جواب دینے سے صرف یہ بات مانع تھی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

امام طحاویؒ اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:۔

فی حدیث جابر ان ﷺ قال اما انه لم یمنعنی ان ارد علیك الا انی كنت اصلی فاخبر رسول اللّٰه ﷺ انه لم یكن رد علیه شیئا فذلك ینفی ان یكون رد علیه باشارة او غیرها

حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ مجھے صرف اس بات نے سلام کا جواب دینے سے روکا کہ میں نماز میں تھا تو گویا رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا کہ میں نے نماز میں سلام نہیں دیا تو اس سے اشارے کے ساتھ یا اس کے بغیر ہر طرح سے جواب دینے کی نفی ہوگئی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

فدل ذلك ان تلك الاشارة التى كانت منه فى الصلوٰة لم تكن رد وانما كانت منهيا وهذا جائز فقد روى هذا عن النبى ﷺ كما قد ذكرنا

(شرح معانی الاثار کتاب الصلوٰۃ۔باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے نماز میں جو اشارہ فرمایا وہ سلام کا جواب نہ تھا بلکہ ممانعت تھی اور یہ جائز ہے اور یہ بات آپ ﷺ سے مروی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

نماز میں اشارہ کے عدم جواز پر احناف کے دلائل:

نماز میں سلام کا جواب دیتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کرنا احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔سنت کے مطابق سلام کا جواب نماز سے فارغ ہو کر دیا جائے گا۔اشارہ کے عدم جواب پر احناف کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) احناف کی پہلی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔

۱) امام طحاویؒ، حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل فرماتے ہیں:۔

قال دخل رسول الله ﷺ المسحد فراى قوما يصلون وقدر فعوا ايديهم فقال مالى اراكم ترفعون ايدكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا فى الصلوٰة

(شرح معانی الاثار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاشارہ فی الصلوٰۃ)

حضرت جابر فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے آپ نے لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے ابلق گھوڑو ں کی دُمیں ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔

اس حدیث مبارکہ سے نماز میں ہاتھوں سے اشارے کرنے کی ممانعت صریح وارد ہوتی ہے جس سے اشاروں کے ترک کرنے کے ساتھ ساتھ رفع یدین پر دلیل بین موجود ہے اسی لئے امام طحاوی فرماتے ہیں:۔

فلما امر رسول الله ﷺ بالسكون فى الصلوٰة و كان رد السلام بالاشارة فيه خروج من ذلك لان فيه رفع اليد و تحريك الاصابع ثبت بذلك انه قد دخل فيما امر به رسول الله ﷺ من تسكين الاطراف فى الصلوٰة وهذا قول الذى بينا فى هذا الباب قول ابى حنيفه و ابى

جب نبی کریم ﷺ نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا اور اشارے سے سلام کا جواب دینے کی صورت میں اس حکم سے خروج لازم آتا ہے کیونکہ اس میں ہاتھ کو اٹھانا اور انگلیوں کو حرکت دینا ہے۔تو اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم میں حالت نماز میں اعضاء کو ساکن رکھنا بھی شامل ہے

يوسف ومحمد رحمهم الله تعالىٰ

(شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

اس باب میں یہ قول جو ہم نے بیان کیا امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے۔

(۲) احناف کی دوسری دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ التسبيح للرجال يعنى فى الصلوٰة والتصفيق للنساء من اشار فى صلاته اشارة تفهيم عنه فليعد لها يعنى الصلوٰة

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ، باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (امام کے بھول جانے کی صورت میں) مردوں کیلئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہے جس نے نماز میں ایسا اشارہ کیا جو سمجھا جا سکتا ہو تو وہ اپنی نماز لوٹائے۔

امام بدرالدین عینیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

وبهذا الحديث استدل اصحابنا على ان المصلى لا يرد السلام لا نطقا اشارة حتى لو صافح بنية التسليم بطلت صلاته

(شرح ابوداؤد جلد ۳ ص ۱۴۸)

اس حدیث مبارکہ سے ہمارے اصحاب نے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ نماز سلام کا جواب نہ تو ہاتھ کے اشارے سے دیگا نہ ہی زبان سے حتیٰ کہ اگر اس نے سلام کی نیت سے کسی سے ہاتھ ملا لیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔

اس حدیث کی جتنی اسناد ہیں سب میں ابوغطفان نامی راوی ہے۔ جس پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے بھی اسی وجہ سے کہا کہ اس حدیث میں وہم ہے لیکن ابوغطفان مجروح راوی نہیں اس پر مجہول کی جرح درست نہیں۔ امام عینیؒ ان کی ثقاہت کے متعلق فرماتے ہیں:

قال النسائى فى الكنى ابو غطفان ثقة ذكره ابن حبان فى الثقات جلد٥ /٥٦٧ قال صاحب التفتيح هو ابن ظريف ويقال ابن مالك المرى اخرجه له مسلم فى صحيحه

(شرح سنن ابی داؤد، جلد ۳، ص ۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

نسائی نے "الکنیٰ" میں ابوغطفان کو ثقہ فرمایا۔ یہ ابن حبان نے اس کا ذکر اپنی کتاب "الثقات" میں فرمایا۔ التنقیح کے مولف نے کہا کہ یہ ابن ظریف ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ ابن مالک المری ہیں۔ امام مسلم نے اس سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔

درجہ بالا محدثین کی تصریحات کے بعد ابوغطفان کی جہالت کے اقوال رفع ہو گئے۔

(۳) احناف کی تیسری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ جب آپ حبشہ سے واپس تشریف لائے مدینہ پہنچے نبی کریم ﷺ کو سلام پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے جواب نہ دیا، نماز کے اختتام پر آپ ﷺ نے فرمایا:۔

ان فی الصلوٰۃ شغلاً — بے شک نماز میں (صرف تسبیح وتہلیل) میں مشغول رہنا چاہیے

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ)

امام قدوریؒ اس حدیث سے بطور استدلال فرماتے ہیں:۔

وقوله لم يرد على يدل على انه لم يرد بلسانه ولا بغيره وقوله ان فی الصلوٰۃ شغلا تنبيه على انه لا يشتغل عنها بالرد

(التجرید جلد۲ص۵۹۳)

ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے جواب نہیں دیا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے نہ تو زبان سے جواب دیا نہ کسی اور طرح سے اور آپ ﷺ کا یہ قول کہ نماز میں ہی مشغول رہنا چاہیے، اس بات کی تنبیہ ہے کہ سلام کے جواب کی طرف مشغول نہ ہوا جائے

درجہ بالا روایات کی روشنی میں احناف کا موقف واضح ہے کہ نماز میں ہر قسم کا اشارہ ممنوع خلاف سنت ہے اور عمل کثیر نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

سہوا کلام سے نماز کے باطل نہ ہونے پر شافعیہ کے دلائل

شوافع کے نزدیک سہوا کلام مفسد صلوٰۃ نہیں ان کی پہلی دلیل حضرت ذوالیدینؓ والی روایت ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر یا عصر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دو رکعت کی ادائیگی کے بعد سلام پھیر دیا ایک شخص جس کا نام ذوالیدین تھا نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ ذوالیدین نے کہا مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ایسا ہی ہوا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پیچھے مڑ کر لوگوں کی طرف دیکھا، ان میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا ذوالیدین سچ کہہ رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ نے دو رکعت ہی ادا فرمائی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر باقی دو رکعت ادا فرمائیں اور آخر میں سجدہ سہو فرمایا۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد)

اس روایت سے شوافع بطور استدلال یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بھول کر اس لئے کلام فرمایا کہ آپ ﷺ یہ سمجھے کہ نماز مکمل ہوگئی اور ذوالیدین بھول کر اس لئے بولے کہ نماز مکمل ہوگئی اس واقعہ کے بعد نہ تو آپ ﷺ نے نہ ذوالیدین نے اور نہ ابوبکرؓ وعمرؓ نے نماز نئے سرے سے شروع فرمائی جو اس بات کی دلیل ہے کہ بھول کر کلام کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں۔

(نیل الاوطار جلد۲ ص۶۷۵ بدائع الصنائع جلد۲ ص۱۲۵)

شوافع کی دوسری دلیل ابن ماجہ کی روایت ہے۔

رفع عن امتی الخطاء والنسیان۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب الطلاق المکرہ والناسی)

سہواً کلام سے نماز کے باطل نہ ہونے پر شافعیہ کے دلائل کا جواب:

شوافع کے نزدیک قلیل کلام مفسد صلوٰۃ نہیں اگر بھول کر کیا جائے۔ ان کی دلیل حضرت ذوالیدین والی روایت ہے جس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے کسی طرح بھی استدلال درست نہیں جس کی درج ذیل وجوہات ہیں:۔

ا) ذوالیدینؓ کی روایت منسوخیت کلام سے پہلے کی ہے کیونکہ سورۃ البقرہ کی آیت مبارکہ "حافظوا علی الصلوات والصلاۃ الوسطیٰ وقوموا لِلّٰہ قانتین" غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی اور ذوالیدینؓ کی شہادت غزوہ بدر میں ہوئی۔

ابن اسحاق المتوفیٰ ۱۵۱ھ جو اوّلین سیرت نگار ہیں، فرماتے ہیں:۔

فمن استشهد من المسلمین یوم بدر من بنی زهرة ذوالشمالین ابن عبد عمرو بن نضلة حلیف لهم من خزاعه

(سیرۃ ابن اسحاق، کتاب المغازی جلد۱ص۱۴۵، سیرت نبویہ ابن ہشام جلد۲ص۷۰۷)

پس بدر کے معرکے میں مسلمانوں کی جانب سے بنی زہرہ کا جو شخص شہید ہوا وہ ذوالشمالین ابن عبد عمرو بن نضلۃ حلیف خزاعہ تھا۔

اور یہ ذوالشمالین ہی ذوالیدین تھے جن کا نام آپ ﷺ نے ذوالشمالین سے تبدیل فرما کر ذوالیدین رکھا اس پر دلیل ابن خزیمہؒ اور مسند ابی یعلیٰؒ کی روایت ہے جسے زہری نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حیثمہ کے واسطے سے نقل فرمائی:۔

سلم النبی ﷺ فی الرکعتین فقال له ذو الشمالین ابن عبد عمرو اقصرت الصلوٰۃ ام نسیت؟

(مسند ابی یعلیٰ موصلی جلد۱۰ص۲۴۴، صحیح ابن خزیمہ جلد۲ص۱۲۴)

نبی کریم ﷺ نے دو رکعت کے بعد سلام پھیرا تو آپ ﷺ کو ذوالشمالین ابن عبد عمرو نے عرض کی! نماز کم ہوگئی ہے یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟

اس سے ثابت ہوا کہ ذوالشمالین ہی ذوالیدین تھے جو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے لہٰذا اس روایت سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس کے بعد منسوخیت کلام کا قرآنی حکم نازل ہو گیا تھا اور مذکورہ روایت پر دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ذوالیدین پہلی مرتبہ یہ بولے کہ نماز کم ہوگئی لیکن جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی تردید فرمائی تو ان کا دوسری مرتبہ بولنا سہواً نہیں عمداً تھا۔ پھر ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جواب بھی سہواً نہیں تھا عمداً تھا جس سے یہ واضح ہوا کہ اس وقت تک کلام کی منسوخیت نازل

نہیں ہوئی اس کی منسوخیت اس کے بعد کی ہے اور تیسرا جواب اس حدیث پر یہ ہے کہ یہ روایت خود شوافع کے موقف کے خلاف ہے کہ قلیل کلام مفسد صلوٰۃ نہیں کثیر کلام مفسد صلوٰۃ ہے۔ اس روایت میں تو ذوالیدین کا دو مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنا، پھر ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کلام پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں جواب دینا قلت کلام نہیں کثرت کلام پر مبنی ہے لہٰذا یہ روایت کسی طرح بھی سہواً کلام سے نماز کے فاسد نہ ہونے یا قلیل کلام سے مفسد صلوٰۃ نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

شوافع جس دوسری روایت ''رفع عن امتی الخطا والنسیان'' سے استدلال کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس خطا کے اٹھالینے سے مراد گناہ کا سہوا ہو جانے سے اس گناہ کا عذاب یا وبال اٹھالینا مراد ہے نہ کہ اس گناہ کے نتیجے میں اس کا حکم بھی اٹھالیا جائے۔ امت پر اس گناہ کا بوجھ نہیں رکھا جائے گا اس گناہ کے نتیجے میں اس کا حکم باقی ہے یعنی نماز میں خطا سے گناہ نہیں ہوگا نماز کا اعادہ لازم رہے گا۔ جیسے اگر کوئی شخص نماز ادا کرنا بھول گیا یا کسی نے سہواً کسی کو قتل کر دیا تو ایسے افعال پر اگرچہ کبیرا گناہ تو لازم نہیں آتے قضاء و دیت تو لازم آتی ہے۔

خلاصہ کلام

نماز میں کی جانے والی گفتگو، کلام کسی کو مخاطب کرنا یا سوال کرنا، مطلق ممنوع ہے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ یہ کلام غلطی سے ہو یا جان بوجھ کر، لیکن یہ حکم صرف امت کے حق میں ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حکم سے مبرا ہیں اور یہ آپ کے خصائص سے ہے کہ اگر آپ کسی کو بلائیں اور وہ حالت نماز میں ہو تو اس کا آپ کے حکم پر آنا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گفتگو کرنا آپ کے ارشاد کردہ حکم کی تعمیل کرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ قرآن مجید کی آیت مبارکہ اس بات کی شاہد ہے:

"یایها الذین امنوا استجیبوا الله وللرسول اذا دعاکم"

امام خطابیؒ فرماتے ہیں:

فدل ان الکلام فی الصلاة اذا کان استجابة الرسول الله غیر منسوخ

(معالم السنن، جلد۱، ص۲۳۵)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر نماز میں کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھلانے پر ہو تو ایسا کلام منسوخ نہیں۔

باب : ٣٦

بَابٌ فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں رفع یدین کے بیان میں

248۔أَخْبَرَنَا الْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ الدَّاوُدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا رِزْقُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ نَحْوَ صَدْرِهِ، وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَرْفَعُهُ بَعْدَ ذَلِكَ«

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی ابتداء فرماتے تو ہاتھوں کو سینے تک بلند فرماتے اور جب رکوع فرماتے اور رکوع سے سراٹھاتے تو ایسا ہی کیا کرتے اس کے بعد ہاتھ نہ اٹھاتے۔

تخریج حدیث ۔ا)۔صحیح بخاری کتاب الاذان باب رفع یدین اذا قام من الرکعتین ،۲)۔صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب رفع یدین حذرالمنکبین ،۳)۔سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب رفع یدین حذوالمنکبین ،۴)۔سنن نسائی کتاب الصلوٰۃ باب رفع یدین القیام الی الرکعتین ،۵)۔سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب رفع یدین اذارکع واذا رفع راسہ من الرکوع۔

تحقیق

رفع یدین پر چند اصولی ابحاث

محدث شہیر امام ابن شاہینؒ نے رفع یدین فی الصلوٰۃ کے عنوان سے باب باندھ کر صرف ایک ہی حدیث مبارکہ بیان فرمائی جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے جس میں رکوع میں جانے سے قبل اور رکوع سے اٹھتے ہوئے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانے کا بیان ہے۔ زیرِ نظر کتاب کا مرکزی عنوان ناسخ الحدیث ومنسوخہ ہے جس میں آپ نے مختلف فقہی مسائل پر نبی کریم ﷺ کی متعارض احادیث نقل فرمائی ہیں لیکن اس باب میں صرف ایک ہی روایت جس میں رفع یدین فی الصلوٰۃ کا اثبات ہے نقل کی گئی۔ اس کی ناسخ روایت نقل کیوں نہ کی گئی اس کے متعلق ناسخ الحدیث ومنسوخہ کے تمام نسخے خاموش ہیں جس کی درج ذیل وجوہات میں سے کوئی وجہ بھی ہوسکتی ہے:۔

۱) ابن شاہینؒ تک ترک رفع یدین والی روایت آپ کے کسی بھی شیخ کے واسطہ سے نہ پہنچی ہو۔

۲) امام ابن شاہین کے نزدیک ترک رفع یدین ثابت نہ ہو اس لئے وہ روایات ذکر کرنا مناسب نہ ہوں اگرچہ کسی بھی سند سے ان تک یہ روایت پہنچی ہو۔

۳) روایات آپ کے نسخے میں تو موجود ہوں مگر بعد میں کسی نے اسے خارج کر دیا ہو۔

محدث ابن شاہینؒ کی کتاب ناسخ الحدیث ومنسوخہ کے درج ذیل نسخے اس ضمن میں زیرِ نظر رہے۔

۱) دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے الشیخ علی محمد معوض اور الشیخ عادل عبد الموجود کی تحقیق سے طبع شدہ نسخہ

۲) دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان سے الدکتورہ کریمۃ بنت علی کی تحقیق سے طبع شدہ نسخہ

۳) مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات ہندوستان سے طبع شدہ نسخہ

۴) مکتبۃ المنار۔الزرقاء سے سمیر بن امین الزھیدی کی تحقیق سے طبع شدہ نسخہ

درجہ بالا تمام نسخوں میں صرف اثبات رفع یدین کی روایت ہی نقل کی گئی۔ترک کی روایت ان تمام نسخوں میں موجود نہیں ہے۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:

اثبات اور ترک رفع یدین عندالرکوع اور بعد الرکوع دونوں طرح کی روایات تمام معتبر کتب احادیث میں موجود ہیں جن کی صحت سند پر متقدمین، متاخرین ،فقہاء ومحدثین، ناقدین و جارحین اور معاصرین نے نہایت شرح وبسط سے کلام کیا اور دونوں طرح کے طبقہ فکر نے اپنی اپنی فقہی آراء کے مستقیم ہونے پر دلائل پیش کئے۔

اس باب میں تعارض کی اصل وجہ آپ ﷺ کا کوئی قولی فرمان مبارک کا نہ ہونا ہے۔اثبات وترک رفع یدین کی جس قدر روایات وآثار ہیں وہ تمام فعلی ہیں۔جمع بین الصلاتین کی طرح یہ باب بھی صرف فعلی احادیث مبارکہ پر ہی مشتمل ہے۔

قارئین کے لیے رفع یدین کے باب میں چند اصولی ابحاث سمجھنا نہایت اہم اور مفید رہے گا۔

۱۔ جمع وتدوین حدیث کی اہمیت۔

۲۔ تدوین احادیث میں کلیدی کردار ادا کرنے والی ہستیاں۔

۳۔ کتبِ احادیث میں معارض ومنسوخ روایات کے جمع ہو جانے کے اسباب۔

۴۔ فقہاء کی خدمات اور ان کی اہمیت۔

۵۔ روایات وآثار کے معتبر ہونے کا معیار۔

جمع وتدوین حدیث کی اہمیت:

قرآن مجید کے بعد اُمت کے لیے سب سے بڑھ کر اہمیت اسوہ رسول ﷺ کی ہے جس کا اظہار خود قرآن نے ”لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه“ کے الفاظ کے ساتھ فرما دیا۔اسوہ سے مراد ذاتِ مصطفی کریم علیہ التحیہ والتسلیم سے صادر ہونے والے تمام اقوال، افعال وتقاریر ہیں۔لہٰذا اُمت نے آیاتِ ربانی کے بعد حیاتِ رسول ﷺ کا ایک ایک گوشہ محفوظ کرنے کا اہتمام بھی فرمایا جمع وتدوین حدیث کا کام اگرچہ پہلی صدی ہجری کے اختتام پر ہو چکا تھا لیکن باقاعدہ تالیف کا آغاز دوسری صدی کے نصف سے ہوا۔اور یہی وہ وقت تھا جب ان احادیث نبویہ کی روشنی میں قوانین اسلامی وضع کئے جا رہے تھے اس

ضمن میں فقہاء ومحدثین نے نہایت جانفشانی اورعرق ریزی سے سرمایہ اسلامی محفوظ کیا۔ ہر دو طبقہ علم نے خدمت اسلام کا حق ادا کیا۔رفع یدین کی بحث سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کوکسی طرح محفوظ کیا گیا اور پھران روایات سے فقہاء نے کیسے قوانینِ شریعت مدون فرمائے۔ یہاں دونوں طبقہ فکر کی علمی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا اولاً مصادر احادیث یعنی صحابہ کرام کا محبت حدیث پیش خدمت ہے۔

صحابہ کرام کا شغف حدیث:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ سعادت مند ہستیاں تھیں جنہیں برائے راست آقا کریم ﷺ کی زبان نور سے احادیث سننے کی سعادت میسر رہتی تھی جو ہر وقت محفل میں موجود نہ ہوتے وہ موجود رہنے والوں سے استفادہ کر لیتے دیار غیر میں مقیم صحابہ کا طلب حدیث میں حریص ہونا کتب تاریخ میں مرقوم ہے یہ حالات تو حیاتِ سرکار ﷺ میں تھے بعداز وصال تو نقشہ ہی دیدنی تھا۔حضرت جابر بن عبداللہؓ صرف ایک حدیث سننے کی خاطر مدینہ سے مصر کا سفر کرتے ہیں تو دوسری طرف حضرت ابوایوب انصاریؓ میزبان مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء مدینہ سے مصر حضرت عقبہ بن عامرؓ کی خدمت میں صرف ایک حدیث رسول ﷺ سننے کی غرض سے پہنچتے ہیں اور فقط حدیث سن کر بغیر قیام وطعام کے مدینہ کی جانب لوٹ آتے ہیں اور پھر حضرت جابرؓ کا یہ ایک سفر نہیں تھا بلکہ مدینہ سے ملک شام حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے ایک حدیث مبارکہ لینے ایک مہینے کی مسافت کے بعد پہنچے اور حدیث مبارکہ کو سنا۔ان ایسے لاتعداد سفر صحابہ کی حدیث مبارکہ سے محبت کی بین دلیل ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ص ۸۷)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سرکار دوعالم ﷺ کی ایک ایک ادا مبارکہ کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور نہ صرف محفوظ کیا بلکہ ابتداء تا انتہاء ہر ہر سنت وروایت کو اگلی نسلوں تک منتقل بھی کیا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا ہر ہر عمل خواہ وہ ایک ہی مسئلہ میں مختلف نوعیت کا بھی ہو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کر دینا اپنا دینی فریضہ اور اخلاقی ذمہ داری تصور کی۔

جہاں ایک طرف صحابہ کرام نے ہر اداء مصطفیٰ ﷺ بیان کر دی وہاں محدثین نے بھی احادیث مبارکہ کو بلا امتیازِ تعارض قبول کیا اور محفوظ بھی کر لیا اس ضمن میں محدثین کی خدمات ملاحظہ فرمائیں۔

محدثین کا طلب وحفاظت حدیث:

صحابہ کرام کی مانند تابعین واتباع تابعین اور محدثین نے روایات وآثار رسول ﷺ کی تلاش میں صحراؤں، بیابانوں،

کوہساروں میں بناء سواریوں کے اور کبھی سواریوں پر بھوک کے پیاسے آبلا پائی کرتے ہوئے گزارے اور کبھی ایک ایک روایت کی خاطر سینکڑوں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کیا۔

امام ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں امام ابو حاتم رازیؒ کا حال لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے متعلق یہ کہا پہلی مرتبہ جب گھر سے طلب حدیث کے لئے نکلا تو سات سال تک سفر میں ہی رہا شروع میں کتنے میل چلا اس کا خیال رکھا تھا، تین ہزار میل تک تو میں گنتا رہا پھر گننا چھوڑ دیا اپنے سفر کے متعلق فرماتے ہیں۔

خرجت من البحرین الی مصر ما شیئا ثم الی الرملة ما شیئا ثم الی طرطرس ولی عشرون سنة — بحرین سے مصر پیدل گیا، پھر رملہ سے طرطوس کا سفر بھی پیدل ہی کیا اس وقت میری عمر بیس سال تھی۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۱۳۲)

امام بخاریؒ کے متعلق روایات میں ہے کہ:۔

رحل فی طلب العلم الی سائر محدثی الامصار۔

(بخاری نے) طلب حدیث میں تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سلیمان بن داؤد الطیالسیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

از هزار شیخ اخذ علم حدیث نمو ده و مردم بسیار ازوی روایت کردند منتفع شدند — انہوں نے ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی اور نفع حاصل کیا

(بستان المحدثین ص ۸۵)

غرض طلب حدیث میں ہزار اساتذہ کی خدمت اور تلامذہ کا شرف لینے کے لئے تگ ودو آپ کا اعزاز تھا۔

امام یحییٰ بن سعید القطانؒ اپنے متعلق فرماتے ہیں:۔

لزمت شعبة عشر سنة — میں امام شعبہ کے پاس طلب حدیث کے لئے دس سال تک ٹھہرا رہا

(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۳۶)

نافع بن عبداللہؒ، امام مالکؒ سے طلب حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

جالست ما لکا اربعین سنة او خمسا و ثلاثین کل یوم ابکر واهجرو اروح — میں امام مالک کے پاس پینتیس یا چالیس سال تک رہا۔ روزانہ صبح دوپہر اور سہ پہر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا

(حلیۃ الاولیاء جلد ۲ ص ۲۲۰)

امام زہریؒ فرماتے ہیں:۔

مسست رکبتی رکبة سعید بن المسیب ثمان سنین میں نے سعید بن میبّ کے زانو سے زانو ملا کر آٹھ سال گزارے ہیں

(حلیۃ الاولیاء جلد۲ص۲۶۲)

ابن عساکرؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں لکھا ہے:۔

جب یمن سے علم کے حصول سے فارغ ہوئے تو جانے سے پہلے نانبائی کے پاس قرض کی ادائیگی کی خاطر رقم نہ ہونے کے سبب اپنے جوتے رکھوانے پڑے اور خود پیدل روانہ ہوئے اونٹوں پر بار لدوانے والے اور اتارنے والے مزدروں میں شریک ہوگئے۔ جو مزدوری ملتی تھی وہی زادراہ کا کام دیتی تھی۔

الغرض محدثین نے حیاتِ رسول ﷺ کا ایک ایک گوشہ ایک ایک لمحہ اور ایک ایک ادا محفوظ کرنے کے لئے اپنی عمریں صرف کر دیں جو حدیث جہاں سے ملی جس محدث کی زبان سے سنی، تحقیق کے بعد محفوظ کر لی۔ صحابہ تابعین و تبع تابعین نے خدمت حدیث میں الگ الگ حیثیتوں سے کام کیا۔ عصر خلافت راشدہ صحابہ میں کبار وصغار صحابہ مملکت اسلامی کے اطراف و کنار میں پھیل گئے اور متلاشیانِ میراث نبوی ﷺ کی علمی پیاس بجھائی۔ اس ضمن میں صحابہ کرام نے درج ذیل اماکن کو اپنی علمی آماجگاہ بنایا۔

مدینہ الرسول ﷺ: حضرت ابوبکر، عمر، ابوہریرہ، عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن عمر، ابوسعید خدری، زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسی جلیل القدر شخصیات نے مدینہ منورہ کو تعلیم کے لئے منتخب فرمایا۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی سکونت کوفہ سے قبل یہی دین مبین کی ترویج فرمائی۔

مکہ المکرّمہ: حضرت عبداللہ بن عباس، معاذ بن جبل، عبداللہ بن سائب، عتاب بن اسد، خالد بن اسد، حکم بن ابی العاص اور عثمان بن طلحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سرزمین مکہ کے طالبان علم کو فیض بار فرماتے رہے۔

کوفہ: حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، عبداللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، حباب بن ارت، سلمان فارسی، حذیفہ بن یمان، عمار بن یاسر، ابوموسیٰ اشعری، براء بن عازب، نعمانؓ بن بشر، ابوطفیل، ابوجحیفہ اور میسرہ بن شعبہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی عظیم المرتبت ہستیاں کوفہ میں مرجع خلائق بنی رہیں۔ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد کوفہ میں آ کر آباد ہوئی۔

بصرہ: حضرت انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، عتبہ بن غزوان، عمران بن حصین، ابوبرزہ اسلمی، معقل بن یسار، ابوبکرہ، عبدالرحمٰن بن سمرہ، عبداللہ بن شخیر اور جاریہ بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم جیسی نابغہ روزگار ہستیاں

دارالحدیث بصرہ میں احادیث رسول ﷺ کی امانت تفویض فرمانے میں کوشاں رہیں۔

شام: حضرت معاذ بن جبلؓ مدینہ کے بعد شام تشریف لے گئے۔ حضرت عبادہ بن صامت، ابودرداء انصاری، شرحبیل بن حسنۃ، فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم دارالحدیث شام میں خدمت دین اور احادیث نبویہ کی اشاعت میں مشغول رہے۔

مصر: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، عقبہ بن عامر، خارجہ بن حذافہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، محمیہ بن جزء کے بشمول ایک سو چالیس صحابہ دارالحدیث مصر میں سنت واسوہ رسول ﷺ کے امین تھے۔

حاصل بحث یہ کہ عصر خلافت راشدہ میں احادیث نبوی ﷺ ان چھ دارالاحادیث کے ذریعے سینہ بہ سینہ منتقل کی جاتی ہیں۔ البتہ مختصر احادیث پر مشتمل صحف عہد نبوی وعہد صحابہ کی یادگار ہیں۔ جس میں صحیفہ صدقہ، صحیفہ مولا علیؓ، صحیفہ وائل بن حجرؓ، صحیفہ سمرۃ بن جندبؓ، صحیفہ جابرؓ، صحیفہ صادقہؓ، صحیفہ انس بن مالکؓ قابل ذکر ہیں۔

دوسری صدی ہجری تدوین حدیث کی نہایت نور پرور یادگار ہے۔ عہد صحابہ میں صحبت یافتگان مصطفیٰ ﷺ نے احادیث سرکار کی خوب ترویج فرمائی۔ البتہ یہ علم باقاعدہ ابھی کتابی صورت میں مرسم نہ ہوا تھا۔ تابعین نے اس کی بنیاد رکھی اور اب احادیث رسول ﷺ قلمی قالب میں پرویا جانے لگا۔ اس ضمن میں اولیت کا رتبہ پانے والے اکابرین امت یہ ہیں:۔

۱) امام زہریؒ
۲) امام مکحول دمشقیؒ
۳) امام شعبیؒ
۴) امام علی بن حسین زین العابدینؒ (مجموع الفقہ)
۵) امام ابوحنیفہؒ (کتاب الآثار)
۶) امام مالکؒ (موطا)
۷) امام جعفر بن صادق المدنیؒ (مسند جعفر صادق)
۸) امام موسیٰ بن جعفر الکاظم المدنیؒ (مسند موسیٰ کاظم)
۹) امام سفیان ثوریؒ (جامع)

ان مجموعہ احادیث میں اقوال، افعال، تقاریر رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ آثار صحابہ بھی جمع کئے گئے ہی۔ ابن شہاب زہری کو اگرچہ جمع احادیث میں اولیت حاصل ہے جیسا کہ ابن عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں لکھا:۔

اول من دون العلم و کتبه
(جامع بیان العلم جلد ا،ص ۱۵۰،موسستہ الریان دار ابن حزم ۱۴۲۹ھ)

جس نے سب سے پہلے علم (حدیث) تدوین کیا وہ ابن شہاب ہیں۔

اس کے ساتھ توجیہہ اللنظر کے مولف نے شہاب زہری کا اپنا قول بھی بیان کیا:۔

لم یدون ھذا العلم احد قبل تدوینی

مجھ سے پہلے اس علم کو کسی نے تدوین نہیں کیا۔

اور ابن شہاب ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے سند کے ساتھ حدیث بیان کی۔امام مالکؒ فرماتے ہیں:۔

اول من اسند الحدیث ابن شھاب
(الجرح والتعدیل، جلد ا،ص ۶۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

سب سے پہلے جس شخص نے حدیث کو سند کے ساتھ بیان کیا وہ ابن شہاب ہے۔

امام علی بن المدینیؒ آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار بتاتے ہیں اور امام ابوداؤد دو ہزار دو سو روایات کا قول فرماتے ہیں۔لیکن ابن شہابؒ امام شعبیؒ یا پھر معاصرین کے جتنے بھی صحیفے اور مجموعے ہیں، ان کی ترتیب فنی نہ تھی۔ان کے جامعین کو جو احادیث بھی یاد تھیں، انہوں نے قلم بند فرمادیں۔البتہ امام اعظمؒ نے جس حسن انداز اور ترتیب فنی سے کتاب الآثار مرتب فرمائی، بعد کے محدثین کے لئے یہ کتاب ترتیب وتبویب کا ایک شاہکار بن گئی۔موفق بن احمدؒ نے لکھا:۔

وانتخب ابو حنیفة الآثار من اربعین الف حدیث
(مناقب امام اعظم)

ابوحنیفہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا

حارثی وکیعؒ فرماتے ہیں:۔

لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث ما لم یوجد عن غیرہ
(مناقب امام اعظم)

حدیث کے سلسلہ میں جیسی احتیاط ابوحنیفہ کے ہاں پائی گئی وہ کسی دوسرے میں نہیں پائی گئی۔

ابن عبدالبرؒ نے احادیث بیان کرنے کے سلسلہ میں امام صاحب کا مسلک بیان کرتے ہوئے امام سفیان ثوریؒ کا قول نقل فرماتے ہیں:۔

یاخذ بماصح عندہ من الاحادیث التی یحملھا الثقات وبالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ
(الانتقاء،۱۴۳)

جو احادیث امام اعظمؒ کے ہاں صحیح ہوتی وہ لیتے جنہیں ثقہ روایات نے نقل کیا ہوتا اور آپ ﷺ کا آخری عمل اختیار فرماتے۔

امام اعظمؒ کی کتاب الآثار جہاں احادیث جیدہ صحیحہ کا زریں مجموعہ ہے وہاں امام مالکؒ کی موطا نے علمی حلقوں میں اپنی

خداداد صلاحیتوں کی داد وصول کی۔ حتیٰ کہ امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک فرمادیا:۔

اگر کوئی شخص اس بات پر طلاق کا حلف اٹھالے کہ موطا میں امام مالک نے جو حدیثیں نقل کی ہیں وہ صحیح ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا۔	لو حلف رجل بالطلاق علی احادیث ما لک التی فی الموطا انها صحاح لم یحنث (تزیین الممالک، جلد۱، ص۷۳)

حاصل کلام یہ ہے تدوین حدیث رسول ﷺ کا ایک عظیم سلسلہ ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے شروع ہوتا ہے اور پھر امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ سے ہوتا ہوا چوتھی سن ہجری تک جاری رہتا ہے۔ تدوین حدیث کے اس مبارک کام میں صحابہ کرامؓ اور محدثین عظامؒ نے خدمت حدیث میں اپنی زندگیاں صرف فرمادیں یہاں تک تو اکابر و اصاغر صحابہ کی تعلیمات کی روشنی میں سنت رسول ﷺ کی پیروی جاری رہی۔ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، شام اور مصر میں دارالحدیث کے فیضان نے امت مسلمہ کو ایک مرکز اور ایک فکر پر قائم رکھا لیکن جب صحابہ کرام اس دنیا سے اٹھ گئے، محدثین نے آپ ﷺ کی جملہ احادیث چاہے وہ بعثت نبوت کے اوائل دور کی تھیں یا آخری زمانہ کی، مکی حیاۃ طیبہ کی تھیں یا مدنی۔ جس حال میں بھی ملیں، انہیں ایک جگہ جمع فرما دیا۔ جس سے احادیث رسول ﷺ کا ایک ایسا ذخیرہ بن گیا جس میں ہر ایک حدیث پر ہر حال میں عمل کرنا دشوار ہوگیا پھر ناسخ و منسوخ روایات بھی ایک ہی جگہ جمع کردی گئیں۔ متعارض روایات بھی اسی ذخیرہ احادیث میں آملیں اور بالخصوص عہد خلافت عثمان غنی و مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں عموماً اور مابعد خصوصاً چند نومولود فرقِ اسلامیہ نے خودساختہ روایات بھی مجموعہ احادیث میں شامل کرلیں الغرض اگر یہ کہہ دیا جائے کہ احادیث کے یہ مجموعے اقوال، افعال و تقاریر ﷺ و صحابہ کرام کا انسائیکلو پیڈیا بن گئے تو عجب نہ ہوگا۔ اب ضرورت تھی اس بات کی کہ ان جمع شدہ احادیث نبویہ سے شریعت اسلامیہ کے وہ قوانین مرتب کردیئے جائیں جو قرآن وسنت کا منشور ہوں اور امت ان مختلف روایات سے مختلف مناسک شریعت اپنانے کی بجائے صراط مستقیم پر قائم رہیں لہٰذا اس موقع پر فقہاء نے آگے بڑھ کر اس عظیم کارہائے منصبی کو تھامہ اور امت کے لئے ایک اسوہ کی حیثیت اختیار فرمالی۔

فقہاء کی خدمات:

محدثین نے جہاں جمع احادیث اور تدوین حدیث کے لئے قربانیاں دیں اور اپنا مال و متاع قربان کردیا تو دوسری طرف فقہاء کرام نے ان احادیث رسول ﷺ و اقوال و افعال صحابہ سے قوانین اسلامی مرتب کرڈالے۔ آخر کیا وجہ تھی کہ اتنا بڑا ذخیرہ احادیث ہونے کے باوجود فقہاء کرام کو قوانین شریعت بنانے کی ضرورت پیش آئی اس کی درجہ ذیل وجوہات تھیں:۔

۱) خودساختہ روایات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ احادیث رسول ﷺ کے ساتھ شامل کردیا گیا اور ثبوت حدیث میں شبہ پیدا کر

دیا گیا۔

۲) احادیث نبوی ﷺ کی سند میں ایسی راوی شامل ہوئے جن کی شخصیات محل نظر تھی۔

۳) متعارض روایات سے بیک وقت متعارض احکام مرتب کئے جانے لگے۔

۴) ناسخ ومنسوخ روایات کی پہچان عامتہ الناس کے لئے ممکن نہ رہی۔

۵) قرآن مجید کی قرائتوں کے اختلاف سے فہم قرآن میں عامتہ الناس کی مشکلات پیدا ہوئیں۔

۶) ایک ہی باب میں مختلف ومتعارض روایات کے فہم میں اختلاف ہوگیا۔

۷) قرآن وحدیث کی تشریح وتفسیر کے فہم میں اختلاف کیا جانے لگا۔

۸) لغت عرب کا وسیع المعانی ہونے کے سبب کسی مشترک لفظ کے اطلاق میں اختلاف پیدا ہونے لگا۔

۹) کسی پیش آمدہ مسئلہ میں بظاہر نص موجود نہ تھی جس پر لوگوں کا اختلاف پیدا ہونے لگا۔

۱۰) قرآن مجید کے محکم ومتشابہ، ظاہر، نص، مطلق مقید، خاص، عام کے اطلاقات عامتہ الناس کے لئے نا قابلِ فہم ہونے لگا۔

ان ایسے بہت سے عوامل تھے جس کے سبب جمع شدہ ذخیرہ احادیث کے باوجود عامتہ الناس کے لئے فہم شریعت میں پیچیدگی پیدا ہوئی اور انہوں نے فقہاء اسلام کی طرف رجوع کیا۔

فقہاء کرام نے ان مذکورہ تمام پیچیدگیوں کے حل کے لیے قوانین واصول مرتب فرمائے جن کی روشنی میں شریعت کے اصل مقاصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اصول استنباط:

۱) کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع صحابہ

۲) کسی مسئلہ میں صحابہ کی دو آراء کی صورت میں کسی ایک صحابی کے قول سے تمسک کیا جائے گا جو کتاب وسنت سے استنباط میں مطابقت اور قیاس سے مربوط ہو۔

۳) اختلاف صحابہ کے پیش نظر خلفاء راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعود کے اقوال فتاویٰ اور قضایا کو حجت تسلیم کیا جائے گا اور اگر یوں کہا جائے کہ فقہ ابوحنیفہ کی اساس ہی خلفاء راشدین وابن مسعود رضی اللہ عنہم کے اقوال وفتاویٰ جات ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

۴) خبر واحد کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی اگرچہ روایت مرسل، موقوف و منقطع ہی کیوں نہ ہو۔

۵) کسی مسئلہ میں بظاہر نص کے نہ ملنے کے سبب قیاس کیا جائے گا اور اگر حدیث مل جائے تو قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

٦) متعارض روایات کے معاملہ میں فتاویٰ اہلِ کوفہ کی رائے پر دیا جائے گا۔

(اصول بزدوی جلد۱، ص۲۱، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۲۰۳، تاریخ بغداد ج۱۳، ص۳۲۸،)

(المیزان الکبریٰ، ص۵۱، مناہج الاجتہاد، ص۱۲۵، مناقب امام اعظم، ج۱، ص۹۵)

امام مالکؒ کے اصول استنباط:

۱) کتاب اللہ، سنت، اجماع صحابہ، اجماع اہل مدینہ اول ماخذ ہیں۔

۲) اہل مدینہ کی رائے وعمل سے باہر قدم نہ رکھا جائے گا۔

۳) حضرت عمر، عبداللہ بن عمر کے فتاویٰ جات اور مدینہ کے فقہاء کے فتاویٰ وقضایا کو ترجیح ہوگی۔

۴) خبر واحد اگر اہل مدینہ کے عمل کے موافق ہو تو قبول کی جائے گی ورنہ اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ انکے نزدیک اہل مدینہ کا کسی عمل کو ترک کرنا اس عمل کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

۵) خبر واحد اگرچہ مرسل وموقوف ہی ہو قابل احتجاج ہے۔

(ترتیب المدارک، ج۱، ص۱۷۷، الاعتصام، ج۱ ص۳۱۲، المستصفی، ج۱، ص۳۸۴، بدایۃ والمجتہد، ج۱، ص۱۶۸،)۔

(اعلام الموقعین، ج۳ ص۸۳، الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج۴، ص۱۸، مناہج الاجتہاد ص۶۳۷)

امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے اصول استنباط:

۱) کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور ایسا اجماع جس پر ایک عصر کے تمام فقہاء ومجتہدین متفق ہوں، اولین ماخذ ہیں۔

۲) قیاس خاص حدود وقیود کے تحت جائز ہے۔

۳) قبول روایت کے لئے راویوں کا ثقہ ومعتبر ہونا ضروری ہے۔

۴) مرسل وموقوف روایت مخصوص شرائط کے ساتھ قبول کی جائے گی مطلق قبول نہیں ہوگی۔

۵) روایات میں تعارض کی صورت میں جس روایت کی سند میں راوی زیادہ محتاط او معتبر ہوں گے اور جس روایت کی اسناد کثیر ہوں گی وہ قبول کی جائے گی۔

۶) خبر واحد تب قابل احتجاج ہے جب اس کے راوی، ثقہ، معتمد، حفظ وصدق میں اچھی شہرت کے حامل ہوں۔ جارحین نے کسی قسم کا کلام نہ کیا ہو، ایسی روایت چاہے اہل مدینہ کی ہو یا اہل کوفہ کی، حجت ہوگی

(الرسالۃ،ص ۶۸،الام ص ۳۱۹،مناہج الاجتہاد،ص ۶۶۶،الانتقاء،ص ۶۸)

امام احمد بن حنبلؒ کے اصول استنباط:

۱) کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع کو تقدم حاصل رہے گا۔

۲) صحابہ کرام کے فتاویٰ وقضایا اختیار کئے جائیں گے۔

۳) اختلاف اقوال کی صورت میں خلفاء راشدین کے قول کو ترجیح ہوگی اور خصوصا اس قول کو ترجیح ہوگی جو قرآن وسنت کے زیادہ قریب ہو۔

۴) حدیث مرسل وضعیف قابل قبول ہوگی مگر تب جب زیر بحث مسئلہ میں اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو۔

۵) کسی مسئلہ میں قرآن وسنت، قول صحابی یا فتاوی کی عدم دستیابی اور مرسل وضعیف روایت نہ ملنے کی صورت میں قیاس کیا جائے گا۔

(تاریخ بغداد، ج ۴،ص ۴۲۱،اعلام الموقعین، ج ۱،ص ۲۳،مناہج الاجتہاد،ص ۶۸۳)

اہل ظواہر کے اصول استنباط:

اہل ظواہر داؤد ظاہری کے استنباطات و ماخذات کو حجت تسلیم کرتے ہیں اگرچہ عصر حاضر کے اہل ظواہر اور قرون اولیٰ کے ظواہر میں خاصہ فرق آچکا ہے پھر بھی ان کے چند قواعد واصول پیش کئے جاتے ہیں:۔

۱) آیات اور احادیث کے ظاہر پر استقلال۔

۲) اجماع صرف عہد صحابہ کا معتبر ہے۔ استدلال صرف اسی سے کیا جا سکتا ہے۔

۳) آپ ﷺ کی حدیث تقریری فقط مباح ہے، واجب یا مندوب نہیں۔

۴) خبر واحد کا راوی اگر عادل ہو، ثقہ ہو اور اس کی سند متصل ہو تو ایسی روایت قابل قبول ہوگی۔

۵) مرسل، منقطع یا ضعیف روایت مطلقاً قابل احتجاج نہیں۔

(الاحکام فی اصول الاحکام، ج ۲،ص ۲۷،المحلی بالآثار، ج ۱،ص ۴۷)

ائمہ کے قواعد اصولیہ کا خلاصہ:

ائمہ اربعہ اور اہل ظواہر کے اصولی قواعد کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا جس میں اس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اساسی حیثیت رکھتے ہیں البتہ خبر واحد کی قبولیت میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں اہل کوفہ کی رائے حتمی ہے، مرسل وموقوف روایات استنادی حیثیت رکھتی ہیں۔ کسی بھی مسئلہ میں آپ ﷺ کا آخری معمول حجت ہوگا۔

امام مالکؒ کے نزدیک عمل صرف اہل مدینہ کا قابل احتجاج ہے۔ مرسل، موقوف اور منقطع روایات قابل قبول ہیں۔ اختلاف کی صورت میں اہل مدینہ کا عمل قابل ترجیح ہوگا۔

امام شافعیؒ کے مطابق خبر واحد کے جملہ راوی جب تک ثقہ، معتمد، معتبر نہ ہو، اسے استنادی حیثیت حاصل نہیں ہوگی۔ مراسیل صرف کبار تابعین کی حجت ہیں۔ صغار کی نہیں۔ متعارض روایات میں ترجیح کثرت اسناد پر ہوگی۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق ایسی خبر واحد جو مرسل، منقطع یا ضعیف ہو، تب قابل قبول ہوگی جب زیر بحث مسئلہ میں اس کے خلاف کوئی دوسری روایت موجود نہ ہو، اگر موجود ہو تو اسے ترجیح دی جائے گی۔

اہل ظواہر کے ہاں خبر واحد اگر صحیح الاسناد ہو تب قابل احتجاج ہوگی۔ لیکن اگر مرسل یا منقطع ہے تو اسے مطلقاً قبول نہیں کیا جائے گا۔

خلاصہ بحث:

ائمہ کرام کے اصول استنباط ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قارئین کو یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ محدثین نے صرف نقل روایت پر کفایت فرمایا اور فقہاء نے اس ذخیرہ احادیث سے ان قواعد اصولیہ کے مطابق احکامات مرتب فرمائے۔

فقہاء کے مرتب شدہ قوانین کسی قدر اہم اور امت کے لئے مفید ثابت ہوئے۔ اس بات کا اندازہ محدثین کا حافظ الحدیث ہونے کے باوجود ائمہ وفقہاء میں سے کسی نہ کسی کی پیروی پر ہونے سے لگایا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ایسے محدثین کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہیں امام شمس الدین ذہبیؒ نے حفاظ حدیث کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

حافظ الحدیث کی تعریف:

متاخرین کے نزدیک حافظ حدیث سے مراد ایسا محدث جسے کم از کم ایک لاکھ احادیث سنداً و متناً یاد ہوں اور متقدمین کے نزدیک جس شخص میں درج ذیل خوبیاں پائی جائیں وہ حافظ حدیث کہلاتا ہے:۔

۱) طلب حدیث کے سلسلے میں شہرت۔
۲) کتب اور صحف کے بجائے اساتذہ سے بالمشافہ کسب فیض۔
۳) طبقات رواۃ اور ان کے مراتب کی معرفت۔
۴) صحیح و سقیم میں جدائی اور تمیز کی قوت و معرفت۔
۵) جرح و تعدیل میں مہارت۔
۶) کثرت سے متون حدیث کا استحضار

(النکت علی کتاب ابن الصلاح بحوالہ معرفت علوم حدیث)

مذہب احناف کے متبعین و مقلدین حفاظ حدیث:

۱) شیخ الاسلام الحافظ الامام عبداللہ بن مبارک الحنظلی المروزیؒ، المتوفی ۱۸۱ھ

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۳۵۳، حدائق الحنفیہ، ص ۱۴۶)

۲) الحافظ الامام وکیع بن الجراحؒ، المتوفی ۱۹۷ھ

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۸۲، حدائق الحنفیہ، ص ۱۵۷)

۳) امیر المومنین فی الحدیث سید الحفاظ الامام العلم یحییٰ بن سعید القطانؒ المتوفی ۱۹۸ھ

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۷۴، حدائق الحنفیہ، ص ۱۵۹)

۴) امام الجرح والتعدیل امام یحییٰ بن معینؒ، المتوفی ۲۳۳ھ

(تاریخ بغداد جلد ۱۴ ص ۱۸۴)

۵) الحافظ الامام یحییٰ بن زکریاؒ، المتوفی ۱۸۴ھ

(حدائق الحنفیہ ص ۱۴۹)

۶) الحافظ الامام سفیان بن عیینہؒ، المتوفی ۱۹۸ھ

(حدائق الحنفیہ ص ۱۵۹)

۷) الامام الحافظ ابوجعفر احمد بن محمد الطحاویؒ، المتوفی ۳۲۱ھ

(تذکرۃ الحفاظ جلد۳ ص ۲۸، حدائق الحنفیہ، ص ۱۹۰)

۸) قاضی القضاء امام ابویوسفؒ یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الکوفی، المتوفی ۱۸۲ھ

(تذکرۃ الحفاظ، جلد ص، حدائق الحنفیہ، ص ۱۴۲، ۱۴۳)

مذہب شوافع کے متبعین و مقلدین حفاظ حدیث:

۱) الامام الحافظ الثقہ الکبیر محدث ابوعوانہ یعقوب بن اسحاقؒ، المتوفی ۳۱۶ھ صاحب کتاب مسند ابی عوانہ

(تذکرۃ الحفاظ جلد۳ ص ۳، طبقات الشافعیہ، جلد۱، ص ۱۰۴)

۲) الامام الحافظ العلامۃ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقیؒ، المتوفی ۴۵۸ھ صاحب کتاب السنن الکبریٰ

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۳۱۰، طبقات الشافعیہ، جلد۴، ص ۸)

۳) الحافظ الکبیر محدث الشام فخر الائمہ الامام ابن عساکر ابوالقاسم علی بن الحسینؒ المتوفی ۵۷۱ھ

(تذکرۃ الحفاظ جلد۴ ص ۱۱۸، طبقات الشافعیہ، جلد۲، ص ۱۳)

۴) امیر المومنین فی الحدیث الامام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی بغدادیؒ المتوفی ص ۳۸۵ھ

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۹۹۳، طبقات الشافعیہ، جلد۱، ص ۱۶۱)

۵) امیر المومنین فی الحدیث الامام الحافظ ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم حنظلی مروزی ابن راہویہؒ المتوفی ۲۳۵ھ

(طبقات الشافعیہ، جلد۲، ص ۸۳، طبقات الشافعین، جلد۱، ص ۱۱۸)

۶) الامام لحافظ المفتی شیخ الاسلام تقی الدین ابوعمرو عثمان بن صلاح الدین الشہر وزی الشافعی المعروف ابن الصلاحؒ المتوفی ۶۴۳ھ

(تذکرۃ الحفاظ، جلد۴، ص ۱۴۹، طبقات الشافعیہ، جلد۸، ص ۱۸۵)

۷) الامام الحافظ الاوحد القدوۃ شیخ الاسلام علم الاولیاء محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مربی الخرامی الحورانی النواویؒ المتوفی ۶۷۶ھ

(تذکرۃ الحفاظ، جلد۴، ص ۱۷۴، طبقات الشافعیہ، جلد۸، ص ۲۲۵)

مذہب مالکیہ کے متبعین و مقلدین حفاظ حدیث:

۱) الحافظ الامام شیخ الاسلام ابوعمرو عثمان بن سعید الدانیؒ، المتوفی ۴۴۴ھ

(تذکرۃ الحفاظ، جلد۳، ص ۲۱۱، شجرۃ النور الزکیہ فی طبقات المالکیۃ جلد۱، ص ۱۷۰)

۲) شیخ الاسلام حافظ المغرب الامام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبرؒ، التوفی ۴۶۳ھ
(صاحب کتاب التمہید، الاستیعاب، الاستذکار)
(تذکرہ الحفاظ ج۳ص ۲۱۷، تتیب المدارک جلد۲، ص ۷۲)

۳) شیخ الاسلام الحافظ الامام ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق البغدادی المالکی التوفی ۲۰۲ھ
(تذکرۃ الحفاظ، جلد۲، ص ۱۴۹)

۴) الامام الحافظ العلامہ ذوالنون ابوالولید سلیمان بن خلف القرطبی الذھبی الباجی التوفی ۲۰۸ھ
(تذکرۃ الحفاظ، جلد۳، ص ۲۴۶، شجرہ النور الزکیۃ، جلد۱، ص ۲۴۰)

۵) الحافظ الامام الثقہ، المجود، رشید الدین ابوالحسین یحییٰ بن علی التوفی ۶۶۲ھ
(تذکرہ الحفاظ، جلد۴، ص ۱۵۶، شجرۃ النور الزکیۃ، جلد۱، ص ۲۷۰)

۶) الامام الحافظ الفقیہ المحدث شیخ الاسلام ابوالفتح محمد بن علی ابن دقیق العیدؒ، التوفی ۷۰۲ھ
(تذکرۃ الحفاظ، جلد۴، ص ۱۸۱، شجرۃ النور الزکیۃ، جلد۱، ص ۲۷۰)

۷) الامام الحافظ القدوۃ البارع الربانی بہاء الدین ابومحمد عبداللہ بن محمد العسقلانی المکی المقری المالکؒ ولد ۶۹۴ھ
(تذکرۃ الحفاظ، جلد۱، ص ۳۰)

مذہب حنابلہ کے متبعین ومقلدین حفاظ حدیث:

۱) الامام الحافظ الکبیر ابوداؤد سلیمان بن اشعب، التوفی ۲۷۵ھ، صاحب کتاب سنن ابوداؤدؒ
(اعلام الموقعین ج۱ص ۲۳۶، ہدیۃ العارفین ج۱ص ۳۹۵، طبقات الحنابلۃ، جلد۱، ص ۱۵۸)

۲) الامام العالم الحافظ الحجۃ محدث الشام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد الامام ضیاء المقدسیؒ، التوفی ۶۴۳ھ، صاحب کتاب ضیاء المختارہ
(تذکرۃ الحفاظ ج۴ص ۱۳۵، سیر اعلام النبلاء، جلد۲۳، ص ۱۲۸، موسۃ الرسالۃ، بیروت)

۳) الامام الحافظ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الثقلین رضی اللہ عنہما تعالیٰ التوفی ۶۰۳ھ
(تذکرۃ الحفاظ، جلد۴، ص ۱۲۰، سیر اعلام النبلاء، جلد۲۱، ص ۴۰۳، موسۃ الرسالۃ، بیروت)

۴) الحافظ الکبیر الامام ابوبکر احمد بن محمد الاثرمؒ التوفی ۲۶۰ھ
(تذکرۃ الحفاظ، جلد۲، ص ۱۳۵)

۵) الحافظ الامام حرب بن اسماعیل الکرمانیؒ التوفی ۲۸۰ھ
(تذکرۃ الحفاظ، جلد۲، ص ۱۷۰)

٦) شیخ العلماء الامام الحافظ المفسر عالم العراق وواعظ الآفاق جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ التوفی ۲۴۸ھ

(تذکرۃ الحفاظ، جلد۴، ص۹۲)

۷) الامام الحافظ ابوالقاسم عمرو بن الحسن البغدادی الحرقیؒ، التوفی ۳۳۴ھ

(تذکرۃ الحفاظ، جلد۳، ص۶۲)

مذکورہ بالا اسماء ان صدہا محدثین میں سے اختصاراً ذکر کیے گئے ہیں جو حفاظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ جرح وتعدیل میں مہارت، طبقات رواۃ کی معرفت، علل حدیث سے آگاہی اور علوم حدیث پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ اس کے باوجود اس ذخیرہ احادیث سے قانون اسلامی اور فقہی احکام خود اخذ کرنے کی بجائے فقہاء اربعہ کی طرف رجوع فرماتے۔

رفع الیدین کی بحث میں تدوین حدیث کا مختصر جائزہ پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ جان لیا جائے کہ جملہ کتب احادیث نبی کریم ﷺ کی حیاۃ طیبہ کی ابتداء سے انتہاء تک تمام اقوال، افعال، تقاریر کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کے اقوال و افعال، تقاریر، فتاویٰ جات اور مسائل دینیہ پر پیش کردہ آراء کا مجموعہ ہیں۔ ان مجموعہ احادیث میں آپ ﷺ کے کبھی ایک ہی طرح کے معمول کا بیان ہے تو کبھی سابقہ معمول کو ترک فرمانے اور نئی سنت عطا فرمانے کا بیان ہے۔ رفع یدین بھی آپ ﷺ کے ایسے معمول مبارک میں سے ایک سنت ہے جس کے متعلق کتب احادیث میں آپ ﷺ کے دو مختلف طرح کے معمول مبارک کا ذکر کیا گیا۔ سابقہ سطور میں یہ تحریر کیا گیا کہ کتب احادیث درحقیقت معمولات مصطفیٰ کریم ﷺ کا ایک ایسا انسائیکلو پیڈیا ہیں جن میں محدثین کرام کو جو حدیث مبارکہ جہاں سے ملی اگر وہ روایت ان کے نزدیک مقرر شدہ قوانین پر مکمل اترنے والی ہوئی تو انہوں نے نقل کر دینا اپنا فریضہ سمجھا۔ پس جو محدثین مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے وہ تو ان ایسی متعارض روایات کے درمیان تطبیق وتوفیق کے قوانین سے واقف تھے۔

اب جو محدثین متعارض روایات کی تطبیق وتوفیق یا قواعد فقہیہ میں مہارت تامہ نہ رکھتے یا درجہ اجتہاد کو نہ پہنچے تھے انہوں نے فقہاء اسلامیہ کی طرف رجوع فرمایا، پھر دوسری جانب ائمہ اربعہ بالخصوص اور دیگر مجتہدین بالعموم ایسی روایات سے احکام شریعت مرتب کرنے کے لئے ایسے اصول وضع کیے ہوئے تھے جن اصولوں کے تحت انہوں نے اپنے اپنے فقہی مذہب کی بنیاد قائم فرمائی۔

ائمہ کے اصول اجتہاد اور رفع یدین:

چونکہ مجتہدین نے آیات واحادیث مبارکہ سے قوانین کی تدوین وتشکیل کے لئے چند اصول وضع فرمائے جن کے تحت آیات قرآنیہ کے مطلق، مقید، خاص وعام، مجمل ومفسر، دلالت والنص، عبارت النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص وغیرہ کو سمجھا جا سکے وہاں احادیث مبارکہ میں متعارض روایات اوران میں ناسخ ومنسوخ کے درمیان پہچان پیدا کی جا سکے اور امت کے لئے یہ آسانی پیدا کی جا سکے کہ آپ ﷺ کے معمولات کیا ہیں اور سنت مبارکہ کون سی ہے۔

درج بالا سطور میں ان قواعد اصولیہ کو تحریر کر دیا گیا اب اس تناظر میں ہم مسئلہ رفع یدین کو دیکھتے ہیں کہ ائمہ ومجتہدین میں سے ہر امام ومجتہد نے اپنے کون سے قاعدہ اور اصول کے تحت رفع یدین کے متعلق اپنی رائے پیش کی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قواعد اصولیہ اور رفع یدین:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین مسنون نہیں۔ چند روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابتداًرکوع سے قبل، رکوع کے بعد اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین فرمانا ثابت ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری معمولات میں ایسا ثابت نہیں۔

تکبیر تحریمہ کے علاوہ تمام مقامات کا رفع یدین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترک فرما دیا۔ احناف کے نزدیک جن قواعد اصولیہ کے تحت ترک رفع یدین کا فتویٰ دیا گیا وہ درج ذیل ہیں:۔

۱) کسی مسئلہ میں اختلاف کے پیش نظر امام اعظم ابوحنیفہؒ، خلفائے راشدین اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اقوال، فتاویٰ وقضایا کو اختیار فرماتے چونکہ مسئلہ رفع یدین میں متعارض روایات ہیں لہٰذا آپؒ نے حضرت ابوبکر وعمر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم کے اقوال وآثار پر فتویٰ صادر فرمایا کہ ان حضرات کا اپنا عمل اور ان کے اقوال وفتاویٰ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے آخر میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین ترک فرما دیا تھا۔

درج ذیل روایات اوران کے مصادر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک پر روشن دلیل ہیں۔

خلفاءراشدین اورترکِ رفع یدین

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ترک رفع یدین:

خلیفہ رسول، امام المسلمین، سیدنا صدیق اکبرؓ کا اپنا عمل مبارک رفع یدین کے ترک کا تھا۔

عن عبدالله قال صليت مع النبي ﷺ و مع ابی بکر و مع عمرؓ فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولى في افتتاح الصلاة

حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نمازیں پڑھیں وہ سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہیں کرتے تھے

(سنن دارقطنی، ج۱ص ۲۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ۲۰۰۳)

حضرت عمر فاروقؓ اور ترک رفع یدین:

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ کا معمول بھی ترک رفع یدین کا تھا۔

عن الاسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيئى من صلاته الا حين افتتح الصلاة

حضرت اسودؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا میں نے حضرت عمر کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہیں کیا سوائے تکبیر تحریمہ کے

اس روایت کو محدثین کرام نے درج ذیل کتب احادیث میں سند صحیح کے ساتھ نقل فرمایا:۔

۱) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۲۴۶۹

۲) شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ

۳) الاوسط بن منذر، رقم ۱۳۴۵

۴) شرح مشکل الآثار، حدیث نمبر ۵۱۰۴

۵) شرح ابی داؤد امام عینی، ج۳ ص ۳۳۰

۶) شرح ابن ماجہ امام مغلطائی، ج۱ ص ۶۲

۷) مرقاۃ المفاتیح، ج۳،ص۳۰۳

۸) جواہر النقی، ج۲،ص۷۹

۹) الدرایۃ، ج۱،ص۱۵۲

۱۰) نصب الرایہ، ج۱،ص۴۰۵

۱۱) مسند الفاروق، ج۱،ص۱۶۴

۱۲) محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن الخطابؓ، ج۳،ص۹۸۲

۱۳) جامع الاحادیث، رقم۳۰۰۵۱

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ترک رفع یدین:

امیر المومنین اسد اللہ الغالب یعسوب المسلمین حضرت مولا کائنات مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم پہلے مدینہ پھر کوفہ میں سکونت گزیں ہوئے۔ دار الحدیث کوفہ جن دو ہستیوں سے آباد ہوا وہ مولا علیؓ اور ابن مسعودؓ ہیں آپ کا معمول بھی ترک رفع یدین کا تھا۔

عن عاصم بن كليب عن ابيه ان عليا كان يرفع يديه اذا افتتح الصلاة ثم لا يعود	عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے پھر نہ کرتے

اس روایت کو محدثین نے درج ذیل کتب احادیث میں سند صحیح نقل فرمایا۔

۱) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم۲۴۵۷

۲) الاوسط بن منذر، رقم ۱۳۴۳

۳) شرح معانی الآثار، رقم ۱۲۵۲

۴) موطا امام محمد رقم، ۱۰۵

۵) مصنفات ابی جعفر رقم، ۵۴۲

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ترک رفع یدین:

فقہ حنفی کی اساس جس ہستی کے فتاویٰ وقضایا ہیں وہ ہستی فقیہ الامۃ، صاحب السواد والوساد، اقرب وسیلۃ رسول اللہ

ﷺ، صاحب السابقین الاولین، حضرت عبداللہ بن مسعود بن غافلؓ ہیں۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل رہا کہ آپ چھٹے مسلمان ہیں اور جب سے اسلام قبول فرمایا تب سے سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی خدمت کا شرف آپ کو عطا فرمایا۔ آپ ﷺ کے نعلین اٹھانا، وضو کے لئے پانی پیش فرمانا، سفر و حضر میں ہمادم آپ ﷺ کی صحبت میں رہنا، حتیٰ کہ آپ کو اجازت تھی کہ آپ سرکار دو عالم ﷺ کے حجر ناز میں بلا تکلف تشریف لے جایا کرتے۔ اس سبب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کا اس بے تکلفی سے دیر رسول ﷺ میں آنا جانا دیکھ کر مجھے لگا کہ یہ آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، تذکرہ ابن مسعود)

ابن مسعود کا یہ مختصر تعارف پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ جان لیا جائے کہ معمولات مصطفیٰ ﷺ کا سب سے زیادہ واقف اور آپ ﷺ کی صحبت کا سب سے زیادہ فیضان یافتہ صحابی ہی آپ ﷺ کے معمولات اور سنت کو دوسروں کی نسبت زیادہ احسن طریقے سے بیان کرسکتا ہے۔ رفع یدین کے باب میں آپؓ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا بیان کیسے فرمایا۔

عن علقمه قال قال عبدالله ابن مسعودؓ الا اصلی بکم صلاة رسول الله ﷺ فصلى فلم يرفع يديه الا فی اول مرة

حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پس آپ نے نماز پڑھی اور سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ کیا۔

اس حدیث کو محدثین نے سند صحیح کے ساتھ جن کتب احادیث میں نقل کیا ملاحظہ فرمائیں:۔

۱) جامع ترمذی، ج۱،ص۵۹
۲) سنن نسائی، ج۱،ص۱۱۷
۳) سنن ابوداؤد، ج۱،ص۱۰۹
۴) مسند امام احمد بن حنبل، ج۱،ص۳۸۷
۵) مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱،ص۲۳۶
۶) سنن کبریٰ، ج۲،ص۷۸
۷) شرح معانی الآثار، ج۱،ص۱۶۲
۸) المدونۃ الکبریٰ، ج۱،ص۶۹
۹) محلی ابن حزمؒ، ج۲،ص۲۶۵

۱۰) التمہید ابن عبدالبرؒ، ج۹، ص۲۱۵

۱۱) مسند ابی یعلی، ج۵، ص۳۶

۱۲) تاریخ بغداد، ج۱۱، ص۳۲۶

۱۳) نصب الرایہ، ج۱، ص۳۹۴

۱۴) تیسیر الوصول، ج۱، ص۳۲۶

۱۵) جمع الفوائد، ج۱، ص۷۳

۱۶) جامع المسانید، ج۲۷، ص۲۶۱

۱۷) اتحاف المہر ۃ، ج۱۰، ص۳۹۲

۱۸) مختصر الاحکام، ج۲، ص۱۰۳

پس ان روایات اوران کے مصادر کے بیان سے یہ واضح ہوگیا کہ امام اعظمؒ کے اصول اجتہاد کی روشنی میں رفع یدین کا ثبوت کیسے ہے اوراس باب میں آپ ﷺ کی سنت کیا تھی ان روایات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ امام اعظمؒ ترک رفع یدین میں متفرد نہیں وہ کوفہ جو حضرت مولا علی اور ابن مسعود رضوان اللہ علیہم کے وجود سے منور رہا اسی مرکز علم وحکمت اور فہم وبصیرت کی میراث امام اعظم کو وراثت میں ملی اور آپ اس کے امین ہوئے۔

امام مالک بن انسؒ کے قواعد اصولیہ اور رفع یدین:

۱) امام مالک بن انسؒ کے اصول اجتہاد میں یہ تحریر کردیا گیا کہ آپ اہل مدینہ کے عمل اور رائے کو ترجیح دیتے۔اہل مدینہ کا عمل چاہے وہ فقہاء مدینہ ہوں یا عامتہ الناس، آپ کے لئے حجت ہے۔آپ کا فتویٰ ان کے عمل پر ہوتا تھا آپ کے نزدیک سوائے تکبیر تحریمہ کے باقی مقامات کا رفع یدین سنت نہیں۔

(المفہم ،شرح مسلم امام قرطبی ،بدایۃ المجتہد ،ج۱،ص۱۴۲،مطبوعہ دارالحدیث ،مصر)

امام مالک ساری زندگی مدینہ طیبہ رہے عمر بھر صرف ایک حج کیا۔حضرت مولا علی حضرت ابن عمرؓ کے بعد دارالحدیث مدینہ کے نیابت سعادت مآب کے مسندنشیں رہے اہل مدینہ کے عمل پر ترک رفع یدینؒ کا فتویٰ اوراس پر آپ کا اور آپ کے اصحاب کا عمل اس بات کی بین دلیل ہے کہ مدینہ طیبہ کے اندر مسجد نبوی ﷺ میں حالت نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں ہوتا تھا۔

امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے اصول اجتہاد اور رفع یدین:

امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے اصول اجتہاد کی روشنی میں رفع یدین عندالرکوع و بعد الرکوع پر کلام کرنے سے قبل یہ بات سمجھ لی جائے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے عہد مبارک میں قبول روایت کا معیار کیا تھا اور امام شافعی کے دور زریں میں اس میں کیا تغیر رونما ہوا اور اس کا سبب کیا تھا۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا دور تدوین فقہ دوسری صدی ہجری تھا۔ اس عہد مبارک میں قبول روایت کے لئے مسند و مرسل، صحیح وحسن کی کوئی تفریق نہ تھی۔ وہ سب اقسام کو یکساں قابل حجت قرار دیتے تھے۔ کیوں کہ یہ حضرات براہ راست مشاہیر تابعین یا کبار اتبع تابعین کے شاگرد تھے۔ بدیں وجہ ان کو اسناد کے بارے میں تحقیقات کی بہت کم ضرورت پیش آتی لہٰذا ان روایات کی دستیابی سے انہیں قوانین کے وضع کرنے میں مزید کسی تحقیق کی چنداں ضرورت نہ تھی اور جب کہ امام ابوحنیفہ کا معیار اہل کوفہ کی آراء وفتاویٰ جات اور امام مالکؒ اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دیتے ہوں تو انہیں اسناد کی تحقیقات کی حاجت کیوں پیش آتی۔ لیکن تیسری صدی ہجری کا سورج علم حدیث کا ایک درخشندہ آفتاب بن کر ابھرا جس میں نہ صرف تدوین حدیث بلکہ علم اصول حدیث، علم اسماء الرجال جیسے جلیل القدر علوم وفنون مدون ہوئے۔ اس صدی میں علم حدیث کے ضمن میں جو تحقیقی کام ہوئے وہ درج ذیل تھے:۔

۱) دوسری صدی ہجری کی نسبت احادیث کی اسناد میں طوالت کے سبب مرسل روایات کی قبولیت وعدم مقبولیت میں اختلاف پیدا ہوا جس پر ہر دو طرح کے محدثین نے اپنے اپنے اقوال کے حق میں دلائل پیش کیے۔

۲) فتنہ خوارج، معتزلہ، روافض اور دیگر فرقوں کی جانب سے مجموعہ احادیث میں غیر معتبر روایات شامل کی گئیں جس سبب محدثین نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں صحیح، حسن، عزیز، عزیب، ضعیف، مسند، مرسل اور منقطع وغیر جیسی نئی اصطلاحات متعارف کروائیں تاکہ صحیح وغیر صحیح روایات میں فرق پیدا ہو سکے۔

۳) دوسری صدی ہجری میں سند مختصر ہونے کے سبب اور تابعین و کبار اتبع تابعین کے حالات معروف ہونے کے سبب ان کی سیرت و کردار محتاج بیاں نہ تھا مگر تیسری صدی ہجری میں اسناد طویل اور روایات کثیر وغیر معروف ہونے کی وجہ سے اور پھر فساد زمانہ کے سبب فساق کی روایات کے پیش نظر محدثین اور نقاد کو راویوں کے حالات، چال چلن، ان کی فقاہت و بصارت، ان کے علم وعمل، ان کے حافظہ و یادداشت، ان کے شیوخ، قبائل ولادت و وفات تک تلاش کرنا پڑا جو بلاشبہ علم حدیث کی ایک بہت بڑی خدمت تھی۔

(ملخص از کتاب امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۳۱۰ تا ۳۱۸)

ان مختصر حالات کے پس منظر میں یہ جانا جا سکتا ہے کہ امام اعظمؒ و امام مالکؒ کے لئے تدوین فقہ کے وقت ماحول کیسا سازگار اور امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ کے لئے کیسا پیچیدہ تھا۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اپنے عہد مبارک میں مرسل و منقطع روایات کیوں قبول کر لیتے اور امام شافعیؒ کے لئے انہیں قبول کرنے میں کیا چیز مانع تھی اس کا اندازہ سطور بالا سے لگایا جا سکتا ہے۔

الغرض امام شافعیؒ کو تدوین فقہ میں ان قواعد و قوانین کو مدنظر رکھنا پڑا جن کی ضرورت اس دور میں رہی لیکن امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ کو ان کا احتیاج نہ تھا اسی بناء پر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ کے عہد کے متعلق فرماتے ہیں۔

واز کلامے کہ بعض محققین ذکر کردہ انکہ حکم بتواتر و شہرت و وحدت حدیث معتبر در صدر اول است	اور بعض محققین کے اس کلام سے بھی جو انہوں نے ذکر کیا کہ حدیث کے تواتر شہرت اور وحدت کے بارے میں صدر اول کا حکم معتبر ہے۔

(شرح سفر سعادت)

امام شافعیؒ کو ان قواعد و اصول کی پیروی میں کس بناء پر رفع یدین کے اثبات کا قول کرنا پڑا اس کی درج ذیل وجوہات تھیں:۔

۱) امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ کے ہاں مرسل و منقطع روایات بھی قابل احتجاج تھیں لیکن امام شافعیؒ کے ہاں مرسل و منقطع روایات سے مطلق دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔ لہٰذا ترک رفع یدین کی جتنی مرسل و منقطع روایات تھیں وہ ان کے ہاں غیر معتمد تھیں۔

۲) امام ابوحنیفہؒ کے ہاں آپ ﷺ کے آخری معمول پر ایک بھی حدیث مبارکہ جو آپ کے ہاں پایہ صحت کی ہو معمول بہا ہوتی تھی اور اسی طرح مالکیہؒ کے ہاں اہل مدینہ کا عمل حجت تھا مگر امام شافعیؒ کے اصول اجتہاد کے مطابق مفہوم مخالف کی اسناد اگر کثیر ہو تو وہ حجت ہوں گی۔

(اختلاف الحدیث ص ۱۲۷)

۳) امام اعظمؒ کے ہاں اہل کوفہ کا عمل ان کے فتاویٰ و قضایا حجت ہیں اور امام مالکؒ کے ہاں اہل مدینہ کے لیکن شوافع کے ہاں اگر حدیث کے روایت ثقہ و معتمد ہو اتصال سند ہو تو وہ روایت اہل کوفہ کی ہو یا اہل مدینہ کی یا کسی اور کی بہر حال قابل استناد ہے۔

۴) امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ تک ترک رفع یدین کی روایات ان کے اپنے عہد کے قبول روایت کے قواعد کے مطابق معتبر مستند پہنچی لیکن امام شافعیؒ جس ماحول میں تدوین فقہ کی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے تھے انہیں ترک کی بجائے

اثبات رفع یدین کی روایات عمدہ اور جید اسناد کے ساتھ پہنچی وہ ان کے اصول اجتہاد کی روشنی میں پوری اترتی تھیں لہٰذا آپ نے انہیں اختیار فرمایا۔

لہٰذا یہ وہ وجوہات تھیں جن کے سبب احناف و مالکیہ کے ہاں ترک رفع یدین اور شافعیہ کے ہاں اثبات رفع یدین پر فتویٰ ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے اصول اجتہاد اور رفع یدین:

امام احمد بن حنبلؒ کے قواعد فقہیہ کے مطابق مرسل و منقطع روایت تب قابل قبول ہوگی جب اس کے مخالف کوئی روایت نہ ہو گویا ان کے نزدیک بھی امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کی طرح مطلقاً مرسل روایتا قابل احتجاج نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ بھی جس عہد مبارک میں تدوین فقہ کی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے آپ کو بھی ان ہی اصولوں کو مدنظر رکھنا ضروری تھا جو اسی عہد کی ضرورت تھے آپ کو بھی آپ کے شیوخ کے واسطہ سے ترک کی بجائے اثبات رفع یدین کی روایات اسناد صحیحہ غیر مرسلہ و غیر منقطعہ پہنچی۔ لہٰذا آپ کے نزدیک بھی ان قواعد کی روشنی میں ترک کی بجائے اثبات رفع یدین اولیٰ ہے۔

اہل ظواہر کے اصول اجتہاد اور رفع یدین:

۱) اہل ظواہر کے نزدیک دوسری صدی ہجری کے قبول روایت کے اصول معتبر نہیں جن کے مطابق امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ مرسل و منقطع روایت سے استدلال کرلیا کرتے۔ لہٰذا امام اعظمؒ و امام مالکؒ نے جن سے رفع یدین پر استدلال کیا وہ ان کے ہاں حجت نہیں۔

۲) قرون اولیٰ کے اہل ظواہر عموماً اور عصر حاضر کے ظاہرین خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر جن صحابہ سے ترک رفع یدین کی احادیث مروی ہیں ان پر سخت کلام کرتے ہیں ان کے ہاں ترک رفع یدین کی کوئی بھی روایت پایہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ روایات کی صحت و عدم صحت پر تحقیق تو درست لیکن اس تحقیق کی آڑ میں فقہاء اہلسنت کو ہدف تنقید بنانا اور اس پر مستزاد ان کی جلالت علمی کا ہی انکار کر دینا اہل علم کا طریق نہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے امام الائمہ، سراج الامۃ، امام ابوحنیفہؒ اور امام دار الہجرت امام مالکؒ اگر ترک رفع یدین کے قائل ہیں تو امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ اس کے اثبات کے، مگر کسی جانب سے بھی تعصب و عناد کی ہوا نے ایک دوسرے کو پراگندا نہیں کیا، لیکن یہاں تو حال کچھ یوں ہے کہ جب تک فقہاء و محدثین کو یتیم الحدیث، دجال و کذاب نہ کہہ لیا جائے ان کی تحقیق کا حق ادا نہیں ہوتا۔ یہ طریق نہ تو

اسلاف کا تھا نہ امت کو پیغمبر دو عالم ﷺ نے ایسی تربیت فرمائی۔ ابلاغ وعدم ابلاغ روایات سے جو اختلاف پیدا ہوئے ائمہ نے انہیں خوشدلی سے قبول کیا اور اپنے وضع کردہ اصول وقواعد کے مطابق فتاویٰ صادر فرمائے لیکن جدال و مباحث کی حوصلہ افزائی نہ کی اور ایک دوسرے کی جلالت علمی کو تسلیم کیا۔ تاریخ نے امام شافعی کی وہ حاضری بھی نہایت تزک واحتشام سے قلم بند کی کہ زیارت گاہ ابوحنیفہؒ پر حاضری کے وقت نماز کی ادائیگی کے دوران رفع یدین کو ترک کر دینا اور استفسار پر یہ کہنا کہ یہ عمل مقامِ ابوحنیفہؒ کے پاس میں کرتا ہوں یقیناً آج کے ان نقاد وجارحین کے لئے یہ عمل حیاءِ علم وعرفاں کا ایک سبق ہے۔

۳) اہل ظواہر کے ہاں اثبات رفع یدین کی روایات صحیح جبکہ ترک کی روایات ثابت نہیں اس سبب ان کے ہاں ترک رفع یدین درست نہیں۔

۴) عصر حاضر کے ظواہرین کا طرفہ یہ بھی ہے کہ کتب احادیث میں روایات صرف اور صرف بخاری کی ہی معتبر ہیں جو روایات بخاری میں آ گئیں بس عمل صرف انہیں پر ہوگا۔ امت کو صد ہزار ہاں معمولات وآثار مصطفی ﷺ سے سمیٹ کر صرف بخاری تک لے آنا دین کی کون سی خدمت ہے۔ یہ کہنا درست تو ہوسکتا ہے کہ بخاری کی تمام روایات درجہ صحیح وحسن کی ہیں لیکن صرف یہی سمجھ لینا کہ بخاری کے علاوہ احادیث صحیح یا حسن نہیں یا قابل احتجاج نہیں کتمان علم ہی نہیں انکارِ حدیث بھی ہے۔

قبول روایت کے لیے معیار:

ایک تشکیک جو عامۃ الناس اور نیم خواندہ لوگوں میں پیدا کی جاتی ہے وہ یہ کہ اثبات رفع یدین کی روایات بخاری ومسلم جیسی جلیل القدر کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتب کہلاتی ہیں جبکہ ترک رفع یدین کی روایات واحادیث ان میں موجود ہی نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رفع یدین کرنا ہی دین اور سنت ہے اور اس کے ترک کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قبول روایت کے لیے متقدمین ومتاخرین فقہاء ومحدثین نے نہ تو آج تک یہ قانون بنایا اور نہ ہی قبول روایت کے لیے یہ معیار شریعت ہے کہ جو حدیث بخاری ومسلم میں نہیں وہ قابلِ قبول نہ ہوگی اور جو روایت ان دو محدثین نے نقل فرما دی وہ ہر حال میں بغیر کسی تحقیق کے قبول کر لی جائے گی اور واجب العمل ہوگی بلکہ تمام اصولین، فقہاء، محدثین نے قبول روایت کے لیے ایک معیار مقرر فرمایا اور یہ معیار وکسوٹی اس قدر جاندار ہے کہ ابن اصلاحؒ سے لے کر سیوطیؒ اور ابن حجرؒ تک جملہ محدثین نے اسے قبول روایت کے لیے سند کی حیثیت سے تسلیم کیا اور نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اسی معیار اور انہی شرائط

کی بنیاد پر علم اصول حدیث اور علم اسماء الرجال کی اس قدر کتابیں تحریر کیں کہ اپنے تو اپنے مستشرقین بھی حیران رہ گئے۔

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں:

هو الحديث المسند الذی يتصل اسناده بنقل العدل الضابط الی منتهاه ولا يكون شاذا ولا معللاً

(مقدمہ ابن صلاح)

حدیث صحیح وہ مسند حدیث ہوتی ہے جس کو ایک عادل اور ضابط راوی دوسرے عادل وضابط راوی سے روایت کرے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے اور وہ حدیث معلل اور شاذ بھی نہ ہو۔

ان شرائط کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ اس حدیث کو ایسا راوی بیان کرے جو بالعموم زندگی میں جھوٹ نہ بولتا ہو اور بالخصوص اس نے حدیث کے معاملے میں جھوٹ نہ بولا ہو۔

۲۔ حدیث مبارکہ مکمل سند کے ساتھ بیان ہو یعنی جس محدث نے بیان کی وہ اپنے شیخ واستاد سے لے کر صحابی تک سب کے نام بغیر کسی انقطاع وخذف کے مکمل طور پر بیان کرے۔

۳۔ حدیث جس شخص نے بیان کی وہ روایت اسے یا تو مکمل طور پر یاد ہو جب اس سے سنانے کے لیے کہا جائے تو وہ سنا سکے یا اچھی طرح لکھ رکھی ہو کہ جب چاہیں دیکھ لی جائے۔

۴۔ جس ثقہ راوی نے وہ حدیث بیان کی اس سے زیادہ کوئی ثقہ راوی ایسی روایت نہ بیان کر دے جو اس حدیث کے مخالف ہو۔

۵۔ حدیث بیان کرنے والے راوی نے بغیر کسی وہم اور تغیر وتبدل کے وہ حدیث بیان کی ہو اور باقی سندوں اور قرائن سے اس بات کی تصدیق بھی ہو جائے کہ یہ روایت وہم یا تغیر سے پاک ہے۔

یہ ہے وہ معیارِ قبولیت روایت اور صحت حدیث کے لیے بنیادی شرائط جن پر پوی اترنے والی ہر روایت کو اصول حدیث کی اصطلاح میں ''حدیثِ صحیح'' کہا جاتا ہے۔ یہ روایت بخاری ومسلم کی صحیحین میں ہو یا کسی بھی حدیث کی کتاب میں قابلِ حجت ہوگی واجب العمل ہوگی اور دین میں سند کی حیثیت رکھے گی۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کا اعزاز یہ ہے کہ انھوں نے اپنی اپنی کتب میں لاکھوں حفظ شدہ احادیث میں سے صرف وہ احادیث نقل فرمائیں جو اس معیار پر مکمل طور پر پوری اترتی ہیں۔

لیکن بخاری ومسلم اس قدر اہتمام کرنے میں اکیلے نہیں بلکہ ان سے ماقبل جلیل القدر محدثین نے حفاظت وتدوین حدیث کا جو اہتمام فرمایا اس کی مثال تو بخاری ومسلم بھی نہ پیش کر سکے مثلاً امام ابوزرعۃ رازیؒ جنہیں امام ذھبیؒ نے افراد الدھر اور

حافظ العصر کہا آپ امام مالک بن انسؒ کی موطا کے متعلق فرماتے ہیں:

لو حلف رجل بالطلاق على احاديث مالك التي في الموطا انها صحح لم يحنث	اگر کوئی شخص اس بات پر طلاق کی قسم اُٹھالے کہ موطا میں امام مالک نے جواحادیث نقل کی ہیں وہ صحیح ہیں تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔
(تزیین الممالک، جلد ا، ص ۷۳)	

حفاظت وتدوین حدیث کا اس قدر مضبوط اور قابلِ اعتماد اہتمام اور وہ بھی بخاری ومسلم کی تدوین سے ایک صدی قبل یقیناً اتنا بڑا دعویٰ آج بھی کوئی شخص بخاری ومسلم کے متعلق نہیں کرسکتا جو موطا کے حق میں ثابت ہے۔

ذیل میں عالم اسلام کے عظیم فضلاء کی علم اصول حدیث پر تحریر شدہ جید کتب کے اسماء تحریر کیے جارہے ہیں تاکہ اہل علم ان کتب میں درج قوانین اصولِ حدیث کی روشنی میں روایات کا معیار جان سکیں۔

ا۔المدخل فی اصول الحدیث	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوریؒ، المتوفی ۴۰۵ھ
۲۔الکفایہ فی علوم الروایہ	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادیؒ، المتوفی ۴۶۳ھ
۳۔شروط الائمہ الخمسۃ	حافظ محمد بن موسیٰ حازمیؒ، المتوفی ۵۸۴ھ
۴۔علوم الحدیث	امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمان المعروف ابن صلاحؒ، المتوفی ۶۴۳ھ
۵۔تقریب النووی	امام یحییٰ بن شرف نوویؒ، المتوفی ۶۷۶ھ
۶۔شرح نخبۃ الفکر	حافظ ابوالفضل احمد بن علی العسقلانیؒ، المتوفی ۸۵۳ھ
۷۔الباعث الحثیث	حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ، المتوفی ۷۷۴ھ
۸۔التقیید والایضاح	حافظ عبدالرحیم بن حسین زین الدین عراقیؒ، المتوفی ۸۰۶ھ
۹۔فتح المغیث	امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاویؒ، المتوفی ۹۰۲
۱۰۔تدریب الراوی	امام جلال الدین سیوطیؒ، المتوفی ۹۱۱ھ

اثبات رفع یدین جن صحابہ کرام سے مروی ہے:

محدثین کرام نے کتب احادیث میں نبی کریم ﷺ سے رفع یدین کے اثبات پر جن صحابہ کرام کی مرویات ذکر فرمائیں وہ درج ذیل ہیں:۔

۱)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	موطا امام مالک، رقم الحدیث ۱۹۸

		صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث ۷۳۵
۲)	حضرت مالک بن حویرثؓ	صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث ۷۳۷ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۳۹۱
۳)	حضرت وائل بن حجرؓ	سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث ۷۲۱
۴)	حضرت ابوہریرۃؓ	سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث ۷۳۸
۵)	حضرت ابوحمید ساعدیؓ	سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب افتتاح الصلوٰۃ

ان صحابہ کے علاوہ امام بخاری نے جزء رفع یدین میں موقوف جن صحابہ کرام سے اثبات رفع یدین کا ذکر فرمایا ان میں حضرت محمد بن مسلمہ البدری، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص حضرت عبداللہ بن زبیر شامل ہیں۔

(جز رفع یدین، ص ۲۲، ۲۳)

امام بیہقی نے الخلافیات میں اثبات رفع یدین پر جن صحابہ کرام کے نام پیش کئے ان میں حضرت معاذ بن جبل، زید بن ثابت بھی شامل ہیں۔

(مختصر الخلافیات، ج ۲، ص ۷۲)

سنن کبریٰ میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی اور حضرت عبداللہ بن جابر البیاضی کا نام بھی اثبات رفع یدین کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ان روایات کی اسناد پر کلام ہے اور یہ سنداً و متناً قابلِ احتجاج نہیں ہیں۔

ترکِ رفع یدین جن صحابہ سے مروی ہے:

اثبات کے بعد اب ترک رفع یدین کی روایات جن صحابہ سے مروی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:۔

۱)	حضرت ابوبکر صدیقؓ	سنن کبریٰ، ج ۲ ص ۷۹ سنن دار قطنی، جلد ۱، ص ۲۹۵ مسند ابی یعلی موصلی ج ۵ ص ۳۶، رقم الحدیث ۵۰۱۷
۲)	حضرت عمر فاروقؓ	شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ
۳)	حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم	شرح معانی الآثار کتاب الصلوٰۃ

۴)	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ
۵)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ
۶)	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۲۲۸۲
۷)	حضرت انس بن مالکؓ	مستدرک، ج ۱ ص ۲۲۶
۸)	حضرت عائشہ صدیقہؓ	سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ
۹)	حضرت براء بن عازبؓ	مسند ابی یعلی موصلی، ج ۳ ص ۲۴۹
۱۰)	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	مسند احمد، ج ۳ ص ۴۶۶
۱۱)	حضرت ابو ہریرہؓ	موقوف روایت مسند ابی یعلی موصلی رقم الحدیث ۶۴۲۲
۱۲)	ابو مسعود انصاریؓ	مسند احمد، ج ۴ ص ۱۰۵
۱۳)	حضرت ابو مالک اشعریؓ	مسند احمد، ج ۵ ص ۱۲۲
۱۴)	حضرت جابر بن سمرہؓ	صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ

مذکورہ بالا سطور میں جن صحابہ کرام سے اثبات اور ترک رفع یدین کی احادیث صحیح اسناد کے ساتھ مروی تھیں۔ انہیں ان کے مصادر کے ساتھ تفصیلاً تحریر کر دیا گیا۔ جس سے ایک بات واضح ہوگئی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آقا ﷺ کی حیاۃ طیبہ کی ابتداء نبوت سے تا وقت وصال ہر طرح کا عمل و سنت بیان فرمانا اپنی سعادت تصور کی اور محدثین کرام نے بھی ہر دو طرح کی روایات و معمولات نقل فرما کر آثار رسول ﷺ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما لیا چونکہ جن جن صحابہ کرام سے رفع یدین عند الرکوع اور بعد از رکوع مروی تھا ان سے ہی اس کے ترک کی روایات بھی پیش کر دی گئیں جن سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کے ابتداء رکوع سے قبل اور بعد رفع یدین فرمایا لیکن بعد میں اسے ترک کر دیا گیا اب جبکہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اسنادِ صحیحہ کے ساتھ ترک رفع یدین ثابت ہے تو ظاہر ہے یہ خلفاء راشدین جب نمازوں میں خود بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے تو ان کے متبعین بھی ترک رفع یدین پر عمل پیرا تھے اس حیثیت سے یہ کیا جا سکتا ہے کہ ترک رفع یدین پر صحابہ کرام کا اتفاق تھا

لیکن چونکہ دور صحابہ سے تدوین فقہ تک ذخیرہ احادیث میں ترک رفع یدین اور اثبات دونوں طرح کی احادیث نقل ہوتی چلی آ رہی تھیں اور فقہاء کرام نے تدوین فقہ کے لئے اپنے انفرادی اصول وضع فرمائے ہوئے تھے۔ جس کے تحت رفع یدین کے باب میں ائمہ کرام کے مختلف مسالک سامنے آئے۔ اس باب میں رفع یدین کے مواقع اور ائمہ کے اختلاف کا خلاصہ ابتداء تحریر کیا گیا یہاں وہ قواعد اصولیہ تحریر کئے جاتے ہیں جو فقہاء اربعہ کے ہاں روایات واحادیث نبویہ سے مسائل فقہیہ کے اخذ کے لئے قانون کی حیثیت رکھتے ہیں۔

زیر بحث مسئلہ رفع یدین عند الرکوع اور بعد الرکوع کو اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ ذخیرہ احادیث میں اثبات رفع یدین کی روایات بھی بکثرت موجود ہیں اور ترک رفع یدین کی بھی۔ اب یہ فقہاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ذخیرہ احادیث سے اپنے اپنے قواعد اصولیہ کے تحت یہ واضح کریں کہ نبی کریم ﷺ کی سنت اور آپ کا معمول کیا تھا۔

اثباتِ رفع یدین کی روایات میں اضطراب ہے

نماز میں رفع یدین کے مقامات کے لیے جتنی روایات وارد ہیں ان میں شدید اضطراب ہے۔ آثار وشواہد ان مقامات کے لیے متفق اور غیر مضطرب روایات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ان روایات میں اضطراب کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱۔ نماز کے لیے تکبیر تحریمہ، پھر رکوع سے قبل اور بعد رفع یدین کرنا حدیث میں وارد ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث ۷۳۵)

۲۔ تکبیر تحریمہ اور رکوع سے اُٹھتے ہوئے رفع یدین کرنا جبکہ رکوع جاتے ہوئے رفع یدین کا ذکر موجود نہیں۔

(موطا امام مالک، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث ۱۶۳)

۳۔ تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع جاتے، رکوع سے آتے اور تیسری رکعت کی ابتدا میں رفع یدین کرنا بھی روایات میں موجود ہے جبکہ پہلی روایات میں ایسا نہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث ۷۳۹)

۴۔ تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع جاتے، رکوع سے آتے، دونوں سجدوں کے درمیان اور تیسری رکعت کی ابتدا میں رفع یدین کرنے کی روایات بھی بخاری نے نقل فرمائیں۔ یہاں دو سجدوں کے درمیان رفع یدین بھی امام بخاری کا اپنا نقل کردہ ہے جبکہ دیگر احادیث میں سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ذکر موجود ہے۔

(جز، رفع یدین، جلد ۱، ص ۱۶، دار الارقم، کویت)

۵۔ تکبیر تحریمہ، رکوع، سجود، تیسری اور چوتھی رکعت کی ابتداء الغرض ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرنا بھی حدیث میں نقل ہوا۔ امام طحاویؒ نے یہ روایت نقل فرمائی۔

(شرح مشکل آثار، جلد ۵، ص ۴۶، رقم الحدیث ۵۸۳۱)

۶۔ رفع یدین کی روایات کے راوی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ، رقم ۱۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۶۷)

۷۔ اثباتِ رفع یدین کی روایات کے مرکزی راوی حضرت سفیان بن عینیہؓ خود بھی کبھی رفع یدین کرتے اور کبھی نہ کرتے یقیناً آپ کا یہ عمل اس اضطراب کا اظہار ہے۔

رفع یدین کے باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اپنا عمل مبارک

رفع یدین کے باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر معتبر کتب احادیث میں یہ روایت موجود ہے۔ یہ بات نہایت شرح و بسط کے ساتھ تحریر کر دی گئی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حفاظتِ حدیث کی خاطر ان تمام روایات کو بیان اور محفوظ کر دیا جو ذاتِ مصطفیٰ علیہ التحیہ والتسلیم سے صادر ہوئیں وہ روایات قولی تھیں یا ان کا تعلق آپ کے افعالِ مبارکہ سے تھا۔ وہ اوائل اسلام مکی عہد کی تھیں یا مابعد ہجرت مدنی دورِ مبارک کی ان احادیث کا روایت کرنا اور پھر ان کا محفوظ کر لیا جانا جہاں صحابہ کرام و محدثین کی محبت و عشق کی علامت تھی وہاں ضروریاتِ دین سے بھی اس کا تعلق اتنا ہی اہم تھا جتنا وحی الٰہی کا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ روایت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوائل بعثت کی تھی اور بعد میں اس پر عمل بھی ترک ہو گیا۔ اور اگرچہ خود روایت کرنے والا صحابی بھی اس روایت پر عمل ترک کر چکا تھا۔ اس کی ایک زندہ مثال خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رفع یدین کی روایت کرنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنا ہے۔ امام ابوجعفر طحاویؒ سند صحیح کے ساتھ ان کے نماز پڑھنے کا عمل حضرت مجاہدؒ سے بیان کرتے ہیں۔

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا فى التكبير الاولى من الصلوٰة	میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز ادا کی پس آپ نے پہلی تکبیر کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ، رقم ۱۲۵)

امام طحاویؒ کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی اپنی جید اسناد کے ساتھ ابن عمرؓ کے اس عمل کو نقل فرمایا۔

۱۔ امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ "المصنف"، رقم ۲۴۶۷

۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ ''معرفۃ السنن والآثار''، رقم ۳۳۰۹

۲۔ امام ابن منذرؒ ''الاوسط''، رقم ۱۳۴۴

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ عمل یقیناً خود اختیار نہیں فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ہر عمل سیرت وسنتِ رسول ﷺ کا آئینہ دار تھا جب تک آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عمل رہا صحابہ بھی عمل پیرا رہے اور جب ترک فرمایا تو صحابہ نے بھی پیروی کی ابن عمرؓ اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

قال كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع ايدينا فى بدء و فى داخل الصلوٰة عند الركوع فلما هاجر النبى ﷺ الى المدينة ترك رفع يدين فى داخل الصلاة عند الركوع و ثبت رفع يدين فى بدء الصلوٰة

(اخبار الفقہاء والمحدثین، ص ۲۱۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۱۹۹۰ھ)

آپ نے فرمایا! ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں نماز کی ابتداء اور نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین کرتے پس جب آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کے علاوہ رکوع (وغیرہ) کے رفع یدین کو ترک فرما دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس تطبیق کے بعد ان روایات کو سمجھنا بھی نہایت سہل ہو جائے گا جن میں آپ نے خود نبی کریم علیہ التحیہ والثناء سے رفع یدین کے ترک کے قول بھی فرمایا۔ آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدنی دور کا طریقہ نماز ان الفاظ سے ذکر فرما رہے ہیں۔

عن سالم عن ابيه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه، واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع راسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين

(مسند حمیدی، جلد ۲، ص ۲۷۷، رقم ۶۱۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

سالم اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھاتے اور جس وقت رکوع کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے۔ اور نہ ہی سجدوں میں کرتے۔

یہ روایت اصح الاسانید ہے۔ امام حمیدی امام بخاری کے شیخ و استاذ ہیں اور نہایت جلیل القدر محدث ہیں اس سند کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آنے والے تمام راوی بھی بخاری کے رجال میں سے ہیں۔ بخاری و مسلم نے سینکڑوں احادیث ان سے روایت کیں اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی حدیث کے مقابل عالی سند بھی ہے۔

ابن عمرؓ کے انہی الفاظ کو قدرے اختلاف کے ساتھ امام ابوبکر بیہقیؒ نے نقل فرمائے:

عن سالم عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود

(خلافیات بیہقی (کلمی) کتاب الصلوٰۃ)

حضرت سالمؒ اپنے والد عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے۔ اُس کے بعد رفع یدین نہ کرتے۔

اس روایت کے الفاظ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے الفاظ کی تائید کر دی جو آپ سے بعینہ مروی ہیں اور انہی پر ترک رفع یدین کا فتویٰ بھی ہے۔

یہ روایات رفع یدین کے باب میں متعارض روایات کے مابین نہایت عمدہ تطبیق پیش فرما رہی ہیں۔ جناب ابن عمرؓ کا مکی عہد میں رفع یدین کے متعلق روایت کرنا اور مدنی عہد مبارک میں ترک فرمانے کا قول یقیناً اُمت میں رفع یدین کے اس مسئلہ کے غیر جانبدار حل کے لیے کفایت کرتا ہے بشرطیکہ نیتوں میں اخلاص اور آپس میں محبتیں ہوں وگرنہ نیتوں میں کھوٹ اور قلوب میں غیض وغضب ونفرتیں ہوں تو اگر جناب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود بھی ظاہری حیات کے ساتھ واپس تشریف فرما ہو کر حل پیش فرما دیں تو بھی امکان ہے کہ امت کے مناظرین ومحققین تسلیم کا یارانہ رکھتے ہوں۔

رفع یدین کے باب میں فقہاء کے مذاہب:

فقہاء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ مین ہاتھ اٹھانا سنتِ مستحبہ واجب نہیں ہے۔ (الاجماع ابن منذر، ص ۱۸، المغنی، جلد ا، ص ۵۴۵) البتہ ظاہریہ کے ہاں اس کے وجوب کا قول بھی موجود ہے البتہ تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کے علاوہ ہاتھ اٹھانے میں اختلاف ہے جس کا سبب روایات کے درمیان تعارض ہے جس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

حنابلہ کے نزدیک رفع یدین:

حنابلہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرنا سنتِ مستحبہ ہے۔ امام ابن قدامہؒ کے قول کے مطابق عند الحنابلہ اگرچہ ترک کی روایات بھی اگر صحیح تسلیم کر لی جائیں تب بھی ترجیح اثبات رفع یدین کو ہی ہوگی۔ آپ فرماتے ہیں:

لو صحا کان الترجیح لاحادیثنا اولی

(المغنی، جلد ا، ص ۵۷۴، دار الفکر، بیروت)

اگر ترک کی روایات کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی ترجیح ہماری روایات کو ہی ہوگی اور نماز میں رفع یدین کرنا اولیٰ ہوگا۔

شافعیہ کے نزدیک رفع یدین:

امام یحییٰ بن شرف نوویؒ کے مطابق شافعیہ کے ہاں رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کی ابتداء میں رفع یدین کرنا مستحب ہے۔

(شرح صحیح مسلم، جلد ۱۳، ص ۱۱۲، دار الکتاب العربی، بیروت)

البتہ مذہب شافعیہ کی اصل کتاب "الام" کے مطابق رفع یدین نماز میں صرف تین مقامات پر مستحب ہے۔ (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع سے قبل (۳) رکوع کے بعد

(کتاب الام، جلد ۱، ص ۱۲۶، دار المعرفۃ، بیروت)

مالکیہ کے نزدیک رفع یدین:

سوائے تکبیر تحریمہ کے اس باب میں امام مالک بن انسؒ کا راجح قول ترک رفع یدین کا ہے۔

صاحب المدونۃ الکبریٰ فرماتے ہیں:

قال مالك لا اعرف رفع اليدى فى شيى من تكبير الصلوٰة لافى خفض ولا فى رفع الا فى افتتاح الصلوٰة قال ابن قاسم و كان رفع اليدين عند مالك ضعيف

(المدونۃ الکبریٰ، جلد ۱، ص ۱۶۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مالک فرماتے ہیں کہ میں نماز کی تکبیروں میں جھکتے اور اٹھتے ہوئے سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں جانتا۔ ابن قاسم نے کہا کہ امام مالک (ابتدائی تکبیر کے علاوہ) رفع یدین کو ضعیف قرار دیتے۔

احناف کے ہاں رفع یدین کی شرعی حیثیت:

احناف کے نزدیک نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے متعلق پانچ طرح کے اقوال پائے جاتے ہیں۔

۱: لم يصح عن رسول لله ﷺ فيه شيئى

رسول اللہ ﷺ سے اس باب میں کوئی بھی صحیح حدیث ثابت نہیں یہ مسلک امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے جسے سفیان بن عینیہ نے بیان فرمایا جب آپ نے امام اوزاعیؒ سے رفع یدین پر گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

اجتمع ابو حنیفه اوزاعی فی الحناطین بمکة فقال الا وزاعی لابی حنیفه ما بالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوٰۃ عند الرکوع و عند الرفع منه فقال ابو حنیفه لا جل انه لم یصح عن رسول اللہ ﷺ فیه شیئی (مسند امام اعظم،ص ۵۰)	ابوحنیفہ اور اوزاعی مکہ میں گیہوں کی منڈی میں اکٹھے ہوئے تو امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ کو کیا ہوا کہ آپ نماز میں رکوع میں جاتے اور آتے رفع یدین نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں ملی

اس صحیح حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جس میں درج ذیل پانچ اوصاف پائے جائیں:۔

۱) ایسی حدیث جو کسی حدیث کے معارض نہ ہو۔

۲) رفع یدین کے متعلق وہ حدیث صریح جس میں یہ واضح ہو کہ آپ ﷺ نے وصال مبارک تک رفع یدین فرمایا۔

۳) رفع یدین کے متعلق حدیث مرفوع قولی ہو۔

۴) رفع یدین کے متعلق حدیث مرفوع فعلی ہو۔

۵) رفع یدین کے متعلق حدیث غیر مضطرب ہو۔

درجہ بالا شرائط کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر رفع یدین کی روایات کو دیکھا جائے تو اثبات رفع یدین کی کوئی بھی حدیث اس معیار پر پورا نہیں اترتی کیونکہ:۔

۱) اثبات رفع یدین کے معارض احناف و مالکیہ کے ہاں بہت سی صحیح روایات موجود ہیں جو صحاح وغیر صحاح کی بیسیوں کتب میں موجود ہیں۔

۲) اثبات رفع یدین کے قائلین کے پاس کوئی بھی ایسی روایت موجود نہیں جس میں یہ صراحتاً موجود ہو کہ آپ ﷺ نے وصال فرمانے تک یہ عمل فرمایا۔

۳) اس باب میں اثبات رفع یدین کی کوئی ایک بھی مرفوع قولی روایت موجود نہیں۔

۴) اثبات رفع یدین کے لئے جتنی بھی مرفوع فعلی روایات ذکر کی جاتی ہیں ان میں روایت کے مرکزی راوی یعنی صحابی کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے۔ مثلاً بخاری کی حدیث میں حضرت ابن عمرؓ روایت فرماتے ہیں لیکن آپ کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے۔ دیکھئے شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۲۴۶۷، معرفة السنن والآثار حدیث ۳۳۰۹، الاوسط ابن منذر حدیث ۱۳۴۴

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم وغیرہ کی جتنی روایات اثبات رفع یدین میں پیش کی

جاتی ہیں ان صحابہ کرام کا اپنا عمل ان کے برعکس ہے۔

متن کے اس اضطراب کے پیش نظر یہ روایت قابل احتجاج نہیں۔ یہ مسلک امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے۔

۲۔ رفع یدین منسوخ ہے

احناف کے طائفہ فقہاء کا یہ موقف ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ مقدمۃ الکتاب میں نسخ پر بحث کرتے ہوئے یہ بالتفصیل ذکر کیا گیا کہ اگر روایات کے درمیان تعارض واقع ہو تو روایات کے مابین ناسخ اور منسوخ کی پہچان کے لیے ائمہ اصول کے نزدیک چند شرائط ہیں جن پر ائمہ اربعہ بشمول اہل ظواہر کے تمام اصولیین متفق ہیں اگر ان متعارض روایات اور رفع یدین کی جملہ احادیث وآثار کو پرکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اثبات رفع یدین کی روایات منسوخ اور ترک ناسخ ہے۔ ذیل میں ان شرائط اور احادیث کو پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ہر اہل علم غیر جانبداری سے شریعت کے اصل مقصد تک رسائی حاصل کر سکے۔

نسخ کی معرفت کے ذرائع اور احادیثِ رفع یدین

شرط اوّل:

ان يكون لفظ الصحابي ناطقه به — صحابی کے اپنے لفظ سے اس کی تصریح ہو جائے۔

شرط دوم:

ان يعرف ذلك من فعله — آپ ﷺ کے عمل مبارک سے پہچان ہو جائے۔

شرط سوم:

ان يكون التاريخ معلوماً — نسخ کی تاریخ معلوم ہو۔

(ارشاد الفحول، شوکانی، جلد ۲، ص ۱۱۴، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ان شرائط کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ صحابی کے الفاظ سے یہ تصریح ہو کہ پہلے والا عمل کون سا ہے اور بعد کا کونسا

۲۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو مختلف اوقات یا مقامات کے معمولات سے اس کا پتا چل جائے۔

۳۔ ناسخ ومنسوخ روایات کی تاریخ یا زمانہ پتا چل جائے۔

اب اگر ان شرائط کے تناظر میں رفع یدین کی جمع احادیث کا جائزہ لیا جائے تو اس تعارض کے درمیان بآسانی منسوخ و ناسخ روایات کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔

۱۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بین روایت:

قال کنا مع رسول الله ﷺ بمکة نرفع ایدینا فی بدء و فی داخل الصلوٰة عند الرکوع فلما هاجر النبی ﷺ الی المدینة ترک رفع یدین فی داخل الصلاة عند الرکوع و ثبت رفع یدین فی بدء الصلوٰة

(اخبار الفقہاء والمحدثین، ص ۲۱۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۱۹۹۰ھ)

آپ نے فرمایا! ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں نماز کی ابتداء اور نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین کرتے پس جب آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کے علاوہ رکوع (وغیرہ) کے رفع یدین کو ترک فرما دیا۔

۲۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی پہلی حدیث، حدیث بخاری:

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ نَحْوَ صَدْرِهِ، وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَرْفَعُهُ بَعْدَ ذَلِكَ«

(صحیح بخاری، کتاب الآذان، باب رفع یدین، اذا قام من الرکعتین)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی ابتداء فرماتے تو ہاتھوں کو سینے تک بلند فرماتے اور جب رکوع فرماتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسا ہی کیا کرتے اس کے بعد ہاتھ نہ اٹھاتے۔

۳۔مذکورہ شرائط کے سیاق میں روایت مسند حمیدی:

عن سالم عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة ثم لا یعود

(خلافیات بیہقی (قلمی) کتاب الصلوٰۃ)

حضرت سالمؒ اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے۔اُس کے بعد رفع یدین نہ کرتے۔

مذکورہ شرائط کے تناظر میں روایات وآثار سے درجہ ذیل نتیجہ نکلتا ہے۔

☆ صحابی کے الفاظ سے یہ تصریح ہو کہ پہلے والا عمل کون سا اور بعد کا کون سا ہے تو ابن عمرؓ نے یہ تصریح فرمادی کہ مکہ میں کون سا عمل فرمایا (رفع یدین کرنے کا) اور مدینہ میں آ کر کون سا عمل (ترکِ رفع یدین)۔

☆ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدنی معمول کے سبب اہل مدینہ کا ترک رفع یدین کا فتویٰ اور عمل رہا اسی سبب امام مالک بھی ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔

☆ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مکی اور مدنی دور کی تصریح کرنا اور خود عمل بھی مدنی دور کے مطابق ترک رفع یدین کا ہونے کے سبب فقہاء نے اثبات رفع یدین کو منسوخ قرار دے دیا۔

☆ صحابی کے قول کے ساتھ ساتھ اس کا عمل ترک رفع یدین کا ہے جن سے یہ بات روشن ہوگئی کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا ہے۔ یہی قول درجہ ذیل ائمہ کا ہے۔

۱) امام ابو جعفر احمد بن الطحاویؒ، المتوفی ۳۲۱ھ
(شرح معانی الآثار، کتاب الصلوٰۃ)

۲) امام ابو بکر جصاص رازیؒ، المتوفی ۳۷۰ھ
(شرح مختصر الطحاوی، جلد۱، ص۶۰۵)

۳) امام ابو جعفر قدوریؒ بغدادی، المتوفی ۴۲۸ھ

۴) امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانیؒ، المتوفی ۵۸۷ھ
(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد۱، ۲۰۸)

۵) امام کمال الدین ابن ہمامؒ، المتوفی ۸۶۱ھ
(فتح القدیر، جلد۱، ص۲۷۰، ۲۷۱)

٦) امام بدر الدین عینیؒ، المتوفی ۸۸۵ھ
(شرح سنن ابوداؤد، جلد۲، ص۳۹۱)

۷) امام زین الدین ابن نجیم حنفیؒ، المتوفی ۹۷۰ھ
(البحر الرائق، جلد۵، ۳۲۶)

۸) امام علی قاریؒ، المتوفی ۱۰۱۴ھ
(موضوعات کبیر، ص۱۷۵)

ان تمام فقہاء نے جن میں امام ابوجعفر قدوریؒ، امام ابن ہمامؒ جو اصحاب الترجیح بھی ہیں ان مذکورہ بالا ماخذ کتب کے اندر اس فعل کی منسوخیت پر دلائل بھی پیش فرمائے۔

رفع یدین متروک ہے:

احناف میں رفع یدین کے متعلق تیسرا موقف اس کے ترک کا ہے لامحالہ ترک اثبات کے بعد ہے یعنی اس موقف کے مطابق یہ عمل ابتداء اخبار صحیحہ سے ثابت تھا بعد میں نبی کریم ﷺ نے اسے ترک فرمادیا۔ منسوخیت اور ترک کے مابین فرق یہ ہے کہ نسخ از قبیل اوامر ونواہی ہوتا ہے لیکن رفع یدین کے باب میں جملہ روایات اخبار ہیں نہ کہ اوامر ونواہی اور عندالاصولیین اخبار و قصص میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسے متروک کہنا، منسوخ کی نسبت زیادہ صحیح ہے اور ترک رفع یدین پر دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وہ روایت ہے جسے اخبار الفقہاء والمحدثین میں ذکر کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز کی ابتداء اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کیا کرتے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی مدینہ کی طرف تو سوائے تکبیر تحریمہ کے باقی مقامات کا رفع یدین ترک فرمادیا۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین، ص ۲۱۶)

ترک رفع یدین راجح اور اثبات مرجوع ہے:

احناف کی جانب سے یہ قول امام شمس الدین سرخسی، المتوفی ۴۹۰ھ کا ہے کہ ترک رفع یدین راجح ہے کیونکہ اثبات و ترک کی روایات درجہ صحیح کی ہیں اور اگر ان دونوں کے درمیان تطبیق ممکن نہیں کہ کون سا عمل دائمی سنت رہا تو وجوہ الترجیحات کی بناء پر ہم ترک راجح اور اثبات مرجوع تسلیم کرتے ہیں۔

(المبسوط، جلد۲، ص ۲۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ترک رفع یدین پر وجوہ ترجیحات درج ذیل ہیں:۔

۱) **راوی کا نبی کریم ﷺ کی صحبت میں قریب تر ہونا،** ابن مسعود، مولا علی، حضرت ابوبکر و عمر رضوان اللہ علیہم وغیرہ کی روایات ترک رفع یدین اس سبب راجح ہیں۔

۲) **روایت کا مضطرب نہ ہونا**، اثبات رفع یدین کی روایات مضطرب ہیں جبکہ ترک کی غیر مضطرب

۳) **حدیث فعلی کے ساتھ قول کا بھی پایا جانا**، اگرچہ اثبات و ترک رفع یدین فعلی احادیث سے ثابت ہے لیکن حضرت جابر بن سمرہ کی روایت قولی میں ممانعت رفع یدین کی طرف اشارہ ضرور ملتا ہے۔

۴) **روایت کا ظاہر قرآن کے موافق ہونا**، قرآن مجید نماز کو خشوع وخضوع سے ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور اثبات کی نسبت ترک میں خشوع وخضوع زیادہ ہے۔

۵) **روایت پر خلفاء راشدین کا عمل پیرا ہونا**، ترک کی روایات خلفاء راشدین بلکہ عشرہ مبشرہ سے ثابت ہیں۔

۶) **روایت عالی اسناد ہو**۔ مسند امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کی ترک رفع یدین کی احادیث اثبات رفع یدین کی نسبت عالی سند رکھتی ہیں۔

۷) **روایت کرنے والا دوسروں کی نسبت مجالست میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب تر ہو اور اس کی مجالست کثیر ہو**، حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت وصحبت بہر حال حضرت ابن عمرؓ و مالک بن حویرث سے زیادہ ہے۔

۸) **حدیث کی روایت کرنے والے اکابر صحابہ ہوں**، حضرت مولا علی، حضرت ابوبکر وعمر اور حضرت ابن مسعود بلاشبہ اکابرین صحابہ میں سے ہیں۔

۹) **حدیث بیان کرنے والا راوی آپ ﷺ کی سنت وطریقہ کو زیادہ بہتر پہچانتا ہو**۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے بڑھ کر کون مزاج شناسِ رسول ﷺ تھا؟

۱۰) **متعارض روایات میں سے ایک مکی ہو دوسری مدنی ہو**، ترک رفع یدین کی روایات مدنی ہیں۔

(تلک عشرۃ کاملۃ)

(التقید والایضاح امام عراقی)

ترک رفع یدین اولیٰ ہے:

احناف کا پانچواں قول ترک رفع یدین کے اولیٰ ہونے کا متعلق ہے امام کاسائی فرماتے ہیں:

ان ترك الرفع عند تعارض الاخبار اولى لانه لو ثبت الرفع لا تربو درجته على السنة ولو لم ثبت كان بدعة و ترك البدعة اولى من اتيان السنة ولان ترك الرفع مع ثبوته لا يوجب فساد الصلوٰة والتحصيل مع عدم الثبوت يوجب فساد الصلوٰة

(بدائع والصنائع فی ترتیب الشرائع ج۲ص۵۴مطبوعہ دارالحدیث مصر ۲۰۰۵)

تعارض کے وقت رفع یدین کا ترک اولی ہے کیونکہ اگر اس کا اثبات ہو بھی جائے تو یہ سنت سے زیادہ بڑا درجہ نہیں رکھتا اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو یہ بدعت کے زمرے میں آتا ہے اور بدعت کا ترک کرنا سنت کو ثابت کرنے کی نسبت اولی ہے کیونکہ رفع یدین کے ثبوت کے باوجود اسے ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن رفع یدین کے ثابت نہ ہونے کے باوجود نماز میں رفع یدین کرنا نماز کے فاسد ہونے کو لازم کردیتا ہے۔

اقوالِ بالا کا خلاصہ

فنی اعتبار سے ائمہ احناف کے ہاں رفع یدین خلافِ اولی ہو، متروک ہو یا منسوخ بہر حال اتفاق تمام حنفیہ کا ترک رفع یدین پر ہے۔

نماز میں رفع یدین عندالرکوع کی شرعی حیثیت

شافعی وحنابلہ کے نزدیک رفع یدین عندالرکوع کی حیثیت محض مستحب کی ہے جبکہ احناف و مالکیہ کے ہاں رفع یدین کا ترک مستحب ہے البتہ اس بات پر تمام ائمہ بشمول اہل ظواہر متفق ہیں کہ نماز میں رکوع سے قبل اور بعد اگر رفع یدین نہ بھی کیا جائے تو نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پس جب مسئلہ مذکورہ میں اختلاف صرف استحباب وعدم استحباب کا ہے تو علماء وطلباء کو اس بحث پر مناظروں اور مجادلوں کی بجائے اسلام اور مسلمانوں کے اصل زندہ مسائل، مستشرقین کی اسلام مخالف تحریروں اور سیرت النبی ﷺ پر پیدا کردہ اعتراضات کے تحقیقی جوابات کی طرف توجہ فرمانی چاہیے۔

باب : ۳۷

بَابٌ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَدِيثٌ آخَرُ

عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کے بیان میں

249۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُوحِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْجُنْدِيسَابُورِيُّ، قَالَ: نا أَبُو عُبَيْدَةَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، قَالَ: نا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: نا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: »مَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ«

حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا ارشاد فرماتی ہیں جب بھی نبی کریم علیہ السلام عصر کے بعد میرے حجرے میں داخل ہوتے تو دو رکعتیں ادا فرماتے۔

تخریج حدیث ۔ ۱) صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مایصلی بعد العصر من الفوائت ونحوها،۲) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الاوقات نھی عن الصلوٰۃ فیھا،۳) جامع ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر،۴) سنن نسائی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر،۵) مسند ابی عوانہ کتاب الصلوٰۃ باب بیان المواقیت التی نھی عن الصلوٰۃ،۶) مسند حمیدی ج۱ص۹۹،۷) صحیح ابن حبان ج۴ص۴۴۰،۸) سنن دارمی کتاب الصلوٰۃ باب الرکعتین بعد العصر،۹) شرح معانی الآثار کتاب الصلوٰۃ باب الرکعتین بعد العصر،۱۰) سنن کبریٰ ج۲ص۴۵۸

250۔حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: نا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: أنا عَمِّي، قَالَ: نا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: نا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: أَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: »يَا ابْنَ أُخْتِي، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا حضرت عروہ سے فرماتی ہیں کہ اے میری بہن کے بیٹے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد میرے پاس تشریف لا کر کبھی بھی دو رکعتیں ترک نہیں فرمائیں۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب مایصلی بعد العصر من الفوائت ونحوھا (۲) صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الاوقات نھی عن الصلوٰۃ فیھا (۳) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر (۴) سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر۔(۵) مسند عوانۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب بیان المواقیت التی نھی عن الصلوۃ۔(۶) مسند حمیدی، جلد۱، ص۹۹ (۷) صحیح ابن حبان، جلد۴، ص۴۴۰ (۸) سنن دارمی، کتاب الصلوٰۃ، باب الرکتعین بعد العصر (۹) شرح معانی الآ ثا، کتاب الصلوٰۃ، باب الرکعتین بعد العصر (۱۰) سنن الکبری، جلد۲، ص۴۵۸

251۔حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ خَالِدٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّوَّافُ، قَالَ: نا بَدَلٌ، قَالَ: أَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَعْدَانَ الضَّبْعِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ،: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ«

حضرت وائل بن حجر حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام فجر کی نماز ادا کرنے سے قبل دو رکعتوں میں اور عصر کے بعد والی دو رکعتوں میں قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی تخفیف رکعتی الفجر (۲) مسند احمد، جلد۸، ص۷۳، (۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، باب ماالقراء فی الرکتعین بعد المغرب (۴) شرح معانی الآ ثار، کتاب الصلوٰۃ، باب القراءۃ فی رکعتی الفجر (۵) سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءۃ فی الرکعتین بعد المغرب (۶) صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، باب النوافل (۷) معجم کبیر، قم ۱۳۵۲۸

252۔حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: نا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: نا عَمِّي، قَالَ: نا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: نا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ،: أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَنْهَى النَّاسَ عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَمَرَّ عَلَى تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، فَنَهَاهُ، فَقَالَ: »لَا وَاللَّهِ لَا أَتْرُكُهُمَا يَا عُمَرُ، لَقَدْ صَلَّيْتُهُمَا مَعَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ« ؛ فَقَالَ عُمَرُ: وَيْحَكَ يَا تَمِيمُ، إِنَّهُ لَوْ كَانَ النَّاسُ كُلُّهُمْ مِثْلَكَ لَمْ أُبَالِ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو عصر کے بعد دو رکعتیں ادا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ہوا تو انہیں بھی آپ نے منع فرمایا انہوں نے جواب دیا اے عمر اللہ کی قسم میں انہیں ترک نہیں کروں گا۔ میں نے انہیں ان کے ساتھ ادا کیا ہے جو آپ سے بہتر ہیں۔(یعنی رسول کریم علیہ السلام) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا افسوس ہے آپ پہ۔اے تمیم اگر سارے لوگ آپ کی طرح ہوتے تو کیا حرج تھا۔

تخریج حدیث۔مجمع الزوائد، جلد۲، ص۲۲۲

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

253۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودِ بْنِ مُحَمَّدٍ السَّرَّاجُ الْأَصَمُّ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: نا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: نا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ يَرْحَلُ لَهَا عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: بَعَثَتْ عَائِشَةُ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ تَسْأَلُهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ صَلَّاهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الظُّهْرِ فَشَغَلَهُ الْقَوْمُ قَالَتْ فَمَا صَلَّاهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ«

حضرت ام سلمہ کا غلام ثابت ان سے روایت کرتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا ان کے پاس آئیں اور ان سے ان دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا جو آپ علیہ الصلوۃ والسلام (عصر کے بعد) ان کے گھر میں ادا فرمایا کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام ظہر کی نماز کے بعد ان دو رکعات کو ادا فرماتے تھے پس آپ علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ کرام کے ساتھ مشغول ہو گئے تھے (جس کے سبب وہ دو رکعات ادا فرمائیں) آپ علیہ السلام نے نہ اس سے قبل اور نہ ہی اس کے بعد (عصر کے بعد) دو رکعات ادا فرمائیں۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوۃ، باب الساعۃ الذی یکرہ فیھا الصلوۃ (۲) سنن نسائی، باب الرخصۃ فی الصلوۃ بعد العصر (۳) صحیح ابن حبان، جلد۶، ص۳۷۷ (۴) مسند احمد، جلد۶، ص۳۱۵ (۵) صحیح بخاری، جلد۲، ص۶۷ (۶) صحیح مسلم، کتاب فی صلاۃ المسافرین، باب معرفۃ الرکعتین اللتین کان النبی ﷺ بعد العصر۔

254۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغَلِّسِ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: نا هُشَيْمٌ، قَالَ: أنا مَنْصُورٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: أَنَا أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ وَكَانَ مِنْ أَحَبِّهِمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کے ایک صحابی کے سوا (تمام صحابہ سے) نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے کی ممانعت سنی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الاوقات التی نھی عن الصلوٰۃ فیھا (۲) سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ، اب النھی عن الصلوٰۃ بعد الصبح (۳) مسند ابی عوانۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب بیان المواقیت التی نھی عن الصلوٰۃ فیھا (۴) شرح معانی الاثار، کتاب الصلوٰۃ، باب الرکعتین بعد العصر (۵) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ الصلاۃ بعد العصر (۶) مسند احمد، جلد۱، ص۲۰۳ (۷) جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ الصلوٰہ بعد العصر (۸) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال لاصلوٰہ بعد الفجر (۹) سنن الکبری، جلد۲، ص۴۵۲

255۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: نا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أنا عَمْرُو، أَنَّ الْمُنْذِرَ بْنَ عُبَيْدٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا صَالِحِ السَّمَّانَ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يُخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ صَلَاتَيْنِ: بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ" قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا حَدِيثٌ ثَابِتٌ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اخْتَصَرْتُ ذِكْرَهُمْ هَا هُنَا وَهُمْ فِي كِتَابِ الْمَنَاهِي مَذْكُورُونَ وَهَذَا هُوَ الْمُعَوَّلُ عَلَيْهِ، لِأَنَّ النَّهْيَ قَدْ ثَبَتَ، وَقَدْ خَرَجَ لِصَلَاتِهِ بَعْدَ الْعَصْرِ سَبَبًا أَوْجَبَ ذَلِكَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَقَدْ أَكَّدَ هَذَا النَّهْيَ حَدِيثٌ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے دو نمازوں کی ادائیگی سے منع فرمایا۔ عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک اور فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک۔ شیخ نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ نبی پاک علیہ السلام سے عصر کے بعد نماز ادا کرنے کی ممانعت پر ثابت ہے۔ اسے ایک جماعت نے آقا علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ میں نے ان دونوں روایتوں کو یہاں اور اپنی (دوسری) کتاب، کتاب المناھی میں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ بعد کی روایات معمول بہ ہیں کیونکہ سرکار دوعالم علیہ السلام سے ثابت ہیں۔ عصر کے بعد آپ علیہ السلام نماز کے لیے کسی سبب سے تشریف لے گئے (جس سبب آپ علیہ السلام نے اسے اس وقت ادا فرمایا۔) یہ نماز آپ علیہ السلام پر واجب تھی۔ واللہ اعلم۔ اس ممانعت کو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایت سے تاکید ملتی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوہ باب لاتیجری الصلوۃ بل غروب الشمس، (۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوۃ، باب النھی عن الصلوۃ بعد الفجر و بعد العصر (۳) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب من قال، لاصلوۃ بعد الفجر (۴) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوۃ، باب الساعۃ التی یکرہ فیھا الصلوۃ

256۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُوحِ الْجُنْدَ يْسَابُورِيُّ، قَالَ: نا شُعَيْبُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: نا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَأَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ. عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَا يُصَلِّي مَكْتُوبَةً إِلَّا صَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ إِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ«

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی فرض نماز ایسی نہ ادا فرماتے جس کے بعد دو رکعت نماز ادا نہ فرماتے۔ سوائے فجر اور عصر کے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ قبل العصر (۲) سنن نسائی، کتاب المواقیت، باب الرخصۃ فی الصلوۃ بعد العصر (۳) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوۃ باب التطوع قبل الصلوۃ و بعدھا (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، باب من قال اصلوۃ بعد الفجر (۵) شرح معانی الآثار، کتاب الصلوۃ، باب الرکعتین (۶) المحلی، جلد۲، ص ۲۶۷ (۷) الام، کتاب الصلوۃ، باب الرکعتین۔

تحقیق

عصر کے بعد دو نفل کی ادائیگی کے متعلق اس باب میں آٹھ روایات نقل کی گئیں۔ نبی کریم ﷺ سے عصر کے بعد دو رکعت کے مسنون ہونے پر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت نقل کی گئی جنہیں بخاری، مسلم نے اپنی صحیحین میں نسائی، ترمذی نے اپنی سنن میں ابوعوانہ اور حمیدی نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں روایت کیا۔

متعارض روایات میں تطبیق اور فقہاء کے مذاہب:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عصر کے بعد دو رکعت نماز کی روایت درجہ بالا محدثین نے نقل فرمائیں۔ ان کے علاوہ صحیح ابن حبان ج۴ص۴۴۰، سنن دارمی ج۱ص۳۳۴، سنن کبریٰ ج۲ص۴۵۸ اور سنن ابی داؤد ج۱ص۴۹۴ میں بھی اپنی اپنی اسناد کے ساتھ نقل کی گئیں جب کہ فجر وعصر کے بعد نفل کی ادائیگی پر ممانعت کی روایات بھی کثیر محدثین کرام نے نقل فرمائیں جن کا ذکر آگے کیا جائے گا۔ عصر کے بعد دو رکعت کی روایات اور ان کی ممانعت کی احادیث درجہ صحیح کی ہیں۔ ان کے متعلق ائمہ کرام کی مختلف آراء ملاحظہ فرمائیں۔

اوّل: فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل کی ادائیگی کے مکروہ ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے البتہ وہ نوافل جو کسی سبب پڑھنے پڑھیں ان کی ممانعت نہیں مثلاً تحیہ المسجد، سجدہ تلاوت، سجدہ شکر، صلاۃ کسوف، نماز جنازہ اور فوت شدہ نمازیں یہ مذہب امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ کا ہے۔

دوئم: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فجر وعصر کے بعد مطلقاً کوئی نوافل نہیں پڑھے جا سکتے البتہ قضاء نمازیں اور نماز جنازہ کی ادائیگی درست ہے۔

سوئم: فجر وعصر کے بعد نمازوں کی ممانعت کی روایات منسوخ ہیں نہ کہ ناسخ، یہ قول داؤد ظاہری اور دیگر اہل ظواہر کا ہے۔
(شرح مسلم نووی، ج۶، ص۱۸۶، فتح الباری، ج۲، ص۵۹، المحلی، ج۲، ص۲۷۵)

شافعیہ کے دلائل:

امام شافعیؒ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت اس لئے ادا فرمائی کہ کسی مجبوری کے سبب انہیں ظہر کے بعد ادا نہیں کیا گیا تھا اب جب کہ سنتیں قضاء کی جاسکتی ہیں تو موقع پر آ جانے والے نوافل کیوں نہیں پڑھے جاسکتے لہٰذا حدیث عائشہؓ عدم کراہیت پر مستدل ہے۔

(شرح مسلم نووی ج٦ص١٨٦)

احناف کے دلائل:

احناف کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد نوافل کی ادائیگی مکروہ ہے جس پر دلائل درج ذیل ہیں:

الف) آپ ﷺ نے ان دو اوقات میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا، اثبات کی حدیث فعلی جبکہ نہی کی روایت قولی ہے۔ لامحالہ قولی حدیث فعلی سے راجع ہوتی ہے۔ قولی احادیث درجہ ذیل صحابہ کرام سے مروی ہیں۔

١) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ قبل العصر)

(نسائی، ج١ص٢٨٠، مصنف عبدالرزاق، ج٣ص٦٧)

٢) فقیہہ الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

(مسند بزار، ج١ص٣١٠)

(شرح معانی الآثار، ج١ص٣١٠)

٣) حضرت ابوسعید خدریؓ

(بخاری شریف، ج١ص١٤٥، مسلم شریف، ج٢ص٢٠٧، مصنف عبدالرزاق، ج٢ص٤٢٧)

٤) حضرت عقبہ بن عامر الجہنیؓ

(مسند ابی عوانہ، ج٢ص٣٨٦)

٥) حضرت عبداللہ بن عمرؓ

(موطا امام مالک، ج١ص٢٢١، الدار التونسیہ، بخاری، ج١ص١٤٥، مسلم، ج٢ص٢٠٧)

٦) سمرہ بن جندبؓ

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج٢ص١٣٦)

۷) سلمۃ بن الاکوعؓ

(مجمع الزوائد، ج۲، ص۲۲۶)

۸) حضرت زید بن ثابتؓ

(مجمع الزوائد، ج۲، ص۲۲۴)

۹) عبداللہ بن عمروؓ

(مجمع الزوائد، ج۲، ص۲۲۶)

۱۰) حضرت معاذ بن عفراءؓ

(مسند البزار، ج۱، ص۳۳۰)

۱۱) حضرت ابوعبداللہ الصنابحیؒ

(موطا امام مالک، ج۱، ص۶۵)

۱۲) حضرت ابوہریرہؓ

(شرح معانی الآثار، کتاب الصلوۃ، باب الرکعتین بعد العصر)

درج بالا صحابہ کرام کی روایات مرفوعہ ممانعت پر صریح دلیل ہیں لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے مراد مطلقاً ممانعت نہیں کیونکہ محدثین کرام نے اس کی درج ذیل توجیہات پیش فرمائیں۔

ب) آپ ﷺ کا عصر کے بعد دو رکعت ادا فرمانا آپ کی خصوصیت تھا۔ اس پر دلیل حضرت عائشہ صدیقہؓ کے غلام ذکوان کی روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں آپ ﷺ عصر کے بعد دو رکعت ادا فرماتے اور ہمیں اس کی ادائیگی سے منع فرماتے اور آپ ﷺ کی یہ ممانعت وصال تک قائم رہی۔

ج) یہ وہ دو رکعت نماز تھی جو ظہر کے فرائض کے بعد آپ ﷺ ادا فرماتے لیکن اس روز مالِ غنیمت کی تقسیم کی وجہ سے یہ رہ گئیں۔ آپ ﷺ نے اسے عصر کے بعد قضاء فرمایا۔ اسی روایت سے شوافع نے استدلال کیا جو سابق تحریر میں گزر چکا۔

(عمدۃ القاری، ج۶، ص۲۶۶)

د) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جب ان دو رکعات کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے یہ بات حضرت ام سلمہ کی طرف منسوب فرمائی اس سے حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے مروی روایات کے مفہوم کی نفی ہوگئی اور پھر حضرت ام سلمہ نے اس استفسار پر جواب دیا کہ آپ ﷺ نے تو ان رکعات کی ادائیگی سے منع فرما دیا تھا۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الصلوۃ، باب الرکعتین بعد العصر)

خلاصہ باب یہ ہے کہ متعارض روایات ہونے کے باوجود اس باب میں نسخ کا احتمال نہیں اگرچہ اہل ظواہر کے ہاں ممانعت کی روایات منسوخ ہیں لیکن ابن عبدالبرؒ نے اس باب میں کراہیت اور عدم کراہیت کی تمام روایات کا خلاصہ بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:۔

وھی احادیث صحاح لا مدفع فیھا وانما اختلف العلماء فی تاویلھا و خصوصھا وعمومھا لا غیر

(التمہید، ج ۱۳، ص ۴۲)

اس باب کی دونوں طرح کی احادیث درجہ صحیح کی ہیں البتہ علماء کے درمیان ان کی تاویل اور ان کے عموم وخصوص کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے

لہٰذا شوافع ان روایات سے خاص معنی مراد لیتے ہوئے خاص سبب کے نوافل کی رخصت کے لئے استدلال کرتے ہیں جب کہ احناف اس کراہیت کو عام رکھتے ہوئے فجر وعصر کے بعد ہر طرح کے نوافل کی کراہیت کا فتویٰ دیتے ہیں بہرحال اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ فجر وعصر کے بعد عام نوافل کی ادائیگی ممنوع ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:۔

اجمعت الامة علی کراھة صلوٰة لا سبب لھا فی الاوقات المنھی عنھا

(شرح مسلم، ج ٦، ص ۱۱۸)

اس بات پر امت کا اتفاق ہے کہ اوقات ممنوعہ میں بغیر کسی سبب کے پڑھی جانے والی نماز مکروہ ہے

باب : ۳۸

بَابٌ فِي إِعَادَةِ الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ

نماز دوبارہ پڑھنے کے بیان میں

257۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَابِرٍ الْحَافِظُ، بِالرَّمْلَةِ قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عِصْمَةَ، قَالَ: نا سَوَّارُ بْنُ عِمَارَةَ، قَالَ: نا الْعَلَاءُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ حُسَيْنٍ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، مَوْلَى مَيْمُونَةَ قَالَ: أَتَيْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَهُوَ قَاعِدٌ عَلَى الْبَلَاطِ وَأَهْلُ الْمَسْجِدِ يُصَلُّونَ فَقُلْتُ: أَلَا تُصَلِّي؟ فَقَالَ: إِنِّي صَلَّيْتُ، أَلَا تُصَلِّي مَعَ الْقَوْمِ؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَا تُصَلِّي صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ«

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام سلیمان روایت کرتا ہے میں علی بن عمر کے پاس آیا وہ پتھریلی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور اہل مسجد (نمازی) جماعت سے نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ نماز نہیں پڑھتے۔ انہوں نے جواب دیا میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ میں نے کہا آپ ان لوگوں کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ایک نماز دن میں دو مرتبہ ادا نہیں کی جاسکتی۔

تخریج حدیث ۔(۱) مسند احمد ج ۷ص ۱۰۷، (۲) سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب اذا صلی فی جماعۃ ثم ادرک جماعۃ یعید، (۳) سنن نسائی باب فی الامامۃ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۲۵۸، (۵) معجم کبیر رقم ۳۲۷۰، (۶) شرح السنۃ ج ۲ص ۲۵۸، (۷) صحیح ابن حبان کتاب الصلوٰۃ باب اعادہ الصلوٰۃ، (۸) سنن دارقطنی کتاب الصلوٰۃ باب لایصلی المکتوبہ فی یوم مرتین، (۹) سنن کبریٰ ج ۲ص ۳۰۳، (۱۰) حلیۃ الاولیاء ج ۸ص ۳۸۵

258۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّامِيُّ، قَالَ: نا خَالِدٌ يَعْنِي: ابْنُ الْهَيَّاجِ، قَالَ: نا أَبِي، عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ، مَوْلَى مَيْمُونَةَ قَالَ: أَتَيْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَهُوَ قَاعِدٌ عَلَى الْبَلَاطِ وَأَهْلُ الْمَسْجِدِ يُصَلُّونَ، فَقُلْتُ: أَلَا تُصَلِّي؟

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام سلیمان روایت کرتا ہے کہ میں علی بن عمر کے پاس آیا وہ پتھریلی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور اہل مسجد (نمازی) جماعت سے نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ نماز نہیں پڑھتے۔انہوں نے جواب دیا میں نماز پڑھ چکا ہوں۔میں نے کہا آپ ان لوگوں کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے۔

فَقَالَ: إِنِّي قَدْ صَلَّيْتُ قُلْتُ: أَلَا تُصَلِّي مَعَ الْقَوْمِ؟ قَالَ: أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَا تُصَلِّي صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ«

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک نماز دن میں دومرتبہ ادا نہیں کی جاسکتی۔

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

259۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الدِّيبَاجِيُّ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زِيَادٍ التُّسْتَرِيُّ، قَالَ: نا سُلَيْمَانُ بْنُ مَحْبُوبٍ الْعَبَّادَانِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعَادَ الصَّلَاةُ فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ«

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے دن میں ایک نماز کو دوبارہ ادا کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔التمہید ج ۴ص ۲۴۴، ۲، المحلی ج ۲ص ۲۵۸

260۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّامِيُّ، قَالَ: نا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ هَيَّاجٍ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا الْحَسَنُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ رَجُلٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي فِي بُيُوتِنَا، ثُمَّ نَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُعِيدُ مَعَهُ الصَّلَاةَ، »فَنَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُعِيدَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ«

حضرت سلیمان بن سیار ایک شخص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے گھر میں نماز ادا کرتا پھر میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتا اور نماز دوبارہ ادا کرتا پس آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس بات سے منع فرمادیا کہ فرض نماز کو دن میں دوبارادا کیا جائے۔

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

261۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الصَّيْرَفِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ التُّرْكِيُّ، قَالَ: نا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ، قَالَ: نَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ، قَالَ: نا عَاصِمٌ

حضرت خالد بن ایمن سے روایت ہے کہ لوگ اپنے (اہل خانہ کے ساتھ) گھروں میں ہوتے تھے اور نماز گھر میں ہی ادا کر لیتے۔ پھر نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ دوبارہ پڑھ لیتے۔

الْأَحْوَلُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَيْمَنَ، أَنَّ نَاسًا، كَانَتْ مَنَازِلُهُمْ بِالْعَوَالِي، فَكَانُوا رُبَّمَا يُصَلُّونَ فِي مَنَازِلِهِمْ، ثُمَّ أَدْرَكُوا الصَّلَاةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ؛ »فَنَهَاهُمْ أَنْ يُصَلُّوا صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ«

پھر انہوں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا تو آپ علیہ السلام نے انہیں اس بات سے منع فرمایا کہ ایک نماز دن میں دو مرتبہ ادا کی جائے۔

تخریج حدیث۔(۱)شرح معانی الآ ثار ج۱ص ۱۸۷، ۲)مسند احمد ج۴ص ۳۴، ۳)سنن نسائی باب فی الامامۃ، ۴)صحیح ابن حبان، ۵)الام ج۱ص ۱۰۲، ۶)سنن دار قطنی کتاب الصلوٰۃ باب تکرار الصلوٰۃ، ۷)سنن کبریٰ ج۲ص ۳۰۰

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

262۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّرْسِيُّ، قَالَ: نا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ مِحْجَنٍ، عَنْ أَبِيهِ مِحْجَنٍ: أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُذِّنَ بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى وَمِحْجَنٌ فِي مَجْلِسِهِ كَمَا هُوَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَا مَنَعَكَ أَلَّا تُصَلِّيَ مَعَنَا أَلَسْتَ رَجُلًا مُسْلِمًا؟« قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَلَّيْتُ فِي أَهْلِي قَالَ: »فَإِذَا جِئْتَ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ، وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ«

حضرت بسر بن محجن اپنے والد محجن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ نماز کیلئے اذان ہوئی۔ نبی کریم علیہ السلام نماز کے لئے کھڑے ہوئے جبکہ حضرت محجن اپنی جگہ پر ہی بیٹھے رہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔ کس بات نے تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے روکا ہے۔ کیا تم مسلمان نہیں ہو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہوں لیکن میں نے نماز گھر والوں کے ساتھ ادا کر لی ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تو آ جائے تو لوگوں کے ساتھ نماز ادا کر لیا کر۔ اگرچہ تم نے نماز پڑھ لی ہو۔

تخریج حدیث۔۱) مسند احمد ج۴ص ۳۳۸، معجم کبیر ج۲ص ۶۹۶

263۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خُشَيْشٍ، قَالَ: نا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، وَحَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: نا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، قَالَ: نا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْجُنَيْدِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: نا وَكِيعٌ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ مِحْجَنٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ فِي الْبَيْتِ، ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أُصَلِّ مَعَهُ، فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ وَأَنَا جَالِسٌ فِي مَجْلِسِي لَمْ أَبْرَحْ، فَقَالَ: »أَمُسْلِمٌ أَنْتَ؟« قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: »أَفَلَا صَلَّيْتَ مَعَنَا؟« قُلْتُ

حضرت محجن روایت کرتے ہیں کہ میں نے گھر میں نماز ادا کر لی پھر میں نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا نہ کی۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام جماعت کیلئے کھڑے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر میری طرف تشریف لائے تو میں اپنی جگہ بیٹھا تھا۔

آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا۔ کیا تم مسلمان ہو۔ میں نے عرض کی جی ہاں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھی۔ میں نے عرض کی کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو پھر لوگوں کی طرف آؤ تو اگر وہ نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے ساتھ (دوبارہ) پڑھ لو۔

صَلَّيْتُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ: »إِذَا صَلَّيْتَ، ثُمَّ أَتَيْتَ قَوْمًا وَهُمْ يُصَلُّونَ فَصَلِّ مَعَهُمْ« لَفْظُ حَدِيثِ ابْنِ خُشَيْشٍ قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَقَدْ رَوَاهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ جَمَاعَةٌ اخْتَصَرْتُهُمْ وَهُمْ مَذْكُورُونَ فِي الْمُعْجَمِ، مِنْهُمْ رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ وَمِحْجَنٌ هَذَا الَّذِي رَوَى هَذَا هُوَ الَّذِي قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ قَالَ: »ارْمُوا وَأَنَا مَعَ ابْنِ الْأَدْرَعِ« وَهُوَ مِحْجَنُ بْنُ الْأَدْرَعِ الْأَسْلَمِيُّ وَيُؤَيِّدُ هَذَا الْحَدِيثُ حَدِيثَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

شیخ نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ صحیح الاسناد ہے زید ابن اسلم نے اسے ایک جماعۃ سے روایت کیا ہے میں نے ان کو اپنی کتاب المعجم کے اندر اختصار سے ذکر کیا ہے۔ ان کے راویوں میں روح بن القاسم، دراوردی، اسماعیل بن عیاش، اور محجن شامل ہیں۔ یہ محجن وہ صحابی ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ تم سب تیر پھینکو میں ابن الادرع کے ساتھ ہوں۔ یہ محجن بن الادرع الاسلمی ہیں۔ یہ حدیث معاذ بن جبل کی روایت کی تائید کرتی ہے۔

تخریج حدیث۔۱) مسند احمد ج۴ص ۳۳۸، معجم کبیر ج۲ص ۶۹۶

264۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: نا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ (ص 247:)، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ »يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي بِقَوْمِهِ«

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ عشا کی نماز پڑھ لی پھر ایک قوم کی طرف لوٹے تو ان کے ساتھ دوبارہ پڑھ لی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۳ ص۳۶۹، (۲) صحیح بخاری کتاب الاذان

265۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: نا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، قَالَ: نا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ »يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ«

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتے تھے۔ پھر اپنی مسجد میں آتے تو لوگوں کے ساتھ دوبارہ نماز ادا کر لیتے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب اذا صلی ثم ام قوما، (۲) سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ من صلی بقوم وقد صلی تلک الصلوۃ، (۳) جامع ترمذی کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی الذی یصلی الفریضۃ، (۴) مسند ابی عوانہ ج۲ ص۱۵۷، (۵) صحیح ابن حبان ج۴ ص۳۹۰

266۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَامِرٍ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: نا أَبُو سُفْيَانَ، قَالَ: نا النُّعْمَانُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ »يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ قَوْمِهِ فَيُصَلِّي بِهِمْ«

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتے تھے۔ پھر اپنی قوم کی مسجد میں آتے تو لوگوں کے ساتھ دوبارہ نماز ادا کر لیتے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۳ ص۳۰۸، (۲) الادب المفرد رقم ۶۱۰۶، (۳) سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ من صلی بقوم، (۴) مسند ابی عوانہ کتاب الصلوۃ، (۵) مسند شافعی ص۵۶، الام ج۱ ص۱۴۳

267۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: نا الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا ثَابِتُ بْنُ حَمَّادٍ، عَنْ أَيُّوبَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ، وَحَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتے تھے۔ پھر اپنی قوم کی مسجد میں آتے تو لوگوں کے ساتھ دوبارہ نماز ادا کر لیتے۔

جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ »يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ قَوْمِهِ فَيُصَلِّي بِهِمْ« وَرَوَاهُ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كَرِوَايَةِ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَزَادَ فِيهِ أَلْفَاظًا لَيْسَتْ فِي حَدِيثِ عَمْرٍو

اس روایت کوابوزبیر نے جابر سے روایت کیا ہے جیسے عمرو بن دینار کی روایت ہے البتہ اس میں الفاظ کی کچھ زیادتی ہے جو عمرو کی روایت میں نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

268۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ طَاهِرٍ الْبَلْخِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ الْفَضْلِ، أَنَّ عِصَامَ بْنَ يُوسُفَ، حَدَّثَهُمْ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، كَانَ »يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ فَيَكُونُ لَهُ نَافِلَةٌ وَلَهُمْ فَرِيضَةٌ«

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت معاذ بن جبل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے پھر اپنی قوم کے پاس آتے تو ان کے ساتھ بھی ادا کر لیتے۔ (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی) نفلی اور قوم کی فرض نماز ہوتی تھی۔

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

269۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَ: نا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، كَانَ »يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَكْتُوبَةَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي بِقَوْمِهِ« وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ أَبُو صَالِحٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ جَابِرًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لیتے تھے پھر واپس لوٹتے تو قوم کے ساتھ (بھی) پڑھتے تھے۔

ابوصالح نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی اور اس میں جابر کا ذکر نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔تخریج سابق

270۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا عُثْمَانُ بْنُ عُمَيْرٍ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: نا بَكْرُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَ: نا حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّهُ كَانَ »يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ« وَهَذِهِ أَحَادِيثُ يَظُنُّ الَّذِي لَا يَتَأَمَّلُهَا أَنَّهَا مُتَضَادَّةٌ أَوْ بَعْضُهَا يَنْسَخُ بَعْضًا فَإِنْ كَانَتْ نَاسِخَةً وَمَنْسُوخَةً، فَالَّذِي يُشْبِهُ أَنْ يَكُونَ مَنْسُوخًا حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ، وَإِلَّا فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا مُنْفَرِدٌ بِمَعْنًى، فَأَمَّا حَدِيثُ ابْنُ عُمَرَ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا تُصَلِّ صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ« إِذَا تَعَمَّدَ قَصْدَ الْإِعَادَةِ لِصَلَاةٍ خَرَجَتْ عَلَى التَّمَامِ لِفَرِيضَةٍ وَلَا صَلَاةَ عَلَيْهِ فِيمَا تَقَدَّمَ مِثْلَهَا وَأَمَّا حَدِيثُ مِحْجَنٍ، فَإِنَّهُ حَضَرَ الصَّلَاةَ فَكَرِهَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَّا يُصَلِّي وَإِنْ كَانَ قَدْ صَلَّى وَكَذَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغَيْرِ مِحْجَنٍ فِي حَدِيثٍ آخَرَ وَأَمَّا حَدِيثُ مُعَاذٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فَرِيضَةً مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ، وَكَانَ إِمَامَهُمْ فَيُصَلِّي بِهِمْ فَتَكُونُ لَهُ نَافِلَةً، وَلَهُمْ فَرِيضَةً، وَلَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ النَّقْلِ لِلْحَدِيثِ أَنَّهُ حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَقَدِ اخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ هَلْ تَجُوزُ الصَّلَاةُ إِذَا اخْتَلَفَتِ النِّيَّتَانِ؛ نِيَّةُ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ أَمْ لَا؟ فَأَجَازَهَا قَوْمٌ وَرَدَّهَا آخَرُونَ

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر اپنی قوم کے پاس آئے اوران کے ساتھ بھی نماز پڑھی۔

ان احادیث کے متعلق جو شخص غور وفکر نہیں کرتا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ یہ ایک دوسرے سے متضاد ہیں یا بعض بعض کی ناسخ ہیں۔ پس اگر ان میں ناسخ ومنسوخ روایات ہیں تو جس روایت کے متعلق شبہ ہے کہ وہ منسوخ ہے تو وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اگر ایسا نہیں تو ہر دو نوعیت کی روایات الگ الگ معنی ومفہوم کی حامل ہیں۔

پس رہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔تم ایک نماز دن میں دومرتبہ نہ پڑھو۔(یہ تب ہے جب) جان بوجھ کر نماز اعادہ کرنے کا ارادہ کرلیا جائے اورنہ ان پر نماز ہے جو اس سے قبل اس کی مثل ادا کر لیتے ہیں۔

اور حضرت محجن رضی اللہ عنہ کی روایت کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو آپ علیہ السلام نے اس عمل کو ناپسند فرمایا کہ جماعت سے نماز نہ پڑھی جائے۔اسی طرح آپ علیہ السلام نے حضرت محجن کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کو بھی دوسری حدیث میں ایسے کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ آپ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ فرض نماز ادا فرماتے پھر اپنی قوم کی طرف تشریف لاتے، آپ امام تھے پس انہیں نماز پڑھاتے تو یہ نماز ان کے لیے نفلی اورقوم کے لیے فرض نماز ہوتی۔

وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ سَلْمَانَ الْفَقِيهَ يَقُولُ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ إِسْحَاقَ يَسْأَلُهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ تَطَوُّعًا وَمَنْ خَلْفَهُ فَرِيضَةً؟ قَالَ: لَا يَجْزِيهِمْ قَالَ: فَأَيْنَ حَدِيثُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ إِبْرَاهِيمُ الْحَرْبِيُّ: حَدِيثُ مُعَاذٍ قَدْ أَعْيَا الْقُرُونَ الْأُولَى

اہلِ نقل کے درمیان اس بات پر اختلاف نہیں کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا نماز جائز ہے جب نیت میں اختلاف ہے امام ومقتدی کی نیت یا نہیں۔ پس بعض فقہاء نے اس کو جائز اور بعض نے اس کا رد کیا ہے۔ میں نے احمد بن سلیمان کو فرماتے سنا، وہ کہہ رہے تھے میں نے ابراہیم بن اسحاق کو اہلِ خراسان میں سے ایک شخص سے پوچھتے ہوئے سنا۔ جب امام نفلی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے پیچھے فرض نماز ادا کی جائے۔ انہوں نے جواب دیا۔ جائز نہیں ہے۔ ان سے کہا (پھر) حضرت معاذ بن جبل والی حدیث کہاں ہے؟ ابراہیم حربی نے کہا، حضرت معاذ کی حدیث پہلے زمانے کی ہے۔

تخریجِ حدیث۔ المراجع السابقہ

تحقیق

نماز کا اعادہ کرنے کے بیان میں:

نبی کریم ﷺ نے ایک نماز دو مرتبہ ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ابتدائی احادیث اسی ممانعت کی ذکر کی گئیں جو کہ تمام کی تمام قولی ہیں اور اس کے معارض دو روایات حضرت محجنؓ سے اور باقی سات روایات میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے اس کی رخصت کا ذکر کیا گیا بظاہر تعارض ہونے کے باوجود فقہاء نے اس باب میں نسخ کے احتمال کی نفی کی ہے اور ہر دو طرح کی روایات کے درمیان تطبیق قائم فرمائی ہے۔

اعادہ صلوٰۃ کی ممانعت کی حکمتیں:

امام بدرالدین عینیؒ اعادہ صلوٰۃ کی ممانعت کی درج ذیل حکمتیں بیان فرماتے ہیں:۔

۱) هذا محمول على ان يصلى الفرض مرتين بنية الفرض فى كل منها	اس نہی کو محمول کیا جائے گا ایک ہی فرض نماز کے لئے دو مرتبہ فرض کی نیت کرنے سے
۲) اوهو محمول على صلوٰة العصر والصبح لان تكراها منهى لورود النهى بعد لصلاة العصر والصبح	یا اس ممانعت کو فجر و عصر کی نماز کے بعد پھر سے نماز کی نیت سے کھڑے ہونے پر محمول کیا جائے گا کیونکہ ان دو نمازوں کے بعد نماز کی ادائیگی کی ممانعت ہے۔
۳) ويكون سوال سليمان عن ابن عمر وجوابه اياه عند صلاة العصر والصبح	اور ہوسکتا ہے سلیمان بن یسار نے نماز فجر یا عصر کے وقت اعادہ صلوٰۃ کا سوال کیا ہو تو حضرت ابن عمرؓ نے اس وقت کی مناسبت سے منع فرمایا ہو۔

(شرح سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۳۵، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

اعادہ صلوٰۃ کے اثبات کی حکمت:

امام ابوسلیمان خطابیؒ اعادہ صلوٰۃ کے حکم کی حکمت بیان فرماتے ہیں:۔

قلت هذه صلوٰة الايثار والاختيار دون ما كان لها سبب كالرجل يدرك الجماعة وهم يصلون فيصلي معهم ليدرك فضيلة الجماعة توفيقا بين الاخبار ورفعا للاختلاف بينهما

(معالم السنن، ج۱ص۱۴۳، علمیۃ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ یہ (اعادہ) صلوٰۃ ایثار واختیار کیلئے ہے نہ کہ کسی سبب بندہ جماعت پالے تو اس سے نماز ادا کرے بلکہ اس کا (دوبارہ) جماعت سے ملنا فضیلت جماعت پانے کیلئے ہے اس سے ان روایات جن میں اعادہ صلوٰۃ کا حکم ہے اس کی موافقت بھی ہو جائے گی اور دونوں طرح کی روایات کے درمیان تعارض بھی ختم ہو جائے گا۔

باب : ۳۹

بَابٌ فِي مَا يَقُولُ الْإِمَامُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

اس بات کے بیان میں کہ امام رکوع سے سر اُٹھاتے ہوئے کیا کہے

271۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَحَامِلِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: نا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ الْمَوْصِلِيُّ، قَالَ: نا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ: »اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ لَا يَزِيدُ عَلَى ذَلِكَ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے "اللهم ربنا ولك الحمد" اس سے زیادہ کچھ نہ پڑھتے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن نسائی ج اص ۱۹۵،(۲) مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوۃ باب مایقول اذا رفع رسہ من الرکوع،(۳) مسند ابی داؤد طیالسی ج اص ۹۸

الخلاف في ذلك

272۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ خُشَيْشٍ، قَالَ: نا أَبُو الْبَخْتَرِيِّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَاكِرٍ، قَالَ: أنا حُسَيْنٌ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ حَجَّاجٍ، أَوْ عَنْ أَبِي هِشَامٍ، عَنْ حَجَّاجٍ، شَكَّ مَنْصُورٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام جب سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے (یعنی رکوع سے سر اٹھاتے) تو فرماتے اللھم ربنا لك الحمد مل السموات و مل الارض و مل ماشئت من شي بعد اے اللہ ہمارے پروردگار سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔ اس قدر تعریف کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس کے بعد تو چاہے اس سے بھر جائیں۔

إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ: »اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ« قَالَ مَنْصُورٌ، عَنْ عَوْنٍ عَنْ أَخِيهِ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ

تخریج حدیث ۔ ۱) مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوۃ باب مایقول اذا رفع راسہ فی الرکوع، (۲) صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب مایقول اذا رفع راسہ من الرکوع، (۳) مسند ابی عوانہ کتاب الصلوۃ باب مابیان مایقول المصلی اذا رفع راسہ من الرکوع، (۴) صحیح ابن خزیمہ کتاب الصلوۃ باب التحمید والدعا، (۵) سنن کبریٰ کتاب الصلوۃ ج ۲ ص ۹۴

الْخِلَافُ الثَّانِي

273۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَيُّوبَ بْنِ حَبِيبٍ الرَّقِّيُّ، بِمِصْرَ قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السُّوسِيُّ، قَالَ: نا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ، قَالَ: نا أَبُو أُمَيَّةَ بْنُ يَعْلَى الثَّقَفِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا " جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَكَبِّرُوا وَارْفَعُوا رُءُوسَكُمْ، وَإِذَا سَجَدَ وَكَبَّرَ فَاسْجُدُوا وَكَبِّرُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَاجْلِسُوا وَكَبِّرُوا " قَالَ الشَّيْخُ: وَقَوْلُهُ فَقُولُوا: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ مِثْلَ قَوْلِ الْإِمَامِ سَوَاءٌ فَحَرْفٌ غَرِيبٌ مِنَ الزَّوَائِدِ، وَالْمَشْهُورُ: إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اس کی اتباع کرو اور اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہو سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا و لک الحمد اھل الثناء و المجد اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم تکبیر پڑھو اور اپنے سر کو اٹھاؤ اور جب سجدہ کرے اور تکبیر کہے تو تم بھی سجدہ کرو اور تکبیر کہو اور جب وہ نماز میں بیٹھ جائے تو تم بھی تکبیر کہو اور بیٹھ جاؤ۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ قول مبارک کے امام کی مثل تم بھی سمع اللہ لمن حمدہ کہو یہ حدیث غریب ہے اور زوائد میں سے ہے البتہ مشہور قول یہ ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو۔

تخریج حدیث ۔ ۱) صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب اقامۃ الصف فی تمام الصلوۃ، (۲) صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب ائتمام الماموم بالامام، (۳) موطا امام مالک کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی التامین خلف الامام، (۴) سنن دارقطنی کتاب الصلوۃ باب ذکر قولہ علیہ السلام من کان لہ امام فقراء الامام لہ قراۃ، (۵) صحیح ابن حبان کتاب الصلوۃ باب مایقول المرء عند رفعہ راسہ من الرکوع

تحقیق

امام جب رکوع سے سر اٹھائے تو کیا کہے؟

امام ابن شاہینؒ نے رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے مسنون کلمات کا ذکر فرمایا۔ باب کی پہلی حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت جس میں اللّٰھم ربنا ولك الحمد کے بعد مزید کلام کی ادائیگی کی تردید فرمائی اور اگلی دو احادیث میں اللّٰھم ربنا ولک الحمد کے علاوہ مزید کلام کا ذکر بھی فرمایا اور ان کا عنوان بھی الگ الگ ہی قائم فرمایا۔

اس باب کی احادیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل پر بحث کی جائے گی۔

۱) احادیث کے مابین تعارض کی حیثیت۔

۲) نبی کریم ﷺ سے رکوع سے اٹھتے ہوئے کون کون سے کلام مروی ہیں۔

۳) امام اور مقتدی کون کون سے کلمات ادا کریں گے۔

تعارض احادیث کی حیثیت:

باب کی پہلی حدیث مبارکہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ تصریح تو موجود ہے کہ آپ ﷺ نے اللّٰھم ربنا ولك الحمد کے علاوہ کچھ نہ فرمایا اور دیگر دو احادیث میں مزید الفاظ کا ذکر ملتا ہے لیکن روایات کے الفاظ کی کمی وزیادتی تعارض کو مستلزم نہیں۔ آپ ﷺ نے مختلف اوقات مختلف کلمات ادا فرمائے جناب ابو ہریرہؓ نے جب آپ ﷺ سے وہ کلمات سنے تو اس وقت آپ ﷺ نے صرف اللّٰھم ربنا ولك الحمد پر اکتفا فرمایا لیکن حضرت ابن عباس اور خود حضرت ابو ہریرہؓ کی اگلی حدیث ان الفاظ کے ساتھ مزید زائد الفاظ کو واضح کرتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ احادیث کے درمیان تعارض نہیں دو مختلف اوقات کے مختلف معمولات ہیں۔ باب میں موجود ان کلمات کے علاوہ بھی آپ ﷺ سے مختلف طرح کے کلمات مروی ہیں۔

بعدازرکوع مزید مسنون کلمات:

باب ہذا میں آپ ﷺ سے تین طرح کے کلمات مروی ہیں:۔

۱) اللّٰھم ربنا ولك الحمد

اے اللہ! ہمارے پروردگار! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔

۲) اللّٰھم ربنا ولك الحمد مل السموات ومل الارض ومل ما شئت من شئی بعد۔

اے اللہ! ہمارے پروردگار! تیرے لیے ایسی تعریف ہے جس سے آسمان اور زمین بھر جائیں اور جس قدر تُو چاہے وہ چیز تیری حمد سے معمور ہو جائے۔

۳) سمع اللّٰہ لمن حمدہ، اللّٰھم ربنا ولك الحمد اھل الثناء والمجد۔

اللہ نے سن لیا اُسے جس نے اُس کی حمد کی۔ اے اللہ ہمارے رب! تیری تعریف ہے تُو سزاوارِ حمد و بزرگی ہے۔

مزید مسنون کلمات:

۱) اللّٰھم ربنا لك الحمد مل السموات ومل الارض ومل ما شئت من شئی بعد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما معنت ولا ینفع ذالجد منك الجد۔

(سنن ابن ماجہ، رقم ۸۷۹، مسند ابی یعلی، رقم ۸۸۲)

اے اللہ ہمارے پروردگار! تیری ایسی حمد ہے جس سے سارے آسمان و زمین اور جو تُو ان کے بعد چاہے بھر جائیں کوئی روکنے والا نہیں جسے تُو نوازے اور نہ کوئی عطا کرنے والا جسے تُو محرومِ نعمت رکھے اور کسی دولت مند کو اُس کی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

۲) اللّٰھم ربنا لك الحمد مل السموات و الارض ومل ما شئت من شئی بعد برد قلبی بالثلج والبرد والماء البارد اللّٰھم طھرنی من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الا بیض من الدنس۔

(ابوداؤد، رقم ۸۴۹، ترمذی، رقم ۲۶۶، ابن ماجہ، رقم ۸۷۹)

اے اللہ ہمارے پروردگار! تیرے لیے حمد ہے ایسی جس سے آسمان اور زمین اور جو تُو چاہے اُس حمد سے بھر جائے میرے دل کو برف اور اولوں اور ٹھنڈے پانی سے پاکی عطا فرما۔ اے اللہ مجھے گناہوں سے اور خطاؤں سے ایسے پاک فرما دے جیسے سفید کپڑے کو میل سے پاک کیا جاتا ہے۔

امام ومقتدی کے کلمات:

ابن شاہینؒ نے باب کی تیسری حدیث میں مقتدی کے لئے بھی سمع اللہ لمن حمدہ کے کلمات کا ذکر فرمایا جو کہ متفق احادیث کے خلاف ہے۔ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی ربنا لک الحمد یا دیگر مسنون کلمات ادا کریں گے یہی امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک امام کی طرح مقتدی بھی دونوں کلمات کو ادا کریں گے۔ امام شافعیؒ کا استدلال حضرت عطاءؒ، ابن سیرینؒ کی روایات سے ہے۔ البتہ ابن حجرؒ نے اس قول کے متعلق فرمایا:۔

لم يصح فى ذلك شيئى — اس باب میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں

(فتح الباری ج۲ص۲۸۴)

اور خود ابن شاہین نے بھی باب کے آخر میں اس زیادت کی تصریح فرمادی۔

باب : ۴۰

بَابٌ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

نمازِ مغرب سے قبل دو (نفل) ادا کرنے کے بیان میں

274۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ الْقَاضِي، قَالَ: نَا أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ جُدْعَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: إِنْ »كَانَ الْمُؤَذِّنُ لَيُؤَذِّنُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُرَى أَنَّهَا إِقَامَةٌ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يَقُومُ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں جب دور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موذن اذان دیتا تھا تو لوگوں کو کثرت سے دیکھا گیا کہ وہ مغرب کی نماز سے قبل دو رکعتیں ادا کرتے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الرکعتین قبل المغرب، (۲) سنن دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب الحث علی الرکوع بین الاذانین، (۳) صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب کم بین الاذان والاقامۃ، (۴) مسند احمد، جلد۳، ص۲۸۰ (۵) سنن نسائی، کتاب الاذان، باب الصلوٰۃ والاذان والاقامۃ (۶) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلوٰۃ، جلد۳، ص۲۸۰، (۷) صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، باب النوافل، (۸) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، (۹) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰۃ، باب من کان یصلی رکعتین قبل المغرب (۱۰) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوٰۃ، باب الرکعتین قبل المغرب (۱۱) مسند ابی عوانۃ، جلد۲، ص۳۲، (۱۲) سنن کبری، جلد۲، ص ۴۷۵، کتاب الصلوٰۃ، (۱۳) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ قبل المغرب

275۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُغَلِّسٍ، قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: نَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ جَابِرٍ الْقِبْطِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ »إِذَا قَامَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَذَانِ الْمَغْرِبِ فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ قَامَ مَنْ شَاءَ فَصَلَّى حَتَّى تُقَامَ الصَّلَاةُ فَمَنْ شَاءَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَعَدَ وَذَلِكَ بِعَيْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب موذن مدینہ کی مسجد میں مغرب کی اذان دیتا تھا تو (صحابہ میں سے) جو چاہتا (جماعت سے قبل) نماز ادا کرتا۔ یہاں تک کہ جماعت کیلئے اقامت ہوتی پھر جو چاہتا دو رکعتیں ادا کر کے بیٹھ جاتا۔ یہی معمول مبارک رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا بھی تھا۔

تخریج حدیث۔ المرجع السابقہ

276۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، وَالْقَوَارِيرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمٍ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا خَالِدُ بْنُ يُوسُفَ السَّمْتِيُّ، قَالَ: نا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ: أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ »يُصَلِّيَانِ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ« لَفْظُ أَبِي عَوَانَةَ

حضرت عاصم ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کومغرب کی نماز سے قبل دورکعت ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱)۔مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلوۃ، باب الرکعتین قبل المغرب (۲) سنن کبری، کتاب الصلوۃ، باب من جعل قبل صلاۃ المغرب رکعتین (۳) المحلی ابن حزم، جلد۲، ص۲۵۷ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، جلد۲، ص۱۳۶ (۵) مجمع الزوائد، جلد۲، ص۲۲۹

277۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ زُغْبُلٍ التَّمَّارُ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، قَالَ: نا الْجَارُودُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَ فَصَلُّوا رَكْعَتَيْنِ«

حضرت بھز بن حکیم اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی پاک علیہ السلام کے صحابہ کو دیکھا جب موذن نے اذان دی تو انہوں نے ستونوں کے پیچھے کھڑے ہوکر دورکعت ادا کیں۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب من کان یصلی رکعتین قبل المغرب

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

278۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ غِيَاثٍ، قَالَ: نا حَيَّانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْعَدَوِيُّ، وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمِصْرِيُّ، قَالَ: نا الْحَسَنُ بْنُ غُلَيْبٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: نا حَيَّانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ »عِنْدَ كُلِّ أَذَانَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، مَاخَلَا صَلَاةُ الْمَغْرِبِ«

حضرت عبداللہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بے شک ہر اذان اور اقامت کے درمیان دورکعت (نوافل) ہیں۔سوائے نماز مغرب کے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، کتاب الصلوۃ، باب الحث علی الرکوع، بین الاذانین فی کل صلاۃ والرکعتین قبل المغرب والاختلاف فیہ۔(۲) السنن الکبری، کتاب الصلوۃ، باب من جعل قبل صلاۃ المغرب رکعتین (۳) المحلی ابن حزم، جلد۲، ص۲۵۲

تحقیق

نمازِ مغرب سے قبل دورکعت نفل کی ادائیگی کے متعلق باب میں پانچ روایات بیان ہوئیں۔ ابتداء چار روایات میں دو نفل کی ادائیگی صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے۔ ان روایات کو امام ابن شاہین کے علاوہ امام احمد نے مسند، امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین، امام ابن حبانؒ و ابن خزیمہ نے اپنی صحیحین، امام ابوداؤدؒ، امام دارقطنیؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام بیہقیؒ نے اپنی اپنی سنن، امام ابن ابی شیبہؒ، امام عبدالرزاقؒ نے اپنی مصنف اور امام ابن حزمؒ نے المحلی میں روایت کیا۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ یہ دورکعت نفل کی ادائیگی کی جتنی روایات ہیں وہ سب صحابہ کرام کے افعال ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام کا معمول نہیں البتہ باب کی آخری روایت جو امام ابن شاہینؒ کے مطابق ناسخ روایت ہے وہ نبی کریم علیہ السلام کا فرمان مبارک اور حدیث قولی ہے۔ اس روایت کو ابن شاہین کے علاوہ امام دارقطنیؒ، امام بیہقیؒ نے اپنی اپنی سنن میں اور امام ابوبکر احمد بن عمرو البزارؒ نے اپنی مسند میں نقل فرمایا۔ اور یہ روایت نمازِ مغرب سے قبل ان دورکعات والی روایات کے معارض ہے۔

اس کتاب میں صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء کے مواقف

یہ بات طے ہے کہ نماز مغرب سے قبل نفل ادا کرنا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں البتہ جس روایت میں آپ علیہ السلام کا دورکعت ادا کرنے کا بیان ہے اس پر حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے ان دورکعات کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے تو آپ نے مغرب کی نماز سے قبل دورکعت ادا فرمائی میں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

نسیت الرکعتین قبل العصر فصلیتها الان (مسند الشامیین)

نبی کریم علیہ السلام نے نہ تو ان رکعات کی ادائیگی کا حکم دیا نہ ہی آپ کی سنت تھی البتہ ممانعت کی روایت کے پیش نظر

اس باب میں صحابہ کرام ہو تابعین وفقہاء کے مسالک درج ذیل ہیں۔

دو نفل ادائیگی پر صحابہ کا موقف

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ان نوافل کو ادا کرتے اور اکثر کے ہاں یہ معمول نہ تھا۔

حضرت انس بن مالک، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوالدرداء، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے ہاں ان دو رکعات کا معمول تھا جبکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت مولاء کائنات مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابو مسعود انصاری، حضرت عمار بن یاسر، حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنھم کے ہاں مغرب سے قبل دو نفل ادا فرمانے کا معمول نہیں تھا۔

(تحفۃ الاحوذی، جلد ۱، ص ۴۰۹، عمدۃ القاری، جلد ۶)

امام ابن بطال نے امام ابراہیم نخعیؒ کا قول ذکر فرمایا۔

لم يصلهما ابوبكر و عمر او عثمان وهي بدعة و كان خيار الصحابة بالكوفة على و ابن مسعود و حذيفه و عمار و ابومسعود كلهم فما راى احدا منهم يصلى قبل المغرب

یہ دو رکعت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنھم نے نہیں پڑھیں۔ یہ بدعت ہیں اور حضرت مولا علی، ابن مسعود حذیفہ عمار اور ابومسعود جیسے خیار صحابہ جو کوفہ میں سکونت گزین تھے ان میں سے کسی کو بھی یہ دو رکعت ادا کرتے ہوئے نہ دیکھا گیا۔

(شرح ابن بطال، جلد ۵، ص ۱۹۰)

امام عینیؒ نے سعید بن مسیبؒ کا قول بھی ذکر فرمایا کہ مہاجرین دو رکعت نہ پڑھا کرتے لیکن انصار پڑھتے تھے۔

فقہاء اربعہ کا موقف

اس باب میں فقہاء کے درمیان ان دو رکعت کے مستحب ہونے میں اختلاف ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک بن انسؒ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں یہ دو رکعت مستحب نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں مستحب ہیں جبکہ شوافع کے ہاں ان رکعات کی ادائیگی کے متعلق دو قول ہیں ایک استحباب کا اور دوسرا عدم استحباب کا۔

(عمدۃ القاری، جلد ۶، ص ۳۰۰، شرح مسلم نووی، جلد ۱، ص ۲۵۱)

احناف و مالکیہ کے ہاں یہ دو رکعت مستحب نہیں بلکہ امام بدرالدین عینی ان کی کراہیۃ کا قول بیان کرتے ہیں اور اس کی

وجہ بھی تحریر فرماتے ہیں۔

ذهب بعضهم الى كراهة، وبه قال مالك واكثر الفقهاء، لان استحبابها يودى الى تاخير المغرب عن اول وقته قليلا

(شرح ابوداؤد، جلد۳، ص۴۸۳)

بعض علماء اس کی کراہیت کی طرف گئے ہیں یہ قول امام مالک اور اکثر فقہاء کا ہے کیونکہ ان دو رکعت کی ادائیگی سے نماز مغرب اپنے مستحب وقت سے قدرے تاخیر سے ادا ہوتی ہے۔

احناف و مالکیہ کے ہاں ان دو رکعات کے عدم استحباب کے دلائل

۱۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو امام ابن شاہینؒ نے بیان فرمائی۔ البتہ ابن شاہینؒ نے اس روایت کی تصریح نہیں فرمائی کہ یہ ناسخ ہے یا نہیں۔ لیکن اس روایت کو متاخر ذکر فرما دیا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے ہاں یہ روایت سابقہ روایات کی ناسخ ہے اور خصوصاً جب کتاب کا عنوان ہی ناسخ ومنسوخ روایات لانا ہے۔

۲۔ چونکہ یہ دو رکعت آپ علیہ السلام کا معمول نہیں تھا اور آپ علیہ السلام کے بعد اکابر اور فقیہہ صحابہ خصوصاً خلفاء راشدین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھم کا ان دو رکعات کو معمول بھی نہ رکھنا ان کے عدم استحباب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نیکی میں حریص ہیں ان کا ان دو رکعات پر عامل نہ ہونا احناف کے ہاں حجت ہے۔

۳۔ امام مالک کا فتویٰ اور عمل اہل مدینہ کے معمولات پر ہوتا ہے یہ آپ کے اصول استنباط میں سے اہم اور اساسی اصول ہے۔ آپ کا ان دو رکعت کو ادا نہ فرمانا اور ان کے عدم استحباب کا فتویٰ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اہل مدینہ کے ہاں یہ دو رکعت معمول نہ تھیں۔

۴۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے فقہ کی بنیاد اہل کوفہ کے فتاویٰ وقضایا ہیں۔ اور اہل کوفہ میں مولا علی، ابن مسعود رضی اللہ عنھما کا معمول آپ کے لیے استنادی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا امام صاحب کے ہاں چونکہ حضرت مولا علی اور ابن مسعود کا عمل اس کے معارض ہے پس آپ بھی ان دو رکعات کے عدم استحباب کا قول رکھتے ہیں۔

باب : ۴۱

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

کعبۃ اللہ شریف میں نماز پڑھنے کے بیان میں

279۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: نا الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُرْجَانِيُّ، قَالَ: نا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: نا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »صَلَّى فِي الْكَعْبَةِ، وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ قَدْرُ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ«

حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبۃ اللہ شریف میں نماز ادا فرمائی آپ کے اور کعبہ کی اندرونی دیوار کے درمیان تین گز کا فاصلہ تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) موطا امام مالک کتاب الحج باب الصلوٰۃ فی البیت،(۲) صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بین السواری،(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۱، (۴) الام ج ۱ ص ۶۸ (۵) معجم کبیر رقم الحدیث ۱۳۳۹،(۶) شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۹۰

280۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: نا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، قَالَ: نا السَّائِبُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَأَلْتُ بِلَالَ بْنَ رَبَاحٍ »أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ قَالَ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے بلال بن رباح سے پوچھا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کعبہ اللہ شریف میں داخل ہوئے تو کہاں نماز ادا فرمائی۔ آپ نے فرمایا: دوستونوں کے درمیان۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی باب الصلوٰۃ النبی ﷺ فی الکعبۃ

281۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا ابْنُ زَنْجُوَيْهِ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، وَغَيْرَهُ يُحَدِّثُونَ هَذَا الْحَدِيثَ، يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ" أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ عَلَى بَعِيرٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے روز حضرت اسامہ بن زید کے ساتھ اونٹ پر تشریف لائے اور حضرت اسامہ آپ علیہ السلام کے پیچھے سوار تھے۔ ان کے ساتھ بلال وعثمان بن طلحہ تھے۔ جب خانہ کعبہ کے پاس تشریف لائے تو عثمان بن طلحہ کو بلانے کے

لِأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَأُسَامَةَ رِدْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، فَلَمَّا جَاءَ الْبَيْتَ أَرْسَلَ إِلَى عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ، فَجَاءَهُ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَفَتَحَهُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ، فَمَكَثُوا فِي الْبَيْتِ طَوِيلًا وَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ، فَسَبَقَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَآخَرُ مَعَهُ، فَسَأَلَ عَبْدُ اللَّهِ بِلَالًا فَقَالَ: أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَأَرَاهُ حَيْثُ صَلَّى، وَلَمْ يَسْأَلْهُ: كَمْ صَلَّى؟ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ وَجْهِهِ وَجَعَلَ الْبَابَ خَلْفَ ظَهْرِهِ، ثُمَّ مَشَى حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ قَرِيبٌ مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ، ثُمَّ صَلَّى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلَالٌ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ"

لیے کسی کو بھیجا۔ پس وہ بیت اللہ کی چابی لے آئے۔ اسے کھولا گیا۔ آپ علیہ السلام، حضرت اسامہ بن زید، عثمان بن طلحہ اور بلال رضی اللہ عنھم آپ علیہ السلام کے ساتھ داخل ہوئے۔ پھر خاصی دیر بیت اللہ شریف میں تشریف فرما رہے۔ اور دروازے کو ان کے لیے بند کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمران سب سے آگے بیٹھے تھے۔ حضرت بلال بن رباح نے حضرت ابن عمر سے پوچھا: نبی کریم علیہ السلام نے کہاں نماز ادا فرمائی؟ پس انھیں بتایا جہاں نماز پڑھی اور (البتہ) یہ نہیں پوچھا کہ کتنی رکعات ادا فرمائیں، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کعبۃ اللہ شریف میں داخل ہوئے سامنے کی رخ چلے اور بیت اللہ کے دروازے کو۔ پیٹھ پیچھے چھوڑا پھر چلے یہاں تک کہ ان کے اور کعبہ کی دیوار کے درمیان تین ذرائع سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اس جگہ نماز ادا فرمائیں جس جگہ کے متعلق حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا کہ آپ علیہ السلام نے یہاں نماز ادا کی ہے۔

تخریج حدیث۔ (۱) مسند احمد ج ۲ ص ۳۳، (۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج، (۳) سنن ابی داؤد کتاب الحج باب الصلوۃ فی الکعبۃ، (۴) سنن ابن ماجہ باب دخول الکعبۃ، (۵) صحیح ابن حبان کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی الکعبۃ، (۶) سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۲۷، (۷) جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۸۰، (۸) سنن نسائی کتاب الحج باب موضع الصلوۃ، (۹) مصنف عبدالرزاق رقم ۹۰۷۱، (۱۰) شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۹۰

282۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَنَا الْعَلَاءُ،: أَنَّهُ كَانَ مَعَ أَبِيهِ فَلَقِيَهُمَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، فَسَأَلَ أَبِي: كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ: »دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت العلاء فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا تو ان سے میرے والد گرامی نے پوچھا کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے خانہ کعبہ میں کس جگہ نماز ادا فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسامہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أُسَامَةَ وَبِلَالٍ، فَلَمَّا خَرَجَا سَأَلْتُهُمَا أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَا صَلَّى عَلَى جِهَتِهِ«

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کعبۃ اللہ شریف میں داخل ہوئے تھے جب باہر تشریف لائے تو میں نے ان سے سوال کیا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے کہاں نماز ادا فرمائی تو ان دونوں نے (اشارے) سے جواب دیا اس طرف نماز ادا فرمائی۔

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

283۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: نا الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَرْجَائِيُّ، قَالَ: نا مُوسَى يَعْنِي: ابْنُ دَاوُدَ، قَالَ: نا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »صَلَّى فِي الْكَعْبَةِ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت اللہ شریف میں نماز ادا فرمائی۔

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

284۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: نا الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: نا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: نا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَكَانَ يَدْعُو وَيَسْتَغْفِرُ، وَلَمْ يَرْكَعْ، وَلَمْ يَسْجُدْ«

حضرت ابن عباس فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کعبۃ اللہ شریف میں داخل ہوئے اور دعا واستغفار فرمائی نہ رکوع کیا اور نہ ہی سجدہ فرمایا۔

تخریج حدیث۔ سنن دار قطنی کتاب العیدین باب الصلوۃ النبی ﷺ فی الکعبۃ

285۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، قَالَ: نا هَمَّامٌ، قَالَ: نا عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَفِيهَا سِتَّةُ سَوَارِيَ، فَقَامَ عِنْدَ سَارِيَةٍ يَدْعُو، وَلَمْ يُصَلِّ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام کعبۃ شریف میں داخل ہوئے اور اس میں چھ ستون ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ہر ستون کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور بس نماز ادا نہیں فرمائی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج ۳ص ۴،(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب دخول الکعبۃ (۳) صحیح ابن حبان کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

286۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: نا الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: نا مُوسَى، قَالَ: نا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَفِيهَا سِتَّةُ سَوَارِيَ، فَقَامَ عِنْدَ كُلِّ سَارِيَةٍ يَدْعُو، وَيُسَبِّحُ، وَيُكَبِّرُ، وَلَمْ يُصَلِّ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کعبۃ اللہ شریف میں داخل ہوئے اس میں چھ ستون ہیں۔ پس ہر ستون کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگتے۔ تسبیح پڑھتے تکبیر کہتے اور (البتہ) آپ ﷺ نے نماز ادا نہیں فرمائی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج ۳ص ۲۹۹،(۲) صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ

287۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقُلُوسِيُّ، قَالَ: نا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أنا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ. أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَمْ يُصَلِّ فِي الْبَيْتِ، صَلَّى قِبَلَ الْكَعْبَةِ لَمَّا خَرَجَ«

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی کہ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا نہیں فرمائی۔(البتہ) باہر تشریف لا کر اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن کبریٰ ج ۲ص ۳۲۸

تحقیق

نو احادیث مبارکہ پر مشتمل یہ باب حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایات کا مجموعہ ہے۔ کعبۃ اللہ شریف کے اندر نماز کی ادائیگی کے مسنون ہونے یا نہ ہونے کے متعلق دونوں طرح کی روایات ذکر کی گئیں۔ حضرت ابن عمر سے اس کے اثبات اور حضرت ابن عباسؓ سے عدم اثبات کی روایات مروی ہیں۔ اس باب میں بظاہر تعارض ہے لیکن نسخ کا احتمال نہیں۔ فقہاء نے متعارض روایات میں تطبیق دیتے ہوئے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔

اس باب میں فقہاء کے مسالک درجہ ذیل ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک:

احناف کے نزدیک کعبہ شریف کے اندر اور اس کی چھت پر ہر قسم کی نماز یعنی فرائض ونفل جائز ہیں۔ اگر چہ امام کی پشت مقتدی کی پشت کی جانب ہو یا امام کعبہ کے اندر اور مقتدی کعبہ کے گرد ہوں البتہ مقتدی کی پشت امام کے چہرے کی جانب نہ ہو۔

شوافع کا مسلک:

امام شافعیؒ کے نزدیک بیت اللہ شریف کے اندر فرائض ونوافل جائز ہیں۔ اگر چہ نمازی کسی بھی دیوار کے رخ ہو کر نماز ادا کرے البتہ اگر وہ باب کعبہ کی طرف رخ کرے اور دروازہ کھلا ہو تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ جہت قائم نہیں رہے گی۔

امام مالکؒ کا مسلک:

مالکیہ کے نزدیک بیت اللہ شریف میں فرائض ووتر، فجر کی سنتیں، واجب الطّواف وغیرہ میں سے کوئی بھی نماز جائز نہیں البتہ نفلی نماز جائز ہے۔ جس نے بیت اللہ کے اندر فرض نماز ادا کی یا اس کی جانب پیٹھ کر کے کوئی بھی نماز ادا کی تو وہ واجب الاعادہ ہے جب تک اس نماز کا وقت باقی ہے جبکہ دوسری روایت کے مطابق بیت اللہ میں فرائض کی ادائیگی جائز ہے۔

حنابلہ کا مسلک:

حنابلہ کے نزدیک بیت اللہ کے اندر فرائض و واجبات کسی حال میں جائز نہیں۔

اہل ظواہر کا مسلک:

اہل ظواہر میں سے بعض کے ہاں بیت اللہ کے اندر نماز جائز جب کہ بعض کے ہاں کسی طرح کی نماز بھی جائز نہیں۔ کیونکہ بیت اللہ کے اندر پشت کسی نہ کسی دیوار کی جانب ہوگی جو درست نہیں۔

(بدائع والصنائع، الہدایہ، التمہید ج ۱۵ص ۳۱۸، المجموع ج ۳ص ۱۹۶، المغنی ج ۱ص ۵۱۶، بدایۃ المجتہد ج ۱ص ۲۱۲)

متعارض روایات میں تطبیق اور احناف وشوافع کے دلائل:

محدثین کرام نے ان متعارض روایات میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت ابن عباس اور ابن عمرؓ کی احادیث کی درج ذیل توجیہات فرمائی ہیں۔

اول: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ جس میں ازدھام کثیر کے سبب سرکار دو عالم ﷺ نے داخل کعبہ میں صرف دعا و استغفار پر اکتفا فرمایا۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت فتح مکہ کے موقع کی ہے۔ جب کعبہ سے طویل جدائی کے بعد آقا ﷺ نے داخل کعبہ میں اللہ کے اظہار شکر کے لئے سجدہ ریزی فرمائی۔ لہٰذا یہ دونوں روایات دو مختلف مواقع کی ہیں جن میں آپ ﷺ کے دو مبارک عمل ذکر کئے گئے اس تطبیق سے تضاد رفع ہو جاتا ہے سو دونوں معمول مسنون ہیں۔

دوم: حضرت ابن عمرؓ کی روایت اثبات کی اور ابن عباس کی روایت عدم ثبوت کی ہے اور لامحالہ اثبات، نفی پر مقدم ہوتا ہے اور آپ ﷺ سے اس کی نفی پر کوئی مرفوع روایت بھی ثابت نہیں۔ اور کسی شے کے اثبات کا حکم تب تک قائم رہتا ہے جب تک اس کی نفی پر کوئی دلیل بین موجود نہ ہو۔

(صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۴۸۳، ۴۸۲)

سوم: اگر نفل نماز بیت اللہ کے اندر جائز ہے تو فرائض و واجبات کے عدم جواز کی صورت کون سی ہے۔ کیونکہ صحت نماز کے لئے فرائض واجبات اور نوافل کے درمیان جو شرائط پائی جاتی ہیں وہ ایک سی ہیں پس اگر نوافل درست ہیں تو فرائض کی ادائیگی میں بھی کوئی شرعی قباحت نہیں۔

باب : ۴۲

بَابٌ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجِنَازَةِ

جنازے کی نماز میں تکبیرات کے بیان میں

288۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الطَّرِيقِيُّ، قَالَ: نا ابْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: نا أَيُّوبُ بْنُ نُعْمَانِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ حَمْزَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ عَلَى جَنَازَةٍ، فَكَبَّرَ عَلَيْهَا خَمْسًا، ثُمَّ »صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، « فَكَبَّرَ خَمْسًا فَلَنْ أَدْعَهَا لِأَحَدٍ أَبَدًا"

حضرت سعید بن حمزہ روایت کرتے ہیں میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز جنازہ ادا کی۔ انہوں نے پانچ تکبیریں پڑھیں پھر فرمایا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے نماز جنازہ ادا کی پس آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی پانچ تکبیریں پڑھیں۔ پس ہم نے کبھی کسی کے لیے ایسے (نمازِ جنازہ) ادا نہ کی۔

تخریجِ حدیث۔(۱) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ج۲ص۴۹۶،(۲) سنن دارقطنی کتاب الجنائز ج۲ص۷۳،(۳) مسند احمد ج۴ص۳۶۷،(۴) صحیح مسلم کتاب الجنائز ج۷ص۲۶،(۵) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز ج۲ص۱۸۷،(۶) ترمذی کتاب الجنائز ج۲ص۱۴۰،(۷) سنن نسائی کتاب الجنائز،(۸) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز،(۹) صحیح ابن حبان کتاب الجنائز،(۱۰) شرح معانی الآثار ج۱ص۴۹۳،(۱۱) معجم کبیر ج۵ص۱۶۸،(۱۲) سنن کبریٰ ج۴ص۳۶

289۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، قَالَ: نا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: نا جَعْفَرٌ الْأَحْمَرُ، عَنْ يَحْيَى الْجَابِرِ، عَنْ عِيسَى، مَوْلَى حُذَيْفَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ حُذَيْفَةَ عَلَى جَنَازَةٍ، فَكَبَّرَ خَمْسًا، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: وَاللَّهِ »مَا وَهِمْتُ وَلَا نَسِيتُ؛ وَلَكِنْ كَبَّرْتُ كَمَا كَبَّرَ خَلِيلِي أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

عیسیٰ مولیٰ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز جنازہ ادا کی۔ انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اللہ کی قسم نہ تو وہم ہوا اور نہ ہی میں بھولا ہوں میں نے تو ایسے ہی تکبیریں کہی ہیں جیسے میرے دوست ابوالقاسم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمائی۔

تخریجِ حدیث۔(۱) مسند احمد ج۵ص۴۰۶،(۲) مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۴۹۶،(۳) شرح معانی الآثار ج۱ص۴۹۴،(۴) سنن دارقطنی ج۲ص۷۳،(۵) مجمع الزوائد ج۳ص۳۴،

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

290۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، قَالَ: نا سَلَمَةُ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ، قَالَ: »صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَمْزَةَ فَكَبَّرَ سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ« ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حِفْظْتُ أَنَّهُ قَالَ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ، وَلَكِنْ فِي كِتَابِي حِفْظُهُ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت حمزہ کی (نماز جنازہ) ادا فرمائی ان پر سات تکبیریں پڑھیں۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الآثار ج اص ۵۰۳،(۲) معجم کبیر ج ۳ ص ۱۴۳،۱۴۲

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

291۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ وَأَنَا فِي بَيْتِي يَخْفَى عَلَيَّ كَثِيرٌ مِنَ التَّكْبِيرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا: »لَا عَدَدَ لَهَا مَا فَهِمْتِ من التَّكْبِيرِ فَكَبِّرِي« قَالَتْ: فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ، قَالَ: »الْمُؤْمِنُونَ شُفَعَاءَ فَلْيَجْتَهِدِ الشَّافِعُ لِمَنْ يَشْفَعُ لَهُ«

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کی کہ یارسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام آپ میت پر نماز جنازہ ادا فرماتے ہیں اور میں گھر ہوتی ہوں مجھ پر تکبیرات کی تعداد پوشیدہ رہتی ہے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ ان کی کوئی تعداد نہیں جو تو سمجھ انہیں شمار کر اور تکبیر کہہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ ہم میت پر نماز کیسے پڑھیں؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ایمان والے سفارشی ہیں پس جس کیلئے سفارش کی جارہی ہو اس کے سفارش میں کوشش کر۔

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

اَلْجَمْعُ لِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ فِي حَدِيثٍ وَاحِدٍ

292- حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: نا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: نا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: نا هَمَّامٌ، قَالَ: نا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: حَفِظْنَا التَّكْبِيرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَدْ كَبَّرَ أَرْبَعًا، وَكَبَّرَ خَمْسًا، وَكَبَّرَ سَبْعًا، فَمَا كَبَّرَ إِمَامُكُمْ فَكَبِّرُوا«

حضرت سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ہم نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے نماز جنازہ کی تکبیرات (کی تعداد) یاد رکھی ہے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے چار تکبیرات پانچ تکبیرات سات تکبیرات (تک) ادا فرمائی ہیں پس تمہارا امام جتنی تکبیریں کہے تم بھی کہو۔

تخریج حدیث۔(۱) مجمع الزوائد ج۳ ص۳۵

اَلْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

293- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ، سَنَةَ سِتٍّ وَعِشْرِينَ وَمِائَتَيْنِ، وَكَانَ مِنْ خِيَارِ عِبَادِ اللّٰهِ قَالَ: نا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ قَالَ: نا عُثْمَانُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ "الْمَلَائِكَةَ صَلَّتْ عَلَى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَكَبَّرَتْ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، وَقَالَتْ: هٰذِهِ سُنَّةُ أَبِيكُمْ"

وَرَوَى جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَزَيْدُ

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ بے شک فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ ادا کی اور ان پر چار تکبیر پڑھیں اور فرشتوں کہا کہ یہ آپ کے والد کی سنت ہے جن صحابہ کی ایک جماعت نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے چار تکبیروں کی روایت کی ہے۔ ان میں سے حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن عمر، سعید بن زید، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت زبیر، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوسعید خدری، حضرت زید بن ارقم، حضرت عمرو بن عوف، حضرت یزید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

بْنُ أَرْقَمَ، وَعَمْرُو بْنُ عَوْفٍ، وَيَزِيدُ بْنُ ثَابِتٍ أَخُو زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ وَرَوَى ابْنُ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، وَرَوَى أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، وَرَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ عُمَرَ قَالَا: آخِرُ مَا كَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔اس طرح حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نماز جنازہ پر تکبیریں پڑھنے کے سلسلہ میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا آخری عمل یہ تھا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام چار تکبیریں پڑھیں۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی کتاب الجنائز ج ۲ ص ۷۱، (۲) مستدرک ج ۳ ص ۵۹۱

294۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْآدَمِيُّ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ الْفَحَّامُ، قَالَ: نا خُنَيْسُ بْنُ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ، قَالَ: نا الْفُرَاتُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْجَزَرِيُّ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »آخِرُ مَا كَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعًا«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام کا آخری معمول مبارک جنازہ کی نماز میں چار تکبیرات کا تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی کتاب الجنائز ج ۲ ص ۷۲، (۲) مستدرک ج ۱ ص ۳۸۶، (۳) سنن کبریٰ ج ۴ ص ۳۷

295۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطُّوسِيُّ، قَالَ: نا كَثِيرُ بْنُ شِهَابٍ الْقَزْوِينِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، قَالَ: نا زَافِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: »آخِرُ مَا كَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعًا« قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي رُوِيَتْ فِي التَّكْبِيرِ أَرْبَعًا هُوَ الْمُعَوَّلُ عَلَيْهِ وَهُوَ آخِرُ مَا كَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا طُرُقُ حَدِيثِ النَّجَاشِيِّ وَالْبَابُ بِطُولِهِ فِي كِتَابِ الْجَنَائِزِ وَالتَّكْبِيرِ أَرْبَعًا النَّاسِخُ لِغَيْرِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

حضرت میمون بن مہران حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کا نماز جنازہ کی ادائیگی میں آخری معمول مبارک چار تکبیرات کا تھا۔شیخ نے فرمایا: یہ احادیث مبارکہ جو میں نے چار تکبیر کے متعلق روایت کی ہیں یہ معمول بہ ہیں اور یہی آپ علیہ السلام کا آخری معمول مبارک تھا۔ اگرچہ حدیث نجاشی کے طریق کے سوا کوئی طریق نہ ہوتا۔ باب تفصیل کے ساتھ (میری کتاب) کتاب الجنائز میں ہے اور چار تکبیر والی روایت باقی تمام روایات کی ناسخ ہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) تلخیص الجبیر، ج ۲ ص ۱۲۸

تحقیق

جنازہ پر تکبیر کہنے کے بیان میں:

نماز جنازہ میں تکبیر کے عدد کے متعلق مختلف روایات نقل کی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف معمولات مروی ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری عمل اس باب میں سابقہ تمام معمولات کا ناسخ ہے۔ جنازہ پر تکبیرات کی تعداد کے متعلق اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا قول: تین تکبیرات کا ہے۔ ان روایات کے راوی حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن زید، اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم ہیں۔

دوسرا قول: چار تکبیرات کا ہے جس پر اجماع ہے اور یہ تمام اقوال کا ناسخ ہے۔

تیسرا قول: پانچ تکبیرات کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ارقم، حذیفہ بن یمان، عیسٰی مولی حذیفہ اور حضرت معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم کے اصحاب کا قول ہے۔

چوتھا قول: چھ تکبیرات کا ہے۔ یہ قول حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔

پانچواں قول: سات تکبیرات کا ہے۔ یہ قول حضرت زر بن حبیش سے مروی ہے۔ ابن شاہینؒ نے حضرت زبیر بن العوام سے بھی سات تکبیرات والی روایت نقل فرمائی ہے۔

چھٹا قول: یہ ہے کہ امام جتنی تکبیریں کہے، مقتدی بھی اتباع کرے، چاہے وہ تعداد میں تین ہوں یا سات۔ یہ قول بھی حضرت ابن مسعود کا ہے۔

(الاعتبار فی ناسخ والمنسوخ فی الحدیث، ج ا، ص ۴۶۱)

روایات کے تعارض میں تطبیق:

باب کی حدیث نمبر۲۹۲ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے الفاظ مبارک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازہ کی ادائیگی میں مختلف معمولات سرانجام دیئے۔اور صحابہ کی مختلف روایات بھی اس کی شاہد ہیں۔لیکن ابن شاہینؒ نے باب کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری معمولات میں چار تکبیرات کا ذکر فرمایا اور خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث مبارکہ جن میں نہایت صراحت سے یہ ذکر ہے کہ جنازہ پر چار تکبیرات پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری معمول تھا۔مقدمۃ الکتاب میں نسخ کی پہچان کے لئے یہ علامت بھی ذکر کی گئی تھی کہ صحابی اگر اس بات کی تصریح کردے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری عمل تھا تو وہ عمل سابقہ تمام معمولات کا ناسخ ہوتا ہے۔اسی لئے امام نووی فرماتے ہیں:۔

وهذا الحديث يعني حديث زيد بن ارقم عند العلماء منسوخ دل الاجماع على نسخه۔

زید بن ارقم والی روایت علماء کے نزدیک منسوخ ہے اور اس کی منسوخیت پر اجماع ہے۔

(شرح نووی، ج۷،ص۲۶)

امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:۔

التفق الفقهآء اهل الفتوى بالامصا على ان التكبير على الجنائز اربع لازيارة على ماجاء فى الاثار المسندة من نقل الاحاد الثقات وماسوى ذلك عندهم شذوذ لا يلتفت اليه اليوم

دیار وامصار کے فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات ہیں احادیث مسندہ صحیحہ میں اس سے زیادہ کی تعداد نہیں ہے البتہ اگر زیادہ تعداد بیان ہوئی تو وہ شاذ ہے جس کی طرف اب توجہ نہیں دی جائے گی۔

(الاستذکار، جلد۳،ص۳۰، دار الکتب العلمیۃ)

چار تکبیرات پر صحابہ کرام کے اجماع کا حال بیان فرماتے ہوئے ابن حجرؒ و امام طحاویؒ نے یہ روایت حضرت سفیان ثوریؒ کے طریق سے نقل فرمائی:۔

جمع عمر الناس فاستشارهم فى التكبير على الجنازة فقال بعضهم كبر رسول الله ﷺ خمسا وقال بعضهم سبعاً وقال بعضهم كبر اربعا قال مجمعهم على اربع تكبيرات

(فتح الباری، ج۳،ص۳۰۲، تلخیص الحبیر، ج۲،ص۱۲۹)

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج۲،ص۴۹۵، شرح معانی الآثار، ج۱،ص۲۸۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع فرما کر جنازہ کی تکبیرات کے متعلق مشورہ کیا تو بعض نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ تکبیرات کہیں، بعض نے کہا سات، بعض نے چار کہا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چار تکبیرات پر جمع فرمادیا۔

اس اجماع کے متعلق امام نوویؒ فرماتے ہیں:۔

وھذا دلیل علی انھم اجمعوا بعد زید بن ارقم والاصح ان الاجماع بعد الخلاف یصح (شرح مسلم)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام صحابہ زید بن ارقم کی روایت کے بعد چار تکبیرات پر جمع ہو گئے اور یہ صحیح ہے کہ یہ اجماع اس اختلاف کے بعد ہوا۔

اس باب میں فقہاء اربعہ کا مسلک:

فقہاء اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہی پڑھی جائیں گی۔
بدائع والصنائع ج ۲ص ۳۴۳، المجموع ج ۵ص ۱۸۹، بدایۃ المجتہد ج ۱ص ۴۲۸

آپ ﷺ کا چار سے زائد تکبیرات پڑھنے کی علت اور روایات میں تطبیق:

اگر چہ آپ ﷺ نے نماز جنازہ میں ہمیشہ چار تکبیرات ہی پڑھیں لیکن جن روایات میں چار سے زائد تکبیرات کا ذکر ہے، امام محمد بن موسیٰ الحازمیؒ اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں:۔

کان النبی ﷺ یفضل اھل بدر علی غیرھم و کذا بنی ھاشم فکان یکبر علیھم خمسا علی من دونھم اربعا (الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث ج ۱ص ۲۶۳)

نبی کریم ﷺ نے اہل بدر کو باقیوں پر فضیلت دی اسی طرح بنی ہاشم کو بھی۔ آپ ﷺ ان پر پانچ تکبیر پڑھتے اور باقیوں پر چار۔

اس روایت سے جہاں احادیث کے درمیان تطبیق واضح ہوتی ہے وہاں خاندان مصطفیٰ ﷺ کے شرف و منزلت کا بھی پتا چلتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے اہل بیت کو خاص شرف سے نوازا جو شرف عامۃ الناس کو میسر نہ آیا۔ یہ روایت ان لوگوں کے لئے مقام فکر ہے جو ''لا فضل لعربی علی عجمی'' کی روایت کا سہارا لے کر دودمان رسالت کے فضل و شرف کا لحاظ نہیں رکھتے۔ اگر چہ اسلام دین مساوات ہے لیکن برابری کا معیار قائم رکھنے والی ذات نے ہی اپنے خاندان کو یہ فضیلت دی کہ باقی چار تکبیروں سے اور اہل بیت پانچ تکبیرات سے نوازے گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اہل بیت کو ان کی حیات میں بھی خاص شرف سے نوازا اور ان کا یہ شرف بعد از حیات بھی قائم دائم رکھا۔ اس شرف کا ایک منظر حضرت حمزہؓ کے جنازے کے وقت ایک انفرادی حیثیت سے دیکھا گیا جب آپ ﷺ نے ہر شہید کا جنازہ ایک ہی مرتبہ لیکن حضرت حمزہؓ کا جنازہ ہر شہید کے ساتھ بھی پڑھایا۔ اس عزت و عظمت اہل بیت کو اہلِ محبت نے اس جہاں میں بھی دیکھا اور ناسمجھ بروز حشر دیکھ لیں گے۔

كتاب الجنائز

باب : ۴۳

بَابٌ فِي الْغُسْلِ مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ

جس نے میت کو غسل دیا اُس کے غسل کے بیان میں

296۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَرْقِيُّ، وَجَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: نا زُهَيْرٌ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میت کو نہلایا اسے چاہیئے کہ وہ غسل کرے اور جس نے اسے اٹھایا وہ وضو کرے۔

297۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ حَمْدَانَ بْنِ يَحْيَى الْمَوْصِلِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ الْعَجَمِيُّ، وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: نا ابْنُ زَنْجُوَيْهِ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: نا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جس نے میت کو نہلایا اسے چاہیئے کہ وہ غسل کرے۔

298۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْحَرْبِيُّ، قَالَ: نا أَبُو يَحْيَى بْنُ أَبِي مَيْسَرَةَ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنُ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُومِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مِنْ غَسْلِهِ الْغُسْلُ، وَمِنْ حَمْلِهِ الْوُضُوءُ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا (میت) کے نہلانے سے (نہلانے والے پر) غسل ہے اور اس کے اٹھانے سے (اٹھانے والے پر) وضو ہے۔

299۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ الْمُقَوِّمِيُّ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: نا أَبُو بَحْرٍ الْبَكْرَاوِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. »مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ، وَمَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى تُوضَعَ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے اور جس نے اسے اٹھایا وہ وضو کرے اور جو جنازے کے پیچھے چلا وہ تب تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔

300۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزَّبِيبِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: نا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ »مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ، وَمَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى تُوضَعَ« هَكَذَا حَدَّثَنَاهُ مَوْقُوفًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوف روایت ہے۔ جس نے میت کو غسل دیا اسے چاہیے کہ غسل کرے اور جس نے اسے اٹھایا وہ وضو کرے اور جو جنازہ کے پیچھے چلا وہ تب تک نہ بیٹھے جب تک میت کو رکھ نہ دیا جائے۔ اسی طرح مرفوعاً روایت کیا۔

301۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: نا حَجَّاجُ، قَالَ: نا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: نا أَبُو سَلَمَةَ، قَالَ: نا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ حَمَلَهَا وَالْغُسْلُ عَلَى مَنْ غَسَّلَهَا« وَهَذَا بَابٌ كَبِيرٌ، وَهُوَ فِي كِتَابِ الْجَنَائِزِ بِطُولِهِ، فَلَمْ أُحِبَّ إِعَادَتَهُ هَاهُنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اس پر وضو ہے جس نے میت کو اٹھایا اور غسل ہے اس پر جس نے اسے نہلایا۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

302۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: نا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: نا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: نا عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ إِنَّ مَيِّتَكُمْ لَيْسَ بِنَجَسٍ فَحَسْبُكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میت کو نہلاؤ تو تم پر تمہاری میت نہلانے کی وجہ سے غسل فرض نہیں ہے۔ بے شک تمہاری میت نجس نہیں ہے۔ تمہیں کافی ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو دھولو۔

303۔ حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّاغَانِيُّ، قَالَ: نا أَبُو سَلَمَةَ، قَالَ: نا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ، إِذَا غَسَلْتُمُوهُ إِنَّ مَيِّتَكُمْ لِمُؤْمِنٌ طَاهِرٌ لَيْسَ بِنَجَسٍ بِحَسْبِكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ« هَكَذَا قَالَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَوْقُوفًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم اپنی میت کو نہلاؤ تو اسے نہلانے کی وجہ سے تم پر غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔
بے شک تمہاری میت مومن اور پاک ہے نجس نہیں ہے۔ تمہیں کافی ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو دھولو۔

نوٹ: اس باب کی تحقیق وتخریج حدیث ۳۱ تا ۳۷ کے ضمن میں گزر چکی ہے یہ روایات مکرر بیان ہوئیں ہیں۔

باب : ۴۴

بَابٌ فِي زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ

قبروں کی زیارت کرنے والی (عورتوں) کے بیان میں

304۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، وَابْنُ أَبِي الشَّوَارِبِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَعَنَ اللَّهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۲ص۳۳۳،(۲) جامع ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی کراہیۃ زیارۃ القبور،(۳) سنن ابی ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء النھی عن زیارۃ النساء القبور،(۴) صحیح ابن حبان رقم ۸۷۹،(۵) مسند طیالسی ج اص ۱۷۱،(۶) سنن کبریٰ ج ۴ص ۷۸

305۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغَلِّسِ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: نا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ (ص274:)، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں اور انہیں سجدہ گاہ بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج اص ۲۲۹، ۲۸۷، ۳۲۴، ۳۳۷،(۲) سنن ابی داؤد باب زیارۃ النساء القبور،(۳) جامع ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب التغلیظ فی اتخاذ السرج علی القبور،(۴) سنن نسائی کتاب الجنائز،(۵) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز،(۶) مسند طیالسی رقم ۲۷۳۳،(۷) مستدرک کتاب الجنائز۔

306۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَمْزَةَ الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصُّورِيُّ، قَالَ أَنَا الْفِرْيَابِيُّ، قَالَ: أَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بَهْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: »لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ«

حضرت حسان بن ثابت اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبروں) کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۳ص۴۴۲،(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز،(۳) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز،(۴) الاعتبار کتاب الجنائز،(۵) سنن کبریٰ ج۴ص ۷۸

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

307۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحِمَّانِيُّ، قَالَ: نا قَيْسٌ يَعْنِي ابْنَ الرَّبِيعِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" : كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ لَا أُبَالِي أَنْ تَأْتُوهُنَّ، نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا......کوئی حرج نہیں کہ تم وہاں جاؤ۔
میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا پس ان کی زیارت کیا کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی گئی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۵ص۲۵۹،(۲) صحیح مسلم کتاب الجنائز،(۳) جامع ترمذی کتاب الجنائز،(۴) صحیح ابن حبان کتاب الجنائز،(۵) مسند طیالسی رقم ۸۰۷،(۶) مصنف ابن ابی شیبہ ج۴ص۱۳۹،(۷) مستدرک ج۱ص۳۷۴

308۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: نا مُعَرَّفُ بْنُ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً« قَالَ الشَّيْخُ وَالنَّهْي

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا پس تم ان کی زیارت کیا کرو بے شک ان کی زیارت (موت وآخرت کی) یاددلاتی ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کی ممانعت صحیح احادیث سے ثابت ہے اور بعد

عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَصَحِيحٌ وَالْحَدِيثُ فِي الْإِبَاحَةِ لِزِيَارَةِ الْقُبُورِ فَصَحِيحٌ، وَهُوَ نَاسِخٌ لِلْأَوَّلِ، وَقَالَ فِي حَدِيثٍ: »فَزُورُوهَا فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا عِبْرَةً وَتَذْكِرَةً «وَقَالَ فِي حَدِيثٍ آخَرَ: »فَزُورُوهَا، وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا«

میں زیارت قبور کی اباحت و جواز بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے جو کہ پہلے حکم کا ناسخ ہے۔ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو بے شک ان کی زیارت عبرت اور (موت اور آخرت) کی یاد دلاتی ہے۔ایک اور حدیث میں فرمایا کہ ان کی زیارت کیا کرو اور ان کے متعلق بری بات نہ کہو۔)

تخریج حدیث۔(۱)سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب فی زیارۃ القبور، (۲)الاعتبار ص۲۴۶، (۳)سنن کبریٰ بیہقی کتاب الجنائز ج۴ص۷۷، (۴)صحیح مسلم کتاب الجنائز ج۲ص۳۸۸، (۵)مسند احمد ج۵ص۳۵۰، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۶۱، (۶)سنن نسائی کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور، (۷)مصنف عبدالرزاق ج۳ص۵۷۰، (۸)المعجم الکبیر ج۲ص۱۹

تحقیق

عورتوں کا قبور کی زیارت کے بیان میں:

باب کی ابتدائی تین احادیث میں ایسی عورتوں پر لعنت کا ذکر ہے جو قبور کی زیارت کے لئے کثرت سے جاتی ہیں اور آخری دو روایات میں مطلق زیارت قبور کی رخصت اور سابقہ حکم کی منسوخیت کا اعلان ہے۔ ابتدائے اسلام میں اہل ایمان کو زیارت قبور سے منع کیا گیا کیوں کہ اصنام پرست قوم کا اعتقاد قبول اسلام سے قبل بے جان پتھروں پر تھا قبول اسلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینوں میں رسوخ ایمان تک مطلقاً قبروں ومزارات پر جانے سے روک دیا تا کہ اہل ایمان کا اعتقاد صرف اور صرف اللہ واحد کی ذات پر قائم ہو سکے۔ جب ایمان کی کیفیات مضبوط ہو گئیں تب اس کی رخصت عنایت کر دی گئی۔

باب کی ابتدائی احادیث میں ممانعت کا ذکر صرف عورتوں کے حق میں کیا گیا جبکہ رخصت والی روایات عام ہیں اس باب میں درج ذیل نکات کو زیر بحث لایا جائے گا:۔

۱) ممانعت واثبات کی روایات کا حکم

۲) اس باب میں فقہاء کے مسالک

۳) عورتوں کے لئے رخصت پر ائمہ کا اختلاف

۴) مقاصد زیارت قبور

۵) آداب زیارت قبور

۶) قبور صالحین اور علماء اسلام کا عمل

مانعت ورخصت کی روایات کا حکم:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابتداء زیارت قبور کی ممانعت فرمائی اور بعد میں اس ممانعت کو منسوخ فرما دیا۔ لہٰذا قبروں کی زیارت کا حکم ناسخ ہے اور ممانعت کا حکم منسوخ ہو چکا۔

امام حاکمؒ فرماتے ہیں:۔

هذه الاحاديث المروية في النهي عن زيارة القبور منسوخة زیارت قبور کی ممانعت والی روایات منسوخ ہیں۔

(مستدرک، ج۱، ص۳۷۶،)

(دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان)

اسی طرح امام نوویؒ نے "شرح مسلم، ج۷، ص۴۶"، امام حازمیؒ نے "الاعتبار، ص۲۲۸"، ابن حجرؒ نے "فتح الباری، ج۳، ص۱۴۸" اور "تلخیص، ج۲، ص۱۴۵" اور خود ابن شاہینؒ نے اس حکم کی منسوخیت کا قول ذکر فرمایا۔

اس باب میں فقہاء کرام کا مسلک:

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مردوں کیلئے قبور کی زیارت مباح ہے

(المغنی، ج۲، ص۵۶۴، شرح الرسالۃ، ج۱، ص۲۸۸، مغنی المحتاج، ج۱، ص۳۶۴، درمختار، ج۱، ص۸۴۳، شرح الکبیر، ج۱، ص۴۲۲، شرح الصغیر، ج۱، ص۵۶۳)

فقہاء اربعہ کے مطابق عورتوں کے لئے زیارت قبور کا حکم

مذہب شوافع اور عورتوں کے لئے زیارت کا حکم:

شوافع کے ہاں عورتوں کیلئے زیارت قبور کے ضمن میں درج ذیل اقوال پائے جاتے ہیں:۔

۱) عورتوں کا قبور پر جانا حرام ہے۔ اگر ان کا مقصد غم تازہ کرنا ہو، نوحہ کرنا ہو یا اپنی رسوم کے مطابق مردے کی خوبیاں بیان کرنا ہو۔

۲) مکروہ تنزیہی ہے۔ اگرچہ ان کا مقصد نوحہ کرنا یا غم تازہ کرنا نہ ہو، پھر بھی زیارت کے لئے جانا مکروہ تنزیہی ہے۔

۳) بلا کراہیت جائز ہے۔ صرف بوڑھی اور غیر مشتہات عورتوں کے لئے۔

۴) عورتیں جوان ہوں یا بوڑھی، سب کے لئے قبر پر حاضری سے احتیاط برتنی چاہیے۔

۵) عورتوں کے لئے قبور کی زیارت جائز ہے۔لیکن چند شرائط کے ساتھ۔

(المہذب ج ۵ ص ۳۰۹، شرح مہذب نووی ج ۵ ص ۳۱۱، فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۸)

مذہب حنابلہ اور عورتوں کے لئے زیارت قبور کا حکم:

امام احمد بن حنبلؒ سے اس باب میں دو قول مروی ہیں:۔

۱) عورتوں کا زیارت قبور کے لئے جانا مکروہ ہے۔

۲) عورتوں کیلئے زیارت قبور مکروہ نہیں البتہ چند شرائط سے حاضری جائز ہے

(المغنی، ج ۲، ص ۲۲۶)

فقہاء مالکیہ اور عورتوں کے لئے زیارت قبور کا حکم:

مالکیہ سے اس باب میں تین طرح کے اقوال مروی ہیں:۔

۱) بوڑھی اور غیر مشتہات عورتوں کے لئے جائز ہے۔لیکن جوان عورتوں کے لئے ممانعت ہے۔

۲) جو عورتیں حدود شرعیہ کے مطابق حاضری دیں ان کے لئے جائز ہے اور جوان باتوں کا خیال نہ رکھیں ان کے لئے ممانعت ہے۔

۳) عورتوں کی قبور پر حاضری مطلق ممنوع ہے۔

(مواہب الجلیل، ج ۲، ص ۲۳۷، حاشیہ دسوقی، ج ۱، ص ۴۲۲)

فقہاء احناف اور عورتوں کے لئے زیارت قبور کا حکم:

احناف کے نزدیک زیارت قبور کی رخصت میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں۔کیونکہ زیارت قبور کے جو شرعی مقاصد سرکار دو عالم ﷺ نے بیان فرمائے وہ صرف مردوں ہی کے لئے نہیں، عورتوں کے لئے بھی ہیں۔اس رخصت عامہ کے بعد خود عہد رسالت مآب ﷺ میں صحابہ کرام زیارت قبور کے لئے جایا کرتے اور کتب احادیث میں چند صحابیات کا جانا بھی ثابت ہے۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق یہ روایت نقل فرمائی:۔

عن عائشه سلام الله عليها قالت كيف اقول يا رسول الله قال قولي السلام على اهل الديار المومنين

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز)

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں زیارت قبور کے وقت کیا کہا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، کہا کرو تم پر سلام ہو اے مومنین کے گھر والو۔

سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا ہر جمعہ حضرت حمزہؓ کی قبر مبارک کی حاضری کے لئے تشریف لے جاتیں۔

(تلخیص الحبیر، ج۲، ص۱۴۵)

خود سرکار دو عالم ﷺ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو زیارت قبور کے آداب سکھا رہے ہیں اور دوسری طرف خاتون جنت سلام اللہ علیہا باوجود پردے کا صدہا اہتمام کرنے کے باوجود شرف زیارت سے بازیاب ہوتیں تھیں۔ ظاہر ہے یہ اہتمام بعد از رخصت ہی تھا ورنہ ممانعت کی صورت میں ایسا کب ممکن تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے بھائی عبدالرحمان کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتیں۔ اس روایت کو نقل کرتے ہوئے امام حاکمؒ نے مزید لکھا:۔

انها زارت قبرا فيها عبدالرحمٰن فقيل لها اليس قد نهى النبى ﷺ عن ذلك؟ قالت نعم كان نهى ثم امر بزيارتها

(مستدرک علی الصحیحین۔ جلد۱، ۳۷۵ رقم ۱۳۹۲)

آپ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر کی زیارت فرمائی تو آپ سے کہا گیا کیا نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع نہیں فرمایا تھا؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا جی ہاں، سرکار ﷺ نے منع فرمایا تھا پھر اس کی رخصت عطا فرما دی

یہ روایت صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ رخصت رجال ونساء دونوں کے لئے ہے اس طرح بخاری شریف کی روایت جو حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:۔

قال مر النبى ﷺ بامراة تبكى عند قبر فقال اتقى الله واصبرى

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور)

آپ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے، وہ قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے اسے تقویٰ اور صبر کی تلقین فرمائی۔

اس حدیث کی شرح میں امام بدرالدین عینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:۔

وفيه جواز زيارة القبور مطلقا سواء كان الزائر رجلا او امراة

اس روایت میں زیارت قبور کی مطلق اجازت ہے، زائر چاہے مرد ہو یا عورت

(عمدۃ القاری، ج ٦، ص ٤٨٨)

امام ابن عبد البرؒ المتوفی ٤٦٣ھ فرماتے ہیں:۔

الاباحة فی زيارة القبور اباحة عموم كما كان النهی عن زيارتها نهی عموم ثم ورد النسخ فی الاباحة علی العموم فجائز للرجال والنسآء

زیارت قبور کی رخصت ایسی ہی عام ہے جیسی اس کی ممانعت عام تھی۔ پھر اس کی ممانعت منسوخ ہو گئی اور مردوں اور عورتوں کے لئے اس کی رخصت عامہ کا حکم آ گیا

آپ ﷺ نے اس عورت کو قبر کے پاس روتے ہوئے دیکھ کر خوف خدا اور صبر کی تلقین فرمائی لیکن اسے زیارت قبور سے منع نہ فرمایا۔

فانه ﷺ لم ينكر علی المراة قعودها عنه القبر وتقريره حجة

(تحفۃ الاحوذی ج ٣ ص ٥٠٥ مطبوعہ دار الحدیث مصر)

پس آپ ﷺ نے اس عورت کو قبر کے پاس بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا اور آپ کا سکوت دین میں حجت ہے

امام شمس الدین ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخسیؒ المتوفی ٤٨٣ھ فرماتے ہیں:

والاصح عندنا ان الرخصة ثابتة فی حق الرجال والنساء جمعيًا

ہم احناف کے نزدیک اصح قول یہی ہے کہ زیارۃ قبور کی رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ثابت ہے۔

امام طحطاویؒ المتوفی ١٢٣١ھ فرماتے ہیں:۔

وحاصله ان محل الرخص لهن اذا كانت الزيارة علی وجه ليس فيه فتنة والاصح ان الرخصة ثابتة للرجال والنسآء

(حاشیہ طحطاوی، جلد ١، ص ٤١٢، المطبعۃ الکبری والامیریہ، مصر، ١٣١٨ھ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو یہ رخصت عورتوں کے لئے بھی ہے اور اصح قول کے مطابق زیارت قبور کی رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ہے

امام زین العابدین شامیؒ المتوفی ١٢٥٢ھ فرماتے ہیں:۔

اما علی الاصح من مذهبنا وهو قول الكرخی وغيره من ان الرخصة فی زيارة القبور للرجال والنسآء جميعاً فلا اشكال

ہمارے مذہب میں اصح قول یہ ہے کہ امام کرخی کا بھی یہی قول ہے کہ زیارت قبور کی رخصت مردوں اور رعورتوں دونوں کو شامل ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں

(رد المحتار، ج ٢، ص ٢٤٢، دار الفکر، بیروت، ١٤٢١ھ)

امام زین الدین ابن نجیم الحنفیؒ المتوفی ۹۷۰ھ فرماتے ہیں

وقیل تحرم علی النساء والاصح ان الرخصة ثابتة لهما (بحرالرائق، ج۲،ص۲۱۰،دارالمعرفۃ، بیروت)

اور ایک قول یہ کیا گیا کہ یہ تحریم عورتوں کے لئے باقی ہے اور اصح قول یہی ہے کہ زیارت قبور کی رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے

ان تمام روایات وفتاویٰ کی روشنی میں متقدمین احناف عورتوں کی زیارت قبور کے لئے حاضری کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن فی زمانہ حالات کے پیش نظر متاخرین ائمہ کرام عورتوں کے لئے زیارت قبور کے لئے چند شرائط کے ساتھ حاضری کو جائز کہتے ہیں، مطلقاً نہیں۔

۱) قبور ومزارات کی حاضری کثرت سے نہ ہو، کبھی کبھار ہو کیونکہ حدیث میں کثرت سے زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی گئی۔ اس طرح رخصت وممانعت دونوں احکام پر عمل ہو جائے گا اور یہ دونوں طرح کی احادیث میں عمدہ تطبیق ہے البتہ بارگاہ اقدس ﷺ کی حاضری اس سے مستثناء ہے۔

۲) حاضری کا مقصد یاد آخرت، دنیا سے بے رغبتی، عبرت ونصیحت اور خشیت الٰہی ہو اور جزع وفزع سے اجتناب کیا جائے اور اہل قبور کے لئے فاتحہ ودعا مقصد زیارت ہو۔

۳) زیارت قبور ومزارات کے وقت اختلاط مردوزن نہ ہو اور عورتیں باپردہ زیارت کے لئے حاضر ہوں۔

۴) عامۃ الناس کی قبور پر عموماً اور صالحین کے مزارات پر خصوصاً مردوزن ایک ساتھ حاضری سے اجتناب کریں تاکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

زیارت قبور کے آداب:

عورتوں کی قبور کی زیارت کے متعلق بحث کے بعد اختصار سے آداب زیارت نقل کئے جا رہے ہیں کیونکہ عامۃ الناس ان آداب سے ناواقف ہیں:۔

۱) قبور کی حاضری کے لئے افضل دن بروز جمعہ ہے۔

۲) میت کے پاؤں کی جانب سے آتے ہوئے اس کے دائیں جانب کم ازکم چار ہاتھ کے فاصلے پر ٹھہرا جائے۔

۳) اہل قبر کو سلام کیا جائے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا۔

۴) اس کے لئے فاتحہ ودعا کی جائے۔

۵) مزار کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے سے اجتناب کیا جائے۔

۶) طواف کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

۷) قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

(فتاوی رضویہ ج۹ص۵۲۳،۵۲۲)

۸) صاحب مزار سے بلاواسطہ طلب حاجت شرک ہے اس سے اجتناب کیا جائے

۹) قبرستان میں آگ جلانے سے پرہیز کیا جائے۔

۱۰) تازہ پھول یا ہری شاخیں قبر پر رکھی جائیں جن کی تسبیح سے اہلِ قبر کو فائدہ ہو نہ کہ کاغذی پھول جو بے مقصد ہیں۔

۱۱) قبر پر پاؤں رکھنا یا بیٹھنا ایسا ہے جیسے آگ پر بیٹھنا۔

۱۲) قبرستان میں دنیاوی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔

زیارت قبور کے شرعی مقاصد:

رسالت مآب ﷺ نے اہل ایمان کو زیارت قبور کی اجازت عطا فرماتے ہوئے اس کے چند مقاصد بھی بیان فرمائے:۔

۱) زیارت قبور اور موت کی یاد:

زیارت قبور موت کی یاد دلاتی ہے:۔

عن انس قال قال رسول الله ﷺ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكركم الموت

(مستدرک علی الصحیحین، رقم ۱۳۸۸)

حضرت انس سے روایت ہیکہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا پس اب کر لیا کرو کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہے۔

۲) زیارت قبور باعث نصیحت:

عن بريدة قال قال رسول الله ﷺ نهيتكم عن ثلاث وانا امركم بهن نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فان في زيارتها تذكرة

(سنن ابی داؤد، رقم ۳۶۹۸)

حضرت بریدہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں تین چیزوں سے روکا تھا اب ان کا حکم دیتا ہوں، میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب کرلیا کرو پس ان کی زیارت میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔

۳) زیارت قبور اور تذکرہ آخرت:

زیارت قبور آخرت کی یاد دلاتی ہے:۔

قد نهيتكم عن زيارة القبور فقد اذن لمحمد فی زيارة امه فزوروها فانها تذكرة الآخرة
(مستدرک علی الصحیحین، ج۱ص۵۳)

تحقیق میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا تحقیق محمد ﷺ کو اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی پس تم بھی زیارت کیا کرو اس میں آخرت کی یاد ہے۔

۴) زیارت قبور باعث خشیت الٰہی:

عن انس انی كنت نهيتكم عن زيارة القبور فمن شاء ان تزور قبراً فليزره فانه يرق القلب ديد مع العين ويذكرالآخرة
(مستدرک علی الصحیحین رقم۱۳۹۱)

حضرت انس روایت کرتے ہیں سرکار ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا پس جو چاہتا ہے قبروں کی زیارت کرے کیونکہ یہ دلوں کو نرم کرتی ہے آنکھوں کو جاری کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے

۵) زیارت قبور باعث عبرت:

عن ابی سعیده الخدریؓ قال قال النبی ﷺ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فان فيها عبرة
(مستدرک علی الصحیحین، رقم۱۳۸۶)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا پس اب کرلیا کرو اس میں (تمہارے لئے) عبرت ہے

۶) زیارت قبور دنیا سے بے رغبتی کا ذریعہ:

عن ابن مسعودؓ قال قال النبی ﷺ كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذهد فی الدنيا وتذكرة الآخرة
(صحیح ابن حبان، رقم۹۸۱، مستدرک، رقم۱۳۸۷)

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں زیارت قبور سے روکا تھا پس اب کرلیا کرو اس میں تمہارے لئے دنیا سے بے رغبی اور آخرت کی یاد ہے

فقہاء ومحدثین کا اولیاء کاملین کی قبور سے اکتساب فیض:

شریعت اسلامیہ نے زیارت قبور کے جو مقاصد بیان کیئے وہ عامتہ الناس کی قبور کے لئے ہیں۔ البتہ انبیاء کرام، شہداء و صالحین کی قبور برکات الٰہیہ کا مرکز ہوتی ہیں۔ ابن الحاج فرماتے ہیں:۔

ان زيارة القبور الصالحين معبوبة لاجل التبرك مع الاعتبار فان بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كانت فى حياتهم والدعا عند قبور الصالحين والتشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من ائمه الدين

(المدخل، ج۲، ص ۲۵۵)

صالحین کی قبور کی زیارت ان کی برکت کے سبب پسندیدہ ہے۔ کیونکہ صالحین کی برکت ان کی حیات کی طرح بعد از حیات بھی جاری رہتی ہے اور ان کی قبور کے پاس دعا کرنا اور ان کا وسیلہ چاہنا ہمارے علماء محققین وعماد الدین کا معمول رہا ہے۔

اسی لئے فقہاء ومحدثین زیارت قبور صالحین کے لئے تشریف لے جاتے۔ ذیل میں جلیل القدر فقہاء ومحدثین کا معمول پیش کیا جائے گا جو قبور صالحین کے لئے باقاعدہ سفر کرتے اور مزارات اولیاء وصلحاء سے اکتساب فیض فرماتے:۔

۱) امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کی قبر انور کی زیارت فرماتے ہوئے دو رکعت نفل ادا فرماتے اور اپنی حاجت پیش فرما کر قبر کی برکت سے دعا فرماتے۔

(تاریخ بغداد، ج۱، ص ۱۲۳)

۲) امام احمد بن حنبلؒ شیخ محمد الغریابی کی قبر انور کی زیارت کے لئے شام تشریف لے جاتے۔

(المقصد الارشد، ج۱، ص ۱۹۳)

۳) امام مالکؒ تمام عمر سرکار دو عالم ﷺ کی قبر انور کے پہلو میں بیٹھ کر تجلیات ربانی سے فیض یاب ہوتے رہے۔

(الانتقاء ابن عبد البر)

۴) امام اعظم ابوحنیفہؒ باقاعدگی سے امام باقرؒ کی قبر انور پر حاضری دیتے تھے

ائمہ اربعہ کا معمول ملاحظہ کرنے کے بعد محدثین کا معمول ملاحظہ کریں:۔

۱) حافظ الحدیث سند المحدثین امام ابن ابی حاتم رازیؒ بیان فرماتے ہیں مجھے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو میں امام علی بن موسیٰ رضاؒ کی قبر انور پر حاضری دیتا، میری مشکل دور ہو جاتی۔

(کتاب الثقات، ابن ابی حاتم، رقم ۱۴۴۱۱)

۲) امام جمال الدین ابن جوزیؒ جو جلیل القدر مفسر بھی ہیں محدث بھی۔ آپ شیخ ابراہیم بن اسحاق حربیؒ کی قبر کے متعلق فرماتے ہیں:۔

وقبره ظاهر تبرك به الناس
(صفوۃ الصفوۃ، ج۲، ص۲۶۶)

ان کی قبر فیوض و برکات کے لیے ظاہر ہے اور لوگ اس سے برکات حاصل کرتے ہیں۔

۳) حافظ عبدالغنی مقدسیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کی قبر انور پر حاضری دیتے۔
(مقالاتِ کوثری، ص۳۸۱)

یہ سات مثالیں ان صدہا واقعات میں سے اختصاراً ذکر کی گئیں جن میں قبور اولیاء سے حصول فیض کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب : ۴۵

بَابٌ فِي نَهْيِ النِّسَاءِ عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

عورتوں کا جنازہ کے پیچھے چلنے کی ممانعت کے بیان میں

309۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، قَالَ: نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: نا إِسْرَائِيلُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَلْمَانَ، عَنْ دِينَارٍ أَبِي عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى نِسْوَةً جُلُوسًا، فَقَالَ" : مَا أَخْرَجَكُنَّ؟ قُلْنَ: نَنْتَظِرُ جَنَازَةً، فَقَالَ" : هَلْ تَحْمِلْنَ فِيمَنْ يَحْمِلُ؟ قُلْنَ: لَا، قَالَ" : فَهَلْ تُغَسِّلْنَ فِيمَنْ يُغَسِّلُ؟ قُلْنَ: لَا، قَالَ: »فَهَلْ تُدْلِينَ فِيمَنْ يُدْلِي؟ « قُلْنَ: لَا، قَالَ: »فَارْجِعْنَ مَأْزُورَاتٍ غَيْرَ مَأْجُورَاتٍ«

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ (جنازے) کی طرف نکلے تو عورتوں کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تمہیں کس چیز نے باہر نکالا ہے انہوں نے جواب دیا ہم جنازے کا انتظار کر رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا جس جنازے کو اٹھانا ہے تم جنازے کو اٹھاؤ گی ہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم جسے غسل دینا ہے غسل دو گی، کہا نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا جسے قبر میں اتارنا ہے تم قبر میں اتارو گی، کہا نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا گناہوں کے بوجھ اور بغیر اجر کے واپس لوٹ جاؤ۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی اتباع النسآء الجنائز۔(۲) صحیح ابن حبان ج۶ ص۲۹۰ سنن کبری کتاب الجنائز باب ماورد فی نہی النسآء عن اتباع الجنائز

310۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ حُمْرَانَ، قَالَ: نا الْحَارِثُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ ایک جنازہ پر نکلے تو عورتوں کو دیکھا ان سے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم اسے اٹھاؤ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ، فَرَأَى نِسْوَةً، فَقَالَ: »أَتَحْمِلْنَهُ؟« قُلْنَ: لَا، قَالَ: »أَفَتَدْفِنَّهُ« قُلْنَ: لَا، قَالَ: »فَارْجِعْنَ مَأْزُورَاتٍ غَيْرَ مَأْجُورَاتٍ«

گی انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا اسے دفن کرو گی۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا گناہوں کا بوجھ اٹھائے بغیر اجر کے واپس لوٹ جاؤ۔

تخریج حدیث۔ ۱) مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸، المطالب العالیہ ج ۱ ص ۲۰۳

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

311۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادِ بْنِ فَرْوَةَ الْبَلَدِيُّ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْمَوْصِلِيُّ، قَالَ: نا مَخْلَدُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ »نُهِينَا أَنْ نَتَّبِعَ الْجَنَائِزَ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا عَزْمًا«

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہمیں جنازوں کے پیچھے چلنے سے روکا گیا اور اس کی تاکید نہیں فرمائی۔

تخریج حدیث۔ (۱) صحیح بخاری کتاب الحیض باب الطیب للمراۃ عند غسلہا من الحیض۔ (۲) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب نہی النساء عن اتباع الجنائز۔ (۳) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز ج ۱ ص ۲۴۶۔ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸۲، (۵) سنن کبریٰ ج ۴ ص ۷۷، (۶) المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۶۲، (۷) المنتقی ص ۲۱۲، (۸) المحلی ج ۵ ص ۱۶۰

312۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَصْرِ بْنِ بُجَيْرٍ الْقَاضِي، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا ابْنُ أَبِي رَوَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: »نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا« قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ لَهُ وَجْهُهُ عِنْدِي النَّسْخُ الْأَوَّلُ، وَالْأَوَّلُ فَعَلَى حَظْرِهِ، وَأَمَّا قَوْلُ أُمِّ عَطِيَّةَ: »نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازوں کے ساتھ چلنے سے منع فرمایا اور اس کی تاکید نہیں فرمائی۔

شیخ نے فرمایا: میرے نزدیک اسی حدیث میں پہلی حدیث کے منسوخ کرنے کی کوئی دلیل نہیں پائی جارہی۔ پہلی روایت احتیاط کے پیشِ نظر فرمائی گئی۔

اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا « رُخْصَةً أَنْ تَتْبَعَ الْمَرْأَةَ الْمُصَابَةُ لِلْجَنَازَةِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَضَرَتْ أَبَا سَلَمَةَ وَقَالَ يَزِيدُ أَيْضًا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَازَةَ رَجُلٍ، فَلَمَّا وُضِعَتْ لِيُصَلَّى عَلَيْهَا أَبْصَرَ امْرَأَةً، فَسَأَلَ عَنْهَا فَقِيلَ هِيَ أُخْتُ الْمَيِّتِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ لَهَا: »ارْجِعِي« فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهَا حَتَّى تَوَارَتْ وَقَالَ أَيْضًا لِامْرَأَةٍ أُخْرَى: »ارْجِعِي« وَإِلَّا رَجَعْتُ" وَأَحْسَنُ حَالَاتِ الْمَرْأَةِ مَعَ الْجَنَازَةِ أَنَّهَا لَا تُؤْجَرُ فِي حُضُورِهَا

اور اُمِ عطیہ کی دوسری روایت کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں منع تو فرمایا البتہ تاکید نہیں فرمائی۔ اس میں عورتوں کو ساتھ چلنے کی رُخصت کا بیان ہے۔ یزید بن حبیب سے روایت ہے کہ اُمِ سلمہ کہتی ہیں سرکار ﷺ ایک شخص کے جنازے پر پہنچے جب اس کی نماز ادا کی جانے لگی تو ایک عورت کو دیکھا گیا اس کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ کون ہے جواب ملا یا رسول اللہ ﷺ یہ اس کی بہن ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ واپس لوٹ جا۔ پس اس کے واپس جانے تک اس پر نماز نہ پڑھی گئی۔ ایک اور عورت کے بارے میں کہا کہ اسے یہ حکم دیا گیا کہ تُو واپس جا ورنہ میں چلا جاؤں گا۔ عورت کا جنازے کے معاملے میں سب سے بہترین طریقہ یہی ہے کہ وہ جنازے کے ساتھ حاضر نہ ہو۔

تحقیق

عورتوں کا جنازہ کے ساتھ چلنے کی ممانعت کے متعلق یہ باب حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت انس بن مالک، حضرت ام سلمہ اور ام عطیہ رضوان اللہ علیہم السلام کی روایات پر مشتمل ہے۔ان روایات کو جن دیگر محدثین نے نقل کیا، احادیث کی تخریج میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔امام ابن شاہینؒ نے اس باب میں نسخ کے متعلق صراحت سے ذکر فرمادیا کہ میرے نزدیک اس باب میں نسخ کا احتمال نہیں۔روایات کے درمیان تعارض یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو جنازے کے پیچھے آنے سے منع فرمایا۔اور یہ روایت حضرت مولا علیؓ و حضرت انسؓ کی ہے جبکہ حضرت ام عطیہؓ و ام سلمہؓ کی روایات کے مطابق یہ ممانعت تاکیداً نہیں تھی۔

اس باب میں فقہاء کے مسالک:

امام احمد بن حنبلؒ، امام اعظمؒ، ابوحنیفہؒ اور شوافعؒ کے نزدیک عورتوں کا جنازہ کی اتباع مکروہ تنزیہی ہے۔

امام مالک کے اس باب میں دو قول ہیں:۔

۱) جوان عورتوں کا جنازہ کے ساتھ آنا مکروہ ہے بوڑھی عورتوں کا نہیں۔

۲) اگر میت آنے والی عورتوں کا بیٹا یا شوہر ہو تو آنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

اہل ظواہر کے ہاں عورتوں کا اتباع جنائز مطلقاً جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴۸۱ شرح مسلم نووی ج ۷ ص ۲ المحلی ج ۵ ص ۱۶۰)

جمہور کے نزدیک اس کراہیۃ کی وجہ سرکار دوعالم ﷺ کی وہ روایات ہیں جن میں حاضری کی ممانعت کا بیان ہے اور یہ قولی روایات ہیں۔حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں آپ ﷺ کی اس تاکید کا بھی ذکر ہے کہ واپس چلی جاؤ ورنہ میں چلا جاؤں گا۔

یہ ممانعت صریح اور غیر مبہم ہے اس کے پیش نظر جمہور نے اس فعل کو مکروہ قرار دیا۔

باب : ۴۶

بَابٌ فِي دَفْنِ اللَّيْلِ

رات کو دفن کرنے کے بیان میں

313- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: نا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التَّرْقُفِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: نا أَبِي، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ »لَا تَدْفِنُوا مَوْتَاكُمْ بِاللَّيْلِ«

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اپنے مردوں کو رات کے وقت دفن نہ کیا کرو۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الآ ثار کتاب الجنائز باب الدفن باللیل،(۲) العلل المتناهية ج۱ص۹۰۹

314- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْآدَمِيُّ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُجَشِّرٍ، قَالَ: نا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَدُفِنَ لَيْلًا فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: »لَا يَدْفِنْ أَحَدُكُمْ مَيِّتًا لَيْلًا إِلَّا أَنْ يُضْطَرَّ«

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص فوت ہو گیا اسے رات کے وقت دفن کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اپنی میت کو سوائے تنگی (ومجبوری) کی حالت کے رات کے وقت دفن نہ کیا کرو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۳ص۲۹۵،(۲) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب تسجية الميت وتحسين كفنه،(۳) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی الکفن،(۴) سنن نسائی کتاب الجنائز باب الساعات التی نہی عن اقبار الموتی فیھن،(۵) مصنف عبدالرزاق کتاب الجنائز ج۳ص۵۲۰،(۶) مستدرک ج۱ص۳۶۹،(۷) سنن کبریٰ ج۴ص۳۲

315- حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّائِغُ، قَالَ: نا أَبُو بِلَالٍ، قَالَ: نا الْمُفَضَّلُ بْنُ صَدَقَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص فوت ہوا اسے رات کو ہی دفنا دیا گیا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اپنی میتوں کو سوائے مجبوری کے رات کے

اللَّهِ، قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَفَنَّاهُ لَيْلًا، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا تَدْفِنُوا مَوْتَاكُمْ لَيْلًا إِلَّا أَنْ تُضْطَرُّوا إِلَى ذَلِكَ«

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

وقت دفن نہ کیا کرو۔

316 ۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَمْزَةَ الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: نا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: نا هَيْثَمٌ، يَعْنِي ابْنَ جَمِيلٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا تَرْمُسُوا مَوْتَاكُمْ« ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الرَّمْسُ؟ قَالَ: »دَفْنُ اللَّيْلِ؛ فَإِنَّهُ يُتْرَكُ لَا يُنْظَرُ فِي أَمْرِهِ«

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا اپنی میتوں کو رمس نہ کرو۔
آپ علیہ السلام سے عرض کی گئی کہ رمس کیا ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا رات کو دفن کرنا کیونکہ انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے اوران کے معاملے کی طرف نظر نہیں کی جاتی۔

317۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْغَافِقِيُّ، بِمِصْرَ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ الصَّدَفِيُّ، قَالَ: نا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ الصَّدَفِيُّ، حَدَّثَنِي شَيْخٌ، مِنَ الْأَزْدِ قَالَ: شَهِدْنَا جَنَازَةً لِعَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيِّ بَعْدَ الْعَصْرِ فَجَعَلَ يَصِيحُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَصْلَحَ اللَّهُ الْأَمِيرَ تَرْوِي فِي هَذَا شَيْئًا، فَقَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: »بَادِرُوا بِمَوْتَاكُمْ مَلَائِكَةَ النَّهَارِ، فَإِنَّهُمْ أَرْأَفُ مِنْ مَلَائِكَةِ اللَّيْلِ«

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

خالد بن عبدالسلام صوفی کہتے ہیں مجھے مقام ازد کے شیخ نے روایت کی ہم عصر کے بعد الصمد بن علی کے غلام کے جنازے میں حاضر تھے وہاں ایک آواز بلند کی گئی۔ایک شخص نے کہا اللہ ہمارے امیر کی اصلاح کرے اوران چیزوں کے بارے میں مجھ سے میرے والد نے دادا کے توسط سے روایت کی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا اپنی میتوں کو دن کے فرشتوں کے حوالے کرنے میں جلدی کرو کیونکہ وہ رات کے فرشتوں کے مقابلے میں مہربان ہیں۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

318۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودِ بْنِ مُحَمَّدٍ السَّرَّاجُ، قَالَ: نا أَبُو هَاشِمٍ الرِّفَاعِيُّ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ، قَالَ: نا الْمِنْهَالُ يَعْنِي ابْنَ خَلِيفَةَ، عَنِ الْحَجَّاجِ يَعْنِي: ابْنِ أَرْطَأَةَ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »دَفَنَ رَجُلًا لَيْلًا وَأَسْرَجَ فِي قَبْرِهِ، وَأَخَذَهُ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ«

حضرت عطا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام نے ایک شخص کو رات کے وقت دفن فرمایا اور اس کی قبر پہ چراغ روشن فرمایا اور اسے قبلہ رخ کیا۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی الدفن لیلا، (۲) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز ج اص ۲۳۹، (۳) نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۰۰

319۔ وَحَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُجَاشِعٍ الْجَبَلِيُّ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ الْوَرْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا عَدِيُّ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ »امْرَأَةً، تُوُفِّيَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدُفِنَتْ لَيْلًا« قَالَ الشَّيْخُ: هَذَا الْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلَى نَسْخِهِ لِلْأَوَّلِ؛ بِدَفْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلًا كَذَلِكَ

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک عورت دور نبوی علیہ السلام میں فوت ہوئی تو اسے رات کے وقت دفنایا گیا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث گذشتہ حکم کی ناسخ ہے۔

۱) سنن نسائی کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الجنازہ باللیل

320۔ حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ يَعْنِي عَبْدَ اللَّهِ، عَنْ فَاطِمَةَ ابْنَةِ مُحَمَّدٍ، امْرَأَتِهِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہمیں سرکار دو عالم علیہ التحیہ والثناء کی تدفین مبارکہ کا علم آدھی رات کو کدال کی آواز سے ہوا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ، سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہرہؓ، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

عَائِشَةَ، قَالَتْ : »مَا عَلِمْنَا بِدَفْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَمِعْنَا صَوْتَ الْمَسَاحِي مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ « وَكَذَلِكَ دُفِنَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلًا، وَدُفِنَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلًا؛ دَفَنَهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَدُفِنَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلًا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ

الکریم کی تدفین رات کو ہوئی اور حضرت عثمان بن عفانؓ کو بھی رات عشاء کے بعد جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۶ص۲۴۲، (۲) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الدفن، (۳) شرح معانی الآ ثار کتاب الجنائز، (۴) مصنف عبدالرزاق کتاب الجنائز باب الدفن باللیل، (۵) طبقات ابن سعد ج۲ص۷۹

321۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَيْلَانَ السُّوسِيُّ، قَالَ: نا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ شَيْبَانَ، قَالَ: نا خَالِدُ بْنُ سُمَيْرٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْمَيِّتِ يُدْفَنُ لَيْلًا فَقَالَ: »مَا الدَّفْنُ بِاللَّيْلِ إِلَّا كَالدَّفْنِ بِالنَّهَارِ وَمَا أَحْسَبُ أَنِّي رَأَيْتُ مَيِّتًا دُفِنَ لَيْلًا«

حضرت انس بن مالکؓ سے رات کو دفن کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا رات کو دفن کرنا دن کو دفن کرنے کی طرح ہے اور میں شمار نہیں کرتا کہ میں نے کتنی میتوں کو رات میں دفن ہوتے دیکھا۔

تخریج حدیث۔۱) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الدفن باللیل

322۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: نا الْفُضَيْلُ بْنُ الْحُسَيْنِ، قَالَ: نا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: نا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ شُرَيْحًا، " دَفَنَ ابْنَهُ لَيْلًا قَالَ: قُلْتُ: لِمَ؟ قَالَ: كَرِهَ الشُّهْرَةَ"

حضرت شعبی سے روایت ہے حضرت شریح کو ان کے بیٹے نے رات کے وقت دفن کیا۔ فرماتے ہیں میں نے ان سے کہا! کیوں! (یعنی اس کی وجہ کیا ہے؟) انہوں نے کہا شہرت کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔

(۱) مصنف عبدالرزاق کتاب الجنائز باب الدفن باللیل، (۲) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الدفن باللیل

تحقیق

میت کی رات کے اوقات میں تدفین کے متعلق متعارض روایات حضرت ابن عمر، جابر بن عبداللہ، ابن عباس، سہل بن سعد، حضرت عائشہ اور حضرت انس رضوان اللہ علیہم سے نقل کی گئیں۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت اور روایات میں تطبیق:

اگرچہ ممانعت تدفین کی روایات قولی ہیں لیکن ائمہ کرام ومحدثین عظام میں سے کسی سے بھی اس باب میں نسخ کا قول مروی نہیں۔ البتہ امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:۔

یمکن التوفیق بین هذه الاخبار بان یکون علیه السلام نهی عن ذلك اولا ثم رخصه

ان روایات میں تطبیق ایسے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے اس کی ممانعت فرمائی پھر اس کی رخصت عطا فرمادی۔

(شرح ابوداؤد، ج۴، ص۲۳۲، علمیة بیروت)

اس باب میں فقہاء کا مذہب:

ائمہ اربعہ کے ہاں میت کو رات کے وقت دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ شوکانی لکھتے ہیں:

وقد اختلف العلماء فی الدفن باللیل فکرهه الحسن البصری الا لضرورة وقال الجمهور من السلف والخلف لا یکره

علماء کے درمیان رات کے وقت دفن کرنے کے متعلق اختلاف ہے۔ حسن بصری اسے سوائے ضرورت کے مکروہ جانتے ہیں البتہ جمہور کے ہاں اس میں کراہیت نہیں۔

(نیل الاوطار، ج۴، ص۱۳۱، تحفة الاحوذی، ج۳، ص۵۰۷)

جمہور کی دلیل حضرت ابوبکر، حضرت سیدہ زہرہ، حضرت مولا علی، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اور خود سرکار دو عالم

ﷺ کی تدفین مبارکہ کا رات کے وقت ہونا ہے۔ ان روایات کو ابن شاہین نے بھی ذکر فرمایا اور ان احادیث کی تخریج میں ان محدثین اور کتب احادیث کا ذکر کیا گیا جنہوں نے ان روایات کو اپنی اسناد کے ساتھ نقل فرمایا البتہ جن روایات میں ممانعت کا ذکر ہوا۔ محدثین کرام نے اس کی وجوہات بھی بیان فرمادیں:۔

امام یحییٰ بن شرف نوویؒ فرماتے ہیں:۔

انما نهى عن القبر نيلا حتى يلى عليه لان الدفن نهارا يحضره كثيرون من الناس ويصلون عليه ولا يحضره في الليل الا افراد (شرح مسلم، ج۷، ص۱۱)	رات کے وقت جنازہ پڑھنے تک دفن کرنے سے منع فرمایا کیونکہ دن کے اوقات میں لوگوں کی کثیر تعداد حاضر ہو جاتی ہے اور وہ جنازہ پڑھتے ہیں بہ نسبت رات کے کیونکہ رات کو چند ہی لوگ ہوتے ہیں۔

اس ممانعت کی دوسری وجہ ابن حجرؒ نے بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی کا ذکر فرمایا جسے اچھے طریقے سے کفن نہیں دیا گیا تھا اور رات کو ہی دفن کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

اذا ولى احدكم اخاه فليحسن كفنه	جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

فدل على ان النهى لسبب تحسين الكفن (فتح الباری، ج۳، ص۲۰۷)	یہ ممانعت تحسین کفن کے لئے تھی۔

مذکورہ وجوہات سے پتہ چلا کہ یہ ممانعت عام نہ تھی کسی خاص سبب تھی۔ اگر یہ عام ہوتی تو خود آپ ﷺ اور خلفاء راشدین کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاتا۔

باب : ۴۷

بَابٌ فِي التَّعْجِيلِ بِدَفْنِ الْمَيِّتِ

میت کو جلد دفن کرنے کے بیان میں

323۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مَعْبَدٍ الشَّعِيرِيُّ، قَالَ: نا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، قَالَ: نا الْحَكَمُ بْنُ ظُهَيْرٍ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ مَاتَ غُدْوَةً، فَلَا يَقِيلَنَّ إِلَّا فِي قَبْرِهِ، وَمَنْ مَاتَ عَشِيَّةً فَلَا يَبِيتَنَّ إِلَّا فِي قَبْرِهِ«

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو دن کے اوقات میں فوت ہوا اس کا دن نہ گزارو مگر قبر میں اور جو شام کے اوقات میں فوت ہوا اس کی رات نہ گزارو مگر قبر میں۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز، (۲) کامل ابن عدی ج ۲ ص ۲۰۹

الخلاف فی ذلك

324۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي الْحَارِثِ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عَلِيٍّ، كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ قَالَ: »تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، وَدُفِنَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ« قَالَ الشَّيْخُ: وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي دَفْنِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَوْمٌ: حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ وَقَالَتْ

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کرتے ہیں رسول رحمت علیہ التحیۃ والثناء سوموار کے روز سورج طلوع ہوتے وقت اس دنیا سے رخصت ہوئے اور آپ علیہ السلام کو منگل کے دن اس وقت لحد مبارک میں اتارا گیا جس وقت سورج طلوع ہوتا ہے۔شیخ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی تدفین مبارک کے وقت میں اختلاف ہے ایک جماعت نے کہا آپ علیہ السلام سورج نکلتے وقت لحد مبارک میں اتارے گئے۔حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں

عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: مَا عَلِمْنَا بِدَفْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَمِعْنَا صَوْتَ الْمَسَاحِي مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: صُلِّيَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَهَذَا الْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلَى نَسْخِ الْأَوَّلِ وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْكَلَامُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ عَلَى وَجْهِ الْكَرَاهَةِ لِلْمَيِّتِ وَالشَّفَقَةِ عَلَى أَهْلِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَوْ يَكُونَ عَلَى وَجْهِ النَّسْخِ

رسول کریم علیہ السلام کی تدفین مبارک کے وقت کو نہیں جانتی یہاں تک آدھی رات کو میں نے کدال کی آواز سنی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام پر تین دن تک درود سلام پڑھا جاتا رہا۔ یہ حدیث پہلی کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلی روایت میں میت کے حق میں اسے ناپسند کیا ہو اور اس کے اہلِ خانہ کے لیے شفقت و مہربانی کے لیے ہو اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ یا یہ نسخ کے وجوہ سے ہو۔ (یعنی روایت منسوخ ہو)

تخریج حدیث۔(۱) دلائل النبوۃ ج ا ص ۲۵۶

تحقیق

دو احادیث پر مشتمل یہ باب میت کی تدفین میں تعجیل کے بیان میں ہے۔ ابن شاہینؒ کی سند کے ساتھ پہلی حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن امام ابوداؤدؒ نے اپنی سند کے ساتھ اسی مضمون کی ایک روایت سنن میں کتاب الجنائز باب تعجیل الجنازۃ میں ذکر فرمائی۔

ابن شاہینؒ نے دوسری حدیث کو پہلی کا ناسخ قرار دیا ہے۔

البتہ امام بدرالدین عینیؒ سنن ابی داؤد کی شرح میں اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

وفیه من الفقه استحباب تعجیل المیت فی اخراجه وتجهیزه (شرح ابی داؤد، ج ۴، ص ۲۴۰)

اس میں فقہی اعتبار سے مستحب یہ ہے کہ میت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے۔

اس باب میں بھی فقہاء و محدثین میں سے کسی کے نزدیک نسخ کا احتمال نہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کی تدفین مبارکہ میں تاخیر کا سبب کثرت سے درود و سلام پڑھنے والوں کا آنا جانا تھا اور یہ آپ ﷺ کا خاصہ تھا جب کہ اس باب میں آپ ﷺ کے ارشادات تدفین میں تعجیل کے ہیں۔ ابن شاہین اور ابوداؤدؒ کے علاوہ امام محمدؒ، ابن جارودؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام طبرانیؒ نے بھی میت کی تدفین میں تعجیل کی روایات نقل فرمائیں:۔

عن ابی هریرةؓ قال رسول الله ﷺ اسرعوا بجنائزكم فانما هو خير تقدمونه او شر تلقونه عن رقابكم
(موطا امام محمد کتاب الجنائز، المنتقی ابن جارود، ج ۱، ص ۱۳۹، مسند احمد، ج ۶، ص ۲۷۹، المعجم الاوسط، ج ۲، ص ۳۳۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے جنازوں کے معاملے میں جلدی کرو اگر وہ نیک ہے تو تم اسے اچھی جگہ پہنچا دو یا وہ برا ہے تو تم اپنی گردنوں سے جلد اتار دو۔

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

وبهذا ناخذ السرعة بها احب الينا من الابطاء وهو قول ابی حنیفةؒ
(موطا امام محمد، کتاب الجنائز)

اسی روایت سے ہم جنازوں کے معاملے میں جلدی سے کام لینا، دیر کرنے سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

باب : ۴۸

فِي الْمَشْيِ أَمَامَ الْجَنَازَةِ

جنازہ سے آگے چلنے کے بیان میں

325۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا أَبُو يَاسِرٍ عَمَّارُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيُّ، سَنَةَ ثَمَانٍ وَعِشْرِينَ وَمِائَتَيْنِ قَالَ: نا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: »رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ«

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ السلام حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کو جنازے کے آگے چلتے ہوئے دیکھا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۶ ص ۲۴۷، (۲) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز ج۳ ص ۱۷۸، (۳) جامع ترمذی کتاب الجنائز ج۲ ص ۱۳۷، (۴) سنن نسائی کتاب الجنائز ج۴ ص ۵۶، (۵) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، (۶) صحیح ابن حبان ج۷ ص ۳۱۷، (۷) مسند ابوداؤد طیالسی رقم ۱۸۱۷، (۸) مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص ۴۷۶، (۹) مسند حمیدی ج۲ ص ۲۷۶، (۱۰) طحاوی ج۱ ص ۴۷۹

326۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الرَّمْلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ »النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كُلُّهُمْ كَانُوا يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ«

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما تمام حضرات جنازہ کے آگے چلتے تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) موطا امام مالک ص ۱۱۰، (۲) تمہید ج۱۲ ص ۸۸

327۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: نا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ »كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ« وَكَذَلِكَ رَوَاهُ عَقِيلُ بْنُ خَالِدٍ وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ وَمَعْمَرُ، وَأَصْحَابُ الزُّهْرِيِّ، فَقَالُوا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ وَذَكَرُوا عُثْمَانَ

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم جنازہ کے آگے چلتے تھے۔اور اسی طرح عقیل بن خالد، شعیب بن ابی حمزہ، معمر اور زہری کے اصحاب حضرت زہری سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت سالم سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور یہ تمام حضرت روایت میں حضرت عثمان کا نام بھی ذکر کرتے ہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۹ ص۷۹، (۲) مسند شافعی ص۳۶۰، (۳) تمہید ج۲ ص۸۶، (۴) جامع ترمذی ج۲ ص۱۳۶، (۵) سنن کبریٰ ج۴ ص۲۴

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

328۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ بَدِيلٍ، وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، قَالَ: نا مُطَّرِحُ أَبُو الْمُهَلَّبِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قُلْنَا لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ" : الْمَشْيُ أَمَامَ الْجَنَازَةِ أَفْضَلُ قَالَ: إِنَّ فَضْلَ الْمَاشِي خَلْفَهَا عَلَى الْمَاشِي أَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ عَلَى التَّطَوُّعِ، قُلْتُ: بِرَأْيِكَ تَقُولُ؟ قَالَ: بَلْ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ مَرَّةٍ، وَلَا مَرَّتَيْنِ حَتَّى بَلَغَ سَبْعَ مِرَارٍ" لَفْظُ عَلِيِّ بْنِ حَرْبٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا کیا جنازہ سے آگے چلنا افضل ہے۔

انہوں نے جواب ارشاد فرمایا جنازہ سے پیچھے چلنے والی کی فضیلت جنازہ سے آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسی فرض کی فضیلت نفل پر ہے۔ میں نے کہا: آپ اپنی رائے سے فرماتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک یا دو مرتبہ نہیں بلکہ سات مرتبہ سماعت کیا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مجمع الزوائد ج۳ ص۴۴، (۲) مصنف عبدالرزاق ج۳ ص۴۴۷، (۳) کامل ابن عدی ج۶ ص۴۵۰، (۴) العلل المتناہیۃ ج۲ ص۹۰۱، (۵) نصب الرایہ ج۲ ص۲۹۱

329۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَعْمَرٍ الشَّدَّادُ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّاغَانِيُّ، قَالَ: نا أَبُو الْجَوَّابِ، قَالَ: نا عَمَّارٌ يَعْنِي ابْنَ رُزَيْقٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَبِي الْحَارِثِ الْجَابِرِ، عَنْ أَبِي مَاجِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »الْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ، وَلَيْسَتْ بِتَابِعَةٍ، وَلَيْسَ مَعَهَا مَنْ يَمْشِي أَمَامَهَا«

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جنازے کی اتباع کی جائے (یعنی اس کے پیچھے چلا جائے) نہ کہ اسے پیچھے رکھا جائے اور اس سے آگے چلنا والا ایسا ہی ہے گویہ وہ اس کے ساتھ نہیں چل رہا۔

تخریج حدیث۔(۱)مسند احمد ج۵ص۲۰۵، ۲۷۷،(۲)سنن ابی داؤد کتاب الجنائز،(۳)جامع ترمذی کتاب الجنائز،(۴)سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز،(۵)مصنف عبدالرزاق ج۳ص۴۴۶

330۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودٍ السَّرَّاجُ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: نا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، قَالَ: نا يَحْيَى، قَالَ: نا ثَابِتُ بْنُ عُمَيْرٍ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: نا رَجُلٌ، مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا يَتْبَعُ الْجَنَازَةِ صَوْتٌ، وَلَا نَارٌ، وَلَا يُمْشَى بَيْنَ يَدَيْهَا«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنازے کے ساتھ نہ تو آواز کے ساتھ چلو اور نہ آگ لے کر چلو اور نہ اس کے آگے چلو

تخریج حدیث۔(۱)سنن ابی داؤد کتاب الجنائز،(۲)العلل المتناہیۃ ج۲ص۹۰۰

الرُّخْصَةُ فِي ذَلِكَ

331۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُوحٍ الْجُنْدِيْسَابُورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُبَابِ الْحِمْيَرِيُّ، قَالَ: نا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: نا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَخِيهِ، زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا سوار جنازہ سے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والا جہاں چاہئے چلے اور بچے کی نماز جنازہ ادا کی جائے۔

الْمُغِيرَةِ بْنَ شُعْبَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »الرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِي حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا وَالطِّفْلُ يُصَلَّى عَلَيْهِ« وَهَذَا بَابٌ مُشْكِلٌ عَنِ الْقَطْعِ فِيهِ بِنَسْخٍ، فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ مَشَوْا أَمَامَ الْجَنَازَةِ، ثُمَّ تَرَكَ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّ الْحَدِيثَ بِالنَّهْيِ عَنِ الْمَشْيِ أَمَامَهَا قَدْ رُوِيَ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْإِسْنَادُ مِثْلَ الْأَوَّلِ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مَشَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهَا لِعِلَّةٍ، وَمَشَى خَلْفَهَا لِعِلَّةٍ، كَمَا كَانَ إِذَا صَلَّى سَلَّمَ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُومُ فَلَمَّا كَثُرَ النَّاسُ عَلَى يَمِينِهِ وَخَلَا الْيَسَارُ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ جَاءَتِ الرُّخْصَةُ مِنْهُ بِأَنَّهُ قَالَ: »يَمْشِي مَعَهَا حَيْثُ شَاءَ« وَقَدْ جَاءَ فِي الْمَشْيِ خَلْفَهَا مِنَ الْفَضْلِ مَا لَمْ يَجِئْ فِي الْمَشْيِ أَمَامَهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اس باب میں نسخ کے متعلق تعین مشکل ہے۔ نبی ﷺ ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنھم جنازے سے آگے بھی چلے پھر اس عمل کو ترک کر دیا اور یقیناً اس فعل کی ممانعت پر روایات موجود ہیں اگرچہ سنداً وہ پہلی روایات کے مثل نہیں۔ آپ ﷺ جنازے سے آگے کسی خاص سبب چلے اور جنازے سے پیچھے بھی کسی خاص سبب چلے جیسے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازے کے دائیں جانب ہوئے تو لوگوں نے دائیں جانب کثرت کر لی پھر آپ ﷺ بائیں جانب ہو گئے پھر اس کی رُخصت آ گئی اور فرمایا کہ جنازے کے ساتھ جس جانب چاہو چلو جب تک جنازے سے آگے چلنے کی کوئی خاص وجہ نہ ہو اس کے پیچھے چلنا افضل ہے۔

تخریجِ حدیث۔(۱) مسند احمد ج۴ص۲۴۷، (۲) جامع ترمذی کتاب الجنائز، (۳) سنن نسائی کتاب الجنائز، (۴) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، (۵) مسند طیالسی رقم ۷۰۱، (۶) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ، (۷) صحیح ابن حبان کتاب الجنائز، (۸) طحاوی کتاب الجنائز، (۹) مستدرک ج۱ص۳۶۳، (۱۰) المعجم الکبیر رقم ۱۰۴۵

تحقیق

امام ابن شاہینؒ نے اس باب میں تین مختلف طرح کی احادیث نقل فرمائیں:۔

۱) نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر وعمرؓ کے جنازۃ سے آگے چلنے کا بیان۔

۲) جنازے سے پیچھے چلنے میں فضیلت کے متعلق مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایت۔

۳) جنازے کے ساتھ کسی خاص جہت میں چلنے کی نفی اور کسی بھی سمت چلنے کی رخصت کا بیان۔

اس باب میں تعارض روایات کی حیثیت:

امام ابن شاہینؒ نے باب کے آخر میں تینوں طرح کی روایات پر تبصرہ فرماتے ہوئے جنازہ سے آگے چلنے والی روایات کو متروک اور ساتھ چلنے والے کے لئے کسی بھی رخ چلنے کی رخصت کا ذکر فرمادیا۔ اس باب میں نسخ کا احتمال نہیں۔ فقہاء کے درمیان فضیلت کا اختلاف ہے۔ تینوں روایات درحقیقت مختلف اوقات کے معمولات ہیں جو آپ ﷺ سے وارد ہوئے۔

اس باب میں فقہاء کے مذاہب:

جنازہ کے ساتھ چلنے میں متعارض روایات کے پیش نظر چار قسم کے مذاہب پائے جاتے ہیں

مذہب اول:

جنازہ کے ساتھ چلنے والے کو اختیار و رخصت ہے وہ جس طرف بھی ہو کر چلے، کسی خاص سمت چلنا فضیلت نہیں۔ یہ قول امام سفیان ثوریؒ کا ہے۔ ان کا استدلال حضرت انسؓ کی روایت سے ہے:

انما انتم مشيعون فامشوا بين يديها وخلفهاء وعن يمينها وشمالها — جو جنازے کے ساتھ چلے تو آگے یا پیچھے، دائیں یا بائیں جس طرف چلنا چاہے۔

مذہب ثانی:

پیدل چلنے والے کیلئے جنازے سے آگے چلنا اور سوار کیلئے پیچھے چلنا افضل ہے۔ یہ مذہب امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ جن کی دلیل ترمذی ونسائی کی روایت ہے جسے حضرت مغیرہؓ نے بیان فرمایا۔

الراکب یسیر خلف الجنازة والماشی یمشی امامها قریب عنها او عن یمنها او یسارها

سوار جنازے سے پیچھے اور پیدل آگے میت سے قریب دائیں یا بائیں چلے۔

(ترمذی، رقم ۱۰۳۱، نسائی ۱۹۴۲)

مذہب ثالث:

جنازے سے آگے چلنا افضل ہے۔ یہ مذہب امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ ان کا استدلال حضرت ابن عمرؓ کی روایات سے ہے۔ جنہیں محدث ابن شاہین نے بھی نقل فرمایا۔

مذہب رابع:

جنازہ سے پیچھے چلنا افضل ہے۔ یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا ہے۔

(نصب الرایہ، ج ۲، ص ۲۹۰، ۲۹۳)

مذہب احناف پر دلائل:

احناف کے نزدیک پیدل چلنے والے یا سوار کے لئے جنازہ سے پیچھے رہنا افضل ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل روایات سے ہیں:۔

(۱) عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ لا تتبع الجنازة بصوت ولا نار ولا یمشی بین یدیها

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنازے کیساتھ نہ تو آگ لیجائی جائے نہ شور کیا جائے اور نہ اس سے آگے چلا جائے۔

یہ آپ ﷺ کی قولی حدیث ہے۔ ابن شاہینؒ کے علاوہ امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں یہ روایت نقل فرمائی اور امام زرقانیؒ نے اس کے بعض شواہد کی وجہ سے اسے حسن قرار دیا۔

(شرح زرقانی ج ۲ ص ۵۷)

(۲) عن ابی امامة ان رسول اللّٰه ﷺ مشی خلف جنازة ابنه ابراهیم صامة
(مستدرک علی صحیحین فی فضائل ماریہ)

ابوامامہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ اپنے بیٹے ابراہیمؑ کے جنازے سے پیچھے خاموشی سے چلے

آپ ﷺ کا اپنے صاحبزادے کے جنازہ کے پیچھے چلنا گویہ آپ ﷺ کے آخری معمولات میں سے تھا۔ اسی لئے امام عبدالرزاق حضرت طاؤس کے والد کے واسطہ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں:۔

(۳) ما مشی رسول اللّٰه ﷺ حتی مات الاخلف الجنازة۔

رسول کریم علیہ التحیہ والثناء کا وصال مبارک تک جنازے سے پیچھے چلنے کا معمول تھا۔

احناف کی چوتھی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے:۔

(٤) قال رسول اللّٰه ﷺ ان لکل امة قربانا وان قربان هذه الامة موتاها فاجعلوا موتاکم بین ایدیکم
(شرح سنن ابی داؤد عینی، ج۴،ص۲۵۳)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر امت کے لئے قربانی ہے اور میری امت کی قربانی تمہاری میتیں ہیں پس اپنی میتوں کو مقدم رکھا کرو۔

یہ بھی آپ ﷺ کا قولی فرمان مبارک ہے اور جہاں تک حضرت ابوبکر و عمرؓ کا جنازۃ سے مقدم ہونے کا ذکر ہے اس سے متعلق مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سوال ہوا تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

فقال ابو سعیدانی رایت ابابکر و عمر یمشعان امامها فقال علی یغفر اللّٰه لهما لقد سمعا ذلك من رسول اللّٰه ﷺ کما سمعته وانهما واللّٰه لخیر هذه الامة ولکنهما کرها ان یجتمع الناس ویتضا یقوا فاحبا ان یسهلا علی الناس
(مصنف عبدالرزاق، ج۲،ص۴۷۹)

ابوسعید فرماتے ہیں میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو جنازے سے آگے چلتے دیکھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ ان دونوں کی مغفرت فرمائے انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ سے وہ کچھ سنا جو میں نے سنا اور اللہ کی قسم وہ خیار امت ہیں لیکن وہ اس بات کو ناپسند فرماتے کہ اجتماع کثیر میں لوگ ان کے معاملے میں تکلف میں پڑیں پس وہ لوگوں کیلئے آسانی کو پسند فرماتے۔

باب : ۴۹

بَابٌ فِي الْقِيَامِ لِلْجِنَازَةِ

میت کو دیکھ کے کھڑے ہونے کے بیان میں

332۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ الْفَرَائِضِيُّ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ بْنِ مَنَّاحٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، أَنَّهُ" رَأَى جَنَازَةً، فَلَمَّا رَآهَا قَامَ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ فَعَلَ ذَلِكَ وَأَخْبَرَ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ"

حضرت ابان بن عثمان سے روایت ہے انہوں نے ایک جنازہ کو دیکھا تو وہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں نے حضرت عثمان کو اس طرح کرتے دیکھا اور انہوں نے (عثمان نے) خبر دی کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۳، (۲) طحاوی کتاب الجنائز، (۳) مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۷

333۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ الشَّطَوِيُّ، قَالَ: نا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ، قَالَ: نا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: نا شُعْبَةُ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ حَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا«

حضرت عامر فرماتے ہیں میں حضرت سعید بن زید کے پاس تھا انہوں نے مجھے حدیث بیان کی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے لئے کھڑے ہو گئے۔

تخریج حدیث۔۱) مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۷

334۔ حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: نا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، قَالَ: نا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ

حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ کھڑے ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ آپ کے اس عمل کے حوالہ سے پیش فرمائی۔ یہ حدیث غریب ہے

عُمَرَ، أَنَّهُ »مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ، وَحَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَعَلَ مِثْلَهُ« وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا أَعْلَمُ حَدَّثَ بِهِ عَنْ شُعْبَةَ إِلَّا الْأَسْوَدُ

میں نہیں جانتا کہ شعبہ سے سوائے اسود کے اسے کسی نے بیان کیا ہو۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب القیام للجنازة،(۲) مستدرک ج ا ص ۳۵۶،(۳) صحیح بخاری کتاب الجنائز

335۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، وَلَهُ اللَّفْظُ قَالَ: نا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ، قَالَ: نا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ سَيْفٍ الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِّيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: أَنَّ رَجُلًا، سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَمُرُّ بِنَا جَنَازَةُ الْكَافِرِ أَنَقُومُ لَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، »قُومُوا لَهَا؛ إِنَّكُمْ لَا تَقُومُونَ لَهَا، إِنَّمَا تَقُومُونَ إِعْظَامًا لِلَّذِي يَقْبِضُ النُّفُوسَ«

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کیا اگر کافر کا جنازہ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم کھڑے ہوجائیں۔آپ علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا! ہاں اس کے لئے کھڑے ہو جاؤ تم اس (کافر) کے لئے کھڑے نہیں ہوگے بلکہ تم اس کی عظمت کے لئے کھڑے ہوگے جو نفسوں کو قبض کرتا ہے

(۱) مسند احمد ج ۱۰ ص ۱۰۵،(۲) مسند البزار رقم ۸۳۶،(۳) صحیح ابن حبان کتاب الجنائز،(۴) طحاوی کتاب الجنائز،(۵) مستدرک ج ا ص ۳۵۷

336۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: نا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ، وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِبَابِ الْقَادِسِيَّةِ، "فَمَرَّتْ بِهِمَا جَنَازَةٌ فَقَامَا فَقِيلَ: إِنَّمَا هُوَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَقَالَا: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ، فَقَامَ فَقِيلَ: إِنَّمَا هِيَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ، فَقَالَ: »أَلَيْسَتْ نَفْسًا«

حضرت ابن ابی روایت کرتے ہیں حضرت سہیل بن خنیف اور حضرت قیس بن سعد قادسیہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے ایک جنازہ آپ کے پاس سے گزرا تو وہ کھڑے ہو گئے ان سے کہا گیا کہ یہ میت ان اہل زمین کی ہے۔
ان دونوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ علیہ السلام کھڑے ہو گئے آپ علیہ السلام سے عرض کی گئی کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا۔کیا یہ جان نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری کتاب الجنائز،(۲) صحیح مسلم کتاب الجنائز،(۳) سنن نسائی کتاب الجنائز باب الامر بالقیام للجنازة،(۴) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز(۵) طحاوی ج ا ص ۴۸۶

337۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا بُنْدَارٌ، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي الثَّلْجِ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْحِمْيَرِيُّ، قَالَا: أَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: نا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: نا أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: »قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ حَتَّى جَاوَزَتْهُ« وَرَوَى حَدِيثَ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَاعَةٌ مَعَ هَؤُلَاءِ مِنْهُمْ يَزِيدُ بْنُ ثَابِتٍ أَخُو زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَعَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَهُوَ فِي كِتَابِ الْجَنَائِزِ بِأَسْرِهِ

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک یہودی کا جنازہ (گزرنے کی وجہ سے) کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ وہ گزر گیا۔ رسول اللہ ﷺ سے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کی حدیث ایک جماعت نے نقل کی ہے جس میں یزید بن ثابت جو زید بن ثابت کے بھائی ہیں ابو سعید خدری، عامر بن ربیعۃ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم شامل ہیں اور وہ سب کتاب الجنائز میں ممکنہ حد تک موجود ہیں۔

338۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: نا يُوسُفُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: نا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَا: »مَا رَأَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُ جَنَازَةً قَطُّ فَيَجْلِسَ حَتَّى تُوضَعَ«

تخریج حدیث۔ ۱) سنن کبریٰ کتاب الجنائز باب القیام للجنازۃ

حضرت ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں ہم نے نہیں دیکھا کہ جب جنازہ موجود ہو اور نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے ہوں جب جنازے کو رکھا جاتا آپ علیہ السلام تب تشریف رکھتے۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

339۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ، عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ ، وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الطَّرِيقِيُّ، قَالَ: نا ابْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: نا لَيْثٌ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَخْبَرَةَ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ نَنْتَظِرُ جَنَازَةً، إِذْ مَرُّوا بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقُمْنَا؛ قَالَ: مَا يُقِيمُكُمْ؟ فَقَالَ رَجُلٌ وَاللَّهِ مَا نَدْرِي مَا نَصْنَعُ بِكُمْ يَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ قَالَ: وَمَا ذَلِكَ؟ قَالَ الرَّجُلُ: حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ" إِذَا أَبْصَرَ جَنَازَةً قَامَ، وَإِنْ كَانَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا، وَقَالَ: »نَقُومُ لِمَنْ مَعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ« فَقَالَ: مَا فَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً، فَلَمَّا نَهَى انْتَهَى"

حضرت سخبرة بن حمزہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس ایک جنازہ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔جب ایک دوسرا جنازہ گزرا تو ہم کھڑے ہو گئے۔آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے پوچھا۔تمہیں کس چیز نے کھڑا کیا؟ ایک شخص نے جواب دیا اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ ہم تمہارے ساتھ کیا کرتے ہیں۔اے اصحاب الرسول ﷺ! حضرت علی نے فرمایا وہ کیا عمل ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ مجھے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی جنازہ کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے چاہے وہ یہودی یا عیسائی کا ہی ہوتا اور فرمایا ہم اس کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اس کے ساتھ فرشتے ہیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اپنا عمل صرف ایک مرتبہ فرمایا ہے جب اس سے (آپ علیہ السلام) نے منع فرمایا تو اسے ترک کر دیا گیا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۲ص۸۲،(۲) نسائی کتاب الجنائز،(۳) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز،(۴) شرح معانی الآثار، ج اص ۴۸۹،(۵) مجمع الزوائد ج۳ص۲۷

340۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا وَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ، فَقُمْنَا فَقَالَ لَنَا: مَا هَذَا؟ فَقُلْنَا: هَذَا أَمْرُ أَبِي مُوسَى قَالَ: إِنَّمَا » قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً، ثُمَّ لَمْ يَعُدْ«

حضرت ابی معمر سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے ایک جنازہ گزرا تو ہم کھڑے ہو گئے۔آپ نے ہم سے فرمایا کہ یہ کیا ہے ہم نے جواب دیا کہ ہمیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ صرف ایک مرتبہ کھڑے ہوئے پھر اس کے بعد ایسا نہیں فرمایا

تخریج حدیث۔(۱) سنن نسائی کتاب الجنائز باب الرخصة فی ترک القیام،(۲) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز باب من کرہ القیام للجنازة

341۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا الْحَسَنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ الْمِصِّيصِيُّ، قَالَ: نا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَدَنِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَوْمًا جَالِسًا فَمَرَّ عَلَيْهِ جَنَازَةٌ، فَقَامَ النَّاسُ حِينَ طَلَعَتِ الْجَنَازَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنَّمَا »مَرَّ بِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى طَرِيقِهَا جَالِسٌ، « فَكَرِهَ أَنْ يَعْلُوَ رَأْسَهُ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ فَقَامَ"

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ایک روز حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے ایک جنازہ وہاں سے گزرا تو ہم کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ وہ سامنے آ گیا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہودی کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ علیہ السلام اس کے راستے میں تشریف فرما تھے پس یہ بات آپ علیہ السلام کو پسند نہیں تھی کہ آپ علیہ السلام اپنے سر کو یہودی کے جنازے کیلئے بلند فرمائیں پس آپ علیہ السلام کھڑے ہوگئے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۹، (۲) سنن نسائی ج ۴ ص ۴۷، (۳) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز، (۴) سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۸

342۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَسْكَرٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ، قَالَ: نا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ، عَنِ الْحُسَيْنِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ أَوْ أَحَدِهِمَا قَالَ" : قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ جَنَازَةٍ مَرَّتْ بِهِ، فَقَالَ: »آذَانِي رِيحُهَا«

ابن جریج فرماتے ہیں میں نے محمد بن علی بن عمر کو حسین اور ابن عباس یا دونوں میں سے کسی ایک سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جنازہ گزرنے کی وجہ سے کھڑے ہوگئے اور فرمایا مجھے اس کی بو اذیت دیتی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۷، (۲) مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸، (۳) طحاوی ج ۱ ص ۴۸۸

343۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: نا يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ "الزُّهْرِيُّ، قَالَ: نا حَاتِمٌ يَعْنِي: ابْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: نا أَبُو الْأَسْبَاطِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ،: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ" يَقُومُ فِي الْجَنَازَةِ، حَتَّى تُوضَعَ

حضرت عبادہ بن الصامت سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ جنازے کے لحد میں اتارے جانے تک کھڑے رہتے (ایک مرتبہ) ایک یہودیوں کے پادری کا گزر ہوا تو اس نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ ان کی مخالفت کرتے ہوئے بیٹھ جاؤ۔ پس آپ علیہ السلام بیٹھ گئے۔ اس باب میں نبی کریم علیہ السلام کے جنازہ کے

فِي اللَّحْدِ، فَمَرَّ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُوْدِ، فَقَالَ: هَكَذَا نَفْعَلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »اجْلِسُوا خَالِفُوهُمْ فَجَلَسَ«

وَهَذَا بَابٌ قَدْ حَصَلَ فِيهِ الصِّحَّةُ بِقِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْجِنَازَةِ، ثُمَّ جَاءَتِ الْعِلَّةُ فِي قِيَامِهِ أَيْشٍ كَانَ وَجْهُهُ؟ فَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْحَدِيثَ فِي الْقِيَامِ لِلْجِنَازَةِ مَنْسُوخٌ بِقَوْلِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ مَا فَعَلَ ذَلِكَ إِلَّا مَرَّةً، ثُمَّ نَهَى فَانْتَهَى، وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: إِنَّمَا قَامَ؛ لِأَنَّهَا كَانَتْ جَنَازَةَ يَهُودِيٍّ وَكَانَ جَالِسًا عَلَى الطَّرِيقِ فَكَرِهَ أَنْ تَعْلُوَ عَلَى رَأْسِهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّمَا قَامَ تَأَذِّيًا مِنْ رِيحِهَا وَقَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ: كَانَ يَقُومُ لِلْجِنَازَةِ، حَتَّى تُلْحَدَ فَقَالَ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ: هَكَذَا نَفْعَلُ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجُلُوسِ، وَقَالَ: »خَالِفُوهُمْ« فَلَمَّا جَاءَتْ هَذِهِ الرِّوَايَاتُ بِهَذِهِ الْأَخْبَارِ قَوِيَ أَنَّ الْقِيَامَ لِلْجِنَازَةِ مَنْسُوخٌ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

لیے قیام فرمانے کی روایات درجہ صحت کو پہنچی ہیں پھر اس قیام کی علت ذکر کی گئی کہ آپ علیہ السلام کا قیام فرمایا کسی سبب سے تھا۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول مبارک کہ آپ علیہ السلام نے صرف ایک ہی مرتبہ یہ عمل فرمایا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جنازہ کے لیے قیام کی روایات منسوخ ہیں۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہودی کے جنازے کے لئے کھڑا ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ علیہ السلام اس کے راستے میں تشریف فرما تھے پھر اس امر کو ناپسند کیا ان کے جنازوں کیلئے سر اٹھایا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ نبی کریم ﷺ اس کی بدبو کی وجہ سے کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام جنازے کیلئے اس وقت تک کھڑے رہتے تھے جب تک وہ لحد میں نہ اتارا جائے پھر جب یہودیوں کے پادری نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ان کی مخالفت میں بیٹھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پس یہ روایات جنازے کے قیام کی منسوخیت کیلئے آئی ہیں یہ روایات صحیح اور قوی ہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب القیام للجنازۃ،(۲) جامع ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی القیام للجنازۃ،(۳) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی القیام للجنازۃ،(۴) شرح معانی الآثار کتاب الجنائز باب الجنازۃ تمر بالقوم،(۵) سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۸

تحقیق

امام ابن شاہینؒ نے جنازہ کے لئے قیام اور ترک قیام پر تقریباً گیارہ روایات نقل فرمائی ہیں۔ اس باب میں درج ذیل نقاط زیر بحث لائے جائیں گے:۔

۱) جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونے کے مقاصد کیا ہیں؟

۲) متعارض روایات میں تطبیق ممکن ہے یا نسخ کا احتمال ہے؟

۳) اس باب میں صحابہ کرام اور فقہاء اسلام کا موقف کیا ہے؟

جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونے کے مقاصد:

کتب احادیث میں جنازہ کے لئے قیام کی درج ذیل وجوہات وارد ہوئی ہیں۔

۱) امام بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:۔

وانما امر تعظیما للمیت فان ابن آدم مکرم محترم حیا و میتا ولا سیما فی هذه الحالة فانه آخر العهد به

(شرح ابی داؤد، ج ۴، ص ۲۴۸، علمیة بیروت)

کھڑے ہونیکا حکم میت کی تعظیم کی وجہ سے دیا گیا کیونکہ ابن آدم زندہ و مردہ دونوں حالتوں میں قابل عزت ہے اور اس حال میں تو اسکی تکریم اور بھی ضروری ہے کیونکہ یہ اسکے ساتھ آخری عہد ہے۔

۲) امام عینیؒ مزید فرماتے ہیں:۔

یکون القیام لاجل الفزع من الموت وعظمة والجنازه تذکر ذلك فیستوی فیه جنازه المسلم والکافر فافهم

(شرح ابی داؤد ج ۴ ص ۲۴۹)

جنازے کو دیکھ کر قیام کرنا موت کے خوف سے ہے اور اس کی عظمت کے سبب ہے اور جنازہ تو موت کی یاد دلاتا ہے پس برابر ہے جنازہ کسی مسلم کا ہو یا کافر کا۔

۳) تیسری وجہ آپ ﷺ کے قیام فرمانے کی یہودی کے جنازے کا گزرنا تھا اور آپ ﷺ راستے میں تشریف فرما تھے:۔

کان رسول الله ﷺ علی طریقها جالسا فکره ان یعلو راسه جنازه یهودی فقام

(مسند احمد، ج۳، ص۱۶۹، نسائی، ج۴، ص۴۷)

رسول اللہ ﷺ راستے میں تشریف فرما تھے پس آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا کہ آپ اپنا سر کسی یہودی کے جنازے کے لئے اٹھائیں، آپ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

۴) چوتھی وجہ (یقیناً کسی غیر مسلم کے) جنازہ کی بدبو کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں سے اُٹھنا اور تشریف لے جانا ہے۔

عن ابن عباس قام رسول الله ﷺ من اجل جنازة مرت به فقال اذانی ریحها

(مسند احمد، ج۳، ص۱۷۴)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ جنازے کو دیکھ کر اس لئے کھڑے ہو گئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی بو سے اذیت ہوتی ہے۔

جنازہ کے لئے قیام کی حیثیت پر ائمہ کے اقوال:

ائمہ کرام کا اس باب میں نسخ کے وقوع اور عدم وقوع پر اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ، امام ابو جعفر طحاویؒ اور امام قاضی عیاض مالکیؒ کے نزدیک جنازہ کو دیکھ کر قیام کرنا منسوخ ہو چکا ہے۔

(جامع ترمذی، ج۲، ص۱۵۲، شرح معانی الآثار، ج۱، ص۴۸۹)

جبکہ امام یحییٰ بن شرف نوویؒ، امام ابن حزمؒ کے نزدیک اس باب میں نسخ کا احتمال نہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں:۔

ولا یصح دعوی النسخ فی مثل هذا لان النسخ انما یکون اذا تعدد الجمع بین الاحادیث ولم تتعذر

(شرح مسلم، ج۷، ص۲۷)

ان احادیث اور ان کی مثل روایات میں نسخ کا دعویٰ کرنا درست نہیں کیونکہ نسخ وہاں ہوتا ہے جہاں روایات میں تطبیق ممکن نہ ہو اور یہاں یہ ناممکن نہیں۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں:۔

ولا یجوز ان یکون ناسخا لان النسخ لا یکون الا بنهی او بترك معه نهی

(المحلی، ج۵، ص۱۵۳)

ان روایات میں نسخ کا قول جائز نہیں کیونکہ نسخ تو مخالفت یا ممانعت کی رخصت میں ہوتا ہے۔

امام نوویؒ اور امام ابن حزمؒ کے مطابق قیام کا حکم ندب کے معنی میں ہے اور آپ ﷺ کا جنازہ کو دیکھ کر بیٹھنا بھی بیان

جواز کے لئے ہے لہٰذا یہاں دعویٰ نسخ درست نہیں۔ کیونکہ نسخ کا حکم تب لگایا جاتا ہے جب متعارض روایات میں جمع ممکن نہ ہو اور یہاں یہ تطبیق دی گئی ہے۔

اس باب میں فقہاء و محدثین کرام کا موقف:

امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالک بن انسؒ، امام محمد بن ادریس شافعیؒ، امام قاضی ابو یوسفؒ اور جمہور فقہاء کا موقف جنازہ کو دیکھ کر قیام کرنے کی منسوخیت کا ہے۔ ان کی دلیل حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایت اور امام حسن بن علی، حضرت علقمہ، حضرت اسود، نافع بن جبیر، سعید بن المسیب اور حضرت عروہ بن زبیر رضوان اللہ علیہم کے اقوال و فتاویٰ ہیں۔

(الام ج ۱ ص ۲۷۹)

امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں جنازہ کے لئے قیام کرنا عبادت کے زمرے میں نہیں آتا اور نہ بیٹھنے میں کوئی حرج ہے۔

امام شافعیؒ اس باب میں تفصیلی رائے ارشاد فرماتے ہیں:

فقد جاء عن النبی ﷺ ترکه بعد فعله والحجة فی الآخر من امر رسول الله ﷺ ان کان الاول واجبا فالاخر من امره ناسخ وان کان استحبابا فالآخر هو الاستحباب وان کان مباحا لا باس بالقیام والعقود

(الام، ج ۱، ص ۲۸۴)

پس تحقیق نبی کریم ﷺ سے فعل کے بعد ترک بھی مروی ہے پس آپ ﷺ کا آخری عمل حجت ہے اگر پہلا عمل واجب تھا تو بعد والے نے اسے منسوخ کر دیا اور اگر پہلے والا مستحب تھا تو آخری معمول بھی مستحب ہے اور اگر پہلے والا عمل مباح تھا تو جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہونے یا بیٹھنے میں کوئی قباحت نہیں۔

فی زمانہ جنازے کو دیکھ کر رک جانا اور کھڑا ہو جانا عامۃ الناس کا معمول ہے جس کا مقصد جنازے کے گزرنے کے لیے راستہ کشادہ کرنا، مسلمان میت کی تعظیم کرنا اور اس کے لیے سفر آخرت کی دعا کرنا ہے یقیناً ان میں سے ہر عمل منشاء اسلام کے مطابق ہے اور ہر عمل کرنے والے کی نیت اور عمل کے مطابق اس کے لیے اجر کا باعث ہے۔

باب : ۵۰

بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بیان میں

344۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ الْبُهْلُولِ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا وَكِيعٌ، وَأَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ صَالِحٍ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَيْسَ لَهُ شَيْءٌ« قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ أَبِي: وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میت پر مسجد کے اندر نماز جنازہ ادا کی تو اس کے لئے اس میں کوئی جزا نہیں ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں، ابی نے فرمایا کہ یہی امام مالک کا قول ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ

345۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ صَالِحٍ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَهُ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میت پر مسجد کے اندر نماز جنازہ ادا کی تو اس کے لئے کوئی جزا نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز،(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز (۳) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد،(۴) مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۴،(۵) طحاوی کتاب الجنائز

346۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْمَخْزُومِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِءُ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ عَلَى جَنَازَةٍ فَلَيْسَ لَهُ شَيْءٌ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میت پر مسجد کے اندر نماز جنازہ ادا کی تو اس کے لئے کوئی جزا نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

347۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أنا مَعْمَرٌ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَهُ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میت پر مسجد کے اندر نماز جنازہ ادا کی تو اس کے لئے کوئی جزا نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔ (۱) مصنف عبدالرزاق کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الجنازۃ فی المسجد، (۲) سنن کبریٰ کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الجنازہ فی المسجد

348۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: قُرِءَ عَلَى أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْبِرْتِيِّ قَالَ: نا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَهُ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میت پر مسجد کے اندر نماز جنازہ ادا کی تو اس کے لئے کوئی جزا نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

349۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: نا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، قَالَ: نا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيِّ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ عِيسَى بْنَ مَعْمَرٍ، أَخْبَرَهُ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مَا جَهِلَ النَّاسُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ فِي الْمَسْجِدِ، وَاللَّهُ، »مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ بَيْضَاءَ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ« قَالَ أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ الْبُهْلُولِ: قَالَ أَبِي: قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: إِلَيْهِ أَذْهَبُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيُّ وَقَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا صُلِّيَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ قَالَ الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: صُلِّيَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ تُجَاهَ الْمِنْبَرِ وَصَلَّى أَزْوَاجُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْمَسْجِدِ، وَكَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَقْبَرَةِ وَكَانَ رَبِيعَةُ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَهُ« فَقَالَ كَأَنَّهُ عِنْدَهُ لَيْسَ بِثَبْتٍ أَوْ لَيْسَ

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے میں نے لوگوں کی مسجد میں نماز جنازہ کی عدم ادائیگی کی جہالت جیسی جہالت نہیں دیکھی۔ احمد بن اسحاق نے کہا کہ ابی نے یہ کیا ہے احمد بن حنبل نے کہا ہم اسی طرف گئے ہیں اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن بیضا کی نماز جنازہ مسجد میں ادا فرمائی۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔ مطلب بن عبداللہ کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں منبر کے سامنے ادا کی گئی اور ازواجِ رسول ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز میت پر نماز جنازہ مقبرے کے اندر ادا کرتے تھے حضرت ربیعہ بھی نماز جنازہ مسجد میں ادا فرماتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مسجد میں میت پر نماز ادا کی اس کے لیے کوئی جزا نہیں ہے۔

(ابن شاہین فرماتے ہیں) میرے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں یا صحیح نہیں ہے۔ اگر ابن ابی ذئب کی روایت صحیح ہے تو وہ منسوخ ہے سہیل بن بیضا کی روایت سے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔ اگر چہ حدیث ثابت بھی ہو جائے کہ نبی کریم علیہ السلام کے کسی صحابی کی نماز جنازہ مسجد میں ادا نہیں کی گئی۔

بِصَحِيحٍ فَإِنْ صَحَّ حَدِيثُ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ فَهُوَ مَنْسُوخٌ بِحَدِيثِ سُهَيْلِ بْنِ بَيْضَاءَ وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ الصَّلَاةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ فَلَوْ ثَبَتَ الْحَدِيثُ مَا صَلَّى أَحَدٌ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد ج۶ ص۷۹، (۲) صحیح مسلم کتاب الجنائز، (۳) جامع ترمذی کتاب الجنائز، (۴) سنن ابی داؤد کتاب الجنائز، (۵) سنن نسائی کتاب الجنائز، (۶) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، (۷) صحیح ابن حبان کتاب الجنائز، (۸) مسند طیالسی رقم ۳۱۸۹، (۹) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ، (۱۰) شرح معانی الآثار ج۱ ص۴۹۰، (۱۱) معجم الکبیر ج۶ ص۲۰۹، (۱۲) سنن کبریٰ کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الجنازہ فی المسجد

تحقیق

امام ابوالحفص ابن شاہینؒ نے نمازہ جنازہ کی مسجد میں ادائیگی کے متعلق متعارض روایات اپنی اسناد سے پیش فرمائیں۔جن کی تعداد تقریباً آٹھ ہے۔اور آخر میں مسجد میں نماز جنازہ کی رخصت کے متعلق یہ قول ذکر فرمادیا کہ یہ سابقہ روایات کی ناسخ ہیں۔اس باب میں محدثین کرام وفقہاء نے مختلف مواقف تو اختیار فرمائے ہیں لیکن ممانعت والی روایات کے متعلق ابن شاہینؒ کے علاوہ کسی نے بھی نسخ کا قول نہیں فرمایا۔البتہ رخصت کی روایات کو بعض فقہاء نے منسوخ قرار دیا ہے جس کا ذکر اپنے مقام پر کیا جائے گا۔ممانعت صلوٰۃ فی المسجد کی روایات حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔جنہیں امام ابوداؤدؒ، امام ابن ماجہؒ نے اپنی اپنی سنن میں، امام احمدؒ نے مسند میں، امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں، امام عبدالرزاقؒ اور امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ نے اپنی اپنی مصنف میں اور حافظ ابوبکر البیہقی نے سنن کبری میں نقل فرمایا۔ابواب اور جلد کا نشان تخریج سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اس باب میں فقہاء کے مذاہب:

امام محمد بن ادریس شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی جائز ہے اس میں کسی قسم کی کراہیت نہیں۔امام قاضی ابویوسفؒ کا ایک قول بھی یہی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالک بن انسؒ کے ہاں مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے۔اور احناف کے ہاں یہ کراہیت تنزیہی ہے، تحریمی نہیں۔

(عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۲۰، التعلیق المجد، ج ۱، ص ۳۴۷، فتح القدیر، ج ۲، ص ۹۱، فتاویٰ نابلسی، ص ۳۷۷)

احناف میں سے امام سرخسیؒ، سید طحطاویؒ، علامہ محمود بابرتیؒ، علامہ العالم بن العلاء دہلویؒ کے نزدیک اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو اور مقتدی اندر ہوں تو پھر نماز مکروہ نہیں، جبکہ امام ابن ہمامؒ، امام شامیؒ، ابن نجیمؒ وغیرہ نے مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی کو

مطلق مکروہ کہا ہے چاہے میت مسجد سے باہر ہی ہو۔

(المبسوط، ج۲،ص ۶۸، حاشیہ طحطاوی باب الجنائز، عنایۃ، ج۲،ص ۹۰، فتاوی تاتارخانیہ، ج۲،ص ۱۷۹)

چونکہ اس باب میں نسخ کا احتمال جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک واقع نہیں لہٰذا امام احمدؒ اور امام شافعیؒ نے رخصت والی روایات سے استدلال فرمایا۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:۔

۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت جسے امام ابن شاہین نے بھی نقل فرمایا:۔
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے جنازہ کو مسجد میں لایا گیا تو صحابہ نے مسجد میں ادا کرنے سے انکار فرمایا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ کتنی جلد بھول جاتے ہیں نبی کریم ﷺ نے سہیل بن بیضاء کا جنازہ مسجد میں ادا فرمایا تھا۔

۲) امام ابوبکر بیہقی اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمرؓ کا جنازہ مسجد میں ادا کیا گیا۔ اس روایت کو ابن شاہینؒ نے بھی نقل فرمایا۔

دلائل مذکورہ کا جواب:

امام ابوجعفر الطحاویؒ اور امام قدوریؒ حدیث عائشہ صدیقہؓ کا جواب دیتے ہیں:۔

انہ لما اختلفت الاخبار فی ذلک راینا ھل یوجد ھناك آخر الامرین؟ فراینا ان الناس انکر و اعلی عائشہ حین امرت لادخال جنازۃ سعد فی المسجد فدل ذلک علی انہ صار مریحا منسوخا

(شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز التجرید، ج۳،ص ۱۱۰۵)

جب روایات میں تعارض واقع ہوا تو تلاش کرینگے کہ اسکے علاوہ بھی کوئی معمول ہوا پس ہم نے دیکھا کہ صحابہ نے حضرت عائشہؓ کو حضرت سعد کا جنازہ مسجد میں لانے سے منع فرمایا جب انہوں نے جنازہ مسجد میں لانیکا حکم دیا پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ (مسجد میں نماز جنازہ) منسوخ ہو چکا ہے۔

امام عبدالباقی زرقانیؒ المتوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں:۔

لان المنکرین علی عائشۃؓ کانوا صحابۃ و رد بانھا لما انکرت علیھم سلموا لھا فدل علی انھا حفظت مانسوہ

(شرح زرقانی علی موطا، ج۲،ص ۸۶، دارالحدیث مصر)

کیونکہ حضرت عائشہؓ کے سامنے انکار کرنے والے صحابہ کرام تھے پس جب انہوں نے نماز جنازہ کی مسجد میں ادائیگی سے انکار کیا تو حضرت عائشہؓ کو اس سنت مبارکہ کا علم ہو گیا جو انہیں معلوم نہ تھی۔

امام قدوریؒ اس کا مزید جواب ارشاد فرماتے ہیں:۔

ولانہ یجوز ان یکون صلی علیه لعذر من مطر او غیره ویجوز ان تکون الجنازة وصنعت خارج المسجد وصلی علیه فی المسجد فظنت عائشةؓ ان الناس انکروا علیها فعل الصلوٰة

(التجرید، ج۳،ص۱۱۰۶)

آپ ﷺ نے حضرت سعد کا جنازہ بارش کے عذر کے سبب یا کسی اور مجبوری کی بناء پر مسجد میں ادا فرمایا پس آپ نے میت مسجد سے باہر رکھی ہوگی اور خود مسجد میں تشریف فرما ہو کر جنازہ پڑھا ہوگا تو حضرت عائشہؓ کو یہ گمان ہوا کہ لوگ مسجد میں مطلقاً نماز جنازہ کا انکار کر رہے ہیں

علامہ عبدالحی لکھنوی نے شوافع وحنابلہ کی دلیل ثانی کا جواب دیتے ہوئے امام قاسم قطلو بغاؒ کا قول نقل فرمایا کہ چونکہ سرکار دو عالم ﷺ کی روایات مسجد میں جنازہ کی ادائیگی کی ممانعت پر ہیں لہٰذا حضرت ابوبکر وعمرؓ کے نماز جنازہ کا مسجد میں ادا کیا جانا عذر پر معمول کیا جائے گا اور وہ عذر فتنہ کا خوف تھا جس سبب صحابہ نے ایسا کیا۔

(التعلیق المجد، ج۱،ص۳۴۷)

احناف و مالکیہ کے دلائل:

احناف و مالکیہ کے نزدیک نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱) رخصت کی جتنی روایات ہیں وہ صحابہ کے افعال ہیں جبکہ ممانعت پر سرکار دو عالم ﷺ کی قولی حدیث موجود ہے اور بہر حال قولی حدیث راجح ہوتی ہے۔

۲) ممانعت کی روایات کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں اور متاخر الاسلام صحابی ہیں۔

۳) نبی کریم ﷺ نے حضرت نجاشیؓ کے انتقال کی خبر سن کر مسجد سے باہر تشریف فرما ہو کر ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔اگر نماز جنازہ مسجد میں درست ہوتی تو آپ ﷺ کا مسجد سے خروج نہ ہوتا۔ دراں حالیکہ میت بھی آپ ﷺ کے درمیان موجود نہیں تھی۔ (متفق علیہ کتاب الجنائز، سنن ابی داؤد ج۲ص۲۰۷)

۴) اس کراہیت کی اصل وجہ میت کے وجود میں نجاست کا شائبہ پایا جانا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

جنبوا مساجد کم صبیانکم و مجانینکم ۔(الحدیث) اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں کی نجاست سے دور رکھو

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۷۵۰)

کیونکہ بچوں اور پاگلوں کے وجود پر نجاست لگے ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور یہی علت میت کے لئے بھی ہے۔ جس سبب اس کا دخول مکروہ قرار دیا گیا اور مکروہ تنزیہی کا مطلب خلاف اولیٰ ہے جو حلال سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ نسبت مکروہ تحریمی کے کیونکہ وہ حرام سے قریب تر ہے جیسا کہ صاحب التوضیح نے فرمایا پس درجہ بالا دلائل کی روشنی میں احناف و مالکیہ کے نزدیک مسجد کی نسبت جنازہ گاہ یا کھلے میدان کے اندر نماز جنازہ ادا کی جائے تا کہ مسجد میں میت کی جانب سے کسی قسم کی نجاست کا خطرہ لاحق نہ ہو سکے۔ البتہ اگر میت کے معاملے میں اس بات کی تسلی ہو یا کوئی شرعی مجبوری پیش آ جائے تو نماز جنازہ مسجد میں بھی ادا کی جا سکتی ہے کیونکہ احناف کے ہاں یہ نماز بغیر عذر کے خلاف اولیٰ ہے اور اگر عذر پیش آ جائے تو درست ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی کی شرعی رخصت:

چونکہ احناف کے نزدیک بغیر عذر مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر درج ذیل میں سے کوئی عذر پیش آ جائے تو یہ جائز ہوگی۔ امام شامیؒ فرماتے ہیں:۔

انما تکره فی المسجد بلا عذر فان کان فلا ومن الاعذار المطر کما فی الخانیة والاعتکاف کما فی المبسوط کذا فی الحلیة وغیرها والظاهر ان المراد اعتکاف الولی ونحوه ممن له حق التقدم

(ردالمختار، ج ۶ ص ۳۴۲)

مسجد میں نماز جنازہ تو بغیر عذر کے مکروہ ہے پس اگر عذر ہے تو مکروہ نہیں اور ان اعذار میں سے ایک عذر بارش ہے جیسا کہ فتاویٰ خانیہ میں ہے اور (ایک عذر) اعتکاف ہے جیسا کہ مبسوط اور حلیہ میں ہے اور اعتکاف سے مراد اگر ولی معتکف ہے جس کا حق مقدم ہے۔

اسی طرح میت کی جانب سے نجاست کا شائبہ نہ ہو تو نماز مکروہ نہیں:۔

ونقل فی الدرایة عن ابی یوسف روایة انه لا تکره صلاة الجنازة فی المسجد اذا لم یخف خروج شئی یلوث المسجد فعلی هذا اذا من ذلك لم یکره علی مسائر الوجوه

(حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی)

درایہ میں قاضی ابو یوسف کے متعلق روایت ہے کہ اگر میت کی جانب سے تلویث مسجد کا خدشہ نہیں تو مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں اور اسی طرح اگر میت ہر قسم کی نجاست سے پاک ہے تو اس میں کراہیت نہیں (کہ جنازہ مسجد میں ادا ہو)

عبارات مذکورہ سے یہ واضح ہوا کہ بارش اور ولی معتکف کی صورت میں مسجد کے اندر نماز جنازہ کی ادائیگی مطلقا جائز ہے ان اعذار کے پیش نظر اصلا کراہیت باقی نہیں البتہ احناف میں امام قاضی ابو یوسف نجاست کا شائبہ نہ ہونے کے سبب بغیر عذر کے بھی مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

ونقل فی الدراية عن ابی یوسف انه لاتکره صلاة الجنازه فی المسجد اذا لم یخف خروج شیٔ یلوث المسجد وهو یوید ما قبله

درایۃ میں امام ابو یوسف سے نقل کیا گیا کہ اگر تلویث مسجد کا خطرہ نہ ہو تو مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ قول ہمارے پہلے قول کی تائید کرتا ہے۔

(المحیط البرهانی، جلد۲، ص۳٦٦، دار احیاء التراث، العربی، بیروت)

(حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، جلد۱، ص۵۹٦، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

واللہ اعلم بالصواب

باب : ۵۱

بَابٌ فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

ان لوگوں کے بیان میں جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ ادا نہ فرمائی

350۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، وَالْخَلِيلُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ عَلِيٌّ، أنا شَرِيكٌ، وَقَالَ الْخَلِيلُ: حَدَّثَنِي شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ »رَجُلًا، قَتَلَ نَفْسَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ«

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے خودکشی کرلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا نہ فرمائی۔

تخریجِ حدیث۔(۱) مسند احمد، جلد ۵، ص ۹۱، ۹۲، ۹۴، ۱۰۲، ۱۰۷ (۲) جامع ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قتل النفس (۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب فی الصلوٰۃ علی اہل القبلۃ (۴) صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، جلد ۷، ص ۳۶۱ (۵) مسند الطیالسی، رقم ۷۷۹ (۶) المعجم الکبیر، جلد ۲، ص ۲۳۰

351۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: نا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَنَّ »رَجُلًا، كَانَتْ بِهِ جِرَاحَةٌ، فَآذَاهُ جِرَاحُهُ فَدَبَّ إِلَى قَرْنٍ فَأَخَذَ مِنْهَا مِشْقَصًا، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ« وَرَوَاهُ زُهَيْرٌ، وَعَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے ایک شخص کو (میدانِ جنگ میں) زخم پہنچا، اسے اس زخم سے شدید تکلیف ہوئی وہ ایک سینگ کی طرف بڑھا اور اس کا ٹوٹا ہوا حصہ لیا اور اپنے آپ کو قتل کردیا جب اس بات کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو آپ نے اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائی۔

تخریجِ حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی ولد الزنا والمرجوم (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، جلد ۴، ص ۲۳۱ (۳) المعجم الکبیر، جلد ۲، ص ۲۳۱ (۴) المستدرک، کتاب الجنائز، جلد ۱، ص ۳۶۴ (۵) جامع ترمذی، جلد ۲، ص ۱۶۱

عِلَّةٌ أُخْرَى فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم

352۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرْكَانِيُّ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" إِذَا دُعِيَ إِلَى جَنَازَةٍ سَأَلَ عَنْهَا فَإِنْ أُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرًا صَلَّى عَلَيْهَا، وَإِنْ أُثْنِيَ عَلَيْهَا غَيْرُ ذَلِكَ، قَالَ: »شَأْنَكُمْ وَإِيَّاهَا« وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهَا"

حضرت قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی مکرم علیہ التحیۃ والثناء کو جب کسی میت پر نماز جنازہ کی ادائیگی کیلئے درخواست کی جاتی تو آپ علیہ السلام اس کے متعلق پہلے دریافت فرماتے۔ اگر اس کی تعریف کی جاتی تو نماز ادا فرماتے اور اگر اس کے لیے کلمات تحسین نہ کیے جائے تو فرماتے۔تمہارا اور اس کا معاملہ ہے اور نماز ادا نہ فرماتے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد، جلد۵، ص۲۹۹ (۲) سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی من علیہ دین (۳) صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، جلد۷، ص۳۲۸ (۴) المستدرک جلد۱، ص۳۶۴

عِلَّةٌ أُخْرَى فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

353۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ، قَالَ: نا أَبُو كُدَيْنَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالَ: »عَلَيْهِ دَيْنٌ؟« فَإِنْ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: »تَرَكَ وَفَاءً؟« فَإِنْ قَالُوا: نَعَمْ صَلَّى عَلَيْهِ، وَإِنْ قَالُوا: لَا لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب نبی کریم علیہ السلام کے سامنے جنازہ لایا جاتا یا آپ علیہ السلام میت پر (نماز جنازہ کی ادائیگی کیلئے) تشریف لے جاتے تو فرماتے کیا اس پر قرض ہے؟ اگر کہا جاتا کہ جی ہاں تو آپ علیہ السلام فرماتے کہ اس نے مال وراثت میں چھوڑا ہے اگر کہا جاتا کہ جی ہاں! تو آپ علیہ السلام اس کی نماز جنازہ ادا فرماتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ وراثت میں مال نہیں چھوڑا تو فرماتے کہ اپنے صاحب پر خود نماز ادا کرو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد، جلد۲، ص۳۵۶ (۲) صحیح بخاری، کتاب الفرائض، کتاب الاجارہ، باب الدین (۳) صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب من ترک مالا فلورثتہ (۴) جامع ترمذی، باب ماجاء فی المدیون (۵) سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی من علیہ دین (۶) سنن ابی داؤد، جلد۳، ص۳۷

عِلَّةٌ أُخْرَى فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ

354۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السُّكَيْنِ الْبَلَدِيُّ، قَالَ: نا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: نا يَعْلَى بْنُ الْأَشْدَقِ، قَالَ: نا عَمِّي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَرَادٍ، قَالَ مَاتَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ مِنَ أَكَابِرِهِمِ وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ سَعِيدٌ فَانْتَظِرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تُصَلِّي عَلَى جَنَازَةِ فُلَانٍ؟ قَالَ: »صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ« قَالَ: فَأَتَوْا صَاحِبَتَهُ، فَقَالُوا: مَا كَانَ يَقُولُ زَوْجُكِ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الْعَتَمَةِ قَالَتْ كَانَ يَقُولُ: فَرَاعِنَا إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَادِقًا لِمَا حَدَّثَنَا"

حضرت عبداللہ بن جراد روایت کرتے ہیں قریش کے اکابرین میں سے ایک شخص فوت ہو گیا جسے وہ سعادت مند تصور کرتے تھے۔ (صحابہ کرام) نبی مکرم علیہ السلام کا انتظار فرما رہے یا پھر آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کی گئی۔ (یا رسول اللہ ﷺ) کیا آپ فلاں شخص کے جنازہ پہ نماز ادا فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اپنے صاحب پہ (تم خود ہی) نماز پڑھ لو۔ ابن جراء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اس کی زوجہ کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ تمہارا شوہر نماز عشاء کے بعد جب واپس لوٹتا تھا تو کیا کہتا تھا اس عورت نے کہا کہ وہ کہتا کہ اگر نبی (ﷺ) سچے ہیں تو دیکھیں ان کے بارے میں ہم کیا کہتے ہیں۔

عِلَّةٌ أُخْرَى فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ

355۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُفَيْرٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: نا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: نا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ قَمِيصَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ فَيُكَفِّنَهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ" فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأَخَذَ عُمَرُ بِثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو اس کا بیٹا جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ علیہ السلام اپنی قمیص مبارک اسے عطا کریں تا کہ وہ اپنے باپ کو اس سے کفن دے سکے اور نماز جنازہ کی ادائیگی کیلئے بھی درخواست کی۔ نبی کریم علیہ السلام اس کی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَتُصَلِّي عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ قَالَ إِنَّمَا خَيَّرَنِي، قَالَ :(اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ) (التوبة80 :) وَسَأَزِيدُهُ عَلَى السَّبْعِينَ، قَالَ: إِنَّهُ مُنَافِقٌ، فَصَلَّى عَلَيْهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :(وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا) (التوبة84 :)"

نے آپ علیہ السلام کی قمیض مبارک پکڑی اور عرض کی آپ علیہ السلام اس کی نماز ادا فرما رہے ہیں حالانکہ رب العزت نے آپ کو اس کی نماز جنازہ ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے اور فرمایا۔استغفرلهم اولا تستغفر لهم ۔اور میں ستر سے زیادہ مرتبہ کروں گا۔حضرت عمر نے عرض کی۔ بے شک یہ منافق ہے۔آپ علیہ السلام نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی۔ولا تصل على احد منهم مات ابداً

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد، جلد ۶، ص ۳۱۱ (۲) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص الذی یکف اولا یکف (۳) صحیح مسلم، فی صفات المنافقین واحکامھم (۴) جامع ترمذی، کتاب التفسیر، باب سورۃ التوبۃ (۵) سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب القمیص فی الکفن (۶) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب فی الصلاۃ علی اہل القبلہ (۷) صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، فصل فی زیارۃ القبور (۸) المعجم الکبیر قم ۱۷۰۵۱ (۹) الاعتبار، ص ۲۳۸ (۱۰) دلائل النبوۃ، جلد ۵، ص ۲۸۷ (۱۱) تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، ص ۲۱۷

عِلَّةٌ أُخْرَى فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

356۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا الْفُضَيْلُ بْنُ الْحُسَيْنِ، قَالَ: نا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، قَالَ: نا نَفَرٌ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَمْ يُصَلِّ عَلَى مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، وَلَمْ يَنْهَ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ« وَرَوَى عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »صَلَّى عَلَى الْمَرْجُومَةِ الَّتِي أَقَرَّتْ«

حضرت ابو برزہ الاسلمیؓ سے روایت ہے۔نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ماعز بن مالک کی نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی اور نہ ہی ان پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے ایک (ایسی) عورت کی نماز ادا فرمائی جسے اس کے اپنے اقرار پر رجم کیا گیا تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی من قتلتہ الحدود (۲) السنن الکبری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی من قتلتہ الحدود

الخلاف فی امر هذه الاحادیث

357۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَيْبَةَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَنَانٍ، قَالَ: ثنا بَقِيَّةُ، قَالَ: نا أَبُو إِسْحَاقَ الْقِنَّسْرِينِيُّ، قَالَ: نا فُرَاتُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُلْوَانَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مِنْ أَصْلِ الدِّينِ الصَّلَاةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ وَالْجِهَادُ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ، وَلَكَ أَجْرُكَ وَالصَّلَاةُ عَلَى مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ« وَهَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي ذُكِرَ فِيهَا امْتِنَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى هَؤُلَاءِ لَا أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمْ وَإِنَّمَا هُوَ تَغْلِيظٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُرِيَ الْأَحْيَاءَ عِظَمَ الْجِنَايَاتِ وَالدَّلِيلُ عَلَى مَا قُلْنَاهُ: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ« فَلَوْ لَمْ يُجِزِ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ لَمَّا أَمَرَهُمَ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَحَدِيثُ مَاعِزٍ أَيْضًا لَمْ يَنْهَ النَّاسَ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ عَلَى قَاتِلِ نَفْسِهِ، وَلَا عَلَى غَالٍّ، وَيُصَلِّي النَّاسُ عَلَيْهِ وَكَذَا قَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: الْمَقْتُولُ فِي الْقَوَدِ يُصَلِّي عَلَيْهِ أَهْلُهُ غَيْرَ أَنَّ الْإِمَامَ لَا يُصَلِّي عَلَيْهِ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دین کی اصل یہ ہے کہ نماز ہر نیک اور فاسق کے پیچھے ادا کر لی جائے اور جہاد ہر مقرر شدہ امیر کی قیادت میں کیا جائے اور اہل قبلہ میں سے جو فوت ہو جائے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور تیرے لیے تیرا اجر ہے۔ یہ حدیث منکر ہے اور اس پر ہمارا عمل نہیں ہے۔ یہ احادیث جن میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان لوگوں کی نماز جنازہ کی ادائیگی سے رک جانا ہے یہ اس لیے نہ تھا کہ ان پر نماز جنازہ ادا کرنا جائز نہیں یہ تو صرف اس لیے تھا تا کہ آپ ﷺ کی سختی کی وجہ سے ان گناہوں کی شدت (اور انجام) کا زندہ لوگوں کو پتا چل جائے اور اس پر دلیل نبی کریم ﷺ کا قول جو ہم نے ذکر کیا اپنے صاحب پر نماز پڑھ لو۔ پس اگر نماز جائز نہ ہوتی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں نماز ادا کرنے کا حکم کیوں ارشاد فرماتے؟ اور حضرت ماعز والی روایت بھی (جس میں لوگوں کو ان پر نماز ادا فرمانے سے نہیں روکا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا امام خودکشی کرنے والے اور غالی (مالِ غنیمت چھپانے والے) کی نماز نہ پڑھے اور لوگ ان پر نماز ادا کر لیں۔ اسی طرح امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں (ایسا) مقتول جسے قصاص میں قتل کیا گیا ہو اس پر اس کے گھر والے نماز ادا کریں امام اس پر نماز نہ پڑھے۔ ابو مسعود احمد بن فراتؒ

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُفَيْرٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ أَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ: »الْإِمَامُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهِ« يَعْنِي: الْقَاتِلُ نَفْسَهُ وَأَمَّا سَائِرُ النَّاسِ فَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ وَلَمْ أَرَ أَحَدًا مِنَ الْمُتَقَدِّمِينَ امْتَنَعَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى أَهْلِ الْحُدُودِ كَذَلِكَ" حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ الْفَرَائِضِيُّ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: نا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ،: أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: يَعْنِي »يُصَلَّى عَلَى مَنْ قَتَلَهُ الْحُدُودُ وَعَلَى مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ وَعَلَى مَنْ مَاتَ غَرَقًا فِي الْبَحْرِ« حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ قَالَ: نا هُشَيْمٌ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ" : لَمَّا مَاتَ الْمُنْذِرُ بْنُ الْأَجْدَعِ، وَكَانَ قُطِعَتْ يَدُهُ وَرِجْلُهُ فِي قَطْعِ الطَّرِيقِ فَمَاتَ فِي السِّجْنِ فَسُئِلَ الشَّعْبِيُّ أَيُصَلَّى- يَعْنِي: عَلَيْهِ؟ فَقَالَ إِلَى مَنْ تَدْعُونَهُ إِلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى" حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: نا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: نا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: »مَا عَلِمْتُ الْحَسَنَ وَمُحَمَّدًا كَانَا يَكْرَهَانِ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ«

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُفَيْرٍ، قَالَ: نا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَصْفَهَانِيُّ، قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: لَمَّا رَجَمَ عَلِيٌّ

فرماتے ہیں امام خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھائے اور باقی لوگ اس پر نماز پڑھ لیں اور میں نے متقدین میں سے کسی کو بھی حدودشرعی کے نفاذ کی وجہ سے فوت ہونے والے شخص کی نماز جنازہ سے منع کرتے نہیں دیکھا۔اسی طرح حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ جو حدودشرعی کے نفاذ سے فوت ہوااور جس نے خودکشی کی اور جو ڈوب کرفوت ہواان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔حضرت عمر بن ابی زائدہ سے روایت ہے جب منذر بن الاجدع فوت ہوا اور اس کے ہاتھ اور پاؤں ڈاکہ زنی کی وجہ سے کاٹ دیئے گئے اور وہ قید خانے میں ہی فوت ہوا توشعبی سے سوال کیا گیا کہ کیااس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔انہوں نے کہا: وہ کس چیز کی دعوت دیتے تھے یہویت اور نصرانیت کی۔ حضرت یونس بن عبید فرماتے ہیں میں حسن اور محمد کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ اصل صلاۃ یعنی (مسلمانوں) میں سے کسی پر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ سمجھتے ہوں۔امام شعبی سے روایت ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے شراحہ کو رجم کیا تو ان ۔ سے کہا گیا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا جیسا تم اپنے گھر کی میتوں کے ساتھ کرتے ہو۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں ولدزنا کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور خودکشی کرنے والے کے سوا تمام مسلمان میت کی نماز

شَرَاحَةَ قِيلَ: كَيْفَ نَصْنَعُ بِهَا؟ قَالَ: »كَمَا تَصْنَعُونَ بِمَوْتَاكُمُ الَّذِينَ فِي بُيُوتِكُمْ«

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، قَالَ: نا الْوَلِيدُ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ »يُصَلَّى عَلَى وَلَدِ الزِّنَا وَعَلَى كُلِّ مَيِّتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ«

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُفَيْرٍ، قَالَ: نا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: قُلْتُ" : الرَّجُلُ يَقْتُلُ نَفْسَهُ وَالْمَرْأَةُ تَقْتُلُ نَفْسَهَا أَيُصَلَّى عَلَيْهِمَا؟ قَالَ: نَعَمْ"

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، قَالَ: نا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: أَنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ، أَنَّ رَجُلًا، قَتَلَ نَفْسَهُ فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ: أَيُصَلَّى عَلَيْهِ؟ قَالَ: »نَعَمْ لَوْ عَقَلَ لَمْ يَقْتُلْ نَفْسَهُ« قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: »وَلَا تَتْرُكِ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، حِسَابُهُمْ عَلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ؛ لِأَنَّ الصَّلَاةَ سُنَّةٌ« قَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: وَيُصَلَّى عَلَى قَاتِلِ نَفْسِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَلَا تَتْرُكِ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بَرًّا كَانَ

جنازہ ادا کی جائے گی ہوگی۔ ابن عون ابراہیم سے روایت کرتے ہیں میں نے ان سے پوچھا اگر کوئی شخص خودکشی کرے یا کوئی عورت خودکشی کرے تو ان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ قاسم سے روایت ہے ایک شخص نے خودکشی کر لی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے خودکشی کرنے والے شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔

آپ نے فرمایا جی ہاں۔ اگر اس میں عقل ہوتی تو اپنے آپ کو قتل نہ کرتا۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی نماز جنازہ ترک نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ نماز جنازہ سنت ہے ان کا حساب ان کے رب پر ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور اس کی وراثت تقسیم ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ ترک نہیں کی جائے گی چاہے وہ نیک ہو یا فاجر ہو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی نماز جنازہ چھوڑی نہیں جائے گی۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اہل قبلہ میں سے کسی کی نماز جنازہ ترک نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ کوئی بھی عمل کرے۔

عبیداللہ بن حسن نے کہا کہ جس نے اپنا گلا گھونٹ کر خودکشی کی اس کی بھی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی۔

أَوْ فَاجِرًا وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: »لَا تُتْرَكِ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ« ، وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: »لَا تُتْرَكِ الصَّلَاةُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمِلٍ« ، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَسَنِ »فِيمَنْ خَنَقَ نَفْسَهُ يُصَلَّى عَلَيْهِ« وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: »لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ عَلَى قَاتِلِ نَفْسِهِ، وَلَا عَلَى غَالٍّ، وَيُصَلِّي النَّاسُ عَلَيْهِ« ، وَقَالَ إِسْحَاقُ: »يُصَلِّى عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ« وَاللَّهُ أَعْلَمُ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام الوقت خودکشی کرنے والے اور غالی آدمی کی نماز جنازہ ادا نہ کرے۔البتہ باقی لوگ اس پر نماز پڑھ لیں۔امام اسحاق نے فرمایا ہر ایک پر نماز پڑھ لی جائے گی۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن دارقطنی ،کتاب الصلوٰۃ ،باب صفۃ من تجوز الصلاۃ معہ والصلاۃ علیہ (۲)حلیۃ الاولیاء ،جلد۴ ،ص۲۳۶ (۳)العلل المتناھیۃ ،جلد۱ ،ص۴۱۸

كِتَابُ الصِّيَامِ

باب :۵۲

ذِكْرُ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

عاشوراء کے دن کے روزہ کے بیان میں

358۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: نا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ زُغْبَةُ، قَالَ: أَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنُ سَعْدٍ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ »يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ حَتَّى إِذَا فَرَضَ رَمَضَانَ كَانَ هُوَ الْفَرِيضَةُ وَتَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے قریش زمانہ جاہلیت میں دس محرم الحرام کو روزہ رکھتے تھے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اعلان نبوت سے قبل اس دن روزہ رکھتے تھے جب آپ کی مدینہ منورہ تشریف آوری ہوئی تب بھی آپ علیہ السلام اس دن کا روزہ رکھتے اور (ہمیں) روزہ رکھنے کا حکم فرماتے یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورا کا روزہ چھوڑ دیا گیا پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

تخریج حدیث۔ (۱) موطا امام مالک، کتاب الصیام، باب صیام یوم عاشوراء، (۲) صحیح بخاری، کتاب الصیام باب صیام یوم عاشوراء، (۳) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، (۴) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام جلد۲، ص۳۰۲، (۵) جامع ترمذی، کتاب الصیام جلد۲، ص۵۶، (۶) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصیام، جلد۴، ص۲۸۹ (۷) مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲، ص۳۱۱، (۸) مسند حمیدی جلد۱، ص۱۰۲، (۹) صحیح ابن خزیمہ جلد۳، ص۲۸۳ (۱۰) سنن دارمی، کتاب الصیام جلد۲، ص۲۳، (۱۱) الاعتبار ص۲۵۵، (۱۲) السنن الکبریٰ جلد۴، ص۲۸۸، (۱۳) سنن ابن ماجہ ابواب الصیام جلد۱، ص۲۷، (۱۴) شرح معانی الاثار، کتاب الصیام باب صوم یوم عاشوراء

359۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا كَامِلُ بْنُ طَلْحَةَ، قَالَ: نا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَكَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَصُومُونَهُ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ، تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ عاشورا کے دن کا روزہ رکھتے تھے اور اہل جاہلیۃ بھی اس دن کا روزہ رکھتے جب رمضان (کے روزے) فرض ہوئے تو عاشورا کے روزے کو ترک کر دیا گیا پس جو چاہے رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

360۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُبَشِّرٍ بِوَاسِطَ، قَالَ: نا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: أَنَا ابْنُ عُمَرَ، أَنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ، كَانُوا يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَهُ وَالْمُسْلِمُونَ قَبْلَ أَنْ يُفْتَرَضَ رَمَضَانُ، فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ »عَاشُورَاءَ يَوْمٌ مِنْ أَيَّامِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ«

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے اور خود نبی کریم علیہ السلام اور باقی مسلمان بھی رمضان کی فرضیت سے قبل عاشوراء کا روزہ رکھتے۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک عاشوراء اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے جو چاہے اس میں روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۹، ص ۱۳۱، (۲) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام، (۳) صحیح مسلم، باب صوم عاشوراء، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، جلد ۲، ص ۳۱۱، (۵) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب صیام یوم عاشوراء، (۶) صحیح ابن خزیمہ جلد ۳، ص ۲۸۴

361۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّرْسِيُّ بِالْعَسْكَرِ، قَالَ: نا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَسْعُودٍ الزَّنْبَرِيُّ، بِمِصْرَ قَالَ: نا بَكَّارُ بْنُ قُتَيْبَةَ، قَالَ: نا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، قَالَ: نا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ، فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا بِهِ، وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ، وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ«

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہمیں عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم فرماتے، اس کی ترغیب دیتے اور اس پر محافظت کی وصیت فرماتے۔ جب رمضان (کے روزے) فرض کیے گئے تو آپ علیہ السلام نے نہ تو ہمیں اس کے رکھنے کا حکم دیا نہ رکھنے سے منع فرمایا اور نہ ہی اس پر محافظت کی وصیت فرمائی۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری کتاب التفسیر، (۲) صحیح مسلم باب صوم عاشوراء، (۳) مسند احمد جلد ۹، ص ۱۳، (۴) سنن ابو داؤد کتاب الصیام، (۵) صحیح ابن خزیمہ جلد ۳، ص ۲۸۴، (۶) صحیح ابن حبان جلد ۸، ص ۳۸۶

362۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا كَامِلُ بْنُ طَلْحَةَ، قَالَ: نا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ: »صَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَرِيضَةٌ« وَمَعْنَى هَذَا عِنْدِي۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ مِنْ قَوْلِ الْحَسَنِ كَانَ صَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَرِيضَةٌ"

حضرت مبارک بن فضالہؒ روایت کرتے ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا عاشوراء کا روزہ فرض ہے۔ابن شاہین فرماتے ہیں امام کے قول کہ عاشوراء کا روزہ فرض ہے اس کا معنی اللہ رب العزت ہی جانتا ہے۔

تخریج حدیث۔:مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصوم، باب ما قالوا فی یوم عاشوراء

ذِكْرُ نَسْخِ كُلِّ صَوْمٍ بِشَهْرِ رَمَضَانَ

رمضان کے روزے سے باقی تمام روزوں کے نسخ کا بیان

363۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، وَمَا كَتَبْتُهُ إِلَّا عَنْهُ قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ الْكِنْدِيُّ قَالَ: نا الْمُسَيَّبُ بْنُ شَرِيكٍ، عَنْ عُبَيْدٍ الْمُكْتِبِ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »نَسَخَ رَمَضَانُ كُلَّ صَوْمٍ«

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان المبارک (کے روزوں نے) گذشتہ تمام روزوں (کی فرضیت) کو منسوخ کر دیا ہے۔

364۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا أَبُو عُبَيْدِ اللَّهِ الْمَخْزُومِيُّ، قَالَ: قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ »نَسَخَ شَهْرُ رَمَضَانَ كُلَّ صَوْمٍ«

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رمضان کے مہینے نے (گذشتہ) تمام روزوں کو منسوخ کر دیا۔

تحقیق

حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ اور حضرت حسن بصریؒ سے عاشوراء کے روزہ کی فرضیت کی روایات مروی ہیں جن کی تعداد پانچ ہے اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت سفیان بن عینیہؒ سے اس کی منسوخیت کی دو احادیث نقل کی گئیں، باب کی تشریح میں درج ذیل نقاط پر بحث کی جائے گی۔

(۱) عاشوراء سے مراد کون سا دن ہے

(۲) عاشوراء کی وجہ تسمیہ

(۳) فرضیت صیام سے قبل صوم عاشوراء کی حیثیت پر فقہاء کا اختلاف

(۴) صوم عاشوراء کی فضیلت

عاشوراء سے مراد دن کونسا ہے:

اس سے متعلق چند روایات مروی ہیں:

(۱) اس سے مراد نو محرم الحرام ہے، یہ قول حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے

(۲) اس سے مراد گیارہ محرم الحرام ہے، یہ قول امام ابو اللیث سمرقندیؒ اور امام محبؒ طبریؒ کا ہے۔

(۳) یوم عاشوراء سے مراد دس محرم الحرام ہے، یہ قول جمہور صحابہ، تابعین فقہاء و محدثین اور نحاۃ کا ہے۔

(شرح زرقانی جلد۲ ص ۲۳۴، دار الحدیث، مصر عمدۃ القاری جلد ۹ ص ۲۲۰، مکتبہ توصیفیہ مصر)

عاشوراء کی وجہ تسمیہ:

امام بدر الدین عینیؒ نے اس کی دو وجوہات لکھیں۔

اول: فقیل لانہ عاشر المحرم وہذا ظاہر

دوئم: اس روز اللہ رب العزت نے دس انبیاء کرام کو اپنی نوازشات و کرامات عطا فرمائیں، موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے مقابل فتح عطا فرمائی اور آپ کیلئے سمندر کو دولخت کیا گیا اور فرعون کو غرق کر دیا گیا، نوح علیہ لسلام اسی روز اپنی کشتی کے ذریعہ جودی پہاڑ پر ٹھہرے، یونس علیہ السلام اسی دن مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف فرما ہوئے، اس دن آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ یوسف علیہ لسلام اس روز کنویں سے باہر نکالے گئے، عیسیٰ علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے اور اسی روز آسمان پر اٹھائے گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ یوم عاشوراء کو قبول ہوئی، یعقوب علیہ السلام کی بصارت اسی روز کرتہ یوسفی کے سبب واپس آئی اور اسی عظمت والے دن نبی کریم علیہ السلام کے تصدق آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے گئے۔ (عمدۃ القاری جلد ۹، ص ۲۲۲، مکتبہ توفیقیہ مصر)

فرضیت صیام سے قبل صوم عاشوراء کی تشریعی حیثیت پر فقہاء کا اختلاف:

اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ عاشوراء کا روزہ مسنون ہے واجب نہیں، البتہ فرضیت صیام سے قبل اس کی تشریعی حیثیت کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے اس باب میں تین اقوال نقل کئے گئے۔

اول: ابتداء ہی سے عاشوراء کا روزہ مسنون رہا ہے اور امت پر کبھی واجب نہیں ہوا البتہ فرضیت صیام سے قبل اس کی تاکید ضرور تھی مگر بعد میں تاکید باقی نہ رہی، یہ قول امام شافعیؒ کا ہے۔

دوئم: فرضیت صیام سے قبل عاشوراء کا روزہ فرض تھا، یہ قول احناف کا ہے، امام محمدؒ نے موطا میں اس کا ذکر فرمایا۔

صیام یوم عاشوراء کان واجب قبل ان یفرض رمضان ثم نسخه شهر رمضان مفو تطوع من شاصامه ومن شالم بصمه وهو قول ابی حنيفه والعامة قلينا (موطا امام محمد جلد ا، ص ۲۱۸)

عاشوراء کا روزہ فرضیت صیام سے قبل واجب تھا پھر رمضان نے اسے منسوخ کر دیا پس وہ مستحب ہے جو چاہے اسے رکھے اور جو نہ چاہے وہ نہ رکھے یہ امام ابوحنیفہ اور ما قبل کے علماء کا قول ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول یہی ہے۔

سوئم: قاضی عیاض فرماتے ہیں بعض اسلاف کے ہاں عاشوراء کا روزہ فرض تھا اور اس کی فرضیت منسوخ نہیں ہوئی اب بھی باقی ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۹، ص ۲۲۲)

فرضیت صیام سے قبل کی تشریعی حیثیت میں اگر چہ اختلاف پایا جاتا ہے لیکن دو ہجری میں رمضان کے روزے فرض

ہونے کے بعداس کے عدم وجوب پر اجماع امت ہے، امام عینی فرماتے ہیں۔

وحصل الاجماع علی انہ لیس بفرض انما هو مستحب اوراس بات پر اجماع ہوگیا کہ یہ مستحب ہے فرض نہیں۔

(عمدۃ القاری جلد ۹، ص ۲۲۲)

احناف کے ہاں عاشوراء کے روزے کی فرضیت اوراس کی منسوخیت کی دلیل وہ روایات ہیں جو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں جنہیں امام ابن شاہین رحمہ اللہ کے علاوہ امام مالک کے موطا امام دارقطنی نے اپنی سنن، ابن عدی نے کامل میں نقل فرمائیں اس کے علاوہ حدیث نمبر 358 کی تخریج میں حضرت عائشہؓ کی روایت کے مصادر دیکھے جاسکتے ہیں۔

صوم عاشوراء کی فضیلت:

عن ابی قتادہ ان رسول اللہ ﷺ سئل عن صیام یوم عاشوراء فقال یکفر السنة الماضية

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر)

حضرت قتادہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے عاشوراء کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ سابقہ سال کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لیس لیوم فضل علی یوم فی الصیام الا شهر رمضان ویوم عاشوراء

(مجمع الزوائد جلد ۳، ص ۱۸۹)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنوں میں سے کوئی دن روزے کی فضیلت میں رمضان اور عاشوراء کے دن کے برابر نہیں۔

عن ابی هریرہ قال، قال رسول اللہ ﷺ یوم عاشوراء تصومہ الانبياء علیهم الصلوٰة والسلام فصوموه انتم

(مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ عمدۃ القاری جلد ۹، ص ۲۲۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے سرکار علیہ السلام نے فرمایا عاشوراء کے دن انبیاء روزے رکھتے ہیں تم بھی رکھو۔

باب : ۵۳

بَابُ فِي صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مُنْفَرِدًا

جمعہ کے دن کو روزے کیلئے خاص کرنے کے بیان میں

365۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، قَالَ: نا هَارُونُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: نا عَنْبَسَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے جمعہ کے دن کا (منفرد) روزہ رکھنے سے منع فرمایا سوائے اس سے کہ اس سے پہلے یا بعد میں روزہ رکھا جائے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الصوم، (۲) صحیح مسلم کتاب الصیام، (۳) جامع ترمذی، کتاب الصوم، (۴) سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، (۵) سنن ابن ماجہ، ابواب الصیام

366۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هَارُونَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَيَّارٍ، قَالَ: نا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ" نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ هَذَا الْبَيْتِ"

حضرت محمد بن عباد سے روایت ہے کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعۃ المبارک کے دن کا روزہ (منفرد) رکھنے سے منع فرمایا اور کہا کہ اس گھر کے رب کی قسم۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الصیام، باب صیام یوم الجمعۃ منفرداً، (۲) سنن دارمی، کتاب الصوم، (۳) سنن الکبری، جلد ۴، ص ۳۰۱، (۴) صحیح مسلم، کتاب الصیام، (۵) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصیام، باب صیام صوم الجمعۃ

367۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ بِقَيْسَارِيَّةَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: نا عَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَخُصَّ لَيْلَةَ جُمُعَةٍ بِقِيَامٍ أَوْ يَوْمَ جُمُعَةٍ بِصِيَامٍ«

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے اکیلا شب جمعہ کے قیام یا صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔ کامل ابن عدی جلد۳، ص۳۳۵

368۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى يَعْنِي الصُّوفِيَّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: نا قَيْسٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: »قَلَّمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَوْمَ جُمُعَةٍ«

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت کم رسول اللہ ﷺ کو (اکیلا) جمعہ کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔

تخریج حدیث۔ (۱) سنن نسائی، کتاب الصیام

369۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَازِمٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ، قَالُوا: أنا يَحْيَى، قَالَ: نا قَيْسٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: »قَلَّمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ«

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت کم رسول اللہ ﷺ کو (اکیلا) جمعہ کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔

تخریج حدیث۔ (۱) سنن الکبری جلد۴، ص۳۰۲، (۲) الترغیب والترہیب جلد۲، ص۲۴۹

370۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا جَعْفَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُرَيْرِيُّ، قَالَ: نا أَبُو حَمَّادٍ الْحَنَفِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مُنْفَرِدًا«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعۃ المبارک کے دن کا روزہ (منفرد) رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الصیام، باب صوم یوم الجمعۃ، (۲) صحیح مسلم کتاب الصیام، باب کراہۃ افراد یوم الجمعۃ بصوم، (۳) سنن ابن ماجہ ابواب الصیام، (۴) المعجم الاوسط جلد ۱، ص ۵۷

371۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ مُوسَى بْنِ بُلْبُلٍ السِّمْسَارُ، وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عِيسَى الْعَسْكَرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، قَالَ: نا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، إِلَّا بِيَوْمٍ قَبْلَهُ أَوْ بِيَوْمٍ بَعْدَهُ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جمعۃ المبارک کا (منفرد) روزہ رکھنے سے منع فرمایا سوائے اس سے کہ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھا جائے۔

تخریج حدیث۔نفس المرجع

372۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا أَبُو حَمَّادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مَوْقُوفًا قَالَ: »لَا تَصُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ تَصُومَ قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ روزہ نہ رکھو (اکیلا) جمعہ کے دن کا مگر اس سے پہلے ایک دن روزہ رکھو یا بعد میں۔

تخریج حدیث۔نفس المرجع

373۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيعِيُّ، وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: نا سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: نا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا يَصُمْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا تم میں سے کوئی جمعۃ المبارک کے دن کا (منفرد) روزہ نہ رکھے مگر اس سے پہلے ایک دن کا روزہ رکھے یا بعد کا۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراہیۃ صوم یوم الجمعۃ، (۲) جامع ترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی کراہیۃ صیام یوم الجمعۃ منفرداً، (۳) سنن ابن ماجہ ابواب الصیام، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، باب من رخص فی صوم یوم الجمعۃ، (۵) صحیح ابن خزیمہ جلد۳، ص ۳۱۵، (۶) صحیح ابن حبان جلد ۸، ص ۳۷۸، (۷) مسند احمد جلد۲، ص ۴۹۵

374۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ النَّرْسِيُّ، قَالَ: نا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ: أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ، كَانَ يَقُومُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَيَصُومُ يَوْمَهَا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: لَا تَقُمْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَلَا تَصُمْ يَوْمَهَا فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: »يَا عُوَيْمِرُ، سَلْمَانُ أَفْقَهُ مِنْكَ« لَا تَخُصَّ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ، وَلَا يَوْمَهَا بِصِيَامٍ"

حضرت محمد بن سرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب جمعہ قیام فرماتے تھے اور جمعۃ المبارک کا روزہ رکھتے۔

ان سے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ (اکیلا) شب جمعہ کو قیام نہ کیا کرو اور جمعۃ المبارک کا (منفرد) روزہ نہ رکھا کرو (کیونکہ) نبی کریم ﷺ کو اس بات کی خبر دی گئی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے عویمر، سلمان (رضی اللہ عنہ) آپ سے زیادہ فقیہہ ہیں (لہٰذا) قیام کیلئے شب جمعہ کو ہی مختص نہ کیا کرو اور نہ روزے کیلئے اس کا دن (یعنی اکیلا جمعۃ المبارک)۔

تخریج حدیث۔ الترغیب والترہیب جلد۲، ص ۳۸

375۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَخْرَمِيُّ، قَالَ: نا شَاذَانُ، قَالَ: نا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، »لَا تَخُصَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ وَلَا تَخُصَّ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ دُبُرَ اللَّيَالِي«

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابودرداء جمعہ کے دن کو روزے کے لئے مخصوص نہ کیا کرو اور نہ ہی اسے پہلی رات (شب جمعہ) قیام کے لئے مختص کیا کرو۔

376۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمِسْوَرِ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا تَعَمَّدُوا صِيَامَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ، وَلَا تَحَرَّوْا قِيَامَ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ«

تخریج حدیث۔ المعجم الکبیر جلد ۶ ص ۲۶۸، (۲) مجمع الزوائد جلد ۳، ص ۲۰۰

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جمعۃ المبارک کے دن کو باقی دنوں میں سے روزے کے لئے خاص نہ کرو اور شب جمعہ کو قیام کیلئے۔

377۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: نا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ: كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يُحْيِي لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، وَيَصُومُ يَوْمَهَا، فَأَتَاهُ سَلْمَانُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخَى بَيْنَهُمَا فَنَامَ عِنْدَهُ، فَأَرَادَ أَبُو الدَّرْدَاءِ أَنْ يَقُومَ لَيْلَتَهُ فَقَامَ إِلَيْهِ سَلْمَانُ فَلَمْ يَدَعْهُ فَنَامَ وَأَفْطَرَ، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن سیرینؒ سے روایت ہے آپ نے فرمایا حضرت ابودرداءؓ جمعہ کی رات کو بیداری فرماتے اور جمعہ کے دن کا روزہ رکھتے حضرت سلمان ان کے پاس تشریف لائے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا تھا۔ سلمان ان کے ہاں سو گئے۔ حضرت ابودرداء نے اس رات قیام کا ارادہ فرمایا۔ حضرت سلمان ان کے ساتھ کھڑے ہوئے لیکن بیداری نہ فرمائی اور سو گئے اور اگلے دن کا روزہ بھی نہ رکھا۔ حضرت ابودرداء آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کے اس معاملے کی خبر دی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »عُوَيْمِرٌ، سَلْمَانُ أَعْلَمُ مِنْكَ « لَا تُخْيِي لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِصَلَاةٍ وَلَا يَوْمَهَا بِصِيَامٍ"

آپ ﷺ نے فرمایا: اے عویمر، سلمان تم سے زیادہ جانتا ہے، تم جمعہ کی رات نہ تو جاگا کرو اور نہ ہی اس دن کا روزہ رکھا کرو۔

تخریجِ حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصیام، باب صیام یوم الجمعۃ، (۲) مجمع الزوائد جلد ۳، ص ۲۰۰

اَلْخِلَافُ فِيْ ذٰلِكَ

378۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: نا مَيْمُونُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: نا لَيْثٌ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ »لَمْ يَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْطَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَطُّ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کبھی بھی نبی کریم علیہ السلام کو جمعہ کے دن کا روزہ چھوڑتے ہوئے نہ دیکھا۔

تخریجِ حدیث۔(۱) مسند بزار جلد ۱، ص ۴۰۹، (۲) مجمع الزوائد جلد ۳، ص ۲۰۰

379۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ عُتْبَةَ الْكِنْدِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْمُرَادِيُّ، قَالَ: نا مَسْعَدَةُ بْنُ الْيَسَعِ، عَنْ رَقَبَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَمَا رَأَيْتُهُ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ«

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہر ماہ روزے رکھتے تھے اور میں نے آپ علیہ السلام کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے جمعہ کے دن کا روزہ ترک فرمایا ہو۔

تخریجِ حدیث۔ مراجع سابقہ

380۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْفِرْيَابَانِيُّ، قَالَ: نا مَسْعَدَةُ بْنُ الْيَسَعِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَا يَكَادُ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ«

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم علیہ السلام جمعۃ المبارک کے روزے کو کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

تخریجِ حدیث۔ مراجع سابقہ

381۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ نا أَحْمَدُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: نا عُبَيْدُ اللَّهِ، قَالَ: نا شَيْبَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: »قَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ«

حضرت عبداللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں بہت کم ایسے ہوتا کہ آپ علیہ السلام جمعہ کے دن کا روزہ ترک فرماتے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۵،ص۳۲۹،(۲) جامع ترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی صوم یوم الجمعۃ،(۳) سنن ابن ماجہ، ابواب الصیام، باب فی صیام یوم الجمعۃ،(۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، باب من رخص فی صوم یوم الجمعۃ

382۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ صَدَقَةَ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ يَعْنِي التَّغْلِبِيَّ، قَالَ: نا رُوَيْمٌ، قَالَ: نا لَيْثٌ، عَنْ عِيسَى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسَ بْنِ بُكَيْرٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَشْجَعَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ قَالَ: »مَنْ صَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَعْطَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَشَرَةَ أَيَّامٍ مِنْ أَيَّامِ الْآخِرَةِ غَدًا« وَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ خَرَجَ عَلَى وَجْهِ النَّهْيِ، عَنِ التَّفَرُّدِ بِصِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مُنْفَرِدًا فَإِذَا انْضَافَ إِلَيْهِ يَوْمٌ قَبْلَهُ أَوْ يَوْمٌ بَعْدَهُ، خَرَجَ عَنِ النَّهْيِ، وَلَا يَكُونُ طَرِيقَهُ طَرِيقُ الْمَنْسُوخِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ الَّتِي جَاءَتْ فِي فَضْلِ صَوْمِهِ فَطَرِيقُهُ فِيهِ اضْطِرَابٌ، وَلَا يُرْفَعُ فَضْلُ صَوْمِهِ، وَأَمَّا صَوْمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ كَمَا أَمَرَ لِغَيْرِهِ، وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ هُوَ لَهُ دُونَ غَيْرِهِ كَمَا كَانَ يَأْمُرُ بِالْإِفْطَارِ فِي النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى آخِرِهِ، وَيَصُومُ هُوَ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھا اللہ رب العزت اسے آخرت کے دس دنوں کے برابر اجر عطا فرمائے گا۔ پہلی حدیث میں کسی خاص سبب اس روزے کی ممانعت ہے اور وہ یہ کہ اس دن سے قبل اور بعد روزہ نہ رکھا گیا ہو اگر جمعہ سے ایک دن پہلے یا بعد روزہ رکھا جائے تو اس صورت میں ممانعت نہیں اس باب میں منسوخیت کے قول کا دخل نہیں۔ واللہ اعلم البتہ اس دن کے روزے کے متعلق روایت میں اضطراب ہے اور ان کی فضیلت مرفوعاً بیان نہیں ہوئی۔ اور (رہی بات) نبی کریم ﷺ کے روزے کی تو یہ ممکن ہے کہ وہ روزہ ایسا ہی ہو جیسا آپ ﷺ نے دوسروں کو بھی حکم دیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صرف آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے خاص ہو دوسروں کے لیئے نہ ہو جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کو تو نصف شعبان کے بعد روزہ ترک کرنے کا حکم فرماتے تھے جبکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پورا شعبان روزہ رکھتے۔ واللہ اعلم۔

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبریٰ جلد۴،ص۳۰۲،(۲) الترغیب والترہیب جلد۲،ص۲۴۹

تحقیق

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابودرداءؓ سے مروی باب کی ابتدائی تیرہ احادیث جمعہ کے دن کو نفلی روزے کیلئے مخصوص کرنے کی ممانعت کے بیان میں ہیں، امام ابن شاہین کے علاوہ جن محدثین نے یہ روایات نقل فرمائیں احادیث کی تخریج سے ان کے مصادر جانے جاسکتے ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام سے اس ممانعت کی رخصت قولی اور فعلی روایات بھی پیش کی گئی جن کے مراجع بھی تخریج میں موجود ہیں امام ابن شاہین کا رخصت کی روایات متاخر نقل کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے جمعہ کے روزے کی رخصت عطا فرمائی اور پھر اس کی فضیلت بھی بیان فرمائی جیسا کہ حدیث ۳۸۲ سے ظاہر ہے البتہ اس باب میں ممانعت اور رخصت کے متعلق علماء نے نسخ کے قول کو ترجیح نہیں دی اور خود ابن شاہین رحمہ اللہ بھی روایات کے درمیان منسوخیت کے قائل ہیں، ممانعت اور پھر رخصت چند وجوہات کے سبب تھی جس کا ذکر تفصیلاً کیا جائے گا۔ ذیل میں فقہاء کے مذاہب ملاحظہ فرمائیں۔

اس باب میں فقہاء کے مذاہب:

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں صرف جمعہ کے دن کو نفلی روزے کیلئے مخصوص کر لینا مکروہ ہے ان کا استدلال باب کی ابتدائی روایات سے ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالک بن انسؒ کے نزدیک یہ روزہ بلا کراہیت جائز ہے اور ان ائمہ کا استدلال باب کی متاخر روایات سے ہے۔

ابن حزم کے مذہب میں صرف جمعہ کا روزہ حلال نہیں حتیٰ کہ اگر کسی نے اس دن کے روزے کی نذر مانی تو یہ نذر بھی باطل ہے۔

البتہ اس بات پر تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ اگر جمعہ سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی ملا کر روزہ رکھا جائے تو یہ جائز ہے۔

(فتح الباری جلد۴،ص۲۳۴،المغنی جلد۳،ص۱۰۵،المحلی جلد۷،ص۲۰)

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے ہاں اس دن کے روزہ میں مطلق کراہیت نہیں کیونکہ ابتداء آپ علیہ السلام نے اس کی ممانعت جن وجوہات کی بناء پر فرمائی وہ درجہ ذیل ہیں امام نوویؒ اور امام عینیؒ نے وہ وجوہات بیان فرمائیں۔

(۱) کیونکہ یہ دن کثرت عبادت، دعا، استغفار، خطبہ جمعہ کیلئے تیاری اس کے انتظار، اس کے سماع وغیرہ کا دن ہے لہٰذا ترک صیام سے تقویت حاصل کی جائے اور ان مناسک کی تیاری کیلئے نشاط حاصل ہوسکے تاکہ کسی قسم کی غفلت وکاہلی کا مظاہرہ نہ ہو۔

(۲) یہ دن مومنین کی عید کا دن ہے اور عید کے دن روزہ درست نہیں، سرکار دوعالم علیہ السلام نے فرمایا

یوم الجمعة یوم عید فلاتجعلوا یوم عید کم یوم صیامکم الا ان تصوموا قبله او بعده

ترجمہ: جمعہ کا دن عید کا دن ہے پس تم اپنے عید کے دن روزہ نہ رکھومگر یہ کہ اس سے پہلے یا بعد رکھ لو۔

(مستدرک، جلد۱،ص۶۰۳)

(۳) اس کی تعظیم میں مبالغہ کے خوف سے ممانعت کی گئی جیسا کہ یوری ہفتہ کے دن کے متعلق فتنہ میں مبتلا ہوئے۔

(۴) اس روزہ سے متعلق اعتقاد کا خوف ہونے کے سبب کہ یہ واجب ہے اس کی ممانعت وارد ہوئی۔

(۵) اس بات کا خوف کہ کہیں یہ امت پر واجب نہ کر دیا جائے۔آپ علیہ السلام نے اس کی ممانعت فرمائی۔

(عمدۃ القاری جلد۷،ص۲۰۶،۲۰۵ شرح مسلم نووی)

چونکہ اس روزہ کی ممانعت وجوہات بالا کے پیش نظر ہوئی لیکن پھر آپ علیہ السلام نے اس ممانعت کے مقابل اس کی فضیلت بھی پیش فرمادی تا کہ لوگ اس عمل کو بالکل ترک نہ فرمادیں اسی لئے احناف مالکیہ کے ہاں اس کی کراہیت اب باقی نہیں۔

احناف اس روزہ کی عدم کراہیت پر درجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) عن عبدالله قال کان رسول الله ﷺ یصوم من کل شهر ثلاثة ایام، قلما کان یفطر یوم الجمعة

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام ہر ماہ ایام بیض کے تین روزے رکھتے اور بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ علیہ السلام جمعہ کا روزہ ترک فرماتے۔

(جامع ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم یوم الجمعہ، مسند احمد جلد۵،ص۳۲۹)

(۲) عن عبدالله ابن عمر قال مارایت رسول الله ﷺ مفطرا یوم جمعه قط

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، باب من رخص فی صوم یوم الجمعۃ)

ابن عمر روایت کرتے ہیں میں نے آپ علیہ السلام کو کبھی بھی جمعہ کا روزہ ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(۳) عن ابی هريرةؓ من صام الجمعة كتب له عشرة ايام من ايام الآخرة لايشاكلن ايام الدنيا

(تحفۃ الاحوذی، جلد ۷، ص ۴۷۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھا اس کیلئے آخرت کے دس دنوں کے برابر اجر لکھ دیا گیا اور ان آخرت کے دنوں کی دنیا کے دنوں سے کوئی مناسبت نہیں۔

احناف کے فتویٰ پر پیش کردہ چوتھی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے جو اس باب کی حدیث نمبر 382 ہے۔ ابن شاہین کے علاوہ امام بیہقی اور حافظ منذری نے بھی اسے نقل کیا، تخریج ملاحظہ فرمائیں۔

باب : ۵۴

بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا

روزے دار کا حالت جنابت میں صبح کرنے کے بیان میں

383۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْمَكِّيُّ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو الْقَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: لَا وَرَبِّ هَذَا الْبَيْتِ، »مَا أَنَا نَهَيْتُ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَكِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ، لَا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ مَا أَنَا قُلْتُ مَنْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ جُنُبًا فَلَا يَصُمْ، وَلَكِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهُ«

حضرت عبداللہ بن عمرو القاری فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کعبہ کے رب کی قسم میں جمعہ کے روزہ سے منع نہیں کرتا نبی کریم علیہ السلام نے اس روزہ سے منع فرمایا ہے اور کعبہ کے رب کی قسم میں نہیں کہتا کہ جس نے حالت جنابت میں صبح کی اس کا روزہ نہیں ہوگا یہ تو نبی کریم علیہ السلام کا فرمان ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۲، ص ۳۴۸، (۲) سنن ابن ماجہ، ابواب الصیام باب ماجاء فی الرجل یصبح جنبا وھو یرید الصیام، (۳) مسند حمیدی، جلد۲، ص ۴۴۳، (۴) صحیح ابن خزیمہ جلد۳، ص ۳۱۴، (۵) صحیح ابن حبان جلد۸ ص ۲۷۴، (۶) شرح معانی الاثار، کتاب الصیام

384۔ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ السِّجِسْتَانِيُّ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَلِيٍّ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: نا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ أَدْرَكَهُ الصُّبْحُ وَهُوَ جُنُبٌ فَلَا يَصُمْ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ جنبی تھا تو اس کا روزہ نہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب

اَلْخِلَافُ فِيْ ذٰلِكَ

385۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، وَجَدِّي، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: نا عُبَيْدَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يُصْبِحُ جُنُبًا فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيُتِمُّ صَوْمَهُ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا روایت کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں حالت جنابت میں صبح فرماتے پھر غسل فرماتے اور روزہ مکمل فرما لیتے۔

تخریج حدیث۔(۱) موطاامام مالک جلد۱،ص۲۹۰،(۲) مسند احمد جلد۳،ص۲۳۲،(۳) صحیح بخاری کتاب الصیام، باب الصائم یصبح جنبا،(۴) صحیح مسلم کتاب الصیام، (۵) سنن ابی داؤد کتاب الصیام، (۶) جامع ترمذی، کتاب الصیام، (۷) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، (۸) سنن دارمی، کتاب الصیام جلد۲،ص۱۳، (۹) شرح معانی الاثار کتاب الصیام جلد۲،ص۱۰۵

386۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ الْبُهْلُولِ، أَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، نا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عُبَيْدَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »يُصْبِحُ جُنُبًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ، وَيُتِمُّ صَوْمَهُ وَفِي كِتَابِي ثُمَّ يُصَلِّي وَيُتِمُّ صَوْمَهُ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ماہ رمضان میں حالت جنابت میں ہی صبح فرما لیتے پھر غسل فرماتے اور روزہ مکمل کرتے اور میری دوسری کتاب میں الفاظ یہ ہیں کہ پھر نماز ادا فرماتے اور روزہ مکمل فرما لیتے۔

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

387۔ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَفٍ الْقُرَشِيُّ بِمِصْرَ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي، قَالَ: نا بَكْرُ بْنُ مُضَرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ نِسَائِهِ، ثُمَّ يُتِمُّ صَوْمَهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ"

حضرت عبداللہ ابن ابی سلمہ فرماتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج سے جنبی ہوتے ہوئے صبح فرماتے پھر اس دن کا روزہ مکمل فرما لیتے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح ابن حبان، کتاب الصیام، باب اباحۃ صوم المراء اذا اصبح وھو جب

تحقیق

جس شخص نے حالت جنابت میں صبح کرلی اس حال میں کہ فجر طلوع ہوگئی اس کے روزے کے متعلق اس باب میں پانچ متعارض روایات پیش کی گئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے دو روایات جن میں ایسے شخص کے متعلق روزہ دار نہ ہونے کا بیان ہوا جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہؓ سے اس فعل کی رخصت اور جنبی کیلئے روزے کا حکم باقی ہونے کی روایات مروی ہیں۔ محدثین وفقہاء کے ہاں ان متعارض روایات کے متعلق حکم ملاحظہ کرنے سے قبل یہ جان لیا جائے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ دونوں روایات مرسل ہیں جو آپ نے حضرت فضل بن عباس اور اسامہ بن زید سے مرسلا روایت فرمائی ہیں البتہ حضرت ام سلمہ وحضرت عائشہ سلام اللہ علیہا کی روایات معمول نبوی کا بیان ہے۔

اس باب میں فقہاء کے مذاہب:

حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمیؒ فرماتے ہیں اس باب میں اہل اسلام کے تین قول ہیں:

اول: بعض علماء کے نزدیک جنابت کی حالت میں فجر طلوع ہو جانے پر روزہ باقی نہیں رہتا، ان کا استدلال باب کی ابتدائی احادیث سے ہے اور یہی مسلک حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

دوئم: دوسرے قول کے مطابق اگر جنبی کو اپنی جنابت کا پتا تھا اس کے باوجود وہ سو گیا اور اسی حال میں صبح ہوگئی تو اس کا روزہ نہیں ہوگا اور اگر جنابت کا علم ہی نہ ہوا تو وہ روزے سے ہوگا۔ یہ قول طاؤسؒ اور عروہ بن زبیرؒ کا ہے۔

سوئم: یہ قول جمہور اہل اسلام کا ہے جن میں صحابہ اور تابعین شامل ہیں اور بعد کے فقہاء بھی کہ جنبی غسل کے بغیر صبح کرسکتا ہے، حالت جنابت سے غسل کیے بنا روزہ درست ہے چاہے اسے اپنی جنابت کا علم ہو یا نہ ہو۔ یہ قول حضرت مولا علیؑ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، ابوذر غفاریؓ، ابو درداءؓ، ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، ابن عمرؓ اور فقہاء میں سے امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، سفیان ثوریؒ کا ہے۔

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد ۱ ص ۴۸۹، دار ابن حزم)

چوتھا قول اس متعلق امام ابراہیم النخعیؒ کا ہے کہ اگر روزہ رمضان کا ہے تو جنبی قضاء کرے گا لیکن اگر نفلی ہے تو وہ اسی روزہ کو مکمل کرے قضاء کی حاجت نہیں۔

(معالم السنن، جلد۲، ص۹۹)

روایات متعارضہ کی فنی حیثیت:

اس بات پر صحابہ کرام وائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے کہ جنبی کا روزہ فاسد نہیں ہوتا البتہ متعارض روایات کی حیثیت میں اختلاف ہے فقہاء ومحدثین کے اس باب میں درج ذیل اقوال ہیں۔

اوّل: خبر ابو ہریرہ منسوخ ہے۔

یہ قول امام ابوسلیمان احمد بن محمد الخطابی البستیؒ، امام الحافظ ابن حجر عسقلانیؒ، الشافعیؒ اور امام ابن خزیمہؒ کا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

الخبر منسوخ لان الله تعالیٰ عنه ابتداء فرض الصيام كان منع في ليل الصوم من الاكل والشرب والجماع، بعد النوم، قال ميتمل ان يكون خبر الفضل كان حنيئذ ثم اباح الله ذلك كله الى طلوع الفجر، فكان للمجامع ان يستمر الى طلوعه فيلزم ان يقع اغتساله بعد طلوع الفجر فعل على ان حديث عائشه ناسخ حديث الفضل

(فتح الباری جلد۱، ص۱۶۸، معالم السنن، جلد۲، ص۹۹، صحیح ابن خزیمہ جلد۳، ص۲۵۰)

حضرت ابو ہریرہ کی خبر منسوخ ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے ابتداء جب روزے فرض فرمائے تو رات کو سونے کے بعد کھانے پینے اور جماع سے منع فرمایا تھا۔ پس فضل بن عباس کی روایت میں یہ احتمال ہے کہ یہ اس وقت کی روایت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی رخصت عطا فرمادی، طلوع فجر تک پس جب جماع کرنے والا طلوع فجر تک جماع میں مستمر رہے تو یہ لازم آئے گا کہ وہ فجر کے بعد غسل کرے، پس حدیث عائشہ فضل بن عباس کی روایت کی ناسخ ہے۔

احادیث امہات المومنین راجح ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس باب میں نسخ کی بجائے ترجیح کا قول فرمایا ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول مرسل ہے جو احادیث امہات المومنین کے معارض نہیں بن سکتا لہٰذا یہاں حضرت ابو ہریرہ کے قول کی بجائے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سلام اللہ علیہا کے ارشادات کو ترجیح ہوگی۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال الشافعی رحمه الله فاخذنا بحديث عائشه وام سلمة زوجی النبی ﷺ دون ماروی ابوهريره عن اجل عن رسول الله عليه الصلوٰة والسلام منها انهما زوجتاه، وزوجتاه اعلم بعذا من رجل انما يصرفه سماعا او خبراً

(اختلاف الحدیث ص۱۴۲، علمیة بیروت ۲۰۰۸، الاعتبار جلد ا ص ۵۰۲)

پس ہم نبی کریم علیہ السلام کی ازواج حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی روایات حضرت ابوہریرہ کی روایات کے مقابل لیں گے جوانہوں نے کسی اور شخص کے واسطہ سے نبی کریم علیہ السلام سے بیان فرمائیں کیونکہ وہ دونوں آپ علیہ السلام کی ازواج ہیں اور ازواج اس شخص کی نسبت زیادہ جانتی ہیں جو کسی اور سے سنے یا خبر لے۔

متعارض احادیث میں تطبیق:

علماء کے ایک گروہ نے دونوں احادیث میں تطبیق دی ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وجمع بعضهم بين الحديثين بان الامر فی حديث ابی هريره امر ارشاد الی الافضل فان الافضل ان يغتسل قبل الفجر فلو خالف جاز ويحمل حديث عائشه علی بيان الجواز

(فتح الباری جلد ۴ ص ۱۴۸)

اور بعض علماء کے دونوں روایات میں تطبیق دی ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں جو حکم ہے وہ افضل کی طرف ارشاد ہے، پس افضل یہ ہے کہ فجر سے قبل غسل کرلیا جائے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو یہ بھی جائز ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت بیان جواز کیلئے ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق بعض محدثین نے یہ بھی بیان فرمایا کہ جب آپ کو اس فعل کی منسوخیت کی روایت پہنچی تو آپ نے رجوع فرمالیا۔ امام حازمیؒ فرماتے ہیں:

وقدروی عن سعيد بن المسيب انه قال رجع ابوهريره عن فتياه من اصبح جنبا انه لايصوم

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد ا ص ۵۰۲، صحیح مسلم کتاب الصوم، باب صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب)

حضرت سیعد بن المسیبؒ سے روایت ہے جناب ابوہریرہؓ نے اپنے اس قول کہ جنبی جب صبح کرے تو اس کا روزہ نہیں ہوتا سے رجوع کرلیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جنبی شخص اگر غسل کیے بغیر روزہ رکھ لے تو جائز ہے اور روزہ ہو جاتا ہے لیکن افضل اور بہترین طریقہ یہی ہے کہ وہ سحری سے قبل غسل کرلے۔

باب : ۵۵

بَابُ فِي النَّهْيِ عَنِ الصَّوْمِ يَوْمَ السَّبْتِ مُنْفَرِدًا

ہفتہ کے دن کے روزے کی ممانعت کے بیان میں

388۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى بْنِ أَبِي حَيَّةَ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: نا عِيسَى بْنُ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: نا ثَوْرٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا عُودَ عِنَبٍ أَوْ لِحَاءَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ«

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہفتہ کے دن سوائے فرض روزے کے کوئی روزہ نہ رکھو اور اگر تم میں سے کوئی انگور کی ٹہنی یا درخت کی چھال کے سوا کچھ نہ پائے تو اسے ہی چبالے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۶،ص۳۰۸،(۲) جامع ترمذی، کتاب الصیام باب ماجاء فی صوم یوم البست ،(۳) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب النھی ان نخیص یوم البست بصیام، (۴) صحیح ابن خزیمہ کتاب الصیام جلد۳،ص۳۱۰، (۵) سنن الکبری جلد۴،ص۳۰۲، (۶) شرح معانی الاثار، کتاب الصیام، باب صوم یوم البست ، (۷) مستدرک جلد۱،ص۴۳۵، (۸) صحیح ابن حبان، کتاب الصیام جلد۸،ص۳۷۹، (۹) حلیۃ الاولیاء جلد۵،ص۲۱۸

تحقیق

خلاصۃ الباب

روزہ شعائر اسلامیہ میں سے ہے لیکن اگر اس کی مشابہت یہود و نصاریٰ کے کسی منسک سے ہو تو عندا الشرعیہ یہ عمل بھی قابلِ تحسین نہیں ہفتے کے دن روزے کی ممانعت ان کے اس دن کی تعظیم کی نیت کے پیش نظر ہے اگر نیت میں اخلاص اور للّٰہیت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

باب : ٥٦

بَابٌ فِي مَعْنَى يَوْمِ السَّبْتِ، وَلَيْسَ بِضِدِّهِ

ہفتہ کے دن (روزہ) کے معنیٰ اور اس کا معارض نہ ہونے کے بیان میں

389۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو تَقِيٍّ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْيَزَنِيُّ، قَالَ: نا بَقِيَّةُ، قَالَ نا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ كُرَيْبٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، بَعَثَ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ وَإِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَسْأَلُهُمَا، مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يَصُومَ مِنَ الْأَيَّامِ، قَالَتَا: مَا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَانَ" أَكْثَرُ مَا يَصُومُ يَوْمُ السَّبْتِ وَالْأَحَدِ، وَيَقُولُ: »هُمَا عِيدُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى« وَلَيْسَ هَذَا الْحَدِيثُ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ الْحَدِيثُ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ السَّبْتِ مُفْرَدًا، وَهَذَا مَقْرُونٌ بِالْأَحَدِ

حضرت ابن کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کے پاس بھیجا تاکہ ان سے پوچھیں کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کون سے دنوں کا روزہ رکھنا پسند فرماتے تھے۔

انہوں نے فرمایا رسول کریم ﷺ نے وصال فرمانے تک کثرت کے ساتھ ہفتے اور اتوار کے دن روزہ رکھتے تھے اور فرماتے کہ یہ دونوں دن یہود و نصاریٰ کی عید کے دن ہیں۔ یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض نہیں ہے کیونکہ وہ حدیث صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت بیان کرتی ہے اور اس حدیث میں اتوار کے دن کا بھی ساتھ ذکر ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۶، ص ۳۲۳، (۲) صحیح ابن خزیمہ کتاب الصیام جلد ۳، ص ۳۱۸، (۳) صحیح ابن حبان کتاب الصیام جلد ۸، ص ۳۸۱، (۴) المعجم الکبیر جلد ۳، ص ۶۱۶، (۵) مستدرک علی الصحیحین جلد ۱، ص ۴۳۶، (۶) سنن الکبریٰ جلد ۴، ص ۳۰۳

تحقیق

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی حدیث سے ہفتہ کے دن کے روزے کی ممانعت کا بیان وارد ہوا اور اس کے بعد امام ابن شاہینؒ نے حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے ہفتہ اور اتوار کے دن کے روزے کا معمول نبوی ﷺ بیان فرمایا۔ امام ابن شاہینؒ نے باب معنی یوم البست ولیس بضدہ میں ہفتہ کے روزے والی حدیث کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث ہفتہ اور اتوار کے روزے کے معمول نبوی علیہ السلام کی روایت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ سابقہ باب میں تو صرف ہفتہ کے دن کو روزے کیلئے مخصوص کرنے کی ممانعت آئی ہے جبکہ اس روایت میں اتوار کا دن بھی ساتھ شامل ہے۔

اس باب میں ان دونوں ابواب کی احادیث پر بحث کی جائے گی اور درج ذیل نقاط زیر بحث ہونگے۔

(۱) ہفتہ کے دن کے روزہ کا شرعی حکم

(۲) ہفتہ اور اتوار کے روزے کی روایت پر محدثین وفقہاء کے اقوال

یوم البست کے روزہ کے شرعی حکم میں ائمہ کے اقوال:

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایت جس میں ہفتہ کے روزہ کی ممانعت کا بیان ہوا۔ اسے امام احمد نے مسند، امام ابوداؤد نے سنن، امام ترمذیؒ نے جامع، امام حاکمؒ نے مستدرک، امام ابن خزیمہؒ نے صحیح، امام بیہقیؒ نے سنن اور امام ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں نقل فرمایا البتہ اس روایت کے متعلق ائمہ نے مختلف اقوال بیان کئے ہیں۔

(۱) امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں اس روایت کو منسوخ قرار دیا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصیام، جلد۲، ص۳۲۰)

(۲) امام مالکؒ اس روایت کے متعلق کذب کا قول فرماتے ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی، جلد۳، ص۱۶۸)

(۳) امام نسائی کے ہاں یہ روایت مضطرب ہیں۔
(تلخیص الحبیر، جلد۲،ص۲۱۶)

(۴) امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر صرف ہفتہ کا روزہ رکھا جائے تو یہ مکروہ ہے جیسے صرف جمعہ کے دن کے متعلق روایت ہے اور جمہور کے نزدیک یہ کراہیت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی اور یہ کراہیت وجوب سے مشابہت کے پیش نظر ہے۔(شرح مشکوۃ)

(۵) ملا علی قاریؒ کے مطابق یہ ممانعت مکروہ تحریمی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں شدت اہتمام ہے جیسا کہ یہود کے ہاں ہوتا تھا لیکن اگر ایسا نہ بھی ہو تو مشابہت یہود کے سبب مکروہ تنزیہی ہے۔

(۶) امام حاکمؒ نے اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا، صحیح علی شرط البخاری ولم ینجر جاه اور امام ذہبیؒ نے آپ کی موافقت کی ہے۔(مستدرک جلد۱،ص۴۳۵)

(۷) ابن السکن نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔(تلخیص الحبیر، جلد۲،ص۲۱۶)

اس حدیث کے متعلق امام ابوجعفر طحاویؒ کی فیصلہ کن رائے:

وقت طور عندنا والله اعلم ان كان ثابت ان يكون انماهي عن صومه لئلا يعظم بذلك فمسك عن الطعام موالشراب والجماع فيه كما تفعل اليهود فاما من صامه لالا رادته تعظيمه ولا لماتر يداليهود بتركها السعي فيه فان ذلك غير مكروه
(شرح معانی الاثار، کتاب الصوم، باب صوم یوم البست)

اور ہمارے نزدیک یہ بات بھی ممکن ہے اور اللہ رب العزت بہتر جانتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو اس دن روزہ رکھنے کی ممانعت اس لئے ہوگی کہ اس دن کی تعظیم کی غرض سے کھانے پینے اور جماع سے رُکا جائے جیسے یہود کرتے ہیں پس اگر کوئی اس دن روزہ رکھے لیکن اس کی نیت تعظیم کی نہ ہو نہ یہود کی طرح اس دن کام کا ترک مقصود ہو تو یہ روزہ مکروہ نہیں۔

یوم السبت و احد کے روزہ کا بیان:

ہفتہ کے دن کے انفرادی روزے کے متعلق ائمہ کی آراء پیش کر دینے کے بعد امام ابن شاہین رحمہ اللہ کی نقل کردہ دوسری روایت کے متعلق فقہاء و محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔قاضی شوکانیؒ ان دونوں روایات میں منسوخیت کی بجائے تطبیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور یہی بات امام ابن شاہینؒ نے باب کے اختتام پر کہی۔

وقد جمع صاحب البدر المنير بين هذه الاحاديث فقال، النهي متوجه الى الافرداء الصوم باعتبار انضمام ماقبله او بعده اليه، ويويد هذا ما تقدم من اذنه لمن صام الجمعة ان يصوم البست بعدها والجمع مهما امكن رولی من النسخ

(نیل الاوطار جلد۴ ص۶۱۷، دارالحدیث مصر)

صاحب البدرالمنیر نے ان دونوں روایات کو تطبیق دی ہے وہ فرماتے ہیں ممانعت صرف ہفتہ کے دن کے روزے کی ہے اور اگر اس سے ماقبل یا مابعد بھی روزہ رکھ لیا جائے تو نہیں ہے اس کی تائید جمعہ کے روزے کے ساتھ ہفتہ کا روزہ رکھنے کی اجازت میں ذکر ہوئی کہ جو جمعہ کا روزہ رکھے وہ ہفتہ کا بھی ساتھ رکھے، پس نسخ کے قول کی بجائے اس طرح تطبیق دینا ممکن نہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جس وقت وفد بھیجا گیا تا کہ ان دونوں کے روزے کے متعلق پوچھا جائے کہ معمول نبوی علیہ السلام کیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ان رسول الله ﷺ اکثر ما کان یصوم من الایام یوم البست ویوم الاحد کان یقول انهما یوم عیدالمشرکین وانا ارید ان اخالفهم

(مستدرک علی الصحیحین، کتاب الصوم، تلخیص الجبیر جلد۲ ص۲۱۶)

رسول اللہ ﷺ کثرت سے ہفتہ اور اتوار کے دن کا روزہ رکھتے اور فرمایا کرتے: یہ دونوں مشرکین کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت (میں روزہ رکھتا) ہوں۔

باب : ۵۷

بَابٌ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ　روزہ دار کیلئے پچھنے لگوانے کے بیان میں

390۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ الْبَغَوِيُّ، قَالَ كَامِلُ بْنُ طَلْحَةَ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ" : ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ: الْقَيْءُ، وَالْحُلْمُ وَالْحِجَامَةُ"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول رحمت علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا تین چیزیں روزے دار کا روزہ نہیں توڑتی۔ قئی۔ احتلام اور پچھنے لگوانا

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الصیام جلد۲، ص۴۴، (۲) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصیام جلد۳، ص۲۳۳، (۳) سنن کبریٰ، کتاب الصیام، باب الصائم تحتجم ولا یبطل صومہ

391۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ الْمُجَدَّرِ، قَالَ: نا أَبُو مُصْعَبٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ" : ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ: الِاحْتِلَامُ، وَالْقَيْءُ، وَالْحِجَامَةُ"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول رحمت علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا تین چیزیں روزے دار کا روزہ نہیں توڑتی۔ قئی۔ احتلام اور پچھنے لگوانا

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب الحجامۃ للصائم، (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، باب من رخص للصائم ان تحتجم، (۳) مسند البزار جلد 1 ص 427

392۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: نا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْبَجَلِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى أَبُو الْمُثَنَّى، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَوَّلُ مَا كُرِهَتِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے پہلے جو روزہ دار کے لیے پچھنے لگانے کو ناپسند کیا گیا جب رسول کریم ﷺ حضرت جعفر بن ابی طالب کے پاس سے گزرے تو وہ روزے کی حالت میں پچھنے لگوا رہے تھے آپ علیہ السلام

الْحِجَامَةُ لِلصَّائِمِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَرَّ بِجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَفْطَرَ هَذَانِ« ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ قَالَ: وَكَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ"

نے فرمایا ان دونوں نے اپنے روزے کو توڑ دیا پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام روزے کی حالت میں پچھنے لگوانے کی اجازت عطا فرمادی۔ ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حالت روزہ میں پچھنے لگوالیا کرتے۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن دارقطنی، کتاب الصیام، باب القبلۃ للصائم، (۲)السنن الکبری جلد۴،ص ۲۶۸، (۳)الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث ص ۲۶۸

393۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، قَالَ: نا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مَرَّ بِنَا أَبُو طَيْبَةَ فِي رَمَضَانَ فَقُلْنَا لَهُ: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ قَالَ: »حَجَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ابوطیبہ رمضان کے مہینے میں ہمارے پاس سے گزرے میں نے ان سے پوچھا کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔انہوں نے جواب دیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پچھنے لگا کر آ رہا ہوں۔

تخریج حدیث۔(۱)مسند ابی یعلی جلد۷،ص ۲۲۷، (۲)مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام جلد۲،ص ۳۰۹، (۳)المعجم الکبیر جلد۲۲،ص ۳۸۲

394۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ دَاوُدَ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »أَرْخَصَ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے روزے دار کو پچھنے لگوانے کی اجازت عطا فرمادی تھی۔

تخریج حدیث۔(۱)جامع ترمذی کتاب الصیام باب الرخصۃ فی ذلک، (۲)سنن نسائی جلد۲،ص ۶۵، (۳)سنن دارقطنی کتاب الصیام، باب القبلۃ للصائم بلفظ، (۴)سنن کبری جلد۴،ص ۲۶۴، کتاب الصیام، (۵)صحیح ابن خزیمہ کتاب الصیام جلد۳،ص ۲۳۱

اَلْخِلَافُ فِيْ ذٰلِكَ

395- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الزَّبِيبِيُّ بِالْعَسْكَرِ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحْبِيِّ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ«

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کوفرماتے سنا، پچھنے لگانے اور پچھنے لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔

تخریجِ حدیث۔(۱) مسند احمد، (۲) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب فی الصائم یحتجم، (۳) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصیام، باب الحجامۃ للصائم، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، باب من ذکرہ ان یحتجم الصائم، (۵) السنن الکبری جلد۴، ص ۲۶۵

396- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: نا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ، قَالَ: نا أَبُو حُذَيْفَةَ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَهُوَ يَحْتَجِمُ صُبَيْحَةَ ثَمَانِ عَشْرَةَ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَالَ: »أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ«

حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھارہ رمضان المبارک کوحضرت معقل بن یسار کے پاس سے گزرے تو وہ صبیحہ کو پچھنے لگا رہے تھے آپ علیہ السلام نے فرمایا پچھنے لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔

تخریجِ حدیث۔(۱) المعجم الکبیر جلد۷، ص ۲۷۷، (۲) مصنف عبدالرزاق، کتاب الصیام، جلد۴، ص ۲۰۴، (۳) صحیح ابن حبان جلد ۸، ص ۳۰۴، (۴) الام، جلد۲، ص ۲۵۵، (۵) شرح معانی الاثار، کتاب الصیام، باب الصائم یحتجم، (۶) شرح السنۃ رقم ۱۷۰۹، (۷) الاعتبار ص ۲۶۴، سنن کبری جلد۴، ص ۲۶۸

397- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبٍ، قَالَ: نا أَبُو حُذَيْفَةَ، قَالَ: نا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ

حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھارہ رمضان المبارک کوحضرت معقل بن

عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَهُوَ يَحْتَجِمُ لِثَمَانِ عَشْرَةَ مِنْ رَمَضَانِ، فَقَالَ: »أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ«

یسار کے پاس سے گزرے تو وہ پچھنے لگا رہے تھے آپ علیہ السلام نے فرمایا پچھنے لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق جلد۴،ص ۲۰۹، (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام جلد۲،ص ۳۰۶، (۳) المستدرک، کتاب الصیام جلد۱،ص ۴۲۹، (۴) جامع ترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الحجامۃ للصائم، (۵) سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، (۶) الاعتبار ص ۲۶۴

398۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الْمُؤَدِّبُ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارٍ الْمَخْرَمِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُقَيْلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ" : نا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِّيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بِشْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ« وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، فَأَوْقَفَهُ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا پچھنے لگانے والے اور پچھنے لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔

ابراہیم بن طہمان نے بھی اعمش کے واسطے سے یہ روایت نقل کی اور ابوہریرہؓ کی روایت پر موافقت کی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ، ابواب الصیام، باب ماجآء فی الحجامۃ للصائم، (۲) مجمع الزوائد، جلد۳،ص ۱۶۹، (۳) سنن کبری جلد۴،ص ۲۶۶، (۴) الاعتبار ص ۲۶۲

399۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقِّيُّ وَهُوَ ابْنُ زُرَارَةَ، قَالَ: نا دَاوُدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ الْخَصِيبِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا پچھنے لگانے والے اور پچھنے لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔

یہ حدیث رسول کریم علیہ السلام سے مذکورہ راویوں کے علاوہ ایک جماعت نے روایت کی ہے جس میں حضرت علی حضرت

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ« وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَاعَةٌ غَيْرُ هَؤُلَاءِ مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَبُو زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ، وَثَوْبَانُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ، وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ، وَأَبُو رَافِعٍ، وَسَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَعَائِشَةُ وَهَذَا بَابٌ شَدِيدُ الِاخْتِلَافِ فَقَالَ قَوْمٌ: إِنَّمَا كُرِهَتِ الْحِجَامَةُ لِلصَّائِمِ مَخَافَةَ الضَّعْفِ، وَقَالَ آخَرُونَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا وَهُمَا يَغْتَابَانِ، فَقَالَ: »أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ«

ابوزید الانصاری حضرت ثوبان (آپ علیہ السلام کے غلام) معقل بن یسار ابوموسیٰ اشعری اور ابورافع سمرہ بن جندب ابوسعید خدری اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھم ہیں۔

اس باب میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے ایک جماعت نے پچھنے لگوانے کو جسمانی کمزوری کے سبب مکروہ کہا ہے۔

اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پچھنے لگانے اور پچھنے لگوانے والے کے پاس سے گزرے تو وہ دونوں (کسی کی) غیبت کر رہے تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پچھنے لگانے اور پچھنے لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الصیام جلد۲ ص ۶۴، (۲) نصب الرایۃ جلد۲ ص ۴۷۷

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

400۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْمِصْرِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ فَيْرُوزَ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، لَقِيتُهُ بِدِمْيَاطَ سَنَةَ سِتٍّ وَعِشْرِينَ وَمِائَتَيْنِ قَالَ: أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجَّامٍ يَحْجُمُ رَجُلًا بَيْنَ يَدَيْهِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ: »أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ مِنَ الْغِيبَةِ لَا مِنَ الْحِجَامَةِ« وَأَمَّا الْحَدِيثُ الَّذِي ذَكَرَاهُ، إِنَّمَا نُهِيَ عَنِ الْحِجَامَةِ فِي الصَّوْمِ مَخَافَةَ الضَّعْفِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجام کے پاس سے گزرے تو وہ رمضان کے مہینے میں اپنے پاس ایک شخص کو پچھنے لگا رہا تھا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غیبت کی وجہ سے پچھنے لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا نہ کہ پچھنے لگوانے کی وجہ سے اور رہی وہ حدیث جس میں روزہ ٹوٹنے کا ذکر ہے تو یہ محض روزے کی حالت میں کمزوری کے خوف سے پچھنے لگوانے کی ممانعت کے لیے ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن کبریٰ جلد۴ ص ۲۸۶، (۲) شرح معانی الآثار جلد۱ ص ۳۴۹

401۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُو حَلِيمَةَ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّائِغُ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ نَصْرٍ التِّرْمِذِيُّ، قَالَ: نا كَثِيرُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: نا أَبُو يُوسُفَ، قَالَ: نا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »احْتَجَمَ فَغُشِيَ عَلَيْهِ فَنَهَى أَنْ يَحْتَجِمَ الصَّائِمُ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے پچھنے لگوائے تو آپ علیہ السلام پر اس کی وجہ سے غشی طاری ہوگئی پس آپ علیہ السلام نے روزہ دار کو اس سے منع فرمادیا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۴،ص۵۳،(۲) شرح معانی الاثار جلد۱،ص۳۵۱،(۳) طبقات ابن سعد جلد۱،ص۱۴۳،(۴) مجمع الزوائد جلد۳،ص۱۶۹، ۱۷۰، (۵) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الحجامۃ للصائم،(۶) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام باب من رخص للصائم فی الحجامۃ،(۷) صحیح مسلم کتاب الحج، باب جواز الحجامۃ للمحرم،(۸) جامع ترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الحجامۃ للصائم،(۹) صحیح بخاری، کتاب الصیام، باب الحجامۃ للصائم،(۱۰) مصنف عبد الرزاق کتاب الصیام، باب الحجامۃ للصائم

وَأَمَّا حَدِيثُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی روایت

402۔ فَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ السَّقَطِيُّ، قَالَ: نا أَبُو حَفْصٍ الصَّفَّارُ، قَالَ: نا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ قَالَ: »نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَحْتَجِمَ وَأَنَا صَائِمٌ« وَقَدْ قَالَ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَالتَّابِعِينَ إِنَّمَا وَقَعَ النَّهْيُ عَنِ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ مَخَافَةَ الضَّعْفِ مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَمِنَ التَّابِعِينَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَعِكْرِمَةُ، وَمُجَاهِدٌ، وَإِبْرَاهِيمُ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَأَبُو جَعْفَرٍ وَالشَّعْبِيُّ وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَأَبُو وَائِلٍ،

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھے روزے کی حالت میں پچھنے لگوانے سے منع فرمایا۔ صحابہ کی ایک جماعت کے نزدیک اس کی ممانعت کی وجہ کمزوری کا خوف ہے ان صحابہ میں حضرت علی ابن ابی طالب، انس بن مالک، ابن عباس، ابوسعید خدری، تابعین میں سے ابوعبدالرحمٰن السلمی، سعید بن میّب، عکرمہ، مجاہد، ابراہیم، سعید بن جبیر، ابوجعفر، شعبی، ابوالعالیہ، ابوائل شامل ہیں۔

وَمِنَ الْفُقَهَاءِ الْمُتَأَخِّرِينَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ كَرِهَ الْحِجَامَةَ لِلضَّعْفِ، وَأَجَازَ الصِّيَامَ، قَالَ الرَّبِيعُ، عَنِ الشَّافِعِيِّ: قَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: »أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ« وَرُوِيَ عَنْهُ احْتَجَمَ صَائِمًا، وَلَا أَعْلَمُ وَاحِدًا مِنْهَا ثَابِتًا، وَلَوْ ثَبَتَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ بِهِ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِنِ احْتَجَمَ فِي رَمَضَانَ، فَقَدْ أَفْطَرَ يَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ، قُلْتُ: فَإِنْ صَامَ تَطَوُّعًا؟ قَالَ: قَدْ أَفْطَرَ وَإِنْ قَضَى لَمْ يَضُرَّهُ، وَالْمَشْهُورُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ التَّغْلِيظُ فِي ذَلِكَ، وَقَالَ الْمَرْوَزِيُّ احْتَجَمْتُ فِي صِيَامِ التَّطَوُّعِ، فَقَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: قَدْ أَفْطَرْتَ، وَالَّذِي عِنْدَنَا إِنْ صَحَّ الْحَدِيثَانِ جَمِيعًا، فَالرُّخْصَةُ نَاسِخَةٌ لِلتَّغْلِيظِ لِكَثْرَةِ مَنْ عَذَّرَ الصَّائِمَ بِالْحِجَامَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

مابعد کے فقہاء میں سے امام مالک بن انسؒ نے کمزوری کے سبب پچھنے لگوانے کو مکروہ قرار دیا اور روزے کی اجازت دی۔ ربیع سے روایت ہے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزہ دار کو پچھنے لگوانے سے منع فرمایا اور پچھنے لگوانے کی رُخصت بھی عطا فرمائی تو جو روایت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو میرا فتوی اسی پر ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اگر روزہ دار نے پچھنے لگوائے تو اس کی روزے کی قضاء کرے گا۔ میں نے کہا اگر روزہ نفلی ہو تو؟ آپ نے فرمایا: روزہ توڑے گا اور اگر پورا بھی کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور قول اس باب میں تغلیظ کا ہے۔ مروزی نے کہا کہ میں نے نفلی روزے میں پچھنے لگوائے تو مجھ سے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا تم روزہ توڑ دو۔ اگر یہ دونوں روایات صحیح ہیں تو پچھنے لگوانے کی رُخصت ناسخ ہے۔ یہ رخصت روزہ دار کے لیے کثرت سے پچھنے لگوانے کے سبب ہے۔ واللہ اعلم

تحقیق

تیرہ روایات پر مشتمل یہ باب تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے کی روایات حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں جن میں پچھنے لگوانے پر روزہ نہ ٹوٹنے کی دو قول اور تین روایات ذکر ہیں۔ دوسرے حصے میں محجوم کیلئے روزہ ٹوٹنے کی پانچ روایات حضرت شداد بن اوسؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سعد بن مالک بن ابی وقاصؓ سے مروی ہیں اور تیسرے حصے میں تین روایات حضرت ابن عباس اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نقل کی گئیں جن میں حالت روزہ میں پچھنے لگوانے کی ممانعت کی علت بھی ذکر کی گئی۔ امام ابن شاہینؒ نے اس باب میں سیر حاصل گفتگو فرمائی جس پر مزید تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں، البتہ ان متعارض روایات کے متعلق فقہاء کے مسالک ملاحظہ فرمالیں۔

متعارض روایات کی فنی حیثیت:

امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک پچھنے لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی قضاء لازم ہے، البتہ کفارہ نہیں، یہی قول امام اوزاعیؒ کا بھی ہے، البتہ امام عطا کے نزدیک حجوم کیلئے قضا کے ساتھ کفارہ بھی ہے۔

(معالم السنن جلد۲، الاعتبار جلد۱، ص۵۱۱)

امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالک بن انسؒ، امام محمد بن ادریس شافعیؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کے ہاں جن احادیث میں پچھنے لگوانے والے کیلئے روزہ ٹوٹنے کا بیان ہے وہ تمام روایات منسوخ ہیں۔

صحابہ کرام میں سے یہ قول حضرت امام حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا ہے۔

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد۱، ص۵۱۳)

امام ابوبکر الحازمیؒ صحابہ وفقہاء کے مسالک تحریر فرمانے کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں۔

فحدیث ابن عباس ناسخ وافطر الحاجم والمحجوم منسوخ وانساد الحدیث جمیعاً مثبته وحدیث ابن عباس امثلها اسناد

حضرت ابن عباس کی روایت ناسخ اور افطر الحجام والحجوم کی روایت منسوخ ہے اور متعارض روایات کی اسناد ثابت یعنی صحیح ہیں اور حدیث ابن عباس ان اسناد کی ایک مثال ہے۔

پھر آپ آخر میں اس رخصت پر صراحتا دلالت کرنے والی روایت پیش فرماتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال رخص رسول الله ﷺ فی القبلة للصائم ورخص فی الحامة

(الاعتبار جلد ا،ص ۵۱۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے روزہ دار کیلئے بوسہ دینے اور پچھنے لگوانے کی رخصت عطا فرما دی۔

یہ روایت امام حازمیؒ کے علاوہ امام دار قطنیؒ نے بھی اپنی سنن میں نقل فرمائی اور آخر میں اس روایت کے متعلق فرمایا ''کلھم ثقات'' اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (سنن دار قطنی، کتاب الصیام، باب القبلة للصائم)

کسی صحابی کا رخص رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ کسی کام یا حکم کے ترک کا ذکر کرنا اس کی منسوخیت کی دلیل ہوتی ہے جیسا کہ مقدمة الکتاب میں اس کی تفصیل گزر چکی۔

باب : ۵۸

شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ

عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے

403۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ زُهَيْرٍ الْأَيْلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا نَصْرُ ابْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: نا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزَّبِيبِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا الْأَشْعَثُ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا زِيَادُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ الْقُشَيْرِيُّ، قَالَ: نا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: نا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" : شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ: شَهْرُ رَمَضَانَ، وَشَهْرُ ذُو الْحِجَّةِ" لَفْظُ الْحَضْرَمِيِّ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول رحمت علیہ السلام نے ارشاد فرمایا دو مہینے (بحثیت اجر وثواب) ناقص نہیں ہوتے۔ رمضان اور ذوالحج۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی شہرا عید لاینقصان

404۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: نا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، وَالْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالُوا: نا خَالِدٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید کے مہینے (بحثیت اجر وثواب) ناقص نہیں ہوتے رمضان اور ذوالحجہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" : شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ: رَمَضَانُ، وَذُو الْحِجَّةِ"

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان معنی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام شہرا عید لاینقصان، (۲) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، (۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی شہری العید، (۴) صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب شہرا عید لا ینقصان، (۵) صحیح ابن حبان کتاب الصیام، باب روایۃ الحلال، (۶) شرح السنۃ رقم ۱۷۱۷، (۷) سنن کبریٰ جلد۴، ص۲۵۰

405۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا مَحْبُوبُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ«

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عید کے مہینے (بحیثیت اجر وثواب) ناقص نہیں ہوتے رمضان اور ذوالحجہ

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

406۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الرَّوَّاسِ بِالْبَصْرَةِ، قَالَ: نا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ خَالِدٌ: أَحْسَبُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »شَهْرَانِ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ، وَذُو الْحِجَّةِ«

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عید کے دو مہینے رمضان وذوالحجہ (بحیثیت اجر وثواب) ناقص نہیں ہوتے۔

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

407۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَسَّانَ بْنِ جَبَلَةَ، قَالَ: نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمِسْوَرِ، قَالَ: نا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدًا الْحَذَّاءَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ" : شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عِيدٌ: رَمَضَانُ، وَذُو الْحِجَّةِ"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عید کے دو مہینوں رمضان وذوالحجہ میں سے کوئی مہینہ (بحیثیت اجر وثواب) ناقص نہیں۔

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

408۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: نا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: نا عِيسَى بْنُ دِينَارٍ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: نا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: »مَا صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرَ مِمَّا صُمْنَا مَعَهُ ثَلَاثِينَ«

حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ہم نے نبی کریم علیہ السلام کی معیت میں انتیس دنوں کے روزے کثرت سے رکھے بنسبت تیس دنوں کے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب الشہر یکون تسعا وعشرین، (۲) جامع ترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الشہر یکون تسعا وعشرین، (۳) سنن دارقطنی کتاب الصیام، باب القبلۃ للصائم، (۴) سنن ابن ماجہ ابواب الصیام، باب ماجاء فی الشہر تسع وعشرون

409۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا أَبُو تَقِيٍّ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مِسْوَرِ بْنِ الصَّلْتِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: »مَا صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرَ مِمَّا صُمْنَا ثَلَاثِينَ« وَالْمَعْنَى فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَوْلُهُ" : شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ: رَمَضَانُ، وَذُو الْحِجَّةِ" الْمَعْنَى فِيهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّهُمَا لَا يَجْتَمِعَانِ عَلَى النُّقْصَانِ، إِنْ نَقَصَ رَمَضَانُ لَمْ يَنْقُصْ ذُو الْحِجَّةِ، وَإِنْ نَقَصَ ذُو الْحِجَّةِ لَمْ يَنْقُصْ رَمَضَانُ وَقَوْلُهُ مَا صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرَ مِمَّا صُمْنَا مَعَهُ ثَلَاثِينَ صَحِيحٌ، وَالْمَعْنَى فِي ذَلِكَ مَعْنَى الْأَوَّلِ وَلَيْسَ هَذَا بِنَاسِخٍ لِغَيْرِهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ہم نے رسول کریم علیہ السلام کی معیت میں بنسبت تیس دنوں کے انتیس دنوں کے روزے کثرت سے رکھے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے رمضان اور ذوالحجۃ اصل معنی اللہ ہی جانتا ہے۔ ناقص ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر رمضان انتیس دنوں کا ہو تو ذوالحجۃ تیس کا ہوگا اور اگر رمضان تیس کا ہو تو ذوالحجۃ انتیس روز کا۔ یہ ارشاد کہ ہم نے رسول رحمۃ علیہ السلام کی معیت میں تیس کی بنسبت انتیس دنوں کے روزے کثرت سے رکھے صحیح ہے۔ ان روایات کا معنی وہی ہے جو پہلی روایات میں بیان ہوا اور ان روایات میں سے ایک بھی دوسرے کو منسوخ نہیں کرتی۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی کتاب الصیام، باب القبلۃ للصائم، (۲) المعجم الاوسط جلد۳ ص۴۵۳، رقم الحدیث ۴۰۸، (۳) مجمع الزوائد جلد۳، ص۱۴۸

تحقیق

امام ابن شاہینؒ نے اس باب میں نسخ کے قول کی تردید فرمائی ہے البتہ ان احادیث سے کیا مراد ہے اس کے متعلق انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں اس حدیث کے معانی بیان فرمائیں۔

اول: امام اسحاق بن راہویہؒ سے منقول ہے کہ وہ دونوں ماہ اگرچہ انتیس دن کے ہوں یا تیس کے لیکن فضیلت میں کمی واقع نہیں ہوگی جو فضیلت تیس دن والے مہینے کو ہے وہی انتیس والے کو بھی حاصل ہے یہی قول امام ابو جعفر طحاویؒ کا بھی ہے کہ ان میں سے ایک مہینہ روزے اور دوسرا حج کا ہے اور دونوں کے کامل احکامات موجود ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی انتیس ہو یا تیس کا وہ ناقص نہیں اور یہی قول ارجح عند الاکثر ہے۔

دوئم: دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں مہینے ایک ساتھ ناقص نہیں ہوتے اگر ایک انتیس کا ہوا تو دوسرا تیس کا ہوگا اور اس کے برعکس۔

سوئم: یہ قول امام خطابیؒ کا ہے آپ فرماتے ہیں، ذوالحجہ کا ثواب و اجر رمضان سے کم نہیں ہوگا کیونکہ اس کے پہلے عشرے کی بے حد فضیلت ہے۔

چہارم: ابن حبانؒ فرماتے ہیں اگر اس کی وجہ سے رویت ہلال نہ ہوا تو مہینے میں نقص ہمارے سبب ہوا لیکن حقیقتاً یہ نقص واقع نہ ہوگا اس کا اجر و ثواب پورا عطا ہوگا۔

(عمدۃ القاری جلد ۹، ص ۴۳، معالم السنن جلد ۲، ص ۶۲، صحیح ابن حبان جلد ۸، ص ۲۳۲ شرح معانی الآثار، کتاب الصیام)

كتاب الجامع

باب : ۵۹

الْمُتْعَةِ وَالْأَمْرِ بِهَا قَبْلَ النَّسْخِ لَهَا

متعہ اور منسوخیت سے قبل اس کی رخصت کے بیان میں

410۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السُّكَيْنِ الْبَلَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ زُرَيْقٍ الرَّسْعِنِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ يَعْنِي الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَمَرَرْتُ أَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِي بِامْرَأَةٍ فَأَعْجَبَهَا شَبَابِي، وَأَعْجَبَهَا بُرْدَةُ صَاحِبِي فَقَالَتْ: بُرْدٌ كَبُرْدٍ، فَتَزَوَّجْتُهَا فَبِتُّ مَعَهَا لَيْلَةً، ثُمَّ أَصْبَحْتُ غَادِيًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْبَابِ وَالْحِجْرِ يَخْطُبُ النَّاسَ، وَيَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي »كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْمُتْعَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُفَارِقْهَا، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ«

حضرت سبرہ بن معبد سے روایت ہے ہم نے نبی کریم علیہ السلام کی معیت میں تھے۔ میں اور میرے چچازاد ایک عورت کے پاس سے گزرے اسے میری جوانی اور میرے ساتھی کی چادر پسند آ گئی اس نے کہا کہ چادر تو چادر جیسی ہی ہے میں نے اس نے نکاح کرلیا اور اس کے ساتھ رات گزاری پھر میں صبح مسجد میں حاضر ہوا تو سرکار دو عالم ﷺ حجرے اور دروازے کے درمیان لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ارشاد فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
اے لوگوں۔ میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی پس تم میں سے جس کے پاس ان عورتوں میں سے کوئی ہے تو اس سے الگ ہو جائے اور جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے اس میں سے کوئی چیز نہ لے بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک حرام فرما دیا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند ابویعلی موصلی جلد۲،ص۵۹،(۲) مسند حمیدی ص۶۴۷،(۳) المعجم الکبیر جلد۷،ص۱۰۹،۱۱۰

411۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الزَّبِيبِيُّ بِالْعَسْكَرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِعُسْفَانَ قَالَ: »اسْتَمْتِعُوا بِهَذِهِ النِّسَاءِ« قَالَ: فَجِئْتُ أَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِي بِبُرْدَتَيْنِ إِلَى امْرَأَةٍ فَنَظَرَتْ، فَإِذَا بُرْدُ ابْنُ عَمِّي خَيْرٌ مِنْ بُرْدِي، وَأَنَا أَشَبُّ مِنْهُ، فَقَالَتْ: بُرْدٌ كَبُرْدٍ، فَلَمَّا اسْتَمْتَعْتُ مِنْهَا عَلَى ذَلِكَ الْبُرْدِ وَذَكَرَ أَجَلًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: »إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ بِهَذِهِ الْمُتْعَةِ، وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ اسْتَمْتَعَ مِنَ امْرَأَةٍ، فَلَا يَرْجِعُ إِلَيْهَا، وَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ أَجْلِهِ شَيْءٌ، فَلَا يَأْخُذُ مِنْهَا مِمَّا أَعْطَاهَا شَيْئًا«فإن كان بقي من أجله شيءٌ فلا يأخذ منها مما اعطاها شيئاً.

حضرت ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ہم نے نبی کریم علیہ السلام کی معیت میں حج ادا کیا جب ہم مقام عسفان پر پہنچے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ان عورتوں سے متعہ کرلوحضرت سبرہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اور میرا چچا زاد ایک عورت کی طرف آئے ہمارے پاس دو چادریں تھیں اس نے ہمیں دیکھا میرے چچازاد کی چادر میری چادر سے زیادہ اچھی تھی اور میں اس سے زیادہ جوان تھا اس نے کہا چادر تو چادر جیسی ہے پھر جب میں نے اس چادر کے بدلے اس سے متعہ کیا۔ یہاں تک کہ جب یوم ترویحہ آیا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا میں نے تمہیں اس متعہ کی اجازت دی تھی اوراب اللہ رب العزت نے اس کو قیامت تک حرام فرما دیا ہے پس جس نے جن عورتوں سے متعہ کیا ہے وہ ان کے پاس نہ جائے اور جس نے کوئی چیز (اس متعہ کے بدلے) دی ہے اس سے نہ لے۔

412۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ الْحَافِظُ بِالرَّمْلَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ زُنْبُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَاذَوَيْهِ الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ رَبَاحِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ

حضرت ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر یوم ترویحہ سے قبل ارشاد فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ وہ نکاح کے طریقے سے ایک معینہ مدت کیلئے متعہ کرے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔

جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ،: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ: »مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْتَمْتِعَ عَلَى حُجَّةِ النِّكَاحِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ فَلْيَفْعَلْ« قَالَ: فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي، عَلَيْنَا بُرْدَتَانِ وَكُنْتُ أَنَا أَشَبُّ مِنْ صَاحِبِي، وَبُرْدُ صَاحِبِي خَيْرٌ مِنْ بُرْدِي، فَقُلْنَا لِامْرَأَةٍ: هَلْ لَكِ فِي الِاسْتِمْتَاعِ إِنْ أَحْبَبْتِنِي، أَنَا أُعْطِيكِ بُرْدِي، وَإِنْ أَحْبَبْتِ صَاحِبِي يُعْطِيكِ بُرْدَتَهُ؟ فَقَالَتْ: ثَوْبٌ بِثَوْبٍ، فَنَكَحْتُهَا بِتِلْكَ الْبُرْدَةِ وَاشْتَرَطْتُ عَشْرًا، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنِّي كُنْتُ أَحْلَلْتُ لَكُمُ الْمُتْعَةَ فَمَنْ كَانَ نَكَحَ عَلَى ذَلِكَ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنِّي قَدْ حَرَّمْتُهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ«

حضرت سبرہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اور میرا ساتھی نکلے ہمارے پاس دو چادریں تھیں۔ میں اپنے ساتھی سے زیادہ جوان تھا اور اس کی چادر میری چادر سے زیادہ اچھی تھی۔ ہم نے ایک عورت سے کہا کیا تم متعہ کروگی اگر تم مجھے پسند کرو تو میں اپنی چادر تمہیں دوں گا اور اگر تم میرے ساتھی کو پسند کرو تو وہ تمہیں اپنی چادر دے گا اس نے جواب دیا۔ کپڑا تو کپڑے جیسا ہے۔

میں نے اس سے نکاح متعہ کرلیا اور اس چادر کے بدلے۔ دس دن تک شرط طے کرلی۔ جب یوم ترویہ آیا تو سرکار دو عالم علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے تمہارے لئے متعہ کو حلال کہا تھا پس جس نے نکاح متعہ کیا ہے تو وہ نکاح باطل ہے اور میں اسے قیامت تک حرام کرتا ہوں۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح، باب المتعۃ،(۲) المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۱۰۸

413۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَيَّاشٍ السُّلَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْقِلُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي عَبْلَةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ سَبْرَةَ، قَالَ: خَرَجْتُ حَاجًّا، فَخَرَجْتُ أَمْشِي أَنَا وَصَاحِبٌ لِي، وَعَلَيَّ سَحْقُ بُرْدٍ لِي وَعَلَى صَاحِبِي بُرْدٌ أَجْوَدُ مِنْ بُرْدِي وَأَنَا أَشَبُّ مِنْهُ فَلَقِينَا امْرَأَةٌ، فَأَعْجَبَنِي حُسْنُهَا، أَوْ قَالَ: جَمَالُهَا فَقُلْنَا

حضرت ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں میں حج کیلئے نکلا میں اور میرا ساتھی پیدل جارہے تھے میرے پاس ایک بوسیدہ چادر تھی اور میرے ساتھی کی چادر میری چادر سے عمدہ تھی میں اس سے زیادہ جوان تھا ہم ایک عورت سے ملے مجھے اس کی خوبصورتی نے تعجب میں ڈال دیا (راوی کہتا ہے جمال کا ذکر کیا) ہم نے اس سے کہا۔ کیا تم ہم دونوں میں سے کسی سے اس کی چادر کے عوض نکاح کروگی۔ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم۔ کوئی حرج نہیں ہم میں سے جو تم (پسند کرو) میں نے کہا

لَهَا: هَلْ لَكِ أَنْ تَزَوَّجِي أَحَدَنَا بِأَحَدِ هَذَيْنِ الْبُرْدَيْنِ؟ قَالَ: وَاللَّهِ مَا أُبَالِي أَيَّنَا، قُلْتُ: فَأَيُّنَا قَالَتْ: بُرْدٌ كَبُرْدٍ وَأَنْتَ أَعْجَبُ إِلَيَّ تَعْنِي الشَّابَّ فَقَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تِلْكَ الْعَشِيَّةِ، أَوْ مِنَ الْغَدِ، فَأَسْنَدَ ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ، ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ شَأْنِ الْمُتْعَةِ مَا ذَكَرَ، ثُمَّ قَالَ: »أَلَا إِنَّهَا حَرَامٌ فِي يَوْمِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَانَ أَعْطَى شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ«

ہم میں سے کون! اس نے جواب دیا چادر چادر جیسی ہے اور تمہاری جوانی میرے لئے مناسب ہے۔ نبی کریم علیہ السلام اس شام کو یا صبح کے وقت کھڑے ہوئے اور اپنی پیٹھ مبارک سے کعبہ کو ٹیک لگائی اور متعہ کے بارے میں ذکر فرمایا جو ذکر فرمایا پھر فرمایا خبردار یہ آج کے دن سے لے کر قیامت تک حرام ہے اور جس نے کسی (عورت کو) کوئی چیز (بدلے متعہ کے) دی ہے وہ اس سے نہ لے۔

414۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَعْيَنَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْقِلُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْجَزَرِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَبْلَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَقَالَ: »أَلَا إِنَّهَا حَرَامٌ مِنْ يَوْمِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَانَ أَعْطَى شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ«

حضرت سبرہ الجہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے متعہ سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خبردار یہ آج کے دن سے قیامت تک حرام ہے جس نے کسی (عورت کو) کوئی چیز (بدل متعہ) دی ہے وہ اس سے نہ لے۔

تخریج حدیث۔ (۱) صحیح مسلم کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۲) صحیح ابن حبان کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۳) المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۱۱، (۴) السنن الکبری بیہقی، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ

415۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ حَمَّادِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُتْعَةِ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ«

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے فتح مکہ کے موقع پر نکاح متعہ سے منع فرمادیا۔

416ـ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّمَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُمْرَتِهِ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ الْعُزْبَةَ، فَقَالَ: »اسْتَمْتِعُوا مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ« ثُمَّ أَصْبَحْتُ غَادِيًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ بِإِزَاءِ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ يَقُولُ: »أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ بِالِاسْتِمْتَاعِ مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ أَلَا وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْئًا فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهَا، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا«

حضرت سبرہ الجہنی روایت کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کے ساتھ تھے۔ ہم نے اپنی ازواج کی دوری کا ذکر کیا۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ان عورتوں سے متعہ کرلو۔

حضرت سبرہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم صبح کو بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام رکن اور مقام کے مقابل کعبہ شریف کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! بے شک میں نے تمہیں ان عورتوں سے متعہ کرنے کی رخصت دی تھی۔ خبردار بے شک اللہ رب العزت نے اسے قیامت تک حرام فرمادیا ہے پس تم میں سے جس کے پاس کوئی عورت ہو وہ اسے آزاد کردے اور اسے دی ہوئی کوئی چیز اس سے نہ لے۔

417ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ، وَاللَّفْظُ، لِعَبْدِ الْجَبَّارِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ سَبْرَةَ، قَالَ" : أَمَرَنَا نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّمَتُّعِ مِنَ النِّسَاءِ عَامَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ قَالَ: فَخَرَجْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ حَتَّى وَجَدْنَا جَارِيَةً مِنْ بَنِي

حضرت سبرۃ بن معبد روایت کرتے ہیں ہمیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح مکہ کی موقع پر عورتوں سے متعہ کی اجازت عطا فرمائی۔ میں اور میرا ساتھی جو بنی سلیم میں سے تھا نکلے یہاں تک ہم نے بنی غاضرہ کی ایک لونڈی پائی گویہ کہ وہ لمبی خوبصورت گردن والی کنواری تھی پس ہم اس سے مخاطب ہوئے اور اسے متعہ کی پیش کش کی اور اپنی چادریں اسے پیش کیں حضرت سبرہ فرماتے ہیں کہ اس نے دیکھا میں اپنے

غَاضِرَةَ، كَأَنَّهَا بَكْرَةٌ عَيْطَاءُ فَخَطَبْنَاهَا إِلَى نَفْسِهَا وَعَرَضْنَا عَلَيْهَا بُرْدَيْنَا فَجَعَلَتْ تَنْظُرُ فَتَرَانِي أَشَبَّ وَأَجْمَلَ مِنْ صَاحِبِي، وَتَرَى بُرْدَةَ صَاحِبِي أَجَدَّ وَأَحْسَنَ مِنْ بُرْدَتِي، فَوَامَرَتْ نَفْسَهَا سَاعَةً، ثُمَّ اخْتَارَتْنِي عَلَى صَاحِبِي فَكُنَّ مَعَنَا ثَلَاثًا، ثُمَّ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِهِنَّ"

ساتھی سے جوان اور خوبصورت ہوں اور میرے ساتھی کی چادر میری چادر سے زیادہ نئی اور عمدہ ہے پس اس نے کچھ دیر سوچا پھر مجھے میرے ساتھی کے مقابلے میں اختیار کرلیا پس وہ پوشیدہ طور ہمارے ساتھ تین دن رہی۔ اور میں اس کے ساتھ تین دن رہا۔ پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں الگ ہوجانے کا حکم فرمادیا۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۱۱، (۲) السنن الکبری بیہقی کتاب النکاح، باب کاح المعۃ، (۳) صحیح مسلم کتاب النکاح، باب نکاح المعۃ، (۴) مسند امام احمد جلد ۳، ص ۴۰۴، (۵) سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی نکاح المعۃ، (۶) سنن نسائی، کتاب النکاح، باب تحریم المعۃ، (۷) سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب النھی عن نکاح المعۃ، (۸) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب النکاح، باب فی نکاح المعۃ وتحریمھا (۹) صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب نکاح المعۃ، (۱۰) سنن دارمی، کتاب النکاح، باب النھی عن معۃ النساء، (۱۱) سنن سعید بن منصور جلد ۱، ص ۲۱۸

418۔ حَدَّثَنَا أَبِي، رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خُنَيْسُ بْنُ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: إِنَّمَا »أُحِلَّتْ لَنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتْعَةُ النِّسَاءِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، ثُمَّ نَهَى عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے متعہ تین دن کیلئے حلال کیا گیا پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمادیا۔

تخریج حدیث۔ السنن الکبری بیہقی، کتاب النکاح، باب نکاح المعۃ

419۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ جَعْفَرٍ الْعَسْكَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الدُّولَابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: »أُحِلَّتْ مُتْعَةُ النِّسَاءِ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي غَزْوَةٍ، شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُزُوبَةَ، ثُمَّ نَسَخَتْهَا آيَةُ النِّكَاحِ وَالطَّلَاقِ وَالْمِيرَاثِ«

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک غزوہ کے موقع پر جب ہم نے آپ علیہ السلام سے اپنی ازواج کی دوری کا شکوہ کیا تو آپ علیہ السلام نے تین دن کیلئے صحابہ کرام کو متعہ کی رخصت دے دی پھر اسے آپ نے آیت نکاح طلاق اور میراث سے منسوخ کردیا گیا۔

420- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَوْصِلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ هَيَّاجٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّمَا »رُخِّصَ فِي الْمُتْعَةِ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي غَزْوَةٍ لَهُمْ، شَكَوْا إِلَيْهِ فِيهَا الْعُزُوبِيَّةَ، ثُمَّ نَسَخَتْهَا آيَةُ النِّكَاحِ، وَالطَّلَاقِ، وَالْمِيرَاثِ«

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں ایک غزوہ کے موقع پر تین دن کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو متعہ کی رخصت دی گئی جب انہوں نے اپنی ازواج سے دوری کا شکوہ کیا پھر اسے آپ نے آیت نکاح طلاق اور میراث سے منسوخ کردیا گیا۔

421- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ اللُّؤْلُؤِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبَّادٍ الدَّبَرِيُّ بِصَنْعَاءَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ حَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، رَجُلٌ مِنْ أَسْلَمَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُمَا قَالَا: كُنَّا فِي غَزْوَةٍ فَجَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: »اسْتَمْتِعُوا«

حضرت جابر بن عبداللہ اور سلمۃ بن الاکوع نبی کریم علیہ السلام کے صحابہ میں ہیں دونوں روایت فرماتے ہیں ہم (کسی) غزوہ میں تھے نبی کریم علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔ متعہ کرلو۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۲) صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب نھی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعۃ آخرا، (۳) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۴) شرح معانی الآثار، باب نکاح المتعۃ

422۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ يُونُسَ الْيَمَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ يَزِيدَ الْعُقَيْلِيُّ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ مِنَ النِّسَاءِ، ثُمَّ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ »جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِي، فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ مُتْعَةَ النِّسَاءِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُفَارِقْهُ، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا« قَالَ: فَفَارَقْنَاهُنَّ، وَلَمْ نَأْخُذْ مِمَّا أَعْطَيْنَاهُنَّ شَيْئًا"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم (ایک موقع پر) آپ علیہ السلام کے ساتھ مکہ میں تھے تو ہم نے عورتوں سے متعہ کیا پھر ہمیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا بے شک جبریل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے خبر دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے متعہ کو حرام فرما دیا ہے پس جس کے پاس ان (عورتوں) میں سے کوئی ہو تو وہ ان سے الگ ہو جائے اور انہیں دی ہوئی کوئی بھی چیز ان سے واپس نہ لے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ان عورتوں سے الگ ہو گئے اور جو چیزیں ہم نے انہیں (بطور مہر متعہ) دی تھیں ان سے واپس نہ لیں۔

تخریج حدیث۔۔(ا) سنن دار قطنی، کتاب النکاح

423۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى التَّمَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا أَبُو مَرْوَانَ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ صَعِدَ عُمَرُ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَ النَّاسَ؛ فَقَالَ: »مَا بَالُ رِجَالٍ يَنْكِحُونَ الْمُتْعَةَ بَعْدَ نَهْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا، وَاللّٰهِ لَا أَجِدُ أَحَدًا يَنْكِحُ بِهِ إِلَّا قَذَفْتُهُ بِالْحِجَارَةِ« وَقَدْ رُوِيَ حَدِيثُ نَهْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُتْعَةِ بَعْدَ مَا كَانَ رَخَّصَ فِيهَا، وَنَهَى أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهُنَّ

حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منع فرمانے کے باوجود بھی نکاح متعہ کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں نے اگر کسی کو بھی (نکاح) متعہ کرتا پالیا تو میں اس پہ پتھر برساؤں گا۔ آپ علیہ السلام کی رخصت عطا فرمانے کے بعد متعہ کے باب میں ممانعت کی احادیث روایت کی گئی ہیں اور اس نکاح متعہ کے مہر کے طور پر دی جانے والی اشیاء کے واپس لینے پر بھی نہی وارد ہے اسے حضرت عمر بن الخطاب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت سبرہ بن معبد

شَيْءٌ أُعْطِينَهُنَّ عَلَى ذَلِكَ، رَوَاهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَسَبْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَكَعْبُ بْنُ مَالِكٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، وَابْنُ مَسْعُودٍ وَقَدْ ذَكَرْتُ مِنْ هَذَا الْبَابِ أَحَادِيثَ يَسِيرَةً، وَهُوَ مُسْتَقْصًى فِي كِتَابِ الْمَنَاهِي فَلَمْ أُحِبَّ إِعَادَتَهُ هَهُنَا

الجہنی حضرت عبداللہ بن عمر حضرت ابو ہریرہ، حضرت کعب بن مالک، حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن خالد الجہنی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے روایت کیا ہے۔ میں نے اس باب میں کثرت سے احادیث ذکر کی ہیں۔ اور کتاب المناہی کے اندر اس کی تحقیق انتہا تک ہے بس میں یہاں اس کا اعادہ کرنا پسند نہیں کرتا۔

تخریج حدیث۔۔(۱) السنن الکبری بیہقی، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۲) سنن ابن ماجہ، ابواب نکاح المتعۃ، (۳) نیل الاوطار جلد ۵ ص ۱۱۸

424۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِيُّ، قَالَ: نا مُصْعَبٌ الزُّبَيْرِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: نا أَبُو طَاهِرٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ نا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: نا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، وَيُونُسُ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَابْنُ السَّمْعَانَ، ونا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: نا أَبُو إِبْرَاهِيمَ الْمُزَنِيُّ، قَالَ: قَالَ الشَّافِعِيُّ، رَحِمَهُ اللَّهُ أنا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ « وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ،

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم شفیع معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ خیبر کے روز عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتوں گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

امام سفیان ثوری اور یحییٰ بن سعید الانصاری نے مالک سے روایت کیا ہے۔

وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ مَالِكٍ

تخریج حدیث۔(۱) موطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب المتعۃ، (۲) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر وکتاب الذبائح والصید، (۳) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۴) جامع ترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی لحوم الحمر الاہلیۃ، (۵) سنن نسائی، کتاب النکاح، باب تحریم المتعۃ، (۶) سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب النہی عن نکاح المتعۃ، (۷) کتاب الام، جلد۲، ص۲۲۴، (۸) مسند امام شافعی، ص۱۶۲

425۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْعَنْبَرِيُّ، قَالَ: نا مُعْتَمِرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَالْحَسَنِ، ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ عَلِيًّا وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ يَعْقُوبَ الْقَاضِي قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ حَجَّاجٍ قَالَ: نا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللَّهِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِمَا مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَنَّهُ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ، وَهُوَ يُفْتِي فِي الْمُتْعَةِ: مَهْلًا؛ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ «نَهَى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو کہ اطمینان سے (نکاح) متعہ کا فتویٰ دیا کرتے تھے فرمایا کہ بے شک رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ خیبر کے دن (نکاح) متعہ اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح، باب المتعۃ، (۲) صحیح البخاری، باب النہی عن نکاح المتعۃ، (۳) صحیح مسلم کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۴) سنن نسائی، کتاب النکاح، باب تحریم المتعۃ، (۵) المعجم الاوسط، جلد۳، ص۲۱۷، (۶) السنن الکبریٰ بیہقی جلد۷ ص۲۰۱

426۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَصْرٍ الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ» وَرَوَاهُ

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے آپ علیہ السلام نے غزوہ خیبر کے دن نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔ ایسے معمر یحییٰ بن سعید، اسامۃ بن زید، یونس بن یزید، عثمان الوقاصی، اسماعیل بن امیۃ، عبدالعزیز بن ابی سلمۃ، شعیب بن خالد الزہری رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کیا ہے اور یہ کتاب المناہی میں طوالت سے موجود ہے۔

مَعْمَرٌ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَيُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، وَعُثْمَانُ الْوَقَاصِيُّ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، وَشُعَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، وَهِيَ فِي كِتَابِ الْمَنَاهِي بِطُولِهَا

تخریج حدیث۔(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد۲،ص۳۲،(۲) صحیح بخاری، باب النھی عن المتعۃ،(۳) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ،(۴) جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی نکاح المتعۃ،(۵) سنن نسائی، کتاب النکاح، باب تحریم المتعۃ،(۶) مسند ابوداؤد الطیالسی جلد۱،ص۳۰۹،(۷) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب النکاح باب نکاح المتعۃ،(۸) سنن دارمی، جلد۲،ص۱۴۰،(۹) الاعتبار،ص۳۳۵،(۱۰) السنن الکبری بیہقی جلد۷،ص۲۰۱،(۱۱) مسند حمیدی جلد۱،ص۲۲

427۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ الْيَمَامِيُّ، قَالَ: نا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: نا الْحَسَنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَنْ أَبِيهِ، : أَنَّهُ سَمِعَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، يَقُولُ: نا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" يَنْهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، وَيَقُولُ: »هِيَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ«

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نبی کریم علیہ السلام کو عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرماتے سنا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمارہے تھے کہ یہ قیامت تک حرام ہے۔

428۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ الْيَمَامِيُّ، قَالَ: نا عُبَادَةُ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، قَاضِي الْيَمَامَةِ قَالَ: سَأَلْتُ الْحَسَنَ بْنَ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنِ الْمُتْعَةِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ، : أَنَّهُ سَمِعَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، يَقُولُ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" يَنْهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَيَقُولُ: »هِيَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ«

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نبی کریم علیہ السلام کو عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرماتے سنا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمارہے تھے یہ قیامت تک حرام ہے۔

429۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ ثَوَابَةَ الْحَضْرَمِيُّ بِحِمْصَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: نا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: نا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ" : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْمُتْعَةِ، وَقَالَ: »إِنَّمَا كَانَتْ لِمَنْ لَمْ يَجِدْ، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ النِّكَاحَ، وَالطَّلَاقَ، وَالْمِيرَاثَ بَيْنَ الزَّوْجِ وَالْمَرْأَةِ نُسِخَتْ«

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نکاح) متعہ سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ اس وقت تک تھا جب تک اس کا حکم نہ آیا تھا...... پس اللہ تعالیٰ نے نکاح طلاق اور میاں بیوی کے درمیان میراث کے احکام نازل فرما دیئے تو اسے منسوخ کر دیا۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن دارقطنی ،کتاب النکاح، باب المہر ،(۲) الاعتبار، (۳) مجمع الزوائد جلد۴ص ۲۶۵

430۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: نا مَكِّيٌّ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ،: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ«

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے نکاح متعہ سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الکبیر جلد۵،ص ۲۵۵، (۲) مجمع الزوائد جلد۴،ص ۲۶۵

431۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا أَبُو عُبَيْدِ اللَّهِ الْمَخْزُومِيُّ، وَعَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ الْعَطَّارُ، ونا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْأَنمَاطِيُّ، ونا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: نا بِشْرُ بْنُ مَطَرٍ، قَالُوا: نا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ«

حضرت ربیع بن سبرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے نکاح متعہ سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۲) سنن سعید بن منصور، باب ماجاء فی المتعۃ، (۳) مسند حمیدی جلد۲،ص ۳۷۰، (۴) سنن دارمی، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ

432۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ، قَالَ: نا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ »نَهَى يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ« وَرَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، وَابْنُ إِسْحَاقَ، وَبَحْرُ بْنُ كُنَيْزٍ السَّقَّاءُ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْحُصَيْنِ وَشُعَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ

حضرت ربیع بن سبرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن نکاح متعہ سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم، باب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۲) سنن ابی داؤد کتاب النکاح، باب فی نکاح المتعۃ، (۳) مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح، باب المتعۃ، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، باب نکاح المتعۃ وحرمتھا، (۵) المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۱۱۲، (۶) السنن الکبری بیہقی کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ

433۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ، أَخُو كَرْخَوَيْهِ قَالَ: نا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ يَوْمَ الْفَتْحِ«

حضرت ابن سبرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فتح مکہ کے روز نکاح متعہ سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) العلل الکبری ترمذی ص ۱۶۲، (۲) المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۱۱۲

434۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا نُوحُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ«

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے نکاح متعہ سے منع فرمایا۔

435۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا نُوحٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هِلَالٍ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ سَبْرَةَ، أَوْ سَبْرَةُ الْجُهَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ عَامَ الْفَتْحِ«

حضرت سبرۃ الجھنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال نکاح متعہ سے منع فرمادیا۔

436۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ شَاهِينَ، قَالَ: نا مَسْعُودُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، قَالَ نا الْمُعَلَّى بْنُ عِمْرَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ«

تخریج حدیث۔(۱)المعجم الکبیر جلد۷،ص۱۱

حضرت ابن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن متعہ سے منع فرمادیا تھا۔

437۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ خَلَّادٍ، بِالْعَسْكَرِ قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الدُّولَابِيُّ، قَالَ: نا عَبَّادُ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ: نا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَةِ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، وَعَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، وَمَا كُنَّا مُسَافِحِينَ«

تخریج حدیث۔(۱)السنن الکبری بیہقی کتاب النکاح،باب نکاح المتعۃ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کے گوشت اور عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا اور ہم بغیر نکاح کے عورتوں کے ساتھ رہنے والے نہ تھے۔

438۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رُزَيْقٍ الثَّقَفِيُّ بِحِمْصَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْمَوَيْهِ الْعَسْكَرِيُّ بِالْبَصْرَةِ قَالَا: نا عِيسَى بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: نا الرَّبِيعُ بْنُ رَوْحٍ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ »نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ الْفَتْحِ«

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح مکہ کے دن پر عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمادیا۔

439۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ: نا أَبِي إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ الطَّبَّاعِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ«

تخریج حدیث۔۔تلخیص الحبیر جلد۳،ص۱۷۷

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے متعہ کرنے سے اور پالتوں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

440۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجِّ، قَالَ: نا أَبُو يَحْيَى الرَّازِيُّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ«

تخریج حدیث۔۔مجمع الزوائد جلد۴،ص۲۶۶

حضرت کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام نے خیبر کے دن نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

441۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عِيسَى، قَالَ: نا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: نا مَنْصُورُ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ كَعْبًا، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ«

حضرت کعب بن مالک روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام نے نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

442۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا أَبُو الْأَزْهَرِ أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »حَرَّمَ أَوْ هَدَمَ الْمُتْعَةَ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالْعِدَّةُ وَالْمِيرَاثُ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا نکاح متعہ کو نکاح، طلاق، عدت و میراث کے احکامات نے حرام کردیا ہے۔

تخریج حدیث۔ (۱) مسند ابی یعلی موصلی جلد ۱۱، ص ۵۰۳، (۲) صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۳) شرح معانی آلا ثار جلد ۳، ص ۲۶، (۴) سنن دار قطنی، کتاب النکاح، باب المہر، (۵) السنن الکبریٰ، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۶) مصنف عبد الرزاق، باب النکاح، کتاب المتعۃ

443۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ اللُّؤْلُؤِيُّ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ سَمِعْتُ مِنْهُ الْمُتْعَةَ صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى، أَخْبَرَنِي عَنْ يَعْلَى: أَنَّ مُعَاوِيَةَ، اسْتَمْتَعَ بِامْرَأَةٍ بِالطَّائِفِ فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِ، فَدَخَلْنَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرَ لَهُ بَعْضُنَا فَقَالَ لَهُ: نَعَمْ فَلَمْ يُقِرَّ فِي نَفْسِي حَتَّى قَدِمَ جَابِرُ

عطا سے روایت ہے آپ نے کہا میں نے جس شخص سے سب سے پہلے متعہ کے متعلق سنا وہ صفوان بن یعلی ہے۔ مجھے یعلی نے خبر دی کہ معاویہ نے طائف میں ایک عورت سے متعہ کیا۔ میں نے اس بات سے انکار کیا۔ اور ابن عباس کے پاس حاضر ہوا۔ ہم میں سے بعض لوگوں نے اُن سے اس بات کا ذکر کیا۔ اُنہوں نے جواب دیا ایسا ہی ہے۔ میرے دل نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ میں حضرت جابر

بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَجِئْنَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَسَأَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ أَشْيَاءَ، ثُمَّ ذَكَرُوا لَهُ الْمُتْعَةَ، فَقَالَ نَعَمْ، " اسْتَمْتَعْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ خِلَافَةِ عُمَرَ اسْتَمْتَعَ عَمْرُو بْنُ الْحُرَيْثِ بِامْرَأَةٍ سَمَّاهَا جَابِرٌ، فَنَسِيتُ اسْمَهَا فَحَمَلَتِ الْمَرْأَةُ فَبَلَغَ ذَلِكَ عُمَرُ، فَدَعَاهَا فَسَأَلَهَا قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: مَنْ أَشْهَدَ قَالَ عَطَاءٌ لَا أَدْرِي، قَالَتْ أُمِّي وَأُمُّهَا أَوْ أَخَاهَا وَأُمُّهَا قَالَ: فَهَلَّا غَيْرَهُمَا، قَالَ عَطَاءٌ وَسَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: يَرْحَمُ اللَّهُ عُمَرَ مَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ إِلَّا رَحْمَةً رَحِمَ اللَّهُ بِهَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْلَا أَنَّهُ نَهَى عَنْهَا مَا احْتَاجَ إِلَى الزِّنَا إِلَّا شَقِيٌّ، قَالَ عَطَاءٌ فَهِيَ الَّتِي فِي سُورَةِ النِّسَاءِ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً) (النساء 24 :) إِلَى كَذَا وَكَذَا مِنَ الْأَجَلِ عَلَى كَذَا وَكَذَا"

کے ہاں آیا۔تو لوگ اُن سے کچھ مسائل پوچھ رہے تھے۔ پھر اُن سے بھی متعہ کے متعلق پوچھا گیا۔تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہوتا تھا۔ہم لوگ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر وعمر کے دور میں متعہ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جناب عمر کی خلافت کا آخری زمانہ تھا تو عمرو بن الحارث نے ایک عورت سے متعہ کیا۔ جابر نے اُس کا نام بتایا لیکن میں اُس کا نام بھول گیا۔ وہ عورت حاملہ ہوگئی۔تو عمرؓ کو اس بات کا علم ہوگیا۔ آپ نے اُسے بلایا اور اُس سے اس معاملے کے متعلق پوچھا۔اُس نے اقرار کیا۔آپ نے پوچھا۔اُس کا گواہ کون ہے؟ عطا نے کہا میں نہیں جانتا۔اس عورت نے جواب دیا۔ میری ماں اور اُس کی ماں یا اُس کا بھائی اور اُس کی ماں۔عمرؓ نے پوچھا اس کے علاوہ بھی کوئی گواہ ہے؟ عطا نے کہا۔ میں نے ابن عباسؓ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ عمرؓ پر رحم فرمائے۔متعہ تو رحمت تھی اللہ کی طرف سے اگر عمرؓ اُس سے منع نہ کرتے تو کوئی بدبخت ہی متعہ کرتا۔عطا نے کہا۔متعہ سورۃ النساء کی اس آیت ''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً'' سے ثابت ہے۔جس میں مدتِ مقررہ تک کا ذکر ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم، کتاب النکاح،(۲) مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح،

444۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ، بِالرَّمْلَةِ قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَرْقِيُّ، قَالَ: نا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: نا صَدَقَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ- هَكَذَا

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ ایسی عورتیں نکلیں جن کی ساتھ ہم نے متعہ کیا تھا جب ہم مقام ثنیہ الرکاب پر پہنچے تو ہم نے نبی کریم علیہ

قَالَ ابْنُ عُمَرَ- عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ عِيسَى، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ وَارَةَ، قَالَ أَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: نا صَدَقَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ، هَكَذَا قَالَ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ" : خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءُ اللَّاتِي اسْتَمْتَعْنَا بِهِنَّ حَتَّى أَتَيْنَا ثَنِيَّةَ الرِّكَابِ، فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَؤُلَاءِ النِّسَاءُ اللَّاتِي اسْتَمْتَعْنَا بِهِنَّ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »هُنَّ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ« قَالَ: فَوَدَّعْنَنَا عِنْدَ ذَلِكَ، قَالَ: فَسُمِّيَتْ تِلْكَ الثَّنِيَّةُ ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، وَمَا كَانَتْ تُسَمَّى قَبْلَ ذَلِكَ إِلَّا ثَنِيَّةَ الرِّكَابِ"

السلام سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ان عورتوں سے ہم نے متعہ کیا ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ عورتیں قیامت تک حرام کردی گئی ہیں۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ پھر ہم ان سے جدا ہو گئے۔ پھر ہم نے اس جگہ کا نام ثنیہ الوداع رکھ دیا اس سے قبل اس کا نام ثنیہ الرکاب تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الکبیر، (۲) مجمع الزوائد جلد۴ ص۲۶۴، (۳) الاعتبار ص۳۳۵، (۴) السنن الکبریٰ جلد۷ ص۲۰۴

445۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: "(فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَآتُوهُنَّ

عطا سے روایت ہے انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے سنا۔ آپ نے قرآن مجید کی آیت مبارکہ کی قراءات ان الفاظ کے ساتھ کی۔ ''فما استمتعم به منهن الی اجل مسمی فاتوهن اجورهن ''عطا نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''الی اجل مسمی '' کی قراءات حضرت ابی بن کعب کی ہے۔

أُجُورَهُنَّ) وَقَالَ: وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي حَرْفِ أُبَيٍّ (إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى) " قَالَ عَطَاءٌ، أَخْبَرَنِي شَبِيبٌ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ" : لَقَدْ كَانَ أَحَدُنَا يَسْتَمْتِعُ عَلَى الْقَدَحِ سُوَيْقًا قَالَ: فَقَالَ ابْنُ صَفْوَانَ: هَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ يُفْتِي بِالزِّنَا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنِّي لَا أُفْتِي بِالزِّنَا أَفَنَسِيَ ابْنُ صَفْوَانَ أَمَرَ أُرَاكَةَ؟ فَوَاللَّهِ إِنَّ ابْنَهَا لَمِنْ ذَلِكَ أَفَزِنًا هُوَ؟ قَالَ: وَاسْتَمْتَعَ بِهَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي جُمَحٍ"

عطانے کہا کہ مجھے شبیب نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم میں سے کچھ لوگ مٹھی بھر گندم کے عوض متعہ کرلیا کرتے۔انہوں نے کہا کہ ابن صفوان یہ کہتے ہیں یہ ابن عباس زنا کا فتوی دیتے ہی (یعنی متعہ کو جائز کہہ کر) ابن عباسؓ نے جواب دیا۔''بے شک میں زنا کا فتویٰ نہیں دیتا۔'' کیا ابن صفوان، امراراکہ (عورت) کو بھول گئے۔اللہ کی قسم ان کا لڑکا کسی کے بطن سے ہے۔کیا وہ زنا سے ہے؟ اس عورت سے قبیلہ بنی جمع کے شخص نے متعہ کیا۔

تخریج حدیث۔۔مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح، باب المتعة

446۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ اللُّؤْلُؤِيُّ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »لَمْ يَدَعْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَمْرَ أُرَاكَةَ قَدْ خَرَجَتْ حُبْلَى فَسَأَلَهَا عُمَرُ عَنْ حَمْلِهَا، فَقَالَتِ اسْتَمْتَعَ مِنِّي سَلَمَةُ بْنُ أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ فَلَمَّا أَنْكَرَ صَفْوَانَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ بَعْضَ مَا يَقُولُ فِي ذَلِكَ قَالَ، فَسَلْ عَمَّكَ هَلِ اسْتَمْتَعَ؟«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امراراکہ نامی عورت کو پوچھ گچھ کیے بنا نہ چھوڑا وہ جب آپ کے سامنے نکلی تو اس حال میں تھی کہ اس کا حمل ظاہر ہو چکا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے اِس حمل کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا۔مجھ سے سلمة بن امیة بن خلف نے متعہ کیا ہے۔ اس بات کو سن کر صفوان نے ابن عباسؓ کو جھٹلا دیا کہ آپ درست نہیں فرمارہے۔آپ نے فرمایا۔''پوچھ اپنے چچا سے کیا اس نے متعہ کیا ہے یا نہیں؟''

447۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ أنا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں ہم اصحاب رسول علیہ السلام متعہ کرتے رہے جب تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن حریث کے معاملے

عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ" : اسْتَمْتَعْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَهَانَا عَنْهُ عُمَرُ فِي شَأْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ: وَقَالَ جَابِرٌ: إِذَا انْقَضَى الْأَجَلُ فَبَدَا لَهُمَا أَنَّ يَتَعَاوَدَا فَيُمْهِرُ مَهْرًا آخَرَ، قَالَ: وَسَأَلَهُ بَعْضُنَا: كَمْ تَعْتَدُّ؟ قَالَ: حَيْضَةً وَاحِدَةً"

کے بعد ہمیں منع نہ فرمادیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب متعہ کی مدت ختم ہو جاتی تو دونوں اگر پھر متعہ کرنا چاہیں تو دوسرا مہر مقرر کر لیں۔فرماتے ہیں ان سے ہم میں سے بعض نے اس کی عدت کے متعلق پوچھا کہ کتنی ہے۔

انہوں نے جواب ارشاد فرمایا کہ ایک حیض۔

448۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أنا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ: »كُنَّا نَسْتَمْتِعُ بِالْقَبْضَةِ مِنَ التَّمْرِ، وَالدَّقِيقِ الْأَيَّامَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ حَتّٰى نَهَى عُمَرُ النَّاسَ فِي شَأْنِ عَمْرِو بْنِ الْحُرَيْثِ«

حضرت عبداللہ بن زبیر روایت کرتے ہیں میں نے حضرت جابر کو فرماتے سنا ہے ہم ایک مٹھی بھر کھجوروں اور آٹے کے عوض نبی کریم علیہ السلام اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں عورتوں سے متعہ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن حریث کی حالت کے پیش نظر اس سے روک دیا۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ،(۲) مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ

449۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، بِإِفْرِيقِيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي نَصْرٍ الْكُوفِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ يَوْمًا فَقُلْتُ، وَمَتَى خُرُوجُهُ؟ قَالَ: »إِذَا شُيِّدَ الْبُنْيَانُ وَتَجَبَّرَتِ النِّسَاءُ«

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول رحمت علیہ السلام نے ایک اور دجال کا ذکر کیا۔میں نے عرض کی کہ وہ کب نکلے گا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا جب مضبوط عمارتیں تعمیر کروائی جائیں گی اور عورتوں پر ظلم ہوگا۔میں نے عرض کی۔جب یہ ہوگا تو وہ کب ظاہر ہوگا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تاجر جھوٹ بولیں گے اور لوگ فاسق ہو جائیں گے۔میں نے عرض کی جب یہ کام ہوگا تو اس کا ظہور کب ہوگا۔

قُلْتُ: فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَمَتَى خُرُوجُهُ؟ قَالَ: »إِذَا كَذَبَ التُّجَّارُ، وَفَجَرَ النَّاسُ« قُلْتُ: فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَمَتَى خُرُوجُهُ؟ قَالَ: »إِذَا اسْتَحَلَّتْ أُمَّتِي الْخَمْرَ بِالنَّبِيذِ، وَالزِّنَا بِالنِّكَاحِ فَهُنَالِكَ خُرُوجُ الدَّجَّالِ«

آپ علیہ السلام نے فرمایا جب میری امت شراب کو حلال اور خرید و فروخت میں سود کو اور متعہ کو حلال تصور کرے گی تب دجال کا خروج ہوگا۔

450۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السُّكَيْنِ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ زُرَيْقٍ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: مَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ إِلَّا ثَلَاثَ أَيَّامٍ حَتَّى حَرَّمَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولُهُ"

حضرت حسن روایت کرتے ہیں متعہ صرف تین دنوں کیلئے حلال ہوا تھا۔ یہاں تک اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے اسے حرام فرمادیا۔

تخریج حدیث۔ مصنف عبدالرزاق، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ

451۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ زُرَيْقٍ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سُئِلَ عَنْهَا، فَقَالَ: »هُوَ السِّفَاحُ، هُوَ السِّفَاحُ«

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ان سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ زنا ہے۔ یہ زنا ہے۔

حدیث نمبر 451:۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳، ص ۵۵۱

452۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ" سُئِلَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْمُتْعَةِ، فَقَالَ :(إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ) (المؤمنون6 :) حَتَّى (الْعَادُونَ) (المؤمنون7 :)"

یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں قاسم بن محمد سے متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا سوائے اپنے جنسی جوڑے کے یا وہ کنیزیں جو ان کے قبضہ میں ہیں العادون تک (آیۃ تلاوت فرمائی)

تخریج حدیث۔ (۹) صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، (۱۰) شرح معانی الآثار جلد ۴، ص ۲۰۴، (۱۱) السنن الکبری بیہقی، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ

تحقیق

امام الجلیل والشہیر ابوحفص ابن شاھین رحمۃ اللہ نے تقریباً تر تالیس روایات وآثار پر مشتمل اس باب میں ان تمام روایات، شواہد وآثار کا احاطہ فرمایا جو متعۃ کے جواز میں اور پھر اس کی منسوخیت میں پیش کی جاتی ہیں۔ باب کے منہج سے ہٹ کر ان تمام روایات کو ناسخ ومنسوخ کی حد بندی کی بجائے ایک ساتھ تحریر کر دیا گیا ہے اور ناسخ روایات اس کثرت سے نقل کی گئی کہ یقیناً کسی اور باب میں اس انداز سے روایات موجود نہیں۔ یہ روایات نکاح کے باب میں مکمل ضابطہ حیات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ نہایت احسن ضابطہ اخلاق بھی پیش فرما رہی ہیں۔ نکاح کے باب میں ان روایات پر تحقیق سے قبل عصر جاہلیت کی رسوم نکاح پر مختصر تبصرہ ہدیہ قارئین ہے تاکہ اس باب میں اسلام کا امتیاز اور انفرادیت روشن ہو سکے اور متعہ کی حقیقت واضح ہونے میں شبہ نہ رہے۔

قبل از اسلام نکاح کی قبیح صورتیں:۔

محدثین اور اہل سیر نے عہد جاہلیت کے وہ نکاح ذکر فرمائے جن سے معاشرے میں عورت کی مظلومیت اور محرومی کی تصویر آشکار ہے وہ نکاح درجہ ذیل تھے۔

نکاح شغار:۔

اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح دوسرے سے اس شرط پر کرنا کہ وہ اپنی بہن یا بیٹی دے گا اور اس نکاح میں طرفین کے ذمہ ان عورتوں کا مہر لازم نہ ہوگا۔ یعنی مردان عورتوں سے فائدہ حاصل کریں مگر یہ عورتیں اپنے حق مہر سے محروم کر دی جائیں۔

نکاح الرہط والبغایا:۔

یہ اس اجتماعی نکاح کو کہا جاتا جس میں ایک عورت کے ساتھ دس یا دس سے زیادہ مرد بیک وقت نکاح کرتے اور

مباشرت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کو یا تو عورت کسی خاص مرد کی طرف منسوب کر دیتی یا پھر کوئی مرد خود ہی اس کی نسبت اپنی طرف کر لیتا یقیناً اس انداز نکاح سے شیطان بھی شرماتا ہوگا۔

نکاح الاستبضاع:۔

یہ نکاح پر غیر رسمی نکاح کی وہ صورت تھی جس میں کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی خوبصورت مرد کے پاس اس لئے بھیجتا کہ اس کی نسل میں خوبصورت بچہ پیدا ہو۔ حمل ظاہر ہوتے ہی وہ عورت پہلے شوہر کی طرف لوٹ آتی۔

نکاح الخدن:۔

عہد جاہلیت میں نکاح کی یہ صورت آج بھی مغرب کے تہذیب یافتہ معاشرے میں رائج ہے جس میں مرد کسی عورت کو بغیر رسم نکاح کے گھر لے آتا پھر ازواجی تعلقات قائم ہوتے اور پھر اگر یہ تعلق قائم نہ رکھنا مقصود ہوتا تو یہ تعلق باہمی رضامندی سے ختم ہو جاتا۔ اولاد باپ کی بجائے ماں کی طرف منسوب ہوتی۔

نکاح کی ان قبیح صورتوں کا ذکر کرنے کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

فلما بعث محمد ﷺ بالحق هدم نكاح الجاهلية كله الانكاح الناس اليوم	جب سرکار دو عالم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا تو زمانہ جاہلیت کے تمام نکاحوں کو ختم فرما دیا سوائے اس نکاح کہ جو آج قائم ہے۔
(بخاری کتاب النکاح جلد ۲، ص ۱۰۵)	

نکاح متعہ:۔

نکاح کی یہ صورت باقی نکاحوں سے کچھ مختلف تھی صرف بُعد الوطنی اور سفر میں جذبات شہوات کی تسکین کی خاطر متعین ایام کے لئے کسی عورت سے مختصر مہر پر نکاح کر لیا جاتا اور ایام مخصوصہ گزرنے پر وہ نکاح خود بخود ختم ہو جاتا طلاق و عدت، میراث اور اولاد کے نسب کا مطلقاً کوئی دخل نہ تھا۔

مذکورہ رسومات قبیحہ میں عورت کو جس طرح بہائم کی طرح استعمال کیا جاتا یقیناً تاریخ کی مکروہ ترین حقیقت تھی اس کی حیثیت محض شہوات کی تکمیل کے لئے ایک مجبور، بے بس اور لاچار لونڈی کی تھی۔ اور پھر دوسری طرف ان نکاحوں کی صورت میں پیدا ہونے والی اولاد کا معاشرتی مقام کیا تھا ان کی اخلاقی، جسمانی اور روحانی تربیت کا جنازہ جس طرح نکلتا ہوگا تاریخ اس سیاہ

حقیقت کو بیان کرنے سے بھی عاجز رہی۔ان ظلمتوں کا سلسلہ نہ جانے کب سے قائم ہوا اور اس نے انسانیت کی تاریخ میں عورت جیسی محسنہ ہستی پر اپنی جہالت اور بہیمیت کا کلک چڑھائے رکھا لیکن بالآخر وہ صبح روشن ہوگئی جس نے ان ظلمتوں کو انوار الٰہیہ سے منور کر ڈالا فاران کی چوٹی سے وہ ماہ تمام جلوہ گر ہوا اور عورت کو اس کی چھینی ہوئی متاعِ بے بہا لوٹا دی۔ان باطل نظریات کو تا صبح قیامت دفن کر دیا اور نکاح کی وہ عفت مآب اور عصمت آخرین عبادت عطا فرمائی کے عورت اپنی قسمت پر رشک کرنے لگی۔محسن انسانیت رحمت اللعالمین سید الانام حضور ﷺ نے نکاح کی مذکورہ تمام صورتوں کو آیات بنیات میں نازل ہونے والے دائمی ابدی قوانین نکاح کے بعد حرام قرار دے دیا اور متعہ بھی ان باطل وحرام نکاحوں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔اسلام نے زمانہ جاہلیت میں رائج مختلف افعال کو حکمت کے تحت یا تو نہایت احتیاط کے ساتھ تاخیر سے حرام ٹھہرایا جیسا کہ سود کو آمد اسلام کے تقریباً سترہ سال بعد حرام کیا گیا یا پھر مثل شراب ان کی حرمت میں تدریجی مراحل کارفرما ہے اسی طرح متعہ کی حرمت کے باب میں انداز مختلف رہا۔امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لیس فی الاسلام شئی احل ثم حرم ثم احل ثم حرم الاالمتعة

اسلام میں متعہ کے سواء کوئی ایسی چیز نہیں جسے حلال ٹھہرایا گیا پھر حرام کیا گیا پھر رخصت دی گئی پھر حرام کر دیا گیا۔

(الاحکام لابن دقیق العید جلد ۴، ص ۱۹۳)

(معالم السنن جلد ۳، ص ۱۰۹)

متعہ کی شرعی حیثیت پر اصحاب الرسول ﷺ اور ائمہ کا فتویٰ:۔

رسول اللہ ﷺ کے جمیع صحابہ ائمہ وفقہاء مجتہدین احناف، مالکیہ، شوافع، حنابلہ، متقدمین ومتاخرین کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ متعہ حرام ہے اور اس کی حرمت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

ائمہ متقدمین میں سے امام ابوسلیمان الخطابیؒ فرماتے ہیں۔

تحریم نکاح المتعة کا لاجماع بین المسلمین و قد کان ذلك مباحافی صدرالاسلام فلم یبق الیوم فیه خلاف بین الأئمة الاشیا ذهب الیه بعض الروافض۔

(معالم السنن جلد ۲، جز ۳، ص ۱۶۳)

متعہ کی حرمت تمام اہل اسلام کے ہاں اجماع کی طرح ہے یہ اوائل اسلام میں مباح تھا لیکن آج اس کی حرمت پر اہل اسلام کے ہاں کسی میں بھی اختلاف نہیں سوائے روافض کے ایک گروہ کے۔

امام یحییٰ بن شرف نوویؒ فرماتے ہیں۔

ووقع الاجماع بعد ذلك على تحريمها من جميع العلماء الا الروافض	متعہ کی حرمت پر سوائے روافض کے تمام اُمت کا اجماع ہے۔

(شرح مسلم جلد ۷، ص ۱۸۰)

البتہ اس کے جواز پر ایک مخصوص گروہ کی جانب سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں اور اس باب میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت عبداللہ بن مسعود اور بالخصوص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو متعہ کی حلت و جواز کا قائل ثابت کیا جاتا ہے۔

مجوزین متعہ کے دلائل :۔

دلیل اوّل :۔ سورۃ النسا کی آیت مبارکہ ۲۴ میں ارشاد ہوا۔

فما استمعتم به منهن فاتو هن اجورهن فريضة	جو تم نکاح کے ذریعے فائدہ اٹھاؤ تو انہیں مہر بطور فرض ادا کرو۔

آیت مبارکہ میں استمتاع سے مراد متعہ ہے کیونکہ تمتع کا لفظی معنیٰ فائدہ حاصل کرنا ہے جب اس لفظ کی نسبت عورتوں کی طرف ہوگی تو معنیٰ یہ ہوگا کہ جب تم عورتوں سے فائدہ حاصل کرلو تو انہیں ان کی اجرت دے دو اور یہ اسی حالت میں ممکن ہے کہ یہ متعہ کی صورت ہو کیونکہ نکاح میں جماع کے بعد مہر واجب نہیں کیا گیا بلکہ متعہ کے بعد مہر واجب ہوا اس پر دلیل اس آیت مبارکہ کی ایک دوسری قرأت ہے جو حضرت ابی بن کعب، ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

فما استمتعم به منهن الى اجل مسمى فاتوهن اجورهن	جو تم ان سے ایک وقت مقررہ تک فائدہ اٹھاؤ تو انہیں ان کے مہر ادا کرو۔

الی اجل مسمی کی قرأت اس حکم پر دلالت کرتی ہے کہ جب تم متعہ کرلو تو انہیں وقت معینہ مخصوصہ کے لئے متعہ کرنے کے عوض اجرت دے دو۔ فضل بن الحسن الطبرسی لکھتے ہیں :۔

وقدروى عن جماعة من الصحابة منهم ابى بن كعب و عبدالله بن عباس و عبدالله بن مسعود انهم قرأوا فما استمتعم به منهن الى اجل مسمىٰ فاتوهن اجورهن و فى ذلك تصريح بان المراد به عقدالمتعة	صحابہ کی ایک جماعت جن میں ابی بن کعب، ابن عباس، ابن مسعود شامل ہیں اُنہوں نے آیت قرآنی فما استلمتعم به منهن الى اجل مسمى فاتوهن اجورهن پڑھا ہے اور اس قراءت سے یہ تصریح ہوتی ہے کہ یہاں اس نکاح سے مراد نکاح متعہ ہے۔

(مجمع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۲، ص ۳۲ مطبوعہ احیاء الکتب الاسلامیہ ایران رقم ۱۳۸۸ء)

دلیل دوئم:۔

قال الحکم قال علی بن ابی طالب لولا ان عمر نهی عن المتعة مازنی الاشقی

حکم نے کہا کہ مولا علی نے ارشاد فرمایا اگر عمر بن خطاب متعہ سے منع نہ فرماتے تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔

(مجمع البیان جلد ۲، ص ۴۲)

گویا روایت بالا سے ثابت ہوا کہ متعہ کی حرمت شرعی نہیں خلیفہ کی ذاتی تھی اس پر مزید واضح کرنے کے لئے طبرسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول نقل کیا جس میں حرمت متعہ کی نسبت ذاتی ہے شرعی نہیں، لکھتے ہیں۔

عن عمر بن الخطاب انه قال متعتان کانتا علی عهد رسول الله ﷺ حلالا وانا أنهی عنهما

عمر بن خطاب سے کہا دو متعے عہد رسالت میں حلال تھے میں ان سے منع کرتا ہوں۔

(مجمع البیان جلد ۲، ص ۴۲)

دلیل سوئم:۔

مجوزین متعہ کی جانب سے تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر عقد متعہ منسوخ ہے تو نسخ خبر تواتر سے ہوگا یا اخبار احاد سے اب اگر یہ نسخ تواتر سے تھا تو اخبار متواترہ تو اس قدر معروف ہوتی ہیں کہ حضرت مولا علی، ابن عباس، عمران بن حصین رضی اللہ عنھم ایسے جلیل القدر اصحاب کا ان سے لاعلم رہنا محال ہے پھر اگر یہ نسخ خبر واحد سے ہے تو خبر احاد سے متعہ کا نسخ درست نہیں کیونکہ متعہ کی اباحت وحلت تو تواتر سے ثابت ہے۔

پس منسوخیت متعہ کے لئے روایت بھی درجہ تواتر کی لائی جائے۔

(اللباب فی علوم الکتاب جلد ۶، ص ۳۱۲ دار الکتب العلمیة بیروت)

اباحت متعہ کے دلائل پر ائمہ کی تحقیق:

محققین وناقدین اسلام نے دلائل اباحت پر بے لاگ تبصرے اور مفصل علمی تحقیقات پیش فرمائیں جن کی روشنی میں ان دلائل کا احاطہ کیا جائے گا۔

دلیل اول:

آیت فما استمتعم به من هن سے استدلال کا جواب

سورۃ النساء کی مکمل آیت جس سے اشتہادواستدلال کیا گیا یہ ہے۔

والمحصنت من النسآء الاما ملکت ایمانکم کتب الله علیکم و احل لکم ماورآء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسفحین فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فریضة ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة ان الله کان علیما حکیما۔

(النساء آیۃ ۲۴)

اور دوسروں کی منکوحہ عورتیں حرام کی گئیں ہیں سوائے ان باندیوں کے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہے اللہ نے تم پر فرض ٹھہرادیا ہے اوران کے ماسوا عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں یہ کہ تم انہیں مہروں کے ذریعے نکاح میں لینے والے ہو نہ کہ شہوت رانی کرنے والے پھر ان سے جو تم نکاح کے ذریعے فائدہ اٹھاؤ تو انہیں مہر بطور فرض ادا کرو البتہ مہر مقرر کرنے کے بعد تمہاری باہمی رضامندی سے کچھ طے کرلینے میں گناہ نہیں بے شک اللہ علم والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں استمتاع سے مراد متعہ مروجہ لیا گیا کیونکہ متعہ کے بعد مہر واجب ہے جبکہ نکاح کے بعد مہر واجب نہیں تاخیر بھی جائز ہے پس آیت سے استدلال اول پر جواب یہ ہے کہ آیت قرآنی میں لفظ استمتاع کا معنیٰ سیاق کلام اور نظم قرآنی کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جائے گا اور یہاں استمتعم سے متعہ مروجہ مراد لینا سیاق کلام کے ساتھ ساتھ نظم قرآنی کے بھی خلاف ہے۔

امام ابوبکر جصاص الحنفیؒ فرماتے ہیں۔

آیت کا مضمون تین وجوہ سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لفظ استمتعم سے مراد نکاح ہے نہ کہ متعہ مروجہ۔

وجہ اول:

"فما استمتعم" کا عطف "واحل لکم ماوراء ذلکم" کے اندر بیان کردہ اباحت نکاح پر ہے اور یہ لامحالہ محرمات کے ماسواء دوسری عورتوں سے نکاح کی اباحت ہے کیونکہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ استمتعم سے مراد نکاح ہے پس ضروری ہے کہ استمتاع کے ذکر کو اس عورت کے حکم کا بیان قرار دیا جائے جن کے ساتھ نکاح کی بنیاد پر ازدواجی تعلق ہو چکا ہے یعنی اس کا حکم یہ ہے کہ اب وہ پورے مہر کی حقدار ہوگی۔

(احکام القرآن تفسیر آیت مذکورہ)

آیت مبارکہ میں ذکر ہے کہ تم عورتوں سے ان کا مہر ادا کر کے فائدہ اٹھاؤ اس طرح کہ تم انہیں محصن بناؤ نہ کہ انہیں سفاح کرو (یعنی ان سے بے حیائی نہ کرو)

وجہ ثانی:۔

امام جصاص فرماتے ہیں۔ قول باری تعالیٰ محصنین ہے اور احصان کی صفت صرف نکاح صحیح کی بناء پر پیدا ہوتی ہے اس لئے متعہ کی بناء پر ہمبستری کرنے والا محصن نہیں بنتا اور نہ احصان کا اسم ایسے شخص پر صادق آتا ہے (جو متعہ کرے) پس یہ ثابت ہوا کہ لفظ استمتعم سے مراد نکاح ہے نہ کہ متعہ۔

(احکام القرآن نفس المرجع)

احصان کا معنیٰ قلعہ ہے یعنی عورت مرد کے نطفے کی حفاظت کے لئے قلعہ بن جائے تو اسے محصنہ کہا جاتا ہے اور نکاح شرعیہ صحیحہ ہی سے ہمبستری کی صورت میں زوجین محصنین ہوں گے اور اس کے بعد وہ مرتکبین زنا ہوئے تو رجم کے حقدار ٹھہریں گے لیکن متعہ کے بعد اگر کوئی شخص زنا کا مرتکب ہوتا بھی ہے تو اسے سزا کے طور پر رجم نہیں کہا جاتا کیونکہ وہ محصن نہیں لہذا آیت کا مطلوب و مقصود متعہ سے پورا نہیں ہوتا پس یہ نکاح نہیں اگر یہ نکاح ہوتا تو زوجین کو محصن بنا لیتے۔ آیت میں استمتعم سے مراد ایسا فائدہ ہے جو محصن بنا دے نہ کہ وہ فائدہ جو محض زوال شہوات کا باعث ہو۔ استمتعم درجہ احصان کو لازم کرتا ہے اور یہ نعمت نکاح سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ متعہ سے۔

وجہ ثالث:۔

امام ابوبکر جصاص مزید فرماتے ہیں۔ قول باری تعالیٰ میں غیر مسافحین ہے، یعنی آیت میں زنا کو سفاح کا نام دیا گیا ہے کیونکہ نکاح کے احکام اس سے منتفی ہوتے ہیں یعنی (زنا سے) نسب ثابت نہیں ہوتا، عدت واجب نہیں ہوتی علیحدگی کی صورت میں بقاء فراش نہیں ہوتا۔ کیونکہ متعہ میں یہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں وہ زنا کے معنوں میں قرار دیا جائے گا۔

(احکام القرآن نفس المرجع)

آیت مبارکہ میں غیر مسافحین فرما کر لفظ استمتعم کی دوسری خوبی و شرط یہ بیان کی گئی کہ یہ فائدہ محض قضاء شہوات و تسکین قلوب نہ ہو جبکہ یہی مقصد متعہ کا ہے زوال شہوت و تسکین قلب حاصل ہو سکے پس وہ استمتعم کا مصداق کیونکر ہو سکتا ہے اور پھر اس میں بھی مقصد نکاح یعنی طلب اولاد، قانون نکاح، ثبوت نسب اور واجبات نکاح یعنی عدت لازم نہیں پس غیر مسافحین متعہ مرجبہ پر صادق آتا ہے اور محصنین نکاح صحیحہ پر۔

آیت مبارکہ پر قراءت صحابہ سے استدلال کا جواب:۔

اسی قراءت کا ماخذ امام ابوجعفر جریر الطبری ؒ کی شہرہ آفاق تفسیر جامع البیان عن تاویل ای القرآن ہے۔اگرچہ طبریؒ نے ان صحابہ کی قرأت کو نقل فرمایا لیکن آپ کا منہج یہی ہے کہ آپ تفسیر پر جمیع روایات و آثار کے ساتھ ساتھ قرأت بھی نقل فرمانے کی ممکنہ سعی فرماتے ہیں لیکن توجہ طلب امر یہ ہے کہ مجوزین متعہ نے ماخذ مذکورہ سے قراءت تو نقل کی لیکن طبری کا اس پر تبصرہ ہضم نہ کر سکے آپ فرماتے ہیں۔

واما ماروی ابی بن کعب و ابن عباس من قراتھما فی استمتعم به منھن الی اجل مسمی، فقرا بخلاف ماجاءت به صحائف و غیر جائز لاحد ان یلحق فی کتاب اللّٰہ تعالیٰ شیئالم یات به الخبر القاطع

ابن ابی کعب اور ابن عباس کی قرأت میں الی اجل مسمی الفاظ مصحف کی قرأت کے خلاف ہیں لہٰذا کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کتاب اللہ میں قطعی و یقینی خبر و روایت کے سواء کوئی بات شامل کرتے۔

(جامع البیان عن تاول ای القرآن جلد ثالث ص ۲۲۳۸ مطبوعہ دارالسلام مصر ۲۰۰۹)

فما استمتعم کے ساتھ الی اجل مسمی کی قرأت کی طبری نے ناجائز قرار کیوں دیا اس کی درجہ ذیل وجوہ ہیں۔

قرآن مجید کے الفاظ کی کیفیت نطق، لغت، اعراب، حذف، اثبات، تحریک، اسکان، فصل، وصل، تخفیف، تشدید کی ادائیگی کے طریقہ کار کو قرأت کہا جاتا ہے جو امت تک جناب امام الانبیا ﷺ کے زمانہ نور سے ہم تک دو طریقوں سے پہنچا ہے۔

ا۔قرأت متواترہ ۲۔قرأت شاذہ

امام سرخسیؒ کی جامع تعریف یقیناً اس مضمون کو سمجھنے میں معاون ہوگی۔

اعلم بان الکتاب ھو القرآن المنزل علی رسول اللّٰہ ﷺ المکتوب فی دفات المصاحف المنقول الینا علی الاحرف السبعة المشھورة نقلا متواترا لان مادون المتواتر لایبلغ درجه العیان ولا تثبت بمثله القرآن مطلقا۔وھذا قالت الامة لوصلی الکلمات تفرد بھا ابن مسعود لم تجز صلاته لانه لم یوجدفیه النقل المتواتر وباب القرآن باب یقین و احاطة فلاتثبت بدون النقل المتواتر کونه قرانا۔

(اصول السرخسی جلد ا،ص ۲۷۹۔۲۸۰)

جان رکھو قرآن کریم وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی جلدوں کے درمیان مصاحف میں لکھی ہوئی ہے۔ مشہور سات حروف کے مطابق تواتر کے ذریعے نقل ہو کر ہم تک پہنچی ہے۔اس لئے جو تواتر کے علاوہ ہے وہ قطعیت اور عین الیقین کے درجے کو نہیں پہنچتا اور ایسی چیز سے قرآن کا ثبوت ناممکن ہے۔اسی وجہ سے امت اس بات پر متفق ہے کہ اگر کوئی شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شاذ قراۃ کو نماز میں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ اس میں نقل تواتر موجود نہیں اور جو متواتر نہیں اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا۔

قراءات متواترہ اس قرأۃ کو کہا جاتا ہے جسے روایت کرنے والے اسی قدر کثیر ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق عادتاً محال ہو اور یہ تعداد ابتداء سے انتہاء تک تمام طبقات میں پائی جائے۔

(المنجد المقرئین ص ۱۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ کی یہ قرأت درجہ تواتر میں داخل نہیں بلکہ قرأت الشاذہ میں شمار کی جاتی ہے کیونکہ اس کا نقل ہم نے تواتر سے نہیں یہ قرأت مقبولہ کے زمرے سے نکل کر غیر مقبولہ میں شمار ہوتی ہے کیونکہ قرأت مقبولہ کی مقررہ شرائط اس قرأت میں موجود نہیں۔

قرأت کی شرائط:

امام برہان الدین زرکشیؒ، امام جلال الدین سیوطیؒ اور امام جزریؒ نے قراءت مقبولہ کی تین شرائط نقل فرمائیں۔

۱۔ کل قراءۃ وافقت العربیة ولو بوجه

ہر وہ قراءۃ جو لغت عربی کی کسی وجہ کے ساتھ موافق ہو۔

۲۔ ووافقت احدالمصاحف العثمانیة ولوا حتمالا

مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہو۔

۳۔ وصح سندها

اس کی سند صحیح ہو۔

امام جزریؒ نے ان شرائط کو نظماً یوں تحریر فرمایا۔

فکل ماوافق وجه نحوی — وکان للرسم احتمالا لحوی

وصح اسنادا هوالقرآن — وهذه الثلاثة الارکان

وحیثما یختل رکن أثبت — شذوذه لو انه فی السبعة

ترجمہ: ہر وہ قراءۃ جو کسی نحوی وجہ کے مطابق ہو رسم مصحف اس کا متحمل ہو اور وہ سند کے لحاظ سے صحیح ہو تو وہ قرآن ہے اور قراءت کو پرکھنے کے لئے یہی تین ارکان ہیں جس قراءۃ میں کوایک رکن مفقود ہو گا تو وہ شاذ ہو گی اگرچہ وہ قراءت سبعہ سے ہی ہو۔

(النشر فی قراءات العشر ص: ۳۷)

ان حضرات صحابہ کرام سے منقول قرأت مصحف عثمانی میں سے کسی مصحف کے مطابق نہیں۔اور شاذ کے درجہ میں داخل ہونے کے سبب قابل احتجاج واستدلال نہیں تعجب ہے اس امر پہ کہ مجوزین متعہ منسوخیت متعہ پر تو روایت درجہ تواتر کی طلب کرنے پر مُصر ہیں اور اثبات متعہ پر متواتر قراءات کے مطابق شاذ قراءۃ سے حجت پکڑتے ہیں۔

يخدعون الله والذين امنوا وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون۔

قراءات شاذہ سے استدلال واستشہاد کی شرعی حیثیت:۔

اس باب میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ قراءات شاذہ قرآن نہیں جیسا کہ امام شہاب الدین قسطلانی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں۔

اجمع الاصوليون وغيرهم على ان الشاذ ليس لقرآن لعدم الصدق لفظ القرآن عليه اوشرطه و هو المتواتر۔ (لطائف الاشارات ص۷۲)

اہل اصول کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قراءات شاذہ قرآن نہیں اس پر لفظ قرآن صادق نہ آنے کے سبب یا اس شرط کے سبب کہ وہ متواتر نہیں۔

اس کے باوجود ائمہ نے شاذ قراءات سے استنباط اور استشہاد کے لئے مطلقاً عدم جواز کا قول نہیں فرمایا اور اگر یہی دلیل پیش کی جائے کہ قراءۃ شاذ بھی ہو تو قابل احتجاج ہے پھر بھی الی اجل مسمی کی قراءۃ جواز متعہ کے حق میں معاون ثابت نہ ہوگی کیونکہ قراءۃ شاذہ سے استنباط کے لئے ائمہ نے چند شرائط بیان فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے۔

قراءۃ شاذہ کی قبولیت کے لئے شرائط:۔

۱۔ قراءۃ شاذہ کے معارض کوئی قوی تر دلیل موجود نہ ہو۔

۲۔ اگر اس قراءۃ کے معارض ومقابل کوئی صحیح حدیث یا قیاس صحیح آجائے تو اس قراءۃ پر عمل ساقط ہو جائے گا۔

۳۔ اگر قراءۃ شاذہ کو بحیثیت قرآن پڑھا گیا ہو تو اسے خبر واحد کی حیثیت دی جائے گی لیکن اگر اسے بطور تفسیر ذکر کیا گیا تو یہ خبر واحد نہیں بن سکتی۔

۴۔ قراءۃ بیان فرمانے والا راوی اگر اس قراءۃ کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سماع کی صراحت کرتا ہے تو اسے خبر واحد کی حیثیت حاصل ہوگی ورنہ بطور تفسیر ہی ذکر کی جائے گی۔

۵۔ قراءۃ شاذہ کسی صحیح حدیث سے منسوخ ثابت نہ ہو۔

(البحر المحیط فی اصول الفقہ جلد۱ ص۴۷۷۔المستصفی جلد۱ ص۱۹۴)

ان شرائط کے تناظر میں ''الیٰ اجل مسمیٰ'' کی شاذ قراءۃ اپنی حجت کے اثبات کے لئے نہایت کمزور حیثیت کی حامل ہے اولاتو متواتر روایات اس کے معارض ومقابل ہیں اور نہ صرف معارض ہیں بلکہ انہوں نے اس ثابت شدہ حکم کو منسوخ بھی کیا ہے۔

پس یہ قراءت اثبات واحلال متعہ کی نحیف ترین دلیل ہے جو متواتر وقوی دلیل کے مطابق مردود ہے۔

قل ھا توا برھانکم ان کنتم صدقین

جواز متعہ کی دلیل ثانی کا تحقیقی جائزہ:

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف منسوب یہ قول

لولاان عمر رضی اللہ عنہ نھی عن المتعۃ مازنٰی الاشقی اگر عمر متعہ سے نہ روکتے تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔

یہ قول مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات مبارکہ پر نہایت بھاری بہتان ہے۔ بنیادی طور پر یہ قول جس سند سے مروی ہے اسے امام ابوجعفر جریر الطبری رحمہ اللہ نے جامع البیان میں ذکر فرمایا اور طبری کی مذکورہ تفسیر اس قول کے اولین مراجع میں سے ایک ہے ابن عطیہ اور ابوحیان نے بھی یہ قول اپنی تفاسیر میں نقل فرمایا اگر اس بہتان وافتراء کی تحقیق کی جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس گناہ عظیم کے اثبات کے لئے جس طرح نام نہاد محبان مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کی عظمت مآب ہستی کو سہارا بنایا اور آپ کو اس فعل حرام کا داعی ٹھہرایا یقیناً اس جرم کی پھٹکار ان کے چہروں سے عیاں ہے۔ زنا، وہ بھی عبادت کے درجے میں اور ستم بالائے ستم کہ اس کا اثبات چادر تطہیر کے تلے آنے والے نفس طاہر ومطہر سے (الامان والحفیظ)، یہ روایت کتب تفاسیر واحادیث میں جس بھی سند سے آئی سند میں ترتیب یہ ہے۔

قال الحکم و قال علیؓ لولا ان عمر نھی عن المتعۃ مازنی الاشقی حکم نے کہا حضرت علیؓ نے فرمایا اگر عمرؓ متعہ کو حرام نہ کرتے تو کوئی بد بخت ہی متعہ کرتا

(جامع البیان جلد ۳، ص ۲۲۳۷، دارالسلام۔مصر)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو شخص ہر سند میں روایت لے رہا ہے اس کا تعارف یہ ہے۔

مکمل نام: الحکم بن عتیبہ الکندی سن پیدائش: ۴۵ ہجری

یہ راوی الحکم حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے براہ راست بیان کر رہا ہے جبکہ مولا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۱ رمضان المبارک چالیس ہجری میں ہوئی۔ حکم بن عتیبہ شہادت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پانچ سال بعد پیدا ہوا اس نے آپ

سے یہ روایت کب اور کہاں سنی اس کے متعلق مجوزین متعہ ہی تصریح کریں۔ وہ مقام عالم ارواح تھا یا عالم برزخ، حیات ظاہری میں نہ تو اس کی ملاقات جناب امیر المومنینؓ سے ہوئی اور نہ یہ الفاظ شنیع آپ کی زبان نور سے صادر ہوئے جب حکم کا لقاء آپ سے ثابت نہیں تو یہ روایت اثبات متعہ کے لئے مردود ٹھہری کیونکہ صحت روایت کے لئے اتصال لازم ہے۔

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں:

هو الحديث المسند الذى يتصل اسناده بنقل العدل الضابط الى منتهاه ولايكون شاذولا معلاً
(مقدمہ بن صلاح نوع اول)

ایسی روایت صحیح کہلائی جائے گی جس کی سند متصل ہو ایک عادل وضابط سے انتہاء سند تک عادل وضابط سے نقل ہو نہ وہ روایت شاذ ہو اور نہ ہی معلل۔

مذکورہ روایت میں حکم بن عتیبہ اور مولا علی کے درمیان سند میں انقطاع ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے اور یہ انقطاع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اثبات متعہ کے لئے یہ روایت گھڑی گئی اور نسبت بھی اس ہستی کی جانب ہوئی جو انبیاء کے بعد قاسم ولایت ہیں اور تا قیامت اولیاء کاملین کے لئے مرجع کامل اور امت کے گناہوں کی تطہیر کے لئے مصدر ماخذ ہے آپ کی جانب اس فعل حرام کی نسبت موجب لعنت ہے۔

قول عمر رضی اللہ عنہ انا انھی (المتعۃ) کی تحقیق:۔

جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ استدلال کیا گیا کہ عہد رسالت وعہد صدیقی میں تو متعہ جائز و مروج تھا آپ نے اگر اس کی ممانعت فرمائی جس سے ثابت ہے کہ متعہ کی حرمت شرعی نہیں ذاتی ہے۔ رئیس المفسرین امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی البکریؒ المتوفی ۶۰۴ھ اس استدلال کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ذكر هذا الكلام فى مجمع الصحابة وما انكر عليه احد، فالحال ههنا لايخلو اما ان يقال: انهم كانوا عالمين بحرمة المتعة فسكتوا او كانوا عالمين بانها مباحة ولكنهم سكتوا على سبيل المداهنة اوما عرفوا اباحتها ولا حرمتها، فسكتوا لكونهم متوقفين فى ذلك والاول هو المطلوب والثانى يوجب تكفير عمر و تكفير الصحابة لان من علم ان النبى ﷺ حكم باباحة

حضرت عمر نے یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے مجمع میں بیان فرمائی آپ کا یہ قول یہاں تین حال سے خالی نہیں اولاً یہ کہ تمام صحابہ متعہ کی حرمت سے واقف تھے پس اس لئے وہ خاموش رہے یا یہ کہ وہ جانتے تھے کہ متعہ مباح ہے لیکن وہ مداھنۃ خاموش رہے یا وہ اس کی حلت وحرمت کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے پس وہ اس حکم کے نتیجے تک پہنچنا چاہتے تھے پہلی صورت کا واقع ہونا ہمارا مطلوب ومقصود ہے اور دوسری

المتعة ثم قال انها محرمة محظورة من غير نسخ لها فهو كافر باللّٰه ومن صدقه عليه مع علمه بكونه مخطئًا كافرا كان كافرا ايضا وهذا يقتضى تكفير الا مة و هو على ضدقوله تعالىٰ كنتم خيرامة۔

(تفسیر المفاتیح الغیب جلد خامس جز ۱۰،ص ۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

صورت میں حضرت عمر اور تمام صحابہ پر (العیاذ باللہ) کفر لازم آتا ہے کیونکہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعہ کو مباح رکھا ہو پھر اس کی منسوخیت کے بغیر اسے حرام ٹھہرائے تو وہ احکام الٰہی کا منکر ہے اور کافر ہے اور جس نے کسی کافر کی تصدیق کی وہ بھی کافر ہے یہ بات پوری امت کے لئے تکفیر کو لازم کرتی ہے اور ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک کنتم خیرامۃ کے منافی ہے۔

طبرسی کی اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے امام رازیؒ مزید فرماتے ہیں۔

والقسم الثالث وهوانهم ماكانوا عالمين بكون المتعة مباحة او محظورة فلهذا سكتوا فهذا ايضا باطل لان المتعة بتقدير كونها مباحة تكون كالنكاح و احتياج الناس الى معرفة الحال فى كل واحد منهما عام فى حق الكل و مثل هذا يمنع ان يبقى مخضيا بل يجب ان يشتهر العلم به فكما ان الكل كانوا عارفين بان النكاح مباح وان اباحته غير منسوخة وجب ان يكون الحال فى المتعة كذلك ولما بطل هذا القسمان ثبت ان الصحابة انما سكتوا عن الانكار على عمررضى الله عنه لانهم كانوا عالمين بانالمتعة صارت منسوخة فى الاسلام۔

(تفسیر المفاتیح الغیب نفس المرجع)

اور تیسری قسم یہ ہے کہ صحابہ متعہ کی حلت و عدم حلت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اسی وجہ سے خاموش ہے یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ متعہ (اولاً) مباح تھا جیسا کہ نکاح ہے اور لوگوں کے لئے (متعہ و نکاح) کے متعلق حکم شرعی کی معرفت رکھنا ضروری تھا پس ان میں سے کسی کے حکم شرعی کا پوشیدہ رہنا ممکن نہیں بلکہ ان کا علم ہر ایک کے لئے لازم تھا پس جب ہر ایک نکاح کے متعلق یہ جانتا تھا کہ یہ مباح و حلال ہے اور غیر منسوخ ہے اسی طرح متعہ کے متعلق حلت و حرمت کا علم بھی لازم تھا پس یہ دونوں (عدم علم کی) صورتیں باطل ہیں تو ثابت ہوا کہ صحابہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے پر محض اس لئے خاموش رہے کہ وہ جانتے تھے کہ متعہ اسلام میں منسوخ ہو گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حرمت متعہ کی نسبت اپنی جانب کرنا دین میں ترمیم کے لئے نہ تھا وگرنہ اس حلت کو حرمت سے تبدیل کرنے پر جناب عمر رضی اللہ عنہ پر العیاذ باللہ تکفیر لازم آتی ہے وہاں جلیل القدر سابقین الاولین، عشرہ مبشرہ، مہاجرین و انصار جمع اصحاب رسول اللہ ﷺ پر سکوت کے سبب اور عمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق و کفر لازم آتا ہے۔ رضی اللہ عنھم ورضوعنہ کی قرآنی

شہادت علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین کی سند اور اصحابی کنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کا اعزاز پانے والے اخیار امت صرف خواہش نفسانی کی تکمیل کے لئے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے کس قدر سستا سودا کیا ان پاسبان خیر المرسلین نے واللہ باللہ تاللہ ایسا ہونا باطل ہے۔ امام الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

لاتجمع اللّٰہ امتی علی الضلالۃ ابدا اللہ رب العزت میری اُمت کو کبھی گمراہی پر اکٹھا نہیں فرمائے گا۔

(مستدرک، جلد ا، ص ۱۶۱)

عمر بن خطاب رضی اللہ کا یہ قول منسوخیت کے لئے نہ تھا بلکہ ابلاغ منسوخیت کے لئے تھا۔

جواز متعہ کی دلیل ثالث پر تبصرہ و تحقیق:۔

مجوزین عقد متعہ کا یہ کہنا ہے کہ اگر متعہ منسوخ ہو گیا تو اس کی منسوخیت کی خبر اگر متواتر تھی تو جلیل القدر صحابہ کرام تک کیسے نہ پہنچی اور اگر یہ نسخ تواتر سے نہیں خبر واحد سے ہے تو اخبار احاد سے نسخ جائز نہیں۔

خبر کو تواتر کا درجہ عند الاصولیین ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کی طرف منتقل ہوتے ہوئے راویوں کی کثرت کے سبب دیا جاتا ہے اب جبکہ روایت متعہ ایک ہی طبقہ (صحابہ) میں ابتداءً سب تک نہ پہنچی بعد میں پہنچ گئی تو اسے اسی طبقہ میں وہ کثرت حاصل ہو چکی تھی جو مطلوب تھی پس یہ کہنا کہ اس خبر منسوخ کو درجہ تواتر حاصل نہ ہوا یا قطعاً خلاف اصل ہے البتہ ارشادات واحکام جو بارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری ہوتے یک بارگی ہی اطراف واکنار کے صحابہ تک نہ پہنچے جس کی وجہ ابلاغ کے ان ذرائع کا فقدان تھا جو عہد جدید میں میسر ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سی روایات عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کے علم میں آئیں حتیٰ کہ طویل صحبت پانے والے اصحاب الرسول، سابقین الاولین بھی ان روایات سے ناآشنا رہے اس کی چند مثالیں ہدیہ قارئین ہیں۔

۱۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کی صحبت ورفاقت تمام اصحاب الرسول سے بڑھ کر تھی اپنے عہد خلافت تک دادی کی میراث کے متعلق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر رہے اور جب دادی کی میراث کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا نہ تو کتاب اللہ میں اور نہ ہی حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تیرا حصہ مقرر ہے تب مغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے اٹھ کر گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو میراث سے چھٹا حصہ دیا اس پر جناب صدیق اکبرؓ نے فیصلہ اس حدیث کے مطابق فرما دیا۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ علم نہ تھا کہ بیوی شوہر کی دیت وراثت میں لے سکتی ہے ان کا خیال تھا کہ دیت صرف عاقلہ کا حق ہے جناب ضحاک رضی اللہ عنہ نے روایت سنائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیم ضبابی کی بیوی کو وراثت میں شوہر کی دیت سے حصہ دیا تھا۔

۳۔ حضرت عمر کو دیت ہی کے ضمن میں مجوسیوں کا حکم بھی معلوم نہیں تھا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمان

نبوی سنا کہ ان کے ساتھ اہل کتاب والا طریقہ اختیار کرو۔

۴۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے کی دیت پندرہ اونٹ، شہادت کی انگلی کی دس اونٹ، درمیانی انگلی کی دس اونٹ اس کے ساتھ والی کی نو اونٹ اور چھوٹی انگلی کی چھ اونٹ مقرر کی تھی لیکن جب انہیں عمرو بن حزم کے خاندان سے ایک تحریر ملی جس میں ہر انگلی کی دیت دس اونٹ مقرر تھی تو انہوں نے قانون ہی یہی مقرر فرما دیا۔

۵۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ حدیث نہیں تھی کہ شوہر کے انتقال پر بیوہ عدت کہاں گزارے گی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ فرلعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا نے حدیث سنائی کہ عورت اپنے اسی گھر میں عدت گزارے گی جو اس کے شوہر کا تھا۔

۶۔ جس عورت نے بلا مہر اپنا آپ شوہر کے سپرد کیا ہو تو شوہر کے انتقال پر اسے مہر ملے گا کہ نہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ نہیں جانتے تھے۔ ایک ماہ تک ابن مسعود سے یہ پوچھا جاتا رہا تو آپ نے اپنے اجتہاد سے بتایا کہ اسے مہر مثل کے مطابق میراث سے مہر ملے گا اتفاق سے معقل بن یسار اٹھے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی فیصلہ فرمایا تھا اس پر عبداللہ بن مسعود اتنے خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد اتنی خوشی کبھی نہیں ملی۔

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اگر جنابت کی حالت میں صبح ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا تھا جب یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ روایت سنائی کہ آپ ﷺ صبح تک جنبی رہ جاتے تھے اور روزے سے ہوتے اور یہ جنابت احتلام کی وجہ سے نہیں تھی۔

۸۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ تھا کہ حاملہ بیوہ کی عدت وضع حمل یا عدت وفات میں سے جو طویل ہوگی وہ گزارنا پڑے گی لیکن جب سبیعہ اسلمیہ کی روایت جس میں انہیں بیس دن بعد بچہ پیدا ہوا تو آپ علیہ السلام نے انہیں نکاح کی اجازت عطا فرمائی پہنچی تو رجوع فرمایا۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرو حیض، نفاس یا جنابت کے غسل کے لئے عورتوں کو بال کھولنے کا فتویٰ دیتے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت بتائی کہ میں نے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ سے بال کھولنے کے متعلق پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں تم تین مرتبہ سر پر پانی ڈال لو پھر بدن پر پانی ڈال کر پاک ہو جاؤ۔

۱۰۔ زید بن ثابت یہ فتویٰ دیتے کہ عورت طواف وداع سے پہلے واپس نہیں ہو سکتی جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قول رسول اللہ ﷺ پیش کیا کہ حائضہ عورت اس حکم سے مستثنیٰ ہے تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

(بخاری محققہ جلد ۴ ص ۶۸، مسلم رقم ۳۳۱، ۱۱۰۹، الرسالہ امام شافعی ص ۴۴۱، نسائی)

تلك عشرة كاملة

یہ دس مثالیں ان صحابہ کرام کی ہیں جنہیں صحبت ورفاقت میں سے حظ وافر عطا ہوا اس کے باوجود روایات اسباب مختلفہ کے سبب ان تک نہ پہنچ سکیں اور جب پہنچی تو قول سابقہ سے مراجعت فرمائی پس متعہ کے باب میں بھی روایات کے عدم ابلاغ سے مجوزین نے سمجھا کہ وہ جواز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں اس کی منسوخیت کا اعلان کیا تو صحابہ کے سکوت نے قرار کے ساتھ ساتھ اس روایت کو احاد کے درجے سے نکال کر تواتر کے درجہ میں داخل فرما دیا اور اسی تواتر نے متعہ کی منسوخیت کو برقرار رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور متعہ:۔

مجوزین متعہ کے ہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما متعہ کے قائل تھے اور آپ کی ذات مبارکہ سے اس فعل شنیع کے لئے جواز کی راہ ہر دور میں نکالی گئی جبکہ یہ بات تاریخی حقائق کے خلاف ہے کیونکہ جب تک متعہ کی حرمت کا حکم نہیں آیا آپ اسے مباح ہی جانتے جیسے دیگر اصحاب کا معمول تھا۔

عن عماره سالت ابن عباس عن المتعة أسفاح ام هي نكاح قال لاسفاح ولانكاح، قلت فما هي قال متعة كما قال الله تعالىٰ ، قلت ألها عدة قال نعم حيضة قلت هل تيوارثان قال لا۔

(اللباب فی علوم الکتاب جلد ۶ ص ۳۱۰)

حضرت عمارۃ سے روایت میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ متعہ نکاح ہے یا سفاح آپ نے کہا نہ سفاح ہے نہ نکاح میں نے کہا پھر یہ کیا ہے آپ نے فرمایا یہ صرف فائدہ اٹھانے کی رخصت ہے جیسا کہ قول باری میں ارشاد ہے میں نے پوچھا اس کی عدت ہے انہوں نے کہا ایک حیض میں نے پوچھا اس کی وراثت ہے انہوں نے کہا نہیں۔

پھر جب آپ کو علم ہوا کہ لوگ آپ کے دیئے ہوئے فتویٰ کے مطابق متعہ کرتے ہیں تو آپ غضب ناک ہوئے اور فرمایا۔

قاتلهم الله ما افتيت با باحتها على الاطلاق لكني قلت انها تحل للمضطر كما تحل الميتة والدم ولحم الخنزيه له۔

(اللباب جلد ۶ ص ۳۱۰)

اللہ انہیں ہلاک کرے میں نے مطلقاً تو اس کی اباحت کا فتویٰ نہیں دیا میں نے تو حالت مجبوری (سفر وبُعد الوطنی کے سبب) اسے حلال ٹھہرایا جیسا کہ حالت اضطرار میں مردار خون اور خنزیر کا گوشت مباح ہے۔

پھر جب آپ تک اس کی منسوخیت کی روایت پہنچی تو اپنے سابقہ قول سے رجوع فرماتے ہوئے فرمایا۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله تعالیٰ "فما استمعتم به منهن" قال صارت هذه الاية منسوخة بقوله تعالیٰ حرمت عليكم امهتكم و بناتكم تلالی الی قوله محصنين غير مسفحين فتركت المتعة وری ايضا انه قال عند موته اللهم انی اتوب اليك من قولی فی المتعة والصرف۔

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد ۲ ص ۶۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت مبارکہ فما استمتعم به منهن کے بارے میں فرمایا یہ آیت قرآن مجید کی آیت مبارکہ حرمت علیکم امھتکم سے منسوخ ہے پس ہم نے متعہ ترک کر دیا آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے اپنے وصال سے قبل دعا فرمائی۔ اے اللہ میں تجھ سے اپنے قول متعہ اور بیع صرف کے متعلق توبہ کرتا ہوں۔

قرآن اور فلسفہ نکاح:۔

قبل از اسلام بالخصوص عہد جاہلیت کے رائج نکاح اس قوم کی فرسودہ فکری دقیانوسیت اور شہوت پرستی کا مظہر تھے ختم المرسلین ﷺ نے جس شریعت کو تا صبح محشر نافذ و قائم فرمانا تھا اس میں ان ایسے تصورات و منکرات کی قطعاً کوئی گنجائش نہ تھی اس حکمت افروز دین نے عقائد باطلہ کی جگہ الہ واحد کی وحدانیت، احدیت کا ابدی عقیدہ پیش فرمایا۔ عبادات باطلہ کے بدل صلوٰۃ کی نہایت جامع واحسن عبادت پیش فرمائی۔ یہود کے سودی نظام کے عوض زکوٰۃ کا مضبوط معاشی تصور نافذ فرمایا۔

دین ابراہیمی میں تحریف کردہ حج کی مشرکانہ رسومات کی جگہ مناسک حج کا ایک روح پرور اور کیف آفرین نظم عطا فرمایا۔

حکومت واقتدار کی ہوس میں قتل مقاتلے کی جگہ جہاد فی سبیل اللہ کا ایک مربوط نظام مقرر فرمایا۔

اپنے حقوق کے بعد والدین، اعزاء واقرباء، ہمسائے اور غیر مسلم کے حقوق کا ایک فقید المثال ضابطہ مرتب فرمایا۔

حصول رزق کے لئے حرام ذرائع کو رد فرما کر حلال ذرائع آمد کا جاندار معاشی تصور عطا فرمایا۔

تب یہ کیسے ممکن تھا کہ معاشرے کی ایک بنیادی اکائی یعنی میاں بیوی سے بنے خاندان کو ان ضوابط کا پابند نہ کیا جاتا جو اس خاندان سے ایک کنبے اور قبیلے اور پھر ایک معاشرے کی صورت ابھرتا تھا۔ اس خاندان کی ابتداء جس عفت مآب عبادت سے ہوتی ہے اسے عبادت کی جگہ شہوات کی تکمیل کا ذریعہ بنانا اسلام کے لافانی نظام کی کمر پر تلوار سے کاری ضرب لگانے کے مترادف ہے۔ آئندہ سطور میں قرآن مجید کے لائے اس نظام نکاح کو ان ضوابط کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کی جائے گی جو ضوابط اس عبادت کو اسلام کا حسن اور وجہ امتیاز بناتے ہیں۔

حکمتِ اولی حصول احصان:۔

سورۃ النسآء میں محارم کا بیان تفصیل سے ہوا کہ جن عورتوں سے نکاح عندالشریعہ حرام ٹھہرا گیا پھر جب حلال عورتوں کا بیان شروع فرمایا توان عورتوں کی پہلی خوبی بیان فرماتے ہوئے نکاح کا مقصداولین بھی بیان فرمادیا۔

واحل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین۔ (النسآء ۲۴) ان کے ماسوئی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں یہ کہ تم انہیں مہروں کے ذریعے قید نکاح میں لینے والے ہوں نہ کہ شہوت رانی کرنے والے۔

آیت بینہ میں نکاح کا اولین مقصد حصول احصان ہے یعنی ایسی عورت جو مرد کے لئے محصنہ ہوا اور مرد اس عورت کے سبب محصن بن جائے۔حصن قلعہ کو کہا جاتا ہے محصنۃ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو قلعوں کی طرح محفوظ و محکم بنائی گئی ہوں اور جب یہ لفظ عورت کے حق میں استعمال ہو تو امام راغبؒ فرماتے ہیں۔اگر یہ فاعل استعمال ہو تو معنیٰ ہوگا کہ وہ اپنی حفاظت کرنے والی ہے۔(اپنی پاک دامنی کی حفاظت) اور اگر بصیغہ مفعول استعمال ہو تو دوسروں کی جانب سے حفاظت کرنے والی ہوں۔

عورت جب مرد کے نطفہ کی محافظ بن جائے تو وہ محصنہ کہلاتی ہے گویا وہ مرد کے نطفہ کے لئے قلعہ بن گئی ہے۔

(المفردات فی غریب القران)

الغرض اس احصان کا مفہوم یہ ہوگا کہ عورت نکاح کے سبب اپنی عفت و عصمت کی محافظ ہو اور دوسروں کے حق میں اپنی عزت کی حفاظت کے لئے قلعہ بن جائے اور اپنے شوہر کے سوا ہر ایک سے اپنے وجود کو محفوظ و مامون رکھے وگرنہ وہ اسلام کے نظام نکاح کے تحت محصنہ نہ ہوگی۔

دوسری طرف وہ مرد کے لئے اس حیثیت سے محصنہ ہوگی کہ اس کے نطفہ کی محافظ ہے اور اس نطفہ کے لئے قلعہ ہے۔

اس نعمت احصان نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کا محافظ بنایا لیکن اگر یہ دونوں یا ان میں سے ایک اس احصان کو پامال کرتا ہے تو رجم کی سزا کا مستحق ہوگا۔

متعہ اور احصان:۔

مجوزین متعہ کے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ متعہ کے سبب انسان محصن نہیں بنتا۔

بابویہ قمی لکھتے ہیں۔

لا یرحم الفائب عن اھلہ ...... ولا صاحب متعہ — نکاح متعہ کرنے والا اگر زنا کرے تو اسے رجم نہیں کیا جائے گا۔
(الاستبصار)

کتاب مجید کے بیان کردہ مقاصد نکاح میں سے مقصد اولین احصان کی صفت کا حصول ہے اور یہ صرف نکاحِ مسنونہ کی صورت میں حاصل ہوتی ہے نہ کہ مروجہ متعہ میں۔ صرف نکاح مسنونہ ہی محصنین اور غیر مسافحین کی شرط پوری کرتا ہے جبکہ متعہ نہ صرف ثبوت احصان سے خالی ہے۔ اس پر مستزاد غیر مسافحین کی شرط بھی پوری نہیں کرتا اور غیر مسافحین ان ہی عورتوں کے لئے ہے جو اپنی عزتوں کی محافظ ہوں اور بے حیائی میں مبتلا نہ ہوں متعہ کی صورت میں ان عورتوں کی عزتیں جا بجا پامال ہوتی ہیں اور ظلم یہ ہے کہ اسے عبادت سمجھا جاتا ہے۔

حکمت ثانیہ تعین مقام المرأۃ:۔

عہد جاہلیت کے فرسودہ اور شہوت پرست معاشرے نے عورتوں کو اپنی ہوس کا شکار کر رکھا تھا۔ کتاب ہدایت نے حوا کی بیٹی کو ان تمام مظالم سے نجات دیتے ہوئے ایک محکم قانون وضع فرما دیا۔

فانکحوا ماطاب لکم من النسآ مثنیٰ وثلاث و رباع — جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو دو دو سے اور تین تین سے اور خواہ چار چار سے۔
(النسآء ۳)

ایک حد مقرر فرما دی کہ چار سے زائد تم عورتیں اپنے حرم میں نہیں لا سکتے یہ قانون عورتوں کے حقوق پر تسلط کے خاتمے کے لئے وضع ہوا کہ چار سے زائد تم ان کے حقوق کی ادائیگی میں کمزور ہو جاؤ گے اور یہ ان کے مقام اور ان کے وقار کے منافی ہے حتیٰ کہ اگر دو کے درمیان بھی عدل قائم نہ رکھنے کا ڈر ہو تو فرمایا۔

فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ — اگر تمہیں عدل قائم نہ رکھ سکنے کا اندیشہ ہو تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔
(النسآء ۳)

قرآن مجید کی حکمت ثانیہ اور متعہ:۔

جس ابدی پیغام نے عدم مساوات کے خوف کے سبب دوسری شادی سے منع فرمایا اس میں ایک ہزار عورتوں سے بھی متعہ کا قول یقیناً مضحکہ خیز ہے۔ مجوزین متعہ کے ہاں مرد کتنی عورتوں سے متعہ کر سکتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

عقد متعہ اگر ستر عورتوں سے بھی کیا جائے تو درست ہے حتیٰ کہ یہ تعداد اگر ہزار کو بھی پہنچ جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔
(ملخص از کتب الاربعہ)

گویہ عورت کا اپنا کوئی معاشرتی مقام نہیں وہ صرف مرد کی ہوس کو پورا کرنے کے لئے تخلیق ہوئی۔ (العیاذ باللہ)

حکمت ثالثہ افزائش وتربیت اولاد:۔

قرآن حکیم کے مقرر کردہ اس ضابطہ نکاح کا مقصد محض جذبات شہوت کی تسکین نہیں افزائش اور تربیت اولاد ہے تا کہ ایک خوبصورت اور مہذب معاشرہ تخلیق ہو سکے۔ شارع اسلام نے اسی خاطر ماں کی گود کو اولین تربیت گاہ قرار دیا اور فرمایا۔

اطلب العلم من المھد الی الحد — ماں کی گود سے قبر تک علم حاصل کرو

عبادات کا عادی بنانے کے لئے مشفق اور سہل ترین دین نے والدین ہی کو حکم دیا کہ اگر بچہ دس سال کو پہنچ کر بھی نماز کا عادی نہ ہو تو اسے مارو۔

مروا صبیانکم بالصلوٰۃ اذا بلغ سبعا واضربوھم علیھا اذا بلغوا عشر — اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور اگر دس سال کو بھی پہنچ کر نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارو۔

(سنن دار قطنی جلد ۲، ص ۲۳۰)

متعہ اور تصور افزائش وتربیت:۔

عقد متعہ سے پیدا شدہ اولاد ایک تحقیق کے مطابق یا تو ماردی جاتی ہے یا پھر یتیم خانوں کی نذر ہوتی ہے جہاں وہ نہ تو والدین کی تربیت کا ثمر پا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی ذہنی تربیت اس منہج پر ممکن ہوتی ہے۔ ایران میں ایک تحقیق کے مطابق کل آبادی کا 10 فیصد اس عارضی نکاح یعنی متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد کا ہے جو امریکہ میں زنا سے پیدا شدہ بچوں کے تناسب سے بھی زیادہ ہے معاشرے ان ایسے بچوں کے ہاتھوں ترقی اور تہذیب کا بام عروج حاصل کر سکیں گے یا ان افراد کے بوجھ سے ایک مہذب واعلیٰ صفات کے حامل معاشرے کا وجود قائم رہ سکے گا؟

قرآن اور قانون نسب:۔

کتاب اللہ میں جس نکاح کا ذکر محصنین اور غیر مسافحین کے ساتھ ہوا اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کے لئے نسب کا ثبوت بھی طے فرما دیا لیکن اگر کسی عورت نے طہر میں ایک سے زائد مردوں سے متعہ کیا اس کے نتیجے میں پیدا شدہ اولاد کا نسب کس کے نام ہوگا؟

نظام زواج سے منسوخیت متعہ:۔

شراب کی حرمت تین مراحل میں ہوئی سود آمد اسلام کے تقریباً سترہ سال بعد حرام ہوا جوابھی مثل شراب تاخیر سے ہی حرام ٹھہرا بس ایسے ہی قواعد نکاح کے مکمل نزول تک یہ دو مرتبہ مباح ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔ حدیث مبارکہ ہے۔

حرم اور هدم المتعة: النكاح والطلاق والعدة المراث — متعہ نکاح طلاق عدہ میراث کے احکام کے نزول سے حرام ہو گیا۔

(سنن دار قطنی، کتاب النکاح، باب المہر، قال الحافظ التلخیص اسنادہ حسن)

تعدد ازواج اور متعہ:۔

قوانین وضوابط نکاح میں حکم اول چار تک ازواج سے نکاح کی رخصت کا ہے۔

فانكحوا ماطاب لكم من النسآء مثنیٰ و ثلاث و ربع — اس کے برعکس عقد متعہ میں عورتوں کی تعداد متعین نہیں۔

(النسآء ۳)

یعقوب الکلینی لکھتے ہیں:

تزوج منهن الفافاً — عقد متعہ ایک ہزار عورتوں سے بھی ہو سکتا ہے۔

(فروع کافی کتاب النکاح)

عقد نکاح اور گواہ کی شہادت:۔

ضوابط نکاح میں سے نہایت اہم ضابطہ گواہوں کی موجودگی ہے جو کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ شارع علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

لانكاح الا بولی و شاهدی عدل وما كان من نكاح علی غير ذلك فهو باطل — نکاح ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر درست نہیں اور جو نکاح ایسے ہو گا وہ باطل ہو ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم جلد ۶، ص ۱۵۲)

جبکہ متعہ میں اس کی ضرورت محض طلب اولاد کے وقت ہی ہو گی عام صورت میں نہیں بابویہ قمی لکھتے ہیں۔

انما جعل الشهود فی ترویج التبة من اجل الولد ولولا ذلك لم یکن به باس
گواہوں کی ضرورت تو اس نکاح میں ہے جس میں طلب اولاد مقصود ہو اگر ایسا نہیں تو گواہوں کی ضرورت نہیں۔

(الاستبصار باب فی جواز العقد)

گواہوں کی موجودگی اس بات کا اعلان ہے کہ شریعت کے مطابق یہ عقد ہوا رسول رحمت علیہ السلام نے اعلان ہی کی غرض سے دف کی اجازت عطا فرمائی لیکن متعہ میں تو یہ عقد خفیہ ہے۔

طوسی بیان کرتے ہیں۔

ولیس فی المتعة اشهاد ولا اعلان
عقد متعہ میں نہ تو کوئی گواہ کی ضرورت ہے اور نہ اعلان کی۔

(تہذیب الاحکام باب فی تفصیل احکام النکاح)

نظام طلاق اور متعہ:۔

کتاب وسنت میں نکاح کے جملہ اصول بیان فرمانے کے بعد طلاق کا بھی منظم اور جامع طریقہ وضع فرما دیا گیا۔

یاایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن
اے نبی جب آپ لوگ عورتوں کو طلاق دیں تو انہیں ان کی عدت کے حساب سے طلاق دیں۔

(الطلاق ۱)

عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے طلاق دی جائے حالت حیض یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت ہوئی ہو گناہ ہے۔ پھر طلاق دیتے ہو مسنون طریق یہی ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے۔ یہ سب اصول شریعہ طلاق کے باب میں مقرر شدہ ہیں مگر عقد متعہ یکسران آیات وروایات کے منافی ہے کیونکہ متعہ میں ایام معینہ کے اختتام پر خود ہی طلاق ہو جاتی ہے وہ ایام چاہے طہر کے ہوں یا حیض کے لفظ طلاق تک کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

ابو جعفر یعقوب الکلینی لکھتے ہیں۔

فاذا مضت تلك الايام كان طلاقها من شرطها
جب مقررہ ایام گزر جائیں تو ان کا گزر جانا ہی طلاق کو لازم کرتا ہے۔

(فروع کافی کتاب النکاح، باب شروط المتعة)

عدت طلاق اور عقد متعہ:۔

طلاق کے نتیجہ میں اسلام عورت پر عدت کو لازم کرتا ہے جس کے کئی ایک مقاصد ہیں۔ ایام عدت میں عورت کا نفقہ و

سکنہ مرد کے ذمہ ہے۔ ایام عدت کا اصل مقصد رحم میں اولاد کی موجودگی کا علم ہے تاکہ نسب ثابت ہو سکے اسی خاطر عورت ان ایام میں کسی سے نکاح نہیں کر سکتی۔

ان مقررہ قوانین کے برعکس متعہ میں عدت و میراث کا تصور کیا ہے الکلینی لکھتے ہیں۔

ولاعدة لها عليك — عقد متعہ میں تیرے لئے عدت نہیں ہے

ولاترث وانما هي مستاجرة — عقد متعہ میں وراثت نہیں کیونکہ یہ اُجرت پر لی گئی عورت ہے۔

(فروع کافی کتاب النکاح)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ نکاح طلاق عدت و میراث کے معینہ مقرر قوانین کے مدمقابل متعہ کی استنادی وشرعی حیثیت واضح ہے اسلام قطعاً ایسے عقد کی اجازت نہیں دیتا جو مقاصد نکاح کے خلاف ہوں اور نکاح کا اولین مقصد ہی زوجین کے مابین اس رشتہ کو قائم کرنا ہے جس میں ثبات و قرار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود نزاع، ومخاصمت کے زوجین کے درمیان تفریق کو ناپسند فرمایا گیا۔ متعہ عارضی ملاپ کا نام ہے جس کے بعد جدائی ہے لیکن زوجین کے درمیان اس انداز سے عقد عند الشریعہ مردود ہے۔

طلاق ابغض الحلال ہے:۔

پروردگارِ عالم نے اس عقد نکاح میں ثبات و قرار برقرار رکھنے کی خاطر عورتوں کے ساتھ تادیب کا رویہ اپنانے کا حکم یوں ارشاد فرمایا۔

والـلـتـي تـخـافـون نشوزهن فعظوهن والهجروهن في الـمـضـاجـع واضـربـوهن فان اطعنكم فلاتبغوا عليهن سبيلا۔

(النساء،۳۴)

اور ایسی عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں اچھی طرح سمجھاؤ اور خواب گاہوں میں انہیں الگ چھوڑو اور انہیں حسب ضرورت مارو سو اگر وہ تمہاری اطاعت میں آجائیں تو کوئی اور راہ نہ ڈھونڈو۔

پھر اگر اس مصالحتی کوشش میں کامیابی نہ ہو تو مصالحت کا حکم یوں فرمایا:

وان خـفـتـم شـقـاق بـيـنـهـمـا فـابعثوا حكما من اهله و حكما من اهلها ان يريد اصلاحا يوفق الله بينهما۔

(النساء،۳۵)

اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان علیحدگی کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد والوں کی طرف سے اور ایک منصف عورت والوں کی طرف سے مقرر کر لو اگر وہ دونوں اصلاح کے طالب ہوں۔

اگر اس تادیب سے بھی ان کی زندگی میں تبدیلی کا نشان نظر آنے کی امید نہ ہوتو انہیں پھر بھی ہمیشہ کے لئے فارغ کرنے کا حکم نہیں طلاق رجعی دی جائے تا کہ وہ سدھر کر پھر اپنے خاوند کے پاس لوٹ آئیں۔

وبعولتهن احق بردهن (البقرہ،۲۲۸) اور ان کے شوہر زیادہ حقدار ہیں کہ اس مدت میں وہ انہیں بذریعہ رجوع واپس لے لیں۔

لیکن اگر امید کا یہ چراغ بھی بجھ جائے تو بھی انہیں احسن طریقے سے رخصت کا حکم دیا گیا مگر یہ فعل طلاق پھر بھی کسی قدر ناپسند کیا گیا آثار الرسول ﷺ ملاحظہ ہوں۔

ان ابغض الحلال الی اللّٰہ الطلاق حلال کاموں میں طلاق اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔

(سنن ابی داؤد، باب فی کراہیۃ الطلاق)

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سرکار دو عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق يتهز منه العرش (جامع صغیر، جلد۳، ص۶، دار الفکر بیروت) نکاح کرو اور طلاقیں نہ دو کیونکہ طلاق سے عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے۔

جب باوجود صد ہا مصالحتی کوششوں وسعی جمیلہ کے نوبت طلاق تک ہی پہنچ جائے اور طلاق دے دی جائے تو عرش الٰہی لرز جائے تب اس عقد پر غیض وغضب الٰہی کا کیا منظر ہوگا جب مرد اور عورت عقد ہی تسکین شہوت کے لئے قائم کریں اور چند لمحوں بعد یہ عقد بغیر کسی وجہ کے خود ختم ہو جائے۔

آزاد عورتوں سے نکاح کی قدرت نہ ہونے پر باندیوں سے نکاح کی رخصت:۔

اگر آزاد عورت سے مہر ونفقہ اور سکنہ کی طاقت نہ ہوتو باندیوں سے نکاح کی رخصت دی گئی کیونکہ آزاد عورتوں کے حقوق چونکہ باندیوں کے مقابل مختلف ہیں۔ پس اگر کوئی ان کے حقوق کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھے تو اسے آزاد عورتوں کی بجائے باندیوں سے نکاح کا حکم ہے تا کہ آزاد عورت کے حقوق کسی صورت تلف نہ ہوں۔ ارشاد ہوا:

ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنت المومنت فمن ماملكت ايمانكم من فتيتكم المومنت۔ (النسا،۲۵) اور تم میں سے جو اتنی کشائش نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر سکے تو ان مومن باندیوں سے نکاح کرے جو تمہاری مِلک میں ہوں۔

صورت مذکورہ میں آزاد عورتوں سے قدرت نکاح نہ ہونے کے سبب مومن باندیوں سے ان کے آقاؤں کی اجازت

کے ساتھ ان کی اجرت اور حق مہر کی ادائیگی کے بعد نکاح کیا جا سکتا ہے۔ اسلام نے عورتوں کی عصمت و ناموس کی حفاظت کا اہتمام یہاں بھی قائم رکھا کہ اگرچہ آزاد عورتوں کے مقابل لونڈیوں کا مہر کم ہی سہی مقرر تو ہے اور اس کے آقا کی اجازت بھی ان کے اس مقام کی دلیل ہے کہ وہ ایک مقدس وجود رکھتی ہے جسے بغیر اولیاء کی اجازت کے حلال نہیں سمجھ جا سکتا۔

اس کے مقابل متعہ میں عورت کسی کی پابند نہیں وہ اپنی عزت و ناموس جسے چاہے پیش کر دے اور مہر کتب الاربعہ کے مطابق چاہے مٹھی بھر گندم ہی کیوں نہ ہو۔ کتاب اللہ نے باندیوں کے ساتھ بھی نکاح کی صورت میں یہ اصول وضع فرما دیئے کہ وہ محصنات ہوں فحاشی پھیلانے والی نہ ہوں یہاں نکاح کی صرف دو صورتیں ہی بیان ہوئیں۔ اب اگر اسلام میں متعہ یا عاریت الفرج کی رخصت ہوتی تو مومن مردوں کو آزاد عورتوں سے نکاح کے وقت مہر، نفقہ وسکنہ کا حکم اور باندیوں، لونڈیوں سے نکاح کے وقت اولیاء کی اجازت اور اجرت وحق مہر کی پابندیوں سے کیوں گزرنا پڑتا وہ ان تمام پابندیوں اور شرعی قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نہایت سہل راستہ اختیار کرتے اور متعہ کر کے اپنے جذبات کی تسکین حاصل کرتے مگر اللہ رب العزت نے ہر مومن مسلمان کو ان قوانین کا پابند اس لئے فرمایا کہ عورت چاہے آزاد ہو یا غلام معاشرے میں عفت وعظمت کا ایک مقام رکھتی ہے جو مقام اسے آج سے قبل کبھی عطا نہیں ہوا وہ اگر اب بھی ہوس کا شکار رہے تو اسلام کی امتیازیت وانفرادیت کیا ہے اور العیاذ باللہ یہ دین بھی ان ہی بہیمانہ رویوں کا امین ٹھہرا جو از منہ جاہلیت میں عورتوں کے حق میں رائج تھے۔

نکاح کی استطاعت نہ ہونے پر شرعی حکم:

اب اگر دو قسم کی عورتوں سے مقررہ قوانین کے تحت نکاح کی قدرت نہ ہو تو کتاب وسنت نے نکاح کا کوئی تیسرا راستہ متعین نہیں فرمایا بلکہ نہایت واضح وبین حکم ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ اور اپنی عفت کی حفاظت کریں وہ لوگ جو سامان نکاح نہیں پاتے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

(النور،۳۳)

مجوزین متعہ کے ہاں بھی آزاد وغلام عورتوں سے نکاح کی قدرت نہ ہونے پر اس آیت کے تحت کیا حکم ارشاد ہوا۔ تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبرسی لکھتے ہیں:

هـذا امـرمن الله تعالىٰ لمن لايجدالسبيل الى ان يتزوج بـان لايـجـدالـمهـرالـنـفـقة ان يتعفف ولا يدخل فى الفاحشة و يصبرحتى يوسع الله عليه من رزقه

(مجمع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۴، ص ۱۷۸)

(احیاء الکتب الاسلامیہ قم ایران ۱۳۸۸ء)

یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو نکاح کے ذریعے عفت محفوظ رکھنے کی خاطر مہر اور نفقہ نہ پا سکے اور وہ فحاشی کی طرف مائل نہ ہو اور صبر کرے یہاں تک کہ اللہ ان کے لئے اپنے رزق سے وسعت دے دے۔

اسی طرح ملا محسن فیضی لکھتے ہیں۔

الـمشهـور فـى تـفسيـرهـا ليـجهدوا فى قمع الشهوة و طلب العفة بالرياضة تسكين شهوتهم

(تفسیر صافی تحت آیت النور ۳۳)

اس آیت کی معروف تفسیر یہی ہے کہ اپنی شہوت کو دبانے اور عفت کے حصول کے لئے شہوت سے تسکین کے لئے ریاضت وعبادت کرے۔

اب اگر آزاد مومن عورتوں اور مومن باندیوں کے ساتھ نکاح کی کوئی تیسری صورت ہوتو وہ بالقین قرآن میں بیان ہوتی اور مجوزین متعہ اسے ضرور بیان کرتے لیکن آیت مذکورہ کی تفسیر میں ان دو اقسام نکاح کی عدم استطاعت پر صبر کرنے، ریاضت کے ذریعہ شہوات کو دبانے اور حصول استطاعت کے لئے اللہ کی بارگاہ سے وسعت ملنے کا انتظار کرنے کا بیان اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام میں متعہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک اس حکم کے غیر مبہم ہونے پر دلیل قاطع ہے۔

يـا معشرالشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغـض لـلبـصـرو احـصـن لـلفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه لم وجاء

(متفق علیہ، کتاب النکاح)

(سنن ابی داؤد، کتاب النکاح)

اے نوجوانو تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو تو وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نگاہوں کو جھکاتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے روزے اس کے لئے باعث عفت ہوں گے۔

امام خطابیؒ بیان باءۃ کا معنیٰ بیان فرماتے ہیں۔

الباءة كناية عن النكاح

(معالم السنن، جلد ۲، جز ۳، ص ۱۵۳)

(دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باء نکاح سے کنایتاً بولا جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ نے بھی عدم استطاعت پر بذریعہ ریاضت وصوم قمع شہوت کا حکم واضح فرمادیا۔

نکاح مسنونہ اور متعہ مروجہ میں وجوہ تفریق:۔

کتاب اللہ میں جس نکاح کا مکمل ضابطہ نازل ہوا اور جس نکاح مسنونہ کو آنحضرت ﷺ نے جاری فرمایا وہ قطعاً اس متعہ مروجہ سے مختلف ہے اس اختلاف کا خلاصہ توجہ طلب ہے۔

۱۔ نکاح مسنونہ میں عورتوں کی تعداد متعین کردی گئی جو کہ چار ہے۔

فانکحوا ماطاب لکم من النسآء مثنیٰ و ثلاث رباع جو عورتیں تمہیں پسند ہوں اُن سے نکاح کرلو۔ دو دو سے اور تین تین سے اور خواہ چار چار سے۔

(النساء،۳)

اور اگر عادل قائم نہ رکھنے کا خوف ہو تو ایک پر اکتفا کیا جائے۔ جبکہ متعہ ومسیار میں مرد ایک وقت میں ہزار عورتوں سے بھی متعہ کرسکتا ہے۔

تزوج منھن الفاً عقد متعہ ایک ہزار عورتوں سے بھی کیا جاسکتا ہے۔

(فروع کافی کتاب النکاح)

۲۔ نکاح مسنونہ کے لئے دو عادل گواہوں کی شہادت، موجودگی ضروری ہے ورنہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

لانکاح الابولی و شاھدی عدل وما کان من نکاح علی غیر ذلك فھو باطل نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا اور ان کے بغیر منعقدہ نکاح باطل ہے۔

(صحیح ابن حبان جلد ۶ ص ۱۵۲)

متعہ مروجہ میں گواہوں کی چنداں ضرورت نہیں نکاح ان کے بغیر بھی درست ہے۔

(الاستبصار باب فی جواز العقد)

۳۔ نکاح مسنونہ کی صورت میں عورت کا نفقہ وسکنہ مرد کے ذمہ لازم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وعلی المولودله زرقھن و کسوتھن بالمعروف عقد متعہ میں عورت کا نان ونفقہ اور سکنہ مرد کے ذمہ ہیں۔

(البقرۃ،۲۳۳)

شیخ کاشانی نے منہج الصادقین میں لکھا:

نکاح متعہ از اکل و شرب و مسکن و کسوت لازم نباشد برشدوهر در عقد دوام اینها لازم باشد
(منہج الصادقین، جلد۲، ص۴۹۶)

نکاح متعہ میں مرد کے ذمہ نہ عورت کے لیے کھانے پینے کی ذمہ داری ہے نہ ہی رہائش کی یہ ذمہ داری دائمی نکاح میں ہوتی ہے۔

۴۔ نکاح منسونہ مرد و زن کو محصن بنا دیتا ہے اور اس احصان کے سبب زنا ہو جانے کے بعد وہ سنگسار کے مستحق ہوتے ہیں جیسا کہ حضرتِ ماعز اور غامدیہ کو شادی شدہ ہو کر بھی زنا کرنے پر رجم کیا گیا لیکن عقد متعہ کرنے کے باوجود بھی مرد و زن محصن نہیں ہوتے اور نہ اس عقد کے بعد زنا کے ارتکاب سے وہ مستحق رجم ہوں گے۔ جیسا کہ صاحب الاستصبار بابویہ قمی نے درج کیا۔

ولا یرجم...... صاحبِ متعہ
(الاستصبار، جلد۴، ص ۲۰۶)

عقد متعہ کرنے والا زانی رجم نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ نکاح مسنونہ کی صورت میں عورت اپنے خاوند کے ترکے میں سے اولاد ہونے کی صورت میں آٹھویں اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھائی مال کی وارث ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بھا او دین
(النساء، آیۃ۱۲)

اور ان کے لیے تمہارے ترکے میں سے چوتھائی ہے اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو پھر ان کے لیے تمہاری وصیت جو تم کر گئے ہو چکا لینے یا قرضہ کی ادائیگی کے بعد تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ہے۔

اسی طرح نکاح مسنونہ کی صورت میں مرد بھی اپنے زوجہ کے ترکے کا وارث بنتا ہے۔

ولکم نصف ماترك ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیة یوصین بھا او دین
(النساء:۱۲)

اور تمہارے لیے نصف ہے اس کا جو تمہاری بیویوں نے چھوڑا ہو اگر ان کی اولاد نہ ہو۔ ہاں اگر ان کی اولاد موجود ہو تو پھر تمہارے لیے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے بعد وصیت کے پوا کر لینے کے۔

عقد متعہ ان قوانین وراثت سے کلیۃً مبرا ہے اس میں نہ تو عورت ترکہ کی وارث ہوتی ہے نہ مرد اس کا وارث ہوتا ہے۔ لیکن عقد متعہ کی صورت میں مرد و عورت ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔

بابویہ قمی لکھتے ہیں:

لا یرثہ ولا تورثو وانها مستاجره — نہ تو مرد عورت کے ترکے کا وارث ہوگا اور نہ ہی عورت مرد کے ترکے کی وارث ہوگی۔

(الاستبصار، ص ۸۰)

۶۔ نکاح مسنونہ ہونے پر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق یا شوہر کی وفات پر عورت کے ذمہ عدت گزارنا فرض ہے۔ طلاق کی صورت میں فرمایا۔

والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء۔ — اور طلاق دی گئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

(البقرہ، ۲۲۸)

وفات کی صورت میں ارشاد ہوا۔

والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشرا — اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو انھیں چار ماہ دس دن تک اپنے آپ کو روک کر رکھنا چاہیے۔

(البقرۃ، آیت ۲۳۴)

متعہ اور حلالہ میں مناسبت

حلالہ یہ ہے کہ کسی مطلقہ عورت سے طلاق کی شرط پر نکاح کرنا تا کہ اس عورت کو پہلے شوہر کے لیے حلال بنایا جائے۔

تزوج المراة المطلقة ثلاثا، بقصد الطلاق او شروطه لتحل هی لزوجها الاول — مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ اس شرط پر نکاح کرنا کہ اسے طلاق دی جائے گی تا کہ اسے پہلے شوہر کے لیے حلال کیا جائے۔

(تحفۃ الاحوذی، جلد ۷، ص ۲۶۴)

متعہ اور حلالہ میں مناسبت یہ ہے کہ جو مقاصد نکاح قرآن و سنت نے عائلی زندگی کو مضبوط کرنے کے لیے فراہم کیے وہ نہ تو عقد متعہ میں ہیں اور نہ حلالہ میں اور ان مقاصد عظیمہ میں سے ایک عظیم مقصد میاں و بیوی کے باہم رشتہ کو دوام و قرار بخشنا ہے اور ہر اس فعل سے اجتناب ہے جو ان کے درمیان تفریق پیدا کرنے کا سبب ہو۔ جبکہ اس مقصد کو نہ تو عقد متعہ پورا کرتا ہے نہ حلالہ یہی وجہ ہے کہ حلالہ کی غرض سے کیے جانے والے نکاح میں دو گواہوں کی موجودگی حق مہر کے تعین اور مجلس کے ہوتے ہوئے نکاح کرنے والے مرد پر بھی سرکار دو عالم ﷺ نے لعنت فرمائی۔

حلالہ موجب لعنت ہے

لعن رسول الله ﷺ المحلل و المحلل له

رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے اُن پر لعنت فرمائی ہے۔

☆......جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی المحلل والمحلل له
☆......سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی المحلل
☆......سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب المحلل والمحلل له
☆......سنن دارمی، کتاب النکاح، باب فی النهی عن التحلیل

نکاح کے باب میں اسلام کے متعین نظام کے تحت دو گواہوں کی موجودگی میں تمام شرائط کے ساتھ نکاح کی مجلس میں ایک عقد منعقد ہو لیکن اس کا مقصد بھی ایک عارض نکاح کا قیام ہو تو سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے فعل کو موجب لعنت قرار دیں تو وہ عقد متعہ جس میں نہ مجلس نکاح ہو نہ ہی دو عادل گواہ ہوا اور وہ بھی عارضی طور پر قائم ہو اس عقد پر رب جلیل کی جانب سے کتنی لعنتیں برستی ہوں گی پروردگار دین کی سمجھ اور حیا کے درخشاں اصول ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

باب : ٦٠

بَابُ الدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ

جہاد سے قبل اسلام کی دعوت دینے کے بیان میں

453۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: نا زَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: نا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَ: نا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »مَا قَاتَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا قَطُّ إِلَّا دَعَاهُمْ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی قوم کی طرف جہاد نہیں کیا جب تک انہیں (توحید الٰہی) کی دعوت نہ دی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۳،ص ۳۵۴،(۲) المستدرک کتاب الایمان، باب الدعوة الاسلام قبل القتال،(۳) السنن الکبری، کتاب السیر، باب دعا من لم تبلغه الدعوة،(۴) التمہید جلد ۲،ص ۲۷۱

454۔ حَدَّثَنِي أَبِي رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: نا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنُ حَيَّانَ، قَالَا: نا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، قَالَ: قَالَ: نا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »مَا قَاتَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا قَطُّ حَتَّى يَدْعُوَهُم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی قوم کی طرف جہاد نہیں کیا جب تک انہیں (توحید الٰہی) کی دعوت نہ دی۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق جلد ۵،ص ۳۱۸،(۲) سنن دارمی، کتاب السیر، باب فی الدعوة الی الاسلام قبل القتال،(۳) شرح معانی الاثار، کتاب السیر، (۴) الاعتبار ص ۳۸۳،(۵) مجمع الزوائد جلد ۵،ص ۳۰۴

455۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ شِكَابٍ الْبُخَارِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْقَزْوِينِيُّ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ

سفیان نے اس کی مثل ذکر کیا ہے۔

تخریج حدیث۔المراجع السابقہ

456۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْأَنْمَاطِيُّ، قَالَ: نا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ »مَا قَاتَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا قَطُّ حَتَّى يَدْعُوَهُمْ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی قوم کی طرف جہاد نہیں کیا جب تک انہیں (توحید الٰہی) کی دعوت نہ دی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۳،ص ۳۳۵،(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، باب فی دعاء المشرکین قبل ان یقاتلوا،(۳) مجمع الزوائد جلد ۵،ص ۳۰۴

اَلْخِلَافُ فِيْ ذٰلِكَ وَ نَسْخُهُ

457۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ، قَالَ: نا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: نا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ هَلْ كَانَتِ الدَّعْوَةُ قَبْلَ الْقِتَالِ؟ قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيَّ: إِنَّ ذَلِكَ شَيْءٌ كَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَدْ أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ، وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَهُمْ وَسَبَى سَبْيَهُمْ وَأَصَابَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ"

ابن عون فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت نافع کی طرف ایک تحریر لکھی جس میں ان سے پوچھا کہ کیا آپ جہاد کرنے سے قبل (اسلام کی طرف) دعوت دیتے ہیں انہوں نے میری طرف لکھ کر بھیجا ایسا اسلام کے اوائل دور میں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی مصطلق پر حملہ کیا اور وہ اس بات سے غافل تھے ان کے مویشی پانی پی رہے تھے، ان سے شدید لڑائی ہوئی ان کے مرد اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جویریہ بنت حارث کو بھی (ان میں بطور قیدی لایا گیا) یہ حدیث عبداللہ بن عمر نے مجھ سے بیان کی ہے جو کہ اس لشکر میں موجود تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ بنی المصطلق،(۲) مسند احمد جلد ۷،ص ۴۴،(۳) تاریخ ابن کثیر جلد ۴،ص ۱۲۶

458۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى، قَالَ: نا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک تحریر حضرت نافع کی طرف لکھی ہمیں ان سے قتال سے قبل دعوت (الی التوحید) کا پوچھا۔ انہوں نے میری طرف لکھ بھیجا رسول کریم صلی اللہ

عَنِ الدُّعَاءِ، قَبْلَ الْقِتَالِ، فَكَتَبَ إِلَيَّ نَافِعٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ آمِنُونَ وَإِبِلُهُمْ تَسْقِي عَلَى الْمَاءِ، فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ، وَصَارَتْ جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ فِي سَهْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَنِي بِذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ

علیہ وآلہ وسلم نے نبی مصطلق کی طرف حملہ فرمایا اور وہ اس بات سے غافل تھے۔ ان کے اونٹ پانی پی رہے تھے۔ پس ان سے شدید لڑائی شروع ہوئی ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا اور حضرت جویریہ بنت حارث اس دن رسول کریم علیہ السلام کے حصہ میں آئیں۔ مجھے یہ خبر ابن عمر نے دی اور وہ اس لشکر میں موجود تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب العتق، باب من ملک منی العرب رقیقا فوہب وباع، (۲) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الاغارۃ علی الکفار، (۳) سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی دعا المشرکین، (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، باب الاغارۃ علیہم وتبیتہم باللیل، (۵) المنتقی ابن جارود ص ۳۴۹، (۶) مسند شافعی ص ۳۱۴، (۷) جامع ترمذی، جلد ۵، ص ۱۵۴، (۸) السنن الکبری کتاب السیر جلد ۹، ص ۷۹، (۹) الاعتبار ص ۳۸۶

459۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى بْنِ سَعِيدٍ الرَّمْلِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَا: نا يُوسُفُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ بَكَّارٍ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ، يَسْقُونَ نَعَمَهُمْ، فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ، وَاصْطَفَى جُوَيْرِيَةَ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو مصطلق پر حملہ کیا اور وہ غافل تھے ان کے مویشی پانی پی رہے تھے ان سے شدید جنگ ہوئی۔ ان کے (مردوں کو قتل کر دیا) اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا حضرت جویریہ کو (نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے منتخب کر لیا گیا۔

تخریج حدیث۔(۱) الاعتبار ص ۳۸۶

460۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ طَالِبٍ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ صَالِحٍ، قَالَ: نا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أنا ابْنُ فَرُّوخَ يَعْنِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ فَرُّوخَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: سَأَلْتُ نَافِعًا أَوْ قَالَ كَتَبْتُ عَنْ دُعَاءِ الْعَدُوِّ عِنْدَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق پر حملہ کیا اور وہ (اس حملہ) سے غافل تھے۔ ان کے مویشی پانی پی رہے تھے۔ فرماتے ہیں ان سے شدت کی جنگ ہوئی۔ ان کی عورتوں، بچوں کو قیدی بنایا گیا۔

الْقِتَالِ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ، قَالَ: فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ وَسَبَى يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ" قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ"

حضرت جویریہ سلام اللہ علیہا اس روز قیدی بنائی گئیں۔ اور عبداللہ بن عمر اسی لشکر میں موجود تھے۔

تخریج حدیث۔(۱)شرح معانی الاثار، کتاب السیر جلد۳،ص۲۰۹

461۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ إِشْكَابَ الْبُخَارِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْنٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ أَسْأَلُهُ هَلْ يُدْعَى الْمُشْرِكُونَ الْيَوْمَ قَالَ: لَا إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ »وَقَدْ « أَغَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ وَنَعَمُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَهُمْ وَسَبَى ذُرِّيَّتَهُمْ، وَكَانَ فِي ذَلِكَ السَّبْيِ جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَخْبَرَنِي بِذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ"

ابن عون روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کے غلام نافع کی طرف خط لکھا جس میں ان سے پوچھا کہ ان دن (غزوہ نبی مصطلق) مشرکین کو (اسلام کی) دعوت دی گئی۔ انہوں نے جواب دیا ''نہیں'' یہ تو اسلام کے اوائل دور میں تھا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنو مصطلق کی طرف حملہ فرمایا جبکہ وہ غافل تھے (اس بات سے) ان کے مویشی پانی پی رہے تھے۔ ان سے جنگ ہوئی۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا۔ ان قیدیوں میں جویریہ بنت الحارث بھی تھیں۔ مجھے اس کی خبر عبداللہ بن عمر نے دی اور وہ اس لشکر میں موجود تھے۔

تخریج حدیث۔ المراجع السابقہ

462۔ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ بْنُ سَعِيدِ بْنِ نَفِيسٍ الْمِصْرِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ نَجِيحٍ الْعُمَرِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ الْمَخْزُومِيُّ، قَالَ: نا مِسْعَرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ" : لَمَّا

ابن ابی اوفی روایت کرتے ہیں جب رسول علیہ اسلام نے خیبر پر حملہ کیا تو وہ (اس بات سے) غافل تھے اور وہ ایسی قوم جو بری فال نکالنے والی تھی۔ وہ بولے، محمد ﷺ اور لشکر محمد ﷺ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب ہم کسی قوم کی یعنی بستی (یا میدان) میں اترتے ہیں تو وہاں کے رہنے والوں کی صبح بخیر نہیں ہوتی۔

أَغَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْبَرَ وَهُمْ غَارُّونَ وَكَانُوا قَوْمًا يَتَطَيَّرُونَ، فَقَالُوا: مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ« وَهَذَا حَدِيثٌ يَنْسَخُ الْأَوَّلَ لِقَوْلِ نَافِعٍ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

یہ حدیث ماقبل رویات کی ناسخ ہے نافع کے قول کے مطابق یہ رخصت تو صرف اوائل اسلام میں تھی۔

تخریج حدیث۔(۱)المعجم الصغیر جلد۲،ص۶۳،(۲) صحیح بخاری، کتاب المغازی باب غزوہ خیبر،(۲) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوہ خیبر،(۳) جامع ترمذی، ابواب السیر ، باب فی البیات والغارات،(۴) سنن نسائی، کتاب النکاح، باب النباء فی السفر ،(۵) صحیح ابن حبان، کتاب الیسر جلد۱۱،ص۵۱،(۶) السنن الکبری، کتاب الیسر جلد۹،ص۷۹،(۷) مسند حمیدی جلد۲،ص۵۰۴،(۸) مجمع الزوائد جلد۵،ص۱۴۹

تحقیق

جنگ سے قبل دعوت (اسلام) پیش کرنے کے بیان میں

دشمنانِ دین کے خلاف قتال سے قبل انہیں اسلام کی دعوت پیش کرنے یا نہ کرنے کے متعلق دس روایات پیش کی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایات سے دعوت اسلام پیش کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایات کے مطابق ایسا اوائل اسلام میں ہوا بعد میں اسے ترک کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایات امام احمدؒ نے اپنی مسند، امام حاکمؒ نے مستدرک، امام بیہقیؒ نے سنن اور عبدالبرؒ نے التمہید میں نقل فرمائیں جبکہ حضرت ابن عمرؓ کی روایات کا مرجع بخاری کی صحیح، امام احمدؒ کی مسند، ابوداؤدؒ کی سنن، امام ابن ابی شیبہؒ کی مصنف، ابن جارودؒ کی المنتقی، حازمیؒ کی الاعتبار، امام بیہقیؒ کی سنن اور امام شافعیؒ کی مسند ہے۔

متعارض روایات میں تطبیق اور فقہاء کے مذاہب:

متعارض روایت کے پیش نظر فقہاء کے مسالک و مذاہب درج ذیل ہیں:

امام مالک بن انسؒ کا موقف:

امام مالکؒ اور اہل مدینہ کے ہاں قتال سے قبل مشرکین کو اسلام کی دعوت دی جائے گی۔ امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ اگر مشرکین کے مساکن مسلمانوں کے گھروں سے قریب ہیں تو انہیں شہرت اسلام کے سبب دعوت نہیں دی جائے گی، اور اگر ان کے گھر دور تھے تو انہیں دعوت پیش کی جائے گی، امام صاحب کے نزدیک دعوت اسلام پیش کرنے والی روایات قابل احتجاج ہیں کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جعونۃ کی طرف خط لکھا جس میں انہوں نے انہیں جنگ سے قبل اسلام کی دعوت پیش کرنے کا حکم دیا۔

احناف، شوافع اور حنابلہ کا موقف:

ائمہ ثلاثہ کے ہاں قتال سے قبل دعوت اسلام پیش کرنے والی روایات منسوخ ہیں یہی قول امام حسن بصری، امام ابراہیم نخعیؒ، امام ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰنؒ، یحیٰ بن سعید انصاریؒ، امام سفیان ثوریؒ، جمہور اہل حجاز اور اہل کوفہ کا ہے۔

امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ جس قوم میں قتال سے قبل اسلام کا پیغام نہیں پہنچا وہاں قتال سے قبل ان لوگوں کو یہ دعوت پیش کی جائے گی۔

(فتح الباری جلد ۶ ص ۱۰۸، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد ص)

روایات میں تطبیق:

حافظ ابوبکر الحازمیؒ متعارض روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقال بعض من رای الجمع بین هذه الاحادیث ان الاحادیث الاول محمولة علی الامر بدعاء من لم تبلغهم الدعوة واما بنو مصطلق واهل خیبر وابن ابی الحقیق، فان الدعوة قد کانت بلغتهم (الاعتبار)	جو بعض علماء ان متعارض روایات میں تطبیق دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جن روایات میں اسلام پیش کرنے کا حکم ہے وہ اس معنی پر محمول کی جائیں گی کہ جہاں اس سے قبل اسلام نہیں پہنچا اور رہی بات بنو مصطلق اور اہل خیبر کی اور ابن ابی الحقیق کی تو ان تک پہلے دعوت پہنچ چکی تھی۔

امام نووی ان تمام مذاہب کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے تین مواقف بیان کرتے ہیں:

اول: قتال سے قبل دعوۃ دینا مطلقاً جائز ہے، یہ قول امام مالک کا ہے البتہ یہ ضعیف موقف ہے۔

دوئم: قتال سے قبل دعوت پیش کرنا مطلقاً ممنوع ہے، یہ قول ضعیف تر بلکہ باطل ہے۔

سوئم: اگر دعوت اسلام پہنچ چکی تو واجب نہیں کہ اعادہ کیا جائے لیکن اگر نہیں پہنچی تو قتال سے قبل اسلام پیش کیا جائے۔

(شرح مسلم نووی جلد ۱۱ ص ۳۶)

باب : ٦١

بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ اسْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْيَتِهِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور کنیت ایک ساتھ رکھنے کے بیان میں

463۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، قَالَ: نا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي، فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي«

ابوحمید الساعدی روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میرے نام پر اپنا نام رکھے تو میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند البزار جلد۲ ص۲۰۴ (۲) مجمع الزوائد جلد۸ ص۴۳۰

464۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بنَ شُعْبَةَ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ الْمَعْرُوفُ بِبِدْعَةَ، قَالَ: نا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا تَجْمَعُوا بَيْنَ اسْمِي وَكُنْيَتِي أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ، اللَّهُ يُعْطِي وَأَنَا أَقْسِمُ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنے ناموں کو میرے نام اور کنیت کے درمیان اکٹھا نہ کرو۔ میں ابوالقاسم ہوں اللہ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الآداب جلد۴ ص۳۰ (۲) صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ جلد۱۳ ص۱۳۲ (۳) سنن ابی داؤد کتاب الاداب، جلد۴ ص۴۴۷ (۴) مسند حمیدی جلد۲ ص۴۸۴ (۵) الادب المفرد ص۲۱۹

465ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَ: نا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ سَلْمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي، وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّى بِاسْمِي«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے نام پر نام رکھا۔ اسے چاہئے کہ وہ میری کنیت پر کنیت نہ رکھے اور جس نے میری کنیت پر کنیت رکھی اسے چاہئے کہ میرے نام پر نام نہ رکھے۔

تخریج حدیث۔(۲) مسند احمد جلد ۴، ص ۱۶۱ (۲) سنن ابی داؤد کتاب الآداب (۳) مجمع الزوائد جلد ۸، ص ۵۱

466ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْأَزْهَرِ الْأَصَمُّ، قَالَ: نا الْعَبَّاسُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ: لَمْ أَعْنِكَ إِنَّمَا عَنَيْتُ فُلَانًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »تَسَمَّوْا بِاسْمِي، وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مقام بقیع پر (ایک شخص کو کہا) اے ابوالقاسم تو رسول اللہ علیہ السلام اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس شخص نے عرض کی۔ میری مراد (اس خطاب سے) آپ علیہ السلام نہیں ہیں۔ میں تو فلاں کو مخاطب کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے نام پر اپنے نام رکھو اور میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۳، ص ۱۱۴، ۱۲۱، ۱۸۹ (۲) صحیح بخاری کتاب البیوع (۳) صحیح مسلم کتاب الآداب (۴) جامع ترمذی کتاب الاداب (۵) سنن ابن ماجہ، ابواب الاداب (۶) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الاداب (۷) صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ۔

467ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: نا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَمِّهَا الْبَرَاءِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي«

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے رسول رحمت علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا جو میرے نام پر نام رکھے اسے چاہئے کہ میری کنیت پر کنیت نہ رکھے۔

تخریج حدیث۔ مجمع الزوائد جلد ۸، ص ۴۸

468۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْجِيزِيُّ، قَالَ: نَا عُثْمَانُ بْنُ خُرَّزَاذَ، قَالَ: نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: نَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حَفْصَةَ ابْنَةِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَمِّهَا الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا تَجْمَعُوا بَيْنَ اسْمِي وَكُنْيَتِي«

تخریج حدیث۔ مجمع الزوائد جلد۸ص۴۸

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تم (اپنے ناموں کو) میرے نام اور کنیت کے درمیان اکٹھا نہ کرو۔

469۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: نَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْحَذَّاءُ الْبَصْرِيُّ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي، وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّى بِاسْمِي«

تخریج حدیث۔ مجمع الزوائد جلد۸ص۴۸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے میرے نام پر نام رکھا۔ اسے چاہئے کہ وہ میری کنیت پر کنیت نہ رکھے اور جس نے میری کنیت پر کنیت رکھی اسے چاہئے کہ میرے نام پر نام نہ رکھے۔

470۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا جَعْفَرُ بْنُ شَاكِرٍ، قَالَ: نَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، قَالَ: نَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میرے نام پر اپنا نام رکھو۔ میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھو۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الادآب (۲) صحیح مسلم کتاب الآداب (۳) سنن ابی داؤد، کتاب الادآب (۴) سنن ابن ماجہ ابواب، الادآب (۵) مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱ص ۴۴ (۶) سنن دارمی کتاب الاستذان۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

471۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: نا أَبُو تَقِيٍّ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْبَرْقِيُّ، قَالَ: نا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ الْحَجَبِيُّ، قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ ابْنَةَ شَيْبَةَ، تَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي وُلِدَ لِي غُلَامٌ سَمَّيْتُهُ مُحَمَّدًا، وَكَنَّيْتُهُ بِأَبِي الْقَاسِمِ، فَذُكِرَ لِي أَنَّكَ تَكْرَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَا حَرَّمَ اسْمِي وَأَحَلَّ كُنْيَتِي، أَوْ مَا أَحَلَّ اسْمِي وَحَرَّمَ كُنْيَتِي«

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں ایک لڑکا ہوا ہے میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کو ناپسند فرماتے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

کس نے میرا نام حرام اور میری کنیت حلال ٹھہرائی اور کس نے میرا نام حلال اور میری کنیت حرام ٹھہرائی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن ابی داؤد، کتاب الآداب (۲) المعجم الصغیر جلد ۱ص ۱۴۴

472۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: نا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو شَيْبَةَ يَعْنِي: إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، وَمُحَمَّدَ بْنَ طَلْحَةَ، وَمُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ، كَانُوا كُلُّهُمْ يُكَنَّوْنَ بِأَبِي الْقَاسِمِ"

حفص بن عمر بن سعد روایت کرتے ہیں کہ محمد بن علی، محمد ابن ابی بکر، محمد بن طلحہ، محمد بن سعد رضی اللہ علیہم کی کنیت ابوالقاسم تھی۔

تخریج حدیث۔نفس المرجع

473۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الرَّقِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مُسْهِرٍ، قَالَ كَانَ لِمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ابْنٌ يُقَالُ لَهُ: مُحَمَّدٌ، وَكُنْيَتُهُ أَبُو الْقَاسِمِ فَقِيلَ لَهُ فِي ذَلِكَ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ وَهَذَا الْحَدِيثُ يُوجِبُ أَنْ يَكُونَ نَاسِخًا لِلْأَوَّلِ؛ لِأَنَّ وَلَدَ الصَّحَابَةِ كُنُوا بِأَبِي الْقَاسِمِ، وَلَوْ كَانَ الْحَدِيثُ عَلَى نَهْيِهِ لَمَّا كَنُّوا أَوْلَادَهُمْ بِأَبِي الْقَاسِمِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ التَّابِعِينَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: كُنَّا إِذَا رَأَيْنَا الرَّجُلَ يُكْنَى بِأَبِي الْقَاسِمِ كَنَّيْنَاهُ بِأَبِي الْقَاضِمِ بِالضَّادِ مِنَ الْكُرْهِ لِذَلِكَ وَحَدِيثُ النَّهْيِ فَطُرُقُهُ لَا أَعْلَمُ فِي أَكْثَرِهَا عِلَّةً وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ابو مسہر روایت کرتے ہیں حضرت مالک ابن انس کے بیٹے کو محمد کہا جاتا اور اس کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو مسہر روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک ابن انس کے بیٹے کو محمد کہا جاتا اور اس کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ حدیث اس بات کو لازم کرتی ہے کہ یہ اس سے قبل کی احادیث کی ناسخ ہے کیونکہ صحابہ کرام نے اپنے بیٹوں کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے اگر چہ اس سے قبل احادیث اس سے نفی کی آئی ہیں۔ واللہ اعلم اور بعض تابعین سے روایت کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم ایسے شخص کو دیکھتے جس کی کنیت ابوالقاسم ہے تو ہم اسے ضاد کے ساتھ ابوالقاضم کہتے (ناپسندیدگی کی وجہ سے)

تخریج حدیث۔ نفس المرجع

تحقیق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ آپ کی کنیت رکھنے کے بیان میں

آقا رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاد کے لئے اولین تحفے کی صورت میں حسین نام رکھنے کا حکم فرمایا اور خود عبداللہ و عبدالرحمٰن ایسے ناموں کو پسندیدہ نام قرار دیا اور پھر دوسری جانب اپنے نام پر نام رکھنے کو بہت پسند فرمایا اور اعراض پر یہ ارشاد فرمایا۔

من کان له ثلاثة من الولد ولم یسم احدھم محمد افقد جھل جس کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے تو اُس نے جہالت سے کام لیا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الآداب، باب ماجاء فی اسم النبی وکنیته جلد ۸ ص ۴۸)

عربوں میں یہ بات معروف تھی کہ وہ اپنی پہچان اپنی کنیت سے کرواتے جیسے ابوبکر، ابوھالہ، ابودرداء وغیرہ۔ مذکورہ روایات میں نام وکنیت کو جمع کرنے کی ممانعت اور پھر اس کی رخصت کا بیان ہوا۔

باب میں مجموعی طور پر گیارہ روایات نقل کی گئیں جو حضرت ابوحمید الساعدی، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس، حضرت براء بن عازب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے مروی ہیں۔ باب کے ابتدائی حصہ کی روایات امام بخاریؒ نے ''الصحیح اور ادب المفرد'' امام ابن حبانؒ اور امام مسلمؒ نے ''الصحیح'' امام ترمذیؒ ''الجامع''، امام ابوداؤدؒ، امام ابن ماجہؒ اور امام دارمیؒ نے اپنی اپنی سنن، امام احمد بن حنبلؒ، امام حمیدیؒ نے اپنی مسند، امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ، امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں نقل فرمائیں جبکہ رخصت کی احادیث امام ابوداؤدؒ وامام ترمذیؒ نے سنن، امام طبرانیؒ نے المعجم الصغیر میں اپنی سند کے ساتھ تحریر فرمائی ہیں۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:۔

محدث ابن شاھین رحمہ اللہ نے اگرچہ رخصت کی روایات کو ناسخ قرار دیا اور اس پر مختصر تبصرہ بھی فرمایا جو ترجمہ میں

ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس باب میں ائمہ کے درمیان آراء میں اختلاف ہے۔ ذیل میں فقہاء کے مسالک اور ان کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

مذہب اول:۔

یہ مذہب امام محمد بن ادریس شافعیؒ اور امام ابن حزم واہل ظواہر کا ہے جس کے مطابق ابوالقاسم کنیت رکھنا مطلقاً جائز نہیں۔

عن الربيع بن سليمان يقول سمعت الشافعي يقول لايحل لاحدان يكتنى بابى القاسم سواء كان اسمه محمدا وغيره۔

(السنن الکبری جلد۹، ص۳۰۹)

ربیع بن سلیمان سے روایت کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنی کنیت ابوالقاسم رکھے برابر ہے اس کے لئے کہ اس کا نام محمد ہو یا کچھ اور۔

شوافع واہل ظواہر کے دلائل باب کی ابتدائی روایات ہیں جو ان کے نزدیک رخصت کی روایات سے اصح ہیں۔

مذہب دوئم:۔

امام مالک بن انسؒ اور جمہور اسلاف اور فقہاء امصار کے ہاں ابوالقاسم کنیت رکھنا مطلقاً جائز ہے چاہے رکھنے والے کا نام محمد، احمد یا کوئی اور ہو، جن احادیث میں اس بات کی ممانعت ہے وہ روایات منسوخ ہو چکی ہیں۔

(فتح الباری جلد۱۰، ص۵۷۴ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جمہور کے دلائل:۔

جمہور کے ہاں یہ ممانعت دور رسالت میں ابتداء ایک خاص سبب تھی اور وہ سبب یہ تھا۔

ان اليهود كانوا يكتنون به فكانوا ينادون يا ابا القاسم فاذا التفت النبى ﷺ قالوا لم نعنك، للايذاء

(اللفظ المکرم بخصائص النبی ﷺ ص۶۱۴ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۴۲۸ء)

یہود آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی کنیت پر کنیت رکھتے اور آپ کو پکارتے ہوئے اے ابوالقاسم کہتے تو جب آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ کہتے ہم آپ سے مخاطب نہیں! اس فعل کا مقصد آپ علیہ السلام کو ایذاء دینا ہوتا۔

حضرت انس بن مالک کی روایت میں ایک اور واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

نادى رجل رجلا بالبقيع يا ابا القاسم، فالتفت اليه رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله، انى لم اعنك انما دعوت فلاناً فقال رسول الله ﷺ تسموا باسمى ولا تكنوا بكنيتى۔

بقیع کے قبرستان میں ایک شخص نے دوسرے کو آواز دی اے ابوالقاسم، آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے مخاطب نہیں میں نے تو فلاں کو پکارا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔

(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ماذکر فی الاسواق، صحیح مسلم کتاب الاداب، باب النھی عن التکنی بابی القاسم)

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ اس روایت پر امام ابوجعفر الطحاویؒ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

فذهب قوم الى انه لاباس بان تكنى الرجال بابى القاسم وان يسمى مع ذلك لمحمد واحتجوا فى ذالك بهذا الحديث

علماء کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ مردوں کے لئے ابوالقاسم کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ ان کا نام محمد ہی ہو ان کا استدلال اسی حدیث سے ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۷، ص ۴۰۹)

جمہور کے ہاں دوسری دلیل حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت ہے۔

قالت جاء ت امراء ة الى النبى ﷺ فقالت يا رسول الله ﷺ انى قد ولدت غلاماً فسيمته محمدا و كنيته ابا القاسم فذكرلى انك تكره ذلك فقال "ماالذى احل السمى و حرم كنيتى او ماالذى حرم كنيتى و احل السمى"

ایک عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی ہے پس مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اس بات کو ناپسند فرماتے ہیں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کس نے میرا نام حلال اور کنیت حرام کی اور کس نے میری کنیت حرام اور میرا نام حلال کیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرخصة فی الجمع بینھما، اللفظ المکرم لخصائص النبی ﷺ ص ٦١٧)

اگرچہ ابن حجرؒ نے اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ممانعت سے پہلے کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس عورت کا یہ کہنا کہ "آپ نام وکنیت کو جمع کرنا ناپسند فرماتے ہیں" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ممانعت اس رخصت سے پہلے کی ہے اور اس ممانعت کی شہرت بھی عام تھی۔

رخصت پر تیسری دلیل جلیل القدر صحابہ وتابعین کا اپنی کنیت ابوالقاسم رکھنا ہے۔ مثلاً

ا۔ محمد بن طلحہ بن عبداللہ۔ اسد الغابہ جلد ۵، ص ۹۷

۲۔ محمد بن ابی بکر، حضرت ابو بکر صدیق کے لخت جگر، (تقریب التہذیب جلد ۲ ص ۱۴۸)

۳۔ محمد بن علی ابن طالب، مولا علی کے نور نظر ابو القاسم بن الحنفیۃ، (تقریب التہذیب جلد ۲ ص ۱۹۲)

۴۔ محمد بن سعد بن ابی وقاص، (تقریب التہذیب جلد ۲ ص ۱۹۲)

۵۔ محمد بن الاشعث ابن قیس الکندی (تاریخ خیثمہ)

۶۔ محمد بن حذیفہ (۷) محمد بن حاطب (۸) محمد بن المنتشر، (عمدۃ القاری جلد ۱۷ ص ۴۱۰)

۹۔ ابو القاسم قشری صاحب الرسالۃ

مذہب سوئم:۔

یہ مذہب امام ابن جریر الطبری کا ہے، امام نووی فرماتے ہیں۔

مذهب بن جرير انه ليس بمنسوخ و انما كان النهى للتنزيه والادب لا للتحريم

ابن جریر طبری کا مذہب یہ ہے کہ یہ ممانعت ادب کے باعث تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

(شرح مسلم جلد ۱۴ ص ۱۱۲، دار احیاء التراث العربی ۱۳۹۲ھ)

امام نووی رحمہ اللہ نے ان تین مذاہب کے علاوہ مزید تین اقوال بھی نقل فرمائے۔

۱۔ یہ ممانعت محمد یا احمد نام والوں کے لئے ہے باقیوں کے لئے نہیں۔

۲۔ ابو القاسم کنیت اور قاسم نام کی بھی ممانعت ہے تا کہ اس کے والد کی کنیت ابو القاسم نہ ہو۔

۳۔ نام محمد رکھنے کی بھی ممانعت ہے جس کا سبب اسی نام کے لئے بے ادبی کا موقع ہی نہ بن سکے۔

یہ آداب اگر کنیت کے لئے ملحوظ رکھے جا رہے ہیں تو نام نامی اسم گرامی ''محمد'' ﷺ کا ادب اس سے بھی بڑھ کر کیا جانا چاہیے۔ ارشاد ہوا۔

تسمون اولادكم محمد اثم تلعنونهم

تم اپنی اولاد کے نام محمد رکھتے ہو پھر انہیں لعنت بھی کرتے ہو۔

(شرح مسلم نووی جلد ۱۴ ص ۱۱۳ دار احیاء التراث)

باب : ٦٢

بَابٌ فِي الصَّرْفِ

بیع صرف کے بیان میں

474۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، وَنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، قَالَا: نا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: نا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

»لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ«

تخریج حدیث۔ مسند احمد جلد۵ص۲۰۲۔

حضرت اسامہ بن زید روایت کرتے ہیں انہوں نے رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ سود نہیں ہے مگر جب ایک طرف ادھار ہو۔

475۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِينَ، قَالَ: نا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِنَّمَا « الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ"

تخریج حدیث۔ (۱) شرح معانی الاثار کتاب الصرف باب الرباء۔ (۲) المعجم الکبیر جلد۱ص۷۵۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ بیع میں سود تب ہی ہے جب ایک طرف ادھار ہو۔

476۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ صَاعِقَةُ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: نا ابْنُ وُهَيْبٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ سود نہیں ہے مگر اس میں جو ہاتھوں ہاتھ ہو۔

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا رِبًا فِيمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ«

تخریج حدیث۔(۱) صحیح مسلم۔باب بیع الطعام مثلا بمثل۔(۲) مسند احمد جلد۵ص۲۰۰۔(۳) المعجم الکبیر جلد۱ص۱۷۵

477۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مُصَفًّى، قَالَ: نا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ، قَالَ: لَقِيَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ قَوْلَكَ فِي الصَّرْفِ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمْ شَيْءٌ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَلَّا، لَا أَقُولُ أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِهِ، وَأَمَّا كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا أَعْلَمُهُ، وَلَكِنَّهُ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِنَّمَا « الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ"

حضرت عطا روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملے اوران سے کہا کہ کیا آپ نے اشیاء کے تبادلے کے معاملے میں نبی کریم علیہ السلام سے کوئی ارشاد مبارک سنا ہے یا اس بارے میں قرآن میں کوئی حکم پایا ہے۔حضرت ابن عباس نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہتا۔رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں اور رہا کتاب اللہ کا معاملہ تو اس بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا لیکن مجھے اسامہ بن زید نے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیع میں سود تب ہے جب ایک طرف ادھار ہو۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الاثار جلد کتاب الصرب باب الربا۔(۲) المعجم الکبیر جلد۱،ص۱۷۲

478۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو الضَّبِّيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: نا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، لَا زِيَادَةَ« فَبَلَغَهُ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔دینار کے بدلے دینار اور درہم کے بدلے درہم ہے اور (اس میں) زیادتی نہیں ہے۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ (اشیاء میں تبادلے کے بارے میں) کیا فرماتے ہیں آپ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام

بِهِ؟ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَمْ شَيْءٌ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَلَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي، وَلَكِنْ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنِي: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ«

سے اس بارے میں کچھ سنا ہے یا کتاب اللہ میں اس بارے میں کوئی حکم پاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کتاب اللہ میں اس بارے میں (صریح) حکم نہیں پاتا اور نہ ہی رسول رحمت علیہ السلام سے اس بارے میں سنا ہے اور نہ آپ مجھ سے زیادہ حضور علیہ السلام کے ارشادات جانتے ہیں۔ البتہ مجھ سے اسامہ بن زید نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سود صرف ادھار میں ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری' کتاب البیوع' باب بیع الدینار بالدنیاء۔(۲) صحیح مسلم' کتاب البیوع' باب بیع الطعام مثلا بمثل۔(۳) سنن نسائی' کتاب البیوع' باب بیع الفضۃ بالذھب۔(۴) سنن ابن ماجہ۔ ابواب التجارات۔(۵) مسند حمیدی جلد ۱ ص ۳۲۸۔

479۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودِ بْنِ مُحَمَّدٍ السَّرَّاجُ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: نا سُلَيْمَانُ الْقَافِلَانِيُّ، قَالَ: نا مَنْصُورُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ وَمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ بِهِ«

حضرت ابن عباس حضرت اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا سود ادھار میں ہے اور جو (خرید وفروخت) ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند الطیالسی رقم الحدیث ۶۲۲۔(۲) سنن دارمی کتاب البیوع۔(۳) السنن الکبریٰ' کتاب البیوع جلد ۵ ص ۲۸۰۔(۴) الاعتبار ص ۳۱۰

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

480۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الدَّقِيقِيُّ، قَالَا: نا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: نا سُلَيْمَانُ بْنُ عَلِيٍّ الرَّبْعِيُّ، قَالَ: نا أَبُو الْجَوْزَاءِ، غَيْرَ مَرَّةٍ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ

ابوالجوزاء روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اشیاء کے ہاتھوں ہاتھ تبادلے کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا

الصَّرْفِ، يَدًا بِيَدٍ فَقَالَ" : لَا بَأْسَ بِذَلِكَ، اثْنَيْنِ بِوَاحِدٍ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ أَوْ أَقَلَّ، فَحَجَجْتُ مَرَّةً أُخْرَى وَالشَّيْخُ حَيٌّ فَأَتَيْتُهُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ وَزْنًا يُوزَنُ، فَقُلْتُ: إِنَّكَ قَدْ أَفْتَيْتَنِي اثْنَيْنِ بِوَاحِدٍ، فَلَمْ أَزَلْ أُفْتِي بِهِ إِلَى الْيَوْمِ مِنْ يَوْمِ أَفْتَيْتَنِي بِهِ، فَقَالَ: إِنَّ ذَلِكَ كَانَ عَنْ رَأْيِي، وَهَذَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ يُحَدِّثُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَرَكْتُ رَأْيِي إِلَى حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

ایک کے عوض دو ہو۔اس سے زیادہ بھی ہو یا کم ہو تو کوئی حرج نہیں۔ پھر میں نے دوسری مرتبہ حج کیا اور وہی بزرگ زندہ تھے۔میں ان کے پاس حاضر ہوا اور پھر ان سے تبادلے کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ وزن کے بدلے وزن (یعنی وزن دونوں طرف برابر ہو) میں نے عرض کی کہ آپ نے پہلے ایک کے بدلے دو کا فتویٰ دیا تھا۔ میں تو اس دن سے آج تک اسی فتویٰ پہ رہا ہوں۔

انہوں نے جواب دیا۔ بے شک وہ تو میری اپنی رائے سے تھا اور یہ روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے جوانہوں نے نبی کریم علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ پس میں نے حدیث رسول علیہ السلام کے مقابلے میں اپنی رائے چھوڑ دی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱)۔سنن ابن ماجہ۔باب من قال الربوانی السنیۃ۔(۲)المعجم الکبیر جلد ۱،ص ۱۷۷۔(۳)الاعتبار ص ۳۱۴

481۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ حُمَيْدٍ، قَالَا: نا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَسْرُوقِيُّ، قَالَ: نا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: نا أَبُو الشَّعْثَاءِ عُمَرُ، مَوْلَى مَعْمَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَهُوَ يَقُولُ »أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، وَأَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ قَوْلِي فِي الصَّرْفِ وَإِنَّمَا كَانَ هَذَا رَأْيٌ، وَهَذَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ يُحَدِّثُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقِيتُ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَوْنِي عَنْهُ«

ابوالشعثاء مولی معمر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کو فرماتے سنا میں اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں اشیاء کے تبادلے کے معاملے میں اپنے اس قول سے یہ تو صرف میری رائے تھی اور ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے رسول کریم علیہ السلام کی حدیث روایت کی ہے اور میں رسول رحمت علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ سے ملا ہوں تو انہوں نے مجھے اس عمل سے منع فرما دیا ہے۔

تخریج حدیث۔المعجم الکبیر جلد ۱ص،۱۷۷

482۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُسَيَّبُ بْنُ وَاضِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَعْقُوبَ، عَنْ مَعْرُوفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْجَوْزَاءِ، يَقُولُ لِلْحَسَنِ: كُنْتُ خَادِمًا لِابْنِ عَبَّاسٍ تِسْعَ سِنِينَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ يَسْأَلُهُ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ" : كُنْتُ أُفْتِي بِذَلِكَ حَتَّى أَخْبَرَنِي أَبُو سَعِيدٍ، وَابْنُ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نَهَى عَنْ ذَلِكَ وَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ، وَقَالَ الْمُسَيَّبُ مَرَّةً: يَسْأَلُهُ عَنْ دِرْهَمٍ بِدِرْهَمَيْنِ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَخَذَ بِعَضُدِهِ، ثُمَّ رَفَعَ صَوْتَهُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَا يَأْمُرُنِي أَنْ أُطْعِمَهُ الرِّبَا فَقَالَ أُنَاسٌ حَوْلَهُ فَوَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَنَفْعَلُ هَذَا مِنْ فُتْيَاكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَجَلْ كُنْتُ أُفْتِي بِذَلِكَ حَتَّى أَخْبَرَنِي أَبُو سَعِيدٍ، وَابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ذَلِكَ فَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ

ابوالجوزاء حسن سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نو سال تک خدمت کی ہے جب ایک شخص آپ کے پاس آیا اور بیع صرف کے متعلق پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں اس پر فتویٰ دیتا تھا (یعنی ایک کے بدلے دو پر) یہاں تک کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم علیہ والسلام نے اس سے منع فرمادیا تھا اور میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔ حضرت سعید ابن المسیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابن عباس سے ایک درہم کے بدلے دو درہموں کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کندھے سے پکڑا اور بلند آواز سے فرمایا۔ یہ مجھے حکم دیتا ہے کہ میں سود کھاؤں۔ لوگ جو آپ کے اردگرد تھے انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم تو ایسا آپ کے فتویٰ کی وجہ سے کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تک میں اسی پر فتویٰ دیا کرتا تھا یہاں تک کہ ابوسعید خدری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مجھے خبر دی کہ آقا رحمت علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے پس میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

تخریج حدیث۔ السنن الکبریٰ: ۱/ ۵ص ۲۸۲ کتاب البیوع

483۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: نا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: نا عَمَّارُ بْنُ أَبِي عَمَّارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِيمَا يَحْسَبُ حَمَّادٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، »تَرَكَ الصَّرْفَ«

حضرت عمار بن ابی عمار حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اشیاء کے تبادلے کو ترک فرمادیا تھا۔

484- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: نا يَعْقُوبُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ وَاسِعٍ، أَنَّ عَبْدَ الْمُتَعَالِ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، كَانَ »شَاهِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ حِينَ « رَجَعَ عَنْ تَحْلِيلِ الصَّرْفِ"

تخریج حدیث۔ السنن الکبری، جلد۵،ص۲۸۲،کتاب البیوع

حضرت محمد بن واسع سے روایت ہے حضرت عبدالمتعال نے انہیں خبر دی کہ وہ اس وقت موجود تھے جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اشیاء کے تبادلے کی حلت والے قول سے رجوع کیا تھا۔

485- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: نا بَكْرٌ، عَنْ عِيسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، : أَنَّهُ" نَزَلَ عَنْ قَوْلِهِ فِي بَيْعِ الْوَرِقِ بِالْوَرِقِ حِينَ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْهُ قَالَ: فَلَا أَذْكُرُهُ أَبَدًا"

حضرت داؤد بن علی اپنے والد کے واسطہ سے حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں جب انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ نبی کریم علیہ السلام نے چاندی کے بدلے چاندی کی بیع سے منع فرمایا تو وہ اپنے قول سے دست بردار ہو گئے اور فرمایا کہ میں اس کا ذکر اب کبھی نہیں کرونگا۔

486- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أنا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: نا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ زِيَادٍ، قَالَ: »شَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَجَعَ عَنْهُ«

زیاد نے کہا میں اس وقت موجود تھا جب ابن عباسؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔

487- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: نا أَبُو عَقِيلٍ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: نا أَبُو إِسْرَائِيلَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ »هَلَكْتَ، وَأَهْلَكْتَ أَهْلَ الْعِرَاقِ«

عطیہ العوفی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ہلاک ہو گئے اور اہل عراق کو ہلاک کر دیا۔

488- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: نا أَبُو إِسْرَائِيلَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّمَا »كُنْتُ أُفْتِيهِمْ مِنْ رَأْيِي، ثُمَّ تَرَكْتُهُ«

حضرت حبیب بن ابی ثابت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں تو صرف اپنی رائے سے فتویٰ دیتا تھا پھر میں نے اپنی رائے ترک کردی۔

تخریج حدیث۔ الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ۳۱۰

489- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ الدُّورِيُّ، قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ عَيَّاشٍ، قَالَ: نا سَكَنُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: نا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »كُنْتُ أَقُولُ فِي الصَّرْفِ حَتَّى لَقِيتُ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنِّي فَتَرَكْتُهُ«

حضرت محمد بن سیرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں بیع صرف کے بارے میں اپنی رائے پیش کرتا تھا جب مجھ سے زیادہ علم والے کی مجھ سے ملاقات ہوئی (یعنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) تو میں نے اپنی رائے ترک کردی۔

الحديث الناسخ لحديث ابن عباس واسامة بن زيد

ابن عباس اور اسامہ بن زید کی روایات کو منسوخ کرنے والی ناسخ رویات

490- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، قَالَ: نا أَبُو شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے ہے پس جو زیادتی کرتا ہے یا بڑھاتا ہے تو اس نے سود کا لین دین کیا۔

تخریج حدیث۔ ۱۔ موطا امام مالک کتاب البیوع، باب الفضة بالفضة ۔۲۔ صحیح بخاری کتاب البیوع، باب بیع الذهب بالفضة ۔۳۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب الرباء ۔۴۔ جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الصرف

491۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: نا يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: نا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ، قَالَ: نا أَبُو هَارُونَ الْعَبْدِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سونا سونے کے بدلے برابر برابر (لین دین) ہے اور چاندی چاندی کے بدلے برابر برابر (لین دین) ہے۔

تخریج حدیث۔ (۱) شرح معانی الاثار، کتاب البیوع، باب الربا۔ (۲) الاعتبار ص ۳۱۱۔ (۳) الرسالۃ ص ۶۷۶۔

492۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: نا الْعَلَاءُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: نا سَوَّارٌ يَعْنِي: ابْنُ مُصْعَبٍ، عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالرَّصَاصُ بِالرَّصَاصِ« حَتَّى قَالَ": وَالنُّحَاسُ بِالنُّحَاسِ، وَالْحَدِيدُ بِالْحَدِيدِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، حَتَّى قَالَ: »وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ مَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ سونا سونے کے بدلے چاندی چاندی کے بدلے سیسہ سیسے کے بدلے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا تانبا تانبے کے بدلے، لوہا لوہے کے بدلے، گیہوں گیہوں کے بدلے، جو جو کے بدلے بلکہ یہاں تک فرمایا کہ نمک نمک کے بدلے (لین دین میں) برابر برابر ہوگا جس نے بڑھایا یا زیادہ طلب کیا تو اس نے سود کا لین دین کیا۔

493۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: نا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَاصِمًا، قَالَ: حَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ، وَابْنَ عُمَرَ يَقُولُونَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ، وَزْنًا بِوَزْنٍ مَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى« قَالَ شُرَحْبِيلُ: إِنْ لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُهُ مِنْهُمْ فَأَدْخَلَنِي اللَّهُ النَّارَ

حضرت ابوہریرہ ابوسعید اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں نبی رحمت علیہ السلام نے فرمایا سونا سونے کے بدلے برابر برابر ہوں۔ دیکھنے میں اور وزن میں جس نے بڑھایا یا زیادہ طلب کیا تو اس نے سود کا لین دین کیا۔ شرحبیل فرماتے ہیں اگر میں ان صحابہ کرام سے نہ سنتا تو اللہ مجھے جہنم میں داخل کر دیتا۔

تخریج حدیث۔ (۱) موطا امام مالک جلد۲ص۱۳۲۔ (۲) مسند احمد جلد۲ص۴۷۹۔ (۳) صحیح مسلم کتاب البیوع۔ (۴) سنن نسائی، کتاب البیوع الفضۃ بالذھب۔ (۵) مصنف ابن ابی شیبہ جلد۶ص۴۹۴۔

494- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، نا دَاوُدُ بْنُ عُمَرَ الضَّبِّيُّ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ يَعْنِي الطَّائِفِيَّ، قَالَ: نا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: »الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ لَا زِيَادَةَ« فَبَلَغَهُ قَوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ بِهِ؟ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ شَيْءٌ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ مِنِّي، وَلَكِنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ السلام کوفرماتے سنا ہے دینار دینار کے برابر، درہم درہم کے برابر (لین دین ہوگی) اس میں زیادتی نہیں ہے۔ انہیں حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول پہنچا ہے کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری نے پوچھا یہ جو آپ نے ارشادفرمایا ہے کیا یہ نبی کریم علیہ السلام سے سنا ہے یا کتاب اللہ میں پایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا نہ تو میں نے اسے کتاب اللہ میں پایا ہے اور نہ ہی رسول کریم علیہ السلام سے سنا ہے اور نہ ہی تم مجھ سے زیادہ نبی کریم علیہ السلام کے احوال جانتے ہو مگر اسامہ بن زید نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سود نہیں مگر ادھار میں۔

495- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا شُرَيْحُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَزْنًا بِوَزْنٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى الْآخِذُ وَالْمُعْطِي«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا۔ سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیہوں گیہوں کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، نمک نمک کے بدلے، وزن میں برابر برابر ہوں پس جس نے بڑھایا یا زیادہ طلب کیا تو اس نے سود کا لین دین کیا۔

تخریج حدیث۔ (۱) صحیح مسلم' کتاب البیوع۔ (۲) سنن دارقطنی جلد۳ ص ۲۵۔ (۳) المستدرک کتاب البیوع جلد۲ ص ۴۹۔ (۴) سنن نسائی' کتاب البیوع' باب بیع الشعر بالشعیر۔ (۵) السنن الکبریٰ جلد۵ ص ۲۷۸۔

496۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ قُرَّةَ بْنِ حَبِيبٍ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: نا أَبِي، قَالَ: نا الْهَيْثَمُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ فَمَنْ زَادَ أَوْ نَقَصَ فَقَدْ أَرْبَى« قَالَ لَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ بْنِ الدَّلْهَاثِ: هَذَا مُسْلِمُ بْنُ يَسَارِ بْنِ سُوَيْدٍ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا الْحَدِيثُ هُوَ النَّاسِخُ لِحَدِيثِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَأَوَّلُ الدَّلَالَةِ عَلَى نَسْخِهِ رُجُوعُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْهُ، وَقَوْلُهُ: إِنَّمَا كَانَ رَأْيًا رَأَيْتُهُ وَأَنَا أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ مِنْهُ فَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَدَّعِيَهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ بَعْدَ هَذَا وَلَوْ كَانَ فِيهِ تَأْوِيلٌ لَمَا رَجَعَ عَنْهُ أَخْبَرَنَا الْقَاضِي الْجَلِيلُ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْأَخْضَرِ قِرَاءَةً عَلَيْهِ فِي رَجَبٍ سَنَةَ ثَمَانٍ وَعِشْرِينَ وَأَرْبَعِمَائَةٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى الشَّيْخِ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ شَاهِينَ، فَأَقَرَّ بِهِ عَشِيَّةَ الْخَمِيسِ الثَّامِنِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ خَمْسٍ وَسَبْعِينَ وَثَلَاثِمَائَةٍ

تخریج حدیث۔(۱) مسند الشافعی ص۲۰۔(۲) تلخیص الحبیر جلدجلد۳ص ۸

حضرت عبداللہ بن مسلم بن یسار اپنے والد کے واسطہ سے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیہوں گیہوں کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر (لین دین ہوگی) پس جس نے بڑھایا یا کمی کی تو اس نے سود کا لین دین کیا۔

ابن شاہین فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اسامہ بن زید والی روایت کی ناسخ ہیں اور ان کے نسخ پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت ابن عباس اس سے رجوع فرماتے ہیں اور ان کا قول ہے کہ یہ میری رائے تھی اور میں اللہ سے اس کی معافی طلب کرتا ہوں اس کے بعد کسی مسلمان کے لئے حضرت ابن عباس کے اس قول سے دلیل لینا جائز نہیں ہے۔ اگر چہ آپ کے اس قول میں تاویل ہے آپ نے اس سے رجوع کر لیا ہے۔

تحقیق

محدث ابن شاہینؒ نے کتاب البیوع میں صرف ایک ہی باب نقل فرمایا۔ جس کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی چھ احادیث بیان فرمائیں جو کہ ادھار کی صورت میں سود لازم آنے کے متعلق ہیں یعنی اگر بیع میں جنس مختلف بھی ہو تو اس میں زیادتی و کمی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ نقد' نقد ہو اور اگر ادھار ہو تو جائز نہیں۔

دوسرے حصہ میں اس بیع کے جواز پر حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی تردید اور آپ کے رجوع کا بیان ہے اور تیسرے حصے میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایات بطور ناسخ ذکر کی گئیں جن میں ربا الفضل کی حرمت کا بیان ہے۔

بیع صرف کا تعارف

شمس الائمہ سرخسیؒ بیع صرف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فالصرف هو مبادلة الثمان بعضها ببعض التفق الجنس او اختلف

بیع صرف یہ ہے کہ بعض ثمن کو بعض دوسری ثمن کے ساتھ بیع کرنا' جنس ایک ہو یا مختلف۔

(المبسوط، جلد۱۴، ص۔۲۔ دارالمعرفۃ بیروت)

سونے کو چاندی کے عوض یا چاندی کو سونے کے عوض لینا۔

اسی طرح امام ابن حجر عسقلانیؒ اس کی دو شرائط بھی بیان فرماتے ہیں۔

والصرف دفع ذهب و اخذ الفضة و عكسه وله شرطان۔ منع النيئة مع التفاق النوع و اخلتلاقة و هو الجمع عليه و منع التفاضل فى النوع الواحد منها۔

بیع صرف یہ ہے کہ سونا دے کر چاندی لینا یا اس کے برعکس' اس میں دو شرائط ہیں جنس میں اختلاف ہونے یا جنس ایک ہونے کے باوجود ادھار نہ ہو اور نہ ہی دونوں میں سے ایک جنس میں زیادتی ہو۔

(فتح الباری جلد۴ ص ۳۸۲)

باب میں تعارض کی حیثیت۔

باب کی ابتدائی احادیث میں صرف ادھار کی صورت میں جنس کے درمیان تفاضل یعنی زیادتی کی ممانعت کا بیان ہے۔ یعنی اگر یہ بیع نقد اور دست بدست ہو تو جائز ہے جبکہ دوسری روایات میں اس فعل کی تنسیخ کا بیان ہوا اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایات کے مقابل حضرت ابو سعید خدویؓ کی چھ روایات پیش کی گئیں۔ ابن شاہینؒ نے خود ابو سعید خدویؓ کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

هذا الحديث هو الناسخ لحديث اسامه بن زيد

یہ حدیث اسامہ بن زید والی روایت کی ناسخ ہے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ کی روایت پر امام بدرالدین عینیؒ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

واتفق العلماء على صحة حديث اسامه وا خلتفو فى الجمع بينه و بين حديث ابى سعيد۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسامہ بن زیدؓ کی روایت صحیح ہے البتہ اس روایت اور ابو سعیدؓ کی روایت کے درمیان تطبیق میں اختلاف ہے۔

امام بدرالدینؒ کی تحقیق کے مطابق دونوں طرح کی روایات پایہ صحت کو بھی پہنچتی ہیں اور باہم متعارض بھی ہیں البتہ اس تعارض کی حیثیت کیا ہے۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

فقيل منسوخ و قيل' معنى لا ربا اغلظ شديد التحريم المتوعد عليه بالعقاب الشديد كما تقول العرب لا عالم فى البلد الازيد مع ان فيها علماء وغيره ' وانماالقصد نفى الاكمل لا نفى الاصل۔

یہ کہا گیا کہ روایت منسوخ ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ اس معنی میں حرام ہے کہ اس کی حرمت نہایت شدید درجہ کی ہے جس پر عذاب واجب ہے۔ جیسا کہ عرب یہ کہتے کہ شہر میں زیدؓ جیسا عالم ہی نہیں تو کیا شہر میں زید کے سوا کوئی عالم نہیں' گو یہ یہاں ایک مکمل نفی کا قصد کیا گیا نہ کہ اصل کی نفی کی گئی۔

اس کے بعد مزید براں دو اور مختلف آراء پیش فرماتے ہیں۔

و هو مجمل و حديث ابى سعيد مبين فوجب العمل المبين و تنزيل العمل عليه و هو منسوخ۔

اسامہ بن زید کی روایت مجمل اور ابو سعیدؓ کی روایت مبین ہے پس مبین (واضح ہدایت) پر عمل واجب ہے اور (بیع صرف کے) عمل کا ترک کرنا واجب ہے یا یہ روایت بھی منسوخ ہے۔

پھر آخر میں حدیث اسامہ بن زیدؓ کے متعلق حتمی رائے پیش فرماتے ہیں۔

و قد اجمع المسلمون علی ترك العمل بظاهرة
اهل اسلام کا اس کو ترک کرنے پر اجماع ہے
(عمدۃ القاری کتاب البیوع باب بیع الدنیار بالدینار)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا رجوع۔

حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک زمانہ تک بیع صرف میں تفاضل کے قائل رہے جس کا سبب آپ تک اس تفاضل کے عدم جواز کی حدیث ابلاغ نہ تھا اور ایسا ہونا بعید از قیاس نہیں۔ باب المتعہ میں اصحاب الرسل تک ابلاغ حدیث کے فقدان کے سبب آراء کے اختلاف کی دس مثالیں پیش کی گئی ہیں کہ جب تک انہیں حدیث نہ پہنچی ان کا موقف یکسر مختلف رہا اور جب روایت کا علم ہوا تو سابقہ موقف سے رجوع کر لیا۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو جب حضرت اسامہ کی روایت پہنچی تو انہوں نے بیع صرف میں تفاضل کے قول سے رجوع فرمالیا۔ امام حاکم نے عبداللہ بن ملیک العجلی سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع کے الفاظ نقل فرمائے۔

قال سمعت ابن عباس رضی اللہ عنہ قبل موته بثلاث بقول اللّٰهم انی اتوب اليك معاكنت افتى الناس فى الصرف۔

میں نے ابن عباس کو موت سے تین دن قبل فرماتے سنا کہ اے اللہ میں نے بیع صرف کے متعلق لوگوں کو جو فتویٰ دیا اس سے توبہ کرتا ہوں۔

امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا اور امام ذھبی نے تلخیص المستدرک میں بھی اسے صحیح لکھا۔
(المستدرک علی الصحیحین۔ جلد ۲ ص دار الکتب العلمیۃ بیروت۔)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع کا سبب بیع الصرف میں اولا تفاضل کا جواز نہ تھا بلکہ آپ کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ یہ جائز ہی نہیں آپ اس کے جواز کا فتویٰ اپنے اجتہاد سے دیتے۔ جیسا کہ امام ابن ماجہ نے ابوالجوزاء سے روایت کیا۔

فلقيته بمكه فقلت انه بلغنى انك رجعت قال نعم انما كان ذلك رايا منى و هذا ابو سعيد بحدث عن رسول الله ﷺ انه نهى عن الصرف۔
(سنن ابن ماجہ۔ کتاب البیوع۔ باب من قال لا ربا الا فی النسیئۃ)

میں مکہ میں ان سے ملا تو میں نے عرض کی کہ اب مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے بیع صرف سے رجوع کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ میری ذاتی رائے تھی۔ پھر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مجھے سرکار دو عالم ﷺ کی حدیث بتائی کہ آپ ﷺ نے بیع صرف میں تفاضل سے منع فرمایا۔

ان کے علاوہ درج ذیل محدثین نے حضرت ابن عباسؓ کے رجوع کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ اخبار مکہ فاکہیؒ جلد۵ ص۴۱

۲۔ المطالب العالیہ عسقلانیؒ جلد ص۳۸۳

۳۔ سنن ابی داؤد، ''ابن الاشعث'' باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلثۃ

۴۔ جامع ترمذی۔ ابوعیسیٰؒ باب الصرف

باب : ٦٣

حَدِيثٌ فِي النِّكَاحِ وَالْمُهُوْرِ

نکاح اور مہر کے بیان میں

497۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَصْرٍ الْقَاضِي، قَالَ: نا الْقَاسِمُ بْنُ هَاشِمٍ السِّمْسَارُ، قَالَ: نا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ: نا النَّهَّاسُ بْنُ قَهْمٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْنِ، وَمَهْرٍ مَا قَلَّ أَوْ كَثُرَ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نکاح ولی (کی اجازت) دو گواہوں اور مہر کے بغیر جائز نہیں ہے مہر چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، کتاب النکاح جلد۳ ص۲۲۱، (۲) مجمع الزوائد جلد۴ ص ۲۸

498۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي الثَّلْجِ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْحِمْيَرِيُّ، قَالَ: نا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا صَالِحُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: نا أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَعْطَى امْرَأَةً مِلْءَ كَفِّهِ طَعَامًا كَانَتْ لَهُ حَلَالًا«

حضرت ابو الزبیر روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سنا نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اگر مرد عورت کو مٹھی بھر بھی کھانا دے دے تو وہ اس کے لئے حلال ہو جائے گی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۳ ص۳۳۵، (۲) سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب قلۃ المہر۔

499۔ حَدَّثَنَا بِشْرَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَزَّازُ، قَالَ: نا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: نا صَالِحُ بْنُ رُومَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اگر مرد کسی عورت سے ایک مٹھی بھر کھانے کے عوض نکاح کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے مہر ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ »لَوْ أَنَّ« رَجُلًا تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى مِلْءِ كَفٍّ مِنْ طَعَامٍ، لَكَانَ ذَلِكَ صَدَاقًا" وَهَذَا صَالِحُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ رُومَانَ غَرِيبُ الْحَدِيثِ

تخریج حدیث۔(۱)سنن دارقطنی،کتاب الرواج،باب المہر،(۲)السنن الکبری،کتاب الصداق،باب مایجوزا یکون المہر،(۳)سنن ابی داؤد،کتاب النکاح،باب قلۃ المہر

500۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْحَسَنِ، قَالَ: نا الْحَسَنُ بْنُ مُكْرَمٍ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: نا أَبُو هَارُونَ الْعَبْدِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَدَاقِ النِّسَاءِ، فَقَالَ: »مَا اصْطَلَحَ عَلَيْهِ أَهْلُوهُمْ«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی کریم علیہ السلام سے عورتوں کے مہر کے متعلق پوچھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس پر اس کے اہل خانہ راضی ہوجائیں۔

تخریج حدیث۔(۱)السنن الکبری،کتاب الصداق،باب مایجوزان یکون مہر،(۲)سنن دارقطنی،کتاب الزواج،باب المہر

501۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حُذَيْفَةَ، بِدِمَشْقَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يَزِيدَ السُّلَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مِهْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَارِثَةُ بْنُ هَرِمٍ الْفُقَيْمِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي لَبِيبَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »يُسْتَحَلُّ النِّكَاحُ بِدِرْهَمَيْنِ فَصَاعِدًا«

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نکاح دو سے زائد درھموں سے جائز ہے۔

تخریج حدیث۔(۱)مصنف ابن ابی شیبہ جلد۳،ص۵۵٦،(۲)تلخیص الحبیر،جلد۳،ص۲۵۱،(۳)السنن الکبری،جلد۷،ص۲۳۸

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

502۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السُّكَيْنِ الْبَلَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ الْحَكَمِ الرَّسْعَنِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ يَعْنِي: عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، عَنْ عَطَاءٍ، وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا تَنْكِحُوا النِّسَاءَ إِلَّا الْأَكْفَاءَ، وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ، وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ«

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے نکاح نہ کرواؤ مگر ان کی کفو میں اور نکاح نہ کریں مگر اپنے ولی کی اجازت سے اور دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، کتاب النکاح، باب المہر ،(۲) المعجم الاوسط جلد ا، ص ۳۰، (۳) مستدرک علی الصحیحین جلد ۲، ص ۱۶۷، (۴) السنن الکبری، کتاب الصداق، باب مایجوزان یکون مہرا، (۵) مسند ابن ابی یعلی جلد ۳، ص ۱۹۶، (۶) مجمع الزوائد جلد ۳، ص ۲۸۵

503۔ أَخْبَرَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَحْدَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي بَقِيَّةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُبَشِّرُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا صَدَاقَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ« وَلَمْ يَذْكُرْ فِي هَذَا الْحَدِيثِ حَجَّاجَ بْنَ أَرْطَاةَ

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں رسول رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

اس سند میں حجاج بن ارطاۃ کا ذکر نہیں کیا۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، کتاب النکاح، باب المہر (۲) السنن الکبری، کتاب الصداق، باب مایجوزان یکون مہراً

تحقیق

نکاح اور مہر کے بیان میں

نبی کریم ﷺ نے عقائد وعبادات کے ساتھ ساتھ معاش اور معاشرت کے بھی زریں اصول انسانیت کو عطا فرمائے۔ عائلی زندگی کو مضبوط و مستحکم فرمانے کیلئے آپ علیہ السلام نے دوررس نتائج کی حامل ہدایات عطا فرمائیں تا کہ بقائے انسانیت کیلئے خاندانی زندگی میں کسی قسم کا خلل وانحطاط پیدا نہ ہو۔ نکاح کے وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عربوں کی چند فرسودہ رسوم کو ختم فرما کر اسلام کا احسن نظام عطا فرمایا، زمانہ جاہلیت کی انسانیت سوز عادات واطوار نے عورتوں کو ان کے جائز حقوق سے کوسوں دور رکھا ہوا تھا بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ منکوحہ کے حقوق ہی سرے سے متعین نہ تھے۔ اور نہ وہ یہ سمجھتی تھیں کہ اس سے اس کیلئے کسی دین میں کوئی عزت ووقار اور حقوق ہو سکتے ہیں۔ شریعت مصطفوی علیہ التحیہ والتسلیم میں بہائم کے حقوق تک کا تعین ہونا تھا لہٰذا یہ کیسے ممکن تھا کہ عائلی زندگی کے اہم رکن کے متعلق قوانین کا اجراء نہ ہوتا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے نکاح کے موقع پر عورتوں کے جن حقوق کو وضع فرمایا، ابن شاہین رحمہ اللہ نے ان روایات کو "باب النکاح والمھور" میں مختصراً جمع فرما دیا۔ زیر بحث روایات میں درجہ ذیل نکات پر تحقیق پیش خدمت ہوگی:۔

(۱) نکاح کے وقت مہر کی قلیل مقدار

(۲) نکاح کیلئے کفو کی تشریعی حیثیت

نکاح کے وقت تعین مہر

یہ بات مسلمہ ہے کہ نکاح کے وقت مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کا تعین قرآن وحدیث نے نہیں فرمایا ارشاد ربانی ہے:

وَاتیتم احداهن قنطاراً فلاتاخذ وامنه شیئاً

اوران میں سے ایک کو اگر تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس سے ذرا بھر بھی واپس نہ لو۔

البتہ مہر کی کم سے کم مقدار کتنی ہونی چاہیے اس میں فقہاء کے درمیان تعارض ہے جس کی تفصیل پیش کرنے سے قبل مہر کی تعریف اور مقاصد ملاحظہ فرمائیں۔

فقہاء احناف کے ہاں مہر کی تعریف:

المال یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلة منافع البضع

شوہر کیلئے نکاح کے موقع پر عورت کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھانے کے عوض واجب ہونے والا مال۔

فقہاء مالکیہ کے ہاں مہر کی تعریف

مایجعل للزوجة فی نظیر المستماع بها

ایسا مال جو زوجہ کیلئے منفعت خاصہ کے عوض کے طور پر مقرر ہوتا ہے۔

فقہاء شافعیہ کے ہاں مہر کی تعریف:

ماوجب بعقد نکاح اوروطی او تفویت بضع

ایسا مال جو نکاح وطی یا شرمگاہ کو تفویض کرنے کے عوض واجب ہو۔

فقہاء حنابلہ کے ہاں مہر کی تعریف:

العوض المسمیٰ فی عقد النکاح او بعده

نکاح یا منفعت بعضہ کے عوض لازم آنے والے مال کو مہر کہا جاتا ہے۔

(العنایۃ، جلد۳، ص۳۱۶، ردالمختار جلد۲ ص۱۳۰، مغنی المحتاج جلد۶ ص۳۳۴، المبدع جلد۷، ص۱۳۰، کشف القناع جلد۵ ص۱۲۸، المغنی جلد۸ ص۷)

مہر کی تعریفات اور مقاصد کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا مال جو عورت کے عضو مخصوصہ کے استمتاع کے عوض اسے بطور ہدیہ دیا جائے۔

اسلام اور حق مہر:

آمدِ اسلام سے قبل عورت کیلئے اس کی عمومی زندگی میں عموماً اور بوقت نکاح خصوصاً کوئی ایسا قانون نہیں تھا جس کے تحت ان کیلئے مہر مقرر کیا جاتا، قبیلوں کی لڑائیوں میں عورتوں کو بطور تاوان، نکاح شعار سے ان کی حق تلفی ایسے قبیح رواج عام تھے بلاشبہ یہ انفرادیت صرف دین اسلام ہی ہے کہ اس نے نکاح کے وقت ان کے وقار و آبرو اور ان کی عفت وعصمت کی قدر واضح کر دی اور ان کیلئے ایک مال مقرر فرمادیا جس سے اہل عرب کو یہ باور کرا دیا گیا کہ عورت ایسی بے قدر چیز نہیں جسے جب چاہیں اور جیسے چاہیں بے حیثیت سمجھ کر دوسرے کے حوالے کر دیں بلکہ جو وقار ایک مرد کا ہے عورت کیلئے بھی بعینہ عزت وعصمت کے قوانین مقرر فرمادیئے گئے ہیں ان حالات کے تناظر میں یہ بات مسلمہ ہے کہ مہر جس قدر معقول ہوگا اتنا ہی یہ مقصد احسن طریقے سے سرانجام پائے گا۔ امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے باب کی ابتدائی پانچ احادیث میں قلیل مہر کی مقدار کے متعلق چار قسم کے قول ذکر فرمائے:۔

(۱) قلیل مہر کی کوئی حد نہیں کم سے کم جتنا بھی ہو وہ مہر بن سکتا ہے۔

(۲) مٹھی بھر گندم بھی مہر ہو سکتا

(۳) اتنا مہر جس پر گھر والے راضی ہو جائیں

(۴) دو درہم بھی مہر بن سکتا ہے

اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو یہ مہر عورت کی عفت وعصمت کا بدل بن سکتا ہے نہ ہی اس مہر سے وہ مقاصد پورے ہوتے ہیں جو اسلام نے مہر کے تعین میں رکھے، اس لئے امام ابن شاہین نے ان روایات کے معارض وہ روایت پیش فرمائی جس میں مہر کی کم از کم مقدار کا تعین فرمادیا گیا تا کہ اگر کوئی نہایت کم حیثیت ہی ہو اور وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرنا چاہے تو وہ یہ مال کی مقدار کو ادا کرے تا کہ عورت کی عفت و آبرو کا وہ معیار تو قائم رہ سکے لیکن اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو قرآن نے اس کیلئے بھی راستہ متعین فرمادیا۔

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ (النور،۳۳) اور اپنی عفت کی حفاظت کریں وہ لوگ جو سامانِ نکاح نہیں پاتے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

چونکہ مہر کی قلیل مقدار کے متعلق روایت میں تعارض ہے جس کے پیش نظر فقہاء اربعہ کے ہاں اس کے تعین میں اختلاف پایا جاتا ہے، ذیل میں ائمہ اربعہ کے مذاہب ملاحظہ فرمائیں۔

امام محمد بن ادریس شافعی و امام احمد بن حنبل کا موقف:

ان دونوں ائمہ کے نزدیک کم از کم مہر کی کوئی حد نہیں ہر وہ چیز جو کچھ نہ کچھ قیمت رکھتی ہو وہ مہر بن سکتی ہے ان کا استدلال باب کی ابتدائی احادیث سے ہے۔

(المجموع جلد ۱۸، ص ۶، المغنی جلد ۸، ص ۵)

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا مذہب:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں مہر کی قلیل ترین مقدار دس درہم ہے اس سے کم مہر مقرر نہیں کیا جا سکتا اور آپ کا استدلال حد سرقہ کیلئے معین درہم کی مقدار پر ہے۔ اسی طرح امام مالکؒ بھی حد سرقہ کے نصاب پر مہر کی قلیل ترین مقدار کا فتویٰ دیتے ہیں البتہ آپ کے ہاں حد سرقہ کا نصاب تین درہم ہے۔

امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ نے قلیل ترین مہر کیلئے جو اصول وضع فرمائے، مقاصد شرعیہ کو پورا کرتے ہیں اور نہ ہی عورتوں کیلئے ان کی عفت و آبرو کیلئے مقرر شدہ وقار کو قائم رکھنے میں ممد ثابت ہو سکتے ہیں اس کے مقابل امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فقہی اصول جو درحقیقت حدیث رسول ﷺ سے مستعار ہے، یقیناً ان مقاصد کی تکمیل کیلئے ممد ثابت ہوتا ہے، مہر کی کم سے کم مقدار کے متعلق احناف کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

مہر کی مقدار کے متعلق احناف کے دلائل:

(۱) قرآن مجید نے عورتوں سے نکاح کرنے کیلئے مال کو بطور مہر فرض فرمایا:

واحل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم (النساء ۲۴)

اور ان کے ماسویٰ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں یہ کہ تم انہیں مہروں کے ذریعے قید نکاح میں لینے والے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں نکاح کیلئے مال کو لازم قرار دیا گیا اور امام صاحب کے نزدیک ہیں درہم سے کم شے پر مال کا اطلاق نہیں ہوتا امام ابوبکر جصاص حنفیؒ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس پر دلالت کر رہا ہے کہ جو چیز اموال نہ کہلاتی ہو وہ مہر نہیں ہو سکتی اور یہ کہ مہر کیلئے شرط ہے کہ اسے اموال کا نام دیا جا سکتا ہو آیت کا مقتضی اور ظاہر یہی ہے اس لئے جس شخص کے پاس ایک یا دو درہم ہوں اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اموال والا ہے اس لئے کہ آیت کے ظاہر کے مقتضی کی رو سے ایک یا دو درہم کا مہر قرار پانا

درست نہیں ہے۔

(احکام القرآن، جلد سوئم، ص ۳۵۷)

آیت باری تعالیٰ کا مقتضی یہی ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار اتنی ہو جو مال کہلا سکے کیونکہ اگر اس کے پاس اتنا مال بھی نہیں ہے تو قرآن مجید نے ایسے شخص کیلئے دو راستے متعین فرمائے۔

(۱) پہلا راستہ

ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنت المومنت فمن ماملكت ايمانكم من فتيتكم المومنت (النساء، ۲۵)

اور تم میں سے جو اتنی کشائش نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر سکے تو ان مومن باندیوں سے نکاح کرے جو تمہاری مِلک میں ہوں۔

(۲) دوسرا راستہ

وليستعفف الذين لايجدون نكاحا حتى يغنيهم الله من فضله (النور، ۳۳)

اور اپنی عفت کی حفاظت کریں وہ لوگ جو سامانِ نکاح ہی نہیں پاتے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

مذکورہ آیات سے یہ واضح ہوا کہ مہر کیلئے جو رقم مختص کی جارہی ہے وہ اتنی ضرور ہو جو اموال کہلانے کی حیثیت رکھتی ہو، ورنہ ایک انگوٹھی جو لوہے کی ہو جیسا کہ شوافع اور حنابلہ کا مذہب ہے عورت کیلئے مہر کی صورت میں دینا کون سا مشکل امر ہے قرآن مجید نے اموال کی عدم موجودگی میں لونڈیوں یا پھر استعفاف سے کام لینے کا حکم اسی لئے جاری فرمایا اور آیت کا ظاہر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

احناف کی دوسری دلیل:

مہر کی جو تعریف ائمہ اربعہ کے ہاں کی جاتی ہیں ان کے مطابق یہ عوض ہے عورت کے عضو مخصوصہ کا اب چونکہ یہ ایک عضو کا بدل ہے لہٰذا دیگر روایات کی روشنی میں دیکھا جائے گا کہ جسم کے باقی اعضاء کا اگر بدل مقصود ہو تو اس کیلئے شریعت نے کتنی مقدار مقرر فرمائی۔

(۱) چوری کرنے والے کیلئے امام اعظم کے ہاں سزا تب ہے جب مسروقہ شے کی مالیت دس درہم ہو، اس سے کم پر حد نافذ

نہیں ہوئی جبکہ ائمہ ثلاثہ یعنی شوافع مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں چوتھائی دینار کی قیمت تک مال کا ہونا ضروری ہے۔

(نووی شرح مسلم جلد ۱۱، ص ۱۸۱، ۱۸۲)

امام ابراہیم نخعی نے یہ مقدار چالیس درہم بتائی۔

(اکمال المعلم قاضی عیاض)

اسی طرح اگر اعضائے جسمانی تلف کر دیے جائیں تو عندالشریعت ان کا بدل کتنا ہوگا۔

ایک آنکھ کی دیت ۵۰ اونٹ

ناک کی دیت ۱۰۰ اونٹ

ایک کان کی دیت ۵۰ اونٹ

زبان کی دیت ۱۰۰ اونٹ

ایک دانت کی دیت ۵ اونٹ

ایک ہاتھ کی دیت ۵۰ اونٹ

ایک پاؤں کی دیت ۵۰ اونٹ

(ہدایۃ، جلد ۴ ابواب الدیات)

اعضاء جسمانی کا بدل اسلام کے طے شدہ قوانین کی روشنی میں وضع کیا گیا لہٰذا عورت کا عضو مخصوصہ اگرچہ تلف تو نہیں ہوتا لیکن یہاں اس کا بدل مطلوب ہے جو کم از کم ایک ہاتھ کے بدل کے برابر تو ہو۔

احناف کی تیسری دلیل:

حضرت جابرؓ کی روایت

عن رسول الله ﷺ قال لا مهر دون عشرة دراهم — رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہر دس درہم سے کم نہیں۔

(مسند ابی یعلی موصلی جلد ۴، ص ۲۷، دار قطنی جلد ۳، ص ۲۴۴، کتاب النکاح)
(المعجم الاوسط جلد ۱، ص ۶، السنن الکبری جلد ۷، ص ۱۳۳ کتاب النکاح)

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا استدلال اس باب کی ابتدائی احادیث مبارکہ سے ہے وہ تمام روایات جن میں مہر کی کم از کم مقدار متعین نہیں جس کا ذکر ابتداء میں بھی کیا جائے گا ان کے متعلق امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفیؒ المتوفی ۵۸۷ھ کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

قال ابراهیم نخعی علی ان القدر المذکور فی الخبر والاثر کان یحتمل ان یکون معجلافی المهر لااصل المهر علی ماجرت العادة تبعجیل شئی من المهر قبل الدخول ویحتمل ان یکون ذلك کله حال جواز النکاح بغیر مهر علی ماقبل ان النکاح کان جائز بغیر مهر
(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد۳ ص۴۵۷ مطبوعہ دارالحدیث مصر)

امام ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ اخبار وآثار میں جو دس درہم سے کم مہر کا ذکر ہے اس کو مہر معجّل پر معمول کیا جائے گا نہ کہ اس مقدار کو اصل مہر پر محمول کریں گے جو عادتاً مقرر کیا جاتا ہے اور اسے دخول سے قبل دینے جانے والے مال پر محمول کیا جائے گا اور ان روایات سے اس بات کا ابھی احتمال ہے کہ نکاح بغیر مہر کے بھی واقع ہو جاتا ہے۔

اگر ہم ازواج مطہرات، نبی کریم علیہ السلام کی نبات صالحات اور صحابیات مکرمات کا مہر دیکھیں تو باوجود مفلسی کے وہ ایک عمدہ مال کی حیثیت رکھتا تھا جو نہ صرف شریعت کا مقتضی ہے بلکہ عورتوں کے وقار کے اظہار کی علامت بھی ہے۔ امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ چند صحابہ کرام، ازواج ونبات مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء اور صحابیات کا مہر بیان فرماتے ہیں۔

(۱) حضرت خدیجہ الکبریٰ کا مہر ۲۰ اونٹنیاں دیا گیا۔ (مواہب الدنیا جلد ا ص ۵۵۵)

(۲) حضرت ام حبیبہ کا مہر ایک روایت میں چار ہزار درہم دوسری میں چار سو دینار، تیسری روایت میں دوسو دینار دیا گیا اور یہ مہر نجاشی کی طرف سے ادا ہوا۔

(۳) حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا کا مہر پانچ سو درہم ادا کیا گیا۔

(۴) حضرت زینب بن خزیمہ کا مہر بارہ اوقیہ سونا اور تقریباً بیس درہم تھا۔

(۵) حضرت ام سلمہ کا مہر بارہ درہم ہوا اور ایک روایت میں چار سو درہم تھا۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمارا مہر دس اوراق یعنی چار سو درہم مقرر فرماتے۔

(۷) حضرت عدی بن خاتم فرماتے ہیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بنات مطہرات کا مہر چار سو دھم مقرر فرمایا۔

(۸) حضرت امام حسن بن علیؓ نے ایک عورت سے نکاح فرمایا تو اسے ایک سو باندیاں اور ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔

(۹) حضرت مصعب بن زبیر نے حضرت عائشہ بنت طلحہ سے نکاح فرمایا تو انہیں ایک ہزار درہم مہر دیا۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۶ ص ۲۰۲، ۲۰۳، مطبوعہ المکتبۃ التوفیقہ مصر)

مہر کا یہ مختصر جائزہ پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ تاریخ اسلام میں صلحاء امت کی سنت کو دیکھا جائے اور حتی المقدور یہ کوشش کی جائے کہ عورتوں کو ان کے مہر احسن انداز میں دیئے جائیں تاکہ دین اسلام کا وہ وضع شدہ معیار اپنا حسن برقرار رکھ سکے اور اعداء دین کو کسی بھی جہت سے اسلام کے آفاقی نظام پر انگلی اٹھانے کا موقع مل سکے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ قلیل مقدار پر

بھی کوئی معقول رقم رکھی جائے۔

نکاح کیلئے کفو کی تشریعی حیثیت:

امام ابن شاہین نے ان روایات میں عورتوں کو ان کے کفو میں ہی نکاح کروانے کے متعلق روایت پیش فرمائی، اس حدیث مبارکہ میں توجہ طلب امور درج ذیل ہیں۔

(۱) یہ حدیث مبارکہ امام ابن شاہین کے نزدیک سابقہ روایات کی ناسخ ہے۔

(۲) جس کتاب مبارکہ میں یہ روایت ذکر کی گئی وہ دیگر کتب احادیث کی طرح صرف روایات کا مجموعہ نہیں بلکہ اصول حدیث کے ایک خاص فن یعنی ناسخ اور منسوخ روایات پر مشتمل ہے۔

(۳) امام ابن شاہین نہ صرف ایک جلیل القدر محدث ہیں بلکہ اعلیٰ پائے کے مفسر زیرک مورخ، صاحب فہم فقہی، غیر جانبدار ناقد، تصوف سے آشنا صوفی اور مذاہب اربعہ کے عالم ہیں اس بات کا اندازہ ان کی تالیفات وتصنیفات سے لگایا جاسکتا ہے جس کا ذکر کتاب کے ابتداء میں آپ کے تعارف میں کیا گیا لہٰذا آپ کا اس روایت کو اصول روایت اور درایت کی روشنی ناسخ قرار دینا قابل فہم ہے۔

(۴) امام ابن شاہین اگرچہ خود شافعی المسلک ہیں لیکن مہر کے تعین میں کم از کم مقدار کیلئے دس درہم کی روایت نقل کرنا اور اسے ناسخ قرار دینا آپ کی غیر جانبداری کی بین دلیل ہے اور اسی روایت میں نکاح کیلئے کفو کی شرط کا تعین بھی موجود ہے۔

باب کی اس روایت پر اصول حدیث کی روشنی میں بحث کرنے سے قبل کفو کے متعلق چند اصولی ابحاث ملاحظہ فرمائیں۔

کفو کا لغوی معنیٰ

لغت میں کفو کا معنیٰ مماثلت اور مساوات ہے جیسے فلاں کف فلاں، فلاں شخص فلاں کے برابر ہے۔

قرآن سے مثال: ولم يكن له كفو احد (الاخلاص ۴)

ترجمہ: اور نہ اس کا کوئی ایک بھی ہم پلہ اور جوڑ ہو سکتا ہے۔

حدیث مبارکہ سے مثال: المسلمون تتكافا دماء هم (مسند احمد، نسائی، ابوداؤد)

ترجمہ: مسلمانوں کا خون آپس میں برابر ہے۔

کلام عرب سے مثال:

جبریل رسول الله فینا وروح القدس لیس له کفاء
(دیوان حسان بن ثابت قافیہ الف)

اور جبریل اللہ کے قاصد ہمارے درمیان موجود ہیں وہ روح القدس ہیں ان کی کوئی نظیر نہیں۔

کفو کا اصطلاحی مفہوم:

السید علی بن محمد المعروف شریف جرجانیؒ فرماتے ہیں۔

هو کون الزوج نظیر للزوجة
(کتاب التعریفات ص۱۳۰، باب الکاف)

شوہر کا بیوی کی مثل ہونا

فقہاء کی اصطلاح میں کفو کا معنیٰ:

الحماثلة بین الزوجین دفعا للعارفی امور معضومة
(الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۹، ص ۶۷۳۵)

زوجین کے درمیان مخاصمۃ اور وضع عار کے سبب مماثل ہونا

کفو سے مراد شوہر کا حسب ونسب اور معاشرتی مقام ومرتبہ کے اعتبار سے بیوی کے برابر ہونا۔

وہ کونسی چیزیں ہیں جن میں شوہر کیلئے ضروری ہے کہ وہ بیوی کے مماثل ہو، ائمہ اربعہ کے ہاں اس کی تفصیل یہ ہے۔

احناف کے ہاں خصائص کفاءۃ:

احناف کے ہاں مرد کا چھ چیزوں میں عورت کا ہم کفو ہونا ضروری ہے۔

(۱) الدین: اس سے مراد تقویٰ، عفت اور غیر معلن ہونا

(۲) اسلام: لڑکی کے آباء اگر مسلمان ہیں تو لڑکے کے آباء واجداد کا مسلمان ہونا ضروری ہے، حنفیہ اس شرط میں منفرد ہیں اور یہ ان کے ہاں صرف اہل عرب کیلئے ہے نہ کہ عجم کیلئے۔

(۳) الحریۃ: شوہر کا آزاد ہونا ضروری ہے اگر لڑکی بھی آزاد ہے۔

(۴) النسب: شوہر کا بیوی کے ہم نسب ہونا ضروری ہے۔

(۵) المال: دونوں خاندان باعتبار ثروت ہم پلہ ہوں۔

(۶) الحرفۃ: شوہر کا بیوی یا اس کے اہل سے کسب معاش کے معیار میں برابر ہونا۔

شوافع کے ہاں خصائص کفاءۃ:

ائمہ شوافع کے ہاں کفو میں پانچ چیزوں برابر ہونا شرط ہے۔

(۱) الدین: یعنی عفت وتقویٰ

(۲) الحریہ: آزادی

(۳) النسب: قوم میں برابری

(۴) السلامۃ من العیوب: یعنی مرد کو کوئی ایسا غیب نہ ہو جو جسمانی طور پر معیوب لگے مثلاً جنوں کا طاری ہوا، جذام کا مرض لاحق ہونا وغیرہ۔

(۵) الحرفۃ: باعتبار پیشہ برابر ہو

حنابلہ کے ہاں خصائص کفاءۃ:

حنابلہ کے ہاں بھی یہ خصوصیات تعداد میں پانچ ہیں

(۱) الدین: یعنی عفت وتقویٰ

(۲) الحریۃ: آزادی

(۳) السیار: یعنی مال ودولت میں برابری

(۴) النسب: قوم میں برابری

(۵) الصناعۃ: یعنی پیشہ میں مساوی ہونا

امام احمد کی دوسری روایت کے مطابق دو چیزیں کفو ہیں، (۱) الدین، (۲) النسب

مالکیہ کے ہاں خصائص کفاءۃ:

مالکیہ کے ہاں خصائص کفو دو ہیں:

(۱)الدین: تقویٰ وعفت

(۲)الحال: یعنی مرد کا جسمانی عیب سے پاک ہونا

(نیل الاوطار قاضی شوقانی جلد ۶ ص ۱۸۹، اجماع الائمہ الاربعہ واختلافہم جلد ۲، ص ۱۷۱)

(الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۹ ص ۶۷۴۷ مطبوعہ نشر احسان ایران ۲۰۰۶)

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ابوبکر جزائری، جلد ۹ ص ۳۵)

(موسوعہ الفقہیہ الکویتیہ جلد ۱۳ ص ۲۰۲)

ائمہ اربعہ کے ہاں خصائص الکفاءۃ کا خلاصہ:

(۱) ائمہ اربعہ کے ہاں جس خصوصیت پر تمام کا اتفاق ہے وہ الدین یعنی مرد کا تقویٰ وپرہیزگاری میں عورت کے ہم پلہ ہونا ضروری ہے اس میں کوئی ایسا فسق نہ ہو جو اس کی شخصیت کو داغدار کرتا ہو نہ وہ مردود والشہادۃ ہو اور ایسا ہونا اخلاق انسانی میں نقص کے سبب ایک عیب ہے بطور استدلال یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔

افمن کان مومنا کمن کان فاسقاً لایستوون (السجدہ ۱۸) تو کیا جو مومن ہے وہ اس جیسا ہوگا جو فاسق ہے وہ کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔

(۲) جن خصائص پر امام مالک اور امام شافعی کا اتفاق ہے وہ ہے السلامۃ من العیوب اور حرفۃ یعنی پیشہ

(۳) جن خصائص پر امام ابوحنفیہ اور امام احمد بن حنبل کا اتفاق ہے وہ ''المال'' یعنی مال وثروت میں زوجین کا ہمسر ہونا ضروری ہے۔

(۴) جن خصائص پر امام اعظم ابوحنفیہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا اتفاق ہے وہ ہے النسب اور الحرفۃ گویہ نسب اور حرفۃ میں شوہر کیلئے بیوی کا کفو میں ایک ہونا جمہور ائمہ کرام کے ہاں ثابت ہے البتہ مالکیہ کے ہاں نسب حرفت، مال اور پیشے کا اعتبار نہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ ان کے ہاں بھی کفو الدین اور سلامۃ من العیوب میں معتبر ہے۔

(بدائع الصنائع جلد ۳ ص، الدر المختار ورد المختار جلد ۲ ص ۳۳۷، ۳۴۵)

(فتح القدیر جلد ۲ ص ۴۱۹، ۴۲۴، اللباب جلد ۳ ص ۱۳، الشرح الکبیر جلد ۲ ص ۲۴۹)

(المھذب جلد ۲ ص ۳۹، مغنی المحتاج جلد ۲ ص ۱۶۵، ۱۶۷، المغنی جلد ۶ ص ۴۸۲، ۴۸۶)

کفاءۃ کا حقدار کون ہے:

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفائۃ عورت اور اس کے اولیاء کے حق میں معتبر ہے پس اگر کوئی عورت غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہے تو اولیاء کو حق فسخ حاصل ہے اور اسی طرح اگر ولی غیر کفو میں بغیر رضا کے عورت کا نکاح کروا دیتا ہے تو عورت کو بھی حق فسخ حاصل ہے بطور دلیل حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

ان فتاة جائت الی رسول الله ﷺ فقالت ان ابی زوجی ابن رضیه لیرفع بی حسیته قال: فجعل الامر الیها فقالت قداجزت ماصنع ابی ولکن اردت ان اعلم النساء ان لیس الی الآباء من الامر شئی

(بدائع الصنائع، جلد۲، ص ۳۱۸۔ اللباب، جلد۳ ص ۱۲۔ المھذب، جلد۲، ص ۳۸)

(المغنی، جلد۶ ص ۴۸۱۔ مغنی المحتاج، جلد۳، ص ۱۶۴۔ کشف القناع، جلد۵ ص ۶۷)

ایک نوجوان لڑکی آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میرے باپ نے میرا نکاح اپنے بھائی کے بیٹے سے کر دیا ہے تاکہ میرے سبب وہ اس کی رزالت و حساست کو چھپائے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا پس تو اپنے لئے (آزاد ہے) جو فیصلہ کر اس نے عرض کی میں اسے برقرار رکھتی ہوں جو میرے باپ نے کیا لیکن میرا ارادہ اس سے یہ تھا کہ عورتیں یہ بات جان لیں کہ ان کے آباء کا اس پر کتنا اختیار ہے۔

عتبار کفاءۃ کا سبب:

فقہاء اربعہ کے ہاں اعتبار کفاءۃ کا سبب عار ہے، صاحب عزت و عالی خاندان عورت اپنے مرتبے سے کم والے کی مفترش بننے میں اپنی عار سمجھتی ہے۔

اس حیثیت سے کفو کا معتبر ہونا دین میں کوئی خرابی لازم نہیں کرتا کیونکہ اسلام نے ہر وہ دروازہ بند کر دیا جس سے معاشرے کے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کسی قسم کا بگاڑ پیدا ہو، اگر عورت اس بات کو ابتداً ہی پسند نہیں کرتی تو مصلحت اسی میں ہے کہ اس کا نکاح اس کی کفو کے غیر میں ہو چہ جائیکہ یہ فساد دو افراد سے نکل کر دو خاندانوں تک پہنچ جائے اور فتنہ تو اشد من القتل ہے۔

لہٰذا فقہاء، اربعہ اس عار و ناپسندیدگی کے پیش نظر نکاح میں کفائۃ کی شرط لازم کرتے ہیں۔

امام مسعود بن عمر بن عبداللہ المعروف سعد الدین التفتازانی المتوفی ۷۹۳ھ فرماتے ہیں۔

قلنا: اعتبار الكفائة فی النکاح لغرض تحصیل رضاء الاولیاء وعدم لحوق العار نکاح میں کفو کا اعتبار اولیاء کی رضا اور عار سے بچنے کی غرض سے ہے۔

(شرح المقاصد جلد ۳،ص ۵۲۹ اشاعت اسلام مکتب خانہ پشاور)

لزوم نکاح اور صحت نکاح کیلئے کفاءۃ کی شرعی حیثیت پر ائمہ اربعہ کے مذاہب:

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفو لزوم نکاح کیلئے شرط اور اگر کوئی عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کرتی ہے تو احناف کے نزدیک اولیاء کو اس نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہے چاہے یہ حق بعد از زواج ہی استعمال کیا جائے البتہ مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے ہاں بغیر اجازت ولی عقد ہی منعقد نہیں ہوتا اور اگر اولیاء بغیر رضا نکاح غیر کفو میں کروا دیں تو عورت اس نکاح کو فسخ کرنا چاہے تو اسے اختیار حاصل ہوگا۔

(بدائع الصنائع جلد ۲،ص ۳۱۷، فتح القدیر جلد ۲،ص ۴۱۹، المہذب جلد ۲،ص ۳۸)

(مغنی المحتاج جلد ۳،ص ۱۶۴، حاشیہ دسوقی جلد ۲،ص ۲۴۹، المغنی جلد ۶،ص ۴۸۰)

کفاءۃ اگرچہ لزوم نکاح کیلئے ائمہ اربعہ کے ہاں شرط ہے البتہ صحت نکاح کیلئے اس کا شرط ہونا اولیاء کی رضا پر یا عورت کی اپنی رضامندی سے مشروط ہوگا اگر فریقین رضامند ہیں تو صحت نکاح پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

ائمہ احناف کے ہاں کفو شرائط نکاح سے ہے حتیٰ کہ متاخرین احناف کے ہاں بعض حالات میں یہ صحت نکاح کیلئے بھی لازم ہے مثلاً

(۱) اگر عاقلہ بالغہ عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کرے یا غبن فحش ہوا ہو تو اس کا ولی اس نکاح سے راضی نہ ہو تو یہ نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوگا۔

(۲) اگر عورت کا نکاح غیر کفو میں کسی مجنون یا بچے سے کرایا گیا اور یہ نکاح کرانے والے اس کے ولی نہ تھے تو یہ نکاح اصلاً منعقد نہ ہوگا۔

(۳) اگر عورت کا نکاح اس کے اولیاء میں سے ہی کسی نے فاسق یا پھر پاگل نشہ کرنے والے یا حقیر پیشہ وغیرہ سے کروا دیا تو بالاتفاق یہ نکاح منعقد نہ ہوا۔

اسی طرح اگر کسی عورت نے اپنے نکاح کا اختیار ولی یا غیر ولی کو دیا اور اس نے غیر کفو میں اس عورت کا نکاح کروا دیا تو

یہ اس نکاح کی صحت عورت کی رضامندی پر موقوف ہوگی۔

(ردالمختار جلد۲،ص ۴۱۷)

اگر عورت عاقلہ و بالغہ نے اپنا نکاح کفو میں کیا تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور احناف کے نزدیک ولی کو فسخ کا اختیار نہیں لیکن اگر غیر کفو میں ہوا تو وضع العار کے سبب ولی فسخ کا حق رکھتا ہے۔

(بدائع الصنائع جلد۲،ص ۳۱۷ دارالحدیث مصر)

کفو کے معتبر ہونے پر ائمہ کی اصل عبارات

فقہاء شوافع کی عبارات:

فقہاء شوافع سے امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی البصری الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ جنہیں الخطیب البغدادی اور امام باقلانی جیسے عظیم القدر علماء کا شیخ ہونے کا اعزاز حاصل ہے آپ مسئلہ کفو پر شوافع کا مسلک تحریر فرماتے ہیں۔

فالشروط التی تعتبر بها الکفائة بعة وهی الدین من الشروط التی تعتبربها الکفائة الدین و النسب من الشروط التی تعتبر بها الکفائة النسب، و الحریة من الشروط التی تعتبربها الکفاة الحریة و المکسب من الشروط التی تعتبر بها الکفائة المکسب و المال من الشروط التی تعتبر بها الکفائة المال و البشر و السلامة من العیوب من الشروط التی تعبر بها الکفائة السلامة سن العیوب

کفو میں سات چیزیں معتبر ہیں ''الدین'' کفو کی شرائط میں سے ایک شرط دین ہے۔ ''النسب'' کفو کی شرائط میں سے ایک شرط نسب ہے۔ ''الحریۃ'' شرائط کفو میں ایک شرط مرد کا آزاد ہونا ہے۔ ''المکسب'' شرائط کفاءۃ میں پیشے کا برابر ہونا ہے۔ ''المال'' کفو کی شرائط میں سے ایک شرط مالدار ہونا، بشر ہونا ہے۔ ''السلامۃ من العیوب'' شرائط کفو میں سے ایک شرط زوج کا (جسمانی) عیب سے پاک ہونا ہے۔

الحاوی فی فقہ الشافعی، دارالکتب العلمیۃ، ص ۱۹۹۴، جلد ۹، ص ۱۰۴)

دوسری عبارت امام الائمہ ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازیؒ المتوفی ۴۷۶ھ کی ہے آپ فرماتے ہیں:

والكفائة فى الدين والنسب والحرية والصنعة...... واما النسب فهو معتبر فالا عجمى ليس بكف للعربية
(المهذب فی فقہ الشافعی جلد۲،ص۳۹)

کفو میں دیندار، نسب، آزاد ہونا، پیشے کا برابر ہونا معتبر ہے اور کفو میں نسب کا اعتبار ہے پس عجمی کسی عربی کا کفو نہیں ہو سکتا۔

تیسری عبارت عالم اسلام میں سنن ابوداؤد کے اوّلین شارع امام ابوسلیمان بن محمد الخطابی الشافعیؒ المتوفیٰ ۳۸۸ھ کی ہے جن کی معالم السنن کے متعلق امام شمس الدین ذہبیؒ نقل کرتے ہیں کہ

لو ان رجلا لم يكن عنده من العلم الا المصحف الذى فيه كتاب الله، ثم هذا الكتاب لم يتحج معهما الى شئى من العلم بتة
(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۷،ص۲۶ موسۃ الرسالۃ بیروت)

اگر کسی شخص کے پاس ایک ایسا مصحف ہو جس میں قرآن ہو اور پھر یہ کتاب ساتھ ہو تو اسے علم کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

امام خطابیؒ کی عبارت یہ ہے۔

والكفائة معتبرة فى قول اكثر العلماء باربعة اشياء بالدين، والحرية والنسب والصناعة ومنهم من اعتبر فيها السلامة من العيوب واليسار فيكون جماعهاست خصال
(معالم السنن جلد۳،ص۱۷۷، دار الکتب العلمیہ ص ۲۰۰۹)

جمہور ائمہ وفقہاء کے ہاں نکاح میں کفو کا اعتبار چار چیزوں میں ہے، تقویٰ و دینداری میں آزاد ہونے میں، نسب میں، پیشے میں اور ان علماء میں سے بعض کے ہاں زوج کا ظاہری عیب سے پاک ہونا، مال و دولت میں برابر ہونا پس ان سب کو جمع کیا جائے تو یہ چھ خصائص ہیں۔

امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی المتوفی ۶۷۶ھ نے المجموع المہذب میں اس روایت کو پیش فرما کر نکاح میں اعتبار نسب پر دلائل پیش فرمائے ہیں۔
(المجموع شرح المہذب جلد ۱۶،ص۱۸۴)

فقہاء حنابلہ کی عبارات:

فقہاء حنابلہ میں سے امام الائمہ ابوالمظفر یحییٰ بن محمد ہبیرۃ البغدادی الحنبلی رحمہ اللہ المتوفی ۵۶۰ھ کی ہے جن کے تلامذہ میں حافظ ابوالفرج ابن جوزیؒ اور امام احمد بن جعفر القطیعیؒ جیسے جلیل القدر مفسر ومحدث شامل ہیں۔

وقال احمد فی الروایة المشهورة عنه هی خمسة، النسب، والدین، والحریة، الصناعة، والمال، وعن احمد روایة اخریٰ هی الدین والنسب فقط

(اجماع الائمۃ الاربعۃ واختلافہم جلد۲،ص۱۷۲،دارالخلاء مصر ۲۰۱۰)

امام احمد بن حنبلؒ کے مشہور قول کے مطابق خصائص کفو پانچ ہیں۔نسب، دینداری، کسب معاش میں برابری، مالداری میں برابری اور امام احمد کے دوسرے قول کے مطابق کفو صرف دین اور نسب میں معتبر ہے۔

امام ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامۃ المقدسیؒ المتوفی ۶۸۲ھ رحمہ اللہ شروط کفائۃ بیان فرماتے ہیں۔

الکف: الدین و المنصب یعنی بالمنصب الحسب وهو النسب واختلف الروایة من احمد فی شروط الکفائة فعنه هما شرطان الدین والمنصب وعنه انها خمسة هذان والحریة والصناعة والسیار

(المغنی جلد۷،ص۳۷۴،دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

کفو دین اور منصب یعنی حسب ونسب میں معتبر ہے، امام احمد سے اس باب میں مختلف روایات ہیں ایک روایت کے مطابق دوشرائط یعنی دین اور منصب ہے اور دوسری روایت میں پانچ شرائط ہیں مذکورہ دوشرائط آزادی پیشے میں کفو اور مال میں برابر ہونا۔

متاخرین حنابلہ سے مصطفیٰ السیوطی الرحیانی المتوفی ۱۲۴۳ھ نے مطالب اولی النھی فی شرح غایۃ المنتہیٰ جلد ۵ ص ۸۵ اور ابن ضویان، ابراہیم بن محمد بن سالم المتوفی ۱۳۵۳ھ نے منارالسبیل فی شرح الدلیل میں نکاح میں کفو کے معتبر ہونے پر دلائل پیش فرمائے۔طوالت کے خوف سے حنابلہ کی دیگر بہت سی عبارات پیش نہیں کی جارہیں اہلِ تحقیق مصادر سے رجوع کر سکتے ہیں۔

فقہاء احناف کی عبارات:

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ المتوفی ۱۸۹ھ کی روایت جو ظاہر الروایۃ کی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

وقال ابو یوسف و محمد دلت المسلة علی ان عندهما الکفائة معتبرة فی النسآء والرجال وذکر محمد فی کتاب الوکالة ان اعتبار الکفائة فی النساء استحسان

(جامع الصغیر شرح نافع الکبیر،ص۱۷۵،عالم الکتب بیروت ۱۴۰۶ھ)

ابو یوسف اور محمد نے فرمایا کہ مسئلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں کے نزدیک نکاح میں مرد وعورت دونوں کے حق میں کفو معتبر ہے اور امام محمد نے کتاب الوکالہ میں ذکر فرمایا کہ عورت کے حق میں کفو کا اعتبار استحسانا ہے۔

الامام الفقیہ، المحدث ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا المصری الحنفی المتوفی ۸۷۹ھ مختصر القدوری کی عبادت پر

فرماتے ہیں:

والکفائة تعتبر فی النسب والدین، الاصح عند ابی حنیفه تعتبر فی التقویٰ والحسب

(التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری ص ۳۲۴ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ھ)

نسب اور دین کفو میں معتبر ہیں، اصح قول کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں تقویٰ اور نسب میں کفو معتبر ہے۔

مختصر قدوری کی دوسری شرح اللباب فی شرح الکتاب کے مولف الشیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی الحنفی المتوفی ۱۲۸۹ھ فرماتے ہیں۔

والکفاء ة فی النکاح معتبرة من جانب الرجل لان الشریفة تابی ان تکون مستفرشة للخسیس، فلابدمن اعتبارها

(اللباب فی شرح الکتاب جلد۲، ص۱۴۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نکاح میں کفو معتبر ہے مرد کی جانب سے کیونکہ اعلیٰ نسب عورت کسی خسیس شخص کیلئے مفترش بننے میں عیب سمجھتی ہے۔ پس اس کا اعتبار ضروری ہے۔

احناف کی طرف سے یہ حوالہ اس کتاب کا پیش کیا جارہا ہے جس کے متعلق مولانا عبدالاول جونپوری فرماتے ہیں کنز الدقائق فقہ میں متن متین معین فقہائے مقلدین ومفید مفتیین وموید مدرسین نتیجہ اقوال مجتہدین نافع طلاب، واضح شک و ارتیاب آئین انصاف قانون احناف عمدۃ مصنفات زبدۃ مولفات قابل درس وتدریس ہے۔

تالیف امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمد نسفیؒ المتوفی ۷۱۰ھ ہے آپ فرماتے ہیں۔

والکفائة تعتبر نسب فقریش اکفاء والعرب اکفاء وحریة واسلاماً وابوان فیها کالا باء ودیانة ومالا وحرفة

(کنز الدقائق، کتاب النکاح فصل فی الکفائۃ)

اور نکاح میں کفو معتبر ہے پس قریش کفو ہیں اور عرب (الگ) کفو ہیں اور آزاد ہونا، دینداری اور ماں باپ کا مسلمان ہونا، ان کی دیانت مال اور پیشے میں کفو ہونا (ضروری ہے)

فقہ حنفی کی معرکۃ الآراء کتاب جسے امام برہان الدین علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانیؒ المتوفی ۵۹۳ھ نے تالیف فرمایا آپ لکھتے ہیں۔

الکفائة فی النکاح معتبرة واذا زوجت المراة نفسهامن غیر کفاء فلاولیاء ان یفرقوا بینهما ثم الکفاء ة تعتبر فی النسب، واما الموالی فمن کا ن له ابوان فی الاسلام، وتعتبر ایضا فی الدین وفی المال

(الصنائع) (بدایۃ المبتدی کتاب النکاح فصل فی الکفائۃ)

نکاح میں کفو معتبر ہے اور جب کوئی عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کر لیتی ہے تو اس کے اولیاء کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کر دیں، پھر کفو معتبر ہے نسب میں اور آباء کے مسلمان ہونے میں، دین میں، مال میں اور پیشے میں۔

امام عبید اللہ بن مسعود، صدر الشریعہ حنفیؒ المتوفی ۷۴۷ھ وقایہ الروایہ المعروف شرح وقایۃ میں بیان فرماتے ہیں۔

الحسن عن ابی حنیفہ عدم جوازہ ای عدم جواز النکاح من غیر کفو وعلیہ فتوی قاضیخان

حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے اس کے عدم جواز کا قول روایت فرمایا کہ عدم کفو میں نکاح جائز نہیں اور اسی پر قاضی خان کا فتویٰ بھی ہے۔

(شرح وقایۃ کتاب النکاح باب الولی والکفو)

امام علاء الدین محمد بن احمد سمرقندیؒ المتوفی ۵۴۰ھ کی تحفۃ الفقہاء جس کی شرح بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کے نام سے معروف ومتداول ہے امام علاء الدین سمرقندی کی اس کتاب پر مضبوط شرح امام کاسانیؒ نے لکھا، تحفۃ الفقہاء کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

واما بیان ماتعتبر فیہ الکفائۃ فی تعتبر فیہ الکفائۃ اشیاء منہا النسب ومنہا الحریۃ ومنہا المال ومنہا الدین واما الحرفۃ

کفو میں معتبر چیزوں کے بیان میں، اس میں جو چیزیں معتبر ہیں ان میں سے نسب، آزادی، مال، دین اور پیشے کا ہم کفو ہونا ہے۔

(تحفۃ الفقہاء، کتاب النکاح، فصل فیما تعتبر فیہ الکفائۃ)

تحفۃ الفقہاء کی اس عبارت پر امام کاسانیؒ المتوفی ۵۸۷ھ نے نہایت عمدہ شرح تحریر فرمائی خصوصاً نسب کے متعلق روایات اور ان سے استدلال یقیناً مفید مطالعہ ہے۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ۳، ص ۵۶۰ دار الحدیث مصر ۲۰۰۵)

امام محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی المتوفی ۴۹۰ھ فرماتے ہیں۔

اعلم ان الکفائۃ فی النکاح معتبرۃ من حیث النسب الاعلی قول سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ

جان لو کہ نکاح میں کفو معتبر ہے، نسب کے اعتبار سے سوائے سفیان ثوری کے قول کے۔

(المبسوط جلد ۵، ص ۳۹، دار الفکر بیروت ۲۰۰۰)

علامہ محمد علاء الدین حصکفیؒ المتوفی ۱۰۸۸ھ تنویر الابصار و جامع البحار کی شرح میں لکھتے ہیں۔

الکفائۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ من جانبہ

ابتداء نکاح میں لزوم نکاح کیلئے کفو معتبر ہے یا اس کی صحت کیلئے مرد کی جانب سے ہم کفو ہونا ضروری ہے۔

(الدر المختار جلد ۳، ص ۸۴، دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ)

امام محمود بن احمد بن الصدر الشہید البخاری برہان الدین مازہؒ المتوفی ۵۳۶ھ فرماتے ہیں:

الكفائة معتبرة فى باب النكاح والاصل فيه قوله عليه السلام فيها رواه جابر نه "لاتنكح النساء الا من الاكفاء" وقال عليه السلام "الا لايزوج النساء الا الاولياء ولايزوجن الامن الاكفاء"

نکاح کے باب میں کفو معتبر ہے، نبی کریم ﷺ کا قول مبارک اس کی اصل ہے کہ عورتوں کا نکاح ان کے کفو میں کرو اور آپ علیہ السلام کا قول مبارک کہ خبردار عورتوں کا نکاح ان کے اولیاء ہی کروائیں اور ان کا نکاح ان کے کفو میں کیا جائے۔

(المحیط البرہانی جلد۳ ص۹۲، دار الحیاء التراث العربی)

معاصرین علماء میں سے چند نے ان تمام فقہاء احناف کے مقابل امام ابوالحسن کرخیؒ اور امام ابوبکر جصاصؒ کی رائے قبول کی، اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر ایک طرف امام قدوریؒ امام مرغینانیؒ اور امام ابن ہمامؒ جیسے فقہاء کا قول ہو اور اس کے مقابل امام کرخیؒ و امام جصاص رحمہ اللہ کی آراء ہوں تو ترجیح کسے اور کیوں حاصل ہوگی۔

اگر احناف کے فقہاء کے مابین طبقاتی تقسیم کو دیکھا جائے تو ان کے نزدیک ان فقہاء کی دو اقسام ہیں:

(۱) اصحاب تخریج

(۲) اصحاب ترجیح

اصحاب تخریج سے مراد ایسے فقہاء جو ایسے حکم کی جو متحمل دو امروں کے ہوں جو صاحب مذہب یا ان کے اصحاب سے منقول ہوں اپنی رائے سے اصول پر نظر کر کے اور اس کی فروعی نظیروں میں قیاس کر کے قیاس کر سکتے ہوں۔

اور اصحاب ترجیح سے مراد ایسے فقہاء جو بعض روایات کو بعض پر ترجیح دے سکتے ہیں اور ایک دوسرے پر افضلیت بتلا سکتے ہیں اور ہذا اولیٰ اور ہذا اصح روایۃ، ہذا اوضح درایۃ اور ہذا اوفق بالقیاس یا ہذا ارفق بالناس کہنے کا مادہ رکھتے ہیں۔

(فقہ اسلامی مولانا عبدالاول جونپوری ص۲۷، ۳۷ فرید بک سٹال ۲۰۰۰)

جب یہ امر طے ہو گیا کہ اصحاب ترجیح روایات واقوال متقدمین کے درمیان اصح روایہ اور واضح درایہ کہنے کا ملکہ اور استعداد رکھتے ہیں تو اب ان اصحاب تخریج و اصحاب ترجیح کو ملاحظہ فرمالیں اور پھر اہل تدبر خود یہ فیصلہ فرمالیں کہ کفو غیر معتبر ہونے کا موقف کتنا جاندار ہے۔

اصحاب تخریج:

امام کرخیؒ، امام ابوبکر جصاص رازیؒ، امام عبداللہ فقیہہ جرجانیؒ، ابوبکر رازیؒ، ابوالحسین احمد قدوریؒ

اصحاب ترجیح:

قاضی خانؒ اور جندیؒ، ابیجانیؒ، علی رازیؒ، امام قدوریؒ، امام مرغینانیؒ، امام ابن ہمامؒ، ابن کمال پاشاؒ، مفتی ابوالسعود عمادیؒ، امام ابوالحسن قدوریؒ اصحاب تخریج وترجیح دونوں میں شامل ہیں ان لوگوں میں سے قاضی خان اور ابن ہمام کا بڑا درجہ ہے کہ اصحاب ترجیح میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے اور مجتہدین فی المسائل میں بھی ان کا نام لیا جاتا ہے، قاسم بن قطلو بغا نے قاضی خان کی تصحیح دوسروں کی تصحیح پر مقدم قرار دیا ہے کیونکہ وہ فقیہہ النفس ہیں۔

(فقہ اسلامی ص ۷۹، فرید بک سٹال لاہور)

اصحاب ترجیح اور مجتہدین فی المسائل کے فتاوی اہلسنت احناف کے ہاں حجت ہیں ترجیح ان ہی کو حاصل ہوگی، عدم اعتبار کفاءۃ کا موقف اصول فتاوی کے مطابق نہ صرف کمزور ہے بلکہ جمہور احناف کے فتاوی وقضایا کے خلاف ہے۔

کفو کے معتبر ہونے پر اصحاب الترجیح کا فتویٰ

اس بات کی وضاحت کے بعد کے اصحاب تخریج اور اصحاب ترجیح سے مراد کیا ہے اور اس سے مراد کون لوگ ہیں، ذیل میں اعتبار کفو پر اصحاب ترجیح میں سے قاضی خان اوز جندی، امام قدوری اور محق علی الاطلاق امام کمال الدین ابن ہمام رحمھم اللہ کی آراء وفتاویٰ ملاحظہ فرمائیں تا کہ کفو کے عدم اعتبار کا قول کی حقیقت واضح ہو جائے۔

پہلی عبارت امام حسن بن منصور المعروف قاضی خان اوزجندی المتوفی ۵۹۲ھ کی ہے۔

الكفائة معتبرة فى النكاح خلاف لمالك وسفيان وجماعة من الصحابة رضوان الله اجمعين وعن الكرخى انه احد بقولهم ثم الكفائة متعلق بخمسة منهالا خلاف فيها بينا وهى النسب

نکاح میں کفو معتبر ہے، امام مالک اور سفیان اور صحابہ کی ایک جماعت کے خلاف اور احناف میں امام کرخی سے بھی یہی قول مروی ہے، ہمارے نزدیک اس میں اختلاف نہیں اور کفو پانچ چیزوں میں معتبر ہے (ان میں) نسب ہے۔

(فتاوی قاضی خان جلد ۱ ص ۱۶۳ المکتبۃ الحبیبۃ کوئٹہ پاکستان)

دوسری عبارت امام ابوالحسین احمد بن محمد بن جعفر القدوریؒ المتوفی ۴۲۸ھ کی ہے۔

الكفائة فى النكاح معتبرة فاذا تزوجت المراة غير كفو فللا اولياء ان يفرقوا بينهما والكفائة تعتبر فى النسب والدين والمال وهو ان يكون مالكا للمهر والنفقة وتعتبر فى الصنائع

(مختصر القدوری، کتاب النکاح)

اور نکاح میں کفو معتبر ہے پس جب عورت غیر کفو میں نکاح کرتی ہے تو اولیاء کو اعتراض کا حق باقی ہے کہ وہ دونوں میں تفریق کروا دیں اور کفو، نسب، دین، مال وغیرہ اور پیشہ میں معتبر ہے۔

تیسری عبادت، امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید سیواسی ابن ہمام المتوفی ۸۶۱ھ کی ہے آپ فرماتے ہیں:

الكفائة فى النكاح معتبرة قال ﷺ الا لا يزوج النساء الا الاولياء ولا يزوجن الامن الكفاء...... واذا زوجت المراة نفسهامن غير كف فللاولياء ان يفرقوا بينهما

(فتح القدیر جلد ۷، ص ۴۶، ۴۷، کتاب النکاح باب فی الکفائۃ)

نکاح میں کفائۃ معتبر ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ رہو، عورتوں کو ان کے اولیاء ہی نکاح کرائیں اور ان کا نکاح ان کے کفو کے غیر میں نہ کراؤ۔ اگر کوئی عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کرتی ہے تو اولیاء کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دونوں کے درمیان تفریق کریں۔

نکاح میں اعتبار الکفائۃ پر ائمہ و مجتہدین احناف میں سے اصحاب الترجیح کے فتاوی اور اقوال پیش کر لینے کے بعد یہ متحقق ہو گیا ہے کہ احناف کی جمیع کتب بشمول ظاہر الروایۃ کے نکاح میں کفو کو معتبر قرار دیتی ہیں اور شرائط نکاح میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کو فسخ کا حق بھی دینے کا قول موجود ہے البتہ اگر ولی کی رضا شامل ہے تو ایک قول کے مطابق یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

احناف کے قولِ مختار کے مطابق غیر کفو میں کیا گیا نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوتا:

جب کہ احناف کے دوسرے قول کے مطابق غیر کفو میں کیا ہوا نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوگا، یہ روایت امام حسن بن زیاد لولوی کے واسطے سے امام ابوحنیفہ سے مروی ہے۔

آپ امام اعظم کے اجلا تلامذہ میں سے تھے محبّ سنت، حافظ الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے اور آپ کی جلالت علمی اور احیاء سنت کیلئے جدوجہد اس قدر تھی کہ آپ کو دوسری صدی ہجری کا مجدد کہا جاتا ہے۔

(فقہ اسلامی عبدالاول جونپوری ص ۳۲، فرید بک سٹال لاہور)

یہی وجہ ہے کہ تمام اکابر متقدمین ومتاخرین احناف نے اس قول کو نہ صرف قبول کیا، اسے صحیح قرار دیا بلکہ ان کا فتوی بھی آپ کی روایت پر ہے۔

ذیل میں ان ائمہ احناف کے اسماء واصل عبارات پیش کی جارہی ہیں تاکہ اس اعتراض کی حیثیت واضح ہو جائے جو کہ امام حسن بن زیاد کی روایت پر وارد ہوتا ہے کہ آپ کی روایت درجہ اعتبار کی نہیں۔

۱۔ امام الائمہ شمس الدین ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخی الحنفی المتوفی ۴۹۰ھ فرماتے ہیں:

روایۃ الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ قال اذا زوجت نفسھا من غیر کف لم یجز النکاح اصلا وھو اقرب الی الاحتیاط

حضرت حسن کی روایت ہے آپ نے فرمایا جب کوئی عورت اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو یہ نکاح اصلاً جائز ہی نہیں اور یہی قول احتیاط کے قریب تر ہے۔

(المبسوط جلد ۵ ص ۲۱، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۔ دوسری عبارت محقق علی الاطلاق، صاحب الترجیح، مجتہدِ امت، امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید سیواسی المعروف ابن ہمام حنفی المتوفی ۸۶۱ھ کی ہے یہ بات یاد رہے کہ ابن ہمام اصحاب الترجیح میں سے ہیں یعنی احناف کی متعارض روایات میں کسی روایت وقول کو دوسری روایت وقول یا فتویٰ پر جلالتِ علمی کے سبب ترجیح کا اختیار وحق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

فی باب الاولیاء والکفاءۃ من اشتراط کون الزوج کفو علی روایۃ الحسن عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ اذا کانت زوجت نفسھا منہ وھو قول ابی یوسف وھو المختار للفتوی فی زماننا

نکاح میں اولیاء اور کفو کے متعلق شرائط میں سے ہے کہ شوہر بیوی کا کفو ہو، روایت حسن کے مطابق جو امام ابوحنیفہ سے مروی ہے اگر وہ اپنا نکاح خود کرتی ہے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہے اور یہی قول ہمارے زمانے میں فتویٰ کیلئے مختار ہے۔

(فتح القدیر جلد ۸ ص ۴۴۷، دار الفکر بیروت)

۳۔ تیسری عبارت امام الفقہ النحوی الفرضی ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی بن محجن، زیلعی الحنفیؒ المتوفی ۷۴۳ھ کی ہے شرح کنز میں آپ فرماتے ہیں:

وھو روایۃ الحسن عن ابی حنیفہ وابو یوسف مع ابی حنیفہ فی اکثر روایات وذکرہ الکرخی مع محمد والاول اصح

حسن کی روایت امام ابوحنیفہ سے اور امام ابو یوسف اکثر روایات میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہیں اور امام کرخی نے امام محمد کے ساتھ ذکر فرمایا البتہ قول اول اصح ہے۔

(تبیین الحقائق جلد۲،ص۲۶،ادار الکتاب الاسلامی،مصر۱۳۱۳ھ)

۴۔ چوتھی عبارت امام زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم الحنفیؒ المتوفی ۹۶۹ھ کی ہے آپ صاحب کنز کی عبارت "من نکحت غیر کف فرق الولی" کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وان المفتی بہ روایت الحسن عن الامام من عدم الانعقاد اصلا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد

(البحر الرائق جلد۳،ص۱۳۸دار المعرفۃ بیروت)

اور بے شک مفتی بہ قول امام حسن کا ہے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ سے نقل فرمایا کہ غیر کفو میں نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا اگر ولی راضی نہیں نکاح سے پہلے۔

۵۔ پانچویں عبادت امام شامی ابن عابدین رحمہ اللہ کی ہے۔

وھذا بناء علی ظاھر الروایت من العقد صحیح، الولی الاعتراض، اما علی روایت الحسن المختارۃ للفتوی من انہ لایصح

(ردالمختار جلد۹،ص۴۳۷)

اور اس کی بنیاد ظاہر الروایت پر ہے عقد صحیح ہونے کے اعتبار سے اور ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے اور امام حسن کی روایت جو مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں۔

۶۔ اسی طرح عقد الکفاء کی شرح میں لکھتے ہیں:

ای اذا انکحت غیر الکف فلا ولیاء حق الفسخ وھذا علی ظاھر الروایت اما علی روایت الحسن فالعقد فاسد وتقدم انھا المفتی بھا

(حاشیہ ردالمختار علی الدر المختار جلد۳،ص۲۷دار الفکر بیروت۱۴۲۱ھ)

اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اولیاء کو فسخ کا اختیار ہے یہ ظاہر الروایت میں ہے اور امام حسن کی روایت میں نکاح ہی فاسد ہو جاتا ہے اور پہلے یہ بات گزر چکی کہ فتویٰ اسی پر ہے۔

۷۔ ساتویں عبارت احناف کے نہایت جلیل القدر مفسر، محدث، شارح الحدیث، الفقیہ، اصولی، مورخ اور فلسفی، امام المفتی، ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا بن عبداللہ السودونی الجمالی الحنفی المصریؒ المتوفی ۸۷۹ھ کی ہے، آپ متن قدوری پر حاشیہ تحریر فرماتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔

وروی الحسن عن ابی حنیفه ان عقدت مع کفو جاز ومع غیره لایصح، واختار هذا السرخی وغیره قال القاضی والمختار فی زماننا للفتوی روایت الحسن قال شمس الائمة هو اقرب الی الاحتیاط
(التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری ص ۳۲۱ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام حسن کے واسطہ سے امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اگر عورت کفو میں نکاح (ولی کی اجازت کے بغیر کرے) تو جائز ہے اور غیر کفو میں جائز نہیں، اسی قول کو امام سرخسیؒ وغیرہ نے اختیار کیا، قاضی خان نے فرمایا کہ ہمارے زمانے میں فتویٰ امام حسن کی روایت پر ہے اور شمس الائمہ کے نزدیک یہ قول احتیاط کے قریب تر ہے۔

۸۔ آٹھویں عبارت، صاحب وقایہ، امام برہان الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ حنفی المتوفیؒ کی ہے اور اس پر شرح امام صدر الشریعہ ثانی عبید اللہ بن مسعود حنفی اصولی المتوفی ۷۴۸ھ کی ہے۔

وروی الحسن عن ابی حنیفه عدم جوازه ای عدم جواز النکاح من غیر کفو وعلیه فتوی فاضیخان
(شرح وقایہ جلد دوئم کتاب النکاح، باب الولی والکفو)

اور امام حسن بن زیاد امام ابوحنیفہ سے اس نکاح کے عدم جواز کا قول روایت کرتے ہیں یعنی غیر کفو میں کئے جانے والے نکاح کے عدم جواز کا قول کرتے ہیں اور اسی پر قاضی خان کا فتویٰ ہے۔

۹۔ نویں عبارت امام الشیخ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی المتوفی ۹۵۶ھ کی ہے

روی الحسن عن الامام عدم جوازه وعلیه فتوی فاضیخان
(ملتقی الابحر کتاب النکاح، باب الاولیاء والکفاء)

امام حسن بن زیاد لولوی امام ابوحنیفہ سے اس کے عدم جواز کا قول نقل فرماتے ہیں اور اسی پر قاضی خان کا فتویٰ ہے۔

۱۰۔ دسویں عبارت شیخ الاسلام ومفتی الدیار المصریہ محمد العباس بن محمد امین بن محمد المہدی الحنفی المصری رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۱۵ھ کی ہے۔ آپ رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ اگر کوئی صاحب حسب ونسب عورت اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو آیا وہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

روی الحسن عن الامام الاعظم عدم انعقاده اصلا وهو المختار وعلیه الفتوی لفساد الزمان
(الفتاوی المھدیۃ فی الوقائع المصریۃ)
(جلد ۱ ص ۱۱۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)
(تلک عشرۃ کاملۃ)

امام حسن کے واسطہ سے امام اعظم سے مروی ہے کہ یہ نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوگا یہی قول مختار ہے اور فساد زمانہ کے سبب اسی پر فتویٰ ہے۔

متقدمین ومتاخرین احناف ہر دور میں فساد زمانہ کے سبب اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیتے رہے اور فی زمانہ جب فساد قرون اولیٰ کے مقابل کس قدر بڑھ چکا ہے یقیناً عائلی زندگی کو مضبوط کرنے اور خاندانی نظام کی استقامت میں اس کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

ائمہ اربعہ کے ہاں نکاح میں کفو کا اعتبار شرائط نکاح سے ہے، فقہاء کرام کی عبارات اور فتاویٰ تفصیلاً پیش کرنے کے بعد وہ روایات پیش کی جا رہی ہیں جنہیں فقہاء نے بطور استدلال پیش کیا اس باب میں تقریباً سات صحابہ سے روایات مروی ہیں ابن شاہین رحمہ اللہ کی پیش کردہ روایت میں مبشر بن عبید پر محدثین نے جرح کی ہے البتہ اس روایت کے تابع اور شاہد کے طور پر درجہ ذیل صحابہ کرام کی روایات ان کے مصادر ومراجع کے ساتھ پیش کی جا رہی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت مبارکہ:

عن عائشةؓ قالت، قال رسول الله ﷺ تخير والنطفكم وانكحوا الاكفاء وانكحوا اليهم

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے نطفوں کیلئے (رحم) اختیار کرو اور اپنے کفو میں نکاح کرو اور ان کے (بیٹیوں کے) نکاح کرو۔

یہ روایت درجہ ذیل محدثین نے مختلف اسناد سے نقل فرمائی۔

(۱) امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ — السنن الکبری، کتاب النکاح، باب اعتبار الکفاءۃ رقم ۱۴۳۰

(۲) امام محمد بن یزید ابن ماجہؒ، — السنن، کتاب النکاح رقم ۱۹۶۸ شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا، دیکھئے سنن ابن ماجہ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

(۳) امام علی بن عمر ابوالحسن دارقطنی البغدادیؒ، — السنن، باب المہر رقم ۱۹۷

(۴) امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوریؒ نے دوسندوں سے یہ روایت نقل فرمائی۔ پہلی سند کے راوی حارث بن عمران پر تو امام ذہبیؒ نے کلام کیا لیکن دوسری سند میں یہ راوی نہیں اور وہ سند امام ذہبیؒ کے ہاں درست ہے، دیکھئے المستدرک جلد ۲، کتاب النکاح، رقم ۲۷۳۵، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۷ھ امام حاکمؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں هذا حديث صحيح الاسناد ولم ينجر جاه

(۵) امام ابونعیم الاصفہانیؒ، — اخبار اصبہان جلد ۲ ص ۴۰۱

(٦) امام ابونعیم الاصفہانیؒ، معرفۃ الاصحابۃ جلد۲۲ص۲۷۳

روایت مولا کائنات مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم:

ان علیؓ قال یابنی لا تخرجن بناتکم الا الی الا کفاء ة قالوا یا ابانا ومن الاکفاء قال ولد الزبیر بن العوام
(المعجم الکبیر جلد ۱، ص۱۰۷، رقم ۲۳۵)

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا اے بیٹے اپنی بیٹیوں کو اپنے کفو کے علاوہ بیاہ کر نہ دو آپ سے عرض کی گئی اے ہمارے والد کفو کونسا ہے آپ نے فرمایا زبیر بن العوام کا بیٹا۔

روایت امیر المومنین عمر فاروقؓ

قال عمر لا منعن لذوات الاحساب فزوجهن الا من الکفاء

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں عالی نسب والوں کو ان کے کفو کے علاوہ زواج سے منع کرتا ہوں۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکمت وبصیرت سے کون لاعلم ہے؟ عائلی زندگی کے استحکام کے لیے آپ کا یہ قول یقیناً تعلیماتِ مصطفوی ﷺ کا آئینہ دار ہے۔

یہ روایت درجہ ذیل محدثین نے مختلف اسناد سے نقل فرمائی۔

(۱) امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقیؒ، السنن الکبری، کتاب النکاح، باب اعتبار الکفائۃ رقم ۱۴۱۳۵

(۲) امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانیؒ، المصنف، کتاب النکاح، باب الاکفاء رقم ۱۰۳۲۲

(۳) امام علی بن عمر دارقطنیؒ، السنن باب المہر، رقم ۱۹۵

(۴) امام ابن ابی شیبہؒ، المصنف، کتاب النکاح رقم ۱۷۹۹۸

اگر بوقت نکاح حسب ونسب کی وقعت نہ ہوتی تو آقا علیہ السلام کبھی اس کا ذکر نہ فرماتے، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں نکاح کے وقت دیانتداری وتقویٰ کو برتری دینے کا ذکر تو ہے ہی حسب ونسب کے اعتبار کا بھی بیان ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

عن ابی هريرةؓ قال رسول الله ﷺ تنكح المرة لاربع، لمالها ولحسبها وجمالها ولد ينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك

(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت سے چار وجوہ سے نکاح کرو۔ اس کی مالداری، اس کے حسب ونسب، اس کی خوبصورتی اور اس کی دین داری سے، پس دینداری کو مقدم رکھو اور اس کی طرف ہاتھ بڑھاؤ۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دوسری روایت:

عن علی بن ابی طالبؓ ان رسول الله ﷺ قال۔ ثلاث يـاعلى لاتؤخرهن، الصلاة اذا أتت والجنازة اذا حضرت والأيم اذا وجدت كفواً

(المستدرک علی صحیحین جلد۲،ص۵۱۰،رقم ۲۷۳۳ دار المعرفۃ بیروت)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، نماز جب اس کا وقت داخل ہو جائے، جنازہ جب حاضر کر دیا جائے اور غیر شادی شدہ عورت (کے نکاح) کیلئے جب اس کا کفول جائے۔

امام حاکم نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا هذا حديث غريب صحيح ولم ينجر جاه اور امام ذہبی نے اس کی سند پر سکوت اختیار فرمایا جس کا مطلب ہے کہ یہ روایت سند صحیح ہے۔

حضرت بریدہؓ کی روایت:

حضرت بریدہؓ آزاد کردہ لونڈی تھیں آپ کا نکاح آپ کی اجازت کے بغیر ایک غلام سے کر دیا گیا تو آپ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں آ کر جب یہ بات عرض کی تو

عن عائشه سلام الله عليها قالت كان زوج بريدة عبدا فخيرها رسول الله ﷺ فاختارت نفسها ولو كان حرا لم يخيرها

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی المرأۃ تعتق ولہا زوج، جلد۳،ص ۴۵۶ دار احیاء والتراث)

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ حضرت بریدہؓ کا شوہر غلام تھا تو آپ ﷺ نے اسے اختیار دیا کہ نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کرے، پس انہوں نے اس اختیار استعمال کرتے ہوئے علیحدگی اختیار فرمائی اور اگر وہ آزاد ہوتیں تو انہیں یہ اختیار نہ ہوتا۔

شیخ البانی نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی روایت:

عن اسماء بنت ابی بکرؓ انها قالت انما النكاح رق فلينظر احدكم اين يرق عتيقه

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا بے شک نکاح تو غلامی ہے پس تم میں سے ہر ایک یہ دیکھے کہ وہ اپنی آزاد عورت کس کی غلامی میں دے رہا ہے۔

(۱) السنن الکبری، جلد ۷، ص ۸۲ مجلس دائرہ المعارف حیدر آباد ۱۳۴۴ھ

(۲) سنن سعید بن منصور جلد ۲، ص ۱۱۶

(۳) الاصفاح عن احادیث النکاح جلد ۱، ص ۱۸، دار عمار، اردن ۱۴۰۶ھ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت:

عن ابن عمر قال، كان ﷺ يقول احملوا النساء على اهوائن

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا عورتوں کو ان کے اھوائن (یعنی کفو میں) نکاح کر کے دو۔

(۱) الجامع الصغیر جلد ۱، ص ۲۰، رقم ۲۷۶

(۲) الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر جلد ۱، ص ۵۲ دار الفکر بیروت ۱۴۲۳ھ

(۳) جمع الجوامع رقم ۸۴۸ جلد ۱، ص ۱۱۲۹

امام مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد حاشیہ آرائی فرماتے ہیں۔

اى زوجوهن بمن يرتضينه ويرغبن فيه اذا كان كفو

(التیسیر ،شرح الجامع الصغیر، جلد ۱، ص ۲۰)

عورتوں کو بیاؤ جہاں ان کی پسند اور رغبت ہو اگر وہ ان کے کفو ہیں۔

حضرت سلیمان فارسیؓ کو ایک مرتبہ جماعت کیلئے امام بننے کا کہا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

كيف نصلى بقوم هدانا الله على ايدهم او ننكح نساء هم

(کشف الغمہ جلد ۲، ص ۷ بیروت)

ہم کیسے اس قوم کی امامت کرائیں ان کی عورتوں سے نکاح کریں، جن کے ہاتھوں پر اللہ نے ہمیں ایمان عطا فرمایا۔

غیر کفو میں نکاح کی صحت اور عدم صحت پر فقہاء کا اختلاف:

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار شرائط نکاح میں سے ہے، البتہ خصائص کفو میں اختلاف ہے اور احناف کے ہاں راجح قول بھی اعتبار کفو کا ہے، اگر عورت کا نکاح غیر کفو میں کر دیا جائے تو ان کی صحت یا عدم صحت پر فقہاء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

احناف کا موقف:

احناف کے اس باب میں دو قول ہیں: پہلے قول کے مطابق اگر عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح غیر کفو میں کر لیتی ہے تو اس کا نکاح ولی کی اجازت سے مشروط ہوگا۔ اگر وہ باقی رکھنا چاہے تو نکاح درست ہوگا لیکن فسخ کرنے کی صورت میں نکاح باطل ہو جائے گا جبکہ دوسرے قول کے مطابق یہ نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوگا فتویٰ اسی قول پر ہے اس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں پیش کردی گئی ہے۔ ذیل میں دیگر ائمہ کے مواقف ملاحظہ فرمائیں۔

مالکیہ کا موقف:

فقہاء مالکیہ کے ہاں یہ نکاح باطل نہیں ہوسکتا۔

شوافع کا موقف:

شوافع کے ہاں اس باب میں دو اقوال ہیں۔

(۱) قول جدید یہ ہے کہ نکاح باطل نہیں ہوگا۔

(۲) قول قدیم کے مطابق یہ نکاح باطل ہو جائے گا اور یہ بات یاد رہے کہ شوافع کے ہاں ولی کی اجازت کے بنا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا گویہ اگر ولی نکاح کروا بھی دے تب بھی نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

حنابلہ کا موقف:

اس باب میں امام احمد بن حنبلؒ سے دو روایات منقول ہیں۔

(۱) غیر کفو میں کیا جانے والا نکاح باطل نہیں ہوگا فقط اولیاء کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

(۲) غیر کفو کا نکاح باطل ہے امام ابن ہبیرۃ الحنبلی المتوفی ۵۶۰ھ فرماتے ہیں کہ ان دو اقوال میں سے اظہر قول یہی ہے۔

(اجماع الائمہ الاربعہ واختلافہم جلد۲ ص۱۷۲)

کفو کے باب میں نسب یا قومیت کے متعلق فقہاء کا اختلاف:

ائمہ ثلاثہ کے ہاں کفو کے باب میں نسب کا اعتبار شرائط نکاح میں سے ہے البتہ قومیت یا نسب کے متعلق اختلاف

ملاحظہ فرمائیں۔

احناف کا موقف:

احناف کے ہاں کفو میں نسب کا اعتبار اہل عرب میں ہی کیا جائے گا، کیونکہ ان کے ہاں اعلیٰ نسب ہونا اور خصوصاً اہل عرب میں سے ہونا ایک اعزاز سمجھا جاتا ہے اور حنفیہ کے ہاں اصح قول یہی ہے کہ عجمی کسی عربی کا کفو نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ عالم یا سلطان ہی کیوں نہ ہو، احناف کی دلیل حضرت عمرؓ کا قول ہے۔

لامنعن ان تزوج ذات الاحساب الامن الاكفاء ولان الله اصطفى العرب على غيرهم ولان العرب فضلت الامم برسول ﷺ

(فتح القدیر)

(فقہ الاسلامی وادلتہ، جلد ۹ ص ۶۷۵۱)

میں عالی نسب کو ان کے کفو کے سوا نکاح کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ اللہ رب العزت نے عربوں کو باقی اقوام سے چن لیا ہے اور کیونکہ عربوں کو رسول کریم علیہ السلام کے طفیل فضیلت عطا فرمائی۔

امام عبدالغنی المیدانی فرماتے ہیں۔

فقريش بعضهم اكفاء بعض، وبقية العرب بعضهم اكفاء لبعض وليسوبا كفاء القريش والعجم ليسوبا كفاء للعرب وهم اكفاء لبعضهم والمعتبر فيهم الحرية والسلام...... وهذا عند ابى حنيفه والى يوسف وهو الصحيح

(اللباب فی شرح الکتاب، جلد ۲ ص ۱۴۸)

پس قریش بعض، بعض کا کفو ہیں اور باقی عرب آپس میں کفو ہیں وہ قریش کا کفو نہیں اور اہل عجم عربوں کا کفو نہیں وہ بعض بعض کا کفو ہیں اور کفو میں آزادی، اسلام وغیرہ بھی معتبر ہیں، یہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔

البتہ امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے نزدیک نسب مشہور یا اہل بیت خلافت کا کفو قریش نہیں ہوسکتے اس کی تفصیل اپنے قول پر ذکر کی جائے گی۔

حنابلہ کا موقف:

امام احمد بن حنبلؒ کا موقف ایک روایت کے مطابق احناف کے موقف کے مطابق ہے کہ قریش کا کفو قریش ہی ہیں اور باقی اہل عرب بعض، بعض کا کفو ہیں اور دوسرا اور راجح موقف شوافع کے مطابق ہے، تفصیل یہ ہے۔

شوافع کا موقف:

شوافع کے مطابق اہل عرب میں سے بعض بعض کا کفو ہیں لیکن عام اہل عرب قریش کا کفو نہیں اور تمام اہل قریش بنی ہاشم کا یا بنو مطلب کا کفو نہیں ہو سکتے یعنی ہاشمیہ کا کفو نہ تو اہل قریش میں سے ہے اور نہ ہی اہل عرب ہاشمیہ کا کفو بن سکتے ہیں تو گویہ جب اہل عرب، سادات ہاشمیہ کا کفو نہیں بن سکتے تو غیر عرب کا کفو ہونا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہے حنابلہ کا بھی دوسرا قول یہی ہے۔

(الفقہ الاسلامی ادلتہ، جلد ۹، ص ۶۷۵۱)

شوافع کی دلیل سرکار دو عالم علیہ السلام کا یہ فرمان مبارک ہے:

ان اللہ اصطفی من العرب کنانۃ و اصطفی من کنانۃ قریشا و اصطفی من قریش بنی ھاشم و اصطفانی من بنی ھاشم

بے شک اللہ تعالیٰ نے عربوں سے کنانہ کو چن لیا، کنانہ میں سے قریش کو چنا، قریش سے بنی ہاشم کو اور مجھے بنی ہاشم سے چن لیا۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ)

(صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ)

اقوال ائمہ ثلاثہ کا خلاصہ:

ائمہ ثلاثہ کے ان اقوال کا حاصل یہ ہے کہ غیر عرب، اہل عرب کا کفو نہیں، اہل عرب میں سے بعض بعض کا تو کفو ہیں لیکن وہ قریش کا کفو ہیں، ہاشمیہ ہاشمیہ کا کفو ہیں باقی تمام ان کا کفو نہیں ہو سکتے۔

سادات ہاشمیہ یا اولاد رسول علیہ السلام سے مراد کون ہیں

اللہ رب العزت نے اولاد اسماعیل علیہ السلام کو فضیلت عطا کی اور اس اولاد سے کنانہ کو باقیوں پر پھر کنانہ میں سے قریش افضل ٹھہرے، قبائل قریش میں قبیلہ ہاشمی اہل قریش پر فضیلت رکھتا ہے۔ اور آقا دو عالم علیہ السلام اس ہاشمی قبیلہ میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں، جناب ہاشم آپ علیہ السلام کے پردادا اور قریش میں سے سب افضل ہستی ہیں، بنو ہاشم میں آپ علیہ السلام کا مقام سب سے اعلیٰ ہے۔ آپ کی اولاد سادات ہاشمیہ کہلاتی ہے، اہل عرب میں اولاد رسول علیہ السلام کیلئے شرفاء، ہاشمیہ اور عجم میں سادات سید کے نام سے اعزاز دیا جاتا ہے۔ آپ علیہ السلام کی نرینہ اولاد تو نہ تھی لیکن انا اعطینک الکوثر کے مژدہ نے

آپ کیلئے نسب کی بقاء کا اہتمام اپنے قانون سے ہٹ کر فرمایا جس کی حکمتیں وہی جانتا ہے، بقاء نسب کیلئے نظام دنیا یہی تھا کہ باپ کی پشت سے چلے لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے بقاء نسل کا اہتمام مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صلب سے فرمایا گیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ جعل ذریة کل نبی فی صلبه وجعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب

(المعجم الکبیر جلد۲ ص ۱۷۸، دار الکتب العلمیة ۲۰۰۷ء)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی صلب میں رکھی ہے اور میری اولاد علی کی صلب میں ہے۔

ان علیا دخل علی النبی ﷺ وعنده العباس فرد علیه السلام وقام فعانقه وقبل مابین عینه فقال له العباس اتحبه قال یاعم واللہ للہ اشد له حبامنی ان اللہ جعل ذریة کل نبی فی صلبه وجعل ذریتی فی صلب هذا

(مروج الذہب، جلد۲، ص ۴۳۸، لوامع الانوار، جواہر العقد میں بحوالہ)

(رشفة الصادی ص ۸۲، دار الکتب العلمیة ۱۹۹۸ء)

حضرت مولا علی نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت عباس بھی ان کے پاس موجود تھے، آپ علیہ السلام نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان سے اٹھ کر معانقہ فرمایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، حضرت عباس نے عرض کی! کیا آپ ان سے محبت رکھتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم اے چچا اللہ کی رضا کی خاطر اس کیلئے میرے دل میں شدید محبت ہے بے شک اللہ نے ہر نبی کی اولاد اس کی صلب میں رکھی ہے اور میری اولاد اس کی صلب میں ہے۔

روایات بالا سے یہ مسلمہ حقیقت آشکار ہوئی کہ نسب رسول علیہ السلام صلب مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے چلا اور مولا کائنات کی ہستی بقا نسب رسول علیہ السلام کے ابدی اعزاز کی حامل ہے لیکن یہ بات بھی طے کر لی جائے کہ آپؓ کی جملہ اولاد، اولاد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام، سادات ہاشمیہ ہے یا اس میں تخصیص ہے تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ جملہ اولاد علی کرم اللہ وجہہ الکریم اولادِ رسول ﷺ نہیں اور نہ ہی وہ سادات کا لقب رکھتے ہیں فقط بطن اطہر واقدس سیدہ زہرا خاتون جنت بضعۃ رسول علیہا السلام کے جنتی پھول امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما سید اشباب اہل الجنۃ اور آپ کی اولاد امجاد سادات فاطمیہ کو یہ شرفِ خاص حاصل ہے اور صرف انہیں کو ہی اولاد رسول علیہ السلام ہونے کا یہ مقام عزت مآب حاصل ہوگا جیسا کہ ارشاد رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔

عن عمرؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول، كل بنی انثی فان عصبتهم لابیهم ماخلا ولد فاطمه فانی انا عصبتهم وانا ابوهم

(المعجم الکبیر جلد۲،ص۱۷۸،دارالکتب العلمیة ۲۰۰۷)

حضرت عمرؓ سے روایت، آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے سنا! ہر ماں کی اولاد کا ایک عصبہ (جدی ولی) ہوتا ہے سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے پس میں ان کا عصبہ ہوں اور میں ان کا باپ ہوں۔

عن فاطمة الکبریٰ قالت قال رسول الله ﷺ کل بنی ام ینتمون الی عصبة ان ولد فاطمة فانا ولیهم وانا عصبتهم

(المعجم الکبیر جلد۲،ص۱۷۸،دارالکتب العلمیة ۲۰۰۷)

حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہرہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ہر ماں کے بچے کی نسبت اس کے عصبہ کی طرف ہوتی ہے، سوائے فاطمہ کے بچوں کے پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

پس معلوم ہوا سادات ہاشمیہ سے مراد صرف وہی ہیں جو اولاد حضرات حسنین کریمین ہیں اور ان کا کفو نہ تو غیر سادات ہیں نہ قریش و اہل عرب چہ جائیکہ ہر مجہول النسب یا غیر سید ان کی کفائت کا دم بھریں، فقہاء و محدثین نے غیر ہاشمی سادات کو بھی ان کا کفو قرار نہیں دیا اور اس پر اپنے اقوال و آثار پیش فرما کر حرمت نسب نبوی علیہ السلام کو واضح فرما دیا۔ ذیل میں اقوال ائمہ و محدثین ملاحظہ فرمائیں۔

ائمہ وفقہائے حنابلہ کے اقوال:

امام ابومحمد بداللہ بن قدامة المقدسی فرماتے ہیں:

(۱) ان غیر قریش لایکافهم وغیر بنی هاشم لایکافهم بقول النبی ﷺ ان الله اصطفی کنانة من ولد اسماعیل واصطفی من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم

(الکافی فی فقہ ابن حنبل جلد۳،ص۷)

غیر قریش، قریش کا کفو نہیں اور غیر ہاشمیہ ان کا کفو ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول مبارک کی روشنی میں کہ اللہ رب العزت نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چن لیا اور قریش سے بنی ہاشم کو اور مجھے بنی ہاشم سے چن لیا۔

(۲) المغنی میں بھی ابن قدامہ نے امام ابن حنبل رحمہ اللہ کا ایک قول انہیں الفاظ کے ساتھ تحریر فرمایا۔

(المغنی جلد۷،ص۳۷۴،دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

(۳) اسی طرح الشرح الکبیر میں بھی بعینہ عبارت یہی ہے۔

یہ وہی ابن قدامہ المقدسی صاحب المغنیؒ ہیں جن کی المغنی سے متقدمین شارحین نے عموماً اور معاصرین نے خصوصاً

مذاہب اربعہ کی معرفت اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذاہب کیلئے اقوال نقل فرمائے۔ ہمیں امید ہے علمی دیانت کے پیش نظر مغنی اور شرح کبیر سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اقوال کو بھی قبول کیا جائے گا اور خصوصاً جب معاملہ احترام آل نبی علیہ السلام کا ہو تو یہ اقوال اہل محبت کی سر آنکھوں پر ہونے چاہئیں۔

ائمہ وفقہاء شوافع کے اقوال

امام یحییٰ بن شرف النوویؒ المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

لیس کفاء عربیة ولا غیر قریشی قریشیة ولا غیر هاشمی ومطلبی له

کوئی غیر عربی (عجمی) کسی عربی کا اور کوئی عربی کسی قریش کا اور کوئی غیر ہاشمی و مطلبی ان دونوں کا کفو نہیں ہوسکتا ہے۔

(منہاج الطالبین جلد ا، ص ۹۷) دار المعرفۃ بیروت)

۲۔ امام شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزہ شہاب الدین الرملی الشافعی المتوفی ۱۰۰۴ھ

منہاج الطالبین کی شرح میں فرماتے ہیں:

اولاد فاطمة منهم لایکافئهم غیرهم من بقیة بنی هاشم لان من خصائصه ﷺ ان اولاد بناته ینتسبون الیه فی الکفائة وغیرها کما صرحوا به

(نهایة المحتاج الی شرح المنهاج جلد ۲۰، ص ۴۲۴، دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

بنی ہاشم میں سے کوئی بھی اولاد فاطمہ کا کفو نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہے کفائۃ کے اعتبار سے جیسا کہ اس کی تصریح کی گئی۔

قابل توجہ امر یہ ہے کہ سیدہ خاتون جنت کے سوا نبی کریم علیہ السلام کی کسی بیٹی کی اولاد نہیں تھی لہٰذا یہ خصوصیت اولاد فاطمہ میں منتقل ہوئی۔

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی کی کتاب منہاج الطالبین کو مختصر کیا امام زکریا انصاری المتوفی ۹۲۶ھ نے جس کا نام منہج الطلاب رکھا، اس پر امام سلیمان بن عمر الجمل المتوفی ۱۲۰۴ھ نے حاشیہ تحریر فرمایا، اس عبارت کے حاشیہ میں آپ فرماتے ہیں۔

فانسب معتبر بالا باء الا اولاد بناته ﷺ فانهم ينسبون اليه فلا يكافهم غيرهم

(حاشیہ الجمل علی شرح منہج الطلاب جلد ۸، ص ۲۰۲، دار الفکر بیروت)

پس نسب آباء کی جانب سے معتبر ہوتا ہے سوائے آپ کی بیٹیوں کی اولاد کو پس وہ آپ کی طرف منسوب ہیں اور غیر سادات ان کا کفو نہیں۔

۴۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری الشافعیؒ المتوفی ۴۵۰ھ

الاحکام السلطانیہ میں رموز سلطنت کیلئے اپنے فقہاء کو جو احکام تفویض فرما رہے ہیں ان میں نکاح و ترویج کے معاملات کے ارشاد کے وقت فرماتے ہیں۔

وهذه النقابة موضوعة على صيانة ذوى الانساب الشريفة عن ولاية من لايكافهم فى النسب ولا يساولهم فى الشرف ليكون عليهم احبى وامره فيهم امضىٰ

(الاحکام السلطانیہ جلد ۱، ص ۱۶۵)

اور یہ فقہاء مقرر کیے گئے ہیں تاکہ اعلیٰ نسب شرفا (سادات) کو ان کے غیر سے نکاح سے روکا جائے جو ان کے کفو میں نہیں وہ ان کے نسب میں اور نہ ہی ان کی فضیلت میں ان کے مساوی ہیں۔

۵۔ امام الشیخ محمد بن احمد بن عبداللہ بن محمد بافضل الیمنی الحضرمی الشافعیؒ المتوفی ۹۰۳ھ

سادات کیلئے کفو میں خصوصیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

وحضال الكفائة نسب فالعجمى ليس كفاء عربية وغيرالقريش پس كفاء قريشية وغيرالهاشمى والمطلبى ليس كفاء لهما

(العدۃ والسلاح فی احکام النکاح ص ۱۷۷)

(دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۵ھ)

اور خصائص کفو میں سب ہے پس کوئی عجمی کسی عربی کا کفو نہیں اور غیر قریشی، قریشی کا کفو ہیں اور غیر ہاشمی و مطلبی ان دونوں کا کفو نہیں۔

العدۃ والسلح کی اس عبارت کی شرح میں

امام الشیخ تقی الدین عبداللہ بن عمر بامخرمۃ السیبانی البحرینی العدنی الشافعیؒ المتوفی ۹۷۲ھ

بیان کرتے ہیں۔

وغير الهاشمي والمطلبي ليس كفاء لهما للخبر السابق في بني هاشم ولخبر البخاري نحن بنوهاشم وبنو المطلب شي واحد وقضية انهما متكافئان وهو كذالك لكن اولاد بنات رسول الله ﷺ لايكافئهم غيرهم من بني هاشم وغيرهم لانتسابهم اليه ﷺ من خصائصه دون غيرهم

خبر سابق کی روشنی میں غیر ہاشمی و مطلبی ان دونوں کا کفو نہیں اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ہم بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی ہیں اور یہ دونوں آپس میں کفو ہیں لیکن رسول کریم علیہ السلام کی بنات کی اولاد کا کفو بنو ہاشم یا دوسرا کوئی بھی نہیں ہے بوجہ آپ کی نسب کے اور یہ آپ کی خصوصیت میں سے ہے کوئی اور اس میں شریک نہیں۔

(مشکاۃ المصباح فی شرح العدۃ والسلاح ص ۷۷، دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۵ھ)

۷۔ امام العلامۃ الشیخ الحافظ قطب الدین محمد بن محمد بن عبداللہ الخیضری الشافعی المتوفی ۸۹۴ھ

نے آپ علیہ السلام سے ہزارہا خصائص کو اپنی شہرہ آفاق کتاب اللفظ المکرّم بخصائص النبی ﷺ میں بیان فرمایا، یہ آپ سادات ہاشمیہ کیلئے کفو کے متعلق آپ علیہ الصلوٰۃ کی خصوصیت بیان فرماتے ہیں۔

اولاد بناته ﷺ نسيبون اليه واولاد بنات غيره لاينبون اليه في الكفائة وغيرها

رسول کریم علیہ السلام کی بیٹیوں کی ذریۃ آپ کی طرف منسوب ہے اور ان کی اولاد کے علاوہ کوئی بھی ان کا کفو نہیں۔

اللفظ المکرم ص ۱۱، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۸ھ

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ آپ ﷺ کی کسی بیٹی سے نرینہ اولاد کا سلسلہ آگے نہیں چلا۔

اسی طرح

۸۔ امام جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد السیوطی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ

خصائص النبی ﷺ بیان فرماتے ہوئے رقم فرماتے ہیں۔

وان اهله لایکافئهم فی النکاح احد من الخلق
(اللبیب فی خصائص الحبیب ص ۳۵)

اور پوری مخلوق میں کوئی بھی شخص نکاح کیلئے ان کا کفونہیں۔

۹۔امام ابوالفتح ضیاءالدین نصراللہ بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الموصلی المعروف ابن اثیرالشافعی المتوفی ۶۳۷ھ

لغت اورعلم البیان کے بہت بڑے امام گزرے ہیں آپ آیت تطہیر کے تحت علم البیان کی روشنی میں اس کے متعلق ارشادفرماتے ہیں۔

وینزع بها غیره فمن تسول له ذلك نفسه وان یحصن الفروج عن مناكة من لیس كفالها فی شرفها وفخرها حتی لایطمع فی المراة الحسبیة النسبیة الامن كان مثلا لها مساویا ونظیرا موازیا
(المثل السائر فی ادآب الکاتب والشاعر، جلد ا،ص ۲۰۷،المکتبۃ العصریۃ، بیروت ۱۴۲۰ھ)

اوراس کےعلاوہ اس بات پر دوسرے نے نزاع ڈالا ہے جس کے نفس نے اس کے لیے یہ لایعنی بات گھڑ لی۔اوراگرکسی نے اپنی عصمت کی حفاظت اس کے ساتھ نکاح کر کے کرنی ہو جوشرافت اور (نسبی) فخر میں اس کے اس کا کفو نہ ہوتا کہ کسی عالی حسب ونسب والی عورت سے ایسا شخص نکاح کی طمع نہ رکھے جواس کی مثل،مساوی،نظیریا ہم پلہ ہو۔

۱۰۔امام الحدیث احمد بن حجر الہیتمی المکی الشافعی المتوفی ۹۷۴ھ فرماتے ہیں:

فی الکفائة فلا یکافی شریفة هاشمی غیر شریف
(الصواعق المحرقۃ فی رداہل البدع والزندقۃ ص ۱۵۹ کتب خانہ مجیدیہ ملتان ۱۴۱۰ھ)

کفو میں شریفہ ہاشمیہ کا کوئی مثل نہیں۔

متاخرین شوافع میں سے:

۱۱۔امام یوسف بن اسماعیل بن یوسف بن اسماعیل بن محمد ناصرالدین النبانی المتوفی ۱۳۵۰ھ

ان اهل البیت افضل الناس حسبا ونسبا ویتفرع علی هذه انهم لایکافیهم فی النکاح احدمن الناس وبه صرح غیرواحد من الامة
(الشرف المؤبد لآل محمد ﷺ)

بے شک اہل بیت رسول اللہ ﷺ حسب ونسب ہیں تمام لوگوں سے افضل ہیں اور (اسی اصول پر) متفرع ہوتا ہے کہ لوگوں میں سے کوئی بھی ان کا کفونہیں اوراس بات کی تصریح کئی ائمہ نے کی ہے۔

۱۲۔امام ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ

خصائص مصطفیٰ ﷺ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومن خصائصه ان الامام بعده مالايكون الا واحد ولم تكن الانبياء قبله كذلك وان آله لا يكا فهم فى النكاح احد من الخلق ويطلق عليهم الاشراف

(کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ جلد۲،ص۶۳،دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۷)

اور آپ علیہ السلام کے خصائص میں سے آپ کے بعد امام صرف ایک ہی ہوگا یہ اعزاز انبیاء میں سے کسی کیلئے نہیں تھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا پوری مخلوق میں کوئی نہیں ہے اوران پر شرفاء کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام ائمہ نے آپ علیہ السلام کی اولاد کا کفو پوری مخلوق میں سے کسی کو بھی قرار نہ دینا آپ علیہ السلام کے خصائص کے طور پر بیان کیا ہے اور آپ علیہ السلام کے خصائص کا انکار شریعت میں کیا کس قدر قبیح جرم ہے، منکرین خصائص کفائۃ خود ہی فتوی صادر فرمائیں کیونکہ ''ہم جو عرض کریں گے تو شکایت ہوگی''

احناف کے ہاں قریش میں اہلبیت خلاف کی تخصیص

احناف کے ہاں ساداتِ ہاشمیہ کیلئے کی تخصیص کی اگرچہ تصریح تو نہیں ملتی البتہ اس قاعدہ سابقہ کو قریش، بعض بعض کا کفو نہیں، اس میں مزید تخصیص ضرور موجود ہے درجہ ذیل ائمہ احناف متقدمین ومتاخرین نے امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔

۱۔امام شمس الدین ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخسی المتوفی ۴۹۰ھ فرماتے ہیں۔

وروى عن محمد رحمه الله انه قال الا ان يكون نسبا مشهور نحواهل بيت الخلافة فان غيرهم لايكافهم

(المبسوط جلد۵،ص۴۱،دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام محمد سے روایت ہے آپ نے فرمایا (قریش بعض بعض کا کفو تو ہیں) لیکن نسب مشہور کے اہل بیت خلافت اس میں شامل نہیں کیونکہ ان کے غیر ان کا کفو نہیں۔

اہل بیت خلافت کی تکریم اوران کے نسبت کی شہرت کے پیش نظران کا کفو قریش میں بھی نہیں، اس کو مزید واضح کرتے ہوئے اہل بیت خلافت کا کفو نہ ہونے پر امام ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الرشدانی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ ایک

اہم وجہ تحریر فرماتے ہیں۔

وعن محمد رحمه الله كذلك الا ان يكون نسبا مشهور كاهل بيت الخلافة كانه قال تعظيما للخلافة وتسكينا للفتنة

(الھدایۃ فی شرح بدایۃ جلد ا، ۱۹۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۷ھ)

امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے (قریش بعض، بعض کا کفو ہیں) سوائے نسب مشہور جیسے اہل بیت خلافت کہ کیونکہ وہ ان کا کفو ہیں بوجہ ان کی تعظیم وتکریم اور فتنہ سے تسکین کیلئے۔

صاحب ہدایہ امام مرغینانی رحمہ اللہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اہل بیت خلافت اپنے نسب کے سبب باقی عرب و خصوصاً قریش میں بھی اپنا کفو نہیں رکھتے اور یہ عدم کفائۃ ان کی تعظیم کی خاطر ہے اور فتنہ سے تسکین کے سبب ہے۔

۳۔ امام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ نے شرح کنز میں لکھا۔

وروی عن محمد الا ان يكون نسبا مشهورا كاهل بيت الخلافة كانه قال ذلك تعظيماً لخلافة وتسكينا للفتة

(تبیین الحقائق جلد ۲، ص ۱۲۹، دار الکتب الاسلامی مصر ۱۳۱۳ھ)

اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سوائے نسب مشہور جیسے اہل بیت خلافت ہیں (قریش ان کا کفو نہیں) انہوں نے یہ قول خلافت کی تعظیم اور فتنہ سے تسکین ونجات کیلئے فرمایا۔

۴۔ محقق علی الاطلاق امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید سواسی ابن ہمام صاحب الترجیح المتوفی ۸۶۱ھ فرماتے ہیں۔

وعن محمد كذلك الا ان يكون نسبا مشهورا كاهل بيت الخلافة كانه قال تعظيماً بخلافة وتسكينا للفتة

(فتح القدیر جلد ۷، ص ۵۰)

اور امام محمد رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت ہے کہ سوائے نسب مشہور جیسے اہل بیت خلافت (قریش کا کفو نہیں) گویا یہ کہ آپ کا قول ان کی تکریم اور فتنہ سے نجات کیلئے فرمایا۔

یہی عبارت امام جمال الدین بابرتی المتوفی ۷۸۶ھ نے لعنایۃ، امام کاسانی المتوفی ۵۸۷ھ نے بدائع الصنائع، امام ابن نجیم حنفی المتوفی ۹۷۰ نے البحر الرائق اور النہر الفائق میں نقل فرمائی۔

ائمہ احناف کی درجہ بالا عبادات کا حاصل یہ ہے۔

(۱) اگرچہ قریش بعض بعض کے کفو ہیں لیکن اہل بیت خلافت کا کفو نہیں ہیں۔

(۲) اس تفاوت کی اصل تعظیم خلافت ہے۔

(۳) اہل بیت خلافت سے ہونا ایسی خوبی ہے جس سبب عام عرب تو کیا قریش بھی ان کا کفو نہیں بن سکتے۔

(۴) امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک عامۃ العرب اور قریش کا اہل بیت خلافت کا کفو نہ ہونے کا سبب تعظیم کے ساتھ ساتھ تسکین فتنہ کیلئے ہے اور یہی قول آپ کے نزدیک درجہ اعتبار کا ہے۔

عبارات بالا سے یہ مستفاد ہوا کہ احناف کے ہاں بھی اعتبار کفائۃ کا درجہ صرف قریش تک آ کر ہی نہیں رکتا بلکہ یہ تفاضل مزید بھی قائم ہے جو اہل بیت خلافت میں ہونے کے سبب جاری رہتا ہے اور خلفاء قریش کے ہاں کفائۃ میں یہ تفاضل ان کی تعظیم وتکریم کے پیش نظر قائم ہے اسی لئے امام بدرالدین محمد بن احمد بن موسیٰ بن احمد العینی الحنفیؒ المتوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں۔

فحیئذ یعتبر التفاضل، حتی لو تزوجت قریشة من اولاد الخلفاء قریشا من اولاد هم کان للاولیاء الاعتراض

(البنایۃ شرح ہدایۃ جلد۴،ص۶۲۳)

پس اس صورت میں اس فضیلت کا اعتبار کیا جائے گا یہاں تک کہ اگر خلفاء قریش میں سے کسی کی بیٹی غیر خلیفہ قریشی سے ہی نکاح کرے تو اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا۔

احناف کے ہاں قریش بعض ،بعض کا کفو ہیں اس قاعدہ عامہ میں تخصیص امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے پیش نظر تکریم وتعظیم قائم ہے یہی قول امام مرغینانیؒ، امام ابن ہمامؒ، امام الشامیؒ، امام زیلعیؒ، امام سرخسیؒ اور امام بدرالدین عینیؒ امام جمال الدین بابرتی، امام علاء الدین کاسانی، امام ابن نجیم مصری کا ہے۔ پس اگر خلفاء قریش اپنے منصب ووقار اور اس کی تعظیم وتکریم کی خاطر اپنا کفو عامۃ العرب وقریش میں نہیں رکھتے تو یہ ان خلفاء قریش کی یہ عزت وجالت ان کی یہ تکریم وتعظیم جس ہستی کے مرہون منت ہے جس سبب انہیں یہ عزتوں کے تاج اور تعظیموں کے سہرے ملے اور جن کے نعلین کی برکت ان کی اولادیں اپنا کفو غیر قریش میں ہیں رکھتیں اس کی اپنی اولاد کو بھی تو یہ تفاضل وامتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنا کفو بھی اپنے ہی خون میں تلاش کریں، اگر اہل بیت خلافت کا کفو صرف اہل بیت خلافت ہی ہیں اور یہی امام محمد رحمہ اللہ اور جمہور احناف کا مسلک ہے تو اہلِ بیت النبوت کو قریش بلکہ عرب عامۃ الناس کا کفو قرار دینا یہ نہ صرف احناف کے مسلک سے جہالت بلکہ نسب رسول ﷺ کی توہین ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس میں آپ سے اہل بیت النبوت کے متعلق رقیق قول پایا جائے جبکہ دوسری طرف امام محمد رحمہ اللہ جو آپ کے اجلہ تلامذہ میں سے ہیں آپ سے احناف کی طرف منسوب کئے جانے والے قول کی تخصیص ملتی ہے سو اگر قریش خلفاء کا کفو نہیں تو پھر اہل بیت النبوت کا کفو کیونکر ہو سکتے ہیں اسی سبب جمیع حنابلہ وشوافع کے ہاں بھی سادات ہاشمیہ کا کفو

سوائے ہاشمیہ فاطمیہ کے کوئی نہیں۔شوافع اور حنابلہ کی عبارات ملاحظہ فرمانے سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان دونوں ائمہ کے ہاں غیر ہاشمیہ، سادات کا کفو قطعاً نہیں ہو سکتے اور اس کا سبب ان کی تعظیم ہے اور خلفاء قریش کا کفو ہونے کی وجہ امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ کے نزدیک تعظیم ہے۔

پس اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل بیت خلافت کی تعظیم کو تو لازم سمجھا گیا اہل بیت النبوت کی تعظیم پر نصوص کیا ہیں۔

احناف کے ہاں اعتبار کفو کی دلیل جہاں اور بہت سی روایات ہیں وہاں مسلم شریف کی روایت کہ ''اللہ رب العزت نے اہل عرب کو چن لیا، ان میں سے قریش کو چنا ان میں سے ہاشم کو منتخب کیا اور مجھے بنو ہاشم سے چن لیا۔

(ترمذی و مسلم، ابواب المناقب)

اس روایت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے عامۃ العرب کو قریش کا کفو قرار نہیں دیا گیا کیونکہ وہ اہل عرب میں ایک خاص مقام کے حامل ہیں، اگر قریش مذکورہ روایت سے بطور مستدل معتبر و منفرد ہیں تو اہل بیت نبوت کی تکریم و عصمت اس سے اقویٰ دلیل سے ثابت و مقرر ہے، اور یہ قرآنی عفت سادات کی گواہ اور ان کی سیادت و شرف پر مہر ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

(الاحزاب،۳۳)

اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ نبی کے گھر والو وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو روک دے اور تمہیں ایسا پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔

پھر ارشاد:

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

(الشوریٰ ۲۴)

فرما دو میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اِلّا یہ کہ دوستی اور محبت رکھو میرے قرابت داروں کی۔

اگر عظمت قریش زبان نور سے ثابت و وارد ہے تو اسی زبان نور سے اسی گھرانے کے تفاضل و اکرام کا ظہور بھی ہوا۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ خیر الناس العرب، وخیر العرب قریش، وخیر قریش بنو ھاشم

(المعجم الاوسط جلد ۱، ص ۲۲، رقم ۲۰۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، عرب لوگوں میں سے (نسبا) سب سے بہتر ہیں اور قریش عامۃ العرب سے بہتر ہیں اور قریش میں سے (حسبا نسبا) بنو ہاشم سب سے بہتر ہیں۔

عامۃ الناس میں سے عرب کی تخصیص، عرب سے قریش کو فضیلت اور ان تمام پر بنو ہاشم کی فضیلت بلکہ افضلیت روایت

بالا سے ثابت ہے اور اس افضلیت کی وجہ نسبت میں قرب ہے اور اگر بنو ہاشم قریب النسب ہونے کے سبب فضیلت مآب ہیں تو اولا د رسول علیہ السلام کی فضیلت یقیناً ہر ایک پر حاوی ہے اولا رسول علیہ التحیہ والثناء سے مراد صرف حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہی نہیں بلکہ حسین کریمین کی جمیع اولا د ہے کیونکہ آپ حضرات کی جمیع اولا د سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولا د اور اجزاء جسم ہے اس خاطر عارف باللہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۰۳۴ھ مکتوبات شریف میں آل رسول ﷺ کو جزء رسول قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جناب قدس سادات کثیر البرکات بواسطه جزئیت آنسرور دین و دنیا علیه وعلی اله الصلوٰة والتحیات اذان برتر است که بزبان قاصر بیان منقت ومحمدت آن تواند کرد۔

سادات کثیر البرکات کی پاک بارگاہ دین و دنیا کے سردار ﷺ کی جزئیت یعنی جزو اور اولا د ہونے کے باعث اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی تعریف وتوصیف ہو سکے۔

(مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۵۶)

احناف کے متعلق کفائۃ میں سادات بن فاطمیہ کی خصوصیت تسلیم نہ کرنے کا قول تحقیق طلب ہے کیونکہ اسی تحقیق کی راہ امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ نے واضح فرمائی اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تو اولا د رسول علیہ السلام کو جزو رسول فرما کر ان کی تعظیم پر ربانی مہر ثبت فرماتے ہیں اور آپ حنفی المسلک اور باتفاق علماء ہزار سال کے مجدد اور دین کو باطل نظریات سے پاک کرنے والے ہیں۔ اسی طرح ائمہ احناف میں سے شیخ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبوی الحنفی رحمہ اللہ علیہ نسبت کے تقدس کے متعلق آیت مبارکہ "وازواجه امهاتهم" کے تحت لکھتے ہیں۔

ان حرمت نكاحهن من احترام النبی ﷺ واحترامه واجب كذا احترام ورثتهٔ الكمل و كذا قال بعض الكبار: لاينكح المريد امراة شيخه ان تطلتها او مات عنها وقس عليه حال كل معلمه مع تلميذه وهذا لانه ليس فی هذا النكاح يمن اصلا لافی الدنيا ولا فی الآخرة وان كان رخصة فی الفتویٰ ولكن التقوی فوق امر الفتوی فاعرف هذا۔

(تفسیر روح البیان جلد ۷، ص ۱۰۵، دار احیاء التراث العربی)

ازواج رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کی حرمت ان کے احترام کی وجہ سے ہے اور آپ علیہ السلام کا احترام واجب ہے۔ جیسے کہ بعض اکابرین نے فرمایا کہ مرید اپنے پیر کی زوجہ جو بیوہ یا مطلقہ ہو نکاح نہ کرے اسی پر یہ استاد و شاگرد کے حال کو بھی قیاس کر لیا جائے کیونکہ ایسا نکاح دنیا و آخرت دونوں میں کسی حال میں بھی اصلاً خیر نہیں ہوگا اگرچہ اس نکاح کے جواز کیلئے رخصت کا فتویٰ بھی ہے لیکن تقویٰ فتویٰ سے زیادہ بڑا درجہ رکھتا ہے پس اس بات میں غور فکر کر۔

اگر ایک مرید یا تلمید اپنے شیخ کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کرے جس کی حلت اور جواز پر جمیع ائمہ اسلام کا فتویٰ ہے تب بھی اس نکاح سے اس مرید یا تلمیذ کی دنیا و آخرت کے نقصان اور بے برکتی و زوال کا اندیشہ ہے تو جو تقدس احترام و مقام نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جس پر نصوص وارد ہیں۔ تو ان کی عترت سے نکاح کے متعلق اہل نظر کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے، فاعتبروا یا اولی الابصار

مرید کیلئے شیخ کی نسبت اور تلمیذ کیلئے استاد کی نسبت کا احترام اگر واجب ہے تو ہر امتی کیلئے اولاد رسول کریم علیہ السلام کا احترام فرض ہے اسی لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ بھی قریش میں سے بعض کو بعض کا کفو قرار دینے پر عبارات نقل فرمانے کے باوجود ایک جگہ خود اس قاعدہ سابقہ میں تخصیص کے قائل ضرور نظر آتے ہیں آپ نے فرمایا۔

بالجملہ تفاضل انساب بھی یقیناً ثابت اور شرعاً اس کا اعتبار بھی ثابت اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر و ضائع و برباد جاننا سخت مردود و باطل خصوصاً اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب، بلکہ قریش، بلکہ بنی ہاشم بلکہ سادات کرام کو بھی شامل، اب یہ قول اشد غضب و ہلاک دیوار سے ہائل اور اسی پر نظر فقیر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ ص ۲۵۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۲۳ھ)

اعلیٰ حضرت کی عبارت بالا ہر حنفی بریلوی، خاص و عام کیلئے حجت ہے جو آپ سے اعتقاد کا دم بھرتا ہے اور پھر تفاضل انساب میں سادات کرام کو شرف خاص سے محروم رکھتا ہے، امام اہلسنت کی یہ عبادت اہل تدبر کیلئے سر حکمت ہے۔

ایک روایت معاً ساتھ پیش فرماتے ہیں۔

من لم یعرف عترتی والانصار والعرب فهولا حدى ثلث اما منافق واما لزنية واما نصير فهوحملته امه على غيرطهر رواه الباوردى وابن عدى والبيهقى فى الشعب واخرون عن على كرم الله وجه

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳ ص ۲۵۳)

(ترجمہ فتاویٰ رضویہ) جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین حال سے خالی نہیں یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ، اسے روایت کیا ہے باوردی اور ابن عدی اور بیہقی نے شعب میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تیسری حدیث نقل فرماتے ہیں۔

ستة لعنتهم لعنهم اللّٰه و كل نبى محاب الزائد فى كتاب الله والمكذب بقدر والمتسلط بالجبروت ليعز بذلك من اذل اللّٰه ويذل من اعزاللّٰه والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتى ماحرم الله والتارك سنتى رواه الترمذی والحاكم عن ام المومنين والحاكم عن علي والطبرانی عن عمرو بن سعداء رضی الله عنهم

(فتاوی رضویہ جلد۲۳،ص۲۵۴)

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ انہیں لعنت فرمائے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے، کتاب اللہ میں بڑھانے والا اور تقدیر الٰہی کا جھٹلانے والا اور وہ ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے خدا نے ذلیل بنایا اسے عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا اسے ذلیل کرے اور اللہ کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا اور میری عترت کی ایذاء و بے تعظیمی روا رکھنے والا اور جو میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی برصغیر پاک و ہند میں احناف کے سرخیل اور ابوحنفیہ کہلاتے ہیں آپ کے فتاوی کی تعریف و ستائش محبین و معاندین سب کی زبانوں پر ہے جہاں آپ نے مسئلہ کفائۃ میں احناف کا قول پیش فرمایا وہاں اپنی محبت اور عقیدت اہل بیت کا بیان کلمات بالا سے واضح کرتے ہوئے امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ کی طرح نسب مشہور کی تعظیم کا فتویٰ بھی صادر فرمادیا جو یقیناً اہل بصیرت کیلئے حکمت افروز ہے۔

فانی فی اللہ باقی باللہ آیت من آیات اللہ فاتح قادیانیت شہنشاہ علم وحکمت تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا کہ آیا سید کی تعظیم کیلئے نص میں کوئی ثبوت ہے تو آپ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: نسب کا شرف قرآن سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قل ان كان للرحمن ولد فانا اول العابدين

(زخرف ۸۱)

یارسول اللہ! عیسائیوں سے فرمادیجئے اگر اللہ کا کوئی فرزند ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا۔

(مہر منیر ص ۴۲۰، مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۴۲۵ھ)

پیر صاحب کا یہ حسن استدلال نسب رسول علیہ السلام کی تعظیم کا جتنا بین ثبوت ہے، اتنا ہی احترام سادات کے متعلق آپ کے عقیدے کا عکس بھی ہے، نکاح سیدہ مع غیر سید کے باب میں آپ کا فتویٰ یکتائے روزگار تو ہے ہی جسے فتاوی مہریہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے دوسری طرف ملفوظات مہریہ نکاح سیدہ مع غیر سید کے ایک واقعہ پر علماء کے جواز کا فتویٰ دیکھنے پر آپ کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔

جو لوگ عترت نبوت ﷺ سے بے ادبی کرتے ہیں وہ ازلی بدبخت ہیں نہ وہ ہمارے پاس آتے ہیں اور نہ ہی ہم انہیں دیکھنا چاہتے ہیں، ہمارے مفتی صاحبان بھی عجب ہیں اگر کوئی لفظ عالم کو بعینہ تصغیر عویلم پڑھ دے یا علماء کے جوتوں کی توہین کر

دے تو ایسا کرنے پر وہ فوراً کفر کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں مگر سفینہ محمدی ﷺ کی بے حرمتی کرنے والے کو وہ کچھ نہیں کہتے، حالانکہ علماء کا شرف بوصف علم کے ہے جو ذاتی نہیں اور بغیر عمل کے جس کی وقعت نہیں، اس کے برعکس اہل بیت نبی علیہ السلام کا شرف ذاتی ہے جو آں حضرت ﷺ کی طرف انتساب کی وجہ سے انہیں موہوب ہوا۔

(ملفوظات مہریہ، ص ۱۳۴، مطبوعہ گولڑہ شریف اسلام آباد ۱۴۲۸ھ)

ائمہ احناف کی عبارات کا خلاصہ:

(۱) اگرچہ قریش بعض، بعض کا کفو ہیں لیکن وہ نسب مشہور اور اہل بیت خلافت کا کفو نہیں ہیں یہی قول امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ کا ہے اور اسی پر امام سرخسیؒ، امام ابن ہمامؒ، امام زیلعیؒ، امام ابن نجیمؒ، امام بدرالدین عینیؒ اور صاحب ہدایت امام مرغینانیؒ کا عمل واثر بھی۔

(۲) کفائت کا اعتبار عربوں میں قریش تک محدود کرنا محل نظر ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نسباً مشہور اور اہلبیت خلافت کی مزید تخصیص ضرور ہے۔

(۳) اہلبیت خلافت کی تخصیص کی وجہ ان کی تعظیم ہے سو یہ تعظیم کی علت سادات ہاشمیہ اور اہلبیت نبوت کے حق میں بذوجہ اولی محقق ہوگی کیونکہ اگر خلفاء قریش کیلئے حدیث مبارکہ بطور نص مستدل ہوتی ہے تو اہلبیت نبوت کیلئے نصوص قرآنیہ و احادیث نبویہ کا ایک ذخیرہ موجود ہے جو مسلمہ ہے۔

(۴) اولاد رسول ﷺ سادات ہاشمیہ جزء رسول علیہ السلام ہیں جزء کی توہین اصل کی توہین کو ملتزم ہے اور نکاح وفراش تحقیر کو مستلزم ہیں اگر پیر یا استاد کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح اس کی توہین اور وبال دنیا وآخرت کا موجب ہے تو کائنات کا امام اور اس کی عفت مآب اولاد یقیناً ہر شیخ و معلم سے صد ہزار گناہ زیادہ واجب تعظیم ہیں اگر لفظ عالم کی تحقیر ملستزم کفر ہے تو وجود رسول علیہ السلام کی تحقیر پر حکم کیا ہے فاعتبروا یااولی الابصار

(۵) اگرچہ عالم اور صاحب علم کو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ نے خاص حالات کے تحت ان سے نکاح کی رخصت دی لیکن اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ اس عالم کی تشریح کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں کہ علماء کا شرف بوصف علم کیلئے جو ذاتی نہیں اور بغیر عمل کے جس کی وقعت نہیں، پس اول تو فی زمانہ ایسے عالم جو ان ایسے اکابرین کی نظر میں اہل علم ہوں اور پھر صرف کتابی عالم نہ ہوں عامل علی العلم وصالح وپرہیز گار ہوں کمیاب ہیں بلکہ نایاب ہیں چہ جائے کہ ہرکس وناکس کو ان

کا کفو قرار دے دیا جائے۔

شرائع اسلامیہ میں اصول وفروع دو بنیادی اساسی اور مختلف نوعیت کے ستون ہیں جن پر قوانین اسلامیہ کی عمارت قائم ہے یہ بات طے ہے کہ اصول الدین تقلیدی آراء سے مبراء ومنشاء ہیں الا یہ کہ اشعریہ اور ماتریدیہ کا اپنے اپنے ائمہ کی آراء کو قبول کرنا ضروریات دین سے ہے لیکن فروعات میں اہل اسلام کے ہاں ابتداء دس کے قریب اور اب صرف چار ائمہ کی پیروی اور تقلید کی جاتی ہے جس تقلید کا مطلب ائمہ اربعہ کے تدوین شدہ قوانین واخذ مسائل کیلئے معیار وضوابط کو اپنانا ہے تاکہ امت انتشار وضلالت سے محفوظ رہے، کتاب النکاح ازقبل فروع ہے نہ کہ اصول اور کتاب النکاح میں مسئلہ کفائت فروعی ہے نہ کہ اصولی یہ بات مسلمہ اور تحریر شدہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے ہاں نکاح میں کفائۃ معتبر ہے اور ائمہ اربعہ میں سے سوائے امام مالک کے ائمہ ثلاثہ کے ہاں کم وبیش پانچ چیزوں میں کفائۃ کا اعتبار شرائط نکاح سے ہے جن میں نسب کا اعتبار بھی قابل ذکر ہے، امام مالک کے ہاں سلامۃ من العیوب اور الدین میں کفو معتبر ہے جیسا کہ امام القاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد القرطبی الاندلسی نے بدایۃ المجتہد جلد ۲،ص ۴۲،۴۳ پر امام مالک کا مسلک تحریر فرمایا لہٰذا جہاں نکاح کیلئے کفو کے عدم اختیار کا قول ائمہ ثلاثہ کے حق میں علمی یا کتمان علم ہے وہاں امام مالک سے کفائۃ کا سرے سے اعتبار نہ کرنے کا قول آپ کے مذہب سے ناواقفیت ہے وہاں سمجھ سے بالاتر بھی ہے شرط نکاح کیلئے عدم اعتبار کفو پر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ جنہیں مختلف تفاسیر، شروعات احادیث اور اعتبار کفو کی تردید میں لکھی جانے والی کتابوں اور رسائل میں نہایت شدومد سے پیش کیا جاتا ہے اور ان کی تفسیر و تشریح کو عدم اعتبار کفائت کیلئے عموماً اور نکاح ہاشمیہ سیدہ مع غیر سید کیلئے خصوصاً بڑی جرأت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، دلچسپ امر یہ ہے کہ وہ جملہ تحقیقات مقلدین ومتبعین کی طرف سے ہیں جو ناقابل فہم ہے کیونکہ سوال یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور آپ کے جملہ تلامذہ، موسسین فقہ اربعہ مجتہدین متقدمین استنباط احکام کیلئے نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی طرف رجوع نہ فرماتے تھے اور کیا صرف قیاس ہی ان کے ہاں معیار استدلال تھا، یقیناً ایسا نہیں ائمہ اربعہ کے ہاں اگرچہ اصول استنباط کیلئے چند شرائط میں اختلاف ضرور تھا لیکن وہ مسائل فقہیہ کے حل کیلئے قرآن وسنت کو اولین حیثیت دیتے جیسا کہ راقم نے مسئلہ رفع یدین میں ان کے مذاہب کے بنیادی اصول تفصیلاً تحریر کئے ہیں سو خیر القرون کے ائمہ فقہاء مجتہدین اولین کے نکاح میں کفو کے معتبر ہونے کا قول نہایت فراخ دلی سے فرماتے ہیں اب جبکہ یہ بات طے ہے کہ مسئلہ کفائۃ اصول کے قبیلے سے نہیں باب الفروع سے ہے لہٰذا مقلد کیلئے فروعات میں اپنے امام کی تقلید لازم ہے اور ان کے قضایا فتاویٰ کے خلاف متعصّبانہ تحقیق کی کوئی حیثیت نہیں، ائمہ اربعہ میں سے کسی سے بھی عدم اعتبار کفائۃ کا قول مروی نہیں سب کے ہاں اس کا اعتبار مسلمہ ہے گویہ کفو کے معتبر ہونے پر اجماع ہے۔

کفائۃ کے اعتبار پرائمہ اربعہ کے اقوال ان کی اصل عبارات کے ساتھ پیش کئے گئے پھر اعتبار کفائۃ میں فضیلت کے پیش نظر قریش صرف قریش ہی کا کفو ہیں غیر قریش ان کا کفو نہیں بن سکتے، اس پر ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا فیصلہ ہے البتہ شوافع اور حنابلہ اس حکم میں مزید تخصیص کے قائل ہیں کہ قریش ہاشمیہ سادات کا کفو نہیں، احناف کی جانب سے ہاشمیہ سادات کے متعلق تخصیص کا کوئی قول تو سامنے نہیں آتا البتہ نسب مشہور اور اہل بیت خلافت کی تخصیص ضرور ملتی ہے کہ قریش ان کا کفو نہیں بوجہ ان کی تعظیم کے۔

سوال یہ ہے کہ قریش کے خلفاء کو یہ تعظیم اور ان کے نسب کو یہ شہرت کس سبب ملی۔ لامحالہ یہ فضیلت آقادو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان میں تشریف لے آنا ان کیلئے باعث افتخار بنا تو اب سرور دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب قریش خلفاء کی بیٹیوں کی عزت و وقار ان کی عفت اور ان کا کفو تو معتبر اور مسلمہ رہے اور خود آل پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام عترت بتول کی عظمت و وقار کیلئے کوئی معیار نہ ہو، یہ بات کفائۃ کے قاعدہ کے خلاف ہے اور رحمۃ اللعالمین آقا علیہ السلام کے گھرانے کی عظمت کے خلاف بھی یہی وجہ ہے کہ جمیع حنابلہ وشوافع کے ہاں سادات ہاشمیہ کا کفو سوائے سادات ہاشمیہ کے کوئی نہیں عبارات سابقہ جن جلیل القدر محدثین کی ہیں یہ وہی علم وحکمت کے تاجور اور سپوت ہیں جن سے سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے فضائل کیلئے روایات بلا تعامل قبول کی جاتی ہیں امام سیوطی، امام یوسف نبہانی، امام خضری، امام ابن حجر ہیتمی امام نووی، رحمہم اللہ تعالیٰ ایسی شخصیات فضائل وسیرت کے لیے مصادر اور مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن یہ طرفہ نہیں تو کیا ہے سرکار دو عالم علیہ التحیہ والثناء کے فضائل کیلئے تو ان کی روایات بلا تعامل قبول اور کتابوں میں تحریر کر دی جائیں اور اہل بیت رسول علیہ السلام کے معاملہ میں یہی مراجع ضعیف ومرجوع قرار دیئے جائیں، آقادو عالم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عقیدت کا تو دم بھرا جاتا ہے لیکن خاندان رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جفائیوں کا سلسلہ بھی جاری ہے، عربوں کی بیٹیوں کا کفو تو غیر عرب نہ ہو اور قریش کی بنات اپنا کفو عربوں میں نہ رکھیں اور خاندان رسول علیہ السلام کی عفت مآب بیٹیوں کیلئے یہ تک، کہہ دیا جائے کہ ایک عجمی موچی اور جولاہا بھی سیدہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ (دیکھیے سیف العطاص ۴۸)

بات صرف یہیں ختم نہیں ہوتی، انبیاء وصحابہ کی تاریخ میں کسی کے والد کے ایمان کو موضوع بحث نہیں لایا گیا لیکن اس پوری تاریخ انسانیت میں اگر کسی کے والدین کو کافر کہا گیا تو صرف (العیاذ باللہ) سرکار کے آباؤ اجداد کو کہا گیا یا مولا علی کے والد گرامی کو، خانوادۂ مصطفی ﷺ کے ساتھ یہ سلوک اگر دین کی خدمت ہے تو ایسی خدمت پر اجر لینے کیلئے تیار رہا جائے وہ دن بھی دور نہیں جس کے بارے میں پروردگار کا اعلان ہے۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ بارگاہ ایزدی میں التجا ہے اللہ ہمیں اس گروہ کے ساتھ حشر سے محفوظ رکھے اور اس گروہ میں اٹھائے جن کے دامن میں

محبت وعقیدت رسول اور آل رسول ہیں۔

خلاصہ بحث یہ ہے۔

(۱) ائمہ اربعہ کے ہاں نکاح میں کفو معتبر ہے۔

(۲) ائمہ ثلاثہ خصائص کفو میں نسب کے معتبر قول رکھتے ہیں۔

(۳) امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک کفو شرائط نکاح سے ہے، غیر کفو میں کیا ہوا نکاح ولی کی رضامندی سے مشروط ہے، جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں اس متعلق دو قول ہیں۔

(۱) کفو شرائط نکاح سے ہے صحت نکاح کیلئے ضروری نہیں۔

(۲) کفو شرائط نکاح کے ساتھ صحت نکاح کیلئے بھی ضروری ہے غیر کفو میں کیا ہوا نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے۔

(۳) عجم اہل عرب کا کفو نہیں، عامۃ العرب قریش کا کفو نہیں، عرب بعض، بعض کا کفو ہیں، عجم بعض، بعض کا اور قریش کا کفو قریش ہی ہیں ان دونوں میں سے کوئی نہیں۔

(۵) امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمھما اللہ کے ہاں قاعدہ بالا میں مزید تخصیص ہے اور ہاشمیہ سادات کا کفو، قریش وعامۃ العرب بھی نہیں، سادات کا کفو ہاشمی ہی ہے۔

(۶) ائمہ شوافع وحنابلہ کا اتفاق ہے کہ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے کہ پوری مخلوق میں آپ علیہ السلام کی آل کا کفو کوئی نہیں بن سکتا اس کا سبب خون رسول علیہ لسلام کی حرمت ہے۔

(۷) احناف کے ہاں قریش، بعض، بعض کا کفو ہیں، البتہ اہل بیت خلافت کا نسب مشہور ہونے کے سبب، عام قریش ان کا کفو نہیں۔

(۸) اہل بیت خلافت کا یہ اعزاز ان کی تعظیم کے سبب ہے لہٰذا یہ علت اہل بیت نبوت میں نصوص قطعیہ سے ثابت ہے پس تاریخ میں بیان کئے جانے والے متضاد الروایات نکاحوں پر قیاس کرتے ہوئے نصوص قطعیہ سے ثابت حرمت اہل بیت کو ساقط نہیں کیا جا سکتا خصوصاً اعلیٰ حضرت بریلوی کے بیان کردہ قاعدہ کے نکاح میں عرف کا اعتبار ہوگا سو فی زمانہ سادات کے ہاں غیر سادات میں بنات دینے کا رواج اب بھی معیوب تصور کیا جاتا ہے اور اسی عرف کے پیش نظر ان کی حرمت وتکریم مسلمہ رہے گی۔

باب : ۶۴

بَابُ فِي نِكَاحِ الْمُحْرِمِ حالتِ احرام میں نکاح کرنے کے بیان میں

504۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ مَطَرٍ، وَيَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يُنْكَحُ« قَالَ: وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ هَذَا الْقَوْلَ، وَلَا يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا احرام پہنا ہوا نکاح نہ کرے اور نہ کسی دوسرے کا نکاح کرائے۔ نافع فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے یہ قول نبی کریم علیہ السلام تک مرفوعاً نہیں ہے۔

تخریج حدیث۔(1) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریج نکاح المحرم وکراھیۃ خطبتہ

505۔ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الزِّيَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ، أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ، ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَحْضُرَ ذَلِكَ، فَنَهَاهُ عَنْ ذَلِكَ وَحَدَّثَ، عَنْ عُثْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ ذَلِكَ وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ نَافِعٍ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ،

حضرت ایوب بن موسیٰ حضرت نبیہ بن وھب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کا نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور آپ کا بیٹا حالت احرام میں تھا۔ انہوں نے حضرت ابان بن عثمان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ آپ اس موقع پر تشریف لائیں۔ انہوں نے (حالت احرام میں) نکاح کروانے سے منع کر دیا اور انہوں نے اپنے والد حضرت عثمان کے واسطے سے نبی کریم علیہ السلام کی یہ روایت بیان کی کہ آپ علیہ السلام نے اس

وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَأَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، وَعُمَرُ بْنُ قَيْسٍ، وَفُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَيَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، وَجَمَاعَةٌ وَرَوَاهُ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى، وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ، وَوَلَدَا نُبَيْهٍ

حالت میں نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔حضرت نافع سے ایک جماعت نے یہ حدیث بیان کی ہے۔جن میں مالک بن انس، ابن ابی ذئب، ایوب السختیانی، عبیداللہ بن عمر، عمر بن قیس، فلیح بن سلیمان، یحییٰ بن ابی کثیر، سعید بن ابی عروبۃ اور ایک جماعۃ جس نے روایت کیا نبیہ بن وھب، ایوب بن موسیٰ، سعید بن ابی ھلال اور نبیہ کے والد ہیں۔

تخریج حدیث۔ مسند امام احمد جلد ۱ ص ۳۶۲ (۲) صحیح مسلم کتاب النکاح (۳) سنن نسائی، کتاب الحج، باب الرخصۃ فی ذلک (۴) صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب حرمۃ المناکحۃ (۵) مسند حمیدی جلد ۱ ص ۲۰ (۶) شرح معانی الآثار، کتاب الحج، نکاح المحرم (۷) السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۵ ص ۶۵

الْخِلَافُ فِي ذَٰلِكَ

506۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ ابْنَةَ الْحَارِثِ وَهُوَ مُحْرِمٌ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے حضرت میمونہ بنت حارث سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔

تخریج حدیث۔ (۱) مسند احمد جلد ۵، ص ۹۷ (۲) المعجم الاوسط جلد ۳ ص ۳۳۰ (۳) صحیح ابن حبان جلد ۹ ص ۴۳۷ کتاب النکاح۔

507۔ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ ابْنَةَ الْحَارِثِ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ: سَرِفٌ، فَأَعْرَسَ بِهَا بِذَلِكَ الْمَاءِ مَرْجِعَهُ حَيْثُ قَضَى نُسُكَهُ"

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام نے حضرت میمونہ بنت حارثؓ سے حالت احرام میں پانی والی جگہ جسے سرف کہا جاتا ہے نکاح فرمایا اور اس مقام پر مناسک ادا کرنے کے بعد واپسی پر شب زفاف گزاری۔

تخریج حدیث۔ (۱) مسند احمد جلد ۴، ص ۲۶۶، (۲) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء (۳) سنن ابی داود، کتاب الحج، باب المحرم یتزوج (۴) جامع ترمذی، کتاب الحج باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذلک (۵) سنن نسائی کتاب الحج، باب الرخصۃ فی ذلک (۶) شرح معانی الآثار جلد ۲، کتاب الحج (۷) طبقات ابن سعد جلد ۸، ص ۱۳۵ (۸) سنن دارقطنی، کتاب النکاح، باب المھر (۹) المعجم الاوسط جلد ۱ ص ۹۲

508۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيرٍ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَهُوَ مُحْرِمٌ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی پاک علیہ السلام نے حضرت میمونہ بنت حارث سلام اللہ علیہا سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۵ ص۱۴، ۱۳۸، شرح معانی الاثار جلد۲ ص۲۶۹

509۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السُّكَيْنِ الْبَلَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ زُرَيْقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ، وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيرٍ الْوَاسِطِيُّ، وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ نَصْرٍ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ الْبَزَّارُ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَحَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَحَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَامِرٍ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی پاک علیہ السلام نے (حضرت میمونہ بنت حارث سلام اللہ علیہا سے) حالت احرام میں نکاح فرمایا۔

تخریج حدیث۔ مسند احمد جلد۳ ص۲۸۱ (۲) صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب النکاح المحرم (۳) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم وکراھیۃ خطبۃ (۴) مستدرک جلد۴ ص۳۲ (۵) سنن دارمی، کتاب المناسک

510۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يَنْكِحُ غَيْرُهُ، وَلَا يَخْطُبُ عَلَى غَيْرِهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ »تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ ابْنَةَ الْحَارِثِ وَهُوَ مُحْرِمٌ«

حضرت ابن عمر نے فرمایا محرم اپنا نکاح نہ کرے اور نہ کسی دوسرے کا اور نہ پیغام نکاح بھجوایا جائے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے حالت احرام میں حضرت میمونہ بنت حارثؓ سے نکاح فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی جلد۳ص ۲۶۱

511۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي الثَّلْجِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْحِمْيَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »تَزَوَّجَ بَعْضَ نِسَائِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ازواج سے حالت احرام میں ہی نکاح فرمایا اور حالت احرام میں ہی آپ علیہ السلام نے پچھنے لگوائے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۶،ص۳۳۲ (۲) المعجم الکبیر رقم ۱۰۵۸ (۳) سنن دارمی جلد۲،ص ۳۸ (۴) سنن دارقطنی، کتاب النکاح، باب المھر (۵) صحیح ابن حبان جلد۹،ص۴۴۳

512۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خُشَيْشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ رَاشِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ رَوْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُونَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »تَزَوَّجَهَا بِسَرِفٍ وَهُوَ حَلَالٌ«

حضرت میمونہ بنت حارث سلام اللہ علیہا روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ان سے مقام سرف پر نکاح فرمایا اور آپ حالتِ احرام میں نہ تھے۔

تحقیق

باب کی ابتدائی دو روایات میں حالت احرام میں نکاح کی ممانعت کا بیان ہوا۔ جنہیں امام ابن شاھینؒ کے علاوہ امام مالک بن انسؒ نے موطا، امام احمدؒ نے مسند، امام ابن حبانؒ اور امام مسلمؒ نے صحیح، ابوداؤدؒ اور امام بیہقیؒ نے سنن میں نقل فرمایا۔

باب کی تیسری، چوتھی اور پانچویں حدیث مبارکہ جو منہج کتاب کے مطابق سابق روایات کی ناسخ ہیں ان میں نبی کریم علیہ السلام کا حضرت میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح کا بیان ہے۔ یہ روایات امام بخاریؒ، امام ابن حبانؒ نے صحیح میں، امام احمدؒ نے مسند میں، امام ترمذیؒ نے جامع میں، امام دارقطنیؒ، امام نسائیؒ، امام دارمیؒ، امام بیہقیؒ نے اپنی اپنی سنن میں امام حاکمؒ نے مستدرک میں امام طبرانیؒ نے المعجم الاوسط اور امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں اسناد صحیحہ کے ساتھ نقل فرمائیں۔ روایات میں تعارض کے باوجود اس باب میں نسخ کا قول نہیں۔ تعارض کی وجہ حضرت امام ابن عباسؓ کا یہ قول کہ نکاح کے وقت حضرت میمونہؓ احرام میں تھیں جبکہ خود حضرت میمونہؓ کا یہ ارشاد کہ جب میرا نکاح ہوا تو آپ علیہ السلام اور میں احرام میں نہیں تھے لہٰذا اس باب میں صحابہ اور ائمہ کرام کے دو گروہ ہیں۔

حالت احرام میں نکاح جائز ہے:۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوعبداللہ مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھم کا ہے۔

تابعین میں سے حضرت سعید بن جبیر، عطا بن رباح، طاؤس، مجاہد، عکرمہ، جابر بن زید، عمرو بن دینار، ایوب السجستانی، وغیرہ کا ہے۔

فقہاء کرام میں امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ اور تمام اہل کوفہ کا یہی مسلک ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۶ ص ۳۶۸ مکتبہ توفیقیہ مصر، شرح معانی الاثار، کتاب النکاح)

حالت احرام میں نکاح جائز نہیں:۔

صحابہ میں سے یہ قول حضرت ابن عمر اور حضرت عثمان اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنھم کا ہے۔
تابعین وفقہاء میں حضرت امام مالکؒ، امام لیثؒ، امام اوزاعیؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس قول کو اختیار فرمایا۔
(التمہید جلد۳ ص ۱۵۶، ۱۵۷، شرح مسلم نووی جلد ۹ ص ۱۸۶)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:۔

ا۔ائمہ ثلاثہ کی پہلی دلیل حضرت میمونہ سلام اللہ علیہا کا اپنا قول مبارک۔

ان النبی ﷺ تزوجھا بسرف و ھو حلال۔
(مسند احمد جلد ۶ ص ۳۳۲، سنن ابی داؤد جلد۲ ص ۱۶۹، فتح الباری جلد۴ ص ۵۴)

نبی کریم ﷺ نے مقام سرف پر آپ سے نکاح فرمایا آپ علیہ السلام اس حال میں احرام باندھے ہوئے نہ تھے۔

۲۔ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت مبارکہ

ان رسول اللہ ﷺ قال لاینکح المحرم ولا ینکح
(صحیح مسلم جلد۲ ص ۶۲۹، کتاب النکاح شرح مسلم نووی جلد ۹ ص ۱۸۶)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔احرام بندھا ہوا نہ خود نکاح کرے یا کسی کا نکاح کروائے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب:۔

(ا) حضرت میمونہ سلام اللہ علیہا کی روایت کا راوی مطر الوراق جس کے متعلق درجہ ذیل محدثین نے کلام فرمایا۔
(۲) قال ابن سعد فیہ ضعف
(۳) قال النسائی لیس بالقوی
(۴) قال احمد ضعیف
(تاریخ ابن معین جلد۲ ص ۶۸۲، میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۱۲۶، الجرح والتعدیل جلد ۸ ص ۲۸۷، تقریب التہذیب جلد۲ ص ۲۵۲)

راوی پر جرح کے پیش نظر حضرت میمونہ سلام اللہ علیہا کی روایت محفوظ نہیں۔
جب روایات میں تعارض واقع ہو جائے تو دونوں روایات کا صحت میں برابر ہونا شرط ہے وگرنہ ضعیف روایت صحیح کی متعارض نہیں، روایت میمونہ سلام اللہ علیہا چونکہ سنداً صحیح نہیں لہٰذا متعارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

۲۔ ائمہ ثلاثہ کی دوسری روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ہے۔اس روایت کے متعلق امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

واما الحديث عثمان اخرجه مسلم عنه انه قال: المحرم لاينكح ولايخطب ففى اسناده نبيه بن وهب و ليس كعمرو بن دينار ولا كجابر بن دينار ولاله موضع فى العلم كموضع عمرو جابر

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث جسے مسلم نے روایت کیا آپ نے فرمایا۔ محرم نہ نکاح کرے اور نہ پیغام نکاح بھجوائے اس سند میں نبیہ بن وھب ہیں جو عمرو بن دینار جیسے علمی جلالت کے حامل نہیں اور نہ ہی جابر بن دینار جیسا مقام فہم رکھتے ہیں ان کا مقام علمی عمرو جابر جیسا نہیں۔

گویا حدیث مسلم کے رجال حدیث بخاری کے رجال جیسے قوی نہیں لہٰذا بخاری کی سند جید ہونے کے سبب قابل استدلال ہوگی۔ امام عینیؒ ابن العربیؒ کا تبصرہ نقل فرماتے ہیں۔

وقال ابن العربى ضعف البخارى حديث عثمان و صحيح حديث ابن عباس فلو علم ان رواة حديث عثمان ليساوون رواه حديث ابن عباس تصحيح كلا الحديثين، ولئن سلمنا انهم مستاوون، منقول معنى لاينكح المحرم ولا يطا و هو محمول على الوطء اور الكراهة لكونه سبب للوقع فى الرفث لا ان عقده لنفسه او لغيره ولا خلاف فى جواز۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۶، ص ۳۶۸، مکتبہ توفیقیہ مصر ۲۰۱۰ھ)

ابن العربی مالکیؒ نے کہا ہے کہ بخاری نے حضرت عثمانؓ کی روایت کی تضعیف کی ہے اور ابن عباس کی روایت کی تصحیح کی ہے پس اگر وہ حضرت عثمانؓ کی روایت کو ابن عباسؓ کی روایت کے ہم پلہ پاتے تو وہ دونوں احادیث کی تصحیح کرتے اور اگر ہم دونوں احادیث کو مساوی مان بھی لیں تو (لاينكح المحرم) کا مطلب ''احرام باندھنے والا وطی نہ کرے'' اس معنیٰ پر محمول کیا جائے گا اور اس وطی کے معنیٰ پر اس لئے محمول کیا جائے گا کہ نکاح وطی کے لئے سبب ہے اور اس عقد کا قائم کرنا اپنے لئے یا غیر کے لئے ہے اس نکاح کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔

احناف کے دلائل:۔

۱۔ احناف کے ہاں نکاح محرم کی پہلی دلیل نکاح کے لئے قرآن مجید کا مطلق حکم ہے۔

"فانكحوا ماطاب لكم" (النسآء)

نصوص قطعیہ میں کسی جگہ بھی محرم کے لئے اس حکم میں قید نہیں لہٰذا مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہے گا اور حالت احرام میں نکاح کا جواز آیۂ قرآنی کے تحت برقرار رہے گا۔

۲۔ تعارض کی صورت میں متعارض روایات میں سے ترجیح کے قاعدہ کے تحت سنداً اقوی روایت قابل احتجاج ہے اور بخاری

کی روایت اس معیار پر پوری اترتی ہے باقی روایات یا تو سنداً قوی نہیں لیکن اگر ضعف نہ بھی ہو تو مساوی نہیں۔

۳۔ تعارض روایت کی صورت میں فقہاء صحابہ کا قول اختیار کیا جائے گا۔ مذکورہ باب کی روایات میں سے نکاح محرم کے جواز پر حضرت ابن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ موجود ہے اور یہ صحابہ بلاشبہ فقیہ صحابہ ہیں۔ دیکھئے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۲ ص ۳۳۳ جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۰ اصول البز دوری ص ۱۵۸، اصول سرخسی ص ۳۳۸، اعلام الموقعین جلد ۱، ص ۲۵)

روایات میں تطبیق:۔

اگر چہ محرم کے لئے نکاح کے جواز کی جملہ احادیث عدم جواز کی روایات سے جید ہیں اور احناف کا استدلال بھی انہیں سے ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک عدم جواز پر دلالت والی روایات درجہ صحت کی نہیں پھر بھی متعارض روایات کو قبول کر کے ان کے درمیان تطبیق دینا اولیٰ ہے۔ امام ابن حبانؒ ان متعارض روایات کے درمیان توفیق و تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنھم کی روایات میں تضاد ہے۔ میرے نزدیک اگر یہ دونوں احادیث درجہ صحت کی ہیں تو ان دونوں کو ترک کرنا جائز نہیں اگر چہ ابن عباس حضرت عثمان سے احفظ اور اعلم ہیں۔ حضرت ابن عباس کی روایت کا مطلب میرے نزدیک یہ ہوگا کہ آپ ﷺ داخل حرم تھے پس اس وقت آپ علیہ السلام نے حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا۔ اگر چہ آپ خود حالت احرام میں نہ تھے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت عمرہ کا ارادہ فرمایا اور مکہ جانے کے لئے ارادہ کیا تو حضرت ابورافع کو مدینہ سے پیغام نکاح کے لئے روانہ کر دیا اور احرام باندھ کر سفر کے لئے نکلے جب مکہ پہنچے تو طواف اور سعی فرمائی اس کے بعد عمرہ سے فراغت ہوئی تو عمرہ ادا فرمانے کے بعد آپ علیہ السلام نے حضرت میمونہ سلام اللہ علیہا سے نکاح فرمایا مکہ میں تین دن قیام فرمایا اس کے بعد مکہ سے خروج کرتے ہوئے مقام سرف پر رخصتی ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنھما کے مطابق یہ عقد حالت احرام میں یعنی داخل حرم ہوا اور یزید بن الاصم کی روایت کے مطابق یہ عقد حالت احرام میں نہیں ہوا۔

(صحیح ابن حبان جلد ۹، ص ۴۴۵، ۴۴۶)

اگر چہ ابن حبان رحمہ اللہ نے روایات کے درمیان تطبیق تو دی ہے لیکن اس صورت میں دیگر فقہاء و صحابہ کے قول کو تقویت نہیں ملتی جن کے مطابق نکاح ہی حالت احرام میں ہوا اسی لئے امام زیلعی رحمہ اللہ نے اس تاویل کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ بخاری کی روایت میں نکاح کے وقت حالت احرام کا قول مبہم نہیں بلکہ صریح ہے۔

(نصب الرایۃ جلد ۳ ص ۱۷۴ ادار الحدیث مصر)

واللہ اعلم بالصواب

باب : ٦٥

بَابٌ فِي الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدِ

ایک جوتا پہن کر چلنے کے بیان

513۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَمْشِ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتَّى يُصْلِحَ شِسْعَهُ، وَلَا يَأْكُلْ بِشِمَالِهِ، وَلَا يَمْشِ فِي الْخُفِّ الْوَاحِدِ«

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا یا ہم نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔

جب تم اس میں سے کسی کے ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک جوتا پہن کر نہ چلو یہاں تک تسمے کو درست کر لو۔ اور بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ اور ایک موزہ پہن کر نہ چلو۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب اذا انتعل...... (۲) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ (۳) سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الانتعال (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ باب فی المشی فی النعل الواحد (۵) موطا امام مالک ص۲۵۶ (۶) سنن نسائی، کتاب الزنا (۷) مسند حمیدی جلد۲ ص۴۸۰ (۸) سنن ابن ماجہ ابواب اللباس

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

514۔ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ الْكَرْخِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِنْدَلٌ يَعْنِي: ابْنُ عَلِيٍّ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: »رُبَّمَا انْقَطَعَ شِسْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَشَى فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتَّى يُصْلِحَهَا أَوْ تُصْلَحَ لَهُ«

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم علیہ السلام مبارک کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو آپ علیہ السلام ایک ہی نعل مبارک پہن کر چلتے یہاں تک اسے درست کر لیتے یا آپ علیہ السلام کے لئے درست کر دیا جاتا۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ، باب من رخص ان یمشی فی نعل واحد......

تحقیق

ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت اور پھر اس کی رخصت کا بیان کرتے ہوئے محدث ابن شاھین رحمہ اللہ نے صرف دو روایات نقل فرمائیں جو بترتیب حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہیں۔ باب کی پہلی حدیث مبارکہ میں ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے اور دوسری روایت مبارکہ بامر مجبوری ایک جوتا پہن کر چلنے کی رخصت کا بیان ہے۔ اس باب میں فقہاء ومحدثین میں سے کسی نے بھی نسخ کا قول نقل نہیں فرمایا بلکہ امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے دوسری حدیث مبارکہ کے متعلق فرمایا کہ

قلت هذا حديث واه

(عمدۃ القاری جلد ۱۸، ص ۶۲)

البتہ حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیھا کی موقوف روایت جسے امام ترمذی نے نقل فرمایا اس معنی کو تقویت دیتی ہے۔

ایک جوتا پہننے کی ممانعت پر ائمہ کی آراء:۔

امام بدرالدین عینی رحمتہ اللہ، امام الخطابی رحمہ اللہ کی تحقیق نقل فرماتے ہیں۔

نهيه ﷺ عن المشي في النعل الواحد لمشقة المشي على مثل هذه الحالة ولعدم الامن من العثار مع سماجة في الشكل و قبح منظره في العيون اذكان بتصور ذلك عندالناس بصورة من احد رجليه اقصر من الاخرى.

(عمدۃ القاری جلد ۱۸، ص ۶۲ مکتبہ توفیقیہ، مصر)

سرکار دوعالم ﷺ نے ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا تاکہ چلنے میں مشقت نہ ہو اور چلنے والا ٹھوکر لگ کر گرنے سے محفوظ رہے اور دیکھنے میں وہ چلنے والا معیوب نہ لگے جب وہ ایک جوتا پہن کر چلے گا تو لوگوں کی نظروں میں ایسا لگے گا گویا اس کا ایک پاؤں دوسرے سے چھوٹا ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

انما نهى عن ذلك لقلة المروة والاختلال والخبط فی المشی

اس کی ممانعت قلت مروۃ، نظر کے دھوکے اور چلنے میں دشواری کے سبب کی گئی۔

(تحفۃ الاحوذی جلد ۵ ص ۷۷ دارالحدیث قاہرہ مصر)

قاضی ابوبکر ابن العربیؒ بیان کرتے ہیں۔

العلة فيها انها مشية الشيطان

اس کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ یہ شیطانی چال جیسی چال ہے۔

امام بیہقیؒ کے مطابق اس کا مقصد یہ ہے کہ

الكراهيته من الشهرة و امتداد الابصار الى من يرى ذلك منه

اس فعل کی کراھیت کا سبب دیکھنے والوں کا دیر تک دیکھنے سے شہرت کا شائبہ پیدا ہونا ہے۔

علامہ زرقانی المالکیؒ فرماتے ہیں۔

لمافى ذلك من المثلة و مفارقة الوقار مشابهة زى الشيطان كالاكل بالشمال قاله الباجى زادغيره، ولمشقة المشى حنيئذ و خوف العثار۔

(شرح زرقانی علی موطا جلد ۴ ص ۳۶۵ دارالحدیث قاہرہ، مصر)

اس ممانعت کی وجہ انسانی وقار میں کمی ہے اور یہ شیطانی لباس کا انداز ہے جیسے بائیں ہاتھ سے کھانا، امام الباجی ان الفاظ پر مزید اضافہ فرماتے ہیں کہ اس طرح چلنے میں مشقت پیش آتی ہے اور ٹھوکر لگنے کا اندیشہ ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

ربما نسب فاعل ذلك الى اختلال الرأى او ضعفه۔

(فتح الباری جلد ۱۰ ص ۳۲۲ داراحیاء التراث العربی)

ایک جوتی پہننے والے کیلئے دیکھنے میں اس کے معذور اور ضعیف ہونے کا دھوکہ پیدا ہوتا ہے۔

امام نوویؒ اس کا سبب بیان کرتے ہیں۔

قال العلماء سبب ان ذلك تشويه و مثله و مخالف للوقار ولان المنتعلة تصيرارفع من الاخرى ضعير مشيه ورعا كان سبا للعثار۔

(شرح مسلم جلد ۱۴ ص ۷۵، داراحیاء التراث العربی ۱۳۹۲ھ)

علماء نے فرمایا اس ممانعت کی علت شخصی بگاڑ اور وقار کے خلاف ہونا ہے کیونکہ ایک جوتی پہننے والا دوسرے پاؤں سے اونچا ہونے کی وجہ سے چلنے میں مشقت محسوس کرتا ہے اور ایسا فعل کبھی کبھی ٹھوکر لگنے کا سبب بنتا ہے۔

درجہ بالا اسباب کی بناء پر ایک جوتا پہن کر چلنا ممنوع قرار دیا گیا البتہ باب کی دوسری روایت میں باامر مجبوری اس کی رخصت کا بیان بھی وارد ہوا اسی لئے آپ علیہ السلام سے یہ دوطرح کے عمل ثابت ہیں صحابہ کرام سے بھی ضرورت کی بناء پر ایک

جوتی پہن کر چلنا ثابت ہے۔

امام عینیؒ فرماتے ہیں مزینہ کے ایک شخص نے کہا۔

رایت علیا رضی الله عنه یمشی فی نعل واحد بالمدائن میں نے مولا علی کرم اللہ الکریم کو مدائن میں ایک جوتی پہن کر چلتے دیکھا۔

اسی طرح حضرت زید بن محمدؒ کے بارے میں فرمایا۔

رای سالما المشی فی نعل واحد بالمدائن سالم کو مدائن میں ایک جوتی پہنے ہوئے دیکھا۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۸، ص ۶۳)

اہل علم کے ہاں یہ بات مسلمہ ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے تحریمی نہیں جس کے اسباب کا بیان گزر چکا البتہ مجبوری کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے اور احتمال اس بات کا بھی ہے کہ کچھ صحابہ تک ممانعت کی روایات پہنچی ہی نہ ہوں۔

خلاصۃ الباب

حدیث مبارکہ کی روشنی میں ایک جوتا پہننا ممنوع ہے اور اس ممانعت کی وجہ اس فعل کا انسانی شخصیت و وقار کے منافی ہونا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صرف ایک جوتا پہننا وجود انسانی کے لیے امراض کا سبب بھی ہوسکتا ہے سنتِ نبوی ﷺ اور جدید سائنس کا مؤلف لکھتا ہے کہ "ایک پاؤں میں جوتا اور دوسرا خالی نقصان دہ ہے کیونکہ میں نے ایسے مریضوں کو لنگڑی کے درد یعنی (Shahtica) میں مبتلا پایا ہے۔

(سنتِ نبوی ﷺ و جدید سائنس، جلد ۲، ص ۵۲)

باب : ٦٦

حُكْمِ مَنْ تَتَابَعَ فِي شُرْبِ الْخَمْرِ

بار بار شراب پینے والے کے متعلق حکم کے بیان میں

515۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَسَّانَ بْنِ جَبَلَةَ الْعَتَكِيُّ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي: ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ شَرِبَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ شَرِبَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ شَرِبَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول رحمت علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی شراب پئے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ اگر پھر پئے تو پھر لگاؤ۔ اگر پھر پئے تو کوڑے لگاؤ اگر چوتھی مرتبہ پئے تو اسے قتل کردو۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود (۲) سنن نسائی، کتاب الاشربۃ (۳) شرح معانی الاثار جلد ۳ ص ۱۵۹ (۴) مستدرک حاکم کتاب الحدود

516۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ قُرَّةَ يَعْنِي ابْنِ خَالِدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ« قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو: ائْتُونِي بِرَجُلٍ جُلِدَ ثَلَاثًا، فَلَكُمْ عَلَيَّ أَنْ أَضْرِبَ عُنُقَهُ"

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جو شراب پئے اسے کوڑے لگاؤ اگر دوبارہ پئے تو پھر کوڑے لگاؤ اگر پھر پئے تو کوڑے لگاؤ اور اگر چوتھی مرتبہ پئے تو قتل کردو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۱۱ ص ۵۷ (۲) شرح معانی الاثار جلد ۲ ص ۹۱

517۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِى، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَخِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ حَرْبٍ، عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ شَرِبَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ شَرِبَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ شَرِبَ الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوهُ« قَالَ الشَّيْخُ وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا أَعْلَمُ أَنَّ سِمَاكًا حَدَّثَ عَنْ أَخِيهِ إِلَّا هَذَا، وَابْنُ جَرِيرٍ هَذَا اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ جَرِيرٍ

حضرت ابن جریر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جوشراب پئے اسے کوڑے لگاؤ اگر دوبارہ پئے تو پھر کوڑے لگاؤ اگر پھر پئے تو کوڑے لگاؤ اور اگر چوتھی مرتبہ پئے تو قتل کرو۔ شیخ فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے میں نہیں جانتا کہ سماک نے سوائے اس روایت کے اپنے بھائی سے حدیث روایت کی ہو اور (اس سند میں) جریر کا نام خالد بن جریر ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی کتاب الحدود (۲) مستدرک جلد ۴ ص ۳۷۱

518۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِى شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِى النُّجُودِ، عَنْ أَبِى صَالِحٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ«

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جوشراب پئے اسے کوڑے لگاؤ اگر تین مرتبہ پئے تو کوڑے مارو اور اگر چوتھی مرتبہ اعادہ کرے تو اسے قتل کردو۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح ابن حبان کتاب الحدود، باب حد الشرب (۲) مسند الطیالسی جلد ۱ ص ۳۰۳ (۳) مصنف عبد الرزاق کتاب الاشربۃ

519۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفِ بْنِ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَالِمٍ الْكِنْدِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ عِيَاضِ بْنِ غُطَيْفٍ، عَنْ

حضرت عیاض بن غطیف والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب شراب پی جائے تو (پینے والے کو) کوڑے مارو اگر پھر پئے تو پھر مارو اگر پھر پئے تو پھر کوڑے لگاؤ اور اگر پھر (چوتھی مرتبہ) پئے تو اسے قتل کردو۔

أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »إِذَا شَرِبَ الْخَمْرُ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ عَادَ فَاقْتُلُوهُ«

تخریج حدیث۔(۱) مجمع الزوائد جلد۶ ص۲۷۸

520۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغَلِّسِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ الْهَيْثَمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ نِمْرَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ أَوْسٍ، وَكَانَ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: »مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاقْتُلُوهُ«

حضرت شرحبیل بن اوس رضی اللہ عنہ صحابی رسول علیہ السلام روایت کرتے ہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شراب پئے اسے کوڑے لگاؤ اور پھر جو شراب پئے اسے کوڑے لگاؤ اور اگر پھر پئے تو قتل کرو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند الشامیین رقم ۱۰۸۲ (۲) مستدرک کتاب الحدود جلد۴ ص۳۷۵ (۳) مسند احمد جلد۴ ص۲۳۴

521۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الزَّبِيبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي: ابْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي كَبْشَةَ، يُحَدِّثُ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا، مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا شَرِبَهَا فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ شَرِبَهَا فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاقْتُلُوهُ«

حضرت ابن ابی کبشہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کے صحابہ میں سے ایک شخص کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ آقا کریم علیہ السلام نے فرمایا جب شراب پی جائے تو (پینے والے کو) کوڑے لگاؤ اور اگر دوبارہ پئے تو کوڑے لگاؤ اگر وہ اعادہ کرے تو قتل کردو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۵ ص۲۶۹ (۲) مستدرک جلد۴ ص۳۷۲

نسخ هذا الحديث بحديث عثمان بن عفان رضی الله عنه

522۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، أَنَّهُ »أُتِيَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ، فَجَلَدَهُ، وَلَمْ يَضْرِبْ عُنُقَهُ«

حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں نبی کریم علیہ السلام کے پاس ایک شخص کو (حد خمر لگانے کے بعد) لایا گیا (اس نے پھر شراب پی تھی) تو اسے قتل نہیں کیا گیا۔

523۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى بْنِ أَبِي حَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ فَاقْتُلُوهُ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ، فَرُفِعَ الْقَتْلُ وَكَانَتْ رُخْصَةً

حضرت قبیصہ بن ذوئب سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مبارک پہنچا ہے کہ جب شراب پی جائے تو (پینے والے کو) کوڑے لگاؤ اگر پھر پی تو کوڑے لگاؤ اگر پھر پی تو قتل کردو۔ آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک شخص لایا گیا اس نے شراب پی تھی اسے کوڑے لگائے گئے۔ پھر دوبارہ لایا گیا تو اس سے (پھر) شراب پی تھی اسے پھر کوڑے لگائے گئے۔ پھر لایا گیا تو اس نے شراب پی تھی تو اسے کوڑے لگائے گئے اور قتل کا حکم اٹھالیا گیا اور اس میں رخصت دی گئی۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد کتاب الحدود (۲) الاعتبار ص ۳۶۷ (۳) السنن الکبری جلد ۸، ص ۳۱۴

524۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْفَزَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَحْرٍ الْبَكْرَاوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

حضرت قبیصۃ بن ذؤیب سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے اس کی مثل ارشاد فرمایا۔

525۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: رُوِّيتُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُثْمَانَ، أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ: عَلَامَ تَقْتُلُونِي فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ إِلَّا رَجُلٌ كَفَرَ بِاللَّهِ تَعَالَى بَعْدَ إِسْلَامِهِ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ، أَوْ زَنَا بَعْدَ إِحْصَانِهِ فَعَلَيْهِ الرَّجْمُ، أَوْ رَجُلٌ قَتَلَ رَجُلًا مُتَعَمِّدًا فَعَلَيْهِ الْقَوَدُ«

حضرت نافع روایت فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عثمان ان سے قریب ہوئے اور کہا آپ مجھے کس سبب سے قتل کرتے ہیں۔ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کسی مسلمان کا خون سوائے تین وجوہات کے بہانا حلال نہیں۔ (۱)۔ایسا شخص جو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرے تو اسے قتل کیا جائے۔ (۲)۔یا شادی شدہ زنا کرنے والا اسے رجم کیا جائے گا۔ (۳)۔یا ایسا شخص جو کسی دوسرے کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۱، ص۳۵۶، (۲) سنن نسائی، کتاب الحدود (۳) سنن ابن ماجہ ابواب الحدود (۴) مسند الطیالسی جلد۲، ص۲۹۰ (۵) شرح معانی الاثار جلد۳، ص۱۶۰ (۶) سنن داری جلد۲، ص۱۷۱ باب ما تحل بہ دم مسلم۔

تحقیق

باب کی ابتدائی سات احادیث مبارکہ میں شراب پینے والے کے متعلق حد کا بیان ہوا۔ شرب خمر ثابت ہونے کی صورت میں حد نافذ کی جائے گی دوسری اور تیسری مرتبہ تک کوڑے بطور حد شرابی کی سزا ہے لیکن چوتھی مرتبہ پھر شراب نوشی کی صورت میں بطور حد قتل کرنے کا حکم بیان کیا گیا۔ باب کی آخری چار روایات اس حکم سابق کی ناسخ ہیں۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:۔

ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شارب خمر کیلئے حداً قتل کی تمام روایات منسوخ ہیں۔

البتہ الشیخ حمد بن عبداللہ الحمد الحنبلی رحمہ اللہ نے اس باب میں ائمہ اسلام کے تین قول نقل فرمائے ہیں۔

قول اول:۔

شارب خمر کو حداً قتل کرنے کی روایات منسوخ ہو چکی ہیں۔ یہ قول جمہور اہل علم کا ہے۔

قول ثانی:۔

شارب خمر کو حداً قتل کا حکم منسوخ نہیں محکم ہے۔ اگر شراب نوشی کرنے والا چوتھی مرتبہ بھی اس گناہ کا مرتکب ہوا تو اسے بطور حد قتل کیا جائے گا۔ ابن حزم المحلی میں بیان کرتے ہیں۔

وقد ادعى قوم ان الاجماع صح ان القتل منسوخ على شارب الخمر فى الرابعة و هذه دعوى كاذبة عبدالله بن عمرو عبدالله بن عمرو يقولان بقتله۔

(المحلی جلد ۱۱، ص ۳۶۸، ۳۶۹ مطبوعہ مصر)

ایک جماعت کا دعوی ہے کہ چوتھی بار شراب پینے والے کے قتل کی منسوخیت پر اجماع ہے کیونکہ عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمرو اس شخص کو قتل کرنے کا قول فرماتے ہیں۔

قول ثالث:۔

شارب خمر کے قتل والی روایات محکم تو ہیں لیکن مجرم کو حداً قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ امام مصلحتاً جو تعزیر مقرر کرے وہی نافذ العمل ہوگی۔ یہ قول حسن بصری، ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمھم اللہ کا ہے۔

(شرح زاد المستقنع جلد ۲۸ ص ۳۰)

جمہور ائمہ وفقہاء کے نزدیک حداً قتل کی روایات منسوخ ہیں۔

۱۔ امام محمد بن ادریس شافعیؒ فرماتے ہیں۔

والقتل منسوخ بهذا الحديث يعنى قبصة وغيره يعنى حديث جابر و عثمان رضى الله عنهما

شرابی کو قتل کرنے کے حکم والی روایات اس حدیث یعنی قبصہ والی روایت یعنی جابر وعثمان والی حدیث سے منسوخ ہے۔

(الام جلد ۶ ص ۱۱۷، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ)

۲۔ امام یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔

و هذا الحديث منسوخ قال جماعة دل الاجماع على نسخه

(شرح نووی علی مسلم جلد ۶ ص ۱۲۹)

یہ حدیث منسوخ ہے ایک جماعۃ کا موقف یہ ہے کہ اس کی منسوخیت پر اجماع ہے۔

۳۔ امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ امام ابوعیسیٰؒ ترمذی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں۔

قلت هذا الذى قاله الترمذى فى حديث شارب الخمر هو كما قاله فهو حديث منسوخ دل الاجماع على نسخه۔

(شرح سنن ابوداؤد عینی جلد ۵ ص ۸۰، مکتبہ الرشد ریاض ۱۴۲۰ھ)

جس نے یہ کہا کہ ترمذی نے جو شارب الخمر کی روایت بیان کی جسے ذکر کیا گیا یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی منسوخیت پر اجماع ہے۔

۴۔ امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فثبت بما ذكرنا ان القتل بشرب الخمر فى الرابعة منسوخ

پس یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ چوتھی مرتبہ شراب پینے والے کو قتل کیا جائے گا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

(شرح معانی الآثار باب من سکر اربع مرات ماحدہ)

۵۔ امام ابوبکر موسیٰ الحازمیؒ کا ہے۔

والقتل منسوخ بهذا الحديث وغيره وهذه مالا اختلاف فيه عند احد من العلم علمته۔

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد۲،ص۲۰۷ دارابن حزم السعودیہ)

اور شارب الخمر کو قتل کرنا اس حدیث اوران ایسی اور احادیث سے منسوخ ہو چکا ہے اور یہ ایسا حکم ہے جس میں میرے نزدیک جتنے اہل علم ہیں ان میں اختلاف نہیں۔

شارب الخمر کے قتل کی حدیث درجہ ذیل حدیث مبارکہ سے منسوخ ہے۔

امام نووی تحریر فرماتے ہیں۔

لايحل دم امرى مسلمه الا باحدى ثلاث النفس بالنفس، والثيب الزاني، والتارك لدينه المفارق للجماعة

(شرح مسلم جلد۶،ص۱۲۹)

کسی مسلمان کا خون تین وجوہات کے بغیر جائز نہیں، جان کے بدلے جان، شادی شدہ اور زانی دین کو ترک کرنے والا۔

اگر چہ شراب پینے والے کے لئے چوتھی مرتبہ اس جرم کے ارتکاب پر قتل کی سزا منسوخ ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود اس بات پر عالم اسلام کا اتفاق ہے کہ شرابی کو بطور حد کوڑے لگائے جائیں گے چاہے اس نے شراب قلیل مقدار میں پی ہو یا کثیر مقدار میں۔ البتہ اگر کسی شخص کے منہ سے شراب کی بو محسوس ہو تو اس پر حد نافذ ہو گی یا نہیں اس پر ائمہ کے دو قول ہیں۔

اوّل:۔

اس پر حد نافذ نہیں ہو گی کیونکہ حدود شبہات سے زائل ہو جاتی ہیں اور مذکورہ شخص کے متعلق شراب نوشی کا یقین نہیں بلکہ محض شبہ ہے۔ یہ قول جمہور فقہاء کا ہے۔

دوئم:۔

مذکورہ شخص پر حد نافذ ہو گی۔ یہ قول حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور امام مالک کا ہے۔

(الاستذکار، جلد۸،ص۴)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے:

فانه جلد اجلا وجدت منه رائحة الخمر

(شرح زادالمستقنع جلد۲۸،ص۳۲، اکمال المعلم، جل۳،ص۹۷)

جس کے منہ سے میں نے شراب کی بو محسوس کی اسے کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

باب : ٦٧

بَابُ فِي الْمَجْذُومِينَ

جزام کے مریض کے بیان میں

526۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى الْقَزَّازُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا تُدِيمُوا النَّظَرَ إِلَى الْمَجْذُومِينَ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی نظریں برص کے مریضوں پر نہ جمائے رکھو۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ کتاب الطب، باب الجزام (۲) مسند الطیالسی رقم ۱۶۰۱

527۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ الْخَلِيلِ الْأَهْوَازِيُّ، بِالْأَهْوَازِ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ يَزِيدَ النَّهْرُتِيرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي: ابْنُ يُونُسَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، قَالَ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي فَاطِمَةُ ابْنَةُ حُسَيْنٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمَجَاذِيمِ »لَا تُدِيمُوا النَّظَرَ إِلَيْهِمْ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے برص کے بیماروں کے متعلق فرمایا کہ اپنی نظریں ان کی طرف نہ جمائے رکھو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۳، ص ۳۴۳ (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ (۳) المعجم الکبیر جلد ۳، ص ۱۴۳ (۴) السنن الکبری جلد ۷ ص ۲۱۹ (۵) المجمع الزوائد جلد ۵، ص ۱۰۴

528۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْتَوْرِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عُلْوَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَجْذُومَ فَفِرُّوا مِنْهُ كَمَا تَفِرُّونَ مِنَ الْأَسَدِ وَإِذَا كَلَّمْتُمُوهُ فَكَلِّمُوهُ وَبَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ قَيْدُ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ«

سیدۃ النسا اھل الجنتہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا روایت فرماتی ہیں۔رسول رحمت علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم برص کے مریض کو دیکھو تو اس سے ایسے بھاگ جاؤ جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو اور جب تم سے گفتگو کرے تو پس تم اُس سے گفتگو کرو اور ان سے گفتگو کرو تو تمہارے اور ان کے درمیان ایک نیزہ یا دو نیزوں کا فاصلہ ہو۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع، باب الجزدم

529۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الصَّفَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْخَلِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" مَرَّ بِوَادِي الْمَجْذُومِينَ فَأَسْرَعَ الْمَشْيَ فَقَالَ: »إِنْ يَكُنْ شَيْءٌ يُعْدِي فَهَذَا«

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام برص کے مریضوں کی بستی سے گزرے تو تیزی سے چلے اور فرمایا کہ اگر کوئی چیز مجھے مرض میں مبتلا کرتی تو یہ (برص کی) بیماری کرتی۔

تخریج حدیث۔(۱) الکامل ابن عدی جلد ۳، ص ۹۳۰

530۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْلَى، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَايِعَهُ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرَاءٍ وَرَاءٍ: »قَدْ بَايَعْتُكَ فَارْجِعْ«

قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ أَبِي وَزَادَنِي فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، عَنْ

حضرت یحییٰ بن یعلی حضرت عطا سے روایت کرتے ہیں اہل طائف میں سے ایک شخص نبی پاک علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا تا کہ آپ کی بیعت کرے۔آپ علیہ السلام نے اسے (اس کی متعدی بیماری کے سبب) یہ فرما کر بھجوا دیا کہ تمہارے پیچھے کون ہے واپس لوٹ جاؤ ہم نے تمہیں بیعت کرلیا۔احمد فرماتے ہیں میرے والد نے اس میں (یہ الفاظ) زائد کیے محمد بن عیسی، ہشم سے وہ فرماتے ہیں مجھ سے یعلی بن

هُشَيْمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شَرِيدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْذُومٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »ارْجِعْ فَقَدْ بَايَعْتُكَ«

عطا نے بیان کیا عمرو بن شرید سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ وفد ثقیف کا شخص جسے برص کا مرض تھا اسے رسول اللہ ﷺ نے (یہ فرما کر) بھجوا دیا کہ واپس لوٹ جاؤ ہم نے تمہیں بیعت کر لیا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند الطیالسی جلد ا ص ۳۴۶

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

531۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَعْمَرٍ الْحَرْبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ نَاصِحٍ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ الطَّرَسُوسِيُّ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ الزَّعْفَرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِشْكَابٍ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الطُّوسِيُّ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ الْبُهْلُولِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالُوا حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ، فَوَضَعَ يَدَهُ مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ فَقَالَ: »كُلْ بِسْمِ اللَّهِ، ثِقَةً بِاللَّهِ وَتَوَكُّلًا عَلَى اللَّهِ« وَاللَّفْظُ لِابْنِ مَعْمَرٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے برص کے مریض کے ہاتھ کو پکڑا اور اپنا ہاتھ مبارک اس کے ہاتھ کے اوپر ایک پیالے پر رکھا اور فرمایا کھاؤ اللہ پر اعتماد اور اس پر توکل کرتے ہوئے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد، کتاب العتق، باب فی الطیرۃ (۲) جامع ترمذی کتاب الاطعمہ (۳) سنن ابن ماجہ کتاب الطب (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ (۵) شرح معانی الاثار، کتاب الکراھیۃ

532۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »كُلْ مَعَ صَاحِبِ الْبَلَاءِ تَوَاضُعًا لِرَبِّكَ وَإِيمَانًا بِهِ«

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول رحمت علیہ السلام نے فرمایا کھاؤ مرض میں مبتلا شخص کے ساتھ اپنے رب کے حضور عاجزی کرتے ہوئے اور اس پر ایمان (و توکل) کرتے ہوئے۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الآثار، کتاب الکراھیۃ، باب الاجتناب من ذی داء الطاعون وغیرہ۔

533۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْعَسْكَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْهَيْثَمِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْغَفَّارِ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: أَجْلَسَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَجْذُومًا مَعَهُ يَأْكُلُ، قَالَ عِكْرِمَةُ: فَكَأَنِّي كَرِهْتُهُ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَلَعَلَّهُ خَيْرٌ مِنْكَ، »قَدْ« جَلَسَ مَعَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي وَمِنْكَ، يَأْكُلُ مَعَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک برص کے مریض کے پاس بیٹھے اس کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ حضرت عکرمہ نے ان سے کہا کہ (آپ کے اس کام سے) مجھے کراہت محسوس ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ یقیناً وہ آپ سے بہتر ہیں جو ان کے ساتھ بیٹھے وہ مجھ سے اور آپ سے بہتر ہیں جنہوں نے اس کے ساتھ کھانا تناول فرمایا ہے۔ (یعنی رحمت عالم علیہ التحیہ والثناء)

تخریج حدیث۔(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ، باب الاکل مع المجزوم۔

تحقیق

اس باب کی احادیث صحاح میں سے امام مسلمؒ نے صحیح میں، امام ترمذیؒ نے جامع میں، امام ابوداوُدؒ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے اپنی اپنی سنن میں نقل فرمائیں۔ صحاح کے علاوہ امام حاکمؒ نے مستدرک، امام بیہقیؒ نے السنن الکبریٰ، امام ابن حبانؒ نے صحیح، امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر، امام احمدؒ نے مسند اور امام عبدالرزاقؒ و امام ابن ابی شیبہؒ نے اپنی اپنی مصنف میں بھی اسناد صحیحہ کے ساتھ نقل فرمائیں۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:۔

روایات کے تعارض کے پیش نظر امام نووی رحمہ اللہ نے ایک قول کے مطابق مجزوم سے دور رہنے والی روایات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ البتہ یہ قول جمہور کے خلاف ہے کیونکہ اس باب میں نسخ کا احتمال نہیں اسی لئے آپ فرما رہے ہیں۔

والصحیح الذی قاله الاکثرون و یتعین المصیر الیه انه لانسخ بل یجب الجمع بین الحدیث۔

(شرح مسلم نووی جلد۱۴ص ۲۲۸، دار احیاء التراث العربی ۱۳۹۲ھ)

اور جمہور ائمہ کے نزدیک صحیح ہی ہے اور اسی کی طرف قول کو پھیرا جائے گا کہ اس باب میں نسخ کا قول نہیں بلکہ روایات کے درمیان تطبیق دی جائے گی۔

جزام کا مریض اور آثار صحابہ:۔

نبی کریم ﷺ کی دو روایات باب کے دوسرے حصہ میں ملاحظہ کی گئیں جن میں آپ علیہ السلام کا ایسے مریض کے ساتھ تواضع کا ذکر ہوا۔ ذیل میں صحابہ کرام کے دو آثار پیش کئے جا رہے ہیں جن کا مقصد اتباع رسول علیہ السلام میں بیماری سے شکوہ نہ لینے کا درس ہے۔

اول:۔

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا بیان فرماتی ہیں۔ ہمارا ایک غلام تھا جسے جزام کا مرض لاحق تھا وہ ہمارے برتنوں میں کھا پی لیتا تھا اور ہمارے بستر پر سو بھی جاتا تھا۔

دوئم:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین واتباع تابعین جزام کے مریض کے ساتھ کھا پی لیتے تھے۔

(شرح مسلم نووی جلد ۱۴، ص ۲۲۸ دار احیاء التراث، بیروت)

احادیث کے درمیان تطبیق:۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ ان احادیث کے بارے میں رقم فرماتے ہیں۔

فالحديثان صحيحان ولا نسخ ولا تعارض بينهما بحمد الله، بل كل منهما له وجه وقد طعن اعداء السنة فى اهل الحديث وقالوا۔ يروون الاحاديث التى تخالف العقل، فانتدب انصار السنة للرد ونفى التعارض عن الاحاديث الصحيحة و بيان الموافقتها للعقل۔

(زاد المعاد لهدی خیر العباد، جلد ۴، ص ۱۱۷، المطبعة الميمنية، مصر ۱۳۲۴ھ)

دونوں احادیث درجہ صحیح کی ہیں الحمد اللہ نہ تو ان میں نسخ ہے او نہ ہی تعارض بلکہ ان میں سے ہر ایک مفہوم کی ایک خاص جہت ہے۔ اعداء سنت نے محدثین پر طعن کیا اور کہا تم دیکھتے ہو ان روایات کو جو عقل کے خلاف ہیں، محدثین نے ان روایات کے درمیان تعارض کو دور کیا اور انہیں عقل کے موافق واضح بھی فرما دیا۔

امام ابن حجرؒ نے ان رویات کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے لکھا:

واما الامر بالفرار من باب سد الذرائع لئلا يتفق الشخص الذى يخالطه شئى من ذلك بتقدير الله تعالى۔ ابتداء لا بالعدوى المنفية، فينظن ان ذلك بسبب مخالطته فيعتقد صحة العدوى فيقع فى الحرج فأمر بتجنبه حسماً للمادة

(شرح نخبۃ الفکر ص ۱۵، ۱۶ مصطفیٰ البابی مصر)

جزامی شخص سے فرار ہونے کا حکم سد ذرائع سے ہے تاکہ اس کی عقل میں تقدیر الٰہی کے مخالف کوئی اختلاط نہ ہو جائے نہ کہ اس بیماری کے سبب بھاگنے کا امر ہوا اگر وہ جزامی سے میل جول رکھتا اور اسے یہ بیماری لاحق ہو جاتی تو وہ یہ خیال کرتا کہ یہ بیماری اس میل جول سے ہوئی تو وہ تعدی پر اعتقاد پکا کر لیتا پس اس صورت میں حرج واقع ہوتا ہے، یہ حکم اس حرج سے اور اعتقاد سے محفوظ رہنے کے لئے صادر کیا گیا۔

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قال ابو محمد و نحن نقول انه ليس في هذا اختلاف ولكل معنىٰ منها وقت و موضع، فاذا و ضع موضعه زال الاختلاف۔

(تاویل مختلف الحدیث، جلد ا، ص ۱۶۸، المکتب الاسلامی، مصر)

ابو محمد کا قول ہے کہ ان روایات میں کسی قوم کا کوئی اختلاف نہیں یہ یہ روایت اپنے وقت کے لئے ایک خاص معنیٰ رکھتی ہے اور خاص جگہ کے لئے بھی بس جب وقت و مقام واقع ہوں گے اختلاف زائل ہو جائے گا۔

امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ بیمار کے وجود سے دور رہنے کے متعلق ان روایات کی اصل بیان فرماتے ہیں۔

قلت لا ولكن يجعل قوله لاعدوى كما قال النبي ﷺ نفي العدوى ان يكون ابدا ويجعل قوله لايورد ممرض على مصح على الخوف منه ان يوردعليه فيصيبه بقدر الله مااصاب الاول فيقول الناس اعداه الاول فكره ايراء المصح على الممرض خوف هذا القول۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکرھۃ باب الرجل یکون بہ الداء ھل یجتنب ام لا)

لیکن میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں بلکہ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تعدی کی ہمیشہ کے لئے نفی فرمادی اور آپ علیہ السلام کا قول مبارک کہ بیمار کو تندرست آدمی کے پاس نہ لایا جائے اس خوف کی بناء پر کہ اگر اسے وہاں لایا جائے اور تقدیر الٰہی سے اسے وہ مرض لاحق ہو جائے جو پہلے کو لاحق ہے تو لوگ یہ گمان کریں گے اس دوسرے آدمی کو پہلے سے یہ بیماری لاحق ہوئی۔ پس آپ علیہ السلام نے اس گمان سے بچنے کے لئے بیمار کو تندرست کے پاس جانے سے روک دیا۔

آخری قول امام یحییٰ بن شرف نووی کا ہے آپ فرماتے ہیں۔

وحمل الامر باجتنا به والفرار منه على الاستحباب والاحتياط لا للوجوب و اما الاكل معه ففعله لبيان الجواز

(شرح مسلم جلد ۱۴، ص ۲۲۸ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صیغہ امر یعنی حکم کو اجتناب کے معنیٰ پر محمول کیا جائے گا اور مجزوم سے بھاگنا استحباب اور احتیاط پر محمول ہوگا نہ کہ وجوب پر اور ان بیماروں کے ساتھ کھانا تناول کرنا بیان جواز کے لئے تھا۔

باب : ٦٨

بَابُ فِي لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ

قربانی کے گوشت کے بیان میں

534۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »كُلُوا مِنْهَا ثَلَاثًا« يَعْنِي مِنْ لُحُومِ نُسُكِكُمْ"

حضرت عبداللہ بن عمر اپنے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اپنی قربانی کے گوشت سے (صرف) تین دن تک کھاؤ۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب مایوکل من لحوم الاضاحی (۲) صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب النھی عن اکل لحوم الاضاحی

535۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شَوْكَرِ بْنِ رَافِعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، مَوْلَى الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ وَجَدَّتِهِ أُمِّ عَطَاءٍ قَالَتْ: وَاللَّهِ لَكَأَنَّنَا نَنْظُرُ إِلَى الزُّبَيْرِ حَتَّى أَتَى عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءَ فَقَالَ: يَا أُمَّ عَطَاءٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ" نَهَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَأْكُلُوا لُحُومَ نُسُكِهِمْ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَلَا تَأْكُلُوهُ، قَالَتْ: قُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ كَيْفَ نَصْنَعُ بِمَا أُهْدِيَ لَنَا؟ قَالَ: »أَمَّا مَا أُهْدِيَ لَكُمْ فَشَأْنُكُمْ بِهِ«

حضرت زبیر کے غلام عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے حضرت ام عطا کو یہ فرماتے ہوئے پایا کہ اللہ کی قسم گویا کہ میں زبیر رضی اللہ عنہ کو سفید خچر پر سوار ہو کر آتا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ انہوں نے کہا اے ام عطا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن سے اوپر قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے میں اسے نہ کھاؤں وہ فرماتی ہیں میں نے کہا میرا والد آپ پر قربان جو ہمیں ہدیے بھیجے جائیں ان کا کیا کریں۔ ان سے کہا پس جو تمہارے لئے ہدیے آئیں انہیں تمہاری منشاء (تمہارا معاملہ) ہے جو کرو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد رقم ۱۴۲۲، (۲) المعجم الکبیر جلد ۲۰ ص ۱۰۰

536۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي خِدَاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مَطَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »لَا يَأْكُلُ مِنْ بُدْنَتِهِ، وَلَا مِنْ أُضْحِيَتِهِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام تین دن سے زیادہ اپنے قربانی کے جانور کا گوشت تناول نہیں فرماتے تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۲،ص۳۶،(۲) صحیح مسلم کتاب الاضاحی (۳) جامع ترمذی کتاب الاضاحی، باب فی کراھیۃ اکل الاضحیۃ فوق ثلاثۃ (۴) صحیح ابن حبان، کتاب الاضحیۃ جلد۱۳،ص۲۴۶،(۵) شرح معانی الآثار، کتاب الاضاحی (۶) سنن دارمی، کتاب الاضاحی (۷) السنن الکبری جلد۹ ص۲۹۰

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

537۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُسَيَّبُ بْنُ وَاضِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ وَاسِعِ بْنِ حِبَّانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِي فَكُلُوا مِنْهَا وَادَّخِرُوا«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا میں نے تمہیں (تین دن سے زیادہ) قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا پس تم اس سے کھالیا کرو اور ذخیرہ کرلیا کرو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۳،ص۸۵،(۲) صحیح مسلم، کتاب الاضاحی (۳) مسند ابی یعلی جلد۸،ص۱۰۷ (۴) صحیح ابن حبان، کتاب الاضحیۃ (۵) المستدرک جلد۴،ص۲۳۲

538۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الزِّيَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا النَّابِغَةُ بْنُ الْمُخَارِقِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّ عَلِيًّا، كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت فرماتے ہیں رسول رحمت علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ محفوظ کرنے سے منع کیا تھا۔ پس اب اس سے کھالیا کرو جو تمہارے لئے عمدہ ہو۔

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِي أَنْ تَحْبِسُوهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا مَا بَدَا لَكُمْ«

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ا ص ۱۴۵

539۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، وَسَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكَرْخِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »كُلُوا مِنْ لُحُومِ الْأَضَاحِي، وَتَزَوَّدُوا مِنْهُ« قَالَ الشَّيْخُ: وَالنَّهْيُ فِي الْحَدِيثِ عَنِ ادِّخَارِ الْأَضَاحِي فَصَحِيحٌ، وَالْحَدِيثُ فِي الْإِبَاحَةِ فَصَحِيحٌ، وَهَذَا هُوَ النَّاسِخُ لِلْأَوَّلِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَقَدْ أَبَانَ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْعِلَّةَ فِيهِ، فَقَالَ: »إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ عَنِ الِادِّخَارِ فَوْقَ ثَلَاثٍ؛ لِيُوسِعْ غَنِيُّكُمْ عَلَى فَقِيرِكُمْ، أَلَا فَكُلُوا، وَادَّخِرُوا مَا بَدَا لَكُمْ«

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قربانی کے گوشت سے کھایا کرو اور اسے زاد راہ بنا لیا کرو۔ شیخ فرماتے ہیں گوشت کو ذخیرہ کرنے سے منع کرنے والی روایت بھی صحیح ہے اور اس کی اجازت و رخصت والی روایت بھی لہٰذا بعد والی روایت پہلے کی ناسخ ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا تھا اور اس کا سبب بھی ذکر فرمایا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ (قربانی کا گوشت) ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا تاکہ تمہارے صاحبانِ ثروت تمہارے تنگ دستوں پر وسعت کریں پس اب کھالیا کرو اور ذخیرہ کرلو جو تمہیں عمدہ لگے۔

تخریج حدیث۔(۱) موطا امام مالک، کتاب الضحایا (۲) صحیح مسلم کتاب الاضاحی (۳) سنن نسائی جلد ۷ ص ۲۰۶، (۴) سنن دارمی، کتاب الاضاحی، باب فی لحوم الاضاحی (۵) شرح معانی الاثار، کتاب الاضاحی (۶) صحیح ابن حبان کتاب الاضاحی (۷) صحیح بخاری، کتاب الاضاحی۔

تحقیق

اضاحی اضحیٰ کی جمع ہے جس کا معنیٰ قربانی کا جانور ہے۔ باب کی ابتدائی تین روایات میں ان جانوروں کے گوشت کو تین دن کے بعد کھانے کی ممانعت اور آخری روایات میں رخصت کا ذکر ہوا۔ امام مالکؒ کی موطا کے علاوہ ائمہ صحاح میں سے بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے ان روایات کو نقل فرمایا۔ امام حاکمؒ، حافظ بیہقیؒ، امام دارمیؒ، امام طحاویؒ، امام ابن حبانؒ، امام احمدؒ، امام طبرانیؒ کی اسناد سے بھی یہ روایات مروی ہیں۔ امام ابن شاھین رحمہ اللہ نے باب کے آخر میں متعارض روایات پر صحت کا قول نقل کر لینے کے بعد ممانعت ادخار کی احادیث کو منسوخ قرار دیا۔

گوشت جمع کرنے کی ممانعت کی علت:۔

ایک مرتبہ عرب کے بادیہ نشین صحرا نورد دیہاتی لوگ مدینہ میں اس غرض سے آئے کہ عید قربان کے موقع پر وہ بھی اس گوشت سے استفادہ کر سکیں جب سرکار دو عالم ﷺ نے ان لوگوں کو مدینہ میں اس غرض سے موجود پایا تو صحابہ کو یہ حکم دے دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن تک کھایا جا سکتا ہے اس کے بعد اس کے کھانے کی ممانعت ہے اس کا مقصد ان نو وارد اعرابیوں کو بھی اس ضیافت میں شریک کرنا تھا تا کہ صحابہ یہ گوشت ذخیرہ کر کے انہیں محروم نہ رکھیں۔ آپ علیہ السلام نے حکم فرمایا۔

ادخروا الثلاث و تصدقوا بما بقی — تین دن کے لئے ذخیرہ کر لو اور باقی صدقہ کر دو

اس سال اس حکم کی علت عرب کے صحرا نشین لوگ بنے لیکن اگلے سال قربانی کے موقع پر صحابہ نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نفعل کما فعلنا العام الماضی ہم ایسا ہی کریں جیسا پچھلے سال کیا تھا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

كـلـوا واطـعـمـوا وادخـروا فان ذلك كان الناس جهد فاردت ان تعينوا فيها

(صحیح بخاری، باب مایوکل من لحوم الاضاحی)

کھاؤ اور ذخیرہ کرو یہ ممانعت تو اس وجہ سے تھی کہ لوگ قربانی کے گوشت کی طلب کے لیے محنت کرتے بس میں نے ارادہ کیا کہ میں ان کی مدد کروں۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

انـمـا نهيتكم من اجل الدافة التی دفت حضرة الاضحی فكلوا و تصدقوا و ادخروا

(الرسالہ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ، شرح زرقانی علی موطا جلد ۳ ص ۱۰۲ دار الحدیث قاہرہ) عمدۃ القاری جلد ۱۷ ص ۳۴۰ مکتبہ توفیقیہ، مصر)

یہ ممانعت تو ان لوگوں کی وجہ سے تھی جو قربانی کے موقع پر گوشت لینے کی غرض سے آئے پس اب کھاؤ، صدقہ دو اور ذخیرہ بھی کرلو۔

اس باب میں ائمہ کرام کا موقف:۔

ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ ممانعت تحریمی نہیں تھی۔ اس حکم کا سبب خاص تھا جب سبب زائل ہو گیا تو حکم بھی مرتفع ہو گیا جس کی تصریح خود شارع علیہ السلام نے فرمائی۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ ممانعت منسوخ ہو چکی ہے اور اب اس گوشت کو تین دن کے بعد بھی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ فرماتے ہیں۔

وقـد رخـص فـی ذلك رسول الله ﷺ بعد ان كان نهی عـنـه، فـقـولـه الاخـر نـاسـخ للاول فلاباس بالادخار والتـزورمـن ذلك و هـو قـول ابـی حـنـيفـه والعـامة من فقهائنا۔

اور رسول کریم ﷺ نے اس فعل کی ممانعت کے بعد اس کی رخصت صادر فرمائی اور آپ کا دوسرا قول پہلے کا ناسخ ہے۔ پس ذخیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں یہی قول امام ابوحنیفہ اور عامۃ الفقہاء کا ہے۔

(موطا امام محمد جلد ۲ ص ۹۹۔ مکتبہ البشری کراچی)

امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے ائمہ اربعہ کا مذہب تحریر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ جمہور فقہاء وائمہ کے ہاں قربانی کے گوشت کو تین دن کے بعد کھانے میں کوئی ممانعت نہیں۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۷ ص ۳۳۷، المکتبہ التوفیقیہ، مصر)

البتہ امام یحییٰ بن شرف النوویؒ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے اس باب میں تین قول نقل فرمائے۔

اوّل:۔

ان ذلك منسوخ: یہ ممانعت منسوخ ہو چکی ہے، اس کا حکم اب کسی حال میں بھی باقی نہیں۔

دوئم:۔

ان النهی اختیار لافرض: گوشت ذخیرہ کرنے کی ممانعت اختیار تھی نہ کہ فرض تھی۔

سوئم:۔

ان النهی لمانع فاذا وجدثبت النهی: ممانعت ادخار علت کے سبب تھی پس جب بھی یہ علت پائی جائے گی یہ حکم لوٹ آئے گا۔

(شرح مسلم، جلد۱۳، ص۱۳۴)

اگر چہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں یہ ممانعت علت کے سبب پھر بھی قائم رہ سکتی ہے لیکن جمہور فقہاء کے ہاں یہ حکم دائماً منسوخ ہو چکا ہے اس لئے امام ابو بکر الحازمیؒ فرماتے ہیں۔

فی ذلك جماهير العلماء من الصحابة والتابعين فمن بعد هم من علماء الامصار وراوا جواز ذلك وتمسكوا فی ذلك باحاديث تدل علی نسخ حكم الاول۔

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد۲، ص۵۶۱ دار ابن حزم، السعودیہ)

اس بات پر جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد آنے والے علماء امصار کا اتفاق ہے کہ گوشت کو ذخیرہ کرنا جائز ہے ان لوگوں نے متاخر روایات جس میں پہلے حکم کا نسخ ثابت ہے ان سے استدلال کیا۔

باب : ٦٩

بَابٌ فِي التَّعْذِيبِ بِالنَّارِ

آگ سے عذاب دینے کے بیان میں

540۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ حَيَّانَ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَوْمٍ فِي جَانِبِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي أَنْ أَحْكُمَ فِيكُمْ بِرَأْيِي، وَفِي أَمْوَالِكُمْ، وَفِي كَذَا، وَكَذَا، وَكَانَ خَطَبَ امْرَأَةً مِنْهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَبَوْا أَنْ يُزَوِّجُوهُ، ثُمَّ ذَهَبَ حَتَّى نَزَلَ عَلَى الْمَرْأَةِ فَبَعَثَ الْقَوْمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: »كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ« ثُمَّ أَرْسَلَ رَجُلًا فَقَالَ: »إِنْ أَنْتَ وَجَدْتَهُ حَيًّا فَاقْتُلْهُ، وَإِنْ أَنْتَ وَجَدْتَهُ مَيِّتًا فَاحْرِقْهُ بِالنَّارِ« فَانْطَلَقَ فَوَجَدَهُ قَدْ لُدِغَ فَمَاتَ فَحَرَقَهُ، فَعِنْدَ ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ«

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں مدینہ منورہ کے اطراف میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا بے شک مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں تم میں اور تمہارے اموال وغیرہ میں اپنی رائے سے فیصلہ قائم کروں۔ زمانہ جاہلیت میں اس قبیلے کی ایک عورت سے اس کی منگنی ہوئی تھی پھر انہوں نے اس شخص سے اس عورت کی شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ شخص نکلا اور اس نے اس عورت پر حملہ کر دیا۔ اس قبیلے کے افراد نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں آئے (اور یہ واقعہ ذکر کیا) آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے ایک شخص کو اس کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اگر تو اسے زندہ پائے تو قتل کر ڈال اور اگر مردہ پائے تو آگ میں جلا ڈال۔ وہ اس کی طرف چلا تو اسے موذی جانور کے ڈسنے کی وجہ سے مردہ پایا۔ پس اسے جلا دیا گیا۔ اس موقع پر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الاوسط جلد ۳ ص ۵۹

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

541۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بِسْطَامٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، بِالْأَيْلَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الدَّوْسِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ" : بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَرِيَّةٍ، فَقَالَ : »إِنَّ وَجَدْتُمْ هَبَّارَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَاجْعَلُوهُ بَيْنَ حِزْمَتَيْ حَطَبٍ وَاحْرِقُوهُ بِالنَّارِ« ثُمَّ بَعَثَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: »لَا تُعَذِّبُوا بِالنَّارِ؛ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جہاد کیلئے) سریہ روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ اگر تم ھبار بن الاسود کو پکڑ و تو اسے لکڑیوں کے دو گٹھوں کے درمیان باندھ کر اسے آگ لگا دینا۔

پھر ان کی طرف حکم ارسال فرمایا کہ تم آگ سے عذاب مت دینا آگ کا عذاب آگ کے رب کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

تخریج حدیث۔ (۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد (۲) سنن داری جلد ۲، ص ۲۲۲ (۳) جامع ترمذی جلد ۳، ص ۶۷، (۴) صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحۃ (۵) الجامع الکبیر جلد ۲۲، ص ۲۹۰۸ (۶) صحیح بخاری کتاب الجہاد (۷) سنن ابی داؤد، باب فی کراھیۃ (۸) سنن سعید بن منصور جلد ۲، ص ۲۴۴ کتاب الجہاد (۹) السنن الکبری جلد ۹ ص ۷۱ (۱۰) السیرۃ ابن اسحاق جلد ۲، ص ۳۱۲۔

تحقیق

حضرت بریدہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی دو روایات آگ سے عذاب دینے کے متعلق جواز اور عدم جواز پر نقل کی گئیں۔ امام ابن شاہین کے علاوہ امام طبرانیؒ نے المعجمؒ، امام بخاریؒ نے صحیح، امام دارمیؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام بیہقیؒ نے اپنی سننؒ، امام عبدالرزاقؒ نے مصنف اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے اپنی مسند میں یہ روایات نقل فرمائیں، صاحب کتاب نے ان احادیث پر کوئی کلام نہیں فرمایا صرف آگ سے عذاب دینے والی روایت کو بطور ناسخ تحریر فرمادیا۔

اس باب میں ناسخ یا منسوخ روایت پر ائمہ کا اختلاف ہے۔

اس باب میں ائمہ کے مذاہب:۔

اس باب میں سلف سے درج ذیل اقوال مروی ہیں۔

قول اوّل:۔

آگ سے عذاب دینا مطلقاً مکروہ ہے چاہے مجرم کو کفر کے سبب قتل کیا جارہا ہے یا قصاص کے سبب یا پھر وہ میدان جنگ میں مدمقابل آیا تھا یہ مذہب حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کا ہے۔

قول ثانی:۔

مرتد کو آگ سے عذاب دینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ قول حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

قول ثالث:۔

اگر قاتل نے مقتول کو آگ میں جلایا ہو تو قاتل کو آگ میں جلانا جائز ہے۔ یہ مذہب امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد

بن حنبلؒ اور امام اسحاقؒ وغیرہ کا ہے۔

قول رابع:۔

بطور حد کسی کو بھی آگ میں جلانا جائز نہیں۔ جواز کی جملہ روایات منسوخ ہو چکی ہیں یہ مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ آپ کے تمام تلامذہ، امام ابراہیم النخعیؒ، امام سفیان ثوریؒ اور امام عطاؒ کا ہے۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ ص ۱۵۰ ادار احیاء التراث العربی، بیروت)

(الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ فی الحدیث جلد ۲ ص ۶۸۱، ۶۸۲)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے ہاں تعذیب بالنار جائز ہے آپ کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے عرنین والوں کی آنکھوں میں آگ سے تپی سلائیاں پھروائیں تھیں جن سے ان کی بینائی زائل ہوگئی تھی۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو صحابہ کی موجودگی میں آگ میں ڈالنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

۳۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چند مرتدین کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تھا۔

۴۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی مرتدین کو آگ کا عذاب دیا تھا۔

(فتح الباری جلد ۶ ص ۱۵۰)

دلائل مذکورہ کا جواب اور احناف کے دلائل

قصہ اصحاب عرنین سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس قصے میں جس عذاب دینے کا ذکر ہے وہ منسوخ ہو چکا۔ اس کا بیان اگلے باب میں تفصیلاً کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوبکر اور حضرت خالد بن ولید کا فعل ان کا ذاتی اجتہاد ہے اس سے دلیل اخذ کرنا روایات صحیحہ کے منافی ہے۔

رہا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا مرتدین کو آگ میں ڈالنا تو اس کے متعلق دو جواب پیش خدمت ہیں۔

۱۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو آگ میں جلایا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

لم اكن لا حرقهم بالنار ان رسول الله ﷺ قال "لاتعذبوا بعذاب الله" و كنت اقتلهم لقول رسول الله ﷺ (من بدل دينه فاقتلوه) قال: فبلغ ذلك عليا قال ويح ابن عباس۔

ہم لوگ انہیں آگ میں نہیں جلاتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے عذاب جیسا عذاب مت دو، ہم تو قتل کرتے ہیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کی روشنی میں کہ جس نے اپنا دین بدلا اسے قتل کیا جائے۔ جب مولا علی کو یہ روایت پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ افسوس ہے اے ابن عباس۔

امام حازمیؒ فرماتے ہیں

استعجاب علی من کلام ابن عباس یدل علی انه لم یکن قد بلغه النسخ۔

مولا علی کا ابن عباس کے قول کو سن کر متعجب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان تک نسخ کی روایت نہیں پہنچی۔

(الاعتبار جلد ۲، ص ۶۸۲ دار ابن حزم السعودیۃ)

۲۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس فعل کے متعلق حضرت عمارؓ فرماتے ہیں۔

لم یحرقهم ولکن حفرلهم حفائر و حرق بعضها الی بعض ثم دخن علیهم۔

آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں جلایا نہیں بلکہ ان کے لئے گڑھا کھود کر انہیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر دھواں دیا تھا۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۸، ص ۹۷، المکتبۃ التوفیقیہ مصر)

احناف کے نزدیک آگ سے عذاب دینے کی تمام روایات منسوخ ہو چکی ہیں جس پر دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو انہوں نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اس بات پر افسوس فرمایا۔

آگ سے عذاب دینے کی تمام روایات فعلی ہیں جبکہ ممانعت کی روایات قولی ہیں اور قولی روایات فعلی سے راجح ہیں۔

ممانعت کی روایات میں تکریم انسانیت کا پہلو موجود ہے لہٰذا وہ روایات راجح ہوں گی۔

سرکار دو عالم ﷺ کا یہ فرمان مبارک ہے:

انی امرتکم ان تحرقوا فلانا و فلانا وان النار لایعذب بها الا الله فان وجدتموهما فاقتلوهما۔

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب لایعذب بعذاب اللہ)

میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو جلا دو۔ بے شک آگ کا عذاب سوائے اللہ کے کوئی نہیں دیتا پس اگر تم ان دونوں کو پاؤ تو قتل کر دو۔

اس روایت مبارکہ میں صراحت کے ساتھ اس فعل کی تنسیخ کا بیان ہے۔

باب : ۷۰

بَابُ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُثْلَةِ

مثلہ کی ممانعت کے بیان میں

542- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطٌ مِنْ عُرَيْنَةَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدِ اجْتَوَيْنَا الْمَدِينَةَ فَعَظُمَتْ بُطُونُنَا" فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ أَنْ يَلْحَقُوا بِرُعَاءِ الْإِبِلِ، فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا قَالَ: فَلَحِقُوا بِرُعَاءِ الْإِبِلِ، فَشَرِبُوا، وَاسْتَاقُوا الْإِبِلَ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِمْ فَجِيءَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ"

حضرت قتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرینہ سے ایک جماعت نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم نے مدینہ کی آب و ہوا کو ناموافق پایا ہے ہمارے پیٹ پھیل گئے۔

نبی پاک علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ آپ علیہ السلام کے اونٹوں اور چرواہے کے ساتھ (مقام دہ) کی طرف چلے جائیں اور اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیئں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ اونٹوں کے چرواہے کے ساتھ چلے اور انہوں نے ان کا دودھ پیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الطب (۲) السنن الکبری جلد۹، ص۷۰ (۳) مسند احمد جلد۳ ص۱۶۳ (۴) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، کتاب الاطعمہ

543- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ النَّيْسَابُورِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ بَكْرٍ الْخُوَارِزْمِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: رَأَيْتُ الَّذِينَ أَخَذُوا

حضرت شرحبیل روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو روایت فرماتے ہوئے سنا ہے میں نے ان لوگوں کو دیکھا جنہوں نے نبی کریم علیہ السلام کے دودھ دینے والے اونٹ بھگا لئے اور آپ علیہ السلام کے چرواہے کو قتل کر دیا۔ نبی پاک علیہ السلام نے انہیں پکڑ کر ان کے ہاتھ اور

لِقَاحَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَتَلُوا رَاعِيَهَا، أَخَذَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ »فَقَطَعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ قَالَ أَنَسٌ كَأَنِّي أَسْمَعُ نَشِيشَ الْمَسَامِيرِ فِي أَعْيُنِهِمْ«

پاؤں کٹوائے اوران کی آنکھوں میں گرم سلائیاں بھروائیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ گو کہ میں ابھی بھی ان کی آنکھوں سے گرم سلائیوں (کی وجہ) سے ابلتے ہوئے پانی کی آواز سن رہا ہوں۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود (۲) صحیح ابن حبان جلد ۱،ص ۲۳۰ (۳) مسند الطیالسی جلد ۱،ص ۳۰۳ (۴) صحیح مسلم، کتاب الحدود۔

544۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَسَدٍ الْهَرَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَهْلٍ الْمَازِنِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ أَسْعَى مَعَ الْغِلْمَانِ فِي أَثَرِ الَّذِينَ أَخَذُوا لِقَاحَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُتِيَ بِهِمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ وَصَلَبَهُمْ وَأَنَا قَائِمٌ أَنْظُرُ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں میں لڑکوں کے ساتھ ان لوگوں کے پیچھے بھاگا جنہوں نے نبی پاک علیہ السلام کے (دودھ والے) اونٹ بھگا لئے تھے۔ انہیں پکڑ کر نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔آپ علیہ السلام نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوائے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں۔انہیں سولی پر لٹکا دیا میں کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن نسائی باب فی تحریم الدم (۲) صحیح ابن حبان، کتاب الحدود باب قطع الطریق۔

545۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ الزَّعْفَرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: إِنَّمَا »سَمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيُنَ أُولَئِكَ؛ لِأَنَّهُمْ سَمَلُوا أَعْيُنَ الرِّعَاءِ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے ان چرواہوں کی آنکھیں اس لئے پھوڑیں کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کے چرواہوں کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی بول مایوکل لحمہ (۲) صحیح مسلم، کتاب الحدود (۳) صحیح ابن حبان، کتاب الحدود

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

546۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا كَامِلُ بْنُ طَلْحَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: مَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا »أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ، وَنَهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ«

حضرت عمران بن معین روایت کرتے ہیں نبی کریم رؤف الرحیم نے ہمیں جب بھی خطبہ ارشاد فرمایا تو صدقہ کرنے کا حکم دیا اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۴ ص ۴۳۲ (۲) المعجم الکبیر جلد ۱۸ ص ۳۲۵ (۳) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الایات، باب المثلة

547۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ خَمْسَةٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرَةَ، وَمَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ، وَأَبُو بَرْزَةَ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالُوا: مَا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ عَلَى الْمِنْبَرِ إِلَّا »يَأْمُرُنَا بِالصَّدَقَةِ، وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ« وَهَذَا الْحَدِيثُ نَاسِخٌ لِكُلِّ مُثْلَةٍ كَانَتْ فِي الْإِسْلَامِ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُمَثَّلَ بِمُسْلِمٍ وَإِنَّمَا مَثَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُرَنِيِّينَ؛ لِأَنَّهُمُ ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ٥ وَرُوِيَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَثَّلَ بِامْرَأَةٍ ارْتَدَّتْ عَنِ الْإِسْلَامِ

حضرت عمران بن معین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم نے ہمیشہ منبر پر آپ علیہ السلام کو صدقہ دینے کا حکم اور (میت کا) مثلہ کرنے سے منع فرماتے ہوئے سنا۔ یہ حدیث ہر مثلہ والی روایت کی ناسخ ہے جو شریعت اسلامی میں تھا اور کسی مسلمان کے لئے میت کا مثلہ کرنا جائز نہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے اہل عرانین کا مثلہ اس لئے فرمایا کہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی ایک عورت کا مثلہ کرنے والی روایت نقل کی گئی ہے جو مرتد ہوگئی تھی۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن نسائی، باب النہی عن المثلة (۲) مجمع الزوائد جلد ۶ ص ۲۴۹

548۔ كَذَلِكَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، »قَتَلَ أُمَّ قِرْفَةَ الْفَزَارِيَّةَ فِي رِدَّتِهَا قِتْلَةَ مُثْلَةٍ شَدَّ رِجْلَيْهَا بِفَرَسَيْنِ، ثُمَّ صَاحَ بِهِمَا فَشَقَّاهَا « وَلَا نَعْلَمُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ مَثَّلَ بِغَيْرِهَا، وَنَهَى أَبُو بَكْرٍ عَنِ الْمُثْلَةِ وَنُسِخَ حَدِيثُ الْمُثْلَةِ وَالْمُثْلَةُ: هُوَ أَنْ تُحْلَقَ اللِّحْيَةُ أَوْ تُقْطَعَ الْآذَانُ وَالْأَنْفُ، وَيُسْمَرَ الْعُيُونَ، وَحَدِيثُ الْعُرَنِيِّينَ مَنْ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَلَ أَعْيُنَهُمْ يَعْنِي كَحَلَ أَعْيُنَهُمْ ثُمَّ نَهَى بَعْدَ ذَلِكَ فَصَارَ مَنْسُوخًا

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبری، کتاب المرتد۔

حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ام قرفہ الفزاریۃ نامی عورت کو مرتد ہو جانے کی وجہ سے قتل کروایا اور اس کی میت کا مثلہ کیا۔اس کے دونوں پاؤں دو گھوڑوں سے باندھے گئے پھر ایک چیخ کے ساتھ اس کا وجود ٹکڑے ہوگیا۔شیخ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس روایت کے علاوہ کوئی روایت نہیں جانتا آپ نے مثلہ سے منع فرمادیا اور مثلہ کی حدیث منسوخ ہوگئی۔مثلہ یہ ہے کہ داڑھی کاٹ دی جائے یا کان اور ناک کاٹ دیا جائے یا آنکھیں پھوڑ دی جائیں۔

تحقیق

قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگوں نے سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔انہیں مدینہ منورہ کی فضاء موافق نہ آنے کے سبب بارگاہ نبوی علیہ السلام سے اونٹوں کے دودھ اور پیشاب پینے کا حکم ہوا۔بستی سے ایک جانب یہ لوگ سکونت گزیں ہوئے چند دنوں بعد اچانک انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کے ایک چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے، بیس انصار کے ایک گروہ نے حکم نبوی ﷺ سے ان کا تعاقب کیا اور گرفتار کر کے حاضر خدمت کر دیا۔اب جیسا سلوک ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کے چرواہے کے ساتھ کیا یعنی ہاتھ، پاؤں کاٹ کر آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں ویسا ہی سلوک بطور قصاص ان کے ساتھ بھی ہوا حتیٰ کہ وہ واصلِ جہنم ہو گئے۔اس گروہ نے بارگاہ نبوی علیہ التحیہ والثناء کے حسن سلوک کے بدلے جو جرائم کئے تھے ان میں ارتداد عن دین الاسلام، قتل اور مال واسباب کا لوٹنا شامل تھا پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے جرائم کے مطابق انہیں ویسی سزا دی۔باب کی ابتدائی چار احادیث اسی واقعہ اور اس پر قصاص کو بیان کر رہی ہیں۔یہ تمام روایات خادم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

باب کے دوسرے حصہ کی دو روایات حضرت عمران بن حصین سے مروی ہیں جن میں قصاصاً صرف قتل ہی کا بیان ہوا اور مثلہ کی ممانعت وارد ہوگئی۔

مولف رحمہ اللہ نے باب کے آخر میں تحقیقاً یہ بات درج فرما دی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات منسوخ ہو چکی ہیں اب کسی کیلئے انسانی جان کا مثلہ کرنا جائز نہیں اور مثلہ سے مراد میت کی داڑھی مونڈھنا، کان یا ناک کاٹنا یا آنکھ پھوڑنا وغیرہ ہے۔

اگرچہ ابن جوزیؒ نے اس باب میں نسخ کے قول کو محل نظر ٹھہرایا لیکن امام ابوجعفر طحاویؒ نے مثلہ کی ممانعت پر باسناد صحیحہ احادیث مبارکہ پیش فرما کر آخر میں ارشاد فرمایا۔

فقد ثبت بهذه الاثار نسخ المثلة بعد ان كانت مباحة علی ماقد رويناه فی حديث العرنيين

ان آثار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مثلہ کا جواز منسوخ ہو چکا ہے اگر چہ یہ پہلے جائز تھا جیسا کہ حدیث عرنیین میں ہم نے روایت کر دیا۔

پھر آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت مبارکہ بطور استدلال پیش فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قال لما قتل حمزة و مثل به قال رسول الله ﷺ لان ظفرت بهم لامثلن بسعين رجلا منهم فانزل الله عزوجل "وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعو قبتم به ولئن صبرتم بهو خير للصابرين فقال رسول الله ﷺ بل نصبر۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الجنایات، باب الرجل یقتل رجلا کیف یقتل)

حضرت ابن عباس سے روایت، جب حضرت حمزہ کو شہید کر کے ان کا مثلہ کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر میں ان پر غالب آ گیا تو ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا پس اللہ رب العزت نے آیۃ نازل فرمائی اگر تم ان سے بدلہ لو تو اس کی مثل لو جو اذیت انہوں نے تمہیں پہنچائی اور اگر تم صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔ پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''بلکہ ہم صبر کریں گے۔''

روایات و آثار سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے مثلہ کرنا منسوخ ہو چکا ہے بطور قصاص صرف قتل کیا جائے گا۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں۔

لما فعل رسول الله ﷺ ذلك بهم انزل الله الحدود فوعظه ونهاه عن المثلة فلم يعد۔

(معالم السنن جلد ۳، ص ۲۵۸ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

جب نبی کریم علیہ السلام نے (اہل عرانین) کے ساتھ یہ عمل فرمایا تو اللہ رب العزت نے حدود کے متعلق آیات نازل فرما دیں اور آپ علیہ السلام کو نصیحت کی گئی اور مثلہ کرنے سے منع فرما دیا گیا پس آپ علیہ السلام نے اس کے بعد مثلہ نہیں فرمایا۔

باب : ۷۱

فِيمَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ أَوْ مَثَّلَ بِهِ

غلام کا قتل یا اس کا مثلہ کرنے کے بیان میں

549۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَسَّانَ بْنِ جَبَلَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَهُ جَدَعْنَاهُ«

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے اور جس نے اس کا کوئی عضو کاٹا ہم اس کا وہ عضو کاٹیں گے۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۲۲۵ (۲) المستدرک کتاب الحدود

550۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زُهَيْرِ بْنِ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ، وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ«

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے اور جس نے اس کا کوئی عضو کاٹا ہم اس کا وہ عضو کاٹیں گے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی کتاب الحدود، جلد ۲، ص ۳۱۳ (۲) المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۱۹۸ (۳) مسند احمد جلد ۵، ص ۱۰ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدیات (۵) مسند الطیالسی جلد ۱، ص ۲۹۳

551۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ شُعْبَةَ، وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ، وَمَنْ جَذَعَهُ جَذَعْنَاهُ«

حضرت سمرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے اور جس نے اس کا کوئی عضو کاٹا ہم اس کا عضو کاٹیں گے۔

تخریج حدیث ۔(۱) سنن ابی داؤد کتاب الدیات (۲) سنن داری، باب القود بین العبد وسیدہ (۳) المعجم الکبیر جلد۷، ص۱۹۷ (۴) سنن ابن ماجہ جلد۲، ص ۷۶ (۵) السنن الکبری جلد۷ ص ۳۵

552۔ حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْجُنَيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَذَعَهُ جَذَعْنَاهُ«

حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے اور جس نے اس کا کوئی عضو کاٹا ہم اس کا وہ عضو کاٹیں گے۔

تخریج حدیث۔

الْخِلَافُ لِهَذَا الْحَدِيثِ

553۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَهْزَاذَ بْنِ مِهْرَانَ السِّيرَافِيُّ بِمِصْرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عِيسَى الْقُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک لونڈی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کی: میرے آقا نے مجھ پہ (زنا کی) تہمت لگائی اور مجھے آگ پر بٹھایا جس سے میری شرمگاہ جل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔ کیا اس نے تمہیں (زنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتْ جَارِيَةٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَتْ: إِنَّ سَيِّدِي اتَّهَمَنِي، وَأَقْعَدَنِي عَلَى نَارٍ حَتَّى احْتَرَقَ فَرْجِي، فَقَالَ لَهَا عُمَرُ: هَلْ رَأَى ذَلِكَ عَلَيْكِ؟، قَالَتْ: لَا، قَالَ: فَاعْتَرَفْتِ لَهُ؟ قَالَتْ: لَا ، قَالَ عُمَرُ: عَلَيَّ بِهِ، فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ الرَّجُلَ قَالَ: أَتُعَذِّبُ بِعَذَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اتَّهَمْتُهَا فِي نَفْسِهَا، قَالَ: هَلْ رَأَيْتَ ذَلِكَ عَلَيْهَا؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: لَا، قَالَ: فَاعْتَرَفَتْ لَكَ؟، قَالَ: لَا، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ أَسْمَعْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَا يُقَادُ مَمْلُوكٌ مِنْ مَالِكِهِ، وَلَا وَلَدٌ مِنْ وَالِدِهِ« لَأَقَدْتُكَ بِهَا، فَبَدَرَهُ، فَضَرَبَهُ مِائَةَ سَوْطٍ، ثُمَّ قَالَ: اذْهَبِي فَأَنْتِ حُرَّةٌ لِوَجْهِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَنْتِ مَوْلَاةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »مَنْ حُرِّقَ بِالنَّارِ، وَمُثِّلَ بِهِ فَهُوَ حُرٌّ، وَهُوَ مَوْلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک لونڈی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا: میرے آقا نے مجھ پر تہمت لگائی اور مجھے آگ پر بٹھا دیا یہاں تک کہ میری شرمگاہ جل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا اس نے تجھے (ایسا کرتے) دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا تم نے اس بات کا اعتراف کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا۔ کیا تم اللہ کے عذاب جیسا عذاب دیتے ہو؟ اس نے کہا۔ اے امیر المومنین! اس نے خود اس بات کی تہمت اپنے اوپر لگائی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے کسی کو اس کے اوپر (لیٹا) دیکھا ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا اس نے خود اعتراف کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ مالک سے غلام کا اور بیٹے سے والد کا قصاص نہ لیا جائے تو میں تجھ سے ان کا قصاص ضرور لیتا۔ پس آپ نے اسے الگ کر کے سو کوڑے مارے پھر اس لونڈی سے کہا تم اللہ کی رضاء کے لئے آزاد ہو اور تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو آگ میں جلایا گیا اور اس کے اعضاء کا مثلہ کیا گیا وہ آزاد ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبریٰ کتاب الجنایات جلد ۷، ص ۳۶ (۲) مجمع الزوائد جلد ۶، ص ۲۸۸ (۳) المستدرک جلد ۴ ص ۳۶۸

تحقیق

رحمت عالم ﷺ کی آمد نور سے قبل حیات رنگ و بو میں انسانوں کی طبقاتی تقسیم تہذیب کا حصہ تھی۔ غلاموں کو بہائم سے بھی ابتر حیثیت حاصل تھی۔ ان پر ہونے والے جور و ستم پہ کوئی ان کا مداوہ کرنے والا نہ تھا حتیٰ کہ ان کا قتل ہو جانا معمولی حیثیت رکھتا تھا۔ انہیں کسی قسم کے معاشرتی و معاشی حقوق حاصل نہ تھے۔ آقا رحمت، سید انس و جان، شفیع مذنباں رحمت اللعالمین کی ذات نے ان سسکتے ہوئے نفوس کو وہ مقام عالی عطا فرمایا کہ تخت و تاج والے بھی ان کے مقدر پر رشک کرنے لگے۔ یہ ذات مصطفیٰ کریم ﷺ ہی تھی جس نے سلمان کو ہم مجلس کیا، جس نے صہیب رومی کو رشکِ ملائک بنایا اور جس نے بلال کو کعبہ کی چھت پر بلند کر کے اس گری ہوئی قوم کو اوج ثریا تک رفعتیں بخشیں۔

غلاموں کو قتل کرنے یا ان کا مثلہ کرنے سے روکنے، اس فعل کی تردید کرنے اور ان کے ساتھ رحمت عالم علیہ السلام کا ہمدردی فرمانے کا بیان ان روایات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ابن شاھین رحمہ اللہ نے پانچ روایات کا یہ مختصر باب ان احکامات کے بیان میں نقل فرمایا جس میں غلاموں کے قتل یا ان کے مثلہ کرنے والوں کے متعلق سرکار دو عالم علیہ السلام کی وعیدیں ہیں۔ غلاموں کے قتل یا ان کے مثلہ کے جواز پر کوئی حدیث پیش نہیں کی گئی۔

البتہ آخری روایت میں غلام کے بدلے آزاد سے قصاص کے عدم جواز پر ایک روایت بیان ہوئی۔ باب کی ابتدائی چار احادیث کے مرکزی راوی حضرت حسن البصریؒ ہیں جن کے متعلق امام نوویؒ، امام بیہقیؒ، امام ابن حبانؒ کا یہ قول ہے کہ آپ نے سمرہ بن جندبؓ سے روایت نہیں سنی لہٰذا یہاں ارسال ہے۔

البتہ امام بخاریؒ تاریخ کبیر میں علی بن المدینیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ

سماع الحسن من سمرة صحيح　حسن کا سمرہ بن جندب سے سماع (کا قول) درست ہے۔

(التاریخ الکبیر جلد۲،ص۹۰ دار الکتب العلمیۃ)

غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرنے پر ائمہ کے مذاہب:۔

مذہب اول:۔

امام مالک بن انسؒ، امام محمد بن ادریس شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں غلام کے بدلے آزاد مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

مذہب دوئم:۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ، امام سعید بن المسیبؒ، امام ابراہیم النخعیؒ، امام الشعبیؒ اور امام قتادہؒ کے مطابق آزاد و غلام دونوں کا خون برابر ہے لہٰذا آزاد کے بدلے غلام اور غلام کے بدلے آزاد کو قصاصاً قتل کیا جائے گا یہی مذہب حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حکم بن عیینہ سے مروی ہے۔

(الکشاف جلد۱،ص۲۴۶، ۲۴۷ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(احکام القرآن، جصاص، جلد۱، تفسیر آیت البقرہ ۱۷۸)

(رحمۃ الامۃ،ص۲۴۹، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

(اجماع الائمہ الاربعہ واختلافھم، جلد۲،ص۲۸۲، دار الغلاء، مصر)

(احکام القران، قرطبی، جلد دوئم،ص۶۳۲، دار الحدیث، قاہرہ)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:۔

امام قرطبی مالکیؒ فرماتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں قتل کے قصاص کے متعلق صراحت کے ساتھ بیان ہوا کہ

الحر بالحر و العبد بالعبد و الانثی بالانثیٰ　آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

(البقرہ،۱۷۸)

لہٰذا آزاد کو غلام کے بدلے قتل کرنا آیۃ قرآنی کے خلاف ہے۔

(احکام القرآن، قرطبی، جلد۲،ص۶۳۴، دار الحدیث، قاہرہ)

۲۔امام خطابی رحمتہ اللہ علیہ روایت سمرۃؓ پر فرماتے ہیں۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ والی روایت منسوخ ہو چکی ہے پس اس سے استدلال جائز نہیں۔

(معالم السنن جلد۴ ص۹ دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

۳۔ نبی کریم علیہ السلام کی احادیث صحیحہ میں آزاد کو غلام کے بدلے قتل کی ممانعت کا بیان ہے۔ارشاد نبوی ہے۔

لایقتل حر بعبد ولا مومن بکافر — آزاد کو غلام اور مومن کو کافر کے بدلے قتل نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الدیات، رقم ۴۵۳۰)

دلائل احناف:۔

احناف کی جانب سے دلائل مذکورہ کے جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

اول:۔

آیۃ مبارکہ الحر بالحر والعبد بالعبد سے استدلال درست نہیں کیونکہ یہ حکم سورۃ مائدہ کی آیۃ مبارکہ کے الفاظ "النفس بالنفس" سے منسوخ ہو چکے ہیں۔

امام ابوالحسن علی بن محمد الماوری الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ فرماتے ہیں۔

ان اللّٰہ عزوجل فرض بھذہ الایۃ فی اول الاسلام ان یقتل الرجل بالرجل والمراۃ بالمرأۃ والعبد بالعبد ثم نسخ ذلک قولہ فی سورۃ المائدہ و کتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس، و ھذا قول ابن عباس۔

(النکت والعیون جلد اول ص ۲۲۹، موسۃ الکتب الثقافیہ بیروت)

اللہ رب العزت نے اوائل اسلام میں اس آیۃ کے ذریعے یہ فرض کر دیا کہ مرد کو مرد کے بدلے، عورت کو عورت کے بدلے اور غلام کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے پھر یہ حکم سورۃ المائدہ کی اس آیت مبارکہ "و کتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس" کے ساتھ منسوخ کر دی گئی یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

امام ماوری رحمہ اللہ کے علاوہ درج ذیل مفسرین نے اس آیۃ مبارکہ پر یہ قول نقل فرمایا۔

۱۔ امام محمد بن جریر ابوجعفر الطبریؒ المتوفی ۳۱۰ھ جامع البیان عن تاویل ای القرآن جلد۱۰ ص ۳۶۰ موسۃ الرسالہ بیروت

۲۔ امام ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمیؒ المتوفی ۵۳۸ھ تفسیر کشاف جلد ۱، ص ۲۴۶ دار احیاء التراث العربی

بیروت ۱۴۱۷ھ

۳۔ امام ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ رحمہ اللہ، تفسیر بحر العلوم جلد ا ص ۱۴۴ دار الفکر بیروت

۴۔ امام ابوالسعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ العماری المتوفی ۹۸۲ھ جلد ا ص ۲۹۴ دار المصطفیٰ الباعۃ

۵۔ ملا احمد جیون، المتوفی ۱۱۳۰ھ، تفسیرات احمدیہ، تفسیر البقرہ آیۃ ۱۷۸

۶۔ امام ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴، تفسیر القرآن العظیم، جلد ا، ص ۴۴۷، دار الحدیث القاہرہ ۱۴۲۶ھ

☆...... امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ، کتاب الدیات میں روایت نقل فرمائی کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے بھی حضرت عمر سے اسی مضمون کی روایت نقل فرمائی۔ احناف کے نزدیک یہ دو روایت مبارکہ قرآن مجید کی اس آیۃ کریمہ سے منسوخ ہیں جس کا بیان سابق کیا جا چکا۔

(عون المعبود شرح ابی داؤد جلد ۱۲، ص ۱۵۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۵ء)

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ رحمہ اللہ۔ آیۃ مبارکہ ''الحر بالحر'' سے غلام کے بدلے آزاد کے لئے قصاص پر استدلال فرماتے ہیں۔

والایة لم یفرق مقتضاها بین العبد المقتول و القاتل فهی عموم فیها جمیعا ویدل ایضا علی ذلك قوله تعالیٰ "ولکم فی القصاص حیاة یا اولیٰ الالباب" فاخبر انه اوجب القصاص لان فیه حیاة لنا و ذلك خطاب شامل للحر و العبدلان صفة اولی الالباب تشملهم جمیعاً فاذا کانت العلة موجودة فی الجمیع لم یجز الاقتصار بحکمها علی بعض من هی موجودة فیه دون غیره۔

احکام القرآن جلد ا، ص ۱۶۷

آیت کے مقتضیٰ نے مقتول غلام اور قاتل کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا اس لئے آیۃ سب کے لئے عام ہے اس پر قول باری تعالیٰ بھی دلالت کرتا ہے۔ ''اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو'' پس اس آیۃ میں اس بات کی خبر ہے کہ قصاص اس لئے واجب ہے کہ اس میں ہمارے لئے زندگی ہے اور یہ خطاب آزاد و غلام دونوں کو شامل ہے کیونکہ ''عقل والا ہونے کی صفت سب کو شامل'' ہے پس جب ہر ایک میں یہ علت موجود ہے تو آیۃ کے حکم کو بعض لوگوں تک محدود رکھنا اور بعضوں کو اس سے خارج کر دینا درست نہیں۔''

امام شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی الالوسی الحنفی المتوفی ۱۲۷۰ھ رحمہ اللہ ائمہ ثلاثہ کے اقوال و دلائل تحریر فرمانے کے

بعد فرماتے ہیں۔

وعندا مامنا الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه یقتل الحر بالعبد لقوله ﷺ "المسلمون تتکا فاد ماؤهم" ولان القصاص یعتمد المساواة فی العصمة وهی بالدین او بالدارهما وهی سیان فیهما والتفاضل فی الانفس غیر معتبر

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی جلد۱، ص۶۱۳ دارالحدیث القاہرہ مصر۱۴۲۶ھ)

اور ہمارے امام ''امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزاد کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام کے اس قول کی روشنی میں کہ مسلمانوں کے خون آپس میں برابر ہیں کیونکہ قصاص میں برابری پر اعتماد کیا جاتا ہے اور وہ برابری عصمت اور دین کے معاملے میں ہے اور نفوس کے درمیان برتری کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

امام ابوبکر الجصاص الحنفی رحمہ اللہ المتوفی ۳۷۰ھ نے دو احادیث بطور دلیل پیش فرمائیں اور اس سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا۔

المسلمون تتکافاء دماؤهم و هو عام فی العبد والاحرار فلا یخص منه شئی الابدلالة ویدل علیه من وجه آخر و هو اتفاق الجمیع علی ان العبد اذا کان هوا القاتل فهو مرادبه کذلك اذا کان مقتولا لانه لم یفرق بینه اذا کان قاتلا او مقتولا۔

''ارشاد مبارک کہ مسلمانوں کا خون آپس میں برابر ہے۔'' یہ ارشاد غلاموں اور آزاد لوگوں سب کے لئے عام ہے لہٰذا دلالت کے بغیر اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر غلام قاتل ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق قصاص کا سزاوار ہے تو یہی بات اس صورت میں ہونی چاہئے جب غلام مقتول ہو کیونکہ روایت میں غلام کے قاتل یا مقتول ہونے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

پھر مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ لایحل دم رجل مسلم یشهد ان لا اله الاالله وانی رسول الله الا فی احدی ثلاث التارك الاسلام المفارق للجماعة والشیب الزانی والنفس بالنفس فلم یفرق بین الحر والعبد واوجب القصاص فی النفس بالنفس و ذلك موافق لماحکی الله مما کتبه علی بنی اسرائیل فحوی هذا الخبر مغین احدها

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان اس بات کی گواہی دے رہا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون تین میں سے کسی ایک صورت کے سوا حلال نہیں ''اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنے والا، شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان کا معاملہ پس (یہاں) غلام اور آزاد میں کوئی فرق نہیں کیا گیا اور جان کے بدلے جان کا قصاص واجب

ان ماكان على بنى اسرائيل من ذلك فحكمه باق علينا والثاني انه مكتف بنفسه في ايجاب القصاص عاما في سائر النفوس۔

(احکام القرآن جلد۱،ص۱۶۸دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ)

ہے۔آپ علیہ السلام کا ارشاد بنی اسرائیل پر فرض کئے گئے حکم سے مطابقت رکھتا ہے پس حدیث مبارکہ دو باتوں پر مشتمل ہے۔اول یہ کہ جو بات بنی اسرائیل پر فرض کی گئی تھی وہ ہم پر بھی فرض ہے (الا یہ کہ اس کا نسخ ہو) اور دوسری بات یہ کہ وجوب قصاص کے لئے یہ روایت مکتفی بالذات ہے۔اور تمام لوگوں کے لئے قصاص کے حکم میں عام ہے۔

حضرت مولا علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما غلام کے بدلے آزاد کے قتل کا فتویٰ دیتے۔امام ابو بکر الجصاص نے باب کے آخر میں آپ کے متعلق قول نقل فرمایا۔

ان عليا و ابن مسعود قالا من قتل عبداً عمداً فهو قود

(احکام القرآن جلد۱،ص۱۶۹)

حضرت علی المرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس نے غلام کو جان بوجھ کر قتل کیا اس سے قصاص لیا جائے گا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفیٰ ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ آیۃ مبارکہ ''الحر بالحر'' کی تفسیر میں مولا علی کرم اللہ الکریم کا فرمان نقل فرماتے ہیں۔

عن على ابن ابى طالب انه كان يقول: ايما حرقتل عبدا فهو قودبه، فان شاء موالى العبدأن يقتلوا الحر قتلوه۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے! جو بھی آزاد کسی غلام کو قتل کرے اس سے قصاص لیا جائے گا، پس اگر غلام کا آقا چاہے تو وہ آزاد کو قتل (کروا سکتا) ہے۔

اسی لئے آپ اس آیۃ کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں۔

بل لنا ان نقتص للحرمن العبدولانثى من الذكر بقول الله تعالىٰ ذكره "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطنا" وبالنقل المستفيض عن رسول الله ﷺ انه قال "المسلمون تتكا فادماؤهم"۔

(جامع البیان عن تاویل ای القرآن جلد۳،ص۱۸۶۱،۸۶۳دار السلام القاہرہ مصر ۱۴۳۰ھ)

(مجمع البیان فی تفسیر القرآن شیخ ابو الفضل بن الحسن الطبرسی جلد۱،ص۳۴۶مطبعۃ نوروحی قم ایران ۱۳۸۸ھ)

بلکہ ہمارے نزدیک ہم آزاد سے غلام کے بدلے قصاص لیں گے اور عورت کے بدلے مرد سے آیۃ ربانی ''اور جو ظلم سے قتل کیا جائے بے شک ہم نے اس کے وارث کو طلب قصاص کا حق دیا ہے۔'' میں ذکر ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے مستفیض ہوا کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔''مسلمانوں کا خون آپس میں برابر ہے۔''

قتل اکبرالکبائر سے ہےاور پھر مسلمانوں کاقتل تو حدیث کی روشنی میں زوال دنیا کی مثل ہے۔ دین اسلام نے جہاں ہر معاملہ میں غلاموں کی دادرسی کی۔ کفارات کے طور پر غلاموں کی آزادی اوران سے حسن سلوک پراحادیث مبارکہ بیان فرما کرآقا علیہ السلام نے ان کے وجود کی قدر کوجلا بخشی وہاں یہ بات بھی واضح کردی ان پرظلم و جفا اللہ کی ناراضگی کا باعث اور دین اسلام کے قانون عدل کے خلاف ہے لہٰذا احناف کے مؤید دلائل تعلیمات اسلامی کی مکمل عکاسی بھی کرتے ہیں اور جدید ترقی یافتہ معاشرے پر بھی یہ پیغام واضح کرتے ہیں کہ اپنے ماتحت لوگ معاشرتی ، معاشی، سیاسی اور سماجی ہر طرح کے حقوق میں برابر ہیں۔

باب : ۷۲

بَابُ فِي الشُّرْبِ قَائِمًا — کھڑے ہوکر پانی پینے کے بیان میں

554۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَيْشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا«

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑا ہوکر پانی پیئے۔

تخریج حدیث۔ ۱۔ صحیح مسلم' کتاب الاشربۃ۔ باب فی الشرب قائماً ۲۔ مسند احمد جلد ۳ ص ۵۴ ۳۔ شرح معانی الآثار' باب الشرب قائماً ۴۔ السنن الکبریٰ' کتاب الصداق' باب ماجاء فی الاکل والشرب۔

555۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ الزَّيَّاتِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَالِكٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي عِيسَى، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا«

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑا ہوکر پانی پیئے۔

تخریج حدیث۔ ۱۔ صحیح مسلم باب فی الشرب قائما ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ' کتاب الاشربۃ' جلد ۵ ص ۱۰۲ ۳۔ شرح معانی الآثار جلد ۴ ص ۲۷۲۔

556۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ النَّيْسَابُورِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: »زَجَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا« قُلْتُ: فَالْأَكْلُ؟ قَالَ: ذَلِكَ أَشَدُّ"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑا ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا۔ میں نے کھڑے ہوکر کھانا کھانے کے متعلق عرض کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ اس سے بھی شدید تر ہے۔

تخریج حدیث۔ ۱۔ صحیح مسلم کتاب الاشربۃ۔ باب فی الشرب قائما ۲۔ سنن ابی داؤد کتاب الاشربۃ باب فی الشرب ۳۔ جامع ترمذی' کتاب الاشربۃ' باب ماجاء فی النھی عن الشرب قائما ۴۔ سنن ابی ماجہ ابواب الاشربۃ' باب فی الشرب قائما ۵۔ مصنف عبدالرزاق' باب الشرب قائما۔

557۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالْقَانِيُّ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَا: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ، عَنِ الْجَارُودِ بْنِ الْمُعَلَّى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ »نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا«

حضرت جارود بن المعلی نبی کریم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ علیہ السلام نے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر پانی پیے۔

تخریج حدیث۔۱۔جامع ترمذی کتاب الاشربۃ۔۲۔المعجم الکبیر جلد۲ص ۲۶۷۔۳۔شرح معانی الاثار جلد۴ص ۲۷۲۔

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

558۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَشْرَبُ وَهُوَ قَائِمٌ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول رحمت علیہ السلام کو کھڑا ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا۔

تخریج حدیث۔۱۔صحیح بخاری' کتاب الاشربۃ' باب الشرب قائما۔۲۔صحیح مسلم' کتاب الشربۃ' باب فی الشرب قائما۔۳۔مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الاشربۃ باب من رخص فی الشرب۔۴۔شرح معانی الاثار' کتاب الکراھۃ' باب الشرب قائما۔

559۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُغَلِّسِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، وَمُغِيرَةُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام زم زم کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

تخریج حدیث۔۱۔صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب فی الشرب قائما۔۲۔جامع ترمذی کتاب الاشربۃ' باب ماجاء فی الرخصۃ' فی الشرب۔۳۔مسند الطیاسی' جلد ۱ص ۲۳۲۔۴۔المعجم الکبیر رقم ۱۲۵۷۴۔

560۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ خَلَّادٍ، بِالْعَسْكَرِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الدُّولَابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا«

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ علیہ السلام کو کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر (یعنی دونوں حالتوں میں) پانی پیتے ہوئے دیکھا۔

تخریج حدیث۔ا۔مسند احمد جلد۱۰ص۱۵۶۔۲۔جامع ترمذی' کتاب الاشربۃ۔

561۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمْدَوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ بِنْتِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، : أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ، حَدَّثَتْ: »أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ « دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَإِذَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ قَائِمًا فَقُطِعَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ رَأْسَ الْقِرْبَةِ"

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں رسول کریم علیہ السلام ان کے گھر میں داخل ہوئے تو ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا آپ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر (اس سے) پانی نوش فرمایا، حضرت ام سلیم نے اس مشکیزے کا بالائی حصہ (جس نے آپ علیہ السلام نے اپنا منہ مبارک لگایا تھا) کاٹ لیا۔ (تا کہ اس ٹکڑے کو اپنے پاس برکت کے لیے رکھیں)

تخریج حدیث۔ا۔ مسند احمد جلد۳ص۱۲۹۔۲۔سنن دارمی باب فی الشرب قائما۔۳۔مصنف بن ابی شیبہ' کتاب الاشربۃ۔۴۔شرح معانی الآثار جلد۴ص۲۷۳۔

562۔حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ أَحْمَدَ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُدَيْرٍ، عَنْ أَبِي الْبَزَرِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا »نَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ، وَنَأْكُلُ وَنَحْنُ نَسْعَى عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم کھڑے ہوکر پانی پی لیتے اور ہم دور رسول علیہ السلام میں چلتے پھرتے کھا لیتے۔

تخریج حدیث۔ا۔مسند احمد جلد۶ص۲۷۴۔۲۔مسند الطیالسی جلد اص۳۳۲۔۳۔الکنی جلد اص۱۲۷۔۴۔سنن دارمی جلد۲ص۱۲۰۔

563۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، وَجَعْفَرُ بْنُ حِمْدَانَ الْمَوْصِلِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ حَرْبٍ الْقَاضِي، وَأَحْمَدُ بْنُ زَكَرِيَّا الرَّوَّاسُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ الدُّورِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَأْكُلُ وَنَحْنُ نَمْشِي، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ہم نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں چلتے پھرتے کھا لیتے اور کھڑے ہو کر پانی پی لیتے۔

تخریج حدیث۔ا۔جامع ترمذی' کتاب الاشربۃ ۔۲۔سنن ابن ماجہ' ابواب الطعام ۔۳۔صحیح ابن حبان' کتاب الاشربۃ ۔۴۔سنن دارمی' باب فی الشرب قائما۔

564۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ سَهْلٍ الدِّمْيَاطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ الْبَيْرُوتِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ الْأَزْدِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ جَدَّتِهِ الْبَرْصَاءِ، قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَشْرَبُ قَائِمًا« قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا حَدِيثٌ مُشْكِلٌ نَسْخُهُ، لِأَنَّهُ قَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ »نَهَى عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا« وَقَالَ فِي حَدِيثٍ آخَرَ، وَقَدْ رَأَى رَجُلًا يَشْرَبُ قَائِمًا فَقَالَ" : أَتُحِبُّ أَنْ يَشْرَبَ مَعَكَ الْهِرُّ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَقَدْ شَرِبَ مَعَكَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ الشَّيْطَانُ

ابن ابی عمرہ الانصاری اپنی دادی البرصاء سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑا ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا، شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث کا نسخ ایک مشکل امر ہے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کی صحیح روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا جب ایک شخص کو کھڑا ہو کر پانی پیتے دیکھا (تو) فرمایا۔ کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیرے ساتھ بھی بلی پیے۔ اس نے کہا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا : تمہارے ساتھ (اس حالت میں) وہ پیتا ہے جو اس سے بدتر ہے یعنی شیطان۔ اور (دوسری طرف) آپ ﷺ کی صحیح روایات بھی مروی ہیں کہ آپ ﷺ

" وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ شَرِبَ قَائِمًا وَأَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَشْرَبُونَ قِيَامًا، وَالْإِبَاحَةِ لِلشُّرْبِ قَائِمًا أَقْرَبُ إِلَى أَنْ يَكُونَ نَسَخَهُ النَّهْي؛ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ النَّهْي ثَابِتًا أَوْ هُوَ الْآخِرُ مِنَ الْأَمْرَيْنِ لِمَا كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُونَ قِيَامًا، وَلَوْ كَانَ شُرْبُهُ قَائِمًا لَهُ دُونَ غَيْرِهِ لِمَا جَازَ لِأَصْحَابِهِ أَنْ يَشْرَبُوا قِيَامًا؛ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا أَشْبَهُ أَنْ يَكُونَ نَاسِخًا لِلنَّهْيِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

نے کھڑے ہوکر پانی نوش فرمایا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام بھی کھڑے ہوکر پانی پیتے، کھڑے ہوکر پانی پینے کی اباحت اس بات سے زیادہ قریب ہے کہ اس کی نہی منسوخ ہوگئی ہے کیونکہ اگر نہی ثابت ہوتی یا یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری معمول ہوتا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کھڑے ہوکر پانی کیوں پیتے کھڑے ہوکر پینا اگر جائز نہ ہوتا تو صحابہ کے لیے کیوں کر جائز ہوتا کہ وہ کھڑے ہوکر پانی پییں۔ کیونکہ وہ یہ عمل نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں کیا کرتے تھے۔ پس یہ عمل اس نہی کے لیے ناسخ ہے۔ واللہ اعلم۔

تخریج حدیث۔ ا۔ مسند حمیدی، کتاب الاشربۃ۔ ۲۔ مسند احمد جلد ۶، ص ۴۳۴۔ ۳۔ المعجم الکبیر جلد ۲۰ ص ۸۔

تحقیق

مذہب کے لفظ سے فوراً جو بات انسانی دماغوں میں ابھرتی ہے وہ یہ کہ مذہب ایسے مناسک کا نظام ہے جو وہ اپنے متبعین پر لازم کرتا ہے اور جن پر کاربند رہنا اس مذہب کے نظم کو قائم رکھنے کے لئے اہم ہے لیکن اگر بات مذہب اسلام دین مبین اور شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی، کی جائے تو یہ صرف مناسک اور معبد تک محدود نہیں بلکہ اس نے اپنے پیروکاروں کے لئے نظام عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات کا ایسا عمدہ اور جامع نظام عطا کیا جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایت اور اسوہ کا مینارنور ہے۔ آداب طعام پر سرکار دو عالم ﷺ کی حیاۃ طیبہ سے بہتر کسی کا اسوہ نہ ہوگا آپ علیہ السلام نے زندگی کے اس اہم گوشہ کے لئے بھی نہایت احسن تعلیمات عطا فرمائیں۔

محدث ابن شاہینؒ نے اس باب میں گیارہ احادیث نقل فرمائیں ابتدائی چار روایات جن میں کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت کا بیان ہے وہ روایات حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت جارود بن المعلیٰؓ سے مروی ہیں۔ امام مسلمؒ نے صحیح، امام ترمذیؒ نے جامع، امام ابوداؤدؒ اور امام ابن ماجہؒ نے اپنی اپنی سنن، امام احمد بن حنبلؒ نے مسند، امام ابن ابی شیبہؒ اور امام عبدالرزاقؒ نے اپنی اپنی مصنف، امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر اور امام طحاویؒ نے شرح معانی الاثار میں یہ روایات نقل فرمائیں۔ اس فعل کی رخصت پر سات روایات میں سے دو حضرت عبداللہ بن عباسؓ، دو حضرت عبداللہ بن عمرؓ جبکہ حضرت اُم سلیمؓ، حضرت عمرو بن شعیبؒ، حضرت ابن ابی عمرہ انصاریؒ سے ایک ایک حدیث نقل ہوئی۔ رخصت کی یہ روایات بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ، طحاویؒ، احمد بن حنبلؒ، طبرانیؒ، حمیدیؒ، ابن حبانؒ، طیالسیؒ، ابن ابی شیبہؒ نے اپنی اپنی کتب احادیث میں نقل فرمائیں۔ ابن شاہین رحمہ اللہ نے باب کے آخر میں کھڑے ہو کر پینے کو منسوخ قرار دیا لیکن فقہاء کے نزدیک اس باب میں نسخ کی بجائے تطبیق اولی ہے، ابن شاہین اور دیگر محدثین نے اس باب میں جو روایات نقل فرمائیں ان سے پانی پینے کے متعلق آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ کے درجہ ذیل معمولات سامنے آتے ہیں۔

☆...... آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا۔

☆...... آپ ﷺ نے زمزم کھڑے ہوکر نوش فرمایا۔

☆...... آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام عام حالات میں کبھی کھڑے اور کبھی بیٹھ کر پانی نوش فرمالیتے۔

☆...... صحابہ کرام عہد رسالت میں کھڑے ہوکر پانی پی لیا کرتے۔

☆...... آپ علیہ السلام وضو کا بچا پانی کھڑے ہوکر نوش فرماتے۔

☆...... بامر مجبوری کھڑے ہوکر پانی پی لینا معمول نبوی سے ثابت ہے جیسا کہ ام سلیم کے گھر مشکیزے کے معلق ہونے کے سبب آپ علیہ السلام نے کیا۔

کھڑے ہوکر پینے کی شرعی حیثیت:۔

روایات و معمولات بالا سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کھڑے ہوکر پانی پینا کراہیت کی حد تک ممنوع ہے۔

امام عینی اور نووی کا نقل کرتے ہیں۔

والصواب منها ان النهى محمول على كراهية التنزيه۔ ان اقوال میں سے اقرب الی الصواب قول یہی ہے کہ اس ممانعت کو کراہیۃ تنزیہی پر معمول کیا جائے۔

(عمدۃ القاری جلد ۸، ص ۱۴۲ مکتبہ توفیقہ القاہرہ)

معمولات بالا کے مصادر و مراجع:۔

نبی کریم علیہ السلام و صحابہ کرام رضوان اجمعین سے شرب الماء کے سلسلہ میں جو معمولات ذکر کیے گئے ان کے مراجع و مصادر ملاحظہ فرمائیں۔

کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت:۔

۱۔	امام ابو جعفر الطحاویؒ،	شرح معانی الاثار، کتاب الکراہیۃ
۲۔	امام مسلم بن حجاج المسلمؒ،	صحیح، کتاب الاشربۃ
۳۔	امام احمد بن حنبلؒ،	مسند جلد ۳، ص ۵۴
۴۔	امام ابوبکر البیہقیؒ،	السنن الکبری، کتاب الصداق

۵۔	امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ	المصنف، کتاب الاشربۃ
۶۔	امام الحافظ الطبرانیؒ،	المعجم، جلد۵ص۷۹
۷۔	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ،	السنن، کتاب الاشربۃ
۸۔	امام ابوعیسیٰ الترمذیؒ،	الجامع، کتاب الاشربۃ
۹۔	امام محمد بن یزید ابن ماجہؒ،	السنن ابواب الاشربۃ
۱۰۔	امام عبدالرزاق الصنعانیؒ،	المصنف، باب الشرب قائما
۱۱۔	امام ابن حبانؒ،	صحیح کتاب الاشربۃ

زمزم کو کھڑے ہو کر نوش کرنے کا معمول نبوی علیہ السلام

آقا علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر زمزم کھڑے کھڑے نوش فرمایا اس کا سبب بعد میں ذکر ہوگا، مصادر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ،	الصحیح، کتاب الحج
۲۔	امام محمد مسلم بن الحجاجؒ،	صحیح، الکتاب الاشربۃ
۳۔	امام احمد بن حنبلؒ،	المسند، جلد ۱، ص۲۱۴
۴۔	امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ،	الجامع، کتاب الاشربۃ، الشمائل ص۲۹۷
۵۔	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیبؒ،	نسائیؒ، السنن، کتاب الحج
۶۔	امام ابوداؤد الطیالسیؒ،	المسند، جلد ۱، ص۳۳۲
۷۔	امام ابوجعفر الطحاویؒ،	شرح معانی الاثار، کتاب الکراہیۃ
۸۔	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ،	المعجم الکبیر، رقم، ۱۲۵۷۵، ۱۲۵۷۶، ۱۲۵۷۶
۹۔	امام ابن حبانؒ،	صحیح، کتاب الاشربۃ

عام حالات میں کھڑے و بیٹھے پینے کا معمول نبوی

۱۔	امام احمد بن حنبلؒ،	المسند جلد ۱۰، ص ۱۵۶، ۱۵۷

۲۔ امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ، جامع، کتاب الاشربۃ

صحابہ کا عہد رسالت میں کھڑے ہوکر پانی پینے کا معمول:

۱۔	امام احمد بن حنبلؒ،	مسند، جلد۶ ص۲۷۴، ۲۷۵
۲۔	امام سلیمان بن ابی داؤد الطیالسیؒ،	المسند جلد۱، ص۳۳۲
۳۔	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ،	السنن، باب الشرب قائما

وضو کا بچا پانی کھڑے ہوکر پینا:۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے وضو کے بچے پانی کو کھڑے کھڑے نوش کرنے کا معمول نبوی علیہ السلام بیان فرمایا۔

۱۔	امام ابوجعفر الطحاویؒ،	شرح معانی الآثار، کتاب الکراہیۃ
۲۔	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ السلمیؒ،	صحیح، باب صفۃ وضوالنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
۳۔	امام احمد بن حنبلؒ،	المسند، جلد۲، ص۲۵۶
۴۔	امام ابوبکر عبدالرزاق الصنعانیؒ،	المصنف، باب کم وضوء من غسلہ
۵۔	امام الحسین بن اسماعیل المحاملیؒ،	امالی، جلد۱، ص۱۹۰

بامر مجبوری کھڑے ہوکر پانی پینا:۔

حضرت ام سلیم کے ہاں مشکیزہ معلق ہونے کے سبب آپ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر پانی نوش فرمایا۔ مصادر یہ ہیں۔

۱۔	امام احمد بن حنبلؒ،	مسند، جلد۳، ص ۱۷۹
۲۔	امام ابوعیسیٰ الترمذیؒ،	الجامع، کتاب الاشربۃ، الشمائل ص۲۱۵
۳۔	امام ابوجعفر الطحاویؒ،	شرح معانی الاثار، کتاب الکراہیۃ
۴۔	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ،	السنن، باب الشرب قائما
۵۔	امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ،	المصنفؒ، کتاب الاشربۃ
۶۔	امام نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ،	مجمع الزوائد، جلد۵ ص۷۹

جہاں ایک طرف اس ممانعت کو مضر صحت ہونے کے سبب بیان کیا گیا وہاں بامر مجبوری اس کی رخصت بھی آقا علیہ السلام کے عمل مبارک سے ثابت ہے۔ حضرت ام سلیمؓ کے ہاں مشکیزے کے معلق ہونے کے سبب ایسا ہوا تو زمزم نوش فرماتے ہوئے بھی ایک خاص حکمت کارفرما تھی۔

کھڑے ہوکر زمزم نوش فرمانے کی حکمت:۔

مرشد و مربی حضور مفکر اسلام مفسر قرآن قبلہ شاہ جی نے درس بخاری کے موقع پر کتاب الاشربۃ، باب الشرب قائما پر جو خوبصورت تشریحات وملفوظات پیش فرمائے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

آقا دو عالم ﷺ کی سنت مبارکہ پانی پینے کے باب میں یہ تھی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ کر بسم اللہ پڑھتے ہوئے تین سانسوں میں پانی نوش فرماتے اور یہی معمول صحابہ کرام کے ہاں بھی تھا لیکن اب حالات کچھ یوں تھے کہ سوا لاکھ کے قریب عشاق رسول علیہ السلام نقوش پیغمبر کی اتباع میں مناسک حج کی ادائیگی میں مشغول تھے اور خصوصاً صدا بھی دی جا چکی تھی کہ "خذوا مناسلکم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد عامی ھذا" مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو پس مجھے اس بات کا ادراک نہیں کہ میں اس سال کے بعد حج کرسکوں۔

سنن نسائی کتاب الحج باب الرکوب الی الجمار واستظلال المحرم"

سواب حج نام تھا قدم سے قدم ملا کر، اطاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا، احرام کی ایک مخصوص حالت، نیت کیلئے نوافل، رب کی کبریائی کے لئے تلبیہ، بیت اللہ کے گرد سات چکر غرض ہر رکن و ہر منسک تب ہی حج کا حصہ بنے جب وجود سرکار سے سرزد ہوئے اور صحابہ نے بلا قیل وقال نقوش مصطفیٰ کی اتباع میں شعائر اللہ سے فیضان رحمت کے دریچے اپنے لئے وا کیے۔ اب اگر آقا رحمت اپنی عادات مبارکہ کے مطابق بیٹھ کر، تین سانسوں میں سکون واطمینان سے زمزم نوش فرماتے تو اتباع رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ان دیوانوں نے بھی اس سنت مبارکہ کی پیروی میں ایسے ہی زمزم پینا تھا اور یقیناً یہ عمل مابعد کے مناسک حج میں تاخیر کا باعث بن سکتا تھا اس اژدھام میں بدنظمی اور مناسک میں تعطل کے پیش نظر جان رحمت علیہ التحیہ والثناء نے امت کے لئے آسانی اور ارکان حج میں تاخیر سے بچنے کے لئے اپنی عادت مبارکہ کو حکمت کے پیش نظر ترک فرما کر خاص اس موقع کے لئے کھڑے ہوکر پانی پینے کی رخصت عنایت فرما دی۔ پس یہ سنت حج وعمرہ میں اب بھی قائم ہے ذرا تصور فرمائیں کہ اگر سرکار دو عالم علیہ السلام نے اس وقت سوا لاکھ کے لئے یہ رخصت عطا فرمائی تھی تو آپ علیہ السلام کی نگاہِ نور صدیوں بعد حرم میں بڑھتے ہوئے عشاق کی تعداد کو ملاحظہ فرما رہی تھی اب جبکہ یہ تعداد بیس سے تیس لاکھ تک پہنچ چکی ہے یقیناً آقا رحمت علیہ السلام کی یہ حکمت ان حجاج کے لئے کس قدر رحمت کا سامان عطا فرما رہی ہے وگرنہ اس عظیم تعداد کا صرف ایک ہی سنت کی اتباع میں نظم قائم

رکھنا مشکل ہو جاتا اور یقیناً مناسک کی ادائیگی پر بھی اس کا اثر پڑتا چونکہ صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے زمزم کو کھڑے ہوکر پینے کی سنت روایت کی لہٰذا عامۃ الناس میں تواتر سے یہ بات معروف ہوچکی کہ زمزم کھڑے ہوکر ہی پیا جائے جبکہ زمزم بیٹھ کر تین سانسوں میں پینا بھی آ قا علیہ السلام کی سنت ہی ہے کھڑے ہوکر پینا تو ایک موقع کے ساتھ خاص ہے جبکہ عام حالات میں معمول نبوی علیہ السلام وہی ہے جو آپ علیہ السلام سے کثرت سے منقول ہے لہٰذا زمزم بیٹھ کر بھی پینا اسی طرح سنت ہے جس طرح چاہ زمزم کے قریب کھڑے ہوکر پینا ہے امام خطابی بھی اس کی یہی علت بیان فرماتے ہیں۔

وانما فعله ﷺ بمكة شرب من زمزم قائما، و معلوم ان القعود والطمانية كالمتعذر فی ذلك المكان مع ازدحام الناس عليه و تكاسبهم فی ذلك المقام ينظرون اليه و يقتدون به فی نسكهم و اعمال حجهم، فترخص فيه بهذا ولما اشبه ذلك من الاعذار۔

(معالم السنن جلد ۴، ص ۲۵۴ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکۃ المکرّمہ میں زمزم کھڑے ہو کر پیا، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے کہ اس جگہ بیٹھ کر اور اطمینان سے پانی پینا مشکل ہے اس کا سبب حجاج کی کثرت، اور مناسک حج کی ادائیگی میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہونا تھا لہٰذا ان اسباب کے پیش نظر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فصل میں رُخصت عطا فرما دی۔

اس باب میں صحابہ و تابعین کا موقف:۔

چونکہ آپ ﷺ سے اس باب میں دو مختلف طرح کے معمولات منقول ہیں اور ممانعت تحریمی بھی نہیں لہٰذا امام بدر الدین عینیؒ نے صحابہ و تابعین کے درجہ ذیل مواقف ذکر فرمائے۔

اوّل:۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سعد، حضرت عمر بن الخطاب حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت سعید بن المسیب، حضرت طاؤس، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے ہاں کھڑے ہوکر پانی پینے میں کوئی حرج نہیں۔

دوئم:۔ حضرت انس بن مالک، حضرت حسن بصری، حضرت ابراہیم النخعی، حضرت قتادہ رضی اللہ عنھم کے مطابق کھڑے ہوکر پانی پینا ناپسندیدہ عمل ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۸، ص ۱۴۲ مکتبہ توفیقیہ القاہرہ، مصر)

متعارض روایات میں تطبیق:۔

امام الاثرم اور محدث ابن شاھینؒ کے نزدیک اس باب میں ممانعت کی احادیث منسوخ اور رخصت کی روایات ناسخ ہیں جبکہ ابن حزم کے ہاں ممانعت کی روایات ناسخ اور رخصت کی احادیث منسوخ ہیں۔

البتہ جمہور فقہاء نے اس باب میں نسخ کی بجائے تطبیق کو ترجیح دی ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت تحریمی نہیں۔ امام عینیؒ فرماتے ہیں۔

والصواب منها ان النهى محمول على كراهة التنزيه

(عمدۃ القاری جلد ۸، ص ۱۴۲ مکتبہ توفیقیہ القاہرہ، مصر)

ان آراء میں سے بہتر قول یہی ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ تنزیھی ہے۔

اس ممانعت کی وجہ بیان فرماتے ہوئے امام خطابی لکھتے ہیں۔

هـذا نهى تاديب و تنزيه لانه احسن وارفق بالشارب و ذلك لان الطعام و الشراب اذا تنا ولهما الانسان على حال سكون و طمانينة كانا انجح فى البدن و امرا فى العروق ، واذا تناولهما على حال وفاز و حركة اضطر بافى المعدة و تخضخضا فكان منه الفساد و سوء الهضم۔

یہ ممانعت تادیباً وتنزیہاً ہے کیونکہ اس ممانعت میں پینے والے کے لئے آسانی وسہولت ہے کیونکہ جب انسان حالت سکون میں کھاتا و پیتا ہے تو اس صورت میں وہ چیز جسم انسانی کے لئے مفید اور معدے کی نالیوں کے لئے سہولت والی ہوگی اور جب انسان حرکت کرتے ہوئے کھائے پئے گا تو یہ چیز نقصان دہ اور ہضم کرنے میں دشواری پیدا کردے گی۔

(معالم السنن جلد ۴، ص ۲۵۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سنت نبوی اور جدید سائنس کا مؤلف لکھتا ہے کہ اگر پانی کھڑے ہو کر پیا جائے تو اس کی وجہ سے معدے اور جگر کی ایسی بیماریاں پھیلتی ہیں جن کے علاج میں معالجین عاجز آجاتے ہیں۔ پاؤں میں ورم کا خطرہ رہتا ہے اور اگر یہ پاؤں کی ورم شروع ہو جائے تو جسم کے تمام حصوں پر ورم کا خطرہ ہوتا ہے اس عمل سے استسقا (Oedema) کا مرض بھی لاحق ہو جاتا ہے۔

(سنت نبوی وجدید سائنس جلد ۱، ص ۱۳۱، ادارہ اسلامیات کراچی)

رحمتِ عالم علیہ التحیۃ والثناء انسانیت کے لئے طبیب اعظم اور معالج حقیقی ہیں جن کی بدولت انسانوں کے لیے روحانی امراض کے ساتھ ساتھ جسمانی عوارض کے لئے بھی ابدی شفاء کا پیغام موجود ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُسوہ انسانیت کے لیے دین ودنیا کی بھلائی کا موجب ہے۔

باب : ۴۳

بَابٌ فِي الشُّرْبِ بِنَفَسٍ وَاحِدٍ
ایک ہی سانس میں پانی پینے کے بیان میں

565۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَمْزَةَ الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ الطَّرَسُوسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانَ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَشْرَبْ بِنَفَسٍ وَاحِدٍ«

حضرت عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو اسے چاہئے کہ ایک سانس میں پیئے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۵ ص ۳۱۱ (۲) صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب النھی عن الاستنجاء بالیمین (۳) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب فی کراھۃ التنفس فی الاناء

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

566۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرْكَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَيْسَرَةَ الْبَكْرِيُّ الْمَوْصِلِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَشْرَبُ جَرْعَةً، ثُمَّ قَطَعَ، ثُمَّ سَمَّى، ثُمَّ جَرْعَةً، ثُمَّ قَطَعَ، ثُمَّ سَمَّى الثَّالِثَةَ، ثُمَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا آپ علیہ السلام نے ایک گھونٹ (پانی) نوش فرمایا پھر چھوڑ دیا۔ پھر ایک گھونٹ نوش فرمایا پھر چھوڑ دیا۔ پھر تیسرا گھونٹ لیا۔ پھر (باقی پانی) نوش فرمایا۔ یہاں تک کے آپ علیہ السلام پانی پینے سے فارغ ہو گئے۔

جَرَعَ، ثُمَّ مَضَى حَتَّى فَرَغَ مِنْهُ فَلَمَّا شَرِبَ حَمِدَ اللَّهَ« قَالَ الشَّيْخُ وَالَّذِي يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ هَذَا نَاسِخًا لِلْأَوَّلِ؛ لِأَنَّهُ أَشْبَهُ بِأَخْلَاقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانَ إِسْنَادُ الْأَوَّلِ أَجْوَدُ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: »إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَنَفَّسْ ثَلَاثًا فَإِنَّهُ أَهْنَأُ، وَأَمْرَأُ، وَأَبْرَأُ« ، أَوْ كَمَا قَالَ

جب آپ علیہ السلام پانی پی چکے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ماقبل روایات کی ناسخ ہے کیونکہ یہ آپ علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ کی آئینہ دار ہے اگرچہ ماقبل روایت کی اسناد جید ہیں اور نبی کریم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیئے تو تین سانسوں میں کیونکہ یہ (جسم کیلئے) نہایت خوشگوار عمدہ اور (صحت) پیدا کرنے والا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الاشربۃ (۲) سنن ابن ماجہ، ابواب الاشربۃ (۳) مصنف ابن شیبہ، کتاب الاشربۃ۔

تحقیق

سابقہ باب میں پانی پینے کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ کی سنت مبارکہ ذکر کی گئی، یہ باب بھی آپ ﷺ کے ایک مبارک عمل کے متعلق ہے اس باب میں دو مسائل زیر بحث ہوں گے۔

ا۔ ایک ہی سانس میں پانی پینا۔

۲۔ برتن میں سانس لینا۔

ایک سانس میں پانی پینا:۔

مؤلف رحمہ اللہ نے باب کی پہلی حدیث ایک ہی سانس میں پانی پینے کے متعلق بیان فرمائی۔ اگر چہ یہ روایت قولی ہے لیکن امام ابن شاہین اس حدیث کے نقل کرنے میں متفرد ہیں اور پھر یہ روایت اپنی صحت کے اعتبار سے درجہ استدلال کی نہیں۔

محدث ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

هذا حديث لا يصح عن رسول الله ﷺ و كان يحيى بن سعيد لا يروى عن ابان بن يريد و اخاف ان يكون اللفظ انقلب فكيون "ولايشرب" فرووه فليشرب۔

(العلل المتناهية جلد٢ ص٦٦٩، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں یحییٰ بن سعید، ابان بن یرید سے روایت نہیں کرتا تھا اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اس روایت میں الفاظ بدل دیئے گئے اصل الفاظ ولایشرب تھے جسے فلیشرب روایت کیا گیا۔

ابن شاہین رحمہ اللہ کو جس سند سے یہ روایت پہنچی وہ سند منقطع ہے اور یہ روایت بھی مدرج ہے لہٰذا یہ روایت ان احادیث کے معارض کیسے ہو سکتی ہے جس میں تین سانسوں میں پانی پینے کا معمول نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان ہوا اور وہ روایات درج ذیل محدثین نے اسناد صحیحہ کے ساتھ بیان فرمائیں۔

ا۔ امام بخاریؒ، [1] صحیح البخاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب بنفس او ثلاثۃ

۲۔ امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ، الجامع، کتاب الاشربۃ، باب فی کراہۃ التنفس فی الاناء

۳۔ امام ابن ماجہؒ، السنن، ابواب الاشربۃ، باب الشرب بثلاثۃ انفاس

۴۔ امام ابن ابی شیبہؒ، المصنف، کتاب الاشربۃ، باب من کان یستحب ان یتنفس فی الاناء

اس باب میں تعارض کی حیثیت:۔

ابن شاھین رحمہ اللہ نے دوسری روایت کو ناسخ قرار دیا ہے لیکن نسخ احتمال سے ثابت نہیں ہوتا اور منقطع ومدرج روایت صحیح احادیث کے معارض بھی نہیں ہوسکتی، لہٰذا اس باب میں سنت نبوی ہمیشہ سے یہی ہے کہ آپ علیہ السلام دو یا تین سانسوں میں پانی پیا کرتے۔ مراجع سابقہ اس بیان کی واضح دلیل ہیں اور اگر بالفرض روایات سے ایک سانس میں پانی پینے کا جواز بھی پالیا جائے تو اس کے متعلق امام عینیؒ فرماتے ہیں۔

فلایکون مخالفا للنھی و کرھہ جماعۃ وقالوا ھو شرب الشیطان و فی ترمذی۔ لاتشربوا واحد اکشرب البعیر ولکن اشربوا مثنیٰ وثلاث و سموا اذا انتم شربتم واحمدوا اذا انتسم رفعتم

(عمدۃ القاری جلد۲، ص۳۱۲)

ایک سانس میں پانی پینے کی روایت ممانعت کی روایات کے مخالف نہیں۔ اس عمل کو صحابہ کی ایک جماعت نے ناپسند کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیطان کے اعمال میں سے ہے۔ ترمذی میں روایت ہے کہ ایک سانس میں پانی مت پیو جیسے اونٹ پیتا ہے بلکہ دو یا تین سانسوں میں پیو اور جب پی چکو تو اللہ کی حمد کرو۔

اُسوۂ نبوی ﷺ اور میڈیکل سائنس:۔

آقا ﷺ کا یہ معمول مبارک بھی جدید میڈیکل سائنس کی روشنی میں انسانی وجود کے لئے کتنا مفید ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اگر پانی تین سانوں میں نہ پیا جائے تو درجہ ذیل امراض پیدا ہوسکتے ہیں۔

۱۔ پانی سانس کی نالی میں جا کر نظام تنفس میں رکاوٹ پیدا کرسکتا ہے جس سے سانس بند ہونے کی صورت میں موت واقع ہوسکتی ہے۔

۲۔ پانی کی لہریں دماغ کے پردوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں دماغ میں فلوئڈ ہے اور اس کی نسبت پانی سے ہے۔ اگر آہستہ

آہستہ پانی پیا جائے تو مضر اثرات کبھی بھی دماغ پر نہیں پڑیں گے۔

۳۔ معدے میں فوراً زیادہ مقدار میں پانی جائے تو اس میں انبساط یعنی پھیلاؤ پیدا ہو جاتا ہے اگر یہ پھیلاؤ اوپر کی سطح سے ہو تو دل اور پھیپھڑے اگر دائیں طرف ہو تو جگر اگر بائیں طرف ہو تو تلی کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر نیچے کی طرف ہو تو آنتوں پر دباؤ کا باعث بنتا ہے۔

(سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس جلد ا ص ۱۳۲ ادارہ اسلامیات کراچی)

برتن میں سانس لینا:۔

برتن میں سانس لینے کی ممانعت پر نبی کریم ﷺ کی صریح قولی احادیث مبارکہ جو سنداً و متناً ہر قسم کی جرح سے مبرا ہیں پھر ان روایات میں ظاہر تعارض بھی نہیں۔ درج ذیل محدثین نے باسناد صحیحہ نقل فرمائی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

عن ابی قتادة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ اذا شرب احدکم فلا تنفس فی الاناء (الحدیث)

الجامع الصحیح البخاری کتاب الوضوء باب النھی عن الاستنجاء بالیمین

حضرت ابو قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔

حضرت قتادہ ہی کی سند سے یہ روایت مسلم شریف کتاب الاشربۃ باب کراہۃ التنفس فی الاناء، جامع ترمذی، کتاب الاشربۃ، باب فی کراہۃ التنفس فی الاناء سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب النھی عن الاستنجاء بالیمین، صحیح ابن حبان کتاب الاطعمہ، باب آداب الاکل، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الاشربۃ، باب فی التنفس مسند امام احمد بن حنبل ۵ ص ۳۱۱، ۳۸۳ میں بھی اسناد صحیحہ کے ساتھ نقل کی گئی۔

اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں امام بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ پانی تین سانسوں میں پینا سرکار دو عالم ﷺ کی سنت ہے اور برتن سے باہر سانس لینا حسن ادب کی علامت اور ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے معدہ کے لئے یہ کام ثقل پیدا نہیں کرتا اور اگر برتن میں ہی سانس لے لیا جائے تو پانی بخارات کے ذریعے حلق میں کثرت کر لیتا ہے جو معدے کے لئے ثقیل ہے اور پھر اس انداز سے پینا جانوروں کا طریقہ ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲ ص ۳۱۰، مصر)

باب : ۴۷

بَابُ فِي الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ

دو کھجوروں کوملا کر کھانے کے بیان

567۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْآدَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ يَزِيدَ الْبَحْرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَانِ، إِلَّا أَنْ تَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَكَ«

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے راویت ہے نبی کریم علیہ السلام نے دو کھجوروں کو ایک ساتھ کھانے سے منع فرمایا سوائے اس سے کہ تم اپنے ساتھی سے اجازت لے لو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۶، ص ۲۳۸ (۲) سنن ابی داؤد باب الاقرن فی التمر (۳) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ

568۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَعْدٍ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى عَنِ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ«

حضرت سعد مولی ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے دو کھجوریں اکٹھی کھانے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۳، ص ۱۶۵ (۲) سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ۔

الْحَدِيثُ النَّاسِخُ لِهَذَا الْحَدِيثِ

569۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الْأَنْبَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ بَحْرٍ الْبَيْرُوذِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ أَبُو مَسْعُودٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ الْقَوَارِيرِيُّ،

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمہیں دو کھجوریں اکٹھی کھانے سے منع کیا تھا اور (اب) اللہ تعالیٰ نے وسعت خیر

عَنْ يَزِيدَ بْنِ بَزِيعٍ الشَّامِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنِّي « نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ، وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَوْسَعَ الْخَيْرَ فَأَقْرِنُوا" وَالْحَدِيثُ الَّذِي فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَالْحَدِيثُ الَّذِي فِي الْإِبَاحَةِ، فَلَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ، لِأَنَّ فِي سَنَدِهِ اضْطِرَابًا، وَإِنْ صَحَّ فَيُحْتَمَلُ أَنَّهُ نَاسِخٌ لِلنَّهْيِ

تخریج حدیث۔(۱) مجمع الزوائد جلد۵،ص۴۲

عطا فرمادی ہے پس تم کھا سکتے ہو۔

وہ حدیث مبارکہ جس میں قران کی نہی ہے وہ صحیح الاسناد ہے اور وہ حدیث جو اباحت میں وارد ہے وہ اس حدیث ایسی قوت والی نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے اور اگر یہ صحیح روایت ہے تو یہ نہی والی روایت کی ناسخ بننے کا احتمال رکھتی ہے۔

تحقیق

ابن اثیر رحمہ اللہ نے النہایۃ فی غریب الحدیث میں قرن کا معنی "ضم تمرۃ الی تمرۃ لمن اکل مع جماعۃ" لکھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسان جماعت کی صورت میں کھانا تناول کر رہا ہو تو اس وقت دو کھجوروں کو ایک ساتھ کھانا "قرن کہلاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت میں اس فعل کی ممانعت کا بیان ہے اور حضرت بریدہؓ کی روایت اس فعل کی رخصت کا بیان ہے روایات کے مصادر احادیث کی تخریج میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں اس باب میں تعارض کی حیثیت ملاحظہ فرمائیں۔

روایات متعارضہ کی شرعی حیثیت:۔

مؤلف رحمہ اللہ نے باب کی متعارض روایات پر بحث فرماتے ہوئے ممانعت کی حدیث کو صحیح قرار دیا جبکہ رخصت کی روایت مؤلف رحمہ اللہ کیساتھ ساتھ حافظ ابن حجرؒ اور امام ابن ابی حاتمؒ کے ہاں سنداً کمزور ہے۔

(فتح الباری جلد ۹، ص ۵۷، دار احیاء التراث، العلل جلد ۲، ص ۶ ۲۷ دار صادر بیروت لبنان۔)

لیکن امام ہیثمی رحمہ اللہ اور امام طبرانیؒ نے اپنی اسناد سے یہ روایت نقل کی ہے جو اس کے تابع اور شواہد کے سبب اس فعل کی رخصت کا بیان ہے اور اگر یہ رخصت ثابت نہ بھی ہو تو یہ ممانعت مطلق نہیں بلکہ صاحب مجلس کی اجازت سے قرن کی رخصت موجود ہے اور اس باب میں نسخ کے متعلق ابن شاھین رحمہ اللہ کا قول احتمال سے ثابت نہیں کیونکہ نسخ کے لئے صیغہ جزم ہونا ضروری ہے۔

ممانعت قِران کی علت اور اس کا حکم:۔

امام ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ اس ممانعت کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

وانما نهى عنه لان فيه شرها و ذلك يزرى بصاحبه او لان فيه غضبا برفيقه۔
(النہایۃ فی غریب الحدیث جلد۴، ص۵۳، ۵۲ مطبعۃ الخیریۃ مصر۔)

اس فعل سے ممانعت اس لئے ہے کہ اس میں حرص ہونے کے سبب صاحب مجلس کے لئے قابل نفرت فعل ہے یا یہ کام اپنے رفیق کے لئے غصہ کا باعث ہوسکتا ہے۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ کے مطابق اس ممانعت قلت طعام کے سبب ہے کیونکہ اس صورت میں اگر اصحاب مجلس دو دو کھجوریں ایک ساتھ کھائیں گے باقی لوگوں کے کھانے اوران کی بھوک پران کا اثر ضرور پڑے گا۔
(فتح الباری جلد۹، ص۴۹۴ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

قِران کا حکم:۔

قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمہ اللہ کے مطابق اہل ظواہر کے ہاں قران کی ممانعت تحریمی ہے اور باقی ائمہ وفقہاء امصار کے ہاں یہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ خلاف ادب اور مکروہ ہے۔
(شرح مسلم جلد۱۳، ص۲۲۹ دار احیاء التراث العربی)

آیا اب یہ ممانعت باقی ہے یا نہیں اوراس پہ اسلاف کا عمل کیا ہے۔امام سیوطیؒ امام خطابیؒ کی عبارت نقل فرماتے ہیں۔

انما كان هذا فی زمنهم و حين كان الطعام ضيقا فاما اليوم مع التسال الحال فلا حاجة الى الاذن وليس كما قال، بل الصواب ما ذكرنا من التفصيل فان الاعتبار العموم اللفظ لا لخصوص السبب لو ثبت السبب كيف و هو غير ثابت۔
(شرح سنن ابن ماجہ، جلد۱، ص۲۳۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یہ ممانعت عہد رسالت میں قلت طعام کے سبب تھی اور آج جبکہ دسترخوان وسیع ہیں تو اس کی چنداں ضرورت نہیں کہ صاحب مجلس سے قران کی اجازت طلب کی جائے اوراب وہ حکم نہیں جو پہلے کیا گیا بلکہ قول مصاب وہی ہے جو تفصیل سے بیان کردیا۔پس اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص سبب کا اور اگر بالفرض وہ سبب اب بھی پایا جائے تو وہ حکم کیسے ثابت نہیں ہوگا۔

باب : ۵۷

فِيمَنْ عَلَّقَ خَيْطًا لِيَتَذَكَّرَ بِهِ حَاجَتَهُ

کسی کام کی یاد دہانی کے لئے دھاگہ باندھنے کے بیان میں

570۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُفَيْرٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ قُتَيْبَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحُسَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ حَرَّكَ خَاتَمَهُ أَوْ عَمَامَتَهُ أَوْ عَلَّقَ خَيْطًا فِي إِصْبَعِهِ لِيُذَكِّرَهُ حَاجَتَهُ فَقَدْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ يُذَكِّرُ الْحَاجَاتِ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے انگوٹھی یا عمامہ اس غرض سے پہنا یا دھاگہ اپنی انگلی میں لٹکایا تا کہ اسے اس کا کوئی کام یاد کروا دے تو اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ بے شک اللہ رب العزت اس کی حاجت اسے یاد کروانے والا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) الکامل ابن عدی جلد۲، ص۴۴۳ (۲) نصب الرایۃ جلد۴، ص۲۳۹

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

571۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَيْرُوزٍ الْأَنْمَاطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں نبی کریم علیہ السلام نے اپنی انگلی مبارک کے ساتھ دھاگہ لگایا تا کہ انہیں ان کا کام یاد کروائے۔

خِدَاشٍ الطَّالْقَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْقُرَشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: »جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِصْبَعِهِ خَيْطًا لِيَذْكُرَ بِهِ حَاجَتَهُ«

تخریج حدیث۔(۱) الضعفاء الکبیر جلد۲، ص۱۵۲ (۲) نصب الرایۃ جلد۴، ص۲۳۸

572۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَالِمٌ أَبُو الْفَيْضِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ »إِذَا أَشْفَقَ مِنَ الْحَاجَةِ أَنْ يَنْسَاهَا رَبَطَ فِي خِنْصَرِهِ أَوْ خَاتَمِهِ الْخَيْطَ لِيُذَكَّرَ بِهِ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب نبی کریم علیہ السلام کو یہ خدشہ لاحق ہوتا کہ آپ علیہ السلام اپنے کسی (اہم) کام کو بھول جائیں گے تو آپ علیہ السلام اپنی چھوٹی انگلی میں یا انگوٹھی پر دھاگہ باندھ لیتے تا کہ آپ کو اس کی وجہ سے یاد رہے۔

573۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْهَيْثَمِ بْنِ حَمَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »إِذَا أَشْفَقَ مِنَ الْحَاجَةِ أَنْ يَنْسَاهَا رَبَطَ فِي إِصْبَعِهِ خَيْطًا« قَالَ الشَّيْخُ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ الْمُخْتَلِفَةُ الْمَعَانِي أَسَانِيدُ جَمِيعِهَا مُنْكَرَةٌ وَلَا نَعْلَمُ أَنَّهُ يَصِحُّ مِنْهَا رِوَايَةٌ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خدشہ ہوتا کہ آپ علیہ السلام اپنے کسی (اہم) کام کو بھول جائیں گے تو آپ علیہ السلام اپنی انگلی پر دھاگہ باندھ لیتے۔

شیخ فرماتے ہیں یہ احادیث مختلف معانی رکھتی ہیں ان کی تمام اسناد منکر ہیں اور میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کوئی روایت درجہ صحت تک پہنچی ہے یا نہیں اللہ اس کا علم رکھنے والا ہے۔

تحقیق

حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم کی روایات پر مشتمل یہ تین احادیث کا مختصر باب کسی اہم کام کی یاددہانی کے لئے انگلی یا انگوٹھی پر دھاگہ باندھنے کے متعلق ہے۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:۔

مؤلف علیہ الرحمہ کے مطابق اس باب کی جملہ روایات منکر ہیں اور ناقابل احتجاج ہیں اور اس باب میں آقا دو عالم ﷺ سے کوئی بھی صحیح حدیث مروی نہیں لہٰذا تعارض تو تب پیدا ہو جب طرفین کی روایات درجہ صحیح کی ہوں یہاں تو کوئی روایت بھی احادیث صحیحہ کے معیار کو نہیں پہنچتی۔ اس باب کی روایات ابن شاھین رحمہ اللہ کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی اپنی اسناد سے نقل فرمائی ہیں۔

۱۔	امام جلال الدین السیوطیؒ،	اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الایمان کتاب الادب
۲۔	امام سلیمان احمد الطبرانیؒ،	المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۴۴۳۰ جلد ۴، ص ۲۸۲
۳۔	امام نور الدین الھیثمیؒ،	بغیۃ الباحث، باب الاستذکار للعلم
۴۔	امام محمد بن احمد الدولابیؒ،	الکنی والاسماء، باب من کنیتہ ابو الفضل جلد ۵، ص ۱۸۷
۵۔	امام احمد بن علی، ابن حجرؒ،	المطالب العالیۃ، باب الاستذکار بالشئی جلد ۹، ص ۲۵
۶۔	امام محمد بن احمد الصیرفیؒ،	مشیخۃ الابنوسی، جلد ۱ ص ۲۷
۷۔	امام ابن الاعرابیؒ،	''معجم'' جلد ۳ ص ۱۰۱

مذکورہ محدثین نے جن اسناد کے ساتھ یہ روایت نقل فرمائی۔ ان سب اسناد میں چند مشترک راوی موجود ہیں جو متکلم فیہ

جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ سالم بن عبدالاعلی متروک الحدیث / یضع الحدیث

۲۔ ابن حبان یضع الحدیث

۳۔ غیاث بن ابراہیم متروک الحدیث

(الضعفاء والمتروکین ص۱۱۵، الضعفاء الکبیر جلد۲، ص۱۵۱، المجروحین جلد۱، ص۳۴۳، الجرح والتعدیل، جلد۴، ص۱۸۶)

ان روایات پر شدید جرح کے پیش نظر مذکورہ روایات قابل اسناد نہیں لیکن چونکہ معنی معروف ہونے کے سبب چند ائمہ نے ان پر تبصرہ بھی فرمایا۔

امام ابن جارود رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولا باس ان یجعل الخاتم فی یمینه للحاجة یتذکرها اویربط خیطانی اصعه۔ انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں کسی چیز کے یاد دلانے کی غرض سے پہننے اور دھاگے کو انگلی میں باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(المنتقیٰ جلد۴، ص۳۵۰)

تیسری صدی ہجری کے جلیل القدر محدث، مفسر، فقیہہ اور صوفی امام محمد بن علی الترمذی المعروف حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے ان روایات پر مفصل بحث فرمائی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

ذکر اور نسیان اللہ کی طرف ہے جب چاہتا ہے یاد کروا دیتا ہے اور جب چاہتا ہے بھلا دیتا ہے۔ دھاگے کا باندھنا اسباب میں سے ایک سبب ہے یہ باندھنے والا جب اسے دیکھتا ہے تو اسے بھولی ہوئی بات یاد آجاتی ہے یہ ایسا سبب ہے جسے ایک خاص تدبیر کے لئے بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے بھی اپنے بندوں کے لئے اسباب بنائے ہیں۔ دروازوں کو مقفل رکھنے سے یا پہرہ دار رکھنے سے گھر کو نقصان والے چیزوں سے بچایا جاسکتا ہے، ادویات کے ذریعہ بیماریوں کو شفاء میں بدلہ جاسکتا ہے اور بہتر طبعی طریقوں سے رزق میں بہتری حاصل کی جاسکتی ہے پس یہ کام ایک حیلے اور سبب سے ہوتا ہے۔ زمین بارش کے سبب کھیتی اگاتی ہے یہ تمام تدبیریں اس کے بندوں کے لئے ہیں۔ دھاگہ باندھنا، یاد آنا، شفاء حاصل ہونا، رزق کا پہنچنا ہر چیز اس کے دست قدرت میں ہے جو اسباب کے راستے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ پس اہل یقین کے لئے اسباب مضر نہیں ہیں اور وہ انبیاء واولیاء ہیں جو یہ سارے امور حکمت الٰہیہ کے تحت سمجھ لیتے ہیں اسی طرح اس نے اپنے عام بندوں کے لئے بھی امور حیات کو اسباب کے تحت رکھا ہے تاکہ ان کا امتحان ہوسکے اور یہ دیکھا جاسکے کہ ان کے قلوب محض اسباب ہی کے ساتھ معلق ہوکر تو نہیں رہ جاتے۔ پس اس صورت میں ایسے اسباب عامۃ الناس کے لئے فتنہ بن جاتے ہیں اور جو اپنے قلب کو ان

اشیاء کے ساتھ معلق ہونے سے بچا رکھے تو وہ اس ہستی کے ساتھ ہوگا جو اسباب کی خالق ہے اس صورت میں وہ فتنہ سے محفوظ رہے گا کیونکہ وہ ایمان کے بعد اس بات کا معترف ہے کہ تمام امور اللہ ہی کی جناب سے ہیں۔ اس صورت میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

ایک قسم ان لوگوں کی جن کے دلوں پر غفلت چھا گئی اور انہوں نے شہوات سے اپنے کاموں کو غلیظ کرلیا اور ان کے دلوں پر اندھیرا ہے اور ان کے لئے انتباہ کے حصول میں حجاب مانع ہے پس وہ ایسے ہو گئے جیسے نشہ کئے ہوئے شخص کی حالت ہو کہ اسے جب یاد کروایا جائے تو اسے یاد آئے اور جب اسے تنبیہہ کی جائے تو اسے انتباہ ہو وہ اس غفلت و بے ہوشی کے عادی ہو گئے اس صورت میں یہ خبر ان لوگوں کے لئے ہوگی۔

دوسرے وہ لوگ جو اہل یقین ہیں وہ اپنے یقین کے سبب اس غفلت سے نکل گئے پس ذکر ان کے قلوب پر دائمی جاری رہتا ہے اور وہ امور کا جائزہ لیتے رہتے ہیں کہ وہ کیسے جاری رہتے ہیں اور ان کی تدبیر کیسے ہوتی ہے۔ اگر وہ اسباب کو اختیار بھی کریں تو یہ انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اسی طرح یہ دھاگہ ہے جب یہ اسے باندھتے ہیں تو یہ محض ان کی آنکھوں کے سامنے ایک علامت ہے جب ان کی نظر اس دھاگے پر پڑے گی تو بھولی ہوئی بات انہیں یاد آجائے گی اور یہ عمل انہیں اللہ کی قدرت و تخلیق سے غفلت میں نہیں ڈالے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں وہی ذات ہے جو اس دھاگے کے سبب انہیں بھولی ہوئی بات یاد کرواتی ہے۔ اس صورت میں ان کا رابطہ و تعلق صرف اسی ذات سے قائم رہتا ہے نہ کہ دھاگے کے ساتھ، کیونکہ وہ اہل غفلت کی طرح اس دھاگے پر بھروسہ نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ساتھ قائم رہتا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے تخلیق فرمائی۔ پس اللہ رب العزت نے یہ تمام اسباب اپنے بندوں کے لئے بنائے تاکہ وہ پاک کو ناپاک سے جدا کردے۔ اس کا ارشاد ہے۔

ما کان اللہ لیذر المومنین علی ماانتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب و ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

(ال عمران ۱۷۹)

اللہ مومنوں کو اس پر چھوڑنے والا نہیں جس پر تم ہو حتیٰ کہ الگ کردے گندوں کو پاکیزہ لوگوں سے اور نہ ہی اللہ غیب پر تمہیں مطلع کرنے والا ہے البتہ اللہ اس کے لے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

(نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول ﷺ جلد ۱ ص ۸۲،۸۱،۸۰، الاصل الثامن دار النور سوریا ۱۴۳۱ھ)

باب : ٧٦

بَابُ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالتَّحَلِّي بِالذَّهَبِ

ریشم اور سونا پہننے کے بیان میں

574۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَالِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُطَوِّقَ حَبِيبَهُ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَلْيُطَوِّقْهُ طَوْقًا مِنْ ذَهَبٍ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسَوِّرَ حَبِيبَهُ سِوَارًا مِنْ نَارٍ فَلْيُسَوِّرْهُ سِوَارًا مِنْ ذَهَبٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُحَلِّقَ حَبِيبَهُ حَلْقَةً مِنْ نَارٍ فَلْيُحَلِّقْهُ حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِالْفِضَّةِ فَالْعَبُوا بِهَا لَعِبًا، الْعَبُوا بِهَا لَعِبًا«

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی مکرم شفیع معظم علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا جو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی پیشانی کو آگ کا طوق پہنایا جائے تو وہ سونے کا طوق پہنے اور جسے یہ پسند ہو کہ اسے آگ کے کنگن پہنائے جائیں۔ وہ سونے کے کنگن پہنے اور جسے یہ پسند ہو کہ اس کی پیشانی کو آگ کا حلقہ پہنایا جائے تو وہ سونے کا حلقہ پہنے (البتہ) تمہارے لئے چاندی (کا زیور) ہے تم اس سے کھیل لیا کرو۔ تم اس سے کھیل لیا کرو (یعنی پہن لیا کرو)

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۲، ص ۳۷۸ (۲) سنن ابی داؤد جلد کتاب الخاتم (۳) مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۴۷

575۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَسَّانَ بْنِ جَبَلَةَ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمِسْوَرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرُ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أُسْتَاذَ الْهَزَّانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ لَبِسَ الذَّهَبَ مِنْ أُمَّتِي فَمَاتَ وَهُوَ يَلْبَسُهُ حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ ذَهَبَ الْجَنَّةِ، وَمَنْ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے امتی میں سے جس نے سونا پہنا اور وہ اس حال میں فوت ہوا کہ سونا پہنتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کا سونا حرام فرما دیا اور میرے امتی میں سے جس نے ریشم پہنا اور وہ اس حال میں فوت ہوا کہ ریشم پہنتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے جنت کا ریشم حرام کر دیا۔

لَبِسَ الْحَرِيرَ مِنْ أُمَّتِي فَمَاتَ وَهُوَ يَلْبَسُهُ حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ حَرِيرَ الْجَنَّةِ«

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۱۰،ص۸۴(۲) مجمع الزوائد جلد۵،ص۱۴۶

576۔ حَدَّثَنَا حَمْزَةُ بْنُ الْمُطَّلِبِ الْخُزَاعِيُّ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »هَلَاكُ أُمَّتِي فِي الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میری امت کو سونے اور ریشم نے ہلاکت میں ڈال دیا۔

تخریج حدیث۔(۱) مختصر زوائد البزار جلد۲،ص۶۵۷

577۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزَّبِيبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَسْتَاذَ الصَّدَفِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو: لَا تُحَدِّثْنِي إِلَّا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي وَهُوَ يَتَحَلَّى بِالذَّهَبِ حُرِمَ حِلْيَتَهُ فِي الْآخِرَةِ، وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ يَلْبَسُ الْحَرِيرَ حُرِمَ لُبْسُهُ فِي الْآخِرَةِ«

حضرت میمون بن استاذ الصدفی روایت کرتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو سے عرض کی کہ مجھے حدیث بیان نہ کریں مگر وہ جو آپ نے نبی کریم علیہ السلام سے (خود) سنی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں تمہیں حدیث بیان نہیں کرونگا۔ سوائے اس کے جو میں نے آپ علیہ السلام سے (خود) سنی ہو۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے امتی میں سے جو اس حال میں فوت ہوا کہ وہ سونے کا زیور پہنتا تھا تو آخرت کا زیور اس کے لئے حرام کر دیا گیا اور جو اس حال میں فوت ہوا کہ ریشم زیب تن کرتا تھا تو اس کے لئے آخرت میں ریشم حرام کر دیا گیا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۳،ص۲۸۱ (۲) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشہ (۳) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ (۴) صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وآدابہ

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

578- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ، أَيْضًا قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي لُبْسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ، حَلَالٌ لِإِنَاثِهِمْ«

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ سونا اور ریشم میری امت کے مردوں کیلئے حرام ہے اوران کی عورتوں کیلئے حلال ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۴،ص۳۹۲ (۲) جامع ترمذی، کتاب اللباس ماجاء فی الحریر والذھب (۳) مسند ابوداؤد الطیالسی جلد۱،ص۳۵۵ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ (۵) شرح معانی الاثار کتاب الکرھیۃ۔

579- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزَّبِيبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي: ابْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أُحِلَّ لِإِنَاثِ أُمَّتِي الْحَرِيرُ، وَالذَّهَبُ، وَحُرِّمَ عَلَى ذُكُورِهِمْ«

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کیلئے حلال کر دیا گیا اوران کے مردوں کے لئے حرام کر دیا گیا۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی جلد۴،ص۱۸۹

580۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ الْحَارِثِ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أُحِلَّ لِإِنَاثِ أُمَّتِي الْحَرِيرُ، وَالذَّهَبُ، وَحُرِّمَ عَلَى ذُكُورِهَا« قَالَ الشَّيْخُ: وَكَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ يَلْبَسُ الرِّجَالُ الْخَوَاتِيمَ الذَّهَبَ، وَغَيْرُ ذَلِكَ، وَكَانَ الْحَظَرُ قَدْ وَقَعَ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ، ثُمَّ أَبَاحَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنِّسَاءِ دُونَ الرِّجَالِ، فَصَارَ مَا كَانَ عَلَى النِّسَاءِ مِنَ الْحَظَرِ مُبَاحًا لَهُمْ فَنَسَخَتِ الْإِبَاحَةُ الْحَظَرَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کیلئے حلال کردیا گیا اور ان کے مردوں کے لئے حرام کردیا گیا۔ شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسلام کے اوائل دور میں مرد سونے کی انگوٹھیاں پہنتے تھے۔ (پھر) تمام لوگوں کے لیے اس پہ پابندی لگا دی گئی۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردوں کو چھوڑ کر عورتوں کے لیے اسے مباح قرار دے دیا۔ پس پھر عورتوں کے لیے جو پابندی تھی وہ مباح ہوگئی اور پابندی کو اباحت سے منسوخ کردیا گیا۔

تخریج حدیث۔ (۱) جامع ترمذی جلد۴، ص۱۸۹

تحقیق

لباس انسانی شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ ادیانِ عالم میں سے فقط دین محمدی ﷺ ہی واحد دین ہے جس نے اس پہلو پر بھی روشن ہدایت عطا فرمائی۔ صفائی کو نصف ایمان قرار دیا اور صاف ستھرے لباس کو نہ صرف زندوں کے لیے پسند فرمایا بلکہ مُردوں کے لیے بھی سفید اور عمدہ لباس سے کفن دینے کا حکم فرمایا۔

البسوا من الثیاب البیاض فانھا اطیب واطھروا و کفنوا منھا موتا کم۔ — سفید لباس پہنا کرو بے شک یہ بہت صاف اور بہتر ہے اور اسی سے اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔

(مصنف عبدالرزاق' کتاب الجنائز باب الکفن)

لباس کے ضمن میں دین مبین نے اپنی سربستہ حکمتوں کے تحت کچھ ضوابط وقواعد کی پابندی لازم کردی ہے جس کا ذکر اس باب کی روایات میں موجود ہے۔

سونا اور ریشم پہننے کی مطلق پابندی

باب کی ابتدائی روایات جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں ان میں سونا اور ریشم پہننے کی مطلق ممانعت بیان ہوئی یعنی اس ممانعت وحرمت کا اطلاق مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں پر بھی ہوا۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

فقال قوم فحرم به فی کل الاحوال حتی علی النساء ثقل ذلك قوم عن علی و ابن عمر و حذیفه و ابی موسیٰ او ابن زبیر و من التابعین عن و الحصن و ابن سیرین — ایک جماعت نے یہ کہا کہ (ریشم اور سونا) ہر حال میں حرام ہے یہاں تک کہ عورتوں پر یہ قول حضرت علیؓ' ابن عمرؓ' حذیفہؓ' ابو موسیٰ اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا ہے تابعین میں سے حسن بصریؒ اور ابن سرینؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔

(فتح الباری جلد ۱۰ ص ۲۹۶ دار حیاء التراث العربی، بیروت)

اس باب میں نسخ کی حیثیت

باب کی متاخر روایات نے اس مطلق ممانعت کو منسوخ کر دیا۔ یہ روایات حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہیں لیکن یہاں رخصت صرف عورتوں کے حق میں دی گئی اور مردوں پر ریشم اور سونے کی حرمت برقرار رکھی گئی۔ گویا یہاں نسخ جزی ہے نہ کہ کلی جسے تخصیص عموم الحکم کہا جاتا ہے۔

اس تخصیص کا بیان امام ترمذیؒ نے جامع، امام نسائیؒ نے سنن امام عبدالرزاقؒ نے مصنف، امام طحاویؒ نے شرح معانی الاثار میں کیا۔

عورتوں کے لیے حلت کی علت

آپ ﷺ نے عورتوں کے حق میں اس کی رخصت کیوں فرمائی۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

قال الشيخ ابو محمد بن الى جرة ان قلنا ان تخصيص النهى للرجال لحكمة فالذى يظهر انه سبحانه و تعالىٰ علم قلة صبرهن عن التزمن۔ فلطف بهن فى اباحة ولان تزنهن غالبا انما هو للازواج و قدوردان حسن التعجل من الايمان

شیخ ابومحمد بن ابی جرۃ نے کہا کہ مردوں کے لیے اس کی حرمت حکمت کے تحت ہے کیونکہ اللہ رب العالمین کے علم میں ہے کہ عورتیں بناؤ سنگھار میں ممانعت پر صبر نہیں کرتیں اور یہ بناؤ سنگھار ان کے لیے ان کے شوہروں کے سبب ہے اور اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگھار ایمان کا جزو ہے۔

(فتح الباری، جلد۱۵،ص۸۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

عورت اپنے شوہر کے لیے جس قدر بھی بناؤ سنگھار کرے نہ صرف جائز بلکہ کارثواب ہے کیونکہ اس فعل سے مرد کی توجہ نہ صرف گھر ہی کی طرف رہے گی اور ساتھ ساتھ اس کے دل میں اپنی اہلیہ کی محبت بھی پیدا ہوگی جو عائلی زندگی کی مضبوطی کے لیے نہایت سودمند ہوگا۔ لیکن دوسری طرف اگر یہ سنگھار غیر محرم کے لیے ہو جیسا کہ فی زمانہ یہ رسم بد جاری ہو چکی ہے تو ایسا فعل حرام بھی ہے اور موجب غضب الٰہی بھی۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا۔

جو عورت اس غرض سے آنکھ میں سرمہ لگائے کہ غیر محرم اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ پائے گی، جو خوشبو چالیس سال دوری کی مسافت سے محسوس کی جا سکے گی۔

عہد جدید میں علوم دینیہ سے دوری اور صرف عصری وجدید تعلیم کے پروردہ نوجوان نسل اقوام مغرب کی نقالی میں اس قدر

آگے بڑھ گئی کہ محرمات کو محرمات تسلیم کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ تعلیمی اداروں میں بے دینی اس قدر عام ہے کہ اس کو جدت اور وقت کی ضرورت سمجھا جاتا ہے۔ ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ نسل نو کو اسلامی اقدار اور اوامر و نواہی' محرمات و محللات سے آگاہ کیا جائے۔ وگرنہ جس بے حیائی اور عریانی کے مظاہر عام ہو چکے ہیں اس کے نتائج قہر الٰہی کی صورت ظاہر ہوں گے۔

مردوں پر سونا اور ریشم کی حرمت کی علت

اللہ رب العزت نے جس دین کو کرہ ارض کے اطراف و کنار تک پہنچانا تھا اس کے لیے ایسے مردان حر کی ضرورت تھی جن کے لیل و نہار صرف اسی کی راہ میں بسر ہوں جو اس کٹھن منزل کے حصول کے لیے سخت جان اور مستقل مزاج ہوں۔ جن کا مقصد طلب دنیا' جاہ و جلال اور طرب و عیش نہ ہو بلکہ وہ آخرت کے دل دادہ' جنت کے طالب اور رضائے ربانی کے خواستگار ہوں۔ ایسے میں ان اشیاء کا استعمال اس عظیم منزل کے حصول میں مانع تھا۔ ریشم اور سونا پہن کر اس جادہ حق میں وقت کے فرعونوں' نمرودوں' شدادوں اور یزیدوں سے نبرد آزما ہونا خلاف قانون تھا لہٰذا یہ تنبیہ کی گئی کہ اے نوجوان مسلم تو دنیا کے لیے نہیں بلکہ جنت کی نعمتوں کے لیے ہے۔ تری نگاہیں اس مادی و فانی زندگی کی بے مایہ نعمتوں کی بجائے حقیقی اور ابدی نعمتوں کی طرف ہونی چاہییں۔ اس مقصدِ عظیم کی خاطر سونا اور ریشم امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔

اس حرمت کی دوسری علت مردوں کا عورتوں کے وضع قطع و لباس سے منفرد و ممتاز ہونا ہے۔ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

فتحريم الذهب و الحرير على الرجال لسد ذريعة التشبه بالنساء الملعون فاعله	مردوں پر ریشم اور سونا عورتوں کے ساتھ مشابہت کو روکنے کے سبب حرام ہے اور ایسا کرنے والا ملعون یعنی لعنتی ہے۔

(اعلام الموقعین عن رب العالمین جلد۲ ص ۱۸۱ مکتبۃ الکلیات الازہریۃ مصر)

حدیث مبارکہ میں ان سے مشابہت اختیار کرنے والوں پر لعنت کا صریح قول ذکر ہوا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

لعن رسول الله ﷺ المتشبهات بالرجال من النساء المشبهين بالنساء من الرجال۔	رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(الجامع الترمذی، رقم الحدیث ۲۷۸۴)

اس کی حرمت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ اگر سونا اور ریشم مردوں پر حلال ہو جاتا تو طلب دنیا بڑھ جاتا اور آخرت کے لیے تیاری و فکر کم ہو جاتی۔ آخرت کی لازوال و غیر متناہی نعمتوں کے مقابل فانی اور محدود اشیاء کے لیے وقت کا ضیاع یقیناً بہت بڑا

خسارہ ہے جو بندے کے حق میں رب ذوالجلال کو پسند نہیں۔ رب اپنی مخلوق کے لیے ستر ماؤں سے بڑھ کر رحم بھی فرمانے والا ہے اور بہتر بھی لہٰذا اس نے فکر آخرت کو فکر دنیا پر مقدم رکھا تا کہ لوگ اس کی دائمی نعمتوں سے استفادہ کریں۔ جن قواعد کے تحت ریشم اور سونا مردوں پر حرام ہے انہیں اصولوں پر سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا بھی حرام ہے اور اس حرمت میں بھی مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں۔

لا تلبسو الحرير والاديباج ولا تشربوا فی انية الذهب و الفضة ولا تاكلوا فی صحافها فانها لهم فی الدنيا و لكم فی الاخرة۔	ریشم اور دیباج کا لباس مت پہنو اور نہ ہی سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاؤ۔ بس بے شک یہ دن (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں۔

(متفق علیہ بخاری ومسلم۔ الجمع بین الصحیحین جلد اص ۶۰ ادار ابن حزم لبنان)

تاریخ شاہد ہے مسلمان جب تک ترویج دین اور بقا اسلام کے لیے کمر بستہ رہے عیش وطرب کو چھوڑ کر لوجہ اللہ میدان عمل میں اترے۔ ہمیشہ مظفر و منصور ہوئے۔ حجاز سے لے کر اندلس تک مکران سے لے کر افریقہ کے بیابانوں تک ان کا علَم سر بلند رہا۔ جب تک علم کا زیور اور جہاد کا گہنہ زیب تن رہا یہود و ہنود ان سے خائف بھی رہے اور مغلوب بھی لیکن جب علم کے زیور کو اتار کر سونے اور چاندی کے زیورات پہن لئے گئے علمی آماجگاہوں پر لگنے والے درہم و دینار تاج محلوں کے سفید پتھروں کی نذر ہوئے۔ میدان کارزار کی بجائے حسین عورتوں ولونڈیوں سے آباد خوابگاہوں میں زندگیاں بسر ہونے لگیں۔ مٹی کے برتنوں کی جگہ خوبصورت و منقش سونے اور چاندی کے برتن آ گئے۔ چٹائی سے بنے بستر کی جگہ ریشمی و مخملی بستر بچھ گئے۔ فقر کی مسند کی جگہ نخوت کے تخت سج گئے۔ درباروں میں علمی مذاکروں کی جگہ طوائفیں رقص کرنے لگیں۔ تو پھر کاتب تقدیر نے بھی اپنی رحمتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ یوں مسلمان جو پہلے ہمیشہ مظفر و منصور تھے ارباب جلالِ ہیبت تھے، بے تیغ فاتح تھے، قہار و غفار، قدوس و جبروت کا پیکر تھے۔ اب طاقت، ریاست، سامانِ حرب رکھنے کے باوجود بے وقار، بے آبرو، بزدل اور بے حیثیت ہو چکے ہیں۔ قومیں مقدر بنانے میں صدیاں گزار دیتی ہیں مگر لٹانے میں لمحے بھی نہیں لگاتیں۔

مسلمان کی تقدیر کسی ہتھیار میں نہیں بلکہ رب پر بھروسہ رکھنے میں مضمر ہے اور یہ بھروسہ اسی صورت میسر آئے گا جب بندہ اپنے خالق کے طے شدہ قوانین کا پابند ہو جائے گا۔ وگرنہ حدیث حق ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ مومن ذلیل کر دیے جائیں گے۔

باب : ۷۷

بَابُ فِي لِبَاسِ الْبَيَاضِ

سفید لباس پہننے کے بیان میں

581۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ، أَيْضًا قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى، وَبُنْدَارٌ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَالْأَشَجُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَيْضًا قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ يَعْنِي: عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَيْضًا قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرْجَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ طَاهِرٍ الْبَلْخِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا سفید لباس زیب تن کیا کرو کیونکہ یہ نہایت عمدہ اور خوب پاک ہے اور اس سے اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »الْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ الْبَيَاضَ؛ فَإِنَّهَا أَطْيَبُ وَأَطْهَرُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ«

تخریج حدیث۔(۱)سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب البیاض من الثیاب (۲) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجنائز (۳) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز (۴) المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۱۸۱ (5) المستدرک، کتاب اللباس (۶) مسند ابوداؤد الطیالسی جلد ۱، ص ۳۵۱

582۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ الزَّعْفَرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ سَالِمٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِنَّ« مِنْ خَيْرِ مَا زُرْتُمُ اللَّهَ فِي مَلَائِكُمْ، وَقُبُورِكُمُ الْبَيَاضُ"

حضرت ابودرداء روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تمہاری حاضری کی بہترین صورت یہ ہے کہ تم دنیا میں بھی اور قبر میں بھی سفید لباس پہنو۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس

583۔ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلَى مُحَمَّدُ بْنُ زُهَيْرِ بْنِ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَزْدَكَ، مَوْلَى بَنِي مَخْزُومٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ« اللَّهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ بَيْضَاءَ، وَإِنَّ أَحَبَّ الزِّيِّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الْبَيَاضُ فَلْيَلْبَسْهُ أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهِ مَوْتَاكُمْ" ثُمَّ جَمَعَ الرِّعَاءَ فَقَالَ: »مَنْ كَانَ مِنْكُمْ ذَا غَنَمٍ سُودٍ فَلْيَخْلِطْهَا بِبِيضٍ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اللہ رب العزت نے جنت کو سفید پیدا فرمایا ہے اور سفید لباس اللہ رب العالمین کا محبوب لباس ہے پس اسے زندوں کو پہنایا کرو اور اپنے مردوں کو اس سے کفن دیا کرو۔

پھر چرواہوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا تم میں سے جو کوئی ریوڑ والا ہے اسے چاہئے کہ وہ انہیں سفید نر سے جفتی کروائے۔

584۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْخَلِيلِ الْجَلَّابُ، وَجَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُرْشِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ بَيْضَاءَ، وَإِنَّ أَحَبَّ الزِّيِّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الْبَيَاضُ فَلْيَلْبَسْهُ أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهِ مَوْتَاكُمْ"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا بے شک اللہ رب العزت نے جنت کو سفید تخلیق فرمایا ہے اور سفید لباس اللہ عزوجل کا پسندیدہ لباس ہے پس تم اپنے زندوں کو سفید لباس پہناؤ اور اپنے مردوں کو اسی سے کفن دو۔

تخریج حدیث۔(۱) مجمع الزوائد جلد ۵، ص ۱۲۸

585۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَطَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا خَيْرٌ لَكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا۔ سفید لباس پہنا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اس سے اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۴، ص ۴۴۶ (۲) سنن ابوداؤد کتاب اللباس (۳) جامع ترمذی کتاب الجنائز (۴) سنن ابن ماجہ کتاب اللباس (۵) مسند حمیدی جلد ۱، ص ۲۴۰

586۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ حَاتِمٍ الْعَلَّافُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »خَيْرُ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَالْبِسُوهَا أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارا بہترین لباس سفید لباس ہے اپنے زندوں کو پہناؤ اور اس سے اپنے مردوں کو کفن دو۔

تخریج حدیث۔(۱) المستدرک، کتاب اللباس (۲) جامع ترمذی جلد ۲، ص ۲۳۲ (۳) صحیح ابن حبان جلد ۱۲، ص ۲۴۲

587- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قال: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّرْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ لِيَلْبَسْهُ أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهِ مَوْتَاكُمْ«

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔تم پر سفید لباس لازم ہے اسے اپنے زندوں کو پہناؤ اور اس سے اپنے مردوں کو کفن دو۔

تخریج حدیث۔(۱)المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۲۳۴ (۲)سنن نسائی، باب الامر یلبس البیض (۳)المستدرک، کتاب اللباس

588- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قال: حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى، قال: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا الْمُهَلَّبِ

حضرت سمرہ بن جندب سے اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کی حدیث مبارکہ روایت ہے۔ اور (البتہ اس کی سند میں) ابوالمھلب کا ذکر نہیں۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن نسائی، باب الامر یلبس البیاض (۲)المعجم الکبیر جلد ۷، ص ۲۳۵

الْخِلَافُ فِيهِ

589- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ الزُّبَيْرِيُّ، بِالْبَصْرَةِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ فَهْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ جَهْمُ بْنُ عُمَرَ الضَّرِيرُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ أَبُو حَاتِمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ »أَعْجَبُ اللِّبَاسِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثِّيَابُ الْخُضْرِ«

حضرت قتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا نبی کریم علیہ السلام کا پسندیدہ لباس سبز رنگ کے کپڑے ہوتے تھے۔

تخریج حدیث۔(۱)مجمع الزوائد جلد ۵، ص ۱۲۹

590۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَبِيبٍ، بِدِمَشْقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ مَحْمُودِ بْنِ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ يَعْنِي: ابْنُ عِيسَى الْقَزَّازُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ »أَعْجَبُ الْأَلْوَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُضْرَةُ«

حضرت قتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رنگوں میں سے سبز رنگ نبی کریم علیہ السلام کا پسندیدہ رنگ تھا۔

تخریج حدیث۔(۱) مجمع الزوائد جلد ۵، ص ۱۲۹

591۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُصْعَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرِيُّ سَنَةَ ثَمَانٍ وَعِشْرِينَ وَمِائَتَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُصْعَبٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: »رَأَيْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَيْنِ مَصْبُوغَيْنِ بِالزَّعْفَرَانِ رِدَاءً وَعِمَامَةً« قَالَ لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: لَمْ أَرَ فِي كِتَابِي هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ مُصْعَبٍ عَلَيْهِ عَلَامَةُ السَّمَاعِ، فَقَالَ لِي مُوسَى بْنُ هَارُونَ أَنَا وَأَنْتَ سَمِعْنَاهُ مِنْ مُصْعَبٍ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ

حضرت اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں میں نے نبی پاک علیہ السلام پر زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے دیکھے چادر مبارک اور عمامہ مبارک۔ شیخ فرماتے ہیں (اس کی سند میں) عبداللہ بن محمد ہمارے راوی ہیں۔ میں نے اپنی کتاب میں یہ حدیث مصعب سے روایت ہوئی نہیں دیکھی کہ اس میں علامۃ سماع موجود ہوں مجھے موسیٰ بن ہارون نے کہا۔ میں اور تم نے ایک ہی وقت مصعب سے سنی۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الصغیر ص ۶۵۲

592۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: »رَأَيْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ عِمَامَةً، وَرِدَاءً، قَدْ صَبَغَهُمَا بِالزَّعْفَرَانِ«

حضرت اسماعیل بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ علیہ السلام کے وجود ناز پر عمامہ مبارک اور چادر دیکھی جو زعفران سے رنگی ہوئی تھی۔

تحقیق

کتابِ حکمت قرآن مجید نے لباس کے دو اہم مقاصد بیان فرمائے۔

یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوء تکم وریشا و لباس التقوی ذلك خير (الاعراف ۲۶)

اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر احکامِ لباس نازل کیے کہ تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانکے اور زینت اور حفاظت کا باعث ہو اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔

ان اصولوں پر جو لباس بھی پورا اترے وہ لباس شرعی اور اسلامی لباس کہلاتا ہے۔ اسلام چونکہ آفاقی دین ہے کسی خاص علاقے یا مخصوص وقت کے لئے اس کی تعلیمات مقید نہیں اس کے ماننے والے کرہ ارض پر ہر سمت موجود ہیں۔ لباس کا تعلق تمدن کے ساتھ ساتھ موسمی تغیرات اور پیداواری اشیاء پر منحصر ہے لہٰذا ہر علاقہ اور تہذیب کا ایک مخصوص انداز ہے جو لباس میں نمایاں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسلام نے جہاں لباس کے باب میں سہولت اور انسانی زینت کو مدنظر رکھا وہاں وارثان جنت کے لئے ان کی اپنی تہذیب کو نمایاں کرنے کے لئے چند مخصوص لباس بھی پسند فرمائے جن کا ذکر تفصیلاً کیا جائے گا۔ اس باب میں آپ ﷺ سے تین مختلف رنگوں کے لباس کی پسندیدگی کا ذکر ملتا ہے۔ جن میں سفید، سبز اور زغفران سے رنگے لباس کا بیان نمایاں ہے۔ اس باب میں روایات کے مابین کسی قسم کا تعارض نہیں مختلف اوقات میں مختلف طرح کے لباس کا ذکر ہوا اور سفید رنگ کو پسند فرمایا گیا۔ لباس کے متعلق اس باب کی شرح میں درجہ ذیل باتیں وضاحت سے بیان کی جائیں گی۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کے ملبوسات۔

۲۔ آپ ﷺ نے کون کون سے رنگ کا لباس پہنا اور پسند فرمایا۔

۳۔ ممنوع الوان اور لباس۔

۴۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب لباس والوان اور جدید سائنس۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ملبوسات:۔

احادیث سیر وتاریخ کی سینکڑوں کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا ذکر نہایت مفصل انداز سے بیان کیا گیا۔ جس پر ایک ضخیم کتاب تحریر کی جاسکتی ہے۔ البتہ ان کتب سے اختصار کے ساتھ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام کے لباس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قمیض:۔

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں۔

کان احب الثیاب الی رسول اللہ القمیص۔

(سنن ابی داؤد کتاب الباس، باب ماجاء فی القمیص)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ ترین لباس قمیض تھا۔ یہ روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے بھی مروی ہے۔

ازار:۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ کان یاتزرعلی نصف الساق،

(سبل الھدی والرشاد جلد ۷، ص۳۰۲)

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نصف پنڈلی تک ازار (تہبند) باندھتے۔

شلوار:۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اور علماء کے ایک گروہ کے ہاں شلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا حصہ نہیں رہی۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں "ماکان رسول اللہ ﷺ یلبسہ" کے عنوان سے باب بھی باندھا ہے البتہ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی سند سے مسند ابی یعلی کی ایک روایت نقل فرمائی۔

ان رسول اللہ ﷺ اشتری سراویل باربعۃ دارھم فقلت یا رسول اللہ ﷺ انك تلبس السراویل فقال نعم فی السفر والحضر و باللیل والنھار فانی امرت بالستر فلم اجد شیئا استرمنہ۔

(سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد ۷، ص ۳۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار درہم میں شلوار خریدی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اسے پہنتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں اسے سفر وحضر، رات اور دن میں پہن لیتا ہوں کیونکہ مجھے ستر ڈھانپنے کا حکم دیا گیا پس میں شلوار سے زیادہ کسی چیز کو ستر ڈھانپنے والا نہیں پاتا۔

اگر چہ اس روایت کو ابن جوزیؒ نے موضوعات میں ذکر کیا اور امام عجلونی، امام عقیلی نے بھی اس کی سند پر کلام کیا ہے لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ آپ ﷺ نے شلوار کو پسند فرمایا۔ مجمع الزوائد کی روایت میں آپ ﷺ کے سامنے شلوار لائی گئی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لانے والے سے ارشاد فرمایا۔

اتزن وارجع، واپس لوٹ جا اور اسے پہن کر زینت حاصل کر

(مجمع الزوائد کتاب اللباس جلد ۵، ص ۱۲۱)

آپ ﷺ نے شلوار خود کیوں نہ زیب تن فرمائی اُس کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے تمدن میں شلوار کی بجائے تہ بند پہننے کا رواج تھا اور آپ ﷺ دوسروں سے لباس کے معاملے میں الگ دکھائی نہ دینا چاہتے تھے۔

جبہ:۔

آقا دو عالم ﷺ نے مختلف اوقات میں اقسام کے جبے پہنے۔

۱۔	رومی جبہ،	جامع ترمذی، کتاب اللباس
۲۔	شامی جبہ،	صحیح بخاری، کتاب اللباس،
۳۔	سندس کا بنا جبہ،	صحیح مسلم، کتاب اللباس
۴۔	صوف کا بنا جبہ،	جامع ترمذی، کتاب اللباس
۵۔	طیالسی جبہ،	سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۷، ص ۲۹۷

حُلّہ:۔

نبی کریم ﷺ یمنی دھاری دار حلّہ زیب تن فرماتے۔ جس کے بارے میں حضرت براء ابن عازب فرماتے ہیں۔

مارایت شیا احسن منه میں نے اس حال میں آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو حسین نہ دیکھا۔

(بخاری، کتاب اللباس۔)

یہ بات قابل توجہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ حلّہ ستائیس اونٹوں کے عوض خریدا اور دیگر روایات میں انتیس، تیس اور تینتیس اونٹوں کا ذکر بھی موجود ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الثوب الاحمر، سنن ابی داؤد)

(کتاب اللباس، باب لباس الغلیظ، سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۷، ص ۳۰۰)

چادر:۔

ابن جوزی رحمہ اللہ نے چار طرح کی چادروں کا ذکر فرمایا۔

۱۔ حاشیہ دار نجرانی چادر

۲۔ سرخ چادر

۳۔ سیاہ چادر

۴۔ سبز رنگ کی چادر

(الوفاء باحوال المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب الخامس بخاری، کتاب اللباس، باب البرود)

امام صالحی رحمہ اللہ نے اس باب میں درجہ ذیل انواع کی چادروں کا بیان فرمایا۔

۱۔ قطری چادر یعنی روئی کی منقش چادر

۲۔ الخمیصۃ: اون اور ریشم سے بنی یا صرف اونی چادر

۳۔ الشملۃ: مخمل جیسے پیلے کپڑے کی چادر

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۷، ص ۳۰۳ تا ۳۰۶ دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۵۴۸ھ)

ٹوپی:۔

امام ابویعلی موصلی رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں۔

كان رسول الله ﷺ يلبس قلنسوة بيضاء رسول اللہ ﷺ سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

اس باب میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درجہ ذیل انواع کی ٹوپیاں ثابت ہے۔

۱۔ سفید شامی ٹوپی

۲۔ کانوں والی ٹوپی

۳۔ مصری ٹوپی

۴۔ قلنسوہ لاطئۃ یعنی چھوٹی ٹوپی

۵۔ چمڑے کی بنی ٹوپی

۶۔ گول سفید ٹوپی

(مجمع الزوائد جلد ۵،ص ۱۲۴، جامع المسانید جلد ۱،ص ۱۹۸)

(سبل الھدی والرشاد جلد ۷،ص ۲۸۴)

عمائم:۔

سرکار دو عالم ﷺ نے سفر وحضر، عبادات، سیاسی امور نیز زندگی کے تمام اہم معاملات کی بجا آوری کے لئے جس لباس کو ہمیشہ پسند فرمایا وہ عمامہ شریف ہے۔ آپ علیہ السلام کی حیات طیبہ سے مختلف انواع والوان کے عمائم ثابت ہیں۔

ا۔العمامۃ السوداء:۔

محدثین اور جملہ اصحاب السیر نے جس رنگ کے عمامے کی روایات کو کثرت سے نقل فرمایا وہ سیاہ عمامہ ہے جن محدثین نے اپنی اسناد سے سیاہ عمامے کی روایات بیان فرمائیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔	امام مسلم بن حجاج المسلمؒ،	صحیح مسلم، رقم ۱۳۵۹
۲۔	امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقیؒ،	السنن الکبری رقم ۶۱۸۹
۳۔	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ،	المعجم الاوسط رقم ۱۸۷۳
۴۔	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ،	السنن رقم ۴۰۷۸
۵۔	امام محمد بن یزید ابن ماجہؒ،	السنن رقم ۱۱۰۴
۶۔	امام ابوعیسیٰ الترمذیؒ،	الجامع رقم ۱۷۳۵
۷۔	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ،	السنن رقم ۱۹۳۹
۸۔	امام محمد بن شعیب النسائی،	السنن، رقم ۲۸۶۹
۹۔	امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاویؒ،	شرح معانی الاثار رقم ۳۸۴۷
۱۰۔	امام محمد بن حبان البستیؒ،	الصحیح رقم ۳۷۲۲
۱۱۔	امام احمد بن علی ابویعلی الموصلیؒ،	المسند رقم ۱۴۵۹
۱۲۔	امام احمد بن حنبلؒ،	المسند، رقم ۱۴۹۰۴
۱۳۔	امام علی بن الجعدؒ،	المسند، رقم ۳۳۱۶

۱۴۔ امام عبداللہ بن الزبیر الحمیدیؒ، المسند رقم ۵۶۶

۱۵۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود طیالسیؒ، المسند رقم ۱۸۵۵

۱۶۔ امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ، المصنف، رقم ۲۵۴۵۰

۱۷۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق المکی الفاکھیؒ اخبار مکہ رقم ۱۷۴

روایات بالا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیاہ عمامہ مبارک آپ ﷺ باقی عمائمہ کی نسبت کثرت سے باندھتے۔

۲۔ العمامۃ الصفراء:۔

سیاہ کے علاوہ پیلا عمامہ باندھنا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ محدثین اور مراجع مصادر یہ ہیں۔

۱۔ امام نورالدین الھیثمیؒ، بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث رقم ۵۷۵

۲۔ امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاھینؒ، شرح مذاہب اہل السنّت جلد ا، ص ۲۵۳

۳۔ امام ابوبکر جلال الدین السیوطیؒ، در منثور جلد ۳، ص ۷۵۷

۴۔ امام ابوالقاسم ابن عساکرؒ، دمشقی تاریخ مدینہ ودمشق جلد ۸، ص ۳۵۴

روایت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں۔

ان الملائکۃ نزلت یوم بدر علیھم عمائمہ۔ صفر، وجاء النبی ﷺ عمامۃ صفراء۔

فرشتے بدر کے موقع پر نازل ہوئے تو ان کے سروں پر پیلے عمائم تھے اور رسول اللہ تشریف آور ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر پیلا عمامہ تھا۔

۳۔ العمامۃ الحرقانیۃ:۔

امام ابن اثیرؒ، امام خطابیؒ اور امام زمخشریؒ حرقانیۃ کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ھی التی علی لون ما احرقتہ النار کانھا منسوبۃ

اس سے مراد ایسا رنگ ہو جیسے آگ سے جلا ہوا گویا کہ بنا ہوا۔

(جامع الاصول جلد ۱۰، ص ۶۳۲، غریب الحدیث خطابی جلد ۳، ص ۱۴۰)

البتہ حرقانیۃ کا معنیٰ السوداء بھی کیا جاتا ہے۔

امام محمد بن شعب النسائی نے کتاب اللباس باب لبس العمائمہ الحرقانیۃ میں یہ روایت نقل فرمائی۔

رایت علی النبی ﷺ عمامة حرقانية
میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حرقانی عمامہ دیکھا۔

(جامع الاصول فصل الاول فی العمامۃ والطیالیسۃ)

۴۔ عمامة قطرية:۔

ابن الجزریؒ فرماتے ہیں۔

قطرية ثوب قطری و برد قطری و هو ثوب احمر له و علام فیه بعض الخشونة
قطری لباس اور قطری چادر اس قطریۃ سے مراد سرخ حاشیہ دار جس میں کچھ کھردرے نشان ہوں۔

(جامع الاصول فی احادیث الرسول جلد ۷، ص ۱۷۱، دار الفکر بیروت)

سرخ عمامہ مبارک کی روایات درج ذیل محدثین نے نقل فرمائیں۔

۱۔	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ،	السنن الکبری رقم ۲۸۴
۲۔	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ،	السنن رقم ۱۴۷
۳۔	امام ابن ماجہ محمد بن یزیدؒ،	السنن رقم ۵۶۴
۴۔	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکمؒ،	المستدرک رقم ۶۰۳
۵۔	امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد الحنبلی المقدسیؒ،	الاحادیث المختارہ رقم ۲۲۵۶
۶۔	امام ابوالشیخ اصفہانیؒ،	اخلاق النبی ﷺ رقم ۲۹۵

روایت یہ ہے۔

عن انس قال رایت رسول الله ﷺ یتوضا و علیه عمامة قطرية۔
حضرت انس سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا آپ نے سرخ منقش عمامہ پہنا ہوا تھا۔

۵۔ العمامة البیضاء:۔

راقم کو مراجع و مصادر میں کسی بھی سند سے نبی کریم ﷺ کے متعلق سفید عمامہ زیب تن فرمانے کی روایت نہیں ملی۔ آپ ﷺ سفید لباس پسند فرماتے، کئی ایک صحابہ کرام کو سفید عمامہ اپنے دستِ مبارک سے باندھا۔ باب کی روایت بھی سفید لباس کی

پسندیدگی کا بیان ہے ملاعلی قاریؒ، امام نوویؒ اور معاصر علماء نے اس روایت سے ہی سفید عمامے کی فضیلت پر استدلال کیا ہے لیکن مصادر احادیث وسیر اس باب میں خاموش ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفید عمامہ مبارک خود پہنا البتہ درجہ ذیل شخصیات سے سفید عمامہ باندھنا ثابت ہے۔

۱۔	حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم	مختصر تاریخ دمشق جلد ۵، ص ۴۲۵، مروج الذھب جلدا، ص ۳۲۵
۲۔	سید الشہداء امام حسین بن علیؓ،	تاریخ الطبری جلد ۴، ص ۵۹۴
۳۔	امام شعبیؒ،	مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۷۲
۴۔	امام سعید بن جبیرؒ،	مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۷۳

۶۔ زعفران سے رنگا عمامہ:۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

رایت علی رسول الله ﷺ ثوبین مصبوغین بزعفران، رداء و عمامة

میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دو زعفران سے رنگے کپڑے دیکھے چادر اور عمامہ۔

اس روایت کو درج ذیل محدثین نے سنداً ذکر فرمایا۔

۱۔	امام نور الدین ہاشمیؒ،	مجمع الزوائد جلد ۵، ص ۱۳۲۔
۲۔	امام ابو عبداللہ محمد بن سعد الہاشمیؒ،	الطبقات جلدا، ص ۴۱۴۹،
۳۔	امام ابو القاسم الطبرانیؒ	المعجم الصغیر، رقم ۶۵۲

امام محمد بن یوسف الصالحیؒ نے ان دو حضرات کی سند سے یہ روایت سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۷، ص ۲۷۳ میں نقل فرمائی۔

خفین و نعلین:۔

آقا دو عالم ﷺ نے چمڑے سے بنے نعلین اور موزے استعمال فرمائے۔ نجاشی شاہ حبشہ نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں چمڑے کے بنے موزے ہدیۃ کیے تھے، عبداللہ بن بریدہ روایت کرتے ہیں۔

ان النجاشی اهدی لرسول الله ﷺ حفین اسودین ساذ حبین فلبسهما و مسح علیهما۔

نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو سیاہ سادہ موزے ہدیۃ کیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں پہنا کرتے اور ان پر مسح فرماتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطہارت، باب فی المسح علی الخفین، رقم ۱۸۷۳)

درجہ بالا ملبوسات وہ ہیں جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عام استعمال میں رہے اس کے علاوہ بہت سی ایسی اشیاء ہیں جنہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہننے کا شرف عطا فرمایا۔ اختصار برتتے ہوئے ان کی تفصیلی ذکر نہیں کیا گیا۔ سیرت کی کتب سے اس تفصیل کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے لباس کے باب میں کون کون سی انواع استعمال فرمائیں۔ اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اونی لباس ۲۔ سوتی لباس ۲۔ بال دار چمڑے کا لباس ۴۔ عمدہ اور جدید لباس

۳۔ پیوند لگا نہایت صاف ستھرا لباس ۴۔ منقش، سفید، سیاہ دھاری دار لباس

(صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، معجم صغیر، حلیۃ الاولیاء، طبقات ابن سعد)

سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ رنگ:۔

یوں تو نبی کریم علیہ التحیہ والثناء کو جو لباس میسر ہوتا آپ زیب تن فرما لیتے لیکن چند رنگ کے لباس ایسے تھے جنہیں آپ علیہ السلام نے نہ صرف پسند فرمایا بلکہ انہیں پہننے کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔

سفید لباس:۔

امام ابن شاھین رحمہ اللہ کی نقل کردہ روایت میں سفید لباس اس کی پسندیدگی کا ذکر موجود ہے۔ ان روایات کو جن محدثین نے ذکر فرمایا احادیث کی تخریج میں وہ مصادر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

سبز لباس:۔

امام ابن شاھین کی نقل کردہ روایات ۵۸۹، ۵۹۰ میں سبز لباس کی پسندیدگی کا بیان ہے۔ طبرانی اور ہیثمی کی روایت کے الفاظ قدرے مختلف ہیں۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال کان احب الاوان الی رسول الله الخضرة

حضرت انس سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ رنگ سبز تھا۔

(کنز العمال، رقم ۱۸۲۶۳)

سرخ لباس:۔

آپ ﷺ عیدین یا کسی اہم موقع کے لئے سرخ چادریں یا جبہ پہنا کرتے۔

عن جابر رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ کان یلبس بردة الاحمر فی العیدین والجمعة

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲، ص۱۵۶، طبقات ابن سعد جلد۱، ص۱۴۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عیدین اور جمعہ کے موقع پر سرخ چادر اوڑھا کرتے۔

عن طارق بن عبدالله المحاربی رضی الله عنه قال رایت رسول الله ﷺ سوق ذی المجاز و علیه جبة حمراء۔

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ جلد۳، ص۴۸۸، عمدۃ القاری جلد۳ ص ۴۷۹، سبل الہدیٰ والرشاد جلد۷، ص۳۱۳)

حضرت طارق بن عبداللہ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سوق ذی المجاز میں دیکھا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سرخ جبہ تھا۔

سیاہ لباس:۔

حضرت عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں۔

خرج رسول الله ﷺ ذات غداة و علیه مرط شعراسود

رسول اللہ ﷺ ایک دن حجرہ مبارک سے نکلے تو آپ علیہ السلام پر سیاہ چادر تھی۔

مرط ایسی چادر کو کہا جاتا ہے جو جسم پر قمیص کی طرح اوڑھی جائے۔

صنعت لرسول الله ﷺ بردة سوداء فلبسها فلما عرق فیها وجدتر ع الصوف

(سنن ابی داؤد کتاب اللباس، باب فی السوداء)

میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سیاہ چادر بنائی آپ علیہ السلام نے اسے پہنا جب آپ کو پسینہ آتا تو اس سے اون کی مہک آتی۔

امام بخاریؒ سے تیسری روایت ملاحظہ فرمائیں۔

عن ام خالد بنت خالد اتی النبی ﷺ شیاب فیها خمیصة سوداء صغیرة

(صحیح بخاری کتاب اللباس بالخمیصۃ السوداء)

ام خالد بنت خالد سے روایت ہے نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے تو آپ کے لباس میں چھوٹا دھاری دار سیاہ کپڑا بھی تھا۔

ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ اور امام سلیمان الجمل صحابہ کی ایک جماعت کے متعلق فرماتے ہیں:

وقدلبس السوادجماعة كعلى يوم قتل عثمان رضى الله عنه وغيره، وكان الحسن يخطب و بثياب سوداء و عمامة سوداء و ابن الزبير كان يخطب بعمامة سوداء، و معاوية فانه لبس عمامة سوداء وجبة سوداء عصابة سوداء

(اشرف الوسائل الى فهم الشمائل ص ۱۷۰، دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۱۹ھ)

(المواهب المحمدية شرح الشمائل الترمذية جلد ۱ ص ۲۹۰، دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۲۶ھ)

صحابہ کی ایک جماعت سیاہ لباس پہنتی جیسا کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے شہادتِ عثمان کے دن سیاہ لباس پہنا۔ امام حسن خطبہ دیتے ہوئے سیاہ لباس اور عمامہ پہنتے۔ ابن زبیر سیاہ عمامے کے ساتھ خطبہ دیتے۔ جناب معاویہ سیاہ عمامہ، سیاہ جبہ اور سیاہ کپڑا لپیٹتے۔

زعفران سے رنگا لباس:۔

زعفران سے رنگے لباس کی پسندیدگی کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا روایت فرماتی ہیں۔

كان رسول الله ﷺ يرسل ثيابه قميصه ورداءه وازاه الى بعض اهله واحبهم اليه الذى يصبغها بالزعفران

(سبل الهدى والرشاد جلد ۷، ص ۳۱۵ دار الكتب العلمية)

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بعض اہل و احباب کو اپنا لباس چادر، تہبند بھیجتے جو انہیں زعفران سے رنگ دیتے تھے۔

ناپسندیدہ رنگ:۔

سرکار دو عالم ﷺ نے اگر چہ سرخ دھاری دار چادر اور حلہ مبارک پہنا لیکن یہ آپ کے لباس کے بعض اجزاء تھے البتہ اگر کوئی شخص تمام لباس ہی سرخ یا پیلے رنگ کا پہنے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے ناپسند فرماتے۔ ارشاد ہوا۔

الحمرة من زينة الشيطان والشيطان يحب الحمرة۔

(مصنف عبدالرزاق رقم ۱۹۹۷۵، کنز العمال رقم ۴۱۱۶۲)

سرخ لباس شیطان کا لباس ہے اور شیطان اسے پسند کرتا ہے۔

اسی طرح پیلے لباس کے متعلق فرمایا۔

عن انس رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ راى على رجل صفرة فكرهها۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱۹، ص ۳۶۶، رقم ۱۲۳۶۷ موسۃ الرسالۃ)

حضرت انس روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے ایک شخص کو پیلا لباس پہنے ہوئے دیکھا تو اسے ناپسند فرمایا۔

لباس پہننے کے آداب:۔

لباس پہننے کے متعلق رسول کریم ﷺ کے آداب ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ نیا کپڑا پہننے کی ابتداء جمعہ کے دن سے:

عن انس كان رسول الله ﷺ اذا استجد ثوبالبسه يوم الجمعة

(کنز العمال رقم ۱۸۲۶۸)

حضرت انس روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نیا لباس جمعہ کے دن سے پہننا شروع فرماتے تھے۔

۲۔ لباس پہنتے وقت دعا:۔

عن جابر قال كان رسول الله ﷺ اذا لبس ثوبا جديدا قال الحمد الله الذى ما اوارى به عورتى وحملنى فى عباده۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۲۲)

حضرت جابر سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نیا لباس پہنتے تو فرماتے تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمارا ستر ڈھانپا اور ہمیں اپنے بندوں میں عزت بخشی۔

لباس پہننے کی ابتداء دائیں جانب سے:۔

عن ابى هريرة رضى الله عنه قال كان رسول الله ﷺ اذا لبس قميصا بدا بميامنه۔

(جامع ترمذی رقم ۱۷۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی لباس پہنتے تو دائیں جانب سے شروع فرماتے۔

امام ابو حفص ابن شاھین رحمہ اللہ نے لباس کے ضمن میں مختلف پسندیدہ رنگوں کا بیان روایات وآثار کی روشنی میں کیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو رنگ رغبت سے پہنے اور پسند فرمائے وہ یقیناً امت کے لئے طبی نقطہ نظر سے بھی بہت مفید ہیں۔ جدید میڈیکل سائنس نے بھی سفید اور سبز رنگوں کے لباس کو انسانی جسم کے لئے فائدہ مند قرار دیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہنا ہوا ہر لباس علم الطب کی روشنی میں حیات انسانی کے لئے نہایت سود مند ہے۔

سفید لباس اور میڈیکل سائنس:۔

رنگ اور روشنی کے ماہرین نے سفید لباس کو کینسر سے بچاؤ کا بہترین تریاق قرار دیا حتیٰ کہ ماہرین کے مطابق جو سفید لباس زیب تن کرے گا اسے جلدی گلینڈر کی ورم پسینے کے مسامات کا بند ہونا، پھپھوند کے امراض جیسی خطرناک اور تکلیف دہ بیماریاں نہیں ہوں گی۔ سفید لباس ہائی بلڈ پریشر کے شکار مریضوں کے لئے مفید ہے۔ کروموپیتھی کے اصول کے مطابق سفید لباس دماغ، دل اور جلد کا محافظ ہے۔

سبز لباس اور میڈیکل سائنس:۔

ہر رنگ سے غیر مرئی لہریں نکلتی ہیں یہ لہریں جسم اور جسم کی تمام کیفیات پر گہرا اثر مرتب کرتی ہیں، سبزہ، باغات اور پھولوں کا دیکھنا روح وجسم کی تسکین کا باعث ہے اسی طرح سبز لباس بھی جسم کی راحت کے لئے مفید تر ہے کروموپیتھی کے ماہرین کے مطابق سبز لباس جسم کے بے شمار امراض کے لئے مفید ہے۔ مثلاً

۱۔ معدے کا السر

۲۔ معدے کی تیزابیت

۳۔ اعصابی ودماغ کھچاؤ

۴۔ ڈیپریشن

۵۔ دل کے امراض، خصوصاً ہائی بلڈ پریشر

۶۔ جلدی امراض خاص طور پر جلن اور سوزش

عمامہ مبارک اور میڈیکل سائنس:۔

عمامہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محبوب لباس تھا، بغیر عمامہ کے پڑھی جانے والی ستر نمازیں عمامہ باندھ کر پڑھی جانے والی ایک نماز کے برابر ہیں، اس اخروی ثواب واجر کے ساتھ ساتھ اطباء کے ہاں پگڑی جسم انسانی کے لئے کتنی مفید ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ گرمی میں لُو سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے۔

۲۔ دائمی نزلے سے محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کے اثرات سے بچاتی ہے۔

۳۔ سر درد کے لئے پگڑی بہت مفید ہے۔

۴۔ دماغی تقویت اور یادداشت بڑھانے کے لئے عجیب الاثر ہے۔

۵۔ پگڑی کا شملہ ریڑھ کی ہڈی کے ورم سے بچاتا ہے۔

۶۔ پگڑی کا شملہ نچلے دھڑ ے کے فالج سے بچاتا ہے کیونکہ یہ حرام مغز کو سردی، گرمی اور موسمی تغیرات سے محفوظ رکھتا ہے اور آدمی سرسام (Meningitis) کے خطرات سے بچا رہتا ہے۔ فزیالوجی کی تحقیق اور ریسرچ کے مطابق جب حرام مغز محفوظ رہے گا تو جسم کا اعصابی نظام اور عضلاتی نظام درست اور منظم رہے گا۔

موٹا لباس اور میڈیکل سائنس:۔

جہاں ایک طرف موٹا لباس اعضاء جسمانی کے لئے بہترین ستر ہے تو وہاں باریک لباس درج ذیل امراض کا سبب ہے۔

۱۔ جلدی سرطان

۲۔ جلد کے غدودوں کا سرطان

۳۔ عورتوں میں سینے کا سرطان

۴۔ ٹشوز کا سرطان

۵۔ ہارمونز کا سرطان

۶۔ جلدی خارش

۷۔ ایگزیما

۸۔ الرجی

(سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس جلد ۱، ص ۱۴۵ تا ۱۵۲، ادارہ اسلامیات کراچی۔)

عصر حاضر میں مَردوں اور بالخصوص عورتوں کے لباس کی ناگفتہ بہ حالت یقیناً ان امراض کا سبب ہے۔ دنیا و آخرت کا یہ خسارہ اسوہ حسنہ رسول کریم ﷺ سے دوری کا نتیجہ ہے۔

باب : ۷۸

بَابُ فِي حَدِّ السَّرِقَةِ — چوری کی حد کے بیان میں

593- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَطَعَ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک ڈھال (کی چوری) کے عوض ہاتھ کاٹا دیا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

تخریج حدیث۔(۱) الموطا ص ۲۳۸ (۲) مسند احمد جلد ۷، ص ۲۰۰ (۳) صحیح بخاری، کتاب الحدود (۴) صحیح مسلم کتاب الحدود (۵) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود (۶) سنن نسائی، کتاب الحدود (۷) سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۸۶۲

594- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ علیہ السلام نے ایک شخص کا ہاتھ ایک ڈھال (کی چوری) کے عوض کاٹ دیا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

تخریج حدیث۔ سنن دارمی، کتاب الحدود

595 -حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قال: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول پاک علیہ السلام نے ایک چور کا ہاتھ تین درھم کی ڈھال (کی چوری) کے عوض کاٹا دیا تھا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجن سے مراد ڈھال ہے۔ اور ترس کے الفاظ عبداللہ بن سلیمان کے ہیں۔

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَطَعَ سَارِقًا فِي مِجَنٍّ، ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ« قَالَ مَالِكٌ: وَالْمِجَنُّ: الدَّرَقَةُ، وَالتُّرْسُ لَفْظُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ

تخریج حدیث۔شرح معانی الاثار، کتاب الحدود

596۔ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الذَّارِعِ سَنَةَ ثَمَانٍ وَثَلَاثِمِائَةٍ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ أَسْلَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَطَعَ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے ایک ڈھال (کی چوری) کے عوض ہاتھ کاٹ دیا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الحدود (۲) سنن دارقطنی، کتاب الحدود (۳) شرح معانی الاثار، کتاب الحدود

597۔ حَدَّثَنَا نَهْشَلُ بْنُ دَارِمٍ الدَّارِمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، وَمَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَطَعَ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ«

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے ایک ڈھال (کی چوری) کے عوض ہاتھ کاٹ دیا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد۲،ص۱۵۹ (۲) صحیح بخاری، کتاب الحدود (۳) صحیح مسلم، کتاب الحدود (۴) مصنف عبدالرزاق، کتاب اللقطۃ (۵) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحدود، باب الستر علی السارق۔

598۔ حَدَّثَنِي أَبِي، رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمِصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِقْدَامُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، وَاللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے ایک ڈھال (کی چوری) کے عوض ہاتھ کاٹ دیا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَطَعَ سَارِقًا فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ«

تخریج حدیث۔(۱) الموطا ص۲۸۳ (۲) صحیح ابن حبان، کتاب الحدود، باب حد السرقۃ (۳) شرح معانی الآثار جلد۳،ص۱۶۲ (۴) جامع ترمذی، کتاب الحدود

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

599۔ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّرِّ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ النُّمَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ الشَّعِيرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا يُقْطَعُ السَّارِقُ إِلَّا فِي عَشَرَةِ دَرَاهِمَ«

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا چور کا ہاتھ دس درہم سے کم (کی چوری) پر نہ کاٹا جائے۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن دارقطنی، کتاب الحدود (۲) السنن الکبری جلد۴،ص۵۹ (۳) مسند احمد جلد۹ص۲۱۶ (۴) سنن نسائی کتاب الحدود (۵) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحدود

600۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْحَرْبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ، قَالَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِ أَبِي، وَوَجَدَ أَبِي فِي كِتَابِهِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَحْرُ بْنُ رَبِيعَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ، حَدَّثَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْقَطْعُ فِي دِينَارٍ أَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ«

حضرت عبداللہ بن مسعود زحر بن ربیعہ کو حدیث بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ہاتھ کاٹنے (کی حد) ایک دینار یا دس درہم (کی چوری) پر ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب اللقطۃ (۲) شرح معانی الآثار، کتاب الحدود (۳) سنن دارقطنی (۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحدود

601۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَعَطَاءٍ عَنْ أَيْمَنَ الْحَبَشِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »قَطَعَ فِي مِجَنٍّ، قِيمَتُهُ يَوْمَئِذٍ دِينَارٌ«

حضرت عطاء حضرت ام ایمن سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام نے ایک ڈھال (کی چوری) کے عوض ہاتھ کاٹا۔ جس کی قیمت اس وقت ایک دینار تھی۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن نسائی، باب القدر (۲)المستدرک، کتاب الحدود (۳)السنن الکبری، کتاب السرقۃ (۴)المعجم الکبیر جلد۱، ص۲۸۹

602۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَيْمَنَ، قَالَ: »لَمْ تُقْطَعِ الْيَدُ زَمَنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا فِي مِجَنٍّ وَالْمِجَنُّ يَوْمَئِذٍ قِيمَتُهُ دِينَارٌ« قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ وَكَانَ هَذَا الْحَدِيثُ فِي أَصْلِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُعَاوِيَةَ بِخَطٍّ عَتِيقٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَكَانَ الْحُكْمُ مُلْحَقًا بَيْنَ السَّطْرَيْنِ

حضرت مجاہد حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ایک ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹے جاتے تھے اور اس وقت اس کی قیمت ایک دینار ہوتی تھی۔

احمد بن عثمان نے کہا کہ یہ حدیث ابراہیم بن معاویہ کی قدیم تحریر سے ہے۔ منصور، مجاہد سے روایت کرتے ہیں اور حکم دو سطروں کے درمیان ملحق تھا۔

603۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَيْمَنَ بْنِ أُمِّ أَيْمَنَ، رَفَعَهُ قَالَ: »لَا قَطْعَ إِلَّا فِي ثَمَنِ الْمِجَنِّ، وَثَمَنُهُ يَوْمَئِذٍ دِينَارٌ«

حضرت ام ایمن روایت کرتی ہیں ایک ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹے جاتے اور اس وقت ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی۔

تخریج حدیث۔(۱)شرح معانی الاثار، جلد۳، ص۱۶۲ (۲)السنن الکبری، جلد۴، ص۲۵۷

604۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَطَاءٍ، وَمُجَاهِدٍ عَنْ أَيْمَنَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت مجاہد حضرت ایمن سے نبی کریم علیہ السلام سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔

605۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُلَاعِبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، وَعَطَاءٍ عَنْ أَيْمَنَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، زَادَ ابْنُ عَمَّارٍ وَكَانَ، ثَمَنُ الْمِجَنِّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارٌ قَالَ الْحَسَنُ: وَهُوَ التُّرْسُ هَكَذَا قَالَ: عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَعَطَاءٍ

حضرت ایمن نبی کریم علیہ السلام سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔
ابن عمار اس روایت میں مزید الفاظ کی زیادتی فرماتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت دور نبوی علیہ السلام میں ایک دینار تھی۔
حسن فرماتے ہیں کہ مجن سے مراد ڈھال ہے۔

تحقیق

معاشرتی امن وسکون جرائم کے سدباب اور انسانی اخلاق کی اعلیٰ تربیت کے لئے اسلام نے ایک منظم اور دوررس نتائج کا حامل قانون وضع فرمایا جسے شرعی حدود کا نام دیا جاتا ہے انہیں حدود میں چور کے لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا بطور حد نافذ العمل ہے۔ بظاہر انسانی جسم کا تلف کرنا جدید تہذیبوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ اسلام کا نظام حدود اذیت انسانی کے لئے نہیں بلکہ عبرت انسانی کا موقف اپنائے ہوئے ہے یعنی سادہ الفاظ میں ان حدود اور سزاؤں کا مقصد معاشرے میں جرائم پیشہ عناصر کے لئے عبرت ونصیحت پیدا کرنا ہے جس ریاست میں اسلامی شرعی حدود نافذ العمل رہے اور تاریخ نے اسلامی ممالک کے اندر جو امن وسکون کی فضاء کا ذکر سنہرے حروف میں کیا یقیناً اس کے پیچھے ان ہی حدود اور ان کے مقاصد کارفرما ہے اور آج اگر اسلامی ریاستیں ابتری کا شکار ہیں تو اس کی سب سے بڑی وجہ مظلوم کو اس کے حق سے محروم اور مجرم وظالم کو اس کے اقتدار یا دولت کے سبب جرم پر سزا نہ دینا ہے۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا تھا "تم سے پہلے اقوام اسی لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان کے بڑے کوئی جرم کرتے تو انہیں چھوڑ دیا جاتا اور جب کمزور جرم کرتے تو انہیں سزا دی جاتی۔"

حد سرقہ میں ائمہ کے مذاہب:۔

قرآن مجید میں چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے اور یہ حد ان چند حدود میں سے ایک ہے جو قرآن وحدیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان ہوئی لیکن آیات قرآنیہ میں یہ واضح نہیں کہ مسروقہ چیز کتنی مالیت کی ہو۔ لہٰذا فقہاء اسلام کے ہاں احادیث رسول ﷺ سے استدلال کرتے ہوئے مختلف قوانین وضع کئے گئے۔

مذہب اول:۔

یہ مذہب امام حسن البصریؒ، خوارج اور اہل ظواہر کا ہے جن کے مطابق چور کا ہاتھ کاٹنے کے لئے کوئی نصاب مقرر نہیں

مال قلیل ہو یا کثیر حد نافذ العمل ہوگی وہ آیۃ قرآنی "والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما" کے عموم سے استدلال کرتے ہیں کہ آیۃ میں کسی نصاب کا ذکر نہیں۔

مذہب دوئم:۔

اگرچہ آیۃ کا عموم کسی نصاب کے تعین پر دلالت نہیں کرتا لیکن آپ ﷺ نے چند اشیاء کے عوض ہاتھ کاٹنے کا بیان فرمایا جس سے حضرت عائشہؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، امام اوزاعیؒ، امام لیثؒ، امام ابوثورؒ، امام اسحاقؒ وغیرہ یہ دلیل لیتے ہیں کہ حد کے نفاذ کے لئے کچھ نہ کچھ معین نصاب ہے۔ البتہ اس نصاب کے تعین میں دو قول ہیں۔

قولِ اوّل:۔

چور کا ہاتھ دس درہم سے کم مالیت والی چیز کی چوری پر نہیں کاٹا جائے گا اگر مسروقہ سامان دس درہم یا اس سے زائد کا ہے تو حد نافذ ہوگی ورنہ نہیں۔ صحابہ میں یہ قول حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنھم کا ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

(بدائع الصنائع جلد ۹، ص ۲۸۲، دار الحدیث قاہرہ)

قولِ دوئم:۔

جن چیزوں کے عوض آپ ﷺ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا ان کی مالیت چوتھائی دینار یعنی تین درہم کے برابر تھی۔ لہٰذا احادیث سے نصاب کے مقرر ہونے کا بیان واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی مقدار پر دلیل بھی ملتی ہے کہ تین درہم مالیت کی چیز چوری کرنے پر حد نافذ ہوگی یہ مذہب امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔

(شرح مسلم نووی جلد ۱۱، ص ۱۸۱ تا ۱۸۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل اول حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت مبارکہ ہے۔

عن النبی ﷺ انہ قال تقطع ید السارق فی ربع دینار فصاعداً	نبی کریم ﷺ چوتھائی دینار یا اس سے زائد مال کی چوری پر ہاتھ کاٹتے

اس حدیث مبارک کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سند سے درج ذیل محدثین نے نقل فرمایا۔

۱۔	امام بخاریؒ،	الصحیح، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالیٰ السارق والسارقۃ
۲۔	امام مسلمؒ،	الصحیح، کتاب الحدود، باب حد السرقۃ
۳۔	امام ابوداؤدؒ،	السنن، رقم الحدیث ۴۳۸۴
۴۔	امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ،	الجامع، رقم ۱۴۴۵
۵۔	امام نسائیؒ،	السنن، رقم ۴۹۱۷
۶۔	امام ابن ماجہؒ،	السنن، رقم ۲۵۸۵

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

عن سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه انه علیه الصلوٰة والسلام قطع فی مجن قیمته ثلاثه دراهم۔

حضرت عمر سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے ڈھال کے عوض ہاتھ کاٹا جس کی مالیت تین درہم تھی۔

اس روایت کو بھی درجہ بالا ائمہ صحاح نے حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت کے ساتھ نقل فرمایا۔

تیسری دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جسے امام مالک رحمہ اللہ نے نقل فرمایا۔

عن عبداللّٰہ ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما ان رسول اللّٰہ ﷺ قطع فی مجن ثمنه ثلاثة دارهم۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے ڈھال کے بدلے ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

(موطا امام مالک کتاب الحدود باب مایجب فیہ القطع)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب:۔

ائمہ ثلاثہ کی جانب سے نصاب السرقہ کی جتنی روایات بھی ذکر کی گئیں ان میں چوتھائی دینار یا تین درہم کا بیان آقا کریم ﷺ کا بیان کردہ نہیں بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنھم کا اپنا ہے۔ درحقیقت آپ ﷺ نے ڈھال کی قیمت کے برابر مال مسروقہ کے عوض حداً اس حکم کو جاری فرمایا اور صحابہ کے درمیان ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھم کے ہاں اس کی قیمت تین درہم ہے جن روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تین درہم کا ذکر ہے درحقیقت وہ اس ڈھال کی قیمت کا بیان ہے اور اصل روایت مبارکہ یہ ہے۔

عن عائشه رضی اللّٰه عنها ان یدالسارق تقطع علی عهد النبی ﷺ الا فی ثمن محجن حجفة او ترس۔
(صحیح بخاری کتاب الحدود رقم ۶۷۹۲)

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے عہد نبوی میں چور کا ہاتھ ڈھال، حجفہ یا ترس کے عوض کاٹا جاتا۔

روایت مذکورہ میں اصل شے کا ذکر ہے جس کے عوض حد نافذ ہوگی اس کی مالیت حضرت عائشہ صدیقہ کے ہاں تین درہم ہے۔اسی طرح حضرت ابن عمر کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔

عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه ﷺ قطع فی مجن ثمنه ثلاثة دارهم۔
(صحیح بخاری کتاب الحدود رقم ۶۷۹۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ڈھال کے عوض ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

روایت بالا میں ڈھال کی قیمت کا تعین ابن عمر کا اپنا ہے نہ کہ آپ ﷺ کا۔لہٰذا ان روایات سے استدلال کیسے درست ہوگا جن میں قیمت کے تعین کے لئے صریح قول موجود ہی نہ ہو۔امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفیؒ ان روایات کے متعلق فرماتے ہیں۔

ان روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایجاب قطع کے سلسلے میں آیت کا حکم ڈھال کی قیمت پر موقف ہے۔اس طرح ڈھال کی قیمت کی حیثیت یہ ہوگئی کہ گویا آیت کے ساتھ ہی اس کا ورود ہوا ہے اور یہ آیت کا ضمیمہ بن گئی ہے اس طرح گویا آیت کے مفہوم کی ترتیب کچھ یوں ہوگئی ہے۔''چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو جب چرائی ہوئی چیز کی مالیت ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے۔''

صحابہ وتابعین میں ڈھال کی قیمت کے درمیان اختلاف ہے۔

۱۔ حضرت انس، عروہ، زہری اور سلیمان بن یسار کے قول کے مطابق پانچ درہم
۲۔ حضرت ابن عمر کے مطابق تین درہم
۳۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مطابق چوتھائی دینار
۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو، ایمن الحبشی، ابوجعفر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنھم کے مطابق دس درہم ہے۔

(بدائع الصنائع جلد ۹ ص ۲۸۲، احکام القرآن تفسیر آیت السارق والسارقة)

ڈھال کی قیمت میں اس اضطراب کے سبب انسانی عضو کی قدر و قیمت اور اس کی حرمت کو مدنظر رکھتے ہوئے صاحب

روائع البیان فرماتے ہیں۔

قال فضيلة الشيخ السايس واذالوحظ ان الحدود تدرأ بالشبهات و ان الاحتياط امرلايحور الاغضاء عنه وان الحظر مقدم على الاباحة امكن ترجيح مذهب الحنيفة لان المجن المسروق فى عهده عليه السلام الذى قطعت فيه يدالسارق قدره بعضهم بثلاثه دراهم و بعضهم باربعة و بعضهم بخمسة و بعضهم بربع دينار و بعضهم بعشرة دراهم والاخذ بالاكثر ارجع لان الا قل فيه شبهة عدم الجناية والحدود تدرأ بالشبهات۔

(روائع البیان ج ص۵۲۲، المکتبۃ العصریۃ بیروت ۱۴۳۱ھ)

فضیلۃ الشیخ السایس نے کہا کہ حدود شبہات سے زائل ہو جاتے ہیں اور نفاذ حدود میں احتیاط برتنا ایسا امر ہے جس سے چشم پوشی جائز نہیں اور حد کے نفاذ سے رکنا اس کے نفاذ پر مقدم ہے اس صورت میں مذہب احناف کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ عہد نبوی ﷺ میں مسروقہ ڈھال جس کے عوض ہاتھ کاٹنا کا ذکر ہے اس کی مالیت میں اختلاف ہے بعض صحابہ کے ہاں اس کی قیمت تین درہم ہے بعض کے ہاں چار، بعض کے ہاں پانچ، بعض کے ہاں چوتھائی دینار اور بعض کے ہاں دس درہم۔ پس زیادہ مالیت کو اختیار کرنا راجح ہے کیونکہ قلیل مقدار والی روایات میں شبہ ہے اور حدود شبہات سے زائل ہو جاتے ہیں۔

دلائل احناف:۔

ائمہ ثلاثہ نے جن روایات سے تین درہم پر استدلال فرمایا ان تمام روایات میں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے اجتہاد کا بیان ہے اور تین درہم کے الفاظ موقوف ہیں نہ کہ مرفوع جبکہ احناف کے ہاں جن صحابہ کرام کی روایات موید ہیں وہ موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ مرفوع ہیں۔ امام ابن شاھین نے ان روایات کو درجہ ناسخ میں نقل فرمایا روایات اور مصادر ملاحظہ فرمائیں۔

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ لا قطع فيما دون عشرة دراهم۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دس درہم سے کم مالیت کی چیز پر ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔

اس روایت کو محدثین نے اسی سند سے درج ذیل کتب میں نقل فرمایا۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل رقم الحدیث ۶۸۶۲۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحدود، باب من قال لاتقطع فی اقل من عشرہ دراھم۔

(۳) سنن دار قطنی، کتاب الحدود

(۴) سنن نسائی، کتاب الحدود

(۵) شرح معانی الاثار، کتاب الحدود

(۶) السنن الکبری جلد ۴ ص ۲۵۹

(۷) نصب الرایۃ جلد ۴ ص ۳۵۹

دوسری روایت فقیہ الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال لا تقطع الیدالا فی دینار او فی عشرة دراهم۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چور کا ہاتھ سوائے ایک دینار یا دس درہم کی چوری کے نہ کاٹا جائے۔

محدث ابن شاھین کے علاوہ درج ذیل محدثین نے کتب احادیث میں ابن مسعود کی یہ روایت اپنی سند سے نقل فرمائی۔

۱۔	امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ	''الجامع'' کتاب الحدود رقم ۱۴۴۶
۲۔	امام الطبرانیؒ	''المعجم الکبیر'' جلد ۹ ص ۳۵۱، رقم ۹۷۴۲
۳۔	امام عبدالرزاق الصنعانیؒ	''المصنف'' کتاب الحدود
۴۔	امام ابن ابی شیبہؒ	''المصنف'' کتاب الحدود
۵۔	امام ابوجعفر الطحاویؒ	''شرح معانی الاثار'' کتاب الحدود

تابعین میں سے درج ذیل ائمہ کے ہاں دس درھم کا قول راجح ہے۔

(۱) حضرت عطاؒ (۲) حضرت طاؤسؒ (۳) حضرت سعید بن المسیبؒ

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۹ ص ۴۷۵ دار القبلۃ)

مذکورہ بالا روایات میں مرفوعاً و موقوفاً الفاظ صریحہ کے ساتھ دس درہم تک کی چوری پر حد کے نفاذ کا ذکر موجود ہے۔

متعارض روایات میں تطبیق:۔

اگر چہ تین اور دس درہم والی روایات درجہ صحیح وحسن کی ہیں جن سے طرفین نے استدلال کیا البتہ تعارض کے پیش نظر اس باب میں تطبیق دیتے ہوئے امام عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں۔

لما جاء الاختلاف فی ذلك عن رسول الله ﷺ و عن اصحابه بعده ولم يعرف المتقدم و المتأخر ليعرف الناسخ و المنسوخ اخذنا فيه بالاحوط المعتمد الذی لایشك فيه وهو عشرة دراهم لان الحدود تندری بالشبهات و لايثبت الا بمالا شك فيه

(التعلیق المجد، کتاب الحدود باب مایجب فیہ القطع)

جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے مروی روایات میں اختلاف واضح ہوگیا اور اس وقت روایات کا تقدم وتأخر بھی معلوم نہیں ہورہا تاکہ ناسخ ومنسوخ کی پہچان ہوسکے اس صورت میں ہم نے احتیاط و اعتماد والی روایات جن میں کوئی شک نہیں وہ لیتے ہیں اور وہ روایات دس درہم والی ہیں کیونکہ حدود شبہات سے زائل ہوجاتے ہیں اور حدود ان روایات ونصوص سے ثابت ہوتے ہیں جن میں کسی قسم کا شک نہ ہو۔

اعضاء انسانی کی حرمت مسلمہ ہے محض تین درہم کے عوض اسے تلف کردینا قرین مصلحت نہیں اگر روایات کے باب میں دیکھا جائے تو ہر عضو کو تلف کرنے کے بدلے شریعت نے بھاری دیت مقرر کیا ہے۔مثلاً

دونوں آنکھیں ضائع کرنے سے	پوری دیت یعنی سو اونٹ
ایک آنکھ ضائع کرنے سے	آدھی دیت یعنی پچاس اونٹ
ناک جڑ سے کاٹنے سے	کامل دیت
ایک کان کاٹنے سے	نصف دیت
پوری زبان کاٹنے سے	کامل دیت
دونوں ہاتھ کاٹنے سے	کامل دیت
ایک ہاتھ کاٹنے سے	نصف دیت

اب جبکہ ظلماً کسی کا ہاتھ کاٹا جائے تو شریعت اسلامی اس کی حرمت اور اس عضو کی اہمیت کے پیش نظر مجرم سے دیت کے

طور پر پچاس اونٹ لینے کا حکم صادر فرماتی ہے۔ جن کی مالیت لاکھوں میں ہے تو کیا دوسری طرف صرف تین درہم کی چوری کے عوض اس عضو کو ہمیشہ کے لئے تلف کر دیا جائے گا۔ یہ بات تحقیق طلب ہے لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ کم از کم دس درہم کی مالیت ہو اور یہی بر بنائے احتیاط اقرب الی الصواب ہے۔

اسلامی حدود وتعزیرات اپنے اندر بے پناہ حکمتیں پنہاں کیے ہوئے ہیں۔ حدود جہاں شبہات سے زائل ہو جاتی ہیں وہاں حالات و زمانہ بھی ان کے نفاذ یا عدم نفاذ میں اہم حیثیت رکھتے ہیں مثلاً چوری کرنے والا شخص اگر قحط یا افلاس کے سبب ایسا کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹنا شریعت کی حکمت کے خلاف ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے بھوک کے سبب چوری کرنے والے کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا:

لا اذا حملته الحاجة على ذلك والناس فى جماعة رشدة — جب اس کو ضرورت مجبور کر دے اور لوگ بھی بھوک وتنگی کے حالات سے گزر رہے ہوں تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(اعلام الموقعین)

جب ریاست اپنی عوام کے لیے ہر طرح کی ضروریات کی کفالت میں ناکام ہو تو اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ رعایا کو ان کے اعضاء سے محروم کرے دوسری طرف اگر حالات بھی سازگار ہوں اور رعایا میں بھی خوشحالی کا دور دورہ ہو تو چوری پر ہاتھ کاٹنا معاشرے کو جرائم سے پاک اور پُر امن رکھنے کے لیے وقت کی ضرورت بن جاتا ہے۔

باب : ۷۹

بَابٌ فِي الْخِضَابِ

خضاب کے بیان میں

606۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مَيْمُونٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً، وَقَدْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ فَلْيُخْبِرْهَا، وَلَا يَغُرَّهَا«

تخریج حدیث۔(۱) السنن الکبری جلد۷، ص۲۹۰

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجے اور اس نے سیاہ خضاب سے (اپنے بالوں کو) رنگا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اس عورت کو اس بات کی خبر دے اور اسے دھوکے میں نہ رکھے۔

607۔ حَدَّثَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسَدٍ الْمُكْتِبِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُضَرِّبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَسَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: »أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخِضَابِ فَخَضَبَ قَوْمٌ بِالْحُمْرَةِ، وَقَوْمٌ بِالسَّوَادِ«

تخریج حدیث۔المرجع السابقہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ہمیں (اپنے بالوں کو) سیاہ مہندی سے رنگنے کا حکم ارشاد فرمایا تو کچھ لوگوں نے سرخ خضاب اور کچھ نے سیاہ خضاب سے بالوں کو رنگا۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

608۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْحَلَبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں عنقریب آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہونگے جو سیاہ خضاب سے بالوں کو رنگیں گے جیسے

عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ قَالَ: »يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ« ، وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْحَارِثِ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ، أَيْضًا قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: » سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ يَخْضِبُونَ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَّامِ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ«

کبوتر کا پوٹا ہے وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکیں گے۔

تخریج حدیث۔(۱)سنن نسائی، باب النھی عن الخضاب (۲) سنن ابی داؤد کتاب الترجیل (۳) مسند ابی یعلی رقم ۲۶۰۳ (۴) مسند احمد جلد۴، ص۱۵۶ (۵) شرح السنۃ رقم ۳۱۸۰ (۶) المعجم الکبیر جلد۱۱، ص۴۴۲ (۷) السنن الکبری، کتاب القسم والنشور (۸) مجمع الزوائد جلد۵، ص۱۶۱

609 ۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السُّكَيْنِ الْبَلَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ زَيْدٍ الْخَطَّابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جُنَادَةَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللَّهُ وَجْهَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ«

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے (بالوں پر) سیاہ خضاب کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو سیاہ کردے گا۔

تخریج حدیث۔(۱) الکامل ابن عدی جلد۱۳، ص۱۰۷۷ (۲) مجمع الزوائد جلد۵ ص۱۶۳

610۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدِّبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ غَيَّرَ الشَّعْرَ سَوَادًا لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ«

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنے بالوں کو سیاہ کیا اللہ رب العزت اس کی طرف (رحمت کی) نظر نہیں فرماتا۔

تخریج حدیث۔(۱) الکامل ابن عدی جلد ۶ ص ۲۱۱۴

تحقیق

ناسخ الحدیث ومنسوخہ کے مختلف نسخوں میں اس باب کا عنوان جدا جدا ہے۔

1۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت سے الشیخ علی محمد معوض اور الشیخ عادل احمد عبدالموجود کی تحقیق سے طبعہ شدہ نسخہ میں باب کا عنوان ہے۔''الخدع فی النکاح''

2۔ مرکز اہل السنۃ برکات رضا ہند کا طبعہ شدہ نسخہ جو درحقیقت دارالکتب العلمیۃ کے مذکورہ بالا محققہ نسخہ کا عکس ہے اس میں بھی اس باب کا عنوان ''الخدع فی النکاح'' ہی ہے۔

3۔ مکتبۃ المنار، الزرقاء سے سمیہ بن امین الزھری کی تحقیق سے طبعہ شدہ نسخے میں یہ باب بلاعنوان درج کیا گیا۔

4۔ دارالکتب العلمیۃ سے بیروت سے ہی الدکتورۃ کریمہ بنت علی کی تحقیق سے طبقہ شدہ نسخے میں اس باب کا عنوان ''باب فی الخضاب'' ہے۔

پانچ روایات کا یہ مختصر باب حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابودرداءؓ اور حضرت عمرو بن شعیبؒ سے مروی ہے۔ اس باب کی روایات امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے اپنی اپنی صحیحین، امام نسائیؒ، امام ابوداوُدؒ، امام بیہقیؒ نے اپنی اپنی سنن، امام ابویعلی موصلیؒ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی اپنی مسند امام بغوی نے شرح السنۃ اور امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر میں نقل فرمائی۔

اس باب میں تعارض کی حیثیت:۔

امام ابن حجرؒ اس باب میں نسخ کے قول کے متعلق فرماتے ہیں کہ (دعویٰ النسخ لا دلیل علیها)۔ باب کی روایات میں نہ تو تعارض ہے اور نہ ہی تناقض لہٰذا نسخ کا احتمال سرے سے موجود نہیں جن روایات میں خضاب لگانے کا حکم ہے ان کا مفہوم

اپنے مقام پر پیش کیا جائے گا البتہ سیاہ خضاب کی روایات بطور ناسخ ذکر کی گئیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا لیکن صحابہ کرام کے درمیان سیاہ خضاب کے استعمال میں نزاع نہیں پایا جاتا یہ اختلاف بعد کے دور میں سامنے آیا جس کے اسباب کیا ہیں اس بارے میں ابھی تحقیق باقی ہے لیکن ایک بات طے ہے کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد سیاہ خضاب کا استعمال کرتی تھی جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس باب کی ناسخ روایات کا وہ مفہوم نہیں جو سیاہ خضاب کی ممانعت پر بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے۔

خضاب کا شرعی حکم:۔

آپ ﷺ نے سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں کو رنگنے کے لئے خضاب لگانے کا حکم ارشاد فرمایا لیکن حدیث نمبر ۶۰۷ میں صیغہ امر سے مراد وجوب نہیں بلکہ استحباب ہے اور اس بات پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ تغیر شیب کے لئے بالوں کو رنگنے کا حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہی ہے۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کو نہایت کم تعداد میں سفید تھے جس کے سبب آپ ﷺ کو خضاب لگانے کی نوبت نہ آئی البتہ تہذیب الآثار جلد ا، ص ۴۸۹ کی ایک روایت کے مطابق آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بال مبارک تھا جو مہندی اور کتم سے رنگا ہوا تھا شاید ایسا عمل امت کے لئے اپنی مبارک سنت قائم کرنے کے لئے ہو۔ البتہ صحابہ کرام کے درمیان اس عمل کے افضل ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

خضاب اور آپ ﷺ وصحابہ کا معمول:۔

سطور بالا میں تہذیب الآثار کے حوالہ سے یہ بات تحریر کی گئی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بال مبارک کہ رنگا ہوا تھا لیکن صحابہ کی ایک جماعت اس بات کی تردید کرتی ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں۔

فقال بعضهم ترك الخضاب افضل ورووا حديثا عن النبي ﷺ في النهي عن تغير الشيب لانه ﷺ لم يغير شيبه۔

(شرح مسلم جلد ۱۴، ص ۸۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بعض صحابہ نے یہ کہا کہ ترک خضاب افضل ہے انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کی ممانعت کی روایات نقل فرمائی ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے بالوں کو نہیں رنگا۔

یہ قول حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کا ہے۔ صحابہ کی دوسری جماعت کے مطابق اگرچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے اپنے بالوں کو نہیں رنگا لیکن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں بالوں کو خضاب لگانے کا حکم دیا۔ یہ حکم استحباباً ہی سہی لیکن اس فعل کے افضل ہونے کے لئے احسن دلیل ہے۔ اشاد نبوی ہے۔

ان الیھود و النصاریٰ لا یصغون فخالفوھم
(صحیح مسلم باب استحباب الخضاب)

یہود و نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے پس تم ان کی مخالفت میں لگایا کرو۔

صحابہ کی اس جماعت میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور ایک روایت کے مطابق امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم شامل ہیں۔

(شرح مسلم نووی جلد ۱۴، ص ۸۰)

اس قول کی تائید میں امام ابو جعفر الطبریؒ کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی رمثۃ قال: کان رسول اللہ ﷺ یخضب بالحناء وللکتم

حضرت ابو رمثہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ مہندی اور کتم سے خضاب فرماتے تھے۔

(تہذیب الآثار جلد ا، ص ۴۸۷ دار المامون سوریا)

بالوں کو رنگنے کا حکم اگر چہ وجوبی نہیں لیکن اس کے افضل ہونے یا نہ ہونے پر صحابہ کا اختلاف ملاحظہ کر لینے کے بعد بالوں کو رنگنے کے لئے مختلف رنگوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

خضاب کے لئے صحابہ کرام کا مختلف رنگوں کا استعمال:۔

صحابہ کرام کی کثیر تعداد خضاب سے بالوں کو رنگا کرتی البتہ طباع انسانی کے مختلف ہونے کے سبب صحابہ مختلف رنگوں کا خضاب کرتے صحابہ کرام کے ہاں خضاب کے لئے جن رنگوں کا استعمال عام تھا وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ زعفرانی رنگ

۲۔ صفراوی رنگ

۳۔ سرخ رنگ

۴۔ سیاہ رنگ

یہ رنگ حنا (یعنی مہندی) کتم (گرم پہاڑی علاقوں کی ایک خاص بوٹی) کے ذریعے رنگے جاتے۔

مذکورہ بالا اشیاء سے بالوں کو رنگنے سے اشیاء کی کثافت، اس کی مقدار اور وقت استعمال میں کمی بیشی کے باعث رنگ

میں سرخی، پیلاہٹ وغیرہ کے اثرات کم یا زیادہ ہوتے تھے بہر حال یہ وہ رنگ ہیں جن کے استعمال میں نہ تو صحابہ کے درمیان کوئی اختلاف ہے اور نہ ہی ائمہ مجتہدین کے ہاں البتہ متقدمین ومتاخرین ائمہ کرام کے ہاں سیاہ خضاب کے استعمال میں شدید اختلاف ونزاع پایا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ نزاع صحابہ کے درمیان موجود نہیں۔ ذیل میں طرفین کے دلائل نقل کیے جارہے ہیں ان دلائل کی روشنی میں امید ہے کہ اہل تحقیق کو اس مسئلہ کی تہہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے معاونت حاصل ہوگی۔

چونکہ سیاہ خضاب کے متعلق نہایت ہی معارض فقہی آراء پیش کی جاتی ہیں میری مراد ائمہ متقدمین ومتاخرین کے ہاں ایک گروہ کے نزدیک سیاہ خضاب کا استعمال حرام مطلق ہے جبکہ ایک گروہ کے ہاں اس کے استعمال میں کوئی شرعی قباحت نہیں یعنی یہ حلال ہے۔لہٰذا مسائل فقہیہ میں سیاہ خضاب کے استعمال کا مسئلہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد مسئلہ ہے جو یقیناً تحقیق طلب ہے۔

دلائل حرمت:۔

ذیل میں سیاہ خضاب کی حرمت پر پانچ روایات پیش کی جارہی ہیں۔

صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابی داؤد کی روایت مبارکہ جس میں حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو سفید دیکھ کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

1۔غیروا ھذا بشی وجنبوا السواد ان بالوں کو کسی چیز سے رنگ دو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔

(ا۔صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب معرفۃ الرکعتین، سنن نسائی، باب النھی عن الخضاب بالسواد، سنن ابی داؤد، باب فی الخضاب)

واجتنبوا صیغہ جمع کا ہے اور سب کے لئے عام ہے لہٰذا اس حرمت میں عامۃ الناس میں شامل ہیں۔

2۔ عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ غیروا الشیب ولا تقربوا السواد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بڑھاپے کو بدل دو اور سیاہ رنگ کے قریب مت جاؤ۔

(مسند احمد جلد ۲۱ ص ۲۱۰، رقم الحدیث ۱۳۵۸۸، موسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

3۔ عن عمر بن خطاب قال قال رسول الله ﷺ الصفرة خضاب المومن والحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الكفار۔

(المستدرک جلد ۳،ص ۶۷۵ رقم ۶۲۹۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۷ھ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ پیلا خضاب مومن کا ہے سرخ خضاب مسلمان کا ہے اور سیاہ خضاب کافر کا ہے۔

4۔ عن عبدالله بن عباس رضی الله عنه يكون قوم يخضبون في آخرالزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة۔

(سنن ابی داؤد باب ماجاء فی خضاب السواد)

(سنن نسائی الجمع بین الصلاتین فی الحضر من غیر خوف)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے آخری زمانہ میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی بو نہ سونگیں گے۔

5۔ عن ابی درداء قال قال رسول الله ﷺ من سود بالخضاب سود الله وجهه يوم القيامة

(مسند الشامیین جلد ۱،ص ۳۷۵،رقم ۶۵۲،موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سیاہ خضاب لگایا اللہ قیامت کے روز اُس کا چہرہ سیاہ فرمائے گا۔

مذکورہ بالا روایات قائلین حرمت کے وہ دلائل ہیں جو روایات کے اصل مصادر سے نقل کئے گئے ہیں جن مصادر کے اندر یہ روایات مستقل اسناد کے ساتھ مرفوعاً بیان ہوئی ہیں البتہ موقوفاً یا مرسلاً نقل کی گئی روایات بطور استدلال پیش نہیں کی گئیں کیونکہ اثبات حرمت کے لئے بہرحال یہی روایات قابل استناد سمجھی جاتی ہیں۔

قائلین سیاہ خضاب کے ہاں مذکورہ روایات کی تحقیق:۔

پہلی روایت مسلم، نسائی اور ابوداؤد کی پیش کی گئی جس میں صیغہ نھی و اجتنبوا سے ممانعت کو عام لیا گیا جبکہ روایت کے مکمل الفاظ میں یہ حکم صرف حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔ روایت کا مکمل متن یہ ہے۔

لما فتح رسول ﷺ مكه و ابوبكر قام علی راسه قال بابی انت و امی یا رسول الله ﷺ ان ابا قحافة شيخ كبيرا و انه بنا حية مكة فقال رسول الله ﷺ قم بنا اليه

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے سر مبارک کی طرف کھڑے تھے۔ انہوں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ

فقال یا رسول الله ﷺ هوا حق ان یاتیك فجئی بابی قحافة كان لحیته و راسه ثغامة بیضاء فقال رسول الله ﷺ غیروه وجتنبوه السواد

(المعجم الاوسط جلد۵،ص۲۳،دارالحرمین القاہرہ ۱۴۱۵ھ رقم ۴۵۶۸)

(المعجم الکبیر جلد ۹،ص ۴۰،مکتبۃ العلوم والحکم الموصل ۱۴۰۴ھ رقم ۸۳۲۴)

ابوقحافہ سن رسیدہ ہو چکے ہیں اور وہ مکہ میں ہی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ان کی طرف چلو میرے ساتھ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حق یہ ہے کہ انہیں آپ کے پاس لایا جائے پھر ابوقحافہ کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لایا گیا ان کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے آپ علیہ السلام نے فرمایا ان کے بالوں کو رنگ دو اور انہیں سیاہی سے بچاؤ۔

امام ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں ان الفاظ کا مزید اضافہ فرمایا۔

اذهبوا به الى بعض نسائه فلتغيره و اجتنبوه السواد

(سنن ابن ماجہ،باب الخضاب بالسواد)

انہیں ان کی عورتوں کے پاس لے جاؤ اور ان کے بالوں کو رنگ دو اور انہیں سیاہی سے بچاؤ۔

امام طبرانی اور امام ابن ماجہ کے علاوہ درج ذیل محدثین نے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی۔

۱۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری ''تہذیب الآثار'' جلد ا،ص ۴۸۵ دارالمامون للتراث ۱۴۱۶ھ

۲۔ امام محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم البستی ''الصحیح'' جلد ۱۲،ص ۲۸۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۴ھ۔اس حدیث کی تحقیق میں محقق شعیب الارنوط کے الفاظ یہ ہیں۔

اسناده صحيح على شرح مسلم

۳۔ امام الحافظ علی بن ابی بکر سلیمان الھیثمیؒ، ''المقصد العلی فی زوائد مسند ابی یعلی'' جلد ۲،ص ۲۰۶۸

۴۔ امام احمد بن علی بن المثنی ابویعلی الموصلی التمیمیؒ ''المسند'' جلد ۵،ص ۲۱۶ دارالمامون دمشق ۱۴۰۴ھ

۵۔ امام احمد بن حنبلؒ، ''المسند'' جلد ۲۰ ص ۸۱، رقم ۱۲۶۳۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ

۶۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاویؒ، ''شرح مشکل الآثار'' جلد ۹،ص ۳۰۲،موسسۃ الرسالہ ۱۴۰۸ھ

۷۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفیؒ ''المصنف'' جلد ۸،ص ۲۴۴ رقم ۲۵۵۰۲ دار القبلۃ

۸۔ امام ابوبکر عبدالرزاق بن ھمام الصغانیؒ "المصنف" جلد۱۱ ص۱۵۴ رقم ۲۰۱۷۹ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۳ھ

۹۔ امام الحافظ ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد الحنبلی المقدسیؒ "الاحادیث المختار" جلد۳، ص۱۱۷ رقم ۲۵۸۶ مکتبۃ الحفضۃ مکۃ المکرّمۃ ۱۴۱۰ھ

۱۰۔ امام ابوبکر احمد بن عمرو البصری البزارؒ "المسند" جلد۲، ص۳۰۷ رقم ۶۷۳۷

محدثین کے مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں حدیث کا اصل متن واضح ہو گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روایات میں سیاہ خضاب کی ممانعت کا حکم حضرت ابوقحافہؓ کیلئے خاص تھا اور یہ خصوصیت فلیغو میں "ہ" ضمیر اور واجتنبوا میں "ہ" ضمیر کے اصل اضافے سے واضح ہوتی ہے۔ لہٰذا اس خاص حکم سے خضاب کی رخصت اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں خضاب لگانے کے حکم کو عام نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث مبارکہ

"ان الیھود و النصاریٰ لا یصبغون فخالفوھم" (النسائی)

یہود و نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے پس تم ان کی مخالفت میں لگایا کرو۔

یہ روایت اپنے معنیٰ و مراد میں نہایت واضح ہے اس لئے امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ یامر بتغیر الشعر مخالفۃ للاعاجم وقد تمسک من اجاز الخضاب بالسواد۔ (فتح الباری جلد۱۰، ص۳۵۴، دار احیاء التراث العربی بیروت)

رسول اللہ ﷺ اہل عجم کی مخالفت میں بالوں کو رنگنے کا حکم ارشاد فرماتے اسی روایت سے ان لوگوں نے سیاہ خضاب کے جواز پر دلیل لی جو اس کے جواز کے قائل ہیں۔

حضرت ابوقحافہؓ کے سر کے بالوں اور ڈاڑھی کو خصوصیت کے ساتھ سیاہی سے بچانے کی تصریح صاحب احادیث المختارہ امام ابوعبداللہ الحنبلی المقدسی رحمہ اللہ نے فرمائی۔ باقی حدیث مبارکہ ان الفاظ کے ساتھ ہے لیکن آپ نے یہ الفاظ زائد نقل فرمائے۔

فقال غیروا ھذا و جنبوھا السواد (الاحادیث المختارہ جلد۳، ص۱۱۷، رقم ۲۵۸۵، مکتبۃ النھضۃ مکۃ المکرّمۃ)

ان کی ڈاڑھی کو رنگ دو اور انہیں سیاہی سے بچاؤ۔

جواب دوئم:۔

اگر روایات میں جنبوه یا جنبوها کے الفاظ نہ بھی تسلیم کئے جائیں تو بھی روایات قابل احتجاج نہیں کیونکہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ''السواد'' کے الفاظ محفوظ نہیں۔

عن جابر قال اتی رسول الله ﷺ بابی قحافة او جاء عام الفتح و راسه ولحيته مثل انثغام او مثل الثغامة قال حسن فامر به الى نسائه قال غيروا هذا الشيب قال حسن قال زهير قلت لابی النربيرا قال جنبوه السواد قال لا۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲۳ ص ۱۱ رقم ۱۴۶۱۱ موسسۃ الرسالۃ ۱۴۲۰ھ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت ابوقحافہ کو سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لایا گیا فتح مکہ کے موقع پر ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے۔
حسن نے کہا پھر ان کی عورتوں کو یہ کہا گیا کہ ان کی سفیدی کو تبدیل کرو حسن نے کہا کہ زہیر کہتے ہیں کہ میں نے ابوالزبیر سے پوچھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیاہی سے بچنے کا کہا تھا۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔

جنبوه السواد کے الفاظ کی نفی امام احمد بن حنبلؒ کے علاوہ درج ذیل محدثین کی روایات میں بھی موجود ہے۔

امام ابوعوانۃ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنیؒ المتوفی ۳۱۶ھ

قال زهير قلت له و جنبوه السواد قال لا

(مسند ابی عوانۃ جلد ۵، ص ۲۷۲، رقم ۸۷۰۹، دار المعرفۃ بیروت)

زہیر نے کہا میں نے ابوالزبیر سے پوچھا کہ سیاہی سے بچنے کا فرمایا گیا انہوں نے جواب دیا نہیں۔

امام علی بن الجعد بن عبید ابوالحسن الجوہری البغدادیؒ المتوفی ۲۳۰

قال زهير فقلت لابی الزبير و جنبوه السواد قال لا۔

(مسند ابی الجعد جلد ۱، ص ۳۸۸ رقم ۲۵۶۲ موسسۃ نادر بیروت ۱۴۱۰ھ)

زہیر نے کہا کہ میں نے ابوالزبیر سے پوچھا کہ روایت میں جنبوہ السواد کے الفاظ تھے انہوں نے کہا نہیں۔

امام سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسیؒ المتوفی ۲۰۴ھ

عن ابی الزبیر، قال: قلت له احدثك جابر ان رسول الله ﷺ قال لابی قحافة: غیروا، و جنبوه السواد فقال: لا

(مسند ابی داؤد الطیالسی جلد۳،ص۳۱۰،رقم ۱۸۶۰)

ابوالزبیر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ان سے پوچھا جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات نقل کی کہ ابوقحافہ کو سیاہی سے بچاؤ انہوں نے جواب دیا نہیں۔

مذکورہ روایات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے سیاہ خضاب کی حرمت پر دلیل نہیں لی جاسکتی کیونکہ جنبوا السواد کے الفاظ محفوظ نہیں لہٰذا یہ روایات انہی کے حکم کے ثبوت کے لئے قابل استناد نہیں۔

جواب سوئم :۔

اگر بفرض محال یہ روایات جنبوا السواد کے الفاظ کے ساتھ محفوظ بھی ہوں تو بھی انہیں ہر عمر کے افراد کے لئے سیاہ خضاب کی حرمت کے طور پر نافذ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ روایات سے سیاہ خضاب کی حرمت پر مطلق دلیل لی گئی ہے جبکہ یہ حکم اپنے اطلاق میں عام نہیں جیسا کہ مجاہدین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور پھر بخاری شریف کی روایت پر امام زہری کا قول ملاحظہ فرمائیں۔

کنا نخضب بالسواد اذا کان الوجه جدید فلما نغض الوجه و الاسنان ترکناه

(فتح الباری جلد۱۰،ص۳۵۵،دار المعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ)

جب ہمارے چہرے تروتازہ (یعنی جوان) تھے تو ہم سیاہ خضاب کیا کرتے تھے پس جب ہمارے چہرے اور دانت کمزور پڑ گئے تو ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

اس لئے امام ابن حجر عسقلانی اور الشیخ محمد شمس الحق العظیم آبادیؒ حدیث ابی قحافہ کی وضاحت فرماتے ہوئے امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ کا قول بیان کرتے ہیں۔

وعن حدیث جابر جنبوه السواد بانه فی حق من صار شیب راسه متشبعا و لا یطرد ذالك فی حق کل احد۔

(فتح الباری جلد۱۰،ص۳۵۴،دار المعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ)

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جلد۱۱ص۱۷۹دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حدیث جابر کہ (ابوقحافہ کو) سیاہی سے بچاؤ یہ اس شخص کے حق میں ہے جس کے سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں یہ حکم ہر شخص کے حق میں جاری نہیں ہوگا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسن المؤذن المعروف حکیم ترمذی المتوفی ۲۸۵ھ سن رسیدہ شخص کے لئے اس کے استعمال کی ممانعت کی علت پیش فرماتے ہیں۔

فهذه مثله يريد ان يعود في هيئة الشباب وقد قال الله تعالیٰ في تنزيله فيما حكي عن قول العدو ولا مرنهم فليغرن خلق الله وقال الله تعالیٰ لا تبديل لخلق الله فاذا اذهب المغير وقاره بسواد فهو كانه يريد كما كان لحبه للشباب، وحرصه على العمر، فانه يكره الشيب، لانه علامة لا قباله على الموت۔ الا ترىٰ ان اول من خضب بالسواد فرعون ، فهوا لسابق على العتو۔

(المنهيات جلد ا،ص ۱۴۱، باب الخضاب بالسواد)

یہ عمل مُثلہ ہے اس عمل سے مقصد حالت جوانی کی طرف لوٹنا ہے اور اللہ رب العزت نے اپنی نازل شدہ کتاب میں کفار کے قول کو حکایتاً بیان فرمایا۔اور فرمایا کہ اللہ کی خلقت کو تبدیل نہ کرو جبکہ بالوں کی حالت تبدیل کرنے والا اپنے وقار کو سیاہ رنگ سے بدل دیتا ہے گویا کہ وہ جوانی کی طرح اس کام کو پسند کرتا ہے اور عمر کے معاملے میں حریص ہے پس اس سبب تغیر شیب مکروہ ہے کیونکہ یہ موت کے قریب تکریم و تعظیم کی علامت ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس نے سب سے پہلے سیاہ خضاب کیا وہ فرعون تھا اور وہ پہلا ایسا کرنے والا تھا۔

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس حکم کی خصوصیات جنبوا السواد کے الفاظ کے عدم ثبوت سن رسیدہ افراد کے لئے اس کی حرمت کی علت کی مکمل تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ اس روایت سے حرمت سیاہ خضاب کی دلیل پکڑنا اور ان روایات کو سیاہ خضاب کے حرام ہونے پر قابل احتجاج سمجھنا تحقیق طلب ہے۔

دلیل ثانی کا جواب:۔

دلائل حرمت میں پیش کی جانے والی دوسری روایت مسند احمد کی حدیث مبارکہ جسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا، دراصل حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا مختصر حوالہ ہے۔ تفصیلی روایت اور اس کا تحقیقی جواب سطور بالا میں دیا جاچکا ہے۔آپ ﷺ نے حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ان کے سفید بالوں کو رنگنے کا حکم ارشاد فرمایا لہٰذا اس روایت کو سیاہ خضاب کی ممانعت پر مستقلاً دلیل بنانا اور احادیث کے سیاق سے ناآشنائی کے ساتھ ساتھ اسباب حدیث سے غفلت بھی ہے۔

دلیل ثالث کا جواب:۔

دلائل حرمت میں تیسری دلیل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جسے امام حاکم نے مستدرک میں نقل فرمایا۔جلد ۴،ص ۶۷۵ دار المعرفۃ اس روایت کے درج ذیل جوابات ہیں۔

1۔ قال الذهبی حدیث منکر و القرشی نکره ابن عینیة وقد اورده الهیثمی فی المجمع بدون العقصة و قال رواه الطبرانی و فیه من لم اعرفه ۔ قلت روایة اسماعیل عن غیر اهل بلده غیر مستقیم۔

(تلخیص المستدرک رقم ۶۲۹۶ دار المعرفة بیروت ۔ ۱۴۲۷ھ)

ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور ابن عینیہ نے قریشی کو منکر کہا امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس قصہ کے بغیر روایت نقل کی اور کہا کہ طبرانی نے بھی اس روایت کیا لیکن اس کے راویوں کو میں نے جانتا میں نے کہا اسماعیل کی اس کے شہر کے رواۃ کے علاوہ راویوں کی روایت نا قابل اعتبار ہے۔

منکر روایات سے حرمت کی دلیل اخذ کرنا یقیناً محل نظر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حرمت پر استدلال کیا گیا۔ لیکن خود حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول مبارک بیان کرتے ہوئے امام عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیاؒ اپنی سند کے ساتھ قول نقل فرماتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب قال نعم الخضاب السواد هیبة للعدو و مسکنة للزوجة

(العمر والشیب، جلد ۱، ص ۴۹ مکتبة الرشد الریاض ۱۴۱۲، المفہم، جلد ۱۹، ص ۱۰۰)

حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا سیاہ خضاب بہترین خضاب ہے، میدان میں دشمنوں پر رعب کے لیے اور گھر میں زوجہ کی تسکین کے لیے۔

اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر دو روایات میں تعارض واقع ہو جائے تو اس صورت میں درج ذیل وجوہ پر کسی ایک روایت کو ترجیح دی جائے گی۔

1۔ کونه مشعرا بعلو شان الرسل و تمکنه

متعارض روایات میں سے ایک کا راوی آپ ﷺ کے مرتبہ کو اچھے طریقے سے پہچانتا ہو۔

2۔ کونه عمل به الخلفاء الراشدون

(التقیید والیضاح، عراقی، جلد ۱، ص ۲۸۶، المکتبة السلفیة المدینة المنورہ)

دونوں میں سے کسی ایک پر خلفاء راشدین کا عمل ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ مزاج نبوت کے طبیعت شناس تھے اور خلیفہ الثانی بھی لہٰذا ان کی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

دلیل رابع کا جواب۔

چوتھی دلیل سنن نسائی اور ابوداؤد کی ہے جس سے سیاہ خضاب کی حرمت پر دلیل لی گئی کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی بو نہ سونگیں گے، (نسائی باب ماجاء فی خضاب السواد) اس حدیث مبارکہ

کے متعلق امام عبدالرحمٰن بن جوزیؒ فرماتے ہیں۔

قال البغوی حدیث عبدالجبار بن عاصم حدثنا عبیداللہ باسنادہ نحوہ عن ابن عباس ولم یرفعه هذا حدیث لایصح عن رسول الله ﷺ والمتهم به عبدالکریم ابن ابی المخارق ابوامیة البصری قال ایوب السختیالی والله انه لغیرثقه۔ وقال یحیی: لیس بشی ، و قال احمد بن حنبل لیس بشی یشبه المتروک و قال دارقطنی : متروک

(الموضوعات جلد۳ص۵۵ باب النھی عن الخضاب بالسواد)

بغوی نے کہا کہ عبدالجبار والی روایت جسے عبیداللہ نے حضرت ابن عباس سے اپنی سند سے روایت کیا یہ حدیث مرفوع نہیں اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت بھی نہیں اس روایت میں عبدالکریم ابن ابی المخارق ابوامیہ البصری ہے جو ایوب السختیالی کے بقول ثقہ نہیں امام یحیٰ بن معینؒ نے کہا یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا امام احمد بن حنبلؒ نے کہا یہ متروک کی مثل ہے اور کوئی حیثیت نہیں رکھتا دارقطنی نے بھی اسے متروک کہا۔

اگر یہ روایت موضوع نہ بھی ہوتب بھی اس حدیث مبارکہ میں کسی طرح بھی حرمت خضاب پر دلیل موجود نہیں اس کا مفہوم کیا ہے۔فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ امام ابن ابی عاصمؒ کی کتاب الخضاب کے حوالہ سے اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

واجاب عن حدیث بن عباس رضی الله عنه رفعه یکون قوم یخضون بالسواد لا یجدون ریح الجنة بانه لا دلالة فیه علی کراهة الخضاب بالسواد بل فیه الاخبار عن قوم هذه صفتهم۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد۱۰ص۳۶۵، دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ)

حدیث ابن عباس کہ ایک قوم ہوگی جوسیاہ خضاب کرے گی وہ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے اس میں سیاہ خضاب کی کراہیت پر کوئی دلالت نہیں بلکہ اس روایت میں ان لوگوں کی خبر ہے جن میں یہ صفت پائی جائے گی۔

الشیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی بھی یہی الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

بل فیه الاخبار عن قوم هذه صفتهم

(عون المعبود جلد۱۱ص۱۷۹دارالکتب العلمیۃ بیروت۔۱۴۱۵ھ)

بلکہ اس حدیث میں ان لوگوں کی خبر ہے جن میں یہ خصلت پائی جاتی ہے۔

امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں بیان فرماتے ہیں۔

ان الكراهة انما كانت لا نه افعال قوم مذمومين لا لانه فى نفسه حرام، وقد خضب اصحاب رسول ﷺ عليه۔

یہ ناپسندیدگی اس وجہ سے ہے کہ جس قوم کی مذمت کی گئی ان کی یہ عادات میں ۔ ے ہے نہ کہ یہ فی نفسہ حرام ہے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ خضاب کیا کرتے تھے۔

(بیان مشکل الاثار جلد۹ ص ۶۷، رقم ۳۱۴۹)

محدث ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی القرشی رحمہ اللہ سنداً اس حدیث مبارکہ کو نقل فرمانے کے بعد اس پر بحث فرماتے ہیں جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا متناً اس روایت کی تشریح وتوضیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یحتمل ان یکون المعنیٰ لایریحون رائحه الجنة کفعل یصدر منهم او اعتقاد، لا لعلة الخضاب و یکون الخضاب سیماهم ، فعرفهم بالسیما کما قال فی الخوارج سیما هم التحلیق و ان کان تحلیق الشعر لیس بحرام۔

جنت کی خوشبو نہ پانے کا معنیٰ یہ ہوگا کہ ان کے افعال واعتقاد ایسے ہوں (جس سبب یہ سزا ہوگی) نہ کہ اس سزا کی علت سیاہ خضاب ہے۔ خضاب تو ان کی نشانی ہے جس سے ان کی پہچان ہوگی جیسا کہ خوارج ہیں اور سر منڈانا ان کی نشانی ہے حالانکہ سر منڈانا حرام نہیں ہے۔

(کتاب الموضوعات جلد۳، ص ۵۵، باب النھی عن الخضاب بالسواد)

مجروح اور متہم بالکذب روایات کو حرمت کی دلیل کے طور پر پیش کرنا تحقیق طلب ہے اور اگر بالفرض یہ روایات موضوع نہ بھی ہوں ان کا مفہوم ابن ابی عاصمؒ، ابن حجرؒ، امام طحاویؒ اور ابن جوزیؒ نے جو بیان کیا وہی اقرب الی الصواب ہے کیونکہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم کا اعزاز بہر حال انہی لوگوں کے پاس ہے۔

دلیل خامس کا جواب:۔

کسی بھی شے کی حرمت کے ثبوت کے لئے قطعی اور غیر مبہم دلائل کی ضرورت ہوتی ہے ظنی یا مبہم دلائل سے حرمت کا ثبوت اصول اجتہاد کے منافی ہے۔ زیر بحث دلیل خامس جسے امام طبرانیؒ نے مسند میں نقل فرمایا۔ سنداً کمزور ہے حافظ ابن حجرؒ، ملا علی قاریؒ، شمس الحق عظیم آبادیؒ، عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ اور امام زین الدین عبدالرؤف المناویؒ نے اس حدیث مبارکہ کے متعلق فرمایا۔

وفی اسناده لین۔ اس کی اسناد کمزور ہیں۔

(فتح الباری جلد۱۰ ص ۳۵۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ)

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد۱۳ص۱۸۸)

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جلد۱۱ص۷۹دار الکتب العلمیۃ بیروت۱۴۱۵ھ)

(تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی جلد۵ص۳۵۶دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر،جلد۲،ص۸۰۵مکتبہ الامام الشافعی الریاض۱۴۰۸ھ)

اس روایت کی تمام اسناد پر الحافظ ابی الفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو بحث کی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

قال الذين العراقي في شرح ترمذي، فيه الوضين، بن عطا ضعيف، وقال ابن حجر يعني الحافظ في الفتح، عنده لين، وقال في الميزان قال ابو حاتم، هذا حديث موضوع، وذلك لان فيه جعفر بن محمد بن الفضل وهو الدقاق وقال الذهبي كذبه الدارقطني، و محمد سليمان بن ابی داؤد ابو خاتم: منكر الحديث

(المداوی لعلل الجامع الصغیر وشرحی المناوی جلد۶ص۱۹۰،۱۹۱،حرف المیم دار الکتب العلمیۃ بیروت۱۹۹۶ھ)

عراقی نے شرح ترمذی میں کہا اس روایت کے راوی وضعین ہیں، ابن عطا ضعیف ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس روایت کو ۔۔۔۔ کمزور کہا۔ میزان میں ابو حاتم کے حوالے سے کہا یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ اس میں جعفر بن محمد بن الفضل ہے اور وہی الدقائق ہے۔ ذہبی نے کہا اسے دارقطنی نے کذاب قرار دیا امام ابو خاتم نے سلیمان بن ابی داؤد کو منکر الحدیث کہا۔

دلائل مذکورہ پر تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سیاہ خضاب کی حرمت کے لئے جتنی روایات پیش کی گئیں وہ اپنے حکم کے ثبوت کے لئے نہایت کمزور ہیں۔ یہ روایات یا تو موضوع ہیں یا ضعیف اگر ان روایات کو درجہ صحیح پر بھی لایا جائے تب بھی ان کا مفہوم حرمت کے لئے واضح نہیں اسی لئے شارحین نے ان تمام روایات کی حرمت پر دلالت کی نفی فرمائی ہے۔

الشیخ محمد بن علی الشوکانی القاضی لا يجدون ريح الجنة اور سود الله وجهه والی روایات کو نقل فرما کر ان کی توضیح فرماتے ہیں۔

لا دلاله فيه على كراهة الخضاب بالسواد بل فيه الاخبار عن قوم هذه صفتهم و عن حديث جابر جنبوه السواد بانه ليس في حق كل احد۔

ان روایات میں سیاہ خضاب کی کراہیت پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس میں ان لوگوں کی خبر ہے جن میں یہ نشانی پائی جاتی ہے اور حضرت جابر کی روایت ہر ایک کے حق میں وارد نہیں ہوئی۔

سود اللہ وجھہ پر فرماتے ہیں:

قال الحافظ و سنده لين ويمكن تعقب الجواب الاول بان يقال ترتيب الحكم على الوصف مشعر بالعلية وقد وصف القوم المذكورين بانهم يخضون بالسواد ويمكن تعقب الجواب الثاني بانه مبنى على ان حكمه على الواحد ليس حكما على الجماعة و فيه خلاف معروف في اصول۔

(نیل الاوطار من احادیث سید الاخیار شرح منتقی الاخبار، کتاب الطہارۃ، باب تغیر الشیب بالحناء والکتم ونحوھما وکراھۃ السواد۔)

حافظ بن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو لین کہا اور پہلے جواب کے ذریعے تعقب اس طرح ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس وصف پر حکم لگایا گیا ہے حقیقتاً ایسا نہیں بلکہ یہ اس قوم کا وصف بیان کیا جا رہا ہے جو سیاہ خضاب کرتے اور دوسری جواب کے ذریعے ایسے تعقب کیا جاسکتا ہے کہ سیاہ خضاب کی ممانعت کا حکم فردواحد کے لئے تھا نہ کہ اس کا اطلاق جماعت پر ہوتا ہے اور اس میں اصولاً اختلاف موجود ہے۔

سیاہ خضاب کے جواز پر دلائل:۔

علماء کے ایک گروہ کے ہاں سیاہ خضاب کا استعمال جائز ہے۔ممانعت صرف ایسے شخص کے لئے ہے جو سن رسیدہ ہو جیسا کہ حضرت ابوقحافہ کی روایت سے ہے۔دوسری صورت میں اس کی ممانعت تب ہے جب نکاح کے وقت بڑھاپا چھپانے اور عورت کو دھوکہ دینے کی غرض سے ہو جیسا کہ ناسخ الحدیث ومنسوخہ کے بعض نسخوں میں اس باب کا عنوان ہی الخداع فی النکاح ہے۔ان دوصورتوں کے علاوہ سیاہ خضاب کا استعمال جائز ہے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبریؒ المتوفی ۳۱۰ھ اپنی سند سے حدیث نقل فرماتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ ان احسن مااختضتم به لهذا السواد: رغب نسائكم واهيب لكم في صدور عدوكم

(تہذیب الآثار الجزء المفقود جلد ۱، ص ۴۸۶ رقم ۹۰۹ دار المامون دمشق ۱۴۱۶ھ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! بہترین رنگ جس سے تم خضاب کرتے وہ سیاہ ہے، تمہاری عورتوں کو تمہاری طرف راغب کرنے اور تمہارے دشمنوں کے دلوں پر تمہاری ہیبت قائم کرنے کے لئے ہے۔

۲۔ حکیم ترمذی نے اسی روایت کو الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ اپنی سند سے نقل فرمایا۔

عن صهيب قال، قال رسول الله ﷺ اختضبوا بالسواد فانه انس للزوجة و مكيدة للعدو۔
(الحنیات جلد۱،ص۱۴۱ باب الخضاب السواد۔)

حضرت صہیب رضی اللہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سیاہ رنگ سے خضاب کیا کرو پس یہ تمہاری عورتوں کے لئے، تمہارے لیے رغبت اور دشمنوں پر رعب قائم کرنے کے لئے ہے۔

۳۔ امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزارؒ المتوفی ۲۹۲ھ نے اسی مضمون کی روایت اپنی سند سے ان الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بیان فرمائی۔

قال رسول الله ﷺ عليكم بخضاب السواد فانه أرهب لكم في صدوركم و ارغب نسائكم فيكم۔
(البحر الزخار جلد۶ ص۳۳، رقم ۱۸۵۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم پر سیاہ خضاب کا استعمال لازم ہے۔ یہ تمہارے دشمنوں کے دلوں پر رعب اور تمہاری عورتوں کو تمہاری طرف راغب کرنے والا ہے۔

۴۔ صاحب صحاح ستہ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی المتوفی ۲۷۳ھ اپنی سند کے ساتھ اس روایت کو نقل فرماتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ ان احسن ما اختضتم به لهذا السواد ارغب نسائكم فيكم و رهيب لكم في صدور عدوكم۔
(سنن ابن ماجہ، باب الخضاب بالسواد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بہترین خضاب جس سے تم خضاب کرتے ہو سیاہ ہے، تمہاری عورتوں کو تمہاری طرف راغب کرنے اور تمہارے دشمنوں کے دلوں پر تمہارا رعب ڈالنے کے لئے ہے۔

اسی روایت کی بناء پر امام قاضی ابو یوسفؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔

اخرجه ابن ماجه و اخرجه ايضا الشاشي قال الوحيدي هذا اسناد حسن

اس روایت کو ابن ماجہ اور الشاشی نے نقل کیا ہے اور وحیدی نے کہا اس کی اسناد حسن ہیں۔

(جامع الاحادیث جلد۷، ص۱۴۲ رقم ۵۹۹۶، جمع الجوامع جلد۱، ص۶۹۸۵ رقم ۷۳۳)

مسند الصحابۃ فی الکتب الستعہ جلد۴۶، ص۳۲۸ رقم ۳۴۴۳ اور مسند الشاشی جلد۲ ص۳۸۶ میں بھی یہ روایت محدثین کی

اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کی گئیں۔

۵۔ محدث ابن شاھین کی حدیث نمبر ۶۰۷ جو ابن عمر سے مروی ہے اس میں بھی سیاہ خضاب واضح دلیل ہے۔

سیاہ خضاب اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم :۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین بھی خضاب کا استعمال فرماتے البتہ رنگ اور نوعیت مختلف ہوتی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم کا استعمال فرماتے۔

(فتح الباری جلد ۱، ص ۳۵۰)

اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بالوں کو اپنی قدرتی حالت پر رکھنا پسند فرماتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب کا استعمال فرماتے۔

(المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب المسلم القرطبی جلد ۷، ص ۱۰۰ باب صبغ الشعر والنھی عن تسویدہ۔)

آپ رضی اللہ عنہ نہ صرف استعمال فرماتے بلکہ اس کی ترغیب بھی دلاتے۔

قال عمر رضی اللہ عنہ اختضبوا بالسواد فانه انس للنساء و هيبة للعدو۔

حضرت عمر نے فرمایا۔ سیاہ رنگ سے خضاب کیا کرو یہ تمہاری عورتوں کے لئے رغبت ہے اور دشمن کے لئے رعب کا باعث ہے۔

(المنھیات حکیم ترمذی جلد ۱، ص ۴۱ عمدۃ القاری، جلد ۱۸ ص ۹۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب کا استعمال فرماتے تھے۔

(المفھم لما اشکل من تلخیص المسلم القرطبی جلد ۷ ص ۱۰۰)

(عمدۃ القاری جلد ۱۸، ص ۹۷، مکتبہ توفیقیہ القاہرہ، شرح سنن ابن ماجہ السیوطی جلد ۱، ص ۲۵۸ قدیمی کتب خانہ کراچی۔)

اہلِ بیت اور سیاہ خضاب :۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک روایت کے مطابق بالوں کو خضاب نہیں فرماتے تھے لیکن خاندان رسول ﷺ کے کثیر افراد سیاہ خضاب کا استعمال فرماتے بلکہ وہ سیاہ خضاب کے متعلق کیا ارشاد فرماتے امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر النمریؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وقد خضب بالسواد الحسن والحسين و محمد بنو علی بن ابی طالب و قال عبدالاعلی سالت بن الحنفية عن الخضاب بالوسمة فقال خضابنا اهل البيت۔	امام حسن امام حسین اور محمد بن علی بن ابی طالب سیاہ خضاب کیا کرتے تھے۔ عبدالاعلی نے کہا میں نے محمد بن حنیفہ سے وسمہ کے خضاب کے متعلق پوچھا انہوں نے جواب دیا یہ ہم اہل بیت کا خضاب ہے۔

(الاستذکار جلد ۸، ص ۴۴۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابن عبدالبرؒ کے علاوہ امام طحاویؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام حسین کے متعلق سیاہ خضاب کے استعمال کا بیان فرمایا۔

روی عن الحسين بن علی رضی الله عنهما ايضا انه كان يخضب بالسواد	حسین بن علی سے روایت ہے حسین بن علی سیاہ خضاب کیا کرتے تھے۔

(بیان مشکل الاثار جلد ۹، ص ۶۷)

امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ حضرت محمد بن الحنفیہؒ کے الفاظ اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں۔

عن عبدالاعلی قال سالت ابن الحنفيه عن الخضاب الوسمة فقال هی خضاب بنا اهل البيت	عبدالاعلی روایت کرتے ہیں میں نے محمد بن حنیفہ سے سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا یہ ہم اہل بیت کا خضاب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸، ص ۲۴۹ رقم ۲۵۵۲۷)

درج ذیل محدثین نے اہل بیت کے متعلق سیاہ خضاب کی روایات بیان فرمائی ہیں۔

۱۔	امام الحسین بن مسعود البغویؒ	شرح السنۃ جلد ۱۲ ص ۹۴ المکتب الاسلامی دمشق ۱۴۰۳ھ
۲۔	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینیؒ	عمدۃ القاری جلد ۱۸ ص ۹۷ مکتبہ توفیقیہ القاہرہ ۲۰۱۰ھ
۳۔	امام ابوالولید الباجی المالکیؒ	المنتقی شرح موطا، جلد ۴ ص ۳۷۵
۴۔	امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ	المصنف جلد ۸، ص ۲۴۹ رقم ۲۵۵۲۰ تا ۲۵۵۳۱
۵۔	عمر بن ابراہیم الانصاری القرطبیؒ	المفہم جلد ۱۷ ص ۱۰۰
۶۔	امام جلال الدین السیوطیؒ	شرح سنن ابن ماجہ، جلد ۱، ص ۲۵۸ قدیمی کتب خانہ کراچی
۷۔	امام ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذیؒ	شرح سنن ابن ماجہ، جلد ۱، ص ۲۵۸ قدیمی کتب خانہ کراچی
۸۔	امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانیؒ	المصنف، جلد ۱۱ ص ۱۵۵ رقم ۲۰۱۸۴، المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۳ھ

ان کے علاوہ صحابہ کرام اور تابعین میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر، نافع بن جبیر، موسیٰ بن طلحہ،

ابوسلمہ، محمد بن علی، علی بن عبداللہ بن عباس، عروہ بن زبیر، ابن سیرین، ابو بردہ رضی اللہ عنھم سیاہ خضاب کا استعمال کرتے۔ مراجع سابقہ حوالہ جات کے لئے ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

متعارض روایات میں تطبیق:۔

تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ سیاہ خضاب کا استعمال خلفاء راشدین، اہل بیت اطہار اور عامۃ الصحابہ والتابعین میں معروف تھا اور پھر سیاہ خضاب کے جواز کی روایات بھی ان ہی حضرات سے منقول ہیں۔ اب اگر ممانعت خضاب کی روایات کو بھی صحیح تسلیم کرلیا جائے تو ہردوطرح کی روایات معارض ہوں گی پس ان میں تطبیق دیتے ہوئے دونوں پر عمل کو برقرار رکھا جائے گا، اس باب کی روایات کا خلاصہ اوران کے درمیان تطبیق ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آپ ﷺ نے یہود ونصاریٰ کی مخالفت میں خضاب کا حکم ارشاد فرمایا۔

۲۔ بالوں کو رنگنے کا حکم وجوبی نہیں استحباب پر مبنی ہے۔

۳۔ صحابہ کا ایک گروہ ترک خضاب کو افضل قرار دیتا ہے جن میں حضرت مولا علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور سلمۃ بن الاکوعؓ شامل ہیں۔

۴۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابوہریرہ رضوان اللہ اجمعین کے ہاں بالوں کو رنگنا افضل عمل ہے۔

۵۔ صحابہ وتابعین کی ایک کثیر تعداد سیاہ خضاب کا استعمال کرتی تھی۔

سیاہ خضاب کی متعارض روایات میں تطبیق:۔

آپ ﷺ سے سیاہ خضاب کے جواز وعدم جواز پر ہردوطرح کی روایات مروی ہیں۔ ان روایات کی استنادی حیثیت سے صرف نظر کرتے ہوئے۔ ان کے درمیان تطبیق دی جائے گی کیونکہ مقدمین ومتاخرین نے بہر حال ان روایات سے ہی اپنے اپنے موقف پر حجت قائم کی ہے ان روایات کے درمیان دوطرح سے تطبیق وتوفیق دی جائے گی۔

اوّل:۔

باب کی تحقیق میں ابتدأیہ ذکر کیا گیا کہ ابن شاھین رحمہ اللہ کی اس باب کے مختلف نسخوں میں اس باب کا عنوان الخدع فی النکاح رکھا گیا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر عورت کو دھوکہ دینے کی غرض سے سیاہ خضاب کیا جائے تو یہ درست نہیں۔

امام الحسین بن مسعود البغویؒ اپنی سند کے ساتھ امام ابن سیرینؒ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

عن محمد بن سيرين لا اعلم بخضاب السواد باسا الا ان يغربه رجل امراة
(شرح السنۃ جلد۱۲،ص۹۴،المکتب الاسلامی،بیروت ۱۴۰۳ھ)

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ سیاہ خضاب کے استعمال میں کوئی حرج نہیں سوائے اس سے کہ کوئی مرد کسی عورت کو دھوکہ دینا چاہیے۔

اسی طرح الشیخ الفقیہ الامام العالم المحدث عمر بن ابراہیم الانصاری القرطبی رحمہ اللہ سیاہ خضاب کی کراہیت کا سبب بیان فرماتے ہیں۔

قلت وهو الظاهر من هذا الحديث و قد علل ذلك بانه من باب التدليس على النساء
(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم جلد۷،ص۱۰۰)

میں نے کہا اس حدیث سے ظاہر ہے اس کراہیۃ کی علت عورتوں کو دھوکہ دینے کے سبب ہے۔

دوئم:۔

امام شہاب زہریؒ کا قول نقل فرماتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانیؒ نے سیاہ خضاب کی کراھیۃ کا دوسرا سبب بیان فرمایا۔

كنا نخضب بالسواد اذا كان الوجه جديد فلما نغض الوجه والاسنان تركناه

جب تک ہمارے چہرے تروتازہ تھے تو ہم سیاہ خضاب کرتے تھے جب ہمارے چہرے اور دانت کمزور ہو گئے ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

اور پھر امام ابن ابی عاصمؒ کا قول بھی ذکر فرماتے ہوئے امام ابن حجرؒ اسی جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

عن حديث جابر جنبوه السواد بانه فی حق من صار شيب راسه متشبا ولايطرد ذالك فی حق كل احد
(فتح الباری جلد۱،ص۳۵۵،دارالمعرفۃ بیروت)

حضرت جابر کی روایت جس میں سیاہ خضاب کی ممانعت کا ذکر ہے یہ اس شخص کے حق میں ہے جس کے سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں یہ حکم ہر ایک کے حق میں جاری نہیں ہوگا۔

اسی لئے امام الحکیم الترمذیؒ نے حالت پیری میں اس کی ممانعت کی وجہ بھی بیان فرمادی تھی جس کا ذکر سابق کیا جاچکا ہے اور پھر اگر یہ سبب نہ پایا جائے تو ممانعت کی روایات کے متعلق فرمایا۔

فمن التزين ان يخفى شيبه ويخضه بسواد فان كان لهذا يفعله فهو خارج من النهى عندنا
(المنھیات جلد ا،ص ۴۲، باب الخضاب السواد)

زینت کے لیے سفید بالوں کو چھپانا اور انہیں سیاہ خضاب کرنا اگر حالتِ شباب میں ہو تو یہ سیاہ خضاب کی ممانعت سے خارج ہے۔

امام زہری، امام ابن سیرین جیسے جلیل القدر تابعین نے سیاہ خضاب کی ممانعت کی اصل علتیں واضح کر دیں۔

۱۔ نکاح کے موقع پر مرد کا سن رسیدہ ہونے کے باوجود سیاہ خضاب کے ذریعے عمر چھپا کر عورت کو دھوکہ دینا۔

۲۔ حالت پیری میں اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کئے گئے وقار کو ظاہر نہ کرنا۔

لہٰذا ان دو اسباب کے پیش نظر ائمہ کرام نے سیاہ خضاب کے استعمال کی ممانعت فرمائی لیکن یہ ممانعت کراہیت کی حد تک ہے جو کہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی کیونکہ مکروہ تحریمی کے لئے جن دلائل کی ضرورت ہوتی ہے یہ روایات اپنی استنادی حیثیت کے مطابق اس معیار پر پورا نہیں اترتیں۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ المتوفی ۳۱۰ھ بالوں کو رنگنے کے متعلق ہر دو طرح کی روایات پیش فرمانے کے بعد ان روایات پر مختصر مگر جامع تبصرہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔

☆...... بالوں کو (مہندی، کتم وغیرہ سے) خضاب کرنے والی روایات اور اس فعل سے ممانعت کی روایات بعض حالتوں میں عام اور بعض حالتوں میں خاص ہے، البتہ فرمایا کہ "ان جميعها صحيح" تمام متعارض روایات درجہ صحت کی ہیں۔

☆...... یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں بالوں کو رنگنے کے متعلق بیان فرماتے ہیں۔

اذ كان الامر من رسول الله ﷺ ندبالا فرضا وارشادا لا ايجابا

یہ حکم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے مستحب تھا نہ کہ فرض تھا اور یہ حکم اس بات کو پہنچانے کے لیے تاکیداً تھا نہ کہ وجوباً

☆...... اگر کسی سبب اس فعل کی ممانعت ہے تو اس ممانعت کا حکم بیان کرتے ہیں۔

اذ كان النهى عن ذلك من رسول الله ﷺ كان تكريها لا تحريما لا جماع سلف الامة و خلفها على ذلك

اگر رسول کریم ﷺ سے اس کی ممانعت تھی تو اسے محض کراہیۃ تحریمی پر معمول نہیں کیا جائے گا بلکہ تنزہی پر معمول ہوگا اور ایسا حکم ائمہ سلف و خلف سے ثابت ہے۔

☆...... اجازت و ممانعت کا حکم نسخ کا احتمال نہیں رکھتا بلکہ جوانی، بڑھاپے، بالوں کے بالکل سفید، یا سیاہ و سفید ہونے کے سبب مختلف ہے۔

☆...... سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کے استعمال کی اجازت عطا فرمائی۔

☆...... بالوں کو خضاب کرنے کے لئے عام رنگوں کے ساتھ ساتھ سیاہ خضاب بھی بلا کراہیت جائز ہے۔ روایات سے اس کی اجازت ثابت ہے اور ائمہ اہل بیت کا معمول ہے۔

☆...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشتر روایات مہندی وکتم کے خضاب کے متعلق ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہندی کا خضاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ خضاب ہے۔

☆...... مجاہدین کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال افضل ہے۔

☆...... اکابر صحابہ کے نزدیک اگر عورت کا اپنے مرد کے لئے بناؤ سنگار مستحب ہے تو مرد کا اپنی زوجہ کی خاطر سیاہ خضاب کا استعمال بھی یقیناً مستحسن ہوگا۔

(تہذیب الآثار جلد ۱، ص ۴۸۶ تا ۵۱۷ الجزء المفقود، دار المامون سوریا ۱۴۱۶ھ)

امام ابوجعفر الطبریؒ کی تحقیق کا خلاصہ پیش کیا گیا۔ احادیث میں جہاں سیاہ خضاب کی ممانعت کا بیان وارد ہوا ان روایات کی فنی حیثیت بھی نہایت اختصار کے ساتھ پیش کر دی گئی اور پھر اگر ان روایات کی صحت محفوظ بھی ہو تب بھی اس ممانعت کی وجوہات عرض کر دی گئیں کہ

۱۔ سن رسیدہ افراد کا حالت پیری میں سیاہ خضاب کا استعمال۔

۲۔ عورت کو دھوکہ دینے کے لئے عمر چھپانے کی غرض سے سیاہ خضاب کا استعمال

دوسری طرف اگر یہ اسباب نہ پائے جائیں تو سیاہ خضاب کا استعمال بلا کراہیۃ جائز ہے صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد کا معمول یہی رہا اور یہی معمول یقیناً اسی وقت تک تھا جب تک عمریں اس حد تک نہ پہنچ گئیں جہاں بالوں میں سیاہی بالکل باقی نہ رہی ورنہ اگر سیاہ خضاب کی حرمت یا کراہیت ثابت ہوتی تو اخیار امت سے اس فعل کا صدور کیسے ممکن تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نور اور اسوہ حسنہ ہر دور اور ہر زمانہ پر محیط ہے فی زمانہ ادھیڑ عمر تو کجا نوجوانوں میں بھی بالوں کی سفیدی کا مرض لاحق ہے اب اگر سیاہ خضاب کو مطلق حرام کہہ کر اس کے استعمال پر پابندی عائد کی جائے اور اس پر مستزاد تشدد بھی برتا جائے تو یقیناً ایسا عمل معاشرے پر مثبت اثر رونما نہیں کرے گا۔ فقہاء و مفتیان عصر سے گزارش ہے کہ اس باب میں نرمی اور اعتدال کی راہ اختیار کی جائے تاکہ اسلامی اقدار اپنا اصل حسن برقرار رکھ سکیں۔

باب : ۸۰

بَابٌ فِي قَتْلِ الْمُعَاهَدِ

مستامن کے قتل کے بیان میں

611۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ الْمُجَدَّرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا«

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کافر اور اس کے قاتل کو کبھی آگ میں اکٹھا نہیں کیا جاتا۔

تخریج حدیث ۔(۱) مسند احمد جلد۲، ص۲۶۳، ۲۶۸ (۲) صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من قتل کافر اثم سدد (۳) سنن ابی داود، کتاب الجہاد

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

612۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَسَّانَ بْنِ جَبَلَةَ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الزِّيَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدَةً بِغَيْرِ حِلِّهَا حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ، أَنْ يَشُمَّ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ مِائَةِ عَامٍ«

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس نے کسی ذمی کو ناحق قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے جنت کی خوشبو حرام فرما دی اور بے شک اس کی خوشبو سو سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے۔

تخریج حدیث ۔(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد۵، ص۳۶ (۲) مصنف عبدالرزاق جلد۱۰، ص۶۲، ۴۶۲، کتاب الجامع باب من قتل نفسہ (۳) المعجم الاوسط جلد۳ ص۴۳۷ (۴) السنن الکبری، کتاب القسامۃ جلد۷، ص۱۳۳ (۵) صحیح ابن حبان جلد۱۱، ص۲۳۸ کتاب السیر (۷) المستدرک، جلد۱، ص۴۴

613۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرَحْ رِيحَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا«

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی ذمی کو ناحق قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا اور بے شک اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب اثم من قتل (۲) سنن ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب من قتل معاہدا (۳) مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدیات، باب فی قتل المعاہد (۴) السنن الکبری، کتاب القسامۃ، باب ماجاء فی ام من قتل ذمی (۵) سنن نسائی جلد ۲ ص ۲۴۲ (۶) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۳۲۔

تحقیق

ایسا غیر مسلم جو دارحرب سے دار اسلام میں آیا ہو اور مسلمانوں سے عارضی طور پر امن حاصل کرے اسے معاہد کہا جاتا ہے، مسلمانوں پر اس کا قتل کرنا حرام ہے، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوبکر، عبدالرحمٰن الثقفی اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھم سے روایت کردہ تین احادیث مبارکہ کا یہ مختصر باب مستامن کے قتل کی مذمت میں وارد ہوا۔

ذمی اور مستامن میں فرق:۔

ذمی ایسا کافر جس نے دارالاسلام میں جزیے کے عوض مستقل پناہ لی ہو اور ادا شدہ ٹیکس کے عوض وہ ملک میں آزادانہ نقل حرکت کرتا ہو حکومت اسلامیہ کے ذمے اس کی جان، مال اور عزت کی حفاظت لازم ہو جبکہ ایسا حربی کافر جس نے بغیر کسی معاوضے یا ٹیکس کے دارلاسلام میں عارضی پناہ لے رکھی ہو اور اس کی نقل وحرکت ذمی کی طرح آزادانہ نہ ہو اور معاہدہ کے اختتام پر وہ دارالحرب روانہ ہو جائے ایسا شخص معاہد یا مستامن کہلاتا ہے۔

کتب فقہ اور شروح احادیث میں ذمی اور مستامن کے احکام مذکورہ تعریف میں اکثر مقامات پر تخصیص کے بغیر بیان ہوئے ہیں لہٰذا ان کے متعلق احکامات اختصار کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

ذمی اور معاھد کے قصاص میں ائمہ کا مذہب:۔

امام مالک بن انسؒ، امام محمد بن ادریس الشافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام الاوزاعیؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، ابوعبیدؒ اور ابن المنذرؒ کے نزدیک کسی بھی مسلم قاتل کو ذمی یا معاھد کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا صحابہ میں سے یہ مذہب حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت مولا علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنھم کا ہے جبکہ تابعین میں عطا، حسن بصری، اللیث، عکرمۃ، شہاب الزہری، ابن شبرمۃ کا موقف بھی یہی ہے۔ داؤد ظاہری کے ہاں بھی یہی رائے اقرب

الی الصواب ہے۔

(الاستذکار جلد ۱، ص ۵۱۹۹ الحاوی فی فقہ الشافعی جلد ۱۲ ص ۱۰ الشرح الکبیر جلد ۹ ص ۳۶۰)

امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسنؒ الشیبانی، ابن ابی لیلی عثمان البیتیؒ ذمی کے قتل کے بدلے مسلمان مقتول کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں البتہ مستامن مقتول کے قصاص میں مسلم قاتل کو ان ائمہ کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا۔

امام کمال الدین ابن ہمامؒ فرماتے ہیں۔

یقتل المسلم بالذمی عندنا لا بالمستأمن

مسلمان (قاتل) کو ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ مستامن (المعاھد) کے بدلے نہیں۔

(شرح فتح القدیر جلد ۷، ص ۴۲۰، دار الفکر بیروت)

(شرح مسند ابی حنیفہ ملا علی قاری جلد ۱، ص ۲۲۵)

ذمی اور معاہد کی روایت میں ائمہ کا اختلاف:۔

اہل ذمہ، معاہدین یہود و نصاریٰ کی دیت کے متعلق فقہاء امصار کے ہاں چار مذاہب رائج ہیں۔

اوّل:۔

مقتول یہود و نصاریٰ میں سے ہو یا اہل الذمہ یا معاہدین میں سے اس کی دیت ایک مسلمان کی دیت کے مساوی ہے۔ صحابہ میں سے یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور تابعین میں سے شہاب زہری کا ہے، فقہاء میں سے یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ الشیبانی کا ہے۔

دوئم:۔

اہل ذمہ، معاہدین، یہود و نصاریٰ کی دیت ایک مسلمان کی دیت کا نصف ہے، عمر بن عبدالعزیزؒ اور عروہ بن الزبیرؒ کا مذہب یہی ہے اور فقہاء میں سے یہ مسلک امام مالک بن انس کا ہے۔

سوئم:۔

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اگر کسی مسلمان نے غیر مسلم کو عمداً قتل کیا تو اس کی دیت کامل ادا کرے گا اور اگر وہ مقتول خطاءً قتل ہوا تو اس کی دیت نصف ہوگی۔

چہارم:۔

قتل عمداً ہو یا سہواً کافر کی دیت مسلمان کی دیت کا ثلث ہوگی۔ صحابہ میں سے یہ مذہب حضرت عمر، حضرت عثمان،

تابعین میں سے سعید بن المسیب، عطا اور فقہاء میں سے ابوثور، امام اسحاق بن راہویہ اور امام محمد بن ادریس الشافعی کا ہے۔
(الجوہرۃ النیرۃ جلد ۵، ص ۷ ابدایۃ المجتہد جلد ۲، ص ۴۱۴، احکام القرآن جصاص جلد ۳ ص ۲۱۲ الحاوی فی فقہ الشافعی جلد ۱۲، ص ۳۰۸)

امام ابن شاھین رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب میں صرف قتل معاھد کی مذمت میں روایات نقل فرمائی ہیں اور غیر مسلم کے قتل کے متعلق احادیث رسول ﷺ سے دیت یا قصاص کے حوالہ سے کسی بھی روایت کو پیش نہیں کیا۔ لہٰذا ذمی، معاھد یا کسی بھی غیر مسلم کے قصاص یا دیت پر حنفیہ کے دلائل کی بجائے صرف قتل کی مذمت پر روایات ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن حجر مکی الھیتمی رحمہ اللہ نے ذمی و معاھد کے قتل کو کبائر گناہوں میں شمار فرماتے ہوئے الزواجر عن اقتراف الکبائر میں االفاظ کے ساتھ باب باندھا۔

الکبیرۃ الثالثۃ عشر بعد الثلاثمائۃ قتل المسلم او الذمی المعصوم عمدا او شبہ عمد۔ تین سو تیرواں کبیرہ گناہ مسلمان یا معصوم ذمی کا عمداً یا شبہ عمد قتل کرنا ہے۔
(الزواجر جلد ۲، ص ۱۲۱ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام بخاریؒ، امام نسائیؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام ابن حبانؒ اور امام ترمذیؒ نے قتل معاھد کی مذمت میں جو روایات نقل فرمائیں امام ابن شاھین رحمہ اللہ نے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ وہ روایات نقل فرمادی ہیں ان روایات کے مراجع احادیث کی تخریج میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

امام ترمذی کی روایت:

من قتل نفسا معاھدا لھاذمۃ اللّٰہ و ذمۃ رسولہ فقد اخفر ذمۃ اللّٰہ ولا یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا لیوجد من مسیرۃ اربعین حریفا۔ جس نے کسی ایسی جان کو قتل کیا جس کا ذمہ اللہ اور اس کے رسول کے ہاں طے شدہ ہو تو اس نے اللہ کے ذمہ کو توڑ ڈالا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا بے شک اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے۔
(جامع ترمذی کتاب الدیات)

جن روایات میں ستر سال، سو سال، پانچ سو سال، یا ہزار سال کی مسافت کا ذکر ہوا ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

فی روایۃ مرت باختلاف وجدان ریحھا باختلاف الناس ومراتبھم روایات کا یہ اختلاف لوگوں کے مراتب کے اعتبار سے خوشبو سونگھنے سے ہے۔
(الزواجر باب فی قتل المعاھد جلد ۲، ص ۱۴۱۹)

باب : ۸۱

بَابٌ فِي تَقْيِيدِ الْعِلْمِ

حدیث کی کتابت کے بیان میں

614۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ زَيْدٍ الْفَرَائِضِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا لُوَيْنٌ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى، عَنْ عَمِّهِ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ«

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا علم کو تحریر سے محفوظ کرو۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع بیان العلم وفضلہ جلد ۱، ص ۸۶، (۲) تاریخ بغداد جلد ۱۰ ص ۴۶

615۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا طَالُوتُ بْنُ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْخَصِيبِ بْنِ جَحْدَرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي »لَا أَحْفَظُ شَيْئًا، فَقَالَ اسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ عَلَى حِفْظِكَ« يَعْنِي الْكِتَابَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک شخص نے نبی کریم علیہ السلام سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی چیز یاد نہیں رکھ سکتا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اسے یاد رکھنے کیلئے اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لے یعنی اسے تحریر کردیا کر۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الاوسط جلد ۱، ص ۴۴۶ (۲) جامع ترمذی، کتاب العلم، باب الرخصہ فیہ

616۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصَفًّى، قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُدْرِكٍ، قَالَ:

حضرت رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ علیہ السلام سے حدیثیں سنتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں۔

حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نَسْمَعُ مِنْكَ أَشْيَاءَ أَفَنَكْتُبُهَا؟ قَالَ: »اكْتُبُوا، وَلَا حَرَجَ«

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ لکھ لیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الکبیر جلد۴، ص۲۷۶ (۲) الکامل ابن عدی جلد۱، ص۳۶ (۳) تقیید العلم ۷۲ (۴) مجمع الزوائد جلد۱، ص۱۵۱

617۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، " أَكْتُبُ مَا سَمِعْتُهُ مِنْكَ؟ قَالَ: »نَعَمْ« قُلْتُ: فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ قَالَ: »نَعَمْ، فَإِنِّي لَا أَقُولُ فِي ذَلِكَ إِلَّا حَقًّا«

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے دادا سے روایت کرتے ہیں میں نے نبی پاک علیہ اسلام سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو آپ علیہ السلام سے سنتا ہوں اسے لکھ لیا کروں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے عرض کی آپ علیہ السلام کی رضا اور جلال دونوں حالتوں میں آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں میں اس سے (یعنی منہ مبارک سے) حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

تخریج حدیث۔(۱) شرح معانی الاثار، کتاب الکراھۃ، باب کتابۃ العلم ھل تصح (۲) مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جلد۱۱، ص۱۵۷، ۱۵۸ (۳) تقیید العلم ص۷۷

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

618۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ الْمُجَدَّرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا لُوَيْنٌ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ" : اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ يَأْذَنَ لِي أَنْ أَكْتُبَ الْحَدِيثَ، فَأَبَى أَنْ يَأْذَنَ لِي"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ السلام سے احادیث لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ علیہ السلام نے مجھے اجازت دینے سے انکار فرما دیا۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب العلم، باب فی کراھیۃ کتابۃ العلم (۲) شرح معانی الاثار، کتاب الکراھۃ، باب کتابۃ العلم تصلح امر لا (۳) سنن دارمی جلد۱، ص۱۱۹

619۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَهَى أَنْ يُكْتَبَ حَدِيثُهُ « قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا بَابٌ كَبِيرٌ وَهُوَ فِي كِتَابِ التَّارِيخِ بِتَمَامِهِ، وَالِاخْتِلَافُ فِيهِ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ كَثِيرٌ، وَالَّذِي يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمَنْسُوخَ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ نَهْيُهُ عَنِ الْكِتَابِ؛ لِأَنَّهُ رُوِيَ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَكْتُبُونَ وَأَهْلَ الْمَدِينَةِ لَا يَكْتُبُونَ، وَأَفْعَالُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ تَنْسَخُ أَفْعَالَ أَهْلِ مَكَّةَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی احادیث لکھنے سے منع فرمایا۔ شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یہ باب نہایت وسیع ہے یہ (میری) کتاب التاریخ میں موجود ہے۔ اس باب میں صحابہ اور تابعین کا شدید اختلاف ہے اور جو چیز (کتابت) کی منسوخیت پر دلالت کرتی ہے وہ حدیث ہے کیونکہ اہلِ مکہ سے روایت ہے کہ وہ کتابت کیا کرتے تھے اور اہلِ مدینہ حدیث کی کتابت نہیں کرتے تھے اور اہلِ مدینہ کا عمل اہلِ مکہ کے عمل کو منسوخ کرتا ہے۔

تخریج حدیث۔ (۱) سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب کتابة العلم (۲) تقیید العلم ص ۳۵

620۔ كَذَلِكَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعِينٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ كَانَ" أَهْلُ مَكَّةَ يَكْتُبُونَ، وَأَهْلُ الْمَدِينَةِ لَا يَكْتُبُونَ وَقَدِ اتَّخَذَ الْكِتَابَ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَأَمَرَ بِهَا مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ مَسْعُودٍ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ وَأَبُو جَعْفَرٍ، وَأَبَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ، وَجَمَاعَةٌ وَكَرِهَ الْكِتَابَةَ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَجَمَاعَةٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

حضرت جابر سے روایت ہے کہ اہل مکہ آپ علیہ السلام کی احادیث کی لکھا کرتے تھے اور اہل مدینہ نہیں لکھا کرتے۔ صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرضوان اللہ اجمعین کی جماعت نے اسے اختیار فرمایا اور اس کا حکم دیا ان میں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، امام حسن علیہ السلام، ابن عباس، ابن مسعود، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل، ابوجعفر، ابان بن ابی عیاش رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت شامل ہے۔ اور ایک جماعت نے اسے ناپسند کیا۔ ان میں ابوسعید الخذری، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت شامل ہے۔

تخریج حدیث۔ (۱) تفرد ابن شاھین فی روایة الحدیث (نفس المرجع)

تحقیق

"اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" کے پیغام الٰہی نے اہل ارض کی تقدیر بدلنے کا سماوی فیصلہ صادر فرما کر کتابت وتحریر کے شعور کو پھر سے بیدار فرما دیا۔ خطہ عرب صدیوں سے اس فن سے آگاہ تو تھا مگر قوت حافظہ ضرب المثل ہونے کے سبب کتابت کے تکلفات کی طرف طبعی میلان قلیل تھا۔ بعثت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت چند شرفاء عرب اس فن سے آگاہ تھے جن کا شمار آسانی سے کیا جا سکتا ہے، قرآن مجید کو ضبط تحریر میں لانے کیلئے یہی افراد نہایت کارگر ثابت ہوئے پھر ترویج دین کے ساتھ ساتھ فن کتابت بھی افراد کی دسترس میں آ گیا جس کے سبب یہ قلت کثرت میں بدل گئی، البتہ ابتداء آقا دو عالم ﷺ نے احادیث کی تحریر سے روک دیا، پھر اجازت ہوگئی احادیث مذکورہ میں باب کی تبویب خلاف اصل ہے مؤلف علیہ الرحمہ نے جن روایات کو مقدم ذکر کیا وہ درحقیقت موخر ہیں اور موخر الذکر آثار مقدم ہیں، محدثین کا موقف امام ابن شاہین کے مؤقف سے جدا ہے کیونکہ عامۃ الفقہاء ومحدثین کے ہاں تقید علم کی روایات مؤخر ہیں نہ کہ مقدم امام ابن القیم الجوزیہؒ فرماتے ہیں۔

قد صح عن النبی ﷺ النھی عن الکتابۃ والاذن فیھا والاذن متأخر فیکون ناسخا لحدیث النھی۔
(تعلیقا لسنن ابی داود جلد ۵، ص ۲۴۵)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کتابت کی ممانعت اور اجازت ثابت ہے البتہ اجازت کی روایات متاخر ہیں پس یہ روایات ممانعت کی ناسخ ہوں گی۔

ابن شاہین رحمہ اللہ نے باب کے اختتام پر اپنا مؤقف بھی پیش فرمایا اور ان صحابہ کرام کے اسماء بھی تحریر کر دیئے جن کے ہاں کتابت کی اجازت تھی اور وہ خود بھی ارباب قلم تھے اور ان کے اسماء بھی تحریر فرمائے جن کے ہاں یہ فعل پسندیدہ نہ تھا البتہ اس باب میں سرکار دو عالم ﷺ کی احادیث کے ساتھ ساتھ ممانعت پر صحابہ کرام کے اقوال وافعال بھی پیش کئے جائیں گے تا کہ جمیع اعتراضات کا احاطہ ہو سکے۔

کتابت احادیث کی ممانعت:۔

تقیدِ علم سے مراد احادیث رسول اللہ ﷺ کو ضبط تحریر میں لانا ہے اور اس ضمن میں روایات ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ امام ابن شاھین رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات ذکر فرمائیں جن میں انہیں کتابت سے منع فرمایا گیا ان روایات کے علاوہ مسلم کی معروف روایت وہ روایت ہے جسے تقریباً ہر ناقد وشارع نے اصل قرار دیا ہے۔

عن ابی سعید خدری، لاتکتبواعنی و من کتب عنی غیر القرآن فلیمحه (صحیح مسلم، کتاب الزہد والدقائق)	ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے ارشاد فرمایا۔ مجھ سے (حدیث) نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ لکھا وہ اُسے مٹا دے۔

انہی الفاظ کے ساتھ یہ روایت حضرت ابن عمر، ابن عباس، زید بن ثابت اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنھم سے بھی نقل ہوئی۔

۲۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا! جس کے پاس قرآن کے علاوہ کوئی تحریر موجود ہے میں اسے قسم دیتا ہوں کہ گھر لوٹ کے فوراً مٹا ڈالے کیونکہ پچھلی قومیں اسی وجہ سے تباہ ہوگئیں کہ انہوں نے اپنے رب کی کتاب چھوڑ دی تھی اور اپنے علماء کے قیل وقال کی پیروی میں لگ گئیں تھیں۔
(جامع بیان العلم وفضلہ)

۳۔ امام مالکؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث مدون کرنا چاہی مگر بعد میں فرمایا کتاب اللہ کے ساتھ اور کوئی کتاب نہیں ہونی چاہیے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں علقمہ حاضر ہوئے ان کے پاس ایک صفحہ تھا انہوں نے عرض کیا یہ ایک کاغذ ملا ہے اس میں اچھی اچھی باتیں لکھی ہیں ابن مسعود نے فرمایا لاؤ مجھے دوا سے پانی کے طشت میں ڈبو ڈبو کر ہاتھ سے تحریر مٹانے لگے اور یہ بھی فرماتے جاتے تھے ''نحن نقص علیك احسن القصص'' ہم نے عرض کیا ذرا کاغذ کو پڑھ تو لیجئے مگر وہ مٹاتے رہے پھر فرمایا قلب ایک ظرف ہے اور اس ظرف میں قرآن کے سوا کچھ نہ بھرو۔
(جامع بیان العلم وفضلہ)

امام ابن شاہین اور ابن عبدالبر کی نقل کردہ جمیع روایات کتابت احادیث کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں یہ وہی روایات ہیں جن پر مستشرقین ومنکرین احادیث کا تکیہ ہے لیکن نہ تو یہ آثار اپنے مفہوم میں عام ہیں اور نہ ہی کتابت کی ممانعت دائمی وابدی

ہے بلکہ ممانعت کے اسباب مختلف ہیں اور وہ اسباب فی نفسہ کتابت کی اجازت میں مانع ہیں فقہاء ومحدثین نے وہ اسباب بیان کئے ہیں۔

کتابتِ حدیث کی ممانعت کے اسباب

التباس واشتباہ بالقران:۔

نزول وحی کے ابتدائی زمانہ میں کتابت کو ناموس سماوی کے لئے مختص کرنے کی حکمت زبان نور سے نکلنے والے الفاظ کو التباس واشتباہ سے محفوظ رکھنا تھا اگر ایسا اقدام نہ کیا جاتا تو جلی وخفی وحی میں حد امتیاز قائم نہ رہتا۔امام محمد بن ابی بکر شمس الدین ابن قیم الجوزیہؒ فرماتے ہیں۔

من كتب عنى شيئا غير القرآن فلحيحه و هذا كان فى الاول الاسلام خشية ان يختلط الوحى الذى يتلى بالوحى الذى لايتلى ثم اذن فى الكتابة لحديثه

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد جلد ۳،ص ۴۵۷،موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۵ھ)

جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا تو وہ اسے مٹادے، یہ حکم اسلام کے اوائل دور میں وحی متلو اور غیر متلو میں اختلاط کے خوف سے تھا پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کو ضبط کتاب میں لانے کی رخصت ہوگئی۔

اس خطرے کی اصل علت مرجع و ماخذ کا ایک ہونا تھا کیونکہ وحی چاہے متلو ہو یا غیر متلو بہر حال اس کا ماخذ ذات سید انام محمد ﷺ تھا ابن قیم کے الفاظ اس مفہوم کے لئے دلیل ہیں اور احتیاط اس سبب بھی تھی کہ کہیں کلام ربانی اور کلام رسول علیہ السلام یکجا نہ ہو جائیں جس سے بعد کے لوگ ان میں تمیز و تفریق نہ کرسکیں اور غلو کر کے انہیں ایک ہی درجہ میں شمار نہ کرنے لگ جائیں۔خصوصاً دیہاتیوں ، اعرابیوں کو دینی بصیرت حاصل نہ ہونے کے سبب اندیشہ تھا کہ وہ اپنے صحیفوں کو قرآن سے ملحق کرلیں گے اور تحریر شدہ مواد کو کلام الٰہی سمجھنے لگ جائیں گے۔

۲۔اشتغال بالقرآن:۔

خطیب بغدادیؒ نے کتابت کی ممانعت کی ایک وجہ کاتب صحابہ کی اصل توجہ کا صرف کتابت واشتغال بالقرآن یعنی قرآن مجید کی کتابت قرار دیا کیونکہ ایسے سورما چند تھے جنہیں تحریر میں مہارت کی نعمت حاصل تھی۔

ان كراهة الكتابة فى الصدر الاول انما هى لئلا يضاهى بكتاب الله غير او يشغل عن القران۔

(تقیید العلم، ص ۵۷)

اوائل اسلام میں کتابت کی کراہیت قرآن مجید سے توجہ کے ہٹنے کے خدشے اور غیر قرآن میں مشغول ہونے کے سبب تھی۔

حضرت زید کو کتابت حدیث سے روکنے کی ایک وجہ یہی تھی کیونکہ اگر آپ علیہ السلام انہیں اس کام کی اجازت عطا فرما دیتے تو زید جیسا جید کاتب وحی متلو اور غیر متلو کی کتابت میں توازن قائم نہ رکھ سکتا۔

۳۔ قلة الفقه فى امتیاز الوحی:۔

حضرت ابو سعید خدریؓ یا ان ایسے دیگر صحابہ کرام کو احادیث رقم کر لینے سے روکا جانا حکمت سے خالی نہ تھا اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو رخصت دینا بصارت مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمدہ نمونہ تھا، ان اوامر و نواھی کے سربستہ رازوں سے امام محمد ابن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان يكون خص بهذا عبدالله بن عمرو لانه كان قارئا لكتب المتقدمة ويكتب بالسريانية والعربية وكان غيره من الصحابة أميين لايكتب منهم الا الواحد والاثنان واذا كتب لو يتقن ولم يصب التهجى، فلما خشى عليهم الغلط بما يكتبون نهاهم ولما امن على عبدالله بن عمرو ذالك اذن له

(تاویل مختلف الحدیث، ص ۳۶۷، دار الحدیث القاہرہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو کو اس اجازت کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ سابقہ آسمانی کتب پڑھنے والے تھے اور سریانی اور عربی زبان میں لکھنا جانتے تھے اور ان کے علاوہ صحابہ میں سے اکا دکا افراد لکھ پڑھ سکتے تھے اور اس میں بھی انہیں پوری مہارت نہ تھی حروف تہجی بھی صحیح لکھنے پر قادر نہ تھے چونکہ ان کی کتابت میں غلطی کا احتمال تھا لہٰذا انہیں منع کر دیا گیا اور عبداللہ کے معاملے میں ایسا کوئی خطرہ نہ تھا لہٰذا انہیں اجازت دے دی گئی۔

خطیب بغدادیؒ بھی ان کے نقطے کو مزید وضاحت سے بیان فرماتے ہیں۔

نهى عن كتب العلم فى صدر الاسلام وجدته لقلة الفقهاء فى ذلك الوقت والميزين بين الوحى وغيره۔

(تقیید العلم، ص ۵۷)

اوائل اسلام میں کتابت حدیث کی ممانعت اس وقت میں صحابہ کے درمیان فہم کی کمی اور وحی متلو اور غیر متلو کے درمیان عدم امتیاز کے سبب تھی۔

چونکہ فہم کے اعتبار سے صحابہ کے درمیان تفاوت تھا اگر رخصت ہو جاتی تو متفاوت الفہم اذہان آیات و احادیث کے

درمیان وہ امتیاز برقرار نہ رکھ سکتے جو اس وقت کی ضرورت تھی لہٰذا کم صلاحیت افراد اس رخصت سے محروم رکھے گئے اور باصلاحیت صحابہ کے لئے یہ ممانعت کسی دور میں عام نہ تھی، سو یہ قول تحقیق طلب ہے کہ ابتداء کتابت احادیث کی ممانعت تھی بعد میں رخصت ہوگئی۔ یہ رخصت تو تب بھی تھی پھر اس ممانعت کو بنیاد بنا کر جلیل القدر محدثین نے بھی ذخیرہ احادیث کو مدون کرنے کے لئے قوانین کو مرتب فرمایا گویا یہ ممانعت علم اصول حدیث اور اسماء الرجال کے لئے اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ممانعت کی روایات تخصیص کے لئے ہیں نہ کہ نسخ کے لئے۔

۴۔ا۔ا فضیلت القرآن:۔

سید مناظر احسن گیلانیؒ ممانعت کی ایک وجہ احادیث نبویہ علیہ التحیۃ الثناء پر کلام الٰہی کی فضیلت کو برقرار رکھنا قرار دیتے ہیں، بیان کرتے ہیں۔ اگر عہد نبوت ہی میں ان مکتوب احادیث کے اس کثرت سے مجموعے تیار ہو جائیں گے تو ان سے بتدریج پیدا ہونے والے احکام ونتائج اور قرآنی آیات سے پیدا ہونے والے احکام ونتائج میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اسلامی دین کے ان دونوں سرچشموں میں اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج واحکام کے مطالبہ کی قوتؔ وضعف کا جو فرق آج سارے جہاں کے مسلمانوں کا مانا ہوا مسلمہ مسئلہ ہے اس فرق کو باقی رکھنے کی کوشش میں یہ پہلا تاریخی اقدام تھا جو نبوت ہی کے عہد میں بارگاہ رسالت کی طرف سے اختیار کیا گیا۔

(تدوین حدیث ص ۳۴۸، ۳۴۹، مکتبۃ العلم لاہور)

کس قدر عمدہ اسلوب ہے اس حدیث ممانعت کی باریکیوں کو بیان فرمانے کا یقیناً یہ توجیہ بھی نہایت عمدہ اور روایت کے فہم کے لئے مفید ہے۔

۵۔ محافظت الحافظۃ:۔

ریگزار عرب کی گرم مرطوب آب وہوا اگرچہ حیات انسان وحیوان کو یکسر پریشان رکھتی تھی مگر ان ریتلے علاقوں کے باسی قوت حافظہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ کتابت وتحریر کے فن میں پائیداری نہ ہونے کا ایک سبب ان کا اپنے حافظے پر ایسا اعتماد تھا کہ قصائد، قصص حرب، انساب انہیں ازبر ہوتے، ذہانت میں یہ کمال اسی سبب تھا کہ یہ اپنے حافظے کو ہما وقت اس کا خوگر بنائے ہوئے تھے اگر اس اعتماد کو صفحۂ ذہن سے قرطاس پر منتقل کیا جاتا تو یقیناً نعمت خداوندی اپنی اصل مضبوطی کھو دیتی، کتابت احادیث کی ممانعت کی ایک وجہ بیان کرتے ہوئے تاریخ حدیث ومحدثین کے مؤلف فرماتے ہیں۔

کتابت حدیث سے منع کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ صحابہ کی قوت حافظہ ضائع نہ ہو جائے اگر وہ لکھنا شروع کر دیتے تو تحریر پر بھروسہ کر کے وہ قوت حافظہ سے کام لینا چھوڑ دیتے ہیں اور اس طرح رفتہ رفتہ ان کی قوت حافظہ جواب دے دیتی۔

(تاریخ حدیث ومحدثین مترجم، ص ۱۶۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۶۔ کتابت القرآن والحدیث فی المصحف الواحد:۔

کتابت حدیث کی ممانعت کی ایک وجہ وحی متلو و غیر متلو ایک ہی جگہ لکھ دینے کے سبب ہوئی امام خطابیؒ فرماتے ہیں۔

انما نهى ان يكتب الحديث مع القرآن في صحيفة واحد لئلا يختلط به ويشتبه۔

یہ ممانعت حدیث کو قرآن کے ساتھ ہی ایک جگہ تحریر کرنے کے سبب تھی تا کہ اختلاط و اشتباہ نہ پیدا ہو جائے۔

(معالم السنن جلد ۴، ص ۱۸۴)

مذکورہ بالا چھ اسباب سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ ممانعت نہ تو عام تھی نہ ہی اس ممانعت کا دائرہ کار اتنا وسیع تھا جتنا سمجھ لیا گیا ہے۔ سرکار دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی روایات کے ساتھ ساتھ صحابہ کی ممانعت اور اس کام پر سختی کی وجوہات بھی یہی تھیں وگرنہ خود اکابر صحابہ و تابعین کے مکتوب صحیفے دور رسالت علیہ السلام میں ہی محفوظ و معروف تھے لہٰذا ان ممانعت کی روایات کو بنیاد بنا کر کتابت حدیث کے فقید المثال اور وسیع الافادہ کام پر تنقید کرنا حکمت اسلام سے ناآشنائی ہے۔

اکابر صحابہ و تابعین کے مکتوب صحیفے:۔

بحث کے اختتام پر عہد رسالت صحابہ کے معروف صحیفوں کا مختصر جائزہ ملاحظہ فرمائیں تا کہ کتابت حدیث پر صحابہ، تابعین کے اجماع کا حال واضح ہو جائے۔

۱۔ صحیفہ عمرو بن حزمؓ:۔

فرائض، سنن، صدقات و دیات کی روایات پر مشتمل روایات تو آقا کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو نجران کی جانب روانگی پر خود املا کروائے۔

۲۔ کتاب الصدقہ:۔

سرکار عالم علیہ الصلوۃ والسلام کا املا شدہ صحیفہ جو عمال کی جانب بھیجنے کے لئے تحریر کروایا گیا۔

۳۔صحیفہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم:

آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے،

ما کتبنا عن رسول الله ﷺ الا القرآن و ما فی هذه الصحيفة میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوائے قرآن اور اس صحیفے کے کچھ بھی تحریر نہیں کیا۔

(بخاری، کتاب العلم)

۴۔الصحیفہ الصادقہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا وہ معروف صحیفہ جو کسی تعارف کا محتاج نہیں جو آقا کریم علیہ السلام کی اجازت سے مرتب کیا۔

۵۔صحیفہ یمنیہ:۔

اہل یمن کی جانب، نکاح، طلاق اور غلاموں کے متعلق روایات کا ایک مجموعہ ارسال کیا گیا جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے حکم وارشاد سے محفوظ کیا گیا۔

(ترمذی، کتاب الزکوٰۃ، ابوداؤد، کتاب الزکوۃ)

۶۔صحیفہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:۔

مدینہ تشریف آوری پر جناب وائل کو، صوم وصلوۃ حرمت خمر و میسر کے احکام پر مشتمل ایک صحیفہ عطا ہوا جو اسی نام سے معروف ہو گیا۔

۷۔صحیفہ اہل جہینہ:۔

اھاب میتہ یعنی مردار کی کھال کے احکام پر مختصر سا صحیفہ اہل جہینہ کی جانب بھیجا گیا جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے تحریر ہوا۔

یہ صحائف ان خطوط و مکاتب کے علاوہ تھے جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمانرواؤں کو ارسال فرمائے البتہ عہد رسالت میں صحابہ کے نوشتے بھی تھے جو ان کے ہاں محفوظ تھے۔

۱۔صحیفہ ابو بکر صدیقؓ:۔

حکومتی احکام کا مختصر صحیفہ، صحیفہ صدیقی صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ میں ثین ابواب میں درج ہے۔

(جامع بیان العلم)

۲۔صحیفہ جابر رضی اللہ عنہ:۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بھی احادیث کا ایک مجموعہ تیار فرما رکھا تھا۔

۳۔صحیفہ سمرۃ:۔

حضرت حسن بصریؒ نے روایات کا ایک کثیر حصہ اسی صحیفہ سے بیان فرمایا اس صحیفہ کی روایات صحاح میں بکثرت موجود ہے۔

۴۔صحیفہ ابو ہریرۃؓ:۔

اس صحیفہ کو، صحیفہ ابو ہریرۃؓ، صحیفہ صحیحہ اور صحیفہ ہمام بن منبہؒ بھی کہا جاتا ہے بلکہ آخر الذکر نام تو کثرت سے مروی ہے اور معروف بھی ہے۔

۵۔حضرت انسؓ کا مجموعہ:۔

آپ رضی اللہ عنہ نہ صرف روایات لکھ لیتے بلکہ ان کی تصحیح و تنقیح کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضری بھی دیتے سو اس باب میں آپ کی یہ انفرادیت بہرحال صحابہ کرام میں نمایاں خصوصیت رکھتی ہے۔

۶۔مکتوب ابن عباسؓ:۔

ابن سعد نے تختیوں پر روایات کا ایک عمدہ خزانہ ابن عباس کے حوالہ سے تحریر کیا اور کیوں نہ ہو جسے اللھم فقھہ فی الدین کی دعا عطا ہو وہ یقیناً اس علم الٰہی کا مصداق ضرور ہوگا۔

۷۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:۔

صاحب الوساد والسواک، کفش بردار رسول، خادم بارگاہ سید انام ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی کتابت حدیث میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں اگرچہ آپ کا اکثر وقت کتابت وحی میں گزرا اور تب سے اس کی ابتداء فرمائی کہ خود فرماتے ہیں۔

لقد قرأت عن رسول الله ﷺ سبعين سورة وزيدله ذوابة يلعب مع الغلمان۔

میں نے رسول کریم علیہ ﷺ سے اس وقت ستر سورتیں سیکھ لیں تھی جب زید ابھی لاشعوری کی عمر میں تھے اور بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد ۳، ص ۳۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(المعجم الصغیر جلد ۲، ص ۱۴۴، تقیید العلم، خطیب بغدادی)

آیات قرانیہ پر آپ کی تفسیر فقہہ حنفی کی اساس ہے اگرچہ کسی صحیفہ کی صورت میں ایسا مواد محفوظ نہیں البتہ آپ کی روایات اس باب میں اہم حیثیت کی حامل ہیں۔ (راقم نے آپ کی تفسیری روایات وقراءات کو ایم فل کے مقالہ کے طور پر عربی زبان میں تحریر کیا ہے۔ صاحبانِ علم وتحقیق کے لیے یقیناً لائق مطالعہ ہوگا۔)

خلاصہ کلام :۔

مذکورہ قلمی شاہکار عہد صحابہ کے ہیں مابعد کے احوال تو کسی صاحب علم سے مخفی نہیں اگر ممانعت کا خیال گزرتا تو کبھی بھی اس قدر وسیع پیمانے پر کام نہ ہوتا سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ممانعت ورخصت کو محدود ومخصوص رکھنا یقیناً نہایت ہی اعلیٰ حکمتوں کے پیش نظر تھا اور اب روئے زمین کے اطراف واکنار میں احادیث کا پھیل جانا بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ نور کے تقدس ممکن ہوا۔

باب : ۸۲

بَابٌ فِي الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے بیان میں

621۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَجَّاجٍ الْقَطَّانُ بِالرَّقَّةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الزَّيْتُونِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمْرَانَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »يَأْكُلُ فِي طَبَقٍ مُتَّكِئًا، ثُمَّ قَامَ إِلَى فَخَّارَةٍ فِيهَا مَاءٌ فَشَرِبَ«

حضرت عبداللہ بن سائب اپنے والد کے واسطہ سے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ علیہ السلام تکیہ لگا کر ایک پلیٹ سے کھانا تناول فرما رہے تھے۔ پھر آپ ایک مٹی کے مشکیزے کی طرف تشریف لے گئے جس میں پانی تھا اس سے پانی نوش فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱)المطالب العالیۃ جلد۲ص۳۱۷

النَّاسِخُ لِهَذَا الْحَدِيثِ

622۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا «وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور علی بن الاقمر، شعبہ، الثوری، منصور مسعر، ذکریا بن ابی زائدہ، ابوحنیفہ، جبلۃ بن سحیم، رقبۃ بن مصقلۃ، علی بن صالح، صالح

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ شُعْبَةُ، وَالثَّوْرِيُّ، وَمَنْصُورٌ، وَمِسْعَرٌ، وَزَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، وَأَبُو حَنِيفَةَ وَجَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ وَرَقَبَةُ بْنِ مَصْقَلَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، وَصَالِحٌ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ صَالِحٍ، وَعُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ، وَعُقْبَةُ بْنُ أَبِي الْعَيْزَارِ ذَكَرْتُهُمْ فِي كِتَابِ الْأَبْوَابِ بِطُرُقِهِمْ، وَرَوَى الْكُرْهَ لِلْأَكْلِ مُتَّكِئًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأَبُو الدَّرْدَاءِ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ

ابوالحسن بن صالح، عمر بن ثابت، عقبہ بن ابی العیزار سے روایت ہے میں نے ان روایات کو اپنی کتاب الابواب میں ان طرق سے نقل کیا ہے اور نبی کریم علیہ السلام سے کھانا کھانے کے لیے ٹیک لگانے کے عمل کی ناپسندیدگی کی روایت حضرت ابن مسعود، ابودرداء اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم سے مروی ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) جامع ترمذی، کتاب الاطعمہ، باب فی کراھۃ الاکل متکئا (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ، باب من کان یاکل متکئا

623۔ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ أَيُّوبَ بْنِ سُلَيْمَانَ الْمِصْرِيُّ، مِنْ كِتَابِهِ إِمْلَاءً قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي: ابْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا« وَهَذَا الْحَدِيثُ إِنْ كَانَ مَحْفُوظًا، وَإِلَّا فَهُوَ مُنْكَرٌ

حضرت علقمہ حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں کرتا۔ یہ حدیث اگر (سنداً) محفوظ ہے تو (صحیح ہے) اور اگر (محفوظ) نہیں تو منکر ہے

تخریج حدیث۔(۱) المطالب العالیۃ جلد۲ ص۲۱۸

624۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْمَوَيْهِ الْعَسْكَرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْبَهْرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَرْطَاةُ يَعْنِي: ابْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رُزَيْقٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا تَأْكُلْ مُتَّكِئًا، وَلَا عَلَى غِرْبَالٍ« لَفْظُ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تکیا لگا کر نہ کھاؤ اور نہ (آٹا وغیرہ) چھان کر کھاؤ۔

تخریج حدیث۔(۱) المعجم الاوسط جلد۱ ص۵۰، (۲) مجمع الزوائد جلد۲ ص۱۷۹

625۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْمِصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: »مَا رُئِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مُتَّكِئًا قَطُّ، وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ رَجُلَانِ « وَهَذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ، وَهَذَا الْحَدِيثُ نَسَخَ الْأَكْلَ مُتَّكِئًا، وَقَدْ كَانَ أَكْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَنُهِيَ عَنْهُ فَتَرَكَهُ وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ مَا

حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی ٹیک لگا کر کھانا تناول فرماتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور نہ آپ علیہ السلام کے پیچھے دو آدمیوں کو چلتے دیکھا گیا۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ یہ حدیث تکیہ لگا کر کھانے (والی آیات) کی ناسخ ہے۔ نبی کریم علیہ السلام ٹیک لگا کر کھانا تناول فرماتے تھے پھر اس عمل سے منع فرمادیا اور اسے ترک فرمادیا۔ اس پر دلیل (یہ حدیث ہے)

تخریج حدیث۔(۱) مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱۰، ص ۸۷ (۲) سنن ابی داؤد جلد ۳، ص ۳۴۸، کتاب الاطعمہ (۳) سنن ابن ماجہ جلد ۲، ص ۳۲۰ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸، ص ۶۴۲

626۔ حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، : أَنَّ" جِبْرِيلَ، عَلَيْهِ السَّلَامُ نَظَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِأَعْلَى مَكَّةَ يَأْكُلُ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: أَكْلَ الْمُلُوكِ؟ فَجَلَسَ"

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم علیہ السلام کو دیکھا آپ علیہ السلام مکہ کی ایک بلند جگہ پر ٹیک لگا کر کھانا تناول فرما رہے تھے۔ جبرئیل امین نے عرض کی۔ کھانا کھانے کا ایسا انداز بادشاہوں کا ہے پس آپ علیہ السلام بیٹھ گئے۔

627۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْعَدَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْخُزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَكَمِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ" : بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے دوران تکیا لگا کر تشریف فرما تھے۔ جب جبریل امین حاضر خدمت ہوئے تو عرض کی تکیہ لگا کر کھانا آسودگی (وخوشحالی) سے ہے۔

وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى طَعَامٍ لَهُ، يَأْكُلُ، إِذْ جَاءَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَمَا إِنَّ الِاتِّكَاءَ مِنَ النِّعْمَةِ، قَالَ: فَاسْتَوَى قَاعِدًا عِنْدَهَا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ آكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَأَشْرَبُ كَمَا يَشْرَبُ الْعَبْدُ قَالَ أَنَسٌ: فَمَا رَأَيْتُهُ مُتَّكِئًا بَعْدُ"

آپ علیہ السلام سیدھے ہو کر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میں تو ایک غلام ہوں ایسے کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتے ہیں اور ایسے پیتا ہوں جیسے غلام پیتے ہیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے آپ علیہ السلام کو تکیہ لگا کر کھانا تناول فرماتے نہیں دیکھا۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰، ص ۴۱۷، کتاب الجامع (۲) السنن الکبری، کتاب النکاح جلد ۷، ص ۴۹

628۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ" : مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا إِلَّا مَرَّةً فَفَزِعَ فَجَلَسَ، ثُمَّ قَالَ: »اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ« وَالتَّشْدِيدُ فِي هَذَا عَلَى وَجْهِ الِاخْتِيَارِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا عَلَى وَجْهِ التَّحْرِيمِ وآدَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَى أَنْ تُسْتَعْمَلَ، وَمَا تَرَكَهُ رَسُولُ اللَّهِ فَلَا خَيْرَ فِيهِ وَقَدْ رَخَّصَ فِي الْأَكْلِ مُتَّكِئًا جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ سِيرِينَ، وَإِبْرَاهِيمُ، وَالزُّهْرِيُّ كَذَلِكَ

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے ایک مرتبہ کے کبھی تکیہ لگا کر کھانا تناول نہیں فرمایا جب آپ علیہ السلام (کھانا کھانے سے) فارغ ہوئے تو یہ دعا پڑھی۔ اے اللہ بے شک میں تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ اس عمل میں تاکید اس وجہ سے ہے کہ آپ علیہ السلام نے اس باوقار عمل کو اختیار فرمایا نہ کہ اس کی حرمت کی وجہ سے ہے اور آپ علیہ السلام کے معمولات و سنت پر عمل پیرا ہونا زیادہ فضیلت کا حامل ہے اور جس کام کو آپ علیہ السلام نے ترک فرمایا۔ اس میں بھلائی نہیں ہے۔ صحابہ کی ایک جماعت تکیہ لگا کر کھانا کھانے کی رخصت دیتی ہے۔ اس جماعت میں ابن عباس، ابن سیرین، ابراہیم اور زہری رضی اللہ عنھم شامل ہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ، جلد ۵، ص ۱۴۰

629۔ حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خُشَيْشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَنْ، رَأَى ابْنَ عَبَّاسٍ »يَأْكُلُ مُتَّكِئًا«

حضرت یزید بن ابی زیاد روایت کرتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی حضرت ابن عباس کو کس نے تکیہ لگا کر کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع جلد ۱۰، ص ۴۱۷ (۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ، باب من کان یاکل متکئا

630۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خُشَيْشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: كَانَ ابْنُ سِيرِينَ »لَا يَرَى بَأْسًا بِالْأَكْلِ وَالرَّجُلُ مُتَّكِءٌ«

ایوب روایت کرتے ہیں حضرت ابن سیرینؒ کسی شخص کا ٹیک لگا کر کھانا کھانے میں حرج نہیں جانتے تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ (۲) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع۔

631۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: إِنَّمَا كَانُوا »يَكْرَهُونَ أَنْ يَأْكُلُوا مُتَّكِئِينَ مَخَافَةَ أَنْ تَعْظُمَ بُطُونُهُمْ«

منصور، ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ پیٹ کے بڑھ جانے کے خدشے سے ٹیک لگا کر کھانا کھانے کو ناپسند کرتے تھے۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقہ، باب من کان یاکل متکئا

632۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خُشَيْشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنِ" الْأَكْلِ، مُتَّكِئًا قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ"

حضرت معمر روایت کرتے ہیں میں نے امام زہری سے ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع، باب الاکل متکئا

تحقیق

پانی پینے کے متعلق اسوہ سول کریم علیہ التحیہ والتسلیم بالتفصیل ذکر ہوا۔ مذکورہ روایات اکل طعام کے ضمن میں دو مختلف انداز کا بیان ہے۔ باب کی اول حدیث ایک صحابی کے مشاہدے کا بیان ہے جسے ابن شاھین رحمہ اللہ کے علاوہ ابن حجر نے بھی المطالب العالیہ میں نقل فرمایا۔ یہ روایت ان تمام آثار کے معارض ہے جن میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قولی وفعلی اسوہ مبارکہ کے مطابق ٹیک لگا کر کھانا تناول کرنا ناپسندیدہ عمل ٹھہرایا گیا۔

متعارض روایات کی فنی حیثیت:۔

باب کی پہلی روایت چونکہ دیگر روایات سے معارض ہے لہٰذا یہاں سے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آیا تکیہ لگا کر کھانا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت بھی ہے یا نہیں اگر یہ عمل ثابت ہے تو متاخر روایات سے پہلی روایت کا تعارض واقع ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن اگر پہلی روایت میں تکیہ لگا کر کھانا اپنے مفہوم ومعنیٰ پر دلالت نہیں کرتا یعنی اس روایت سے ٹیک لگا کر کھانا کھانے کا اثبات نہیں تو ان متاخر روایات سے اس روایت کے تعارض کی کوئی صورت نہیں اس صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر دو طرح کی روایات اپنے مفہوم میں جدا جدا حکم کی متقاضی ہیں نہ کہ تعارض ونسخ کی۔

اگر چہ ابن شاھین رحمہ اللہ نے متاخر روایات کو ناسخ قرار دیا ہے لیکن اگر مقدم روایت میں تعارض ہی نہیں تو متاخر اثر ناسخ کیسے ہو سکتا ہے۔

ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے متعلق صحابہ اور تابعین کا عمل:۔

اس سے قبل کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ٹیک لگا کر کھانے پر تحقیق پیش کی جائے صحابہ اور تابعین کے متعلق ابن

شاھین رحمہ اللہ کے اقوال کو پھر ملاحظہ فرمائیں۔

اول:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابوالدرداء، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھم کے نزدیک تکیہ لگا کر کھانا تناول کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔

دوئم:۔ حضرت عبداللہ بن عباس، خالد بن ولید، ابن سیرین، ابراہیم النخعی، عطا بن الیسار اور ابن شہاب زہری، تکیہ لگا کر کھانا تناول کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸، ص ۱۲۵، ۱۲۶ ارقم ۲۵۰۰۵ تا ۲۵۰۰۹)

اکابر صحابہ کرام اور بالخصوص فقہاء صحابہ کا عمل فہم سیرت میں امت کے لئے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے تکیہ لگانے کا مفہوم:۔

باب کی اول حدیث میں آپ کے ٹیک لگا کر کھانا تناول کرنے کا بیان ہے۔ راوی کے الفاظ میں "طبق متكئا" سے مراد ایسا ٹیک لگانا جو عام طور پر عامة الناس میں معروف ہے بلکہ اس تکیہ سے مراد کیا ہے امام بدرالدین محمود العینی الحنفیؒ امام خطابیؒ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حسب العامة ان المتكئ هو المائل على احد شقيه و ليس كذلك بل المتكئ هنا هوا المعتمد على الوطاة الذى تحته	عرف عام میں تکیہ لگانے سے مراد جسم کو ایک طرف مائل کرنا ہے روایت میں اس طرح کا تکیہ لگانا مراد نہیں بلکہ یہاں تکیہ لگانے سے مراد اس چیز کا سہارا لینا ہے جس پر بیٹھا جائے۔

(عمدۃ القاری جلد ۳۰، ص ۳۵۵)

اگر تکیہ لگا کر کھانا تناول کرنے کی روایت کی تاویل نہ بھی کی جائے تب بھی یہ عمل آپ کا پسندیدہ عمل نہ تھا بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی عبد تھے اور ہر معاملے میں عاجزی و نیازمندی آپ کا معمول تھا۔ لہٰذا اس باب میں بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل بیٹھ کر اور جھک کر کھانا تناول فرمانا تھا باب کی متاخر روایات آپ علیہ السلام کے اس اسوہ حسنۃ کی شاہد ہیں اور پھر ابن مسعود ابودرداء جیسے صحابہ کا تکیہ لگا کر تناول کرنے کو ناپسند کرنا یقیناً آپ علیہ السلام کی ناپسندیدگی کے بعد ہی ممکن ہوسکتا ہے۔

تکیہ لگانے کی ممانعت کے اسباب:۔

امام ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال القرطبی رحمہ اللہ اس ممانعت و کراھیۃ کا ایک سبب نقل فرماتے ہیں۔

من اكل متكئا فلم يات حراما وانما يكره ذلك لانه خلاف التواضع الذى اختياره الله الانبيائه و صفوة من خلقه

(شرح صحیح بخاری جلد ۹،ص ۴۷۵، مکتبۃ الرشید الریاض ۱۴۲۳ھ)

جس شخص نے تکیہ لگا کر کھایا تو ایسا فعل حرام تو نہیں البتہ خلاف تواضع ہونے کے سبب مکروہ ہے اللہ رب العزت نے انبیاء کے لئے عاجزی کو ان کی صفت کے طور پر تخلیق اور پسند فرمایا۔

امام ابن شاھین رحمہ اللہ نے اس کراہیت کی دوسری وجہ نقل فرمائی۔

انما كانو يكرهون ان يا كلوا متكئين مخافة ان تعظم بطونهم

(رقم حدیث ۶۳۱)

تکیہ لگا کر کھانا پیٹ کے بڑھ جانے کے خوف سے ناپسند کیا گیا۔

امام مناوی اس کی حکمت بیان کرتے ہیں۔

وحكمة كراهة الاكل متكئا انه فعل المتكبرين شبوقا و شفقا بالطعام

(فیض القدیر جلد ۵،ص ۲۳۱ دار الکتب العلمیۃ)

تکیہ لگا کر کھانے کی کراہیت کا سبب متکبرین سے مشابہت اور کھانے میں رغبت کا خوف پیدا ہونا ہے۔

سنت نبوی اور طبِ جدید:

امام ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ اس انداز سے کھانا کھانے کو مضر صحت قرار دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

الاكل مائلا على احد شقيه لا يكاد يسلم من ضغط ينـاله فى مجازى طعامه، فلايسيغه و لايسهل نزوله الى معدته

(النہایۃ فی غریب الحدیث جلد ۱،ص ۱۶ المطبعۃ الخیریۃ مصر)

ایک جانب تکیہ لگا کر کھانا معدے کے طعام کے بہنے میں رکاوٹ کا سبب ہے اس طریقے سے کھائے ہوئے کھانے کا با آسانی معدے سے اترنا مشکل ہو جاتا ہے۔

طب نبوی اور جدید سائنس کے مولف نے بھی اس پر تحقیق کی۔ لکھتے ہیں:

اگر کھانا ٹیک لگا کر کھایا جائے تو اس کے تین نقصان ہیں۔

۱۔ کھانا صحیح طور پر چبایا نہیں جائے گا اور اس میں لعاب جس مقدار میں ملنا تھا اور پھر معدے میں جا کر نشاستہ دار اغذیہ (Carbohydrotes) کو ہضم کرنا تھا وہ نہیں مل سکے جس سے نظام انہضام متاثر ہوگا۔

۲۔ ٹیک لگا کر بیٹھنے سے معدہ پھیل جاتا ہے جس سے غیر ضروری خوراک معدے میں چلی جائے گی اور نظام انہضام متاثر ہوگا۔

۳۔ ٹیک لگا کر کھانے سے آنتوں اور جگر کے نظام پر برا اثر پڑتا ہے اور یہ بات تجربہ سے واضح ہے۔

(سنت نبوی اور جدید سائنس جلد اول ص ۹۵، ۹۶ ادارہ اسلامیات کراچی۔)

سیرت سید انام صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے انسانوں کے لئے ارواح کو جلا بخشنے، جسموں کو حقیقی منفعت دینے اور حیات انسانی کے لئے لازوال ثمرات کا عمدہ نمونہ ہے۔

باب : ۸۳

فِي قَتْلِ الْوَزَغِ

چھپکلی کو مارنے کے بیان میں

633۔حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّيْدَلَانِيُّ، بِالْبَصْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو يُوسُفَ الْقُلُوسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »سَمَّى الْوَزَغَ فَاسِقًا، وَلَمْ يَأْمُرْ بِقَتْلِهِ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھپکلی کا نام فاسق رکھا اور اس کے قتل کا حکم نہ دیا۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم (۲) مسند احمد جلد ۶، ص ۸۷، ۱۵۵ (۳) صحیح مسلم، کتاب قتل الحیاۃ (۴) سنن نسائی جلد ۵، ص ۲۰۹ (۵) صحیح ابن حبان جلد ۱۲، ص ۴۵۲

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

634۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَيَّاشٍ الْقَطَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: »أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا«

حضرت عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کے قتل کا حکم دیا اور اس کا نام فویسق (یعنی کم فاسق) رکھا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند احمد جلد ۳، ص ۶۳ (۲) صحیح مسلم، کتاب قتل الحیۃ ونحوھا (۳) سنن ابی داؤد، کتاب الادب (۴) صحیح حبان، کتاب الحظر والاباحۃ (۵) مصنف عبدالرزاق رقم ۸۳۹۰

635۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هَارُونَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَسَارٍ النَّصِيبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أُمِّ شَرِيكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ«

حضرت ام شریک روایت فرماتی ہیں نبی کریم علیہ السلام نے چھپکلی کے قتل کا حکم ارشاد فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) مسند جلد ۶، ص ۴۲۱ (۲) صحیح بخاری کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم ...... (۳) صحیح مسلم، کتاب قتل الحیة ونحوھا (۴) سنن نسائی، کتاب الحج، باب قتل الوزغ (۵) سنن ابن ماجہ، کتاب الصید (۶) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۵، ص ۴۰۱ (۷) سنن دارمی جلد ۲، ص ۸۹ (۸) المعجم الکبیر جلد ۲۰ ص ۲۵۱

تحقیق

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی روایت کردہ پہلی حدیث میں چھپکلی کو مارنے کے حکم کی نفی کی گئی جبکہ حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص اور ام شریک غزیلہ بنت دودان بن عمرو بن عامر رضی اللہ عنھم کی روایات میں اس جانور کو مارنے کا حکم جاری ہوا۔

اثبات وممانعت کی روایات میں تطبیق:۔

اگر چہ ابن شاھین رحمہ اللہ کی سند سے نقل کردہ روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں اس قتل کے حکم کی ممانعت ہے لیکن امام طبرانیؒ اور امام ابن ماجہؒ کی روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے اس فعل پر امر کا قول بھی موجود ہے۔

یا ام المومنین ماشان ھذا الوزغ فقالت لما القی ابراھیم فی النار کان کل شئی یرد غیر ھذا فأمرنا بقتله

(المعجم الاوسط جلد ۷، ص ۱۰۰، دار الحرمین القاھرہ ۱۴۱۵ھ)

(سنن ابن ماجہ، باب قتل الوزغ)

اے اُم المومنین! چھپکلی کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟ آپ نے فرمایا جب ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ہر چیز اس آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہی تھی سوائے اس کے۔ پس ہمیں اس کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی متعارض روایات میں تطبیق اس انداز سے دی جائے گی کہ آپ نے چھپکلی کو مارنے کے وجوب کی نفی فرمائی نہ کہ اس کے استحباب کی۔ سابقہ روایت سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور پھر سرکار دو عالم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں اس کو مارنے پر اجر کا ذکر بھی ہوا پس نفی وجوب کی ہے اور استحباب اپنی جگہ برقرار ہے۔

قتل وزغ پر اجر:۔

عن ابی هریرہ رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من قتل الوزغ فی الضربة الاولی فله کذا و کذا حسنة و من قتله فی الثانیة فله کذا و کذا حسنة و من قتله فی الثالثة فله کذا و کذا۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱۴، ص ۲۹۶، رقم ۸۶۵۹ موسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مارا اُس کے لئے یہ اجر ہے جس نے دوسری میں مارا اس کے لئے اتنا اتنا اجر ہے اور جس نے تیسری ضرب میں مارا اس کے لئے اتنا اتنا۔

عن جدی بن فاکه قال خرجت الی زید بن ثابت فخرج الی متزربیده الرمح فقلت یا ابا خارجة ما بال الرمح هذه الساعة؟ قال کنت اطلب هذه الرابة الخبثه التی یکتب بقتلها الحسنة ویمحوبها السیئة و هی الوزغ۔

(المعجم الکبیر جلد ۵، ص ۱۰۶ مکتبہ العلوم والحکم الموصل ۱۴۰۴ھ)

ابن فاکہ سے روایت ہے کہ میں زید بن ثابت کی طرف نکلا تو آپ اپنے ہاتھ میں نیزہ اٹھائے نکلے میں نے عرض کی اے ابو خارجہ یہ نیزہ ہے اس وقت کس لئے اٹھایا ہے انہوں نے جواب دیا میں اس موذی جانور کو تلاش کر رہا ہوں جس کے مارنے پر نیکی ملتی ہے اور گناہ مٹتا ہے وہ چھپکلی ہے۔

امام یحییٰ بن شرف النوویؒ نے ان روایات کی تشریح میں لکھا۔

وفی روایة من قتل وزغا فی اول ضربة کتب له مائه حسنة و فی الثانیة دون ذلك و فی الثالثة دون ذلك و فی روایة فی اول ضربة سبعین حسنة

(شرح مسلم جلد ۱۴، ص ۲۳۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۲ھ)

اور روایت میں ہے کہ جس نے چھپکلی کو ایک ضرب میں مارا اس کے لئے سو نیکیاں لکھ دی گئیں اور دوسری ضرب میں اس سے کم اور تیسری ضرب میں اس سے کم اور دوسری روایت میں ہے کہ جس نے پہلی ضرب میں مارا اس کے لئے ستر نیکیاں ہیں۔

قتل وزغ کی علت:۔

حدیث سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے اس کے مارنے کی علت کا بیان ہوا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام کے لئے جلائی جانے والی آگ کو بجھانے کے لئے تمام جانوروں نے سعی کی لیکن اس نے مزید شعلہ بھڑکایا، آپ فرماتی ہیں۔

فان نبی الله ﷺ اخبرنا ان ابراهیم لما القی فی النار لم تکن فی الارض دابة الا اطفأت النار غیر الوزغ فانها کانت تنفخ علیه فامر رسول الله ﷺ بقتله۔

(سنن ابن ماجہ، باب قتل الوزغ رقم ۳۲۳۱، دار الفکر بیروت)

پس بے شک رسول کریم علیہ التحیہ والثناء نے ہمیں خبر دی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو روئے زمین کا ہر جانور اس آگ کو بجھانے کی کوشش میں تھا سوائے چھپکلی کے یہ تو اسے اور زیادہ بھڑکا رہی تھی پس رسول کریم ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس شیطانی حرکت کا راز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جانور من نوع الشیطان ہے۔ امام علی بن الجعد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر کا قول نقل کرتے ہیں۔

عن نافع عن ابن عمر انه کان یامر بقتل الوزغ و یقول هو شیطان

ابن عمر رضی اللہ عنہ چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا اور آپ کہتے کہ یہ شیطان ہے۔

(مسند الجعد جلد ا، ص ۳۳۲، موسسۃ نادر بیروت ۱۴۱۰ھ)

امام یحیی بن شرف نووی دوسری علت بیان فرماتے ہیں۔

واتفقوا علی ان الوزغ من الحشرات الموذیات و جمعه اوزاغ و وزغان و امر النبی ﷺ بقتله و حث علیه و رغب فیه لکونه من الموذیات۔

(شرح مسلم جلد ۷، ص ۴۰۶ دار احیاء التراث العربی)

چھپکلی تکلیف پہنچانے والے حشرات سے ہے اس کی جمع اوزاغ اور وزغان ہے آپ ﷺ نے اس کی اذیت کے سبب اس کے قتل کی ترغیب دلائی۔

باب : ۸۴

وَفَاةُ حُبِّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

636۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ الطُّوسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّهِ سَلْمَى أَنَّهَا قَالَتْ" : اشْتَكَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّضْتُهَا فَأَصْبَحَتْ يَوْمًا كَأَمْثَلِ مَا رَأَيْتُهَا فِي شَكْوَاهَا ذَاكَ، وَخَرَجَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّهْ، اسْكُبِي لِي غُسْلًا فَاغْتَسَلَتْ كَأَحْسَنِ مَا رَأَيْتُهَا تَغْتَسِلُ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّهْ، اعْطِنِي ثِيَابِيَ الْجُدُدَ، فَأَعْطَيْتُهَا فَلَبِسَتْهَا، ثُمَّ أَقْبَلَتْ إِلَى الْبَيْتِ فَقَالَتْ: يَا أُمَّهْ، قَدِّمِي فِرَاشِي إِلَى وَسَطِ الْبَيْتِ فَفَعَلْتُ، ثُمَّ اضْطَجَعَتْ، وَاسْتَقْبَلَتِ الْقِبْلَةَ وَوَضَعَتْ يَدَهَا تَحْتَ خَدِّهَا، وَقَالَتْ: يَا أُمَّهْ، إِنِّي مَقْبُوضَةٌ الْآنَ وَقَدْ تَطَهَّرْتُ، فَلَا يَكْشِفْنِي أَحَدٌ، فَقُبِضَتْ مَكَانَهَا، فَجَاءَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا يَكْشِفُهَا أَحَدٌ، فَدَفَنَهَا بِغُسْلِهَا ذَلِكَ"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی کی وفات

رسول اللہ علیہ السلام کے غلام علی بن ابی رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت فرمایا۔ نبی کریم علیہ السلام کی (لاڈلی) بیٹی حضرت فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا کو مرض لاحق ہوا تو میں ان کی عیادت کیلئے گئی۔ اس مرض کی وجہ سے ان کی حالت ایسی تھی کہ میں نے اس سے قبل ان کی ایسی حالت نہ دیکھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کسی کام سے گھر سے باہر تشریف لے گئے تو سیدہ پاک نے مجھ سے کہا۔ اے ماں میرے لئے غسل کا پانی بھر دیں۔ پھر انہوں نے ایسے احسن طریقے سے غسل کیا کہ اس سے قبل اس انداز سے غسل کرتے میں نے نہ دیکھا۔ پھر انہوں نے فرمایا۔ اے ماں مجھے نئے کپڑے دو۔ میں نے نئے کپڑے دیئے۔ انہوں نے پہنے پھر حجرے کی طرف تشریف لے گئیں پھر کہا۔ اے ماں میرا بستر گھر کے درمیان میں بچھا دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئی اور اپنا ہاتھ اپنے گالوں کے نیچے رکھا اور فرمایا کہ اے ماں میری روح اس وقت قبض کی جانے لگی ہے میں نے غسل کر لیا ہے کوئی بھی مجھے بے پردہ نہ کرے۔

پھر اس مقام پر آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لائے تو میں نے انہیں (تمام حالات کے متعلق) بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم کوئی بھی انہیں بے پردہ نہیں کرے گا۔ پس انہیں اسی غسل کے ساتھ پیوستِ خاک کیا گیا۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

637- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ جَعْفَرٍ ابْنَةِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ، : أَنَّ فَاطِمَةَ ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَضَرَتْهَا الْوَفَاةُ قَالَتْ: يَا أُمَّةَ إِنِّي "لَأَسْتَحِيي مِمَّا يُصْنَعُ بِالنِّسَاءِ فَقَالَتْ: لَهَا إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ شَيْئًا يُصْنَعُ عَلَى النِّسَاءِ فَأَمَرَتْهَا أَنْ تَصْنَعَهُ عَلَيْهَا، وَلَا يَلِي غُسْلَهَا إِلَّا هِيَ وَعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَعَمِلْتُ نَعْشًا وغَسَّلْتُهَا أَنَا وَعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ: فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَوَّلُ مَنْ عُمِلَ عَلَيْهَا النَّعْشُ"

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے جب سیدہ فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا اے ماں مجھے اس بات سے حیا آتی ہے جو فعل وفات کے بعد عورتوں سے ہوتا ہے (یعنی غسل دینے والا) اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے حبشہ کی سرزمین پر ایک چیز دیکھی ہے جو وہ اسی کام کے لیے عورتوں کی خاطر بناتے ہیں بس میں نے اسے ان کے لیے بنانے کا کہا پس میں نے اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے وہ بنایا اور انہیں اس میں غسل دیا۔ ابن ابی فدیک نے کہا سیدہ وہ پہلی خاتون ہیں جن کے لیے یہ نعش بنایا گیا۔

تحقیق

ناسخ الحدیث ومنسوخہ کے دیگر نسخوں میں اس باب کا عنوان ''باب فی استعمال النعش للمیت'' سے بھی موجود ہے۔
مجموعی طور پر دو روایات مبارکہ کا یہ باب حضرت اُمِّ سلمہ اور حضرت اسماء بنت عمیس سلام اللہ علیہما کی روایات پر مشتمل ہے۔

باب میں تعارض کی حیثیت:

مقدمۃ الباب میں نسخ کی پہچان اور معرفت کے ذرائع پر مفصل تحقیق بیان ہوئی جس کے مطابق نسخ کا حکم اوامرونواہی کے ساتھ بالخصوص اور دین کے معاملہ میں ترقی وسہولت کے پیش نظر مستحبات کے باب میں بالعموم موجود ہے لیکن سیدہ النساء اہل الجنۃ کے وصال کی یہ روایات از قبیل تاریخ وقصص ہیں اور عندالاصولین اخبار ماضیہ میں نسخ کا احتمال مطلق موجود نہیں کسی خاص واقعہ کے متعلق اخبار وآثار کا مختلف فیہ ہونا تطبیق وتوفیق طلب ہے لیکن نسخ سے اس کا تعلق اصول وقواعد کے منافی ہے یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے اس باب کی روایات پر کوئی تبصرہ وتحقیق پیش نہیں فرمائی۔

روایات کے درمیان تطبیق:۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کردہ روایت میں سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے خاص شرف آپ کی عفت و طہارت، شان ومنزلت کا بیان مابعد کی روایت سے بڑھ کر ہے اور یہ روایت سیدہ طیبہ سلام اللہ علیہا کی حیات نور میں حجاب وستر کے اس کمال اہتمام کا مظہر ہے جس کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ فرماتے ہیں:

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزہت پہ لاکھوں سلام

اسی تقدس وعصمت بتول کے پیش نظر کثیر ائمہ سلام نے حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا کی روایت کو آپ کے وصال کے باب میں نقل فرمایا:

ا۔	امام احمد بن حنبلؒ	''المسند'' رقم الحدیث ۲۶۵۶۷
۲۔	امام احمد بن حنبلؒ	''فضائل الصحابہ'' جلد ا،ص ۶۲۹
۳۔	امام شمس الدین الذہبیؒ	''احادیث مختارہ'' رقم ۱۰۷۴
۴۔	امام محمد بن احمد الدولابی	''الذریۃ الطاہرۃ'' جلد ا،ص ۸۴
۵۔	اما جلال الدین سیوطیؒ	جامع الاحایث، قم ۳۳۵۴۱
۶۔	امام ابونعیم الاصفہانیؒ	معرفۃ الصحابۃ، جلد ۲۴، ص ۰۰
۷۔	امام ابن کثیرؒ	السیر ۃ النبویۃ، جلد ۸، ص ۲۶۷
۸۔	امام محبّ الدین احمد بن عبداللہ الطبریؒ	''ذخائر العقبیٰ'' جلد ا، ص ۵۳
۹۔	امام ابوالحسن علی بن محمد الشیبانی الجزریؒ	''اسد الغابہ''، جلد ۷، ص ۲۷۵
۱۰۔	امام محمد بن عبدالرؤف المناویؒ	''اتحاف السائل''، جلد ا، ص ۶۳۱
۱۱۔	امام محمد بن سعد کاتب الواقدیؒ	''الطبقات'' جلد ۸، ص ۲۷

دوسری روایت میں آپ کی وصیت کا بیان ہے:

عن اسماء بنت عمیس ان فاطمة بنت رسول الله ﷺ اوصیت ان یغسلها زوجها علی بن ابی طالب فضلها هو واسماء

(السنن الصغری، جلد ا، ص ۳۳۳)

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے وصیت کی کہ انہیں ان کے شوہر علیؓ بن ابی طالب غسل دیں پس انھیں آپ نے اور میں نے غسل دیا۔

یہ روایت مبارکہ بھی کثیر ائمہ نے نقل فرمائی:

ا۔	امام عبدالرزاق الصنعانیؒ	''المصنف'' جلد ۸، ص ۴۹۶
۲۔	امام احمد بن الحسین ابوبکر البیہقی	''السنن الصغری''، جلد ا، ص ۳۳۳
۳۔	امام الحافظ ابونعیم الاصفہانیؒ	''حلیۃ الاولیاء''، جلد ا، ص ۵۰۵
۴۔	امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبداللہؒ	''الاستذکار'' جلد ۳، ص ۱۰

۵۔ امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبداللہؒ "التمہید" جلد ا، ص ۳۸۰

۶۔ امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطالؒ "شرح ابن بطال" جلد ۵، ص ۲۸۰

۷۔ امام الحافظ علی بن عمر الدار قطنیؒ "السنن" جلد ۴، ص ۶۷

۸۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشا پوریؒ "المستدرک" جلد ۴، ص ۲۰۷

روایت کی صحت پر کلام سے قطع نظر جلیل القدر محدثین واعلام نے ہر دوطرح کی روایات کو نقل فرمایا:

یہ بات مسلمہ ہے کہ سیدہ پاک نے خود غسل بھی فرمایا اور اپنے وصال کے بعد غسل دینے سے منع بھی فرمایا لیکن جب آپ نے نعش کو بنا ہوا دیکھا جو آپ کی خاطر حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے بنائی تو اس وقت منظر کیا تھا۔

وما رویت مبتسمة یعنی بعد النبی ﷺ الی یومئذ (ذخائر العقبی، جلد ا، ص ۵۳)

سرکارِ دوعالم ﷺ کے وصال کے بعد اس دن کے سوا آپ کو کبھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

اپنے وصال مبارک کے بعد اپنی خاطر کیے گئے پردے کے اس اہتمام کو دیکھ کر اسی قدر مسرت کا اظہار یقیناً آسمان و زمین نے آپ سے بڑھ کر حیا کا کوئی پیکر نہ کبھی دیکھا اور نہ کبھی دیکھ سکیں گے۔

پس جب آپ سلام اللہ علیہا نے اس نعش کو ملاحظہ فرمایا تو پھر غسل کے لیے وصیت فرما دی لیکن یہ وصیت صرف اپنے محرم، کائنات کے مولا شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے تھی۔ (حلیۃ الاولیاء، جلد ا، ص ۵۰۵)

اس کا راز کیا تھا کہ آپ نے یہ وصیت اپنے شوہر کے حق میں فرمائی جبکہ عند ائمہ احناف وصال کے بعد بیوی اپنے شوہر کی زوجیت سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفیؒ اس کا سبب ذکر فرماتے ہیں۔

یحتمل انه کان محضوصا بانه لا ینقطع نکاحه بعد الموت لقوله صلی الله علیه وآله وسلم کل سبب و نسب ینقطع بالموت الاسببی و نسبی" (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد ا، ص ۳۰۶، دار الکتب العلمیہ)

یہ فعل آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ سیدہ کے وصال کے بعد بھی نکاح منقطع نہیں ہوا اس کا سبب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایت "موت ہر ایک نسب وسبب کو منقطع کر دیتی ہے سوائے میرے سبب اور نسب کے۔"

اسی طرح آپ صاحب المبسوط، المحیط، اور البدائع کے مولفین کے حوالہ سے ابن مسعودؓ کا اعتراض جو انہوں نے حضرت مولا علیؓ سے کیا کہ آپ نے اپنی اہلیہ کو کیوں غسل دیا نقل فرمایا تو آپؓ نے جواب ارشاد فرمایا:

انها زوجته فی الدنیا والاخره

بے شک فاطمہ سلام اللہ علیہا دنیا اور آخرت میں ان کی زوجہ ہیں۔

امام کاسائی فرماتے ہیں:

یعنون ان الزوجیه باقیة لم تنقطع

(بدائع الصنائع، جلد ۳، ص ۱۹۱)

یعنی سیدہ پاک سے ان کی زوجیت وصال کے بعد بھی منقطع نہیں ہوئی۔

اسی خصوصیت کے پیش نظر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کو غسل دیا۔ رہا یہ سوال کہ باب کی پہلی روایت میں یہ الفاظ بھی خصوصیت کے ساتھ نقل ہوئے کہ جب آپ سلام اللہ علیہا نے خود غسل فرمالیا تو آپ کو اسی غسل کے ساتھ کفن فرمادیا گیا۔

اس روایت کی راوی حضرت ام سلمہؓ ہیں جبکہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ دوسرے غسل کے وقت آپ وہاں موجود ہی نہ تھیں حتی کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی اندر داخل نہ ہونے دیا گیا۔ لہٰذا انہیں اس بات کا علم ہی نہ ہوا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ دوسرا یہ کہ روایت کے الفاظ میں بالخصوص یہ بات قابلِ ذکر یہ ہے کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا تھا کہ اب کوئی میرے ساتھ عام عورتوں والا عمل نہ کرے۔ لہٰذا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کو میت کے عام غسل جیسا غسل نہیں دیا بلکہ ستر کے مکمل اہتمام کے ساتھ جسم نور پر پانی ڈالا گیا لہٰذا آپ کی وصیت پر بھی عمل ہوگیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے:

- ☆ وصال سے قبل آپ کا غسل کرنا ثابت ہے۔
- ☆ وصال کے بعد حسب وصیت مولا علی اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے آپ کو غسل دیا۔
- ☆ غسل مبارک کی کیفیت عام میت کے غسل سے مختلف تھی اور یہ آپ کی وصیت کے پیش نظر کیا گیا۔

ایک بات جو ہر دو طرح کی روایات میں مشترک ہے وہ یہ کہ جس خوبصورتی اور خوش دلی سے موت کو قبول کرنا اور نہ صرف قبول کرنا بلکہ اس کے لیے اس ڈھج سے تیاری کرنا یقیناً تاریخِ انسانیت میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ذواتِ مقدسات کے بعد کوئی ایسی ہستی نہیں گزری جس میں "یایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك" کا یہ منظر پیش کیا جو سیّدۂ کائنات سلام اللہ علیھا نے پیش کیا اور یہ اہتمام یقیناً بارگاہِ رب العزت میں حاضری اور اپنے بابا سے ملاقات کی خاطر تھا۔

باب : ۸۵

بَابٌ فِي إِنْشَادِ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ　مسجد میں بلند آواز سے شعر پڑھنے کے بیان میں

638۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »بَنَى لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَنْشُدُ عَلَيْهِ الشِّعْرَ«

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے رسول اللہ علیہ السلام نے حضرت حسان کے لئے مسجد میں منبر بنوایا وہ اس پر (بیٹھ کر) شعر پڑھا کرتے۔

تخریج حدیث۔(۱) صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ باب الشعر فی المسجد (۲) سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی الشعر (۳) جامع ترمذی، کتاب الاداب، باب ماجاء فی انشاء الشعر (۴) المستدرک، کتاب المناقب، ذکر حسان بن ثابت (۵) المعجم الکبیر جلد ۶ ص ۳۷

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

639۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ مُسْهِرٍ، حَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي الشُّعَيْثِيُّ، عَنْ زُفَرِ بْنِ وَثِيمَةَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ تُنْشَدَ فِيهِ الْأَشْعَارُ أَوْ تُقَامَ فِيهِ الْحُدُودُ«

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ اسلام نے مسجد میں قصاص لینے کی درخواست کرنے سے شعر پڑھنے یا حدود قائم کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب فی اقامۃ الحد فی المسجد (۲) مسند احمد جلد ۱۰، ص ۲۰۴

تحقیق

عربوں کی طینت میں شاعری رچی بسی تھی اوراس پر انہیں کامل دسترس بھی تھی اگر یوں کہا جائے کہ شاعری کی جملہ اصناف، اس کے رموز واوقاف ان ہی کے کلام اور کمال سے معرض وجود میں آئے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ محبوب کے حسن کا تذکرہ ہو یا عدو کے کنبے وقبیلہ کی تذلیل، اسفار میں وحشتوں کی دوری مقصود ہو یا میدان کارزار میں دشمن سے برسر پیکار ہوکر لہو کی گرمی مطلوب ہو، ان کی رزم بزم بجی ہی شاعری سے تھی ایسے عالم میں نزول قرآن نے ان کی مجالس کو نیرنگیٔ ذوق عطا کیا۔ لبید جیسا شاعر جسے سبع معلقات کا آخری شاعر ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور عکاظ میں جس کے قصیدے کی فصاحت وبلاغت پر شعراء اسے سجدہ کرنے پر مجبور ہوئے بالآخر کلام الٰہی کی ہیبت نے اسے بھی مسلمان ہونے پر مجبور کردیا پھر اس کی شاعری چھوٹ گئی اور استفسار پر وہ گویا ہوا اَبَعْدَ القرآن؟ کیا قرآن کے نازل ہوجانے کے بعد بھی مجھے حق ہے کہ میں شاعری کروں، صحابہ کی توجہ بھی بالکل ایسے ہی الی القرآن ہوگئی وگرنہ کعب بن مالک، حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن زہیر تو گویا ایسے قادرالکلام سورما تھے کہ الفاظ وتراکیب گویا ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے۔ مگر وحی یوحی کے پیکر جمیل نے ان کی لذتوں کا معیار مجاز سے حقیقت کی جانب مبذول کردیا تھا۔ البتہ رجز، نعت کے باب میں شاعری کا وجود باقی رہا اور رکھا بھی گیا۔

ابن شاہین رحمہ اللہ کی نقل کردہ دو متعارض روایات بالحقیقت تعارض سے پاک ہیں پہلی روایت جسے بخاری، ترمذی، ابوداؤد، مستدرک، المعجم الکبیر وغیرہ نے نقل فرمایا منسوخ نہیں اور نہ ہی اس باب میں نسخ کا احتمال ہے۔

متعارض روایات میں تطبیق:۔

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وقال ابو نعيم الاصبهاني في كتاب المساجد نهى عن تنا شداشعار الجاهليهة المبطلين فيه، فاما أشعار الاسلام والمحققين فواسع غير محظور

امام ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے کتاب المساجد میں کہا کہ یہ ممانعت جاہلیت کے اشعار کے متعلق ہے پس وہ اشعار جو دین اسلام سے متعلق ہوں ان کے لئے ممانعت نہیں۔

(شرح ابی داؤد جلد۴،ص۱۱۱،مکتبہ الرشید، الریاض۱۴۲۰ھ)

گویا یہاں نسخ کی بجائے تخصیص ہے اور ممانعت ان اشعار کی ہے جو زمانہ جاہلیت کی طرز پر ہوں، شاید اسی ممانعت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت حسان کو مسجد بھی شعر پڑھنے پر ڈانٹا تھا لیکن آپ کا جواب اور اس پر امام ابو جعفر الطحاویؒ کا استدلال ملاحظہ فرمائیں۔

حين مربه عمر رضي الله عنه هو ينشد الشعر في المسجد، فزجره، فقال له حسان رضي الله عنه قد كنت انشد فيه الشعر لمن هو خير منك و ذلك بحضرة اصحاب رسول الله ﷺ فلم ينكر ذلك عليه منهم احد ولا انكره عليه ايضاً عمر رضي الله عنه

(شرح معانی الآثار باب انشاد الشعر فی المساجد)

حضرت حسان جب مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزرے تو انہیں ڈانٹا تو انہیں جناب حسان نے کہا میں تو ان کے سامنے بلند آواز سے شعر کہتا جو آپ سے بہتر تھے، اور اسی طرح اصحاب رسول ﷺ وہاں موجود تھے انہوں نے جناب حسان کے اس قول کی تردید نہیں کی اور نہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تردید کی۔

ان دلائل کا حاصل یہ ہے کہ مساجد میں ایسے اشعار پڑھنے کی ممانعت ہے جس میں زمانہ جاہلیت کا رنگ موجود ہو البتہ، حمد اور نعتیہ اشعار کا پڑھنا اور سننا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے اور حضرت حسان کو دی جانے والی دعا کا فیضان اب بھی باقی ہے۔

اللهم ايده بروح القدس

اے اللہ حسان کی مدد روح القدس (جبریل) سے فرما۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الشعر فی المسجد)

باب : ٨٦

بَابٌ فِي مَوْلِدِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جائے ولادت کے بیان میں

640۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُنِيبِ الْخُرَاسَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »بِعُسْفَانَ وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«

تخریج حدیث۔ تفرد ابن شاهين في رواية الحديث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام مقام عسفان میں پیدا ہوئے۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

641۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السُّكَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ الْأَشْدَقِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرَادٍ، قَالَ: »وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّدْمِ، وَخُتِنَ بِالرَّدْمِ، وَاسْتُبْعِثَ مِنَ الرَّدْمِ، وَحُمِلَ مِنَ الرَّدْمِ«

تخریج حدیث۔ تفرد ابن شاهين في رواية الحديث

عبداللہ بن جراد سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ مقام ردم میں پیدا ہوئے۔ مقام ردم سے ہی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شادی ہوئی۔ اسی مقام ردم سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی اور مقام ردم سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔

تحقیق

اہل سیر نے رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ کا گوشہ گوشہ محفوظ کر رکھا ہے یقیناً یہ صرف اور صرف آپ علیہ السلام کا خاصا ہے کہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر آپ کا کامل اسوہ حسنہ پوری آب وتاب کے ساتھ امت کے سینوں کے ساتھ ساتھ روشن اوراق پر بھی دمک رہا ہے، باب کی مختصر روایات میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جائے ولادت کے متعلق متعارض روایات پیش کی گئیں۔ اتفاق سے ابن شاھین نے جن دو مقامات کا ذکر کیا وہ جمہور کے قول کے خلاف بھی ہے اور خلاف اصل بھی، بلکہ ان روایات کی صحت پر بھی شدید کلام موجود ہے البتہ جن مختلف مقامات کا بیان مختلف کتب سیر میں ہے ان کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اول:۔ مکہ المکرّمۃ

دوئم:۔ شعب بن ھاشم

سوئم:۔ عسفان

چہارم:۔ روم

امام محمود بن یوسف الصاحی الشامی ان مختلف مقامات کے متعلق فرماتے ہیں۔

اختلف هل هو بمكة او غيرها والصحيح الذى عليه الجمهور هو الاول

(سبیل الھدی والرشاد فی سیر خیر العباد جلد ۱، ص ۳۳۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آپ کی ولادت کے متعلق ائمہ سیر میں اختلاف ہے کہ مکہ میں ہوئی یا کہیں اور! جمہور کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت مکہ میں ہوئی۔

تاریخ ولادت:۔

مقام کے ساتھ ساتھ ماہ ولادت میں بھی متعارض روایات کے سبب اختلاف ہے۔ مورخین نے جن مہینوں کا ذکر کیا وہ یہ ہیں۔

۱۔	رمضان المبارک	۲۔	صفر
۳۔	ربیع الاول	۴۔	محرم الحرام

اسی طرح تاریخ کا بھی یہی حال ہے جس پر اقوال یہ ہیں۔

۱۔	یکم ربیع الاول	۲۔	دو ربیع الاول
۳۔	دس ربیع الاول	۴۔	بارہ ربیع الاول
۵۔	سترہ ربیع الاول	۶۔	اٹھارہ ربیع الاول

(سبل الھدیٰ جلد ۱ ص ۳۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سیرت کے اولین قلم کار امام ابن اسحاق نے بارہ ربیع الاول کی تاریخ کو منتخب فرمایا اور جمہور اہل سیر کے ہاں یہی معتبر ہے کیونکہ صرف یہی ایک قول پسند صحیح تاریخ ولادت ربیع الاول کی بارہ بتاتا ہے۔ امام الحافظ ابو عبداللہ حسین بن ابراھیم بن الحسن الجورزقانی المذانی المتوفی ۵۴۳ ء نے اپنی مکمل سند کے ساتھ بسند صحیح آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرمایا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ روایت سنداً و متناً ہر قسم کی جرح و قدح سے کلیتاً مبرا اور قواعد حدیث کی روشنی میں درجہ صحیح کی ہے۔

اخبرنا ابو الفضل محمد بن طاهر بن علی الحفاظ اخبرنا احمد بن محمد بن احمد، قال حدثنا علیی بن عیسی بن علی بن عیسی املاء، قال حدثنا ابو القاسم عبدالله بن محمد بن عبدالعزیز البغوی قال حدثنا ابوبکر بن ابی شیبه قال حدثنا عفان، عن سلیم بن حیان، عن سعید بن مینا عن جابر بن عبدالله الانصاری و عبدالله بن عباس انهما قالا، ولد رسول الله ﷺ یوم الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شهر ربیع الاول، و فیه بعث، و فیه عرج الی السمآء، و فیه هاجر و فیه مات۔

(الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر ص ۸۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم علیہ التحیہ والثناء ہاتھی والے سال ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر کے دن پیدا ہوئے، اسی دن آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ اسی دن (سوموار) کو آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی، اسی دن آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور اسی دن (سوموار) آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔

درجہ بالا روایت کی خصوصیات

۱۔ صحابہ کرام کے اپنے قول سے بارہ ربیع الاول کا تعین، جس کے بعد کسی اور کے قول کی حاجت باقی نہ رہی۔

۲۔ روایت اصول حدیث کی روشنی میں درجہ صحیح ہے اور مکمل سند کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

۳۔ روایت بالا سے تاریخ کے ساتھ ساتھ دن اور مہینے کا بھی تعین غیر مبہم الفاظ میں ہے۔

۴۔ اس روایت کے ذکر کر دینے کے بعد جائے ولادت، مہینے، دن اور تاریخ کے متعلق جمیع اعتراضات رفع ہو جاتے ہیں۔

باب : ۸۷

بَابٌ فِي زِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے بیان میں

642۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَدِّي، وَأَبُو خَيْثَمَةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بِسْطَامٍ بِالْأَيْلَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ نُوحٍ، وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ عِيسَى الْوَرَّاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، أَتَى رَسْمَ قَبْرٍ فَجَلَسَ إِلَيْهِ فَجَاءَ النَّاسُ حَوْلَهُ فَجَعَلَ كَهَيْئَةِ الْمُخَاطِبِ، ثُمَّ قَامَ وَهُوَ يَبْكِي فَاسْتَقْبَلَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَجْرَأِ النَّاسِ عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بِأَبِي وَأُمِّي مَا الَّذِي أَبْكَاكَ؟

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا ایک قبر کے نشان کے پاس تشریف لائے اور وہاں بیٹھ گئے۔ لوگ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں سے مخاطب ہونے کے انداز سے تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوئے دراں حالیکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آنسو بہا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف آئے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ جرات والے تھے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس چیز نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رلایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ میری ماں کی قبر ہے میں نے اس (قبر) کی زیارت کی اجازت رب تعالیٰ سے چاہی تو مجھے اجازت دی گئی۔ میں نے ان کے لئے استغفار کی اجازت

فَقَالَ: »هَذَا قَبْرُ أُمِّي، سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ الزِّيَارَةَ فَأَذِنَ لِي، وَسَأَلْتُهُ الِاسْتِغْفَارَ، فَلَمْ يَأْذَنْ لِي، فَذَكَرْتُهَا فَرَقِيتُ، وَبَكَيْتُ« فَلَمْ يُرَ يَوْمًا كَانَ أَكْثَرُ بَاكِيًا مِنْ يَوْمَئِذٍ" لَفْظُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ

طلب کی تو مجھے اس کی اجازت نہ ملی میں نے انہیں یاد کیا تو میں غمگین ہوا۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ہم نے آپ علیہ السلام کو اس دن سے زیادہ کسی دن آنسو بہاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

643۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الرَّبِيعِ الْخَزَّازُ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْفَتْحِ حَتَّى أَتَى رَسْمَ قَبْرٍ، هَذَا آخِرُ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَقَالَ الْحُسَيْنُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْجَبَّانَةِ فَجَلَسَ عِنْدَ قَبْرٍ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ بِقَضِيبٍ فِي يَدِهِ وَهُوَ يَبْكِي، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَبْكِي وَقَدْ نَهَيْتَ عَنِ الْبُكَاءِ؟ فَقَالَ: »إِنِّي« اسْتَأْذَنْتُهُ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّي فَأَذِنَ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي الِاسْتِغْفَارِ لَهَا فَلَمْ يَأْذَنْ لِي فَبَكَيْتُ"

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام فتح مکہ کے بعد ایک قبر کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ حضرت عبداللہ بن محمد کی حدیث کا آخری حصہ ہے اور حسین ابن حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ ایک مقبرہ کی طرف نکلے نبی کریم علیہ السلام ایک جھکی ہوئی قبر کے پاس بیٹھ کر اپنے ہاتھ میں موجود شاخ سے آنسو بہاتے ہوئے زمین کو کریدنے لگے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رو رہے ہیں جبکہ آپ ہمیں رونے سے منع فرماتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت دی گئی اور میں نے ان کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اس کی اجازت نہ ملی پس میں (اس سبب) رویا۔

644۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الصَّفَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الرَّبِيعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک ہزار تلوار بردار مجاہدین کے ساتھ اپنی والدہ کی قبر کی زیارۃ کی پس

بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ" زَارَ قَبْرَ أُمِّهِ فِي أَلْفِ مُقَنَّعٍ بِالسَّيْفِ، قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ أَكْثَرَ مِنْ بَاكٍ، وَبَاكِيَةٍ يَوْمَئِذٍ"

میں نے اس دن سے زیادہ کبھی آپ علیہ السلام کو روتے ہوئے اور غمگین حالت میں نہیں دیکھا۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

645۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَلَهُ اللَّفْظُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الصَّعْقُ بْنُ حَزْنٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: جَاءَ ابْنَا مُلَيْكَةَ فَقَالَا "يَارَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أُمَّنَا كَانَتْ تُكْرِمُ الضَّعِيفَ، وَقَدْ وُلِدَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَيْنَ أُمُّنَا؟ فَقَالَ: »أُمُّكُمَا فِي النَّارِ« فَقَامَا وَقَدْ شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمَا فَدَعَاهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ" : أَلَا إِنَّ أُمِّي مَعَ أُمِّكُمَا، فَقَالَ مُنَافِقٌ مِنَ النَّاسِ: أَوَ مَا يُغْنِي هَذَا عَنْ أُمِّهِ إِلَّا مَا يُغْنِي ابْنَا مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّهِمَا، فَقَالَ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيْنَ أَبُوكَ قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَا سَأَلْتُهُمَا رَبِّي فَيُعْطِيَنِي فِيهِمَا«

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ ملیکہ کے دو بیٹے نبی پاک علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری ماں زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئی تھیں وہ مہمانوں کی تواضع کیا کرتی تھیں۔ ہماری والدہ کہاں ہے۔آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تمہاری ماں آگ میں (جہنم میں) ہے۔ وہ دونوں کھڑے ہوئے انہیں یہ بات ناگوار گزری تو آپ علیہ السلام نے انہیں بلایا اور فرمایا آگاہ رہو میری والدہ بھی تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے۔لوگوں میں سے ایک منافق نے کہا۔ یہ (نبیؐ) اپنی والدہ کی طرف سے اتنی بات کی ہی کفایت کرسکتا ہے جس کی یہ دونوں ملیکہ کے فرزند اپنی والدہ کی طرف سے کرتے ہیں۔انصار کے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کہاں ہیں۔آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کے بارے میں اپنے رب سے التجا کی تو مجھے ان کے متعلق جو مانگنا تھا عطا کردیا گیا۔

646۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى الْحَضْرَمِيُّ، بِمَكَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَزِيَّةَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الزُّهْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُوسَى الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ إِلَى الْحَجُونِ كَئِيبًا حَزِينًا فَأَقَامَ بِهِ مَا شَاءَ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ رَجَعَ مَسْرُورًا، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَزَلْتَ إِلَى الْحَجُونِ كَئِيبًا حَزِينًا فَأَقَمْتَ بِهِ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ رَجَعْتَ مَسْرُورًا قَالَ: »سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَأَحْيَا لِي أُمِّي فَآمَنَتْ بِي، ثُمَّ رَدَّهَا«

تخریج: نفس المرجع

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام حجون کی طرف تشریف لے گئے جتنا وقت اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں ٹھہرے رہے۔ پھر مسرور وشاداں وہاں سے واپس لوٹے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم آپ مقام حجون کی طرف مغموم و پریشان تشریف لے کر گئے۔ وہاں جتنی دیر اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ٹھہرے رہے (لیکن) پھر واپس لوٹے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام (نہایت) مسرور تھے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ رب العزت سے (اپنی والدہ کیلئے) دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو زندہ کیا وہ مجھ پر ایمان لے آئیں پھر انہیں لوٹا دیا گیا۔

تحقیق

احیاءام النبی ﷺ کی وہ معرکۃ الآراء حدیث جسے امام ابوالحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد المعروف ابن شاھینؒ صاحب الکتاب کو باسناد نقل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی روایت کے بیان نے ابن شاہین کو اہل علم فقہاء ومحدثین، متقدمین ومتاخرین کے درمیان ایک بلند مقام عطافرمادیا بلکہ اگر یوں کہا جائے یہی روایت امام ابوالحفص کی پہچان وشناخت بن گئی تو یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہوگی۔

ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ کے متعلق اُمت میں پائی جانے والی دوآراء

اوّل۔ ممانعت استغفار کی روایات ان کے عدم ایمان کی دلیل ہیں اور باب کی ابتدائی احادیث بھی اس ضمن میں حجت ہیں۔

دوئم۔ وہ اہل فترت میں سے ہیں جن سے حساب کتاب نہیں یا پھر وہ مومن وماجور ہیں ان کی جانب عذاب کی نسبت کرنا سید دوعالم علیہ التحیۃ والثناء کواذیت دینا ہے وہ گروہ صلحاء سے تھے شجرہ طیبہ سے ان کی نسبت تھی اس ضمن میں روایات و دلائل کا ایک انبار ہے جو ہرصدی کے افاضل ائمہ نے مرتب بھی فرمایا اور امت نے ان دلائل کو بصدعزت واحترام قبول فرما کراسے اپنے عقائد کا حصہ بنالیا۔ ائمہ متقدمین ومتاخرین نے اس روایت کونہایت تزک واحتشام کے ساتھ اپنی کتب میں درج کیا اور امام الجلیل محدث ابن شاھین رحمہ اللہ کوخراج عقیدت بھی پیش کیا۔

البتہ اس حدیث کی قبولیت پر چند ائمہ کرام نے کلام بھی کیا ہے، ان کی جرح پر امت کے جلیل القدر فقہاء ومحدثین کی بحث اپنے موقع پر پیش کی جائے گی۔

سردست عدم ایمان کی روایات اوران کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ فرمائیں چونکہ عدم ایمان کی روایات ابن شاھین رحمہ نے مقدم ذکرفرمائیں۔ پھرناسخ روایت ذکرفرما کراہل اسلام کاعقیدہ واضح فرمادیا۔

عدم اثبات ایمان کی روایات:

امت کے ایک گروہ کے ہاں سرکار دو عالم ﷺ کے والدین کریمین کا ایمان ثابت نہیں ان کے دلائل یہ ہیں۔

دلیل اوّل۔ قرآن مجید کی سورۃ التوبۃ میں ارشاد ہوا۔

ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ — نہیں ہے نبی اور ایمان والوں کے لئے مشرکوں کے لئے طلب مغفرت کریں کیوں نہ وہ ان کے قریبی رشتہ ہوں۔

(التوبۃ آیۃ ۱۱۳)

آیت مبارکہ میں قرابت داری کا پاس رکھتے ہوئے مشرکین کے لئے مغفرت طلب کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا امام ابو جعفر الطبریؒ اس آیۃ مبارکہ کی تاویل میں تین قول نقل فرماتے ہیں جس میں سے ایک یہ ہے۔

وقال آخرون بل نزلت فی سبب ام رسول اللہ ﷺ و ذالك انه اراد ان یستغفرلها فمنع من ذلك — دوسروں نے کہا کہ آیت مبارکہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کی وجہ سے نازل ہوئی اور اس لیے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی مغفرت کے لیے دعا کا ارادہ کیا تو آپ کو اس سے روک دیا گیا۔

جامع البیان جلد ۱۴ ص ۵۱۱، دار السلام مصر)

دلیل دوم۔ امام ابن شاہین کی نقل کردہ روایت مبارکہ ۲۴۳۔۲۴۲ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے مغفرت کی دعا کے لئے اجازت طلب فرمائی تو ان قرآنی الفاظ میں اس امر کی اجازت نہ دی گئی۔ ابن شاہینؒ کے علاوہ درجہ ذیل محدثین نے یہ روایت نقل کی۔

ا۔	امام احمد بن حنبلؒ	''المسند''، جلد ۵، ص ۲۵۹
۲۔	امام مسلم بن حجاج المسلمؒ	''الصحیح مسلم''، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربہ فی زیارۃ قبر امہ
۳۔	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ	''الجامع''، کتاب الجنائز، باب الرخصۃ فی زیارت القبول
۴۔	امام محمد ابن حبانؒ بن احمد	''الصحیح''، کتاب الجنائز، فصل فی زیارۃ القبور
۵۔	امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ	''المصنف''، جلد ۴، ص ۱۳۹
۶۔	امام ابو عبد اللہ الحاکم النیساپوریؒ	''المستدرک''، کتاب الجنائز، جلد ۱، ص ۳۷۴

دلیل سوئم: عدم ایمان کی تیسری دلیل سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مرتبہ یہ دعا فرمانا ''لیت شعری این ابوای'' ''اے

کاش کہ میں جانتا کہ میرے والدین کہاں ہیں' پر آیت مبارکہ کا نزول:

ولاتسل عن اصحب الححيم (البقرة،۱۱۹)

اور آپ سے دوزخ والوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔

امام طبری نے اس آیت پر ایک قول یہی نقل فرمایا۔

(جامع البیان جلد ا،ص ۶۸۱، دار السلام مصر)

۴۔دلیل چہارم۔

ان رجلاء قال: یا رسول الله ﷺ این ابی قال فی النار فلما قفیٰ دعاہ فقال ان ابی و اباك فی النار

(صحیح مسلم، باب من مات علی الکفر فھو فی النار)

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا والد کہاں ہے، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا آگ میں ہے جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا بے شک میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔

۵۔دلیل پنجم۔

۵۔ پانچویں دلیل امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی طرف منسوب قول ہے۔

و والدارسول ﷺ ماتا علی الکفر

(الفقہ الاکبر)

رسول اللہ ﷺ کے والدین کا وصال کفر پر ہوا۔ (العیاذ باللہ)

دلائل مذکورہ کا خلاصہ:۔

قائلین عدم ایمان کی نقل کردہ روایات کا حاصل:

۱۔ آپ ﷺ نے اپنے والدین کی بخشش کیلیے دعا کی اجازت طلب فرمائی لیکن ان کے شرک کے سبب یہ اجازت نہ مل سکی۔

۲۔ مشرکین کی قبور پہ جانا جائز ہے مگر ان کے لئے استغفار کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

۳۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے والدین کریمین کے بارے میں دخول فی النار کی وعید کا ذکر فرمایا اور (العیاذ باللہ) وہ جہنم کے طبقہ جحیم میں ہیں۔

۴۔ امام المجتہدین امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک سرکار دو عالم علیہ التحیۃ والثناء کے والدین کفر پر تھے۔

۵۔ کفر پہ موت واقع ہو جانے کے بعد ایمان فائدہ نہیں دیتا۔

امت کے ایک گروہ کی جانب سے ان روایات واستدلال کی روشنی میں یہ بات ثابت کی گئی کہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین حالت کفر میں فوت ہوئے اور العیاذ باللہ وہ آگ میں ہیں لیکن ان اخبار وآثار بالخصوص آیت قرآنی سے کئے گئے استدلال کا اگر تحقیقی جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ذیل میں ان روایات پر تحقیق پیش کی جائے گی۔ ابتداء کفر کی تعریف اور اس کے لئے دلائل کا معیار جانچا جائے گا تا کہ ثبوت کفر کی روایات کی حیثیت واضح ہو سکے۔

کفر کی لغوی تعریف:۔

ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریاؒ المتوفی ۳۹۵ھ فرماتے ہیں۔

والکفر ضدالایمان سمی لانه تعطية الحق و كذلك كفر ان النعمة: جحودها استرها۔

(معجم مقاییس اللغۃ محقق جلد۵ ص۱۵۵، اتحاد الکتاب العربی ۱۴۲۳)

کفر ایمان کی ضد ہے اور اسے یہ نام اس لئے دیا گیا کہ یہ حق چھپا لیتا ہے۔ اسی سے کفران نعمت کا کلمہ ہے کیونکہ نعمت کو چھپا لینا کے معنیٰ میں ہے۔

امام ابوالقاسم الحسین بن محمد راغب الاصفہانیؒ المتوفی ۵۰۲ھ اس پر لغۃ بحث فرماتے ہیں۔

الکفر فی اللغة سترالشئی و وصف اللیل بالکافر لستره الاشخاص و الزراع لستره البذر فی الارض

(المفردات فی غریب القرآن جلد۱ ص۴۳۴، ۴۳۳ دار المعرفۃ بیروت)

لغۃ میں کفر شے کو چھپا لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے رات کو کافر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور کھیتی کو بھی کافر کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتی ہے۔

امام ابوالسعو محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفیؒ المتوفی ۹۸۲ھ کفر کا معنیٰ باعتبار لغت بیان فرماتے ہیں۔

والکفر فی اللغة ستر النعمه واصله الکفر بالفتح ای الستر ومنه قیل للزارع واللیل کافر قال تعالیٰ کمثل غیث اعجب الکفار نباته

(الحدید، ۲۰)

کفر لغت میں نعمت کو چھپانے کے معنیٰ میں ہے اور اصل اس کی کاف کے زبر کے ساتھ ہے یعنی چھپا لینا کھیتی اور رات کو اسی لئے کافر کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ ''اس بارش کی طرح جس کی پیداوار کاشتکاروں کو بھلی لگتی ہے۔''

ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم
(جلد۱،ص۶۳ دار المصطفی القاہرہ)

عربوں کے ہاں کفر کا لغوی معنیٰ چھپا ہے جیسا کہ امام الحسن الماوردیؒ المتوفی ۴۵۰ھ نے بھی قول سابق کے موافق لکھا۔

واصل الکفر عندالعرب التغطیة و منه قوله تعالیٰ "اعجب الکفار نباته یعنی الزراع لتعظیم البذر فی الارض
(النکت والعیون جلد۱،ص۱۷۔موسسة الکتب الثقافیة۔بیروت)

اہلِ عرب کے ہاں کفر کا اصل معنی ڈھانپنا ہے اسی سے اللہ رب العزت کا ارشاد مبارک۔ ''اس بارش کی طرح جس کی پیداوار کاشتکاروں کو بھلی لگتی ہے۔'' یعنی کسان جو بیج اس سبب زمین میں چھپاتا ہے۔

ائمہ لغت کی مذکورہ عبارات کی روشنی میں کفر کے درجہ ذیل معانی ہیں۔

۱۔ڈھانپ لینا۔

۲۔چھپالینا۔

۳۔چھاجانا

کفر کے اصطلاحی معانی:۔

امام راغب اصفہانیؒ نہایت سادہ انداز میں کفر کی تعریف فرماتے ہیں۔

الکفر جحود الوحدانیة او الشریعة او النبوة
(المفردات جلد۱،ص۴۳۴،دارالمعرفة بیروت)

اللہ رب العزت کی وحدانیت یا شریعت اسلامی یا نبوت کا انکار کفر ہے۔

امام فخرالدین محمد بن عمر الرازی الشافعیؒ المتوفیٰ ۶۰۴ھ کفر کی عام تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

ترک تصدیق الرسول فیما علم بالضرورة انه من دینه

رسول کی تصدیق جو ضروریات دینی سے ہے اسے ترک کردینا۔

اسی طرح کفر کی تعریف میں وسعت لاتے ہوئے رقم فرماتے ہیں۔

الکفر عدم تصدیق الرسول فی شئی مما علم بالضرورة مجیئه به

کفر سے مراد رسول اور اس کے لائے ہوئے احکام کی تصدیق کو ترک کرنا ہے۔

عدم تصدیق اور انکار کو واضح کرتے ہوئے ذات باری تعالیٰ کے متعلق اس کا اطلاق کرتے ہیں۔

ومثاله من انكر وجود الصانع او كونه عالما قادر مختارا او كونه واحدا او كونه منزها عن النقائص والافات۔	اور اس کی مثال کائنات بنانے والے کے وجود کا انکار یا اس سے عالم، قادر اور مختار ہونے کا انکار یا اس کے واحد ہونے کا انکار یا اس کے ہر قسم کے نقائص سے پاک ہونے کا انکار ہے۔

پھر انکارِ نبوت اور صحتِ قرآنی کا انکار کفر میں شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

او انكر نبوة محمد ﷺ او صحة القرآن الكريم	یا نبوت رسول ﷺ یا صحت قرآنی کا انکار کفر ہے۔

آخر میں ضروریات دین کے انکار کو بھی کفر کے زمرے میں لاتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

اوانكر الشرائع التى علمنا بالضرورة كونها من دين محمد ﷺ كو جوب الصلوٰة والزكوٰة والصوم والحج و حرمة الربا والخمر فذلك يكون كافرا	یا شرع کی ان بنیادی باتوں کا انکار جو ضروریات دین محمد سے ہو جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، حرمت سود اور شراب وغیرہ ایسا شخص کافر ہے۔

(مفاتیح الغیب جلد ۳، ص ۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام فخر الدین رازی کی اس بحث کے مطابق کفر کا مدار درجہ ذیل باتوں پر ہے۔

۱۔ اللہ رب العزت کے وجود کا انکار

۲۔ اس کی وحدانیت کا انکار

۳۔ نبی مرسل یا رسول کی نبوت و رسالت کا انکار

۴۔ احکام وحدود الٰہی کا انکار

۵۔ قرآن مجید کے محفوظ ہونے کا انکار

محی السنۃ امام ابو محمد الحسین بن مسعود البغویؒ المتوفی ۵۱۶ھ کفر کی اقسام بیان کرتے ہیں۔

والكفر جحود و كفر عناد و كفر نفاق	کفر کی چار اقسام ہیں، کفر انکار، کفر جحود، کفر عناد، کفر نفاق

(معالم التنزیل جلد ۱، ص ۶۴ دار طیبۃ ۱۴۱۷ھ)

ان چار اقسام کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ کفر انکار سے مراد، اللہ رب العزت کی نہ تو معرفت رکھنا اور نہ اس کی ذات کو من

حیث الاصل تسلیم کرنا۔ کفر جحود سے مراد ذات باری تعالیٰ کا دل سے تو اقرار کرنا مگر زبان کا اس اقرار سے انکار کرنا ہے۔ کفر عناد سے مراد ایسا کفر جس میں قلب وزبان میں اقرار کی یکسانیت تو ہو مگر حسد کے سبب تصدیق نہ کرے اور کفر نفاق میں ذات الٰہیہ کا اقرار زبان سے تو ہو مگر دل اس اقرار کا منکر ہوا۔ الغرض کفر کی تعریف میں درجہ بالا اشیاء مبادی ہیں پھر ائمہ اصول نے انکار بالآخرۃ، اہانۃ الٰہی، اہانۃ کتاب اور اہانۃ انبیاء، انکار بالملائکہ اور انکار بالتقدیر کو پھر کفر کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔

دخول فی النار کے اسباب وشرائط:۔

کفر کی مختصر بحث پیش کر لینے کے بعد اسباب عذاب بھی ملاحظہ فرمائیں تا کہ ان اسباب وشرائط کی روشنی میں روایات سابقہ کا جائزہ لیا جائے۔

اسباب عذاب یہ ہیں۔

کفر وشرک:۔

وجوب عذاب کا پہلا سبب جحود واشراک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین فی نار جھنم خلدین فیھا۔ بے شک اہل کتاب سے جنہوں نے کفر کیا اور مشرکین جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

(البینۃ، آیۃ ۶)

وجعلنا جھنم للکفرین حصیرا اور دوزخ کو ہم نے منکرین کا قید خانہ بنادیا ہے۔

(الاسرار، آیۃ ۸)

کبائر ومعاصی:۔

ایمان لانے کے باوجود مستحق نار ہونے کا دوسرا سبب کبائر سے بنا تو بہ دنیا سے رخصت ہو جانا ہے ارشاد ہوا۔

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا، پھر ان کے بعد نالائق لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کے پیچھے ہو گئے تو وہ عنقریب بھٹکنے کی انتہا تک جا پہنچیں گے۔

(مریم، آیۃ ۵۹)

شرائط عذاب:۔

اگر اُمت اپنے نبی ورسول کی تکذیب کرے باوجودیکہ اس نے پیغام حق پہنچایا ہو تو تکذیب عذاب کو مستلزم ہے لیکن اگر قوم تک پیغام حق لانے والا ہی نہ آیا ہو تو عذاب دینا قانون ایزدی کے خلاف ہے۔

ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم و اهلها غفلون ۔ یہ اس لئے ہے کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ کرنے والا نہیں اس حال میں کہ بستیوں والے بے خبر ہوں۔

(الانعام، آیۃ ۱۳۱)

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ۔ اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ ہم کوئی رسول مبعوث نہ کردیں۔

(الاسراء، آیۃ ۱۵)

کسی بھی شخص پر کفر کا اطلاق اور اس کے لئے عذاب جہنم کے اثبات کے لئے اس کا منکر توحید ورسالت وآخرت ہونا ضروری ہے اور ابلاغ حق کے بعد اس کے لئے نارِ جہنم کی وعید ہے، کفر کی تعریف، اس کے انجام اور شرائط کا خلاصہ تحریر کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ کفر کائنات الٰہی کا سب سے قبیح جرم ہے جس کی مغفرت اور بخشش قانون الٰہی میں تحریر نہیں کسی بھی انسان کو زمرہ کفار میں داخل کر دینے کا مطلب اسے اللہ کا دشمن شمار کرنا ہے۔ ارشاد الٰہی۔ یایها الذين امنوا لا تتخذوا عدوى وعدوكم اولياء (الممتحنہ،۱) کے مطابق کفار دشمنان خدا ہیں مبغوض ہیں، ملعون ہیں بارگاہ ایزدی میں شردوآب ہیں بس اس مختصر بحث سے کفار پر اللہ رب العزت کی ناراضگی اور اس کے غضب کا ذکر کرنا ہے۔ سو اس کلام کے تناظر میں والدین مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے عدم ایمان کی بحث کا جائزہ لیا جائے گا۔

عدم ایمان کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:۔

سورۃ التوبۃ کی آیۃ مبارکہ نمبر ۱۱۳ "ما كان للنبى و الذين امنو" سے والدین مصطفیٰ ﷺ کے عدم ایمان پر دلیل لی گئی اور امام طبریؒ کا حوالہ پیش کیا گیا۔ اس دلیل کے درجہ ذیل جواب ہیں۔

اوّل:۔

اس آیۃ مبارکہ کے شان نزول میں اختلاف ہے، اس ضمن میں چار طرح کے اقوال سامنے آتے ہیں۔

۱۔ یہ آیت مبارکہ جناب ابوطالب کے انتقال کے موقع پر نازل ہوئی جب سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں کلمہ طیبہ کی

تلقین فرماتے رہے پھر ان کے وصال کے بعد ان کے حق میں استغفار کا عمل جاری رکھا حتیٰ کہ اس عمل کی ممانعت اتری اور مغفرت کی طلب سے روک دیا گیا۔ یہاں ابی بمعنیٰ عم آیا جو کہ اہل عرب کے ہاں مستعمل تھا۔

(جامع البیان، تفسیر ابن ابی حاتم، بخاری کتاب التفسیر، مسلم کتاب التفسیر)

۲۔ دوسرے قول کے مطابق مکہ آمد کے موقع پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے والدہ محترمہ کی قبر پر حاضری کے موقع پر استغفار کی اجازت چاہی تو جبریل امین نے نازل ہو کر آیۂ مبارکہ پیش کر دی جس میں ممانعت کا حکم ہوا۔

(جامع البیان، المستدرک جلد۲ ص ۳۶۶، مصنف عبد الرزاق جلد۳ ص ۵۷۲)

۳۔ تیسرے قول کے مطابق اس آیت کے شان نزول کا سبب، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کا مشرکین کے لئے استغفار کرنا تھا۔ امام ابو جعفر الطبریؒ لکھتے ہیں۔

فقال بعضهم أنزل من اجل ان النبی ﷺ و اصحابه كانوا يستغفرون لموتاهم المشركين حين انزل الله قوله خبر اعن ابراهيم قال سلام عليك سا ستغفرك انه كان بی حفيا۔

(جامع البیان، جلد۱۴، ص ۵۱۳ روح المعانی، جلد۷، ص ۳۸۴)

آیت کے شان نزول کے متعلق بعض نے کہ کہا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین اپنے فوت شدہ مشرکین رشتہ داروں کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تو اللہ رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خبر دیتے ہوئے اس آیت "سلام عليك ساستغفرلك انه كان بی حفيا" کے تناظر میں آیت نازل فرمائی۔

۴۔ اس آیت مبارکہ کے شان نزول کے متعلق چوتھا قول حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے جسے امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد المقدسیؒ نے بسند صحیح نقل فرمایا۔

عن علی قال رايت رجلا يستغفر لابويه وهما مشركان فقلت تستغفر لابيوك وهما مشركان فقال اليس قد استغفر ابراهيم لابيه وهو مشرك قال فذكرت ذلك للنبی ﷺ فنزلت، ما كان للنبی والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين۔

(الاحادیث المختارہ جلد۱ ص ۳۱۶ مکتبۃ النھضۃ، الحدیثیہ مکۃ المکرمۃ ۱۴۱۰ھ)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے مشرک والدین کے لئے دعائے مغفرت کر رہا تھا میں نے اسے کہا تو اپنے والدین کے لئے مغفرت کا طالب ہے اور وہ تو مشرک تھے اس نے کہا ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے والد کے لئے مغفرت چاہی حالانکہ وہ مشرک تھے میں نے یہ بات نبی کریم ﷺ کو بتائی تو (اس بات کی تردید میں) آیت نازل ہوئی کہ والذین.........

القول المصاب فی نزول الاسباب:۔

اس آیۃ مبارکہ کے شان نزول کے متعلق جملہ اقوال ہدیۃ قارئین کئے گئے۔ مفسرین کے ہاں اس آیت مبارکہ کے اطلاق میں شدید نزاع ہے۔ جار اللہ زمخشری کے ہاں اس آیت کا سبب نزول استغفار ابوین ہے جبکہ امام فخر الدین رازیؒ (جلد ثامن، ص۱۶۵) امام ابوجعفر الطبریؒ (جلد خامس، ص۲۶، ۴۱۲) امام ابوالحسن ماوری (جلد۲، ص۱۴۷) نے مطلق اقوال بالا کو تحریر کردیا لیکن ترجیح کے قول کو اختیار نہ فرمایا۔ امام ابوالبرکات النسفیؒ (مدارک التنزیل جلد۱، ص۴۱۷) امام ابوعبداللہ القرطبیؒ (جلد رابع ص۵۸۸) نے طلب استغفار لابی طالب کو سبب نزول ٹھہرایا لیکن امام ابوالفضل شہاب الدین الالوسی البغدادیؒ نے دو قول نقل فرمائے جس میں سے اول جناب ابوطالب کے متعلق اور ثانی ابوین مصطفیٰ کریم علیہ التحیہ والتسلیم کے متعلق اور پھر ان اقوال پر تحقیق فرماتے ہوئے رقم فرماتے ہیں۔

ولایخفی ان الصحیح فی سبب النزول ھوا الاول، نعم خبر الاستئذان فی الاستغفار لامه علیه الصلوٰة والسلام و عدم الاذن جاء فی روایة صحیحة لکن لیس فیھا ان ذلك سبب النزول۔

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی)

(جلد السادس ص۴۸ دار الحدیث القاہرہ)

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں اور صحیح قول بھی یہی ہے کہ اس آیت کا شان نزول قول اول ہے اگرچہ استئذان اور والدہ کی طلب مغفرت کی روایات پر اذن نہ ملنا صحیح روایات سے ثابت بھی ہو تب بھی وہ روایات اس آیت کا شان نزول نہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کے شان نزول پر مختصر تبصرہ فرماتے ہیں۔

وما یدل علی ان الایة نزلت فی آمنه ام النبی ﷺ و عبداللہ ابیه لایصلح منه شئی

اور آثار و شواہد اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ یہ آیت مبارکہ سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ سیدہ آمنہ اور والد حضرت عبداللہ کے متعلق نازل ہوئی اس کے متعلق اس آیت کو شان نزول ظاہر کرنا صحیح نہیں۔

پھر آپ اس قول پر امام ابن حجرؒ کی بحث بھی نقل کرتے ہیں۔

وقد تاملتھا فوجدتھا کلھا معلولة

(تفسیر مظہری جلد۴، ص۳۰۷)

تحقیق میں نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق تمام طرق کو جانچا ہے پس میں نے تمام روایات کو معلول پایا۔

ائمہ ومفسرین کے اقوال عدیدہ پیش کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ روایات معلولہ ومضطربہ سے کفر کا اثبات یقیناً مضحکہ خیز ہے۔ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ اثبات کفر کے لئے دلائل درجہ تواتر کے ہوں لیکن امام مقدسی کی صحیح روایت کو ترک کر کے ایک معلول ومضطرب روایت کو عدم ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ کی دلیل بنانا یقیناً علوم قرآنیہ سے غفلت کی علامت ہے اگر بالفرض یہ چاروں روایات درجہ صحیح کی ہیں پھر بھی ان کے اطلاق پر قطعیت سے کوئی قول وارد نہیں محض احتمال سے ہی اس کے سبب نزول کو عدم ایمان ابوین کی دلیل بنایا جارہا ہے اور اصول فقہ کی روشنی میں احتمال سے استدلال درست نہیں۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

آیۃ مذکورہ اور دلیل ثانی کا جواب:۔

بر سبیل تنزل اگر اس آیت کا شان نزول حتمی ویقینی طور پر طلب استغفار والدین ہی مان لیا جائے جس پر دوسری دلیل یعنی حدیث مسلم کو شاہد بنایا گیا تب بھی اس سے کفر کا اثبات محال ہے کیونکہ قرآن مجید کی دیگر آیات سابق حکم کے معارض بن جاتی ہیں جن میں والدین کے لئے رب کے حضور طلب رحمت کا استغاثہ کیا گیا۔

۱۔ وقل رب الرحمها كما ربياني صغيرا (الاسراء۲۴) اور دعا کرو اے میرے رب ان دونوں پر رحمتیں نچھاور فرما جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھے پالا۔

ماقبل آیت مبارکہ یہ ہے۔

۲۔ وقضى ربك الاتعبدوا الا اياه و باالوالدين احسانا۔ (الاسراء،آیۃ۲۳) اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھے رہو۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ آیت رحمت کی تلاوت پر رحمت کے طالب ہوتے، آیت عذاب پر پناہ مانگے اور آیت دعا پر دعا کے لئے فریاد کرتے پھر والدین سے احسان اس سے بڑھ کر کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت طلب کی جائے کیونکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ ولد صالح والدین کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

اور پھر نمازوں میں آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

رب اغفرلى والوالديه وللمومنين کے الفاظ کا تکرار یقیناً اس آیت کے شان نزول اور مقتضی ایزدی کے خلاف ہے۔

جواب دوئم :۔عدم اذن مستلزم کفر نہیں :

اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ آپ کو استغفار کا اذن نہیں ملا تب بھی کفر کا ثبوت یقینی طور پر نہیں ہوسکتا کیونکہ عدم اذن کفر کو مستلزم نہیں اور اس کی مثال آپ ﷺ کو مقروض کا جنازہ ادا کرنے سے روکنا، خودکشی کرنے والے، زنا کے سبب رجم کئے جانے والے کے لئے مغفرت کی خاطر جنازے کی ادائیگی نہ کرنے کے حکم ہے پس یہاں یہ بھی اذن مغفرت نہیں حالانکہ مقروض، زانی اور خودکشی کرنے والے بالاتفاق کافر نہیں ہوجاتے لہٰذا اس قاعدہ سے کفر کا اثبات تحقیق طلب ہے۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے اس کے جواب میں اتنا ہی تحریر طلب ہے کہ محدث جلیل ابن شاھین رحمہ اللہ نے اس روایت کو منسوخ قرار دیا اور محدثین کے طبقہ کبیر نے آپ کی تائید فرمائی۔

دلیل ثالث کا جواب :۔

آیت مبارکہ **ولاتسئل عن اصحاب الجحیم** (البقرہ،۱۱۹) کے شان نزول میں امام ابوجعفر الطبریؒ نے محمد بن کعبؒ سے آپ ﷺ کا یہ قول نقل فرمایا۔

یالیت شعری این ابوای — اے کاش کہ مجھے ادراک ہوتا کہ میرے والدین کہاں ہیں۔

(الطبری جلد۲،ص۵۵۹)

آپ ﷺ کی اس دعا کے موقع پر اللہ رب العزت نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی! (الطبری) لیکن آیت سابق کی طرح اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے اور اختلاف کی علت اس آیت پر پڑھی جانے والی دو قرأت ہیں امام ابوجعفر الطبریؒ نے ان دونوں قراءات کا ذکر شان نزول کے ضمن میں فرمایا۔ آپ کے مطابق اس کی دو قراءات یہ ہیں۔

۱۔ ولاتسأل عن اصحاب الجحیم — تاءِ مفتوحہ کے ساتھ نھی کا صیغہ

۲۔ ولاتسل عن اصحاب الجحیم — تاءِ مرفوعہ کے ساتھ فعل مضارع

پہلی قرأت کی صورت میں شان نزول یالیت شعری کی دعا ہے جس کے جواب میں اس دعا کی ممانعت ولاتسأل کے صیغہ امر سے ہے کہ اہل جحیم کے لئے آپ ﷺ دعا نہ کریں۔ طبری نے پہلی قرأت یہی لکھی اور یہی شان نزول بیان فرمایا۔ دوسری قرأت فعل مضارع کے صیغہ کے ساتھ ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ پر اہل جحیم کے متعلق مسؤلیت نہیں ان اہل جحیم سے مراد کون لوگ ہیں اور اس صورت میں شان نزول کیا ہے۔

طبری لکھتے ہیں:

والصواب عندی من القراء ۃ فی ذلك قراء ۃ بالرفع علی الخبر لان اللّٰہ جل ثناؤہ قص ، قصص اقوام من الیھود والنصاری، وذکر ضلالتھم و کفرھم باللّٰہ و جزاء تھم علی انبیائہ ثم قال لنبیہ ﷺ انا ارسلناك یا محمد بالحق بشیرا...... ولا وانت مسئول عما فعل بعد ذلك

(جامع البیان جلد ا، ص ۶۷۲، دارالسلام القاہرہ)

میرے نزدیک درست قول یہ ہے کہ اس کی قراءۃ خبر پر پیش کے ساتھ ہو کیونکہ اللہ رب العزت نے قوم یہود و نصاریٰ کا قصہ بیان فرمایا اور ان کے کفر و ضلالت کا بیان فرمایا اور انبیاء کے معاملہ میں ان کی بے باکیوں کا ذکر فرمایا پھر اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو اے محمد صلی اللہ علیک والک وسلم کے ساتھ خوشخبری سنانے والا.........اور آپ اس کے بعد ان یہود و نصاریٰ کے اعمال کے جواب دہ نہیں ہوں گے۔

ان دونوں روایات میں سے دوسری روایت ابو جعفر رحمہ اللہ کے نزدیک اقرب الی الصواب ہے اور اسی روایت کو عامۃ المفسرین نے اختیار فرمایا کیونکہ پہلی روایت درجہ ذیل علتوں کے پیش نظر ضعیف اور نا قابلِ احتجاج ہے۔

ا۔ محمد بن کعب القرظی تابعی ہیں اور روایت مرسلا بیان فرما رہے ہیں ان کی مرسل نا قابل استدلال ہے۔

۲۔ امام طبری کی نقل کردہ روایت میں موسیٰ بن عبیدہ پر شدید جرح ہے درجہ ذیل محدثین نے اس پر جرح فرمائی۔

(i) امام بخاریؒ، تاریخ کبیر، جلد ۴، ص ۲۹۱، تاریخ صغیر، ص ۱۷۲

(ii) امام ابن ابی حاتم رازیؒ، الجرح والتعدیل، جلد ۴، ص ۱۵۴

امام بخاریؒ و حاتم رازیؒ کے ہاں یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں لا تحج بحدیثہ اور امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے لایحل الروایۃ عندی عن موسیٰ بن عبیدۃ۔ (میرے نزدیک موسیٰ بن عبیدہ سے روایت لینا درست نہیں۔)

تعجب ہے اس امر پر کہ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو (العیاذ باللہ) جہنمی ثابت کرنے کے لئے تمام حدود و قوانین کو پامال کر دیا گیا ان روایات کو حجت مانا جا رہا ہے جن کی صحت ہی مشکوک ہے اس سعی لاحاصل کا مقصد کیا ہے یہ عقدے بروز حشر ہی کھلیں گے۔

دلیل رابع کا جواب (اوّل):۔

قائلین عدم ایمان کی جانب سے مسلم شریف کی روایت مبارکہ بطور دلیل پیش کی جاتی ہے جس میں العیاذ باللہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد گرامی کو ناری ہونے کا بیان ہے۔ اس روایت کے درجہ ذیل جوابات ہیں۔

اول:۔

اس روایت کے مرکزی راوی حماد بن سلمة ہیں اگر چہ محدثین کے ہاں یہ ثقہ وصدوق ہیں لیکن ان کی ثقاہت وصداقت کے باوجود ان کے متعلق محدثین کے ہاں کلام ہے۔

امام شمس الدین ذھبیؒ فرماتے ہیں۔

حماد بن سلمة مه امام صدوق له اوهام

حماد بن سلمہ، امام صدوق صاحب اوھام ہیں۔

امام ذھبیؒ المغنی میں ان الفاظ سے ذکر کرتے ہیں۔

امام ثقة له اوهام و غرائب وغیره اثبت منه

(المغنی فی الضعفاء جلد ا، ص ۱۸۹)

امام ثقہ ہیں اور ان کے اوہام وغرائب ہیں ان کا غیر ان سے اثبت ہے

اسی طرح سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں۔

قلت كان بحرا من بحور العلم وله اوهام فی سعة ماروی

(سیر اعلام النبلاء، جلد ۷، ص ۴۴۶، موسۃ الرسالہ ۱۴۱۳ھ)

میں کہتا ہوں علم کے سمندروں میں سمندر ہیں ان کی روایت کردہ روایات میں کثرت سے اوھام ہوتے ہیں۔

امام ابن حجرؒ کے مطابق

كان ثقه ، له اوهام

(میزان الاعتدال جلد ا، ص ۵۹۰)

ثقہ تھے، صاحبِ وہم تھے۔

حماد بن سلمہ پر درجہ بالا کلام کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ آپ ثقہ ہیں، صدوق ہیں۔

۲۔ باوجود ثقاہت کہ بیان روایت میں کبھی کم اور کبھی بہت زیادہ وسعت سے وہم لاحق ہو جاتا تھا۔

۳۔ رئیس الناقدین امام ذھبیؒ کے مطابق آپ کے علاوہ کسی سے روایت مروی ہو تو اس کی روایت کو ان کی روایت پر ترجیح ہوگی۔ غیره اثبت کے الفاظ اس کے شاہد ہیں۔ اور اصولِ حدیث کا متفقہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی روایت کے خلاف روایت کرتا ہے تو وہ روایت شاذ کہلاتی ہے اور شاذ روایت سے کفر ثابت کرنا یقیناً

مضحکہ خیز ہے۔

اب اگر چہ امام مسلمؒ، امام ابوداوٗدؒ، امام ابن حبانؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابویعلی، امام ابوعوانہؒ، امام بیہقیؒ اور امام ابونعیم الاصفہانیؒ نے حماد بن سلمہ ہی کی سند سے یہ روایت نقل فرمائی لیکن وھم کا خدشہ تو تمام اسناد میں ہے قطعیت کے ساتھ تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حماد بن سلمۃ کی اس روایت میں انہیں وہم نہ لگا ہوگا اگر چہ اس کے برعکس بھی کیا جاسکتا ہے لیکن احتمال تو موجود ہے کہ الفاظ کی روایت میں وہم لگا ہو اب کیونکہ ان ابی و اباك فی النار والی روایت حماد بن سلمۃ کے علاوہ دیگر اثبت واتقن روایت سے مروی ہے۔ صحابہ میں سے ابن عمرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ نے روایت کی۔

عن سعد بن ابی وقاص ان اعرابیا فقال یا رسول الله ﷺ ان ابی كان یصل الرحم و كان این هو قال فی النار قال فكانه وجد من ذلك فقال یا رسول الله ﷺ فاین ابوك ، قال رسول الله ﷺ حیثما مرات بقبر مشرك فبشره بالنار

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا بے شک میرا باپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا تھا وہ اب کہاں ہے آپ نے فرمایا وہ آگ میں ہے سعد فرماتے ہیں گویا اس نے کچھ اور پوچھنا چاہا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کے والد کہاں ہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تو کسی مشرک کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے آگ کی خوشخبری سنا۔

یہ روایت حماد بن سلمہ کی بجائے معمر سے مروی ہے اور اس روایت کو درج ذیل محدثین نے بسند صحیح نقل فرمایا اور اس میں یہ الفاظ موجود نہیں۔

۱۔	امام ابن ماجہؒ	السنن، قال الشیخ البانی، صحیح جلد ۶، ص ۴۸
۲۔	امام ضیاء الدین المقدسیؒ	الاحادیث المختادہ، جلد ۲، ص ۶ مکتبہ النھضۃ مکۃ المکرمۃ
۳۔	امام البزارؒ	''المسند''، رقم ۱۰۸۹، قال البوصیری اسنادہ صحیح رجالہ ثقات
۴۔	امام جلال الدین سیوطیؒ	''جامع الاحادیث''، جلد ۱۲، ص ۱۵۸

مذکورہ بالا روایت کے خصائص

۱۔ والد گرامی کے متعلق سوال پہلی روایت جیسا ہے لیکن جواب میں ان کے متعلق نہ صریحاً نہ کنایۃً اور نہ اشارۃً کسی قسم کا

کوئی ذکر ہے بلکہ اس اسلوب اور انداز بیان سے آپ ﷺ نے اس بحث کا رخ ہی بدل دیا اور اپنے والدین کے متعلق اس وہم وخیال کو بھی ناپسند فرمایا بایں معنیٰ یہ روایت عصمت ابویہ شریفہ کے لئے دلیل ہوئی کہ آپ علیہ التحیۃ والثناء اپنے حرم مقدس کے متعلق کسی کو بھی اس خیال بد سے گریز کا اشارہ فرمارہے ہیں۔

2۔ اگر نعوذ باللہ والدین مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام وہی ہوتا جو پہلی روایت میں ذکر ہوا تو اس روایت میں اس کا تکرار موجود ہوتا لیکن روایت اول کے الفاظ تو کجا اس وہم سے بھی گریز کی طرف اشارہ ہے لہٰذا یہ روایت بسند صحیح بروایت اتقن روایت سابق پر راجع ہوگی کیونکہ روایت سابق کے الفاظ راوی کا وہم ہے جس کے مقابل غیر معلول روایت عندالمحدثین معتبر ٹھہرے گی۔

۳۔ روایت سابق میں الفاظ حریم سید انام ﷺ کے لائق نہیں اور یقیناً سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اذیت کا باعث ہیں اگر سبعیۃ بنت ابی لھب جس کا باپ کافر تھا اس کے کفر وحاطب النار کہنے پر فخر الموجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام

مابال اقوام يؤذون قرابتي، من آذى قرابتي فقد آذاني و من آذاني فقد اذى الله

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۱۱، ص ۴)

لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ مجھے میرے رشتہ داروں کے متعلق اذیت میں مبتلا کرتے ہیں۔ جس نے میرے رشتہ داروں کو اذیت دی یقیناً اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

فرمائیں تو خود اپنے ابوین کے بارے کے ایسے جملے یقیناً اذیت کا باعث ہوں گے۔

۴۔ حماد بن سلمہ اور معمر دونوں ہم عصر اور ایک ہی استاذ سے روایت لے رہے ہیں۔ معمر، حماد کی نسبت زیادہ ثقہ ومعتبر ہیں بخاری ومسلم نے اصول وفروع میں ان سے روایت لی ہے جبکہ مسلم نے حماد سے اصول میں کوئی روایت نہیں لی حتیٰ کہ بخاری نے اصول وفروع میں حماد سے ایک روایت بھی نہیں لی۔ معمر کی روایت صحیح حدیث اور حرم نبوی ﷺ کے احترام میں موافق ہے جبکہ حماد کی روایت اس کے خلاف ہے پس روایت معمر را ترجیح دارد۔

دلیل رابع کا جواب (دوئم):۔

اگر یہ روایت غیر معلول تسلیم کر لی جائے تو ان روایات صحیحہ کے معارض ہوگی جس میں نسب سید المرسلین علیہ التحیہ والتسلیم کی پاکی اور ایمان کا بیان ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شجرہ طیبہ کی عظمت وفضیلت، عفت وعصمت اور قدر ومنزلت کا ذکر ہے۔ روایات یہ ہیں۔

قال العباس بلغه ﷺ بعض مايقول الناس قال: فصعدالمنبر فقال من انا؟ قالوا انت رسول الله فقال انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب ان الله خلق الخلق فجعلني في خير خلقه وجعلهم فرقتين فجعلني في خير فرقة و خلق القبائل فجعلني في خير قبيلة وجعلهم بيوتا فجعلني في خير هم بيتا فأنا خيركم بيتا و خيركم نفساً

قال ابوعیسی ھذا احدیث حسن

(مصادر: مسند احمد رقم ۱۷۸۸، جامع ترمذی رقم ۳۵۳۲، المستدرک رقم ۵۰۷۷ الکنی ولاسماء، دولابی جلد ۱، ص ۶، مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۹۲۰، شرح اصول اعتقاد اھل سنت جلد ۳، ص ۶۴۷، زوائد مسند ابی یعلی جلد ۲، ص ۸۶۷)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے خاندان کے متعلق کسی کے نازیبا کلمات پہنچے تو آپ علی الصلوٰۃ والسلام منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں لوگوں نے جواب دیا آپ اللہ کے رسول ہیں پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں بے شک اللہ نے مخلوق بنائی تو مجھے سب سے بہترین مخلوق میں رکھا اور مخلوق کو دو گروہوں میں منقسم فرمایا تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا اور قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہترین قبیلے میں رکھا، پھر ان کے گھر بنائے تو مجھے سب سے بہترین گھر میں رکھا پس میں تم سب میں سے خاندان کے اور شرف انسانی کے اعتبار سے افضل ہوں۔

عن ابی هريره رضی الله عنه رسول الله ﷺ قال بعثت من خير قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی كنت من القرن الذی كنت فيه

(صحیح بخاری رقم ۳۵۵۷، مسند ابی یعلی رقم ۶۵۵۳، مسند احمد رقم ۸۸۵۷ شعب الایمان رقم ۱۳۲۹، معرفۃ الصحابۃ جلد ۱، ص ۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے نسل آدمیت کے بہترین زمانوں میں سے بہترین زمانے میں منتقل کیا جاتا رہا یہاں تک کہ میں اس بہترین زمانے میں مبعوث ہوا۔

روی عن انس انه سمعها كذلك من رسول الله ﷺ وروی علی عنه عليه السلام انا من انفسكم نسبا و حسبا و مهرا ولا فی آبائی من آدم الی يوم ولدت سفاخ كلها نكاح والحمدلله

(تفسیر البحر المحیط جلد ۳، ص ۱۱۰ دار الکتب العلمیۃ، اللباب فی علوم الکتاب جلد ۶، ص ۳۴ دار الکتب العلمیۃ)

حضرت انس سے روایت ہے انہوں نے اسی طرح رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے روایت فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم سب میں حسب و نسب اور سسرالی رشتہ کے اعتبار سے بہتر ہوں آدم علیہ السلام سے لے کر میری ولادت تک میرے کسی جد امجد کی ولادت سفاخ سے نہیں ہوئی تمام کے تمام نکاح سے ہوئے الحمدللہ

عن عائشه رضی اللّٰه عنها عن رسول اللّٰه ﷺ عن جبريل عليه السلام قال قلبت مشارق الارض و مغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد ﷺ ولم اربيتا افضل من بيت بنی هاشم

(شرح اصول اعتقاد واہل السنۃ جلد۳،ص۴۷۷، جامع الاحادیث، رقم ۱۵۰۶۷، المعجم الاوسط جلد۶،ص۲۳۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں جبریل علیہ السلام نے سرکار دو عالم ﷺ سے عرض کی میں نے زمین کے مشرق و مغرب جانچے میں نے محمد رسول اللہ ﷺ سے افضل کوئی شخص نہیں پایا اور بنی ہاشم کے خاندان سے افضل کوئی خاندان نہ پایا۔

عن واثلة بن الأسقع رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان اللّٰه اصطفى من ولد ابراهيم اسماعيل و اصطفى من ولد اسماعيل كنانة و اصطفٰى من كنانة قريش و اصطفى من قريش بنی هاشم و اصطفانی من بنی هاشم۔

(السنن الکبری رقم ۱۳۴۵۴، المعجم الکبیر، جلد۲۲ ص ۶۶، مسلم رقم ۲۲۶۷، ترمذی رقم ۳۶۰۶، مسند احمد رقم ۱۷۰۲۷، مسند ابی لعلی رقم ۷۴۸۵)

حضرت واثلة بن الاسقع سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا اور اولاد اسماعیل سے کنانہ کو منتخب کرلیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور مجھے بنی ہاشم سے شرف انتخاب بخشا۔

سید دوعالم علیہ التحیہ والثناء کا یہ فرمانا کہ میں بہترین گروہ میں سے ہوں بلکہ سب سے بہتر ہوا اور قبیلہ خاندان نسب، حسب، زمان ومکاں ہر اعتبار سے افضل ہوں اور جبریل کا آپ ﷺ کے گھرانے کو کائنات کا بہترین گھر و خاندان قرار دینا، ان جملہ صفات کو مدنظر رکھتے ہوئے حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن علی كرم الله وجهه الكريم قال لم يزل على وجه الدهر فی الارض سبعة مسلمون فصاعدا فلولا هلكت الارض و من عليها۔

(مصنف عبدالرزاق، باب بنیان الکعبۃ جلد۵،ص۹۶، رقم ۹۰۹۹ المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۳ھ)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے زمین پر ہمیشہ سے سات افراد ایسے رہے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو اس کے اوپر جو کچھ ہے برباد ہوجاتا۔

پس اس اعتبار سے ہر زمانے کے بہترین افراد، مومن، صالح اور برگزیدہ ہستیاں نسب رسول اور قبیلہ سید دوعالم ﷺ ہی سے تھیں کیونکہ اگر ان کا غیر فضیلت میں ان سے اعلیٰ اور ان پر فائق ہوتو یہ بات حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہے یقیناً وجہ الارض نے آپ کے خاندان، آپ کے نسب وحسب آپ کی اعلیٰ سیرت اجداد سے بڑھ کر نہ دیکھا اور نہ دیکھے گا۔

پس یہ عقیدہ رکھنا قانون ایزدی کے خلاف ہے اس لئے کہ ارشاد الٰہی ہے۔ "انما المشرکون نجس" سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے جمیع آباء کو مصفیٰ ومزکیٰ، اطیب واطہر کہنا با احادیث صحیحہ مقبولہ معروفہ غیر معارضہ سے ثابت ہے۔ احادیث درجہ بالا سے درجہ ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ امام الانبیاء سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جملہ خاندان ہر زمانے کا افضل ترین خاندان ہے۔

۲۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حسباً، نسباً، صہراً، اطیب، اطہر، مزکیٰ، ومصفیٰ ہیں۔

۳۔ تا آدم علیہ السلام جمیع آباواجداد سفاحیت سے پاک ہیں۔

۴۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ واجداد تا آدم علیہ السلام رب کے چنیدا و پسندیدہ بندے ہیں۔

پس ان روایات صحیحہ، محققہ، مقبولہ کے ہوتے ہوئے حدیث حماد بن سلمہ سے استدلال نسب رسول کے متزکیٰ، مصفیٰ، اطیب واطہر دامن کو آلودہ کرنا ہے روایت وہی معتبر ہوگی جو معیار صحت سے بڑھ کر عصمت دوجان رسالت ﷺ کی امین ہو۔

دلیل رابع کا جواب (سوئم):۔

مسلم شریف کی حدیث مبارکہ کی رو سے سرکار دو عالم ﷺ کے والد گرامی (العیاذ باللہ) آگ میں ہیں جو صراحتاً آیت قرآنی کے منافی ہے جس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ عذاب کے لئے ابلاغ شرط ہے:۔

اوراق سابقہ میں واضح کر دیا گیا کہ جب تک اللہ کی جانب سے بشیر ونذیر نہ آجائے قوم مستحق عذاب نہیں۔ عذاب الٰہی کے لئے قوم پر احکام الٰہی کی تبلیغ اور اس پیغام ربانی کا انکار ضروری ہے لیکن اگر ایسا نہیں تو قوموں کو عذاب میں گرفتار کر لینا قانون قدرت کے منافی ہے۔ ارشاد ہوا۔

ذلك ان لم یکن ربك مهلك القریٰ بظلم و اهلها غفلون — یہ اس لئے کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ کرنے والا نہیں اس حال میں کہ بستیوں والے بے خبر ہوں۔

(انعام، آیۃ ۱۳۱)

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا — اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ کوئی رسول مبعوث نہ کر دیں۔

(اسراء آیۃ ۱۵)

والدین مصطفیٰ کریم علیہ التحیہ والثناء کو مستحق عذاب ثابت کرنے کے لئے احکام وتبلیغ کا منکر ثابت کرنا ہوگا جو درحقیقت احادیث صحیحہ معروضہ مقبولہ کے خلاف ہے کیونکہ گزشتہ صفحات میں طہارت نسب نبویہ ﷺ کے متعلق احادیث صحیحہ پیش کردی گئیں جن کے ہوتے ہوئے ایسا قول عصمت طہارت نبوی کے خلاف بھی ہے اور باعث اذیت رسول بھی۔

۲۔اہل فترت پر عذاب نہیں:۔

جن لوگوں تک دعوت ربانی نہیں پہنچی وہ اہل فترت ہیں۔قاضی عیاض مالکیؒ امام ابی کا قول نقل کرتے ہیں۔

قلت تامل مافی کلامه من التنافی فان من بلغتهم الدعوة لیسوا باهل فترة

میں کہتا ہوں غور کرو اس کلام میں تناقص ہے کیونکہ جنہیں دعوت پہنچی وہ اہل فترت نہیں ہوں گے۔

(اکمال المعلم جلد ا،ص ٦١٦)

امام عزالدین بن عبدالسلامؒ فرماتے ہیں۔

پھر ہر نبی کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ اہل فترت ہوں گے ماسوائے سابق نبی کی اولاد کے کیونکہ وہ اس بعثت کے مخاطب ہوں گے البتہ اس صورت میں جب سابقہ شریعت مٹ چکی ہو تو اب تمام لوگ اہل فترت ہوں گے۔

مسالک الحنفاء فی والدی المصطفی ﷺ

گویا فترت انقطاع شریعت کا نام ہے نہ کہ نبی کے وصال کا۔

اب تمام اہل فترت بھی ایک سے نہیں بلکہ امام جلال الدین سیوطی نے ان کی تین اقسام بیان فرمائیں۔

۱۔ من ادرك التوحید ببصرته ثم من هولاء من لم یدخل فی شریعة ، كقیس بن ساعده، وزید بن نفیل ومنهم من دخل فی شریعة قائمة حقه للرسل كتبع وقومه۔

جس نے اپنی بصیرت سے توحید کو پالیا لیکن اس شریعت میں داخل نہ ہوئے جیسے قیس بن ساعدہ، زید بن نفیل، اور ان میں سے کچھ اس شریعت میں داخل بھی ہوئے اور رسول کے ساتھ حق پر قائم رہے جیسے تبع اور اس کی قوم۔

۲۔ من بدل و غیر واشرك و لم یوحد و شرع لنفسه فحلل و حرم وهم الاكثر كعمه وبن لحی اول من سن للعرب عبادة الاصنام و شرع الاحكام

جس نے دین کو بدلا اور اس میں تبدیلی لائی، شرک کیا اور اللہ کی وحدانیت کو تسلیم نہ کیا اور اپنے نفس کے لیے شریعت کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا ایسے لوگ بہت سے ہیں جیسے عمرو بن لحی ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے عرب میں بت پرستی کا آغاز کیا اور مشرکانہ اعمال جاری کیے۔

٣۔ من لم يشرك ولم يوحد ولا دخل في شريعة نبي ولا ابتكر لنفسه شريعة ولا اخترع دينا بل بقي عمره على حال غفلة عن هذا كله و في الجاهلية من كان كذلك

(مسالک الحنفا المسلک الاول)

تیسرے لوگ وہ جنہوں نے نہ تو شرک کیا اور نہ وحدانیتِ الٰہی کو تسلیم کیا نہ وہ کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے نہ کسی شریعت کو اپنے نفس کے لیے مقرر کیا نہ کوئی نیا دین ایجاد کیا بلکہ تمام عمران باتوں سے ہی غافل رہے اور تمام عمر اسی طرح جاہلیت میں ہی گزار دی۔

جن احادیث صحیحہ میں اہل فترت پر عذاب کا ذکر ہے ان سے مراد یہی دوسرا گروہ ہے جنہوں نے دین الٰہی کو بدل دیا توحید کو چھوڑ کر شرک کی طرف مائل ہو گئے اللہ واحد کے تصور کو بت پرستی سے بدل دیا پس آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ میں امام سیوطی نے عمدہ تطبیق قائم فرمائی۔

ابوین مصطفیٰ ﷺ اور عقیدہ توحید وشرک:۔

سید دو عالم علیہ التحیۃ والثناء کے والدین سے نہ تو بت پرستی ثابت ہے نہ ہی ہر قسم کا شرک اور یہی وہ اسباب ہیں جو مستوجب نار ہیں جبکہ دوسری طرف امام جلال الدین سیوطیؒ اور امام یوسف الصالحی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی زبان ناز سے آپ کے آخری ایام میں صادر ہونے والے اشعار نقل فرمائے۔

حضرت ام سماعۃ بنت ابی رھم حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے الفاظ نقل فرماتی ہیں۔

بارك فيك الله من غلام
يا ابن الذى من حومة الحمام

نجا بعون الملك المنعام
فودى غداة الضرب بالسهام

بمائة من اهل سوام
ان صح ما البصرت فى المنام

فانت مبعوث الى الانام
من عندى ذى الجلال و الاكرم

تبعث فى الحل و فى الحرام
تعبث بالتحقيق والاسلام

دیــن ابیك البــرا ابــراهــام

تبــعــث بــالتــحـقیـق والاسلام

ان لاتــو الیهــا مــع الاقــوام

فــالــلــه انهــاك عـن الاصنـام

کل حی میت و کل جدید بال و کل کبیر یفنی وانامیته و ذکری باق و قد ترکت خیرا و ولدت طهرا

(الخصائص الکبری جلد۱،ص۱۳۴،دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۵ھ)

(سبل الھدی والرشاء جلد۲،ص۱۲۱،دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ:۔اے نوجوان تجھے اللہ رب العزت برکت عطا فرمائے تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے موت سے نجات پائی مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کردیا گیا وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہوجائے۔آپ لوگوں کی طرف اللہ کے بھیجے گئے (رسول) ہیں وہ اللہ جو عزت و جلال والا ہے،آپ حرم وغیر حرم کی طرف بھیجے گئے آپ اسلام کے حقائق الہیہ دے کر بھیجے گئے (اور وہ دین دے کر بھیجے گئے) جو آپ کے جداعلیٰ ابراہیم کا دین ہے اور اللہ رب العزت نے بت پرستی سے منع فرمادیا ہر زندہ نے مرنا ہے اور ہر نئی شے نے قدیم ہونا ہے اور ہر عالی شان نے فنا ہونا ہے میں تو اٹھائی جاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا تحقیق میں کائنات کی سب سے بڑی نعمت چھوڑے جارہی ہوں اور میں اطیب واطہر بیٹا جنے ہوئے ہوں۔

حکمت افروز،خدا بزرگ وبرتر کی وحدانیت میں ڈوبا،عربی ادب کا شاہکار قصیدہ جس ہستی کی زبان ودل کا خوبصورت اظہار ہے وہ ہستی سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ماں،کائنات کی خوش بخت ترین والدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا ہیں۔آپ کے اس قصیدہ کا لب لباب یہ ہے۔

۱۔ برکتیں دینے والی ذات اللہ رب العالمین ہی کی ہے۔

۲۔ محمد عربی ﷺ اللہ کے چنیدہ بندے اور منتخب فرستادہ ہیں۔

۳۔ آپ کی بعثت تمام عالمین کی جانب ہے۔

۴۔ اسلام ہی دین حق اور حقائق الٰہیہ کا آئینہ دار ہے۔

۵۔ ابراہیم خلیل اللہ رب کے منتخب بندے اور دین اسلام کے داعی تھے۔

۶۔ آپ علیہ السلام اسی دین کی بقاء کے ضامن اور خود سیدہ آمنہ اس دین کی پیروکار ہیں۔

۷۔ بت پرستی حرام اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

۸۔ یہ دنیا فانی ہے ابدی مقام کی جگہ نہیں۔

۹۔ میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔

۱۰۔ کائنات کی حسین ترین نعمت اللہ نے میری گود میں ڈالی ہے۔

یقیناً ان کلمات طیبات سے بڑھ کر ایمان کی تصدیق اور نبوت ورسالت پر یقین کسی صورت ممکن نہیں۔

پس حدیث مسلم آیت قرآنی سے معارض ومتصادم ہے۔ قانون ایزدی کے منافی، شرف نسب نبوی ﷺ کے لئے تحقیر آمیز اور ذاتِ سید الکونین کے لئے باعث اذیت ہے۔

عدم ایمان کی دلیل خامس کا جواب:۔

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ابوین کریمین کے عدم ایمان کی عبارت قائلین عدم ایمان کی جانب سے بطور حجت پیش کی جاتی ہے۔ یہاں دلچسپ امر یہ ہے کہ عہد حاضر میں بعض عرب ریاستوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذات سے خاصی تنگ نظری پائے جانے کے باوجود فقہ اکبر کی اشاعت اور مجاناً تقسیم کا کام بھی جاری ہے، تعجب ہے ایک طرف تو آپ کی علمی وجاہت ہی کا انکار ہے اور دوسری جانب عقائد جیسے اصول الدین میں آپ کے افکار اور رشحات خود طبع کر کے مفت بانٹے جا رہے ہیں بہرحال اللہ کرے اس خدمت دین کا مقصد نیک نیتی پر مشتمل ہو۔

اب آیئے اس عبارت کی طرف جسے والدین سید دو عالم علیہ التحیہ والثناء کے (العیاذ باللہ) کفر کی دلیل کے طور پر بڑے تم تراک کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور اس کام کو دین کی سنہری خدمت بھی سمجھا جاتا ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف منسوب وہ عبارت جس کا ذکر سابق اوراق میں ہوا وہ یہ ہے۔

و والدا رسول اللّٰہ ﷺ ماتا علی الکفر   اور ابوین رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام حالت کفر میں فوت ہوئے

عبارت مذکورہ کا تحقیقی جائزہ:۔

یہ بات ذہن نشین کرلی جائے کہ یہ عبارت امام صاحب کی جس کتاب کے حوالہ سے نقل کی جاتی ہے وہ عقائد اور اصول دین پر مشتمل ایسے محکم نظریات ہیں جن کے ثبوت کے لئے شارع کو روایات کی حجت کی احتیاج نہیں ہوتی کیونکہ یہ عقائد و نظریات ایسے متواتر ذرائع اور آثار سے مروی ہوتے ہیں جن کی صحت پر کسی ناقد کو کلام کی جرأت نہیں اور نہ ہی یہ اصول دین متردد اور غیر یقینی ذرائع کے حامل ہوتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے منسوب اس مجموعہ عقائد کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ رسالہ ایسے مسائل پر مرتب کیا گیا جو دین کی اساس اور بقاء ایمان کے لئے محکم دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔اس مجموعہ کے مندرجات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ ذات الٰہی پر ایمان، اس کی صفات

۲۔ تقدیر و مشیت الٰہی

۳۔ افعال انسانی کی حقیقت

۴۔ انبیاء و اولیاء کے متعلق عقائد

۵۔ معاصی اور اس کے اثرات

۶۔ معجزات و کرامات

۷۔ رویت باری

۸۔ ایمان کی حقیقت

۹۔ معرفت الٰہی

۱۰۔ شفاعت، جنت و دوزخ وغیرہ

یہ مسائل کلامیہ ضروریات دین سے ہیں اور ان کی معرفت مبادیات دین سے ہے اور ان کی حجت کیلئے ایسے ٹھوس اور محکم ذرائع موجود ہیں جن پر امت کا کامل اعتماد ہے اور آج تک ان ہی عقائد پر کاربند ہے اب جبکہ یہ مجموعہ عقائد ان مسائل پر مشتمل ہے جو ضروریات دین سے ہیں ان مسائل کے درمیان ایک ایسی بحث ذکر کر دینا جس کا تعلق نہ تو ضروریات دین سے ہو اور نہ ہی وہ امت کے لئے کسی فائدہ کا سبب بنے اور اس پر مستزاد ایسے قطعی اور یقینی امور کے اندر اور لایعنی

ابحاث ذکر کردی جائیں یقیناً ایسا عمل اسلوب تحریر کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ منافی منشاء مؤلف بھی ہے یہی وجہ ہے کہ اس عبارت کے سبب ائمہ نے اس نہایت جاندار مجموعہ عقائد کو مشکوک قرار دے دیا اور اس ضمن میں اس رسالے کے متعلق مختلف آراء سامنے آئیں۔

پہلی رائے:۔

الفقہ الاکبر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب نہیں، معتزلہ کے گروہ نے اس رائے کا اظہار کیا جسے امام محمد بن شہاب بن یوسف الکردری المتوفیٰ ۸۲۷ھ نے مناقب میں ان کے اعتراض کے ساتھ رد کیا اور یہی رائے علامہ شبلی نعمانی صاحب کتاب سیرت النبی ﷺ کی ہے۔

(تحقیق فقہ اکبر واسط مفتی رشید احمد العلوی ص ۱۱۱)

دوسری رائے:۔

اس رائے کے مطابق امام اعظم رحمہ اللہ سے ان کلامی مسائل پر ایک کی بجائے دو رسائل مروی ہیں اور دونوں ہی رسالوں کو الفقہ الاکبر سے موسوم کیا جاتا ہے۔

پہلا رسالہ آپ کے شاگرد، ابو مطیع الحکم بن عبداللہ البلخیؒ المتوفیٰ ۱۹۹ھ سے مروی ہے۔ یہ مجموعہ امام ابوبکر محمد بن محمد بن الکاسانی حنفی کی سند سے نقل ہوا، وہ سند یہ ہے۔

راوی الامام ابوبکر محمد بن محمد بن الکاسانی، عن ابی بکر علاؤ الدین محمد بن احمد السمرقندی قال اخبرنا ابوالمعین مسمون بن محمد المکحول النسفی اخبرنا ابوعبداللہ الحسین بن علی الکاشغری المقلب بالفضل قال اخبرنا ابو مالک نصران بن نصر الختلی عن علی بن الحسین بن محمد الغزال عن ابی الحسن علی بن احمد الفارسی حدثنا نصیر بن یحیٰ الفقیہ قال سمعت ابا مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی یقول سالت ابا حنیفہ النعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الفقہ الاکبر۔

(الفقہ الاسبط ص ۱، مطبوعہ مکتبہ الخانجی، مجموع الفتاوی ابن تیمیہ جلد ۵، ص ۱۸۳، شرح فتاویٰ الحمویہ جلد ۱۴، ص ۴)

(سد الدین وسد الدین، ص ۸۹۸۸، دار الکتب العلمیۃ)

جبکہ دوسرا رسالہ امام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ آپ کے صاحبزادے سے مروی ہے جس کی سند تک رسائی ممکن نہ ہو سکی چونکہ دونوں رسائل ایک ہی نوعیت کے تھے سوان کے درمیان امتیاز قائم کرنے کے لیے ابو مطیع بلخی کے روایت کردہ نسخے کو الفقہ الابسط کہہ دیا جاتا ہے اور اسے یہ نام متاخرین ائمہ میں سے بیاضی نے اشارات المرام ص ۲۸ اور امام زبیدی نے اتحاف السادۃ

المتقین جلد۴ اص ۲ پر نقل فرمائے۔

(شرح الفتوی الحمویۃ التویجری جلد ا ص ۲۷۲)

فقہ اکبر واسبط پر ائمہ کی تحقیق:۔

چونکہ فقہ اکبر کے متعلق متضاد آراء کے ساتھ ساتھ اس کی روایت پر بھی اختلاف واقع ہوا جسکے مطابق امام ابو مطیع البلخی کا روایت کردہ مجموعہ ہی اصل فقہ اکبر ہے، یہ رائے علامہ وکیل احمد سکندر پوری صاحب مہر انور شرح فقہ اکبر، مفتی عزیز الرحمٰن (امام اعظم کتاب ابو حنیفہ میں)، مفتی محمد عیسیٰ النظم الدور شرح فقہ اکبر، اور قاضی سجاد بخاری صاحب بلغۃ الحیر ان کی ہے۔

(تحقیق فقہ اکبر واسط ص ۱۳۷)

نسخہ ابو مطیع بلخی اور مسئلہ ایمان والدین:

دلچسپ امر یہ ہے کہ الحکم بن عبداللہ البلخیؒ کے نسخہ فقہ اکبر میں سرے سے اس مسئلہ کو زیر بحث ہی نہیں لایا گیا جبکہ حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا مجموعہ اس عبارت متلوث ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں نسخوں پر ائمہ کی آراء کیا ہیں۔

امام شمس الدین الذھبیؒ کی تحقیق:۔

صاحب کتاب شرح الفتوی الحمویۃ نے ان دونوں رسائل میں سے مستند مجموعے کے متعلق شمس الدین ذھبی رحمہ اللہ کی تحقیق نقل فرمائی۔

و کتاب الفقه الاكبر مشهور، وله عده شروح شرحه ملا على القارى و شرحه ايضا ابو منصور الماتريدى وغيرهما لكن فى ثبوته عن الامام ابى حنيفه نظر فالا امام الذهبى ينسب الكتاب الى ابى مطيع

(شرح الفتوی الحمویۃ جلد ا ص ۲۷۲)

فقہ اکبر کے نام سے معروف کتاب جس کی بہت سی شروحات تحریر ہوئیں، ملا علی قاری کی شرح ابو منصور ماتریدی کی شرح اور اس کے علاوہ بھی لیکن اس کتاب کے امام صاحب کی طرف ثبوت میں شک ہے امام ذہبی نے اس کتاب کی نسبت ابی مطیع بلخی کی طرف کی ہے۔

علامہ وکیل احمد سکندر پوری کی تحقیق:۔

آپ نے امام صاحب سے مروی دونوں رسائل پر تحقیق فرماتے ہوئے امام ابومطیع بلخی رحمہ اللہ کے نسخے کی حجت اتصال پر محققانہ بحث فرمائی اور یہ ثابت فرمانے کی پوری کوشش فرمائی کہ نسخہ مشہور مرویہ حماد بن ابی حنیفہ کی بجائے روایت ابی مطیع والا رسالہ ونسخہ درحقیقت نسخہ اصل فقہ الاکبر ہے۔آپ نے جو دلائل پیش فرمائے انکا حاصل یہ ہے۔

ا۔ نسخہ مرویہ حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی قبولیت پر ائمہ متقدمین ومتاخرین نے کلام کیا ہے جبکہ ابومطیع بلخی سے مروی مجموعہ ہر قسم کے کلام سے مبرا ہے یہی وجہ ہے کہ حماد بن ابی حنیفہ کے نسخے کے مقابل اس نسخہ کو قبولیت بھی عام ہے اور اس پر اعتماد بھی ہے اور ائمہ کرام میں سے درجہ ذیل حضرات اس پر اعتماد رکھتے ہیں۔

امام شمس الدین ذھبی، شیخ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن حجر مکی، شیخ الاسلام اسماعیل انصاری ہراروی، امام ابن ابی حاتم، امام ابن ابی قدامہ مقدسی الحنبلی، امام ابن عبدالسلام، امام محمد بن عبدالرسول برزنجی، امام داغستانی، امام طحطاوی رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

۲۔ حماد بن ابی حنیفہؒ کے نسخہ میں والدین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر کی عبارت ذکر ہوئی درحقیقت یہ عبارت ابوحنیفہ نجاری کی ہے اور آپ کی تصنیف کا نام بھی فقہ الاکبر ہی ہے۔پس اس نام کی مماثلت نے اس فقہ الاکبر کو بھی امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر دیا اور اس کی روایت حماد بن ابی حنیفہ سے کی گئی جبکہ ابومطیع بلخی کے نسخہ معتمدہ میں ایسی کوئی عبارت نہیں اور نہ ہی اس مسئلہ میں کلام ہے۔

۳۔ امام اعظمؒ سے ذات وصفات و باری تعالیٰ پر جو عبارات مختلف کتب میں موجود ہیں وہ تمام عبارات ابومطیع بلخی کے نسخہ میں دیکھی جاسکتی ہیں جبکہ حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا نسخہ اس اسلوب عبارت اور حسن کلام سے خالی ہے۔

۴۔ امام بلخی کا مجموعہ مکمل سند کے ساتھ منقول ہے اور یہ سند امام محمد بن عبدالرسول برزنجی نے سدادالدین میں نقل فرمائی، امام ابوبکر کاسانی کی سند سے بھی اس مجموعہ کا اتصال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تک موجود ہے جبکہ ایسا اہتمام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے نسخہ میں نہیں ہے، اس اہتمام کی ضرورت اس دور میں اور زیادہ بڑھ کر ہوتی تھی جب یہ روایت متصل نقل کرنے کا رواج عام تھا۔

(مہر انور، ص ۴۳ تا ۸ مطبع مجتبائی دھلی ۱۹۶۲ء)

امام احمد طحطاوی الحنفیؒ کی تحقیق:۔

تیرہویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم، فقہ حنفی کے جید امام صاحب شرح ردالمختار اور مراقی الفلاح امام احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۳۱ھ بھی ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ المتوفی ۱۹۲ھ کے نسخہ کو نسخہ معتمدہ کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔

ارشاد ہوا۔

ومافی الفقه من ان والديه ﷺ ماتا على الكفر فمدسوس على الام و يدل عليه ان النسخ المعتمدة ليس فيها شئى من ذلك	اور جو فقہ اکبر میں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے لئے ماتا علی الکفر کے الفاظ ہیں یہ امام کی طرف اور حقائق اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ فقہ اکبر کے معتمد نسخہ میں یہ عبارت موجود نہیں۔

(حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار جلد۲، ص۸۰ بحوالہ مقدمہ ایمان والدین از قلم مفتی محمد خان قادری)

شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیتمی مکی الشافعی رحمہ اللہ نے بھی ابی مطیع بلخی کے نسخہ کی طرف اعتماد کا اشارہ فرمایا۔

وما نقل عن ابى حنيفه انه قال فى الفقه الاكبر انهما ماتا على الكفر مردود بان النسخ المعتمدة من الفقه الاكبر ليس فيها شيئين ذلك	اور جو امام ابوحنیفہ سے فقہ اکبر میں نقل ہوا کہ آپ علیہ السلام کے والدین کفر پر فوت ہوئے یہ قول مردود ہے کیونکہ فقہ اکبر کے معتمد نسخہ میں عبارت موجود نہیں۔

(بحوالہ مقدمہ ایمانی والدین از قلم مفتی محمد خان قادری)

اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ ابن حجر شافعی ہیں نہ کہ حنفی کیونکہ احناف ہی صرف اس قول کے قائل نہیں بلکہ ائمہ شوافع کا بھی یہی مسلک ہے۔ پس ان تحقیقات سے ثابت ہوا کہ حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا نسخہ غیر معتمد ہے ائمہ مقدمین و متاخرین کا اعتماد، ابو مطیع بلخی کے نسخہ پر ہے۔ امام صاحب سے متصل سند بھی اسی نسخہ کا وصف ہے، نقل عبارات کے لئے بھی یہی مجموعہ پیش نظر رکھا گیا قابل افسوس امر یہ ہے کہ ابوین کریمین کے عدم ایمان کے لئے ایسے دلائل کا سہارا لیا جارہا ہے جن کی اپنی بیساکھیاں ہی دیمک زدہ ہیں۔

الفقہ الاکبر مرویہ مشہورہ حماد بن ابی حنیفہ کی عبارت کا تحقیقی جائزہ:

اگر یہ رائے تسلیم کر لی بھی لی جائے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ الاکبر دو مختلف اسناد سے مروی ہے اور دونوں مجموعے اپنی اپنی جگہ معتمد ہیں تب بھی یہ عبارت امام اعظم ابوحنیفہؒ تک نہایت مشکوک و مردود حیثیت کی حامل ہے جس کی درج ذیل

وجوہات ہیں۔

ا۔ الفقہ الاکبر مرویہ حماد بن ابی حنیفہ کے دنیا میں متعدد نسخے طبع ہوئے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ان متعدد نسخوں میں یہ عبارت یکسر مختلف ہے، عبارات اور ان کے طابع کا مختصر جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

عبارت نمبر ۱:

و والدا رسول الله ﷺ ماتا على الكفر

اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا وصال کفر پر ہوا۔

عبارت نمبر ۲:۔

و والدا رسول الله ﷺ ما ماتا على الكفر

اور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا وصال کفر پر نہیں ہوا۔

عبارت نمبر ۳:۔

و والدا رسول الله ﷺ على الفطرة

اور رسول اللہ ﷺ کے والدین کا وصال فطرت پر ہوا۔

عبارت نمبر ۴:۔

و والدا رسول الله ﷺ ماتا على الايمان

اور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا وصال ایمان پر ہوا۔

عبارت نمبر ۵:۔

و رسول الله ﷺ مات على الايمان

اور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ایمان پر ہوا۔

اور اسی نسخہ کا عکس مکتبہ رحمانیہ لاہور اور قدیمی کتب خانہ کراچی نے بھی طبع کی ہے۔

عبارت نمبر ۶:۔

و والدی النبی علیہ السلام ماتا علی الکفر ثم ماتا علی الایمان	نبی کریم علیہ السلام کے والدین کا خاتمہ کفر پر ہوا پھر ایمان پر خاتمہ ہوا۔

عبارات مذکورہ کے نسخہ جات درجہ ذیل مقامات سے طبع ہوئے۔

(مطبوعہ۔نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور پاکستان)

(مطبوعہ: دارالبشائر الاسلامیہ بیروت لبنان طبع اولی ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۸ء)

(مطبوعہ: المسمی نورظلم بتحقیق الشیخ العالم اللوزعی السید احمد السرزوقی رحمہ اللہ

ناشر سید عبدالمالک کھچی محلہ درویش ہری پور ہزارہ۔)

ان چھ عبارات کے علاوہ بعض مختلف نسخوں میں یہ عبارت سرے سے موجود ہی نہیں۔

یہ ہے وہ عدم ایمان کی دلیل کی حقیقت جن کی قلعی حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے مختلف نسخوں کی تحقیق پر کھل جاتی ہے۔ ان عبارات کے منظر عام پر آجانے سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ امام صاحب کی تصنیف تحریف در تحریف کے مراحل سے گزرتے گزرتے اس مقام تک بھی جا پہنچی کے رسول کریم علیہ السلام کے اپنے ایمان کے متعلق بھی امام صاحب کو صفائی دینا پڑی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حالت ایمان میں رخصت الی رفیق الاعلی ہوئے (العیاذ باللہ)

اگر یہ ستم ظریفی جناب سید امام ﷺ کے حضور بھی ہوگئی تو ایمان والدین کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اگر چہ علامہ زائد الکوثری، زبیدی، برزنجی وغیرہم نے ماتا علی الکفر والی عبارت کو محرف ثابت کر کے ماماتا علی الکفر کی تصحیح فرمائی لیکن جب عبارات کی ایک تحریف اس طرح وسیع پیمانے پر ہوجائے کہ اصل عبارت کے ہی اثرات ونشانات محو ہو جائیں تو پھر ایک ہی عبارت کی تصحیح باقی عبارات کے لئے پیچیدگی پیدا کر دے گی۔ سو یہاں معاملہ صرف ایک عبارت کا نہیں اصل نسخہ کی تلاش اور اس پر اعتماد کا ہے۔ لہٰذا حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے نسخہ کی بجائے ابو مطیع بلخی کا مجموعہ معتمد ہوگا۔ اور اس عبارت سے استدلال و استشہاد یقیناً تحقیق اور علم ودانش کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔

ملا علی قار اور شرح فقہ اکبر:۔

چونکہ فقہ اکبر مرویہ حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے شارع ملا علی قاری الھروی بھی ہیں اور آپ نے اس عبارت پر نہایت دلیری سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو العیاذ باللہ کافر ثابت کرنے کی سعی بھی کی ہے جسے امت کے کلمہ گو افراد کا ایک طبقہ فخر سے پیش بھی کرتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کے اس موقف کی حیثیت اور اس اعتراض کی حقیقت کیا ہے۔

شرح فقہ اکبر کی عبارت کا تحقیقی جائزہ:۔

ملا علی قاری الھروی نے مذکورہ عبارت کی بنیاد پر والدین مصطفیٰ ﷺ کے عدم ایمان پر مختلف مقامات پر عموماً اور شرح کے اندر خصوصاً بحث کی اور آپ کی تحقیق کو عدم ایمان کے لئے بطور دلیل پیش بھی کیا جاتا ہے کہ احناف کا مسلک اور عقیدہ ابوین کریمین کے متعلق وہی ہے جو ہروی نے بیان کیا لیکن ملا علی قاری نے جن بنیادوں پر یہ عبارت کھڑی کی وہ بنیاد ہی کمزور ہے کیونکہ اولاً آپ نے حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے نسخہ کو شرح کے لئے منتخب کیا جبکہ اس نسخہ پر کثیر ائمہ نے عدم اعتماد کا اظہار فرمایا اور دوئم یہ کہ اگر اس نسخہ مشہور کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کی محرف عبارات اس مجموعہ کے اعتماد اور اس پر اعتبار کو کمزور کر دیتی ہیں علامہ زاہد الکوثریؒ اس پر نقد فرماتے ہوئے رقم کرتے ہیں۔

و علی القاری بنی شرحه علی النسخه الخاطئة واساء الادب و سامحه الله

ملا علی قاری نے غلط نسخہ پر بنیاد رکھی اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے اللہ ان سے درگزر فرمائے۔

(مقدمہ العالم والمتعلم ص ۷، مکتبہ الخانجی)

شیخ ابراہیم بیجوری رحمہ اللہ نے بھی اس عبارت پر گرفت فرمائی! رقم کرتے ہیں۔

واما ما نقل عن ابی حنیفه فی الفقه الاکبر من ان والدی المصطفی ﷺ ماتا علی الکفر فمدسوس علیه و حاشاه ان ان یقول ذلك و غلط ملا علی قاری غفرالله له فی کلمه شنیعة قالها۔

(شرح جواہر التوحید ص ۴۵، بحوالہ مقدمہ ایمان والدین)

فقہ اکبر میں امام اعظم کے حوالے سے جو نقل کیا گیا کہ حضور ﷺ کے والدین کفر پر فوت ہوئے یہ سراسر تحریف و تہمت ہے اللہ کی قسم وہ ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ ملا علی قاری نے جو اس بارے میں کلمات بد کہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس بات پر معافی عطا فرمادے۔

ملا علی قاری کا رجوع:۔

قائلین عدم ایمان کے ہاں ملا علی قاری کی وہ عبارات تو موجود ہیں جو انہوں نے عدم ایمان پر پیش کی لیکن رجوع کی عبارت کی قبولیت میں ان کی کساوت قلبی مانع آ گئی۔ عدم ایمان کی عبارت یہ ہے۔

و والدا رسول اللّٰه ﷺ ماتا على الكفر و هذا ردعلى من قال انهما ماتا على الايمان او ماتا على الكفر ثم احيا هما الله فماتا فى مقام الايمان و قدا فردت لهذه المسالة رسالة مستقله و دفعت ماذكره السيوطى فى رسائله الثلاث فى تقوية هذه المقالة الجامعة المجتمع من الكتاب والسنة و القياس و اجماع الامة۔

(شرح فقہ الاکبر دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا وصال کفر پہ ہوا یہ عبارت ان لوگوں کا رد ہے جن کے ہاں وصال ایمان پر ہوا یا پھر کفر پر ہوا تھا پھر انہیں زندہ کیا گیا اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور دوبارہ انتقال ہوا۔ اس مسئلہ میں سیوطی متفرد ہیں اور انہوں نے اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تحریر کئے اور اس مقالہ کی تقویت کے لئے میں نے تین رسائل تحریر کئے جن میں کتاب سنت، قیاس اور اجماع سے دلائل اکٹھے کئے۔

مذکورہ عبارت میں انہوں نے جہاں ایک طرف امام سیوطیؒ کو اس باب میں متفرد قرار دیا جو حقیقت حال سے غفلت تھی وہاں دوسری طرف عدم ایمان پر امت کا اجماع بھی قرار دے دیا۔ لیکن جس وقت حقیقت حال واضح ہوگئی اور سینہ کشادہ ہوگیا تو اپنے عقیدہ سے رجوع کرلیا اور شفاء شریف کی شرح جو آپ کی آخری تصنیفات سے ہے اپنے سابقہ عقیدے اور تحقیق سے رجوع کیا اور امام سیوطیؒ ہی کی تحقیق کو امت کا متفقہ فیصلہ قرار دیا۔

فـفيه اقوال والاصح اسلامهما على ما اتفق عليه الاجلة من الامة

(شرح شفا جلد ۱، ص ۶۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابوین رسول کریم ﷺ کا معاملہ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں اصح قول یہی ہے کہ وہ اسلام پر تھے اس قول پر امت کے اجلہ علماء کا اتفاق ہے۔

دوسرے مقام پر احیاء ابوین والی روایت کی بھی تصحیح فرماتے ہیں۔

امـا ما ذكروا من احيائه عليه الصلوٰة والسلام ابويه فالا صح وقـع عـلـى مـا عـلـيـه الـجمهور الثقات كما قال السيوطى فى رسائله

(شرح شفاء، جلد ۱، ص ۵۱۷ دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اور جو احیاء والدین کی روایت ذکر کی گئی اصح قول کے مطابق وہ روایت صحیح ہے اور جمہور ثقات ائمہ نے اس کو قبول کیا جیسا کہ سیوطی نے اپنے رسائل میں ذکر فرمایا۔

کس دیدہ دلیری سے اس باطل مسلک کو امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے ملا علی قاری رحمہ اللہ کو اس کا ترجمان ظاہر کیا جاتا ہے۔ قائلین عدم ایمان ھروی کی مرجوع عبارات تو پیش کرتے ہوئے تو نہایت بے باک نظر آتے لیکن رجوع کی عبارات کو چھپا کر یقیناً ان آیات کے مصداق نظر آتے ہیں۔

افتومنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کیا تم بعض کتاب کو مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔
(البقرۃ،۸۵)

و لا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون اور نہ ملاؤ حق کو باطل سے اور نہ چھپاؤ حق کو جبکہ تم جانتے ہو۔
(البقرہ ۴۲)

اشکال:

اگر یہ اعتراض و اشکال پیش کیا جائے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اصل منقول عبارت تھی جسے بعد کے نسخوں میں بدل دیا گیا۔

"و والدا رسول اللہ ﷺ ماتا علی الکفر"

الجواب:۔

اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو اس کے درج ذیل نتائج ہیں۔

۱۔ عدم ایمان والدین کا عقیدہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلمہ عقیدہ ہے جسے آپ نے اصول دین کی اہم ترین بحث کے طور پر ذکر فرمایا۔

۲۔ متبعین احناف خصوصاً اصحاب التخریج و اصحاب الترجیح کے ہاں بھی موقف یہی ہونا چاہیے۔

اب ان پر مختصر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

اولاً:۔ یہ بات نہایت تحقیق سے رقم کر دی گئی کہ امام اعظم علیہ الرحمہ سے فقہ الاکبر کے نام سے ایک کی بجائے دو رسائل منقول ہیں اور یہ عبارت آپ کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ فقہ اکبر میں درج ہیں جبکہ ابومطیع بلخی سے منقول فقہ الاکبر اس بحث سے کلیتاً مبرا ہے اور یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ حماد بن ابی حنیفہ کی نسبت ابومطیع بلخی کا نسخہ معتمد علیہ ہے پھر اس پر بحث و اشکال کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔

ثانیاً:۔ اعتراض و اشکال یہ وارد نہیں ہوتا کہ بعد کے احناف نے اس عبارت میں تحریف کر دی بلکہ اصل تحقیق تو یہ ہے کہ عبارت کچھ اور تھی جسے کاتب نے غلطی سے ماتا علی الکفر کر دیا چنانچہ محقق امام زاہد الکوثری رحمہ اللہ مقدمہ العالم والمتعلم میں اس پر تفصیلاً روشنی ڈالتے ہیں۔

ففي بعض تلك النسخ "وابو النبی ﷺ ماتا علی الفطرة و "الفطرة" سهلة التحريف الى (الكفر) فی الخط الكوفی، و فی اكثرها: ما ماتا على الكفر، كان الامام اعظم يريد به الرد على من يروی حديث (ابی و ابوك فی النار) ويری كونهما من اهل النار لان انزال المرد فی الناره يكون الا بدليل يقينی۔

فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں ابوین کریمین کے لیے ماتا علی الفطرة کے الفاظ ہیں اور فطرۃ کا لفظ خط کوفی میں آسانی سے تحریفاً کفر سے بدل گیا جبکہ اکثر نسخوں میں ما ماتا علی الکفر کے الفاظ بھی وارد ہیں اور اس جملے کے تحریر کرنے کا مقصد امام اعظم ابوحنیفہ کا اس بات کا رد کرنا تھا جو حدیث مسلم میں ابی و ابوك فی النار کے الفاظ ہیں کیونکہ کسی بھی شخص کے دخول فی النار کے لئے قطعی یقینی دلائل کی ضرورت ہے۔ (نہ کہ ظنی وغیر یقینی)

اس کے بعد آپ تحریف کی علت بیان کرتے ہوئے حافظ محمد المرتضی الزبیدی شارح الاحیاء والقاموس کا قول نقل کرتے ہیں۔

و كنت رايتها بخطة عند شيخنا احمد بن مصطفی العمری الحلبی مفتی العسكر العالم المهمر مامعنا ان الناسخ لما رأى تكرر (ما) ما فی (ماماتا) ظن ان احداهما زائدة فحذفها فذاعت نسخة الخاطئه وفی بعض ما طبع لی (ابو مقاتل) و (نصر) بدل (ابن مقاتل) و (نصير) غلطا فرجبت الاشارة الى ذلك

(مقدمۃ العالم والمتعلم ص ۷، مکتبہ خانجی)

اور میں نے نسخہ جو ہمارے شیخ احمد بن مصطفیٰ العمری الحلبی مفتی العسکر العالم کے پاس ہے دیکھا ہے جس میں ماتا کے الفاظ ہیں کاتب نے جب "ما" کا تکرار دیکھا تو ایک ما کو زائد سمجھ کر حذف کر دیا پس اس سے ایک غلط نسخہ تحریر ہو گیا۔

فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں، ابن مقاتل اور ابن نصیر کی جگہ ابو مقاتل اور نصیر تحریر ہو گیا جو کہ غلطی سے ایسا ہوا پس میں نے اس غلطی کی طرف اشارہ کیا۔

امام زاہد الکوثری رحمہ اللہ کی تحقیق سے یہ حقیقت بھی روشن ہوگئی کہ تحریف (ماتا علی الکفر) کی عبارت میں نہیں (ما ماتا علی الکفر) کی عبارت میں ہوئی اور فطرۃ کو کفر سے خط کوفی کے سبب تبدیل کر دیا گیا اور ایسا عمداً نہیں کاتب سے سہواً ہوا لہٰذا احناف کو موردالزام تحریف ٹھہرانے کی بجائے یہ تسلی کی جائے کہ اصل عبارت تھی کیا کیونکہ امام صاحب جس سیاق و تناظر میں یہ جملے فرما رہے ہیں وہ آپ ﷺ کے والدین سے عدم ایمان اور دخول نار کی نفی ہے جو قطعی دلائل کے محتاج ہیں جبکہ کتاب کا اسلوب اور سوالات کا انداز اصول دین کی جانب مائل ہے جو بہرحال قطعیات سے ثابت ہوتے ہیں نہ کہ ظنیات سے۔

ثالثاً:۔ اگر بفرض محال یہ امام صاحب کا عقیدہ ہی تسلیم کرلیا جائے تو فریق مخالف سے یہ گزارش کی جائے گی کہ کتب احناف میں سوائے اس عبارت کے کوئی ایک صریح، غیر مبہم اور متفق علیہ عبارت دیکھا دی جائے جس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اشارۃً یا کنایۃً اس عقیدہ کا بیان وارد ہوا ہو"و ان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدت للکافرین"

رابعاً:۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے جملہ پیروکار و متبعین، بلکہ مجتہدین فی الشرح مجتہدین فی المذہب، مجتہدین فی المسائل، اصحاب التخریج، اصحاب الترجیح، ائمہ متاخرین، میں سے کسی نے بھی اس رائے کو نہ تو ذکر کیا نہ اس قسم کا قول شنیع کا ذکر کرنا گوارا سمجھا لہٰذا جس شقاوت قلبی کے نتیجہ میں اس قول کو سراج الامۃ ، سرتاج الفقہاء و المحدثین، امام اہلسنت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا گیا وہ بالیقین مسلک احناف سے جہالت اور امام اعظم کی عقیدت دودمان رسالت ﷺ سے ناآشنائی ہے آپ رحمہ اللہ کی اہل بیت سے مودت وعقیدت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ مسجد حرام میں بیٹھے اہل علم کی مجلس میں فتویٰ ارشاد فرما رہے تھے کہ امام جعفر بن باقر رضی اللہ عنہما تشریف فرما ہوئے تو باوجود اپنی علمی وفقہی وجاہت کے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے احترام میں خاموشی اختیار کرلی۔ (المناقب کردری، ص۱۳۲) چمنستان بوحنیفہ میں علم وحکمت کے جتنے بھی گلاب کھلے ان سب کی آبیاری خاندان رسالت مآب ﷺ کے ائمہ نے کی۔ آپ نے ظاہری وباطنی علوم کا حظ وافر امام سیدنا محمد بن علی الباقرؓ، امام ابوموسیٰ جعفر بن الصادقؓ، امام زید بن علیؓ الشہید سے حاصل کیا حتیٰ کہ آپ رحمہ اللہ اپنی علمی وجاہتوں کا سہرا امام جعفر بن محمد الصادقؓ کے سرسجاتے ہوئے فرمایا کرتے۔ لـولا السنتان لھلك النعمان (الزیدیہ ص۴۰) اگر یہ دوسال صحبت امام جعفر کے نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا، یہ عقیدت صرف یہیں تک محدود نہ تھی امام موسیٰ ابوعلی بن جعفر الکاظم رحمہ اللہ کی عزت افزائی اور قدر ومنزلت بھی تاریخ میں سنہرے حروف سے رقم ہے۔ دین مصطفوی کی بقاء اور فسق وفجور کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک اہل بیت ﷺ کے شانہ بشانہ امام صاحب کا قلم اور مال نظر آتا ہے۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی بات ہو یا حضرت زید بن علی کی امام نفس زکیہ کی تحریک ہو یا امام ابراہیم بن عبداللہ حسن علوی کا خروج امام اعظم رحمہ اللہ نے دامن اہل بیت کو تھامے رکھا اور اپنے فتاویٰ واموال دودمان رسالت مآب ﷺ کی راہ میں نثار فرمائے۔ یہاں تک کہ آپ رحمہ اللہ نے امام زید بن علی الشہید کی تحریک اور خروج کے متعلق فتویٰ

ارشاد فرمایا۔

خروجه يضاهي خروج رسول الله ﷺ يوم بدر (المناقب مکی ص ۲۳۹) امام زید کا جہاد کے لئے نکلنا رسول اللہ ﷺ کے بدر کے دن کی طرح ہے

اور امام ابراہیم علوی کے ساتھ شہید ہونے والوں کو بدر کے شہداء قرار دیا (مقاتل الطالبین، ص ۳۶۴) ان ہی وفاؤں کے جرم میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو شہید کر دیا گیا۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

وقدروی ان المنصور سقاه السم ضمات شهيدا رحمه الله لقيامه مع ابراهيم (العبر، جلد ا، ص ۲۱۳) تحقیق امام ابراہیم کا ساتھ دینے کے سبب منصور نے آپ کو زہر دیا اور آپ شہادت کی موت پا گئے۔

الغرض ابوحنیفہؒ تو مودت وعقیدت اہل بیت میں جان دے کر شہید اہل بیت کا لقب پا جائیں، چہ جائیکہ انہیں ابوین کریمین کے متعلق ایسا فتویٰ صادر کرنے کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ امام اعظمؒ تو ساری زندگی خاندان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وفائیں نبھا کہ گزر گئے اور بعد والوں نے ان کے نام کیسے کیسے فرسودہ فتوے منسوب کر دیئے یقیناً یہ ذات ابوحنیفہ پر بہت بڑا بہتان ہے۔

ابوین کریمین اور اصنام پرستی:

اوراق سابق میں بھی بالتحقیق یہ درج کیا گیا کہ سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابوین شریفین سے بت پرستی کا ثبوت وارد نہیں۔ سیر و تاریخ کی جملہ کتب اس بات کے ثبوت سے عاجز ہیں قائلین عدم ایمان کے ہاں مذکورہ بالا روایات کے علاوہ کوئی مضبوط دلائل موجود نہیں۔

اثبات کفر کے لئے قطعی و یقینی دلائل:۔

کفر چونکہ مبغوض ترین شے ہے، جس کا حامل مستوجب لعنت وعذاب ہے، اشراک باللہ عند اللہ نجس ترین فعل ہے اور قانون الٰہی میں اس کی مغفرت قطعاً ممکن نہیں اور پھر کفر کا فعل اور اشراک باللہ ہر دور و ہر زمانہ میں مبغوض تر رہے ہیں جن کا انجام غضب الٰہی اور جہنم ہے لہٰذا ثبوت کفر کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا نہایت اہم ہے وگرنہ کفر عود کر آتا ہے۔

ا۔ اثبات کفر کے لئے التزام کفر شرط ہے۔

۲۔ اثبات کفر کے لئے اخبار وآثار درجہ تواتر وعلمی یقینی پر مبنی ہوں۔

اب اگر ان قوانین کی روشنی میں عدم ایمان کے جمیع دلائل کو پرکھا جائے تو یہ دلائل اپنے بیان یا حکم کے ثبوت کیلئے نہایت کمزور حیثیت کے حامل ہیں۔ کیونکہ اولاً نہ تو ابوین کریمین سے بت پرستی کا ثبوت ان کے بیان یا عمل سے ثابت ہے اور ثانیاً نہ ہی روایات درجہ یقین کی ہیں محض ظنی روایات سے قرآن وحدیث کے ان یقینی وقطعی دلائل کا معارضہ نہیں ہوسکتا جن میں نسب نامہ نبوی ﷺ کی طہارت ایمانی کا ذکر ہے۔ ان دلائل کا مختصر جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن اور نسب رسول اللہ ﷺ کی طہارت:۔

متقدمین ومتاخرین مفسرین کا ایک بہت بڑا گروہ نسب رسالت مآب ﷺ کی طہارت اور انکے موحد ہونے کا قول رکھتا ہے اور آیات قرآنیہ سے استدلال واستشہاد ان کا طریق رہا ہے اس گروہ بہشت میں ائمہ احناف بھی شامل ہیں اور مالکیہ بھی، شوافع نے بھی اس موضوع محبت میں سخن ریزی فرمائی اور حنابلہ بھی اپنا حق محبت ادا کرتے رہے ہیں اس سلسلے میں ائمہ کرام نے درج ذیل آیات کو بطور دلیل پیش فرمایا۔

۱۔ وتقلبك فی الساجدین	اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کا جگہ بدلنا

(الشعراء ۲۱۹)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفسرین نے آپ ﷺ کے نور مبارک کو آپ کے آباؤ اجداد، ساجدین، متقین میں منتقل ہونے کا ذکر فرمایا جس میں سے ان کی طہارت ایمانی نہایت واضح ہے، آیت کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ امام الحافظ ابومحمد عبدالرحمٰن بن حاتم رازیؒ المتوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ ابن عباس کا قول آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں۔

حدثنا ابو خلاد سلیمان بن خلاد المؤدب حدثنا الحسن بن مسلم الکوفی، حدثنا سعید انبا عطاء یمن ابن عباس رضی الله عنهما فی قول الله عزوجل، وتقلبك فی الساجدین قال: مازال النبی ﷺ یتقلب فی اصلاب الانبیا حتیٰ ولدته امه۔	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (کا نور) اصلاب انبیاء میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ علیہ السلام کو جنم دیا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی جلد ۹، ص ۲۸۲۸ المکتبۃ العصریۃ)

۲۔ امام ثعلبیؒ المتوفی ۸۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ بعینہ یہی الفاظ نقل فرماتے ہیں۔اسی طرح امام عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی الدمشقی الشافعی المتوفی ٦٦٠ھ بھی یہی قول نقل فرماتے ہیں۔تفسیر الثعالبی جلد۱،ص ۱٦۵۹

(تفسیر العز بن عبدالسلام، جلد۱،ص ۷۹۵ دار ابن حزم بیروت ۱۴۱٦ھ)

۳۔ امام ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ فرماتے ہیں۔

وروی البزار و ابن ابی حاتم من طریقین عن ابن عباس انه قال فی هذه الایة یعنی تقلبه من صلب نبی الی صلب نبی حتی اجرجه نبیا۔

(تفسیر القرآن العظیم جلد٦،ص ۱۷۱ دار طیبة، ۱۴۲۰ھ)

امام بزار اور ابن ابی حاتم رازی نے دو واسطوں سے یہ روایت حضرت ابن عباس سے نقل فرمائی آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی سے دوسرے نبی کی صلب میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کو نبی بنا کر مبعوث کیا گیا۔

۴۔ امام ابومحمد الحسین بن مسعود محیی السنۃ البغویؒ المتوفی ۵۱٦ھ فرماتے ہیں۔

وقال عطاء ابن عباس: ارادتقلبك فی اصلاب الانبیاء من نبی الی نبی حتی أخرجك فی هذه الامة

(معالم التنزیل جلد٦،ص ۱۳۴، دار طیبة ۱۴۱۷ھ)

عطا حضرت ابن عباس سے روایت فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا (نور مبارک) ایک نبی سے دوسرے نبی کی صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امت کی طرف مبعوث کیا گیا۔

۵۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردیؒ المتوفی ۴۵۰ھ اس آیت کی تفسیر میں قول نقل فرماتے ہیں۔

من نبی الی نبی حتی أخرجك نبیا قاله ابن عباس

(تفسیر النکت والعیون جلد۵،ص ۱۸۹، موسسة الکتب الثقافیة ۱۴۲۸ھ)

ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت تک یہاں تک آپ کو بحیثیت نبی مبعوث فرمادیا۔

٦۔ امام ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی الفقیہ الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ آیت کی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں۔

تقلبك فی اصلاب الاباء وارحام الامهات من آدم الی نوح و الی ابراهیم والی من بعده صلوات الله علیهم۔

(تفسیر بحر العلوم جلد۲،ص ۵۲۰ دار الفکر بیروت۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آباء کے اصلاب اور امہات کے ارحام میں آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیاء کے واسطہ سے منتقل کیا جاتا رہا۔

۷۔ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن بن عبدالملک القشیری النیشاپوری الشافعی المتوفی ۴۶۵ھ فرماتے ہیں۔

تقلبك فی اصلاب ابائك من المسلمین الذین عرفوا الله فسجدو اله دون من لم یعرفوه

آپ کے نور کو آپ کے آباء کے اصلاب میں منتقل فرمادیا جو کہ اہل اسلام میں سے تھے اور معرفت الٰہی رکھتے ہوئے اسی کو سجدہ فرماتے نہ کہ غیر خدا کو۔

لطائف الاشارات (تفسیر القشیری) جلد۲، ص ۴۰۷، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۰ھ

۸۔ امام ابوحفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلیؒ المتوفی ۸۸۰ھ فرماتے ہیں۔

قال عطاء عن ابن عباس اراد: و تقلبك فی اصلاب الانبیاء من نبی الی نبی حتی اخرجك فی ھذه الامة

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو انبیاء کی پشتوں سے منتقل فرماتے ہوئے اس امت میں مبعوث فرمایا۔

(اللباب فی علوم الکتاب جلد ۱۵، ص ۹۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۱ء)

۹۔ امام محمد بن یوسف ابی حیان الاندلسی مالکیؒ المتوفی ۷۴۵ھ فرماتے ہیں۔

وقال ابن عباس فی اصلاب آدم و نوح و ابراهیم حتیٰ خرجت

آدم نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی اصلاب سے منتقل فرماتے ہوئے مبعوث فرمایا۔

(البحر المحیط جلد۷، ص ۴۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

۱۰۔ تلمیذ رشید شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ قاضی محمد ثناء اللہ العثمانیؒ المتوفی ۱۲۲۵ھ "نبی الی نبی" کی مزید تشریح وتوضیح فرماتے ہوئے اس آیت کی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں۔

المرادمنه تقلبك من اصلاب الطاهرین الساجدین لله الی أرحام الطاهرات الساجدات و من ارحام السجدات الی اصلاب الطاهرین ای الموحدین والموحدات حتی یدل علی ان اباء النبی ﷺ کلهم کانوا مومنین

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک کو اللہ کے حضور سجدہ کرنے والوں کے اصلاب سے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز رہنے والیوں کے رحموں میں منتقل فرمایا اور سجدہ ریز ہونے والیوں کے رحم سے نہایت پاکیزہ اصلاب یعنی موحدین اور موحدات کی طرف منتقل کیا گیا۔ یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ کے تمام آباؤ اجداد مومن تھے۔

پھر اس تفسیر کی تائید میں بخاری کی حدیث سے استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومايؤيد هذا التاويل ماروٰاه البخاری فی الصحیح عنده ﷺ قال بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقر ناحتی بعثت من القرن الذی کنت فیه

(تفسیر مظہری جلد ا ص ۲۸۶۷، ۲۸۶۸، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۵ھ)

اور اس تفسیر کی تائید بخاری شریف کی صحیح روایت سے ہے جو کہ آپ علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ مجھے بنی آدم کے بہترین زمانوں میں منتقل کیا جاتا رہا یہاں تک کہ میں اس زمانے میں مبعوث ہوا۔

۱۱۔ چونکہ اس آیت کی تفسیر میں کثیر ائمہ تفاسیر جو احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ ہیں یہی قول ذکر فرماتے ہیں اور اسی عقیدت، محبت پر قائم ہیں اسی لئے امام ابوالفضل شہاب الدین السید محمود الالوسی البغدادی المتوفی ۱۲۷۰ھ رحمہ اللہ ان اقوال پر تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فسر التقلب فیهم بالتنقل فی اصلابهم حتی ولدته امه ﷺ وجوزعلی حمل التقلب علی التنقل فی الاصلاب ان یارد بالساجدین المومنون و استدل بالایة علی ایمان ابویه ﷺ کی ذهب الیه کثیر من اجلة اهل السنة وانا اخشی الکفر علی من یقول فیهما رضی الله تعالیٰ عنهما علی رغم انف علی القاری و خرابه بضد ذلك

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، جلد ۱۰، ص ۱۷۸، دار الحدیث القاہرہ، ۱۴۲۶ھ)

تقلب کی تفسیر منتقل کرنے سے کی گئی جو کہ مختلف اصلاب سے ہوتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ نے آپ کو تولد فرمایا اور آپ کا اہل ایمان کے اصلاب میں منتقل ہونا اس آیت کی تفسیر میں محقق ہے اور یہی آیت آپ علیہ السلام کے والدین کے ایمان پر مستدل ہے جیسا کہ جمہور اہلسنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے اور مجھے اس شخص کے کفر کا خدشہ ہے جو ان کے ایمان کے متعلق درست رائے کا حامل نہیں جیسا کہ ملا علی قاری کی ناک خاک آلود ہو جس نے اس متفقہ عقیدہ کے خلاف لکھا۔

سورۃ الشعراء کی آیت مبارکہ پر تفسیری اقوال ملاحظہ کر لینے کے بعد سورۃ ابراہیم اور البقرہ کی آیات پر مختصر تحقیق ہدیہ قارئین ہے۔

یہ بات طے شدہ و مسلمہ ہے کہ حضور ﷺ کے آباؤ و اجداد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل مبارک سے ہیں اور سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام سے تا ولادت سرکار ﷺ تمام کے تمام خطہ عرب بلد امین اور وادی ام القریٰ کے گرد و نواح میں مسکن گزیں رہے اور تقدس حرم کے امین چلے آتے رہے لہٰذا آیات قرآنیہ کی روشنی میں یہی لوگ دعا خلیل کے فیضان یافتہ ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادغیر ذی زرع عندبیتك المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ
(ابراہیم، آیۃ ۳۸)

اے ہمارے پروردگار بے شک میں نے اپنی بعض اولاد کو اس وادی میں سکونت دی جس میں زراعت نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس تا کہ یہ لوگ نماز قائم کریں۔

پھر ان کے اسلام پر استقامت کی دعا یوں فرمائی۔

ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك
(البقرہ، آیۃ ۱۲۸)

پروردگار ہمارے، بنا ہمیں اپنا خاص نیاز مند اور ہماری اولاد سے بھی ایک جماعت جو تیری بندگی بجالائے۔

پھر ان کی روحانی تطہیر اور دولت امن کے لئے یوں التجا فرمائی۔

واذقال ابراھیم رب اجعل ھذا البدا منا واجنبی وبنی ان نعبدالاصنام
(ابراہیم، آیۃ ۳۵)

اور یاد کرو جب کہا ابراہیم نے اے میرے پروردگار اس شہر کو پرامن کر دے اور مجھے اور میرے بچوں کو بچا کر رکھو اس سے کہ ہم بتوں کی پوجا کریں۔

دعا ابراہیم کا ثمرہ انہیں عطا فرماتے ہوئے ان کی اولاد میں اس نعمت عظمیٰ اور عقیدہ صحیحہ کو دوام عطا فرما دیا گیا جس پر دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔

وجعلها کلمة باقیة فی عقبه لعلهم یرجعون
(الزخرف، آیۃ ۲۸)

اور اس نے اپنے پیچھے آنے والوں میں کلمہ توحید کو باقی رہنے والی بات بنا دیا تا کہ وہ باز آجائیں۔

آیت مبارکہ کی تفسیر میں آئمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں یاد رہے کہ یہ آیت مبارکہ ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کے متعلق نازل ہوئی۔

۱۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبریؒ المتوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں۔

وجعلها کلمة باقیة قال: شهادة ان لا اله الا اللّٰه والتوحید لم یزل فی ذریته من یقولها من بعده
(جامع البیان عن تاویل ای القرآن جلد ۲۱، ص ۵۸۹ موسۃ الرسالہ ۱۴۲۰ھ)

اس کلمہ سے مراد اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور توحید کا اقرار ہے اور یہ گواہی ان کی اولاد میں ہمیشہ باقی رہے گی۔

۲۔ امام شہاب الدین آلوسی حنفی بغدادیؒ المتوفی ۱۲۷۰ھ فرماتے ہیں۔

فی ذریته علیه السلام فلا یزال فیهم من یوحدالله تعالیٰ ویدعوا الی توحیده عزوجل
(روح المعانی جلد ۱۸، ص ۳۴۸)

اور ان کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہیں گے جو اللہ کی وحدانیت کا اقرار کریں گے اور توحید کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں گے۔

۳۔ ابوالقاسم محمود بن عمر جاراللہ زمخشری الخوارزمیؒ المتوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں۔

فی ذریته فلا یزال فیهم من یوحد الله تعالیٰ ویدعوا الی توحیده لعل من اشرك منهم یرجع بدعاء من وحدمنهم
(الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل جلد ۴، ص ۲۵۰ دار الحیاء التراث ۱۴۱۷ھ)

ان کی اولاد میں خدائے واحد کی واحدانیت اور توحید کی طرف دعوت ہمیشہ باقی رہے گی اگر کوئی شرک کی طرف مائل بھی ہوا تو یہ دعا اسے توحید کی طرف واپس لے آئے گی۔

۴۔ امام ابوسعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی رحمہ اللہ المتوفی ۹۸۲ھ آیت کی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں۔

ای فی ذریته حیث و صاهم لها کما نطق به قوله تعالیٰ ووصی بها ابراهیم بنیه و یعقوب فلا یزال فیهم من یوحد الله تعالیٰ ویدعو الی توحیده
(ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم جلد ۶، ص ۳۶، ۳۵ دار المصطفیٰ ۲۰۱۱)

ان کی اولاد میں یہ وصیت باقی رہی جیسا کہ انہیں وصیت کی گئی قول باری میں ہے کہ اور وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں اور یعقوب کو پس اس وصیت کے تحت ان میں توحید اور دعوت الی التوحید ہمیشہ باقی رہے گی۔

۵۔ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ المتوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

فی ذریته فلا یزال فیهم من یوحد الله ویدعو الی توحیده لعل من اشرك منهم یرجع بدعاء من وحدمنهم، الترجی لابراهیم علیه السلام۔
(مدارک التنزیل وحقائق التاویل جلد ۳، ص ۲۷۰ دار الکلام الطیب دمشق ۱۴۳۲ھ)

ان کی اولاد میں توحید اور دعوت الیٰ التوحید ہمیشہ باقی رہے گی اگر کوئی شرک کی طرف مائل بھی ہو تو اس دعا کے اثر سے لوٹ آئے گا اور یہ ترجی ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے۔

۶۔ محقق و مفسر عبدالرحمٰن ناصر بن السعدیؒ نے مزید نکھار پیدا فرماتے ہوئے لکھا۔

ای هذه الخصلة الحميدة التی هی ام الخصال والساسها وهی اخلاص العباده لله وحده والتبری من عباده ماسواه

(تسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان جلد۱، ص ۴۷۶ موسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

یہ عمدہ خصلت تمام اچھی خوبیوں کی اصل ہے اور بنیاد ہے اور وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت اور اسے وحدہ لاشریک تسلیم کرنا ہے اور اس کے سوا بتوں کی عبادت سے بری ہونا ہے۔

اسی طرح امت کے جلیل القدر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں سابقہ اقوال کی مثل تفسیر فرمائی جن کی تفصیل یہ ہے۔

☆...... امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی البلخی المتوفی ۱۵۰ھ "تفسیر مقاتل بن سلیمان"

☆...... امام محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح القرطبی المالکی المتوفی ۶۷۱ھ "الجامع لاحکام القرآن"

☆...... امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ "النکت والعیون"

☆...... امام ابوحفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی ۸۸۰ھ "اللباب فی علوم الکتاب"

☆...... امام ابومظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار السمعانی المتوفی ۴۸۹ھ "تفسیر السمعانی"

☆...... امام ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ "تفسیر القرآن العظیم"

ائمہ تفاسیر کی محقق رائے عقیدہ ایمان ابوین پر راسخ دلیل ہے اسی لئے السید الشیخ محمد الطاہر بن عاشور المتوفی ۱۳۸۰ھ رحمہ اللہ امت کے عقیدہ کی ترجمانی فرماتے ہوئے آیت کی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں۔

ان آباء النبی ﷺ و عمود نسبه لم يكونوا مضرين الشرك و انهم بعض من عقب ابراهيم الذين بقيت كلمة فيهم ولم يجهروا بمخالفة قومهم اتقاء الفتنة

(التحریر والتنویر جلد ۲۵، ص ۱۹۸، دار سخنون، تونس ۱۹۹۷م)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و اجداد آدم علیہ السلام تک شرک سے محفوظ ہیں اور ان میں سے جو ابراہیم علیہ السلام کی نسل مبارک سے بعض ہیں ان کے لئے یہ آیت ایمان کی دلیل ہے پس فتنہ کے خوف کے سبب اس قول کی مخالفت جائز نہیں۔

آیات مبارکہ کی تفسیر سے درج ذیل نتائج واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے ایمان اقامت و استقامت دین کی دعا فرمائی اور انبیاء کی دعا خصوصا

رد نہیں ہوتیں اور آپ تو اولوالعزم رسول ہیں۔

۲۔ دعا خلیل کے تصدق آپ کی اولاد میں عقیدہ توحید کے حاملین و مبلغین نسل در نسل آتے رہے تاوقتیکہ رسالت مآب ﷺ کی تشریف آوری ہوگئی۔

۳۔ ائمہ تفاسیر کے مطابق اولاد خلیل علیہ السلام آپ کے بعد اس عقیدہ توحید کی امین رہی۔

اس تفسیر کی تائید میں امام عبدالرزاقؒ کی سند سے حدیث مبارکہ

عن علی کرم الله وجهه الکریم لم یزل علی وجه الارض سبعة مسلمون فصاعدا فلو لا ذلك هلکت الارض و من علیها۔

(مصنف عبدالرزاق، باب بنیان الکعبۃ جلد ۵ ۹۶، المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۳ھ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے روئے زمین پر ہمیشہ سات لوگ ایسے رہے جو مسلمان تھے اور اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اہل زمین برباد ہو جاتے۔

دوسری سند سے یہ روایت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے نقل فرمائی جس کے الفاظ میں قدرے تغیر ہے۔

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة یدفع الله تعالیٰ بهم عن اهل الارض

(سبل الھدی والرشاد جلد ۱، ص ۲۵۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۴ھ)

نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر سات ایسے لوگ ہر دور میں ضرور رہے جن کے سبب اللہ اہل زمین پر سے اپنا عذاب دور فرماتا تھا۔

اور پھر آقا دو عالم ﷺ اپنے آباؤ اجداد اپنے نسب مبارک اور اپنے اسلاف کی بلندی عظمت کے امین ہیں

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا، حتی بعثت من القرن الذی کنت فیه

(الجامع الصحیح البخاری، کتاب المناقب رقم ۳۵۵۷، دار طوق النجاۃ ۱۴۲۲ھ)

مجھے بنی آدم کے زمانوں میں سے ایک کے بعد دوسرے سب سے بہترین زمانے میں بھیجا گیا حتیٰ کہ مجھے اس زمانے میں مبعوث کر دیا گیا۔

لہٰذا آیات مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد عقیدہ توحید کی امانت آپ کی نسل پاک میں چلی آتی رہی اور مصنف عبدالرزاق کی حدیث مصنف نے ان کی کم از کم تعداد بھی بتا دی اور حدیث بخاری نے یہ مسلمہ قانون وضع فرما دیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے نسب اطہر سے بڑھ کر کائنات میں نہ کوئی رہا ہے اور نہ ہوگا۔ پس ان آیات اور احادیث سے تین طرح کے نتائج نکلتے ہیں۔

۱۔ معینہ سات لوگ آپ کے نسب اطہر سے نہ تھے اور پھر وہ بہتر بھی تھے ایسا باطل ہے کیونکہ حدیث بخاری کے صراحتاً معارض ہے۔

۲۔ اگر وہ ان ہی سات میں سے تھے پھر مشرک بھی تھے تو یہ بھی بالا جماع باطل ہے کیونکہ مشرکین تو بذات خود نجس وملعون ہیں ان سے بقاء ارض کی ضمانت عقلاً محال ہے۔

۳۔ سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ اجداد انہی ساتوں میں سے تھے توحید پر قائم تھے اور تمام اہل ارض سے بہتر تھے۔

نصوص شرعیہ اوران کے معارض عدم ایمان کے دلائل کا خلاصہ:۔

قارئین کی خدمت میں عدم ایمان والدین کے دلائل بھی پیش کئے گئے اور یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ یہ تمام دلائل اپنی حجیت کے اعتبار سے کیا مقام وحیثیت رکھتے ہیں۔ خصوصاً جب یہ دلائل نصوص شرعیہ سے واضح تصادم رکھتے ہوں اور آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ کے معارض ہوں، ان دلائل اوران کا تحقیقی جائزہ پیش کرنے کا مقصد امت کے درمیان اس فرسودہ فکر کی حقیقت کو بے غبار کرنا تھا جو سید الکونین ﷺ کے نسب اطہر اوکمل کے متعلق بعض نابکار اذہان کی تراشیدہ ہے جس سبب امت میں یہ غلط فہمی پیدا کی گئی کہ العیاذ باللہ ابوین کریمین کا ایمان مشکوک ہے ان کے ایمان کی گواہی تو جناب رسول اللہ ﷺ سے روایات وآثارِ صحیحہ سے ثابت ہے لیکن درحقیقت ایمان تو ان کا مشکوک ہے جو ان کے ایمان پر شک کا قبیح جرم کرتے ہیں۔

تفسیر الصحابی عند المحدثین:۔

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ آیات کی تفسیر میں جو اقوال ذکر کئے گئے وہ ابن عباس ودیگر صحابہ کے ہیں جو موقوف ہیں تو اس بے جان اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جمہور محدثین کے ہاں صحابی کی نقل کردہ تفسیر حکماً مرفوع ہے اگر وہ تفسیر آیات کے سبب نزول یا اخبار غیبیہ کے متعلق ہو کیونکہ اس میں صحابی کا اپنا اجتہاد نہیں اس نے براہ راست سرکار دو عالم ﷺ سے ہی اخذ کیا ہوتا ہے۔ حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں۔

• ان تفسیر الصحابی حدیث مسند، فانما ذلك فی تفسیر یتعلق بسبب نزول آیة یخبربه الصحابی او نحو ذلك

صحابی کی تفسیر حدیث مسند کے برابر ہے آیت کے شان نزول یا اسی کے مثل صحابی کا خبر دینا ہے۔

(مقدمۃ ابن صلاح ص ۵۰ دارالفکر بیروت ۱۴۰۶ھ)

امام ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہرزوری المعروف ابن صلاح کی تائید میں درج ذیل محدثین بھی یہی قول نقل فرماتے

ہیں۔

(۱)	امام عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطیؒ،	''الاتقان فی علوم القرآن'' جلد۲،ص ۴۶۷
(۲)	امام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشیؒ،	''البرہان'' جلد۲،ص ۱۷۲
(۳)	امام زین الدین عبدالرحیم العراقیؒ،	''التقیید والیضاح'' جلد۱،ص ۷۰
(۴)	امام ابراہیم بن موسیٰ الابناسیؒ،	''الشذ الفیاح'' جلد۱،ص ۱۴۴
(۵)	امام سراج الدین عمر بن علی الانصاریؒ،	''المقنع فی علوم الحدیث'' ص ۱۲۷
(۶)	امام ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانیؒ،	''النکت'' جلد۱،ص ۸۶
(۷)	امام برہان الدین ابواسحاق ابراہیم بن عمر الجعبریؒ،	''رسوم الحدیث فی علوم الحدیث'' ص ۶۵
(۸)	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیساپوریؒ	''معرفۃ علوم الحدیث'' ص ۵۹
(۹)	امام ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن ابی حفص ابن کثیرؒ،	''الباحث الحثیث'' ص ۶
(۱۰)	علامہ طاہر الجزائری الدمشقیؒ،	''توجیہ النظر الی اصول الاثر'' جلد۱،ص ۳۹۷

حدیث احیاء کی استنادی حیثیت :۔

قائلین عدم ایمان کے اعتراضات پر مختصر تبصرہ پیش کر لینے کے بعد کتاب کی اصل روایت اور اس کی استنادی حیثیت پر کلام کیا جائے گا اس ضمن میں درجہ ذیل نقاط زیر بحث آئیں گے۔

۱۔حدیث احیاء کی شرعی حیثیت

۲۔حدیث احیاء پر جرح کا تحقیقی جائزہ

۳۔مقام فضیلت میں حدیث احیاء کی حجیت

حدیث مبارکہ کی تشریعی حیثیت :۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ زیر نظر کتاب مطلق روایات و آثار مصطفیٰ ﷺ کا مجموعہ نہیں بلکہ فن حدیث میں اپنی نوعیت کی وہ منفرد کتاب ہے جس میں منسوخ اور ناسخ روایات نقل کی گئیں اور امام ابوالحفص، محدث کبیر ابن شاہین رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کو ان تمام روایات کا ناسخ قرار دیا جس میں عدم ایمان ابوین کا کسی نہ کسی طور پر ذکر ہوا چاہے آیات کے شان نزول کے ضمن

یا براہ راست قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں اور یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ ابن شاھین رحمہ اللہ اس روایت کو درجہ ناسخ میں نقل وتسلیم کرنے میں متفرد نہیں بلکہ متقدمین ومتاخرین جلیل القدر عمائدین شریعہ اسلامیہ نے ان کی تائید وتحسین فرمائی جن کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ المتوفی ۳۶۰ھ،	''المعجم الاوسط''
۲۔ امام احمد بن علی بن ثابت ابوبکر خطیب البغدادیؒ المتوفی ۴۶۳ھ،	''السابق واللاحق''
۳۔ امام محی السنۃ ابومحمد الحسین بن مسعود البغویؒ المتوفی ۵۱۶ھ	''تفسیر معالم التنزیل''
۴۔ امام ابوالقاسم علی بن حسین ابن عساکر شافعیؒ المتوفی ۵۷۱ھ	''غرائب مالک''
۵۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمن عبداللہ سہیلیؒ المتوفی ۵۸۱ھ	''الروض الانف''
۶۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ المتوفی ۶۷۱ھ	''التذکرہ فی الودلی المونی''
۷۔ امام محبّ الدین احمد بن عبداللہ الطبریؒ المتوفی ۶۹۴	''دخائر العقبیٰ''
۸۔ امام ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی الشافعیؒ المتوفی ۹۱۱ھ	''المواھب اللدینہ''
۹۔ امام عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ	''خصائص کبریٰ''
۱۰۔ امام سید محمد امین ابن عابد بن شامی الحنفیؒ المتوفی ۹۴۲ھ	''ردالمختار''
۱۱۔ امام محمد بن یوسف شامی صالحی الشافعیؒ المتوفی ۹۴۲ھ	''سبل الھدیٰ والرشاد''
۱۲۔ امام حسین بن محمد دیار بکریؒ المتوفی ۹۶۶ھ	''تاریخ خمیس''
۱۳۔ امام زین الدین ابن نجیم الحنفیؒ المتوفی ۹۷۰ھ	الاشباہ والنظائر
۱۴۔ امام عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد التلسمانی الشعرانی الشافعیؒ المتوفی ۹۷۳ھ	''کشف الغمہ''
۱۵۔ امام احمد بن محمد بن محمد بن حجر شہاب الدین المکی الشافعی انصاریؒ المتوفی ۹۷۴ھ،	''الزواجر''

یہ پندرہ حوالہ جات ان کثیر ائمہ اسلام میں سے اختصار کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں جنہوں نے ابن شاہینؒ کی اس حدیث مبارکہ کو ایمان ابوین کریمین علیہما السلام کے لئے بطور حجت پیش فرمایا اور ناسخ قرار دیا۔

(اگر چہ حدیث مسلم اور آیت استدلال پر تفصیلاً کلام گزر چکا جس کے مطابق یہ دونوں دلائل درجہ اعتبار کے نہیں اور اپنے حکم کے ثبوت کے لئے نہایت کمزور ہیں)

اگر یہاں یہ دو اعتراضات وارد کئے ہوں کہ

۱۔ امام ابوعبداللہ حسین ابن ابراہیم الجوزقانی رحمہ اللہ نے الاباطیل والمناکیر میں حدیث احیاء کو مقدم اور مقام منسوخ ذکر فرمایا اور اس پر شدید کلام بھی کیا اور حدیث مسلم اور روایت عدم استئذان مغفرت کو موخر یعنی بمقام ناسخ ذکر فرمایا اور اس مسئلہ میں ابن شاہینؒ کے متضاد تحقیق پیش کی۔

۲۔ حدیث مسلم کے مقابل و معارض حدیث احیاء و حدیث ''سالتھما فیعیطنی ربی'' کی روایات درجہ اعتبار کی نہیں لہٰذا قابل احتجاج نہ ٹھہریں گی۔

اشکال اول کا جواب:۔

اگر چہ امام جوزقانی نے الاباطیل والمناکیر میں مذکورہ روایات مقدم اور بمقام منسوخ ذکر کیں لیکن ان کا ان روایات کو مقدم ذکر فرمانا تحقیق طلب ہے جس کی درجہ ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ ناسخ روایت کے لئے اصول حدیث کا یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ وہ موخر ہو اور منسوخ روایت مقدم ہو اور یہ بات قطعی ہے کہ عدم استئذان مغفرت اور حدیث مسلم مقدم ہیں۔ ایک زمانہ قبل زبان نور ﷺ سے صادر ہوئی اور روایت ''سالتھما ربی'' اور حدیث احیاء نہایت آخر کی ہیں حتیٰ کہ حدیث احیاء تو حجۃ الوداع کی ہے لہٰذا ان آثار کو موخر ذکر کرنا اصول درایت کے خلاف ہے اور جوزقانی کا انہیں بمقام منسوخ ٹھہرانا قطعاً درست نہیں جبکہ ابن شاہین رحمہ اللہ کا انہیں اپنے درست مقامات پر بیان فرمانا عندالمحققین مصاب ہے اسی لئے امام سیوطی و قرطبی اور جمہور ائمہ نے ان کی تائید کا قول ذکر فرمایا۔

۲۔ امام ابن شاہین متقدمین ائمہ سے ہیں اور ۳۸۵ھ کو رحلت فرما رہے ہیں جبکہ جوزقانی کا شمار متاخرین میں ہوتا ہے اور ۵۴۳ھ سن وفات ہے امت کے جمہور فقہاء و محدثین نے ابن شاہینؒ کی تحقیق منہج، اور آثار کے درست تعین کو قبول کیا اور روایت بھی قبول کی جس کا ذکر سابق اوراق میں کیا جا چکا لہٰذا امام ابوحفص ابن شاہین کی تحقیق اصول روایت و درایت کے مطابق راجح ہے۔

اشکال دوئم کا جواب:۔

حدیث مسلم کے معارض حدیث احیاء اور روایت ''سالتھما ربی'' مضبوط روایات نہیں، یہ کہنا قطعاً درست نہیں جس کی درجہ ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ خود حدیث مسلم اور روایت عدم استغفار ان مغفرت دلالتاً کمزور ہیں جن کا تفصیلاً ذکر کیا جا چکا۔

۲۔ حدیث احیاء پر مفصل تحقیق آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی جبکہ روایت "سالتهما ربی" درجہ صحیح کی ہے اور اسے امام ابن شاہین رحمہ اللہ کے علاوہ درجہ ذیل محدثین نے یہ اپنی سند سے نقل فرمایا۔

۱۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ — المعجم الاوسط جلد۳، ص۸۲، رقم ۲۵۵۹

۲۔ امام ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ — المستدرک علی الصحیحین جلد۲، ص۳۶۵، رقم ۳۳۸۵

آپ اس حدیث کی روایات کے بعد فرماتے ہیں۔

هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه

البتہ امام شمس الدین ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اس روایت کے ایک راوی عثمان بن عمیر کو ضعیف قرار دیا جبکہ محدث ابن شاہین نے اس کی توثیق فرمائی۔

(تاریخ اسماء (الثقات) جلد۱، ص۱۳۹، الدار السلفیہ کویت ۱۴۰۴ھ)

ائمہ صحاح ستہ میں سے امام ابوعیسی ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ نے ان سے روایت لی حتیٰ کہ شیخ البانیؒ نے بھی جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے مذکورہ راوی کی روایت کو صحیح قرار دیا۔

۱۔ جامع ترمذی — جلد۵، ص۶۶۹ داراحیاء التراث بیروت، تحقیق احمد محمد شاکر

۲۔ سنن ابن ماجہ — جلد۱، ص۴۹۶ دارالفکر بیروت، تحقیق محمد فواد عبدالباقی

ائمہ صحاح کے علاوہ:

۳۔ امام ابوجعفر الطبریؒ، — تہذیب الآثار جلد۲، ص۵۳۰ رقم ۷۵۷

۴۔ امام ابوبکر حافظ بیہقیؒ — السنن الکبری، جلد۱۰، ص۳۱۲ رقم ۲۲۰۷۵

۵۔ امام عبداللہ دارمیؒ، — السنن، جلد۲، ص۴۱۹ رقم ۲۸۰۰

۶۔ امام احمد بن حنبلؒ، — المسند، جلد۱۱، ص۷۰، رقم ۶۵۱۹، ۱۶۰۴۰، ۱۹۲۱۳

۷۔ امام ابوجعفر الطحاویؒ، — شرح مشکل الآثار، جلد۴، ص۵

۸۔ امام دارقطنیؒ، — الرویۃ، جلد۱، ص۸۶

نے ان سے روایات لی ہیں۔

اور ائمہ اصول الجرح والتعدیل کے ہاں کسی راوی کی ثقات اور اس کی روایت کی پختگی کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس سے کم از کم دو ثقہ راوی روایت لے لیں اگر اس کی روایت دو ثقہ راوی لیں تو راوی درجہ اعتبار کا ہے پس عثمان بن عمیر الکوفی سے درجہ ذیل ثقہ راوی اور محدثین نے براہ راست روایت لی ہے۔

۱۔امام سفیان ثوری

۲۔لیث بن ابی سلیم

۳۔حجاج بن ارطاۃ

۴۔شریک بن عبداللہ النخعی

۵۔الاعمش۔

(المتفق والمفترق خطیب بغدادی جلد ۳ ص ۱۱۴ دار القادری دمشق ۱۹۸۸)

حدیث مسلم منسوخ ہے:۔

اگر حدیث مسلم اور عدم استئذان کی روایت کو غیر معلول اور صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی یہ دونوں آثار منسوخ ہیں کیونکہ روایت مسلم اور روایت عدم استئذ ان مغفرت ابتداء زمانہ رسالت کی ہیں اور روایت سالتهما ربی اور حدیث احیاء نہایت بعد کی ہے اسی لئے امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن شاہین کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں۔

اورده ابن شاهين فى الناسخ والمنسوخ فاورده حديث الزيارة والنهى عن الاستغفار وجعله منسوخا و اورده بعده حديث عائشه رضى الله عنها فى الاحياء وجعله ناسخا و ذلك حسن جلى

امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب ناسخ و منسوخ میں ذکر فرمایا اور ممانعت استغفار والی روایت کو منسوخ قرار دیا اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت کو ناسخ قرار دیا یہ نہایت احسن تحقیق ہے۔

(التعظیم والمنۃ فی ان ابوی رسول اللہ ﷺ فی الجنۃ)

امام قرطبیؒ نقل فرماتے ہیں۔

قال الشيخ المولف رحمه الله ولا تعارض والحمدلله لان احياء هما متاخر عن النهي بالاستغفار لهما بدليل حديث عائشه رضى الله عنها ان ذلك كان في حجة الوداع و كذلك جعله ابن شاهين ناسخا الماذكر من الاخبار۔

مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ الحمد اللہ روایات کے مابین تعارض نہیں ہے کیونکہ احیاء ابوین والی روایت متاخر ہے اور ممانعت والی روایات مقدم ہے اس کی دلیل حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا کا حجۃ الوداع کے موقع پر ہونا ہے اسی لئے ابن شاہین نے اسے سابقہ روایات کا ناسخ قرار دیا۔

(التذکرنی احوال الموتی جلدا،ص۱۴)

پس محدثین کی ان تصریحات کے بعد یہ طے ہو گیا کہ اگر حدیث مسلم اور عدم الاستئذان کی روایات پایہ صحت بھی پہنچ جائیں تب بھی ابن شاہین رحمہ اللہ کی یہ روایت مبارکہ متاخر ہونے کے سبب ماقبل روایات کی ناسخ ہوگی اور اسی پر ائمہ کا اتفاق ہے۔

حدیث احیاء پر جرح اور اس کا تحقیقی جائزہ:۔

حدیث احیاء پر ناقدین کی جرح اور اس کا تجزیہ نقل کرنے سے قبل یہ بات ذہن نشین رہے کہ نہ تو اس روایت پر ناقدین کی تنقید و تشدید سے ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ پر کوئی قدح آئی ہے نہ آئے گی اور نہ ہی اس جرح کے غیر موثر ہونے اور اس سند کی تصحیح سے عقیدہ ایمان والدین میں کوئی فرق پڑے گا کیونکہ ایمان ابوین سعیدین اس روایت کی تصحیح کا محتاج نہیں وہ تو ان دلائل شرعیہ اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جن کا بیان اوراق سابقہ میں وضاحت سے گزر چکا لہٰذا یہاں اس حدیث پر جرح کے پیش کرنے کا مقصد ان اعتراضات کو پیش کر کے ان کا تجزیہ کرنا ہے جو امت میں اس عقیدے کے حامل افراد کا نامہ اعمال سیاہ کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔

حدیث احیاء مختلف طرق سے مروی ہے۔

ا۔امام ابن شاہین کی سند، آپ روایت کرتے ہیں۔

☆...... محمد بن الحسین بن زیاد مولی الانصاری سے

وہ......احمد بن یحییٰ الحضرمی سے

وہ......ابوغزیۃ محمد بن یحییٰ الزہری سے

وہ......عبدالوہاب بن موسیٰ الزہری سے

وہ......عبدالرحمٰن بن ابی الزناد سے

وہ......ھشام بن عروہ سے

وہ اپنے والد عروہ بن زبیر سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا

(ناسخ الحدیث ومنسوخہ، رقم حدیث ٦٤٦)

دوسری سند:۔

امام احمد بن علی بن ثابت الخطیب بغدادی المتوفی ٤٦٣ھ کی وہ روایت کرتے ہیں

ابوالعلاء الواسطی سے

وہ......الحسین بن محمد الحلبی سے

وہ......ابوطالب عمر بن الربیع سے

وہ......علی بن ایوب الکعبی سے

وہ......ابوغزیۃ محمد بن یحیٰی الزہری سے

وہ......عبدالوہاب بن موسیٰ سے

وہ......مالک بن انس امام دارالہجرت سے

وہ......ابوالزناد عبدالرحمٰن سے

وہ......ہشام بن عروہ سے

وہ...... عروہ بن زبیر سے

اور وہ......حضرت عائشہ رضی اللہ سلام اللہ علیھا سے

(السابق واللاحق جلد ا،ص ٣٤٤، دارالصمیعی الریاض السعودیۃ ١٤٢١ھ)

تیسری سند:۔

امام محبّ الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد الطبریؒ، المتوفی ٦٩٤ھ امام ابوالحسن علی بن ابی عبداللہ بن ابی المقیرؒ سے

وہ......ابوالفضل محمد بن ناصر السلامی سے

وہ......ابومنصور محمد بن احمد بن علی بن عبدالرزاق سے

وہ......قاضی ابوبکر محمد بن عمرو بن محمد بن الاخضر سے

وہ......ابوغزیۃ محمد بن یحیٰی الزہری سے

وہ......عبدالوہاب بن موسیٰ الزہری سے

وہ......عبدالرحمٰن بن ابی الزناد سے

وہ......ھشام بن عروہ سے

وہ......عروہ بن زبیر سے

اور وہ......سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے

(خلاصہ سیر سید البشر، جلد ۱، ص ۲۱، ۲۲ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ السعودیۃ ۱۴۱۸ھ)

چوتھی سند:۔

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ کی ہے۔

وہ......ابومحمد یحیٰی بن علی بن الطراح المدبر سے

وہ......ابوبکر احمد بن علی بن ثابت سے

وہ......قاضی ابوالعلاء الواسطی سے

وہ......الحسین بن علی بن محمد الحنفی سے

وہ......ابوطالب عمر بن الربیع الزاھد سے

وہ......علی بن ایوب الکعبی سے

وہ......محمد بن یحیٰی الزہری ابوغزیۃ سے

وہ......عبدالوہاب بن موسیٰ سے

وہ......امام مالک بن انس سے

وہ......ابوالزناد سے

وہ......ھشام بن عروہ سے

وہ......عروہ بن زبیر سے

اور وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

(الموضوعات جلد ا، ص ۲۸۳)

پانچویں سند:۔

امام ابوالقاسم علی بن حسین ابن عساکر المتوفیٰ ا۵۷ ھ کی ہے وہ روایت کرتے ہیں۔

الحسین بن علی بن محمد اسحاق الحلبی سے

وہ......ابوطالب عمر بن الربیع الخشاب سے

وہ......علی ابن ایوب الکعبی سے

وہ......محمد بن یحییٰ الزہری ابوغزیۃ سے

وہ......امام مالک بن انس سے

وہ......ھشام بن عروہ سے

وہ......عروہ بن زبیر سے

اور وہ......سید عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے

(غرائب مالک بحوالہ لسان المیزان جلد ۴، ص ۳۰۵)

اسناد کا تحقیقی جائزہ:۔

سطور بالا میں حدیث احیاء کی وہ تمام اسناد ذکر کردی گئیں جو مختلف محدثین کے طرق سے کتب متداولہ میں موجود ہیں اور اب ان اسناد پر ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کی روشنی میں تحقیق ہدیہ قارئین ہے تاکہ اسناد کے جمیع رواۃ کے احوال سامنے آجائیں اور حدیث پر موضوعیت کے قول کی حیثیت واضح ہو سکے۔

محدث ابن شاہین رحمہ اللہ نے اپنی سند سے یہ روایت نقل فرمائی اور تمام مشاہیر ائمہ آپ ہی کی کتاب کا حوالہ پیش کرتے نظر آتے ہیں سند کی تحقیق اس کی ابتداء سے کی جائے گی اس سند میں کل رجال کی تعداد آٹھ ہے۔

سنداول کے رواۃ کی تحقیق:۔

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا

اُم المومنین، صدیقہ کائنات

العقیقۃ بن العتیق، حبیبۃ الحبیب، الیفۃ القریب سید المرسلین المبراۃ من العیوب، المعراۃ من ارتیاب القلوب، زوجۃ الرسول سیدۃ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا، صحابیہ، فقیہا ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ روایات آپ سے مروی ہیں۔ بشمول صحاح ستہ حدیث کی کوئی معتبر متداول کتاب ایسی نہیں جس میں آپ سے مروی کوئی روایت موجود نہ ہو ان تمام کتب کا یہاں ذکر طوالت سے خالی نہیں۔

عروہ بن زبیر:۔

الامام ، عالم مدینہ ، الفقیہ ، احد فقہاء، سبعۃ المدینہ ، تابعی جلیل ، ازھد الناس۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد۴، ص۴۲۱، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۳ھ)

ائمہ صحاح نے عروہ بن زبیر کی سینکڑوں روایات نقل فرمائیں ان کے علاوہ امام مالکؒ نے موطا، امام دارمیؒ نے سنن، امام طحاویؒ نے شرح معانی الاثار، امام ابن حبانؒ نے الصحیح امام ابن خزیمہؒ نے الصحیح، امام حمیدیؒ، امام ابو یعلیؒ، امام ابوعوانہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق بن راھویہؒ، امام بزارؒ، امام ابو داؤد الطیالسیؒ، امام الربیع بن حبیبؒ، امام شافعیؒ، امام طبرانیؒ نے اپنی اپنی مسانید، امام حاکمؒ نے مستدرک، امام ابن ابی شیبہؒ، امام عبدالرزاق الصنعانیؒ نے اپنی مصنف اور امام بیہقیؒ نے السنن، شعب الایمان وغیرہ میں آپ سے روایت نقل فرمائی۔

ہشام بن عروہ:۔

الامام الثقہ، شیخ الاسلام ، من کبراء التابعین قال الذھبی الرجل حجۃ مطلقا

(سیر اعلام النبلاء جلد ۶ ص ۳۵)

ائمہ صحاح نے ہشام بن عروہ سے روایت نقل فرمائی۔ ان کے علاوہ امام مالکؒ نے موطا، امام دارمیؒ نے سنن، امام دارقطنیؒ نے سنن، امام طبریؒ نے تہذیب الاثار، امام حمیدیؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق بن راھویہؒ، امام محمد بن سلامہؒ، امام ابویعلیؒ، امام ابوعوانہؒ، امام الطیالسیؒ، امام طبرانیؒ، امام بزارؒ، امام علی بن الجعدؒ نے اپنی اپنی مسانید، امام حاکمؒ نے

المستدرک، امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار، امام ابن ابی شیبہؒ اور امام عبدالرزاقؒ نے اپنی اپنی مصنف، امام ابن حبانؒ اور امام ابن خزیمہؒ نے اپنی اپنی صحیح امام بیہقیؒ نے السنن اور شعیب الایمان میں آپ سے روایت لی ہیں۔

محمد بن الحسن بن زیاد:۔

مفسر، مقری، قاری الجلیل،

(طبقات المفسرین، جلد ا، ص ۷۵)

كان في حديثه مناكير باسانيد مشهور

(ذیل تاریخ بغداد جلد ۲، ص ۴۸)

ان کی احادیث میں مشہور اسناد کے ساتھ منکر روایات ہوتی ہیں۔

حدیث میں مناکیر کا ہونا اس کے ضعف کو مستلزم ہے وضع کو نہیں۔

احمد بن یحییٰ بن ذکیر الحضرمی:۔

قال دار قطني ليس بشئی،

(لسان المیزان جلد ا، ص ۳۲۳)

امام دارقطنی نے اپنی سنن، خطیب بغدادی نے شرف اصحاب الحدیث اور غرائب مالک میں اور امام بیہقی نے المدخل الی السنن الکبریٰ میں ان سے روایت لی ہے۔

محمد بن یحییٰ الزہری:۔

قال ازدی ضعيف، قال دارقطني متروك

امام ابن جوزی نے لکھا کہ جب محمد بن یحییٰ زہری عبدالوہاب بن موسیٰ سے روایت لیں تو یہ موضوع ہوگی۔

(الضعفاء والمتروکین جلد ا، ص ۲۱)

لیکن ایک تو ابن جوزی اس جرح میں متفرد ہیں اور جرح کا متفقہ قاعدہ ہے کہ

تقبل التزكية ولو من واحد على الاصح لا تقبل الا من اثنين الحاقالها بالشهادة في الاصح ايضا۔

(تحریر قواعد الجرح والتعدیل ص ۲۰، دار ابن القیم، السعودیۃ)

راوی کی توثیق قبول کی جائے گی اگرچہ اس کی توثیق کرنے والا ایک ہی (محدث) ہو لیکن اصح قول کے مطابق اس پر جرح تب تک قبول نہ ہوگی جب تک جرح کرنے والے دو محدثین جارح نہ ہوں۔

اور دوسرا یہ کہ محمد بن یحییٰ زہری امام مالکؒ سے براہ راست بھی یہ روایت لے رہے ہیں جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے لسان المیزان جلد۴، ص۳۰۵ نے اس حدیث کی مکمل سند نقل فرمائی۔ لہٰذا یہ اعتراض باقی نہ رہا اور روایت پر جرح کی حیثیت بھی باقی نہ رہی البتہ ازدی کا ضعیف اور دارقطنی کا متروک کہنا راوی کو درجہ ضعف تک لاتا ہے نہ کہ کذاب و وضاع تک، جس سے روایت درجہ ضعیف میں تو جاسکتی ہے موضوع نہیں کہلاسکتی اور اگر اس روایت کو اسناد سے مزید تقویت مل جائے تو روایت درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ امام سیوطی رقم فرماتے ہیں۔

المتروك او المنكر اذا تعددت طرقة ارتقى الى درجة الضعيف الغريب بل ربما ارتقى الى الحسن۔

متروک یا منکر روایت جب متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ درجہ ضعیف الغریب اور کبھی درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

(التعقبات علی الموضوعات ص۵۷ باب المناقب)

عبدالوہاب بن موسیٰ الزہری:۔

قال ابن حجر رحمه الله ليس به باس

ابن حجر نے فرمایا ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(لسان المیزان جلد۴ ص۹۱)

اور تعجیل المنفعہ میں دارقطنی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

اخرجه دارقطنی غرائب مالك من طريق عبدالوهاب بن موسىٰ هذا صحيح عن مالك

(تعجیل المنفعہ جلد۱، ص۵۷۹)

اس روایت کو دارقطنی نے غرائب المالک میں عبدالوہاب بن موسیٰ کے واسطے سے نقل کیا ہے یہ مالک سے صحیح روایت ہے۔

اسی طرح لسان المیزان میں دارقطنی کا قول ابن موسیٰ زہری کے متعلق لکھتے ہیں۔

و اوردالدارقطنی فی الغرائب من هذا الوجه وقال هذا صحيح عن مالك عبدالوهاب بن موسىٰ ثقه

لسان المیزان جلد۴، ص۹۱، موسسۃ الاعلمی بیروت ۱۴۰۶ھ

دارقطنی نے غرائب کے اندر اسی سند سے یہ روایت ذکر کی اور کہا کہ یہ روایت امام مالک سے عبدالوہاب بن موسیٰ نے لی وہ ثقہ ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ

☆...... عبدالوہاب بن موسیٰ کی روایت عند امام مالکؒ صحیح ہے۔

☆...... دارقطنیؒ نے عبدالوہاب بن موسیٰ کو ثقہ قرار دیا۔

☆...... لیس بہ بأساً راوی کی تعدیل پر دلالت کرتا ہے۔امام عبدالحیٔ الکھنوی نے مراتب التعدیل میں اسے تیسرے درجے میں ذکر فرمایا۔

(الرفع والتکمیل ص ۱۴۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

عبدالرحمٰن بن ابی زناد:۔

قال العجلی	"الثقه"
قال ترمذی	"ثقة"
قال یحیی بن معین	"هوا ثبت الناس"
قال الاجری	"عالما بالقرآن عالما بالا خبار"

(تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۵۷)

(الکاشف جلد ۱، ص ۶۲۷)

قال المقدسی، حدث به عبدالرحمن بن ابی الزناد "هذا متصل وهو احسنها اسنادا "اسناده صحيح"

(الاحادیث المختارہ جلد ۳، ص ۲۰۹)

ابوالحفص بن شاھین:۔

حافظ الحديث ، شيخ الصدوق، الثقة

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۶، ص ۴۳۱)

(طبقات المفسرین الاروری جلد ۱، ص ۸۹)

(تذکرۃ الحافظ جلد ۳، ص ۱۲۹)

سند دوئم کے رواۃ کی تحقیق:۔

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

ھشام بن عروہ

ابوالزناد عبدالرحمٰن

مذکورہ تمام روات پر سنداوّل تحقیق گزری۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ علیہ:۔

شیخ الاسلام، حجة الامام، امام دار الھجرت

(سیر اعلام النبلاء جلد ۸،ص ۴۸)

عبدالوہاب بن موسیٰ:۔

ابوغزیہ محمد بن یحییٰ الزہری

تحقیق سنداول میں گزری

علی بن ایوب الکعبی:۔

وافقه عليه ابن عساكر

(لسان المیزان جلد ۴،ص ۹۱)

ابوطالب عمر بن الربیع:۔

قال مسلمة بن قاسم تكلم فية قوم و وثقه آخرون كان كثير الحديث

مسلمہ بن قاسم نے کہا کہ یہ متکلم فیہ ہیں اور دیگر محدثین نے ان کی توثیق کی ہے یہ کثیر الحدیث تھے۔

(لسان المیزان جلد ۴،ص ۳۰۵۔ الائی المصنوعہ جلد ۱،ص ۲۴۵)

ابن مندہ نے عقائد کے باب میں ان سے درجہ ذیل کتب میں روایات لیں۔

۱۔ الرد علی الجہمیۃ، جلد ۱،ص ۱۶

۲۔ التوحید، جلد ۱،ص ۲۷

۳۔ الحجۃ فی بیان المحجۃ، ص ۱،ص ۴۵۵

۴۔ امام ابن ابراہیم نے تفسیر کے باب میں ان سے روایات لیں۔

(الکشف والبیان جلد ۶،ص ۲۹۵)

۵۔امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن الجوہری المتوفی ۳۸۱ھ نے حدیث کے باب میں ان سے روایات لیں۔
(مسندالموطا جلد ۱،ص ۱۰)

امام ابونعیم الاصفہانی نے سیر ومغازی کے باب میں روایات لیں۔
(حلیۃ الاولیاء جلد ۹، ص ۱۰۷)
(معرفۃ الصحابۃ جلد ۴،ص ۲۲۵۴)

الغرض ہرفن کے جدید اعلام نے ان کی روایات کو قبول فرمایا۔

الحسین بن محمد الحلمی:۔

ثقه مامون شاهد
(تاریخ مدینۃ دمشق جلد ۱۰،ص ۸۰)

ابوالعلاء الواسطی:۔

اهل العلم بالحديث و القرأت
(میزان الاعتدال جلد ۳،ص ۶۵۴۔الاعلام زرکلی جلد ۶ ص ۲۷۵)

امام احمد بن علی الخطیب البغدادی:۔

الامام الاوحد ، العلامة المفتی، الحافظ الناقد، محدث الوقت، خاتمه الحافظ
(سیراعلام النبلاء جلد ۲۰،ص ۷۷)

سند ثانی کی تحقیق کا خلاصہ:۔

سند اول کے کمزور راوی ابوغزیۃ کے سوا اس سند کے تمام راوی معتبر ہیں البتہ ابوالعلاء الواسطی کو ضعیف کہا گیا جو کہ جرح مفسر نہیں اور عندالمحققین اگر جرح مفسر نہ ہو تو اس سے راوی کی ثقاہت کے ساتھ ساتھ روایت کی صحت پر بھی کوئی اثر وارد نہیں ہوتا کیونکہ ایسی جرح عندالمحدثین قابل قبول نہیں امام عبدالحیؒ لکھنوی فرماتے ہیں۔

واما الجرح فانه لا يقبل الا مفسر مبين سبب الجرح
الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل ص ۸۰،قدیمی کتب خانہ کراچی

جرح تب تک قابلِ قبول نہ ہوگی جب تک مفسر نہ ہو اور سبب جرح بھی ذکر نہ کیے گئے ہوں۔

سند کے جملہ رواۃ کا ثقہ، صالح، معتبر اور غیر مجروح ہونا روایت کی پختگی کو واضح کرتا ہے۔

سند سوئم کی تحقیق:۔

☆......سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا

☆......عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

☆......ہشام بن عروہ رحمہ اللہ

☆......عبدالرحمٰن بن الزناد

☆......عبدالوہاب بن موسیٰ

☆......ابوغزیۃ محمد بن یحییٰ الزہری

مذکورہ رواۃ پر تحقیق گزر چکی۔

قاضی ابوبکر محمد بن عمرو بن محمد بن الأخضر:۔

كان ثقه

(تاریخ بغداد جلد ۳، ص ۲۴۹)

(دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ)

ابومنصور محمد بن احمد بن علی بن عبدالرزاق الخیاط:۔

الامام القدوة ، المقری ، صالح ثقة، صاحب الكرامات

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۹، ص ۲۲۳)

(طبقات الحنابلۃ جلد ۲، ص ۲۵۱)

ابوالفضل محمد بن ناصر السلامی:۔

حافظ الحديث

(سیر اعلام النبلاء جلد ۲۰، ص ۲۶۵)

ثقة

(المستفاد من ذیل تاریخ بغداد جلد ۱، ص ۲۸)

مولفین فی الفن

(الاکمال جلد ۱، ص ۸)

امام ابوالحسن علی ابن ابی عبداللہ بن ابی المقیر :۔

له اجازة عالية من الشيوح المسندين من عبادالله الصالحين و اوليائه الورعين

(تکملہ اکمال جلد ۱، ص ۱۲۸)

(طبقات الشافعیہ جلد ۳، ص ۲۰۴)

امام محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری:۔

الحافظ، المفتی، شيخ الحرم، فقيهه شافعی عالما، عاملا، جليل القدر، عارفا بالآثار

(تذکرہ الحافظ جلد ۵، ص ۹۳ دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ)

(طبقات الشافعیہ، جلد ۲، ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ)

(الاعلام زرکلی جلد ۱، ص ۱۵۸، ۱۵۹ دار العلم الملایین)

سند رابع کی تحقیق:۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ	سند اول میں تحقیق گزر چکی
عروہ بن زبیر	ایضاً
ہشام بن عروہ	ایضاً
ابوالزناد عبدالرحمٰن	ایضاً
امام مالک بن انس	ایضاً
عبدالوہاب بن موسیٰ	ایضاً
ابوغزیۃ الزہری	ایضاً
علی بن ایوب الکعبی	ایضاً

ابو طالب عمر بن ربیع ایضاً

ابو عبداللہ الحسین بن علی بن محمد الحنفی :۔

من کبار الفقهاء صدوقا ، المناظر وافر العقل

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۷ ص ۶۱۶)

قاضی ابو العلاء الواسطی :۔

سند ثانی میں تحقیق گزری

ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی البغدادی :۔

الامام الاوحد ، العلامة المفتی ، الحافظ الناقد محدث الوقت ، خاتمة الحفاظ

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۲۲۱)

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۸ ص ۲۷۰)

ابو محمد یحییٰ بن علی بن محمد بن علی بن الطراح البغدادی المدیر (المذیر)

شیخ العالم ، الصالح المسند

(سیر اعلام النبلاء جلد ۲۰ ص ۷۷)

امام ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی :۔

الشیخ ، الامام ، الحافظ ، المفسر ، شیخ الاسلام ، مفخر العراق

(سیر اعلام النبلاء جلد ۲۱ ص ۳۶۵)

خلاصہ تحقیق :۔

مذکورہ سند میں نئے آنے والے تمام راوی نہایت جلیل القدر محدثین اور ناقد ہیں ان کی ثقاہت اور مبلغ علم یقیناً روایت کی پختگی کے لئے حجت ہے۔

سند خامس کی تحقیق:۔

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا	سند اول میں تحقیق بیان ہوئی
عروہ بن زبیر	ایضاً
ہشام بن عروہ	ایضاً
مالک بن انس	ایضاً
محمد بن یحیٰ الزہری ابوغزیۃ	ایضاً

اس سند میں ابوغزیۃ امام مالک سے خود روایت لے رہے ہیں۔

علی بن ایوب الکعبی	ایضاً
ابو طالب عمر بن الربیع الخشاب	ایضاً
الحسین بن علی بن محمد اسحاق الحلبی	ایضاً

ابوالقاسم بہاء الدین القاسم ابن ابی قاسم ابن عساکر الدمشقی الشافعیؒ:۔

الحافظ المفید، المحدث الفاضل

(تذکرۃ الحفاظ جلد۴، ص۱۰۸)

اسناد پر تحقیق کا خلاصہ:۔

بحمد اللہ تعالیٰ حدیث احیاء جسے والدین کریمین کے شرف اسلام کے لئے ہر دور کے ائمہ نے بطور استدلال پیش فرمایا۔ عاجز اور حقیر نے اس کی پانچ اسناد رب ذوالجلال کے فضل اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ فیض بار سے ذخیرہ احادیث سے تلاش کر کے اس کے جمیع رجال پر ائمہ نقد کے اقوال کی روشنی میں تحقیق پیش کر دی اور یہ رب تعالیٰ کی خصوصی نوازش ہے کہ اگرچہ ایمان ابوین پر اب تک سینکڑوں کتب و رسائل لکھے جا چکے ہیں لیکن حدیث احیاء کو خاص موضوع بنا کر اس کی جملہ اسناد کو یکجا کر کے ان کے راویوں پر بحث اور ان کی وجاہت علمی، ثقاہت اور ان کی استنادی حیثیت کو واضح کرنا اس کی خاص عنایت سے ممکن ہوا ہے۔ اس منہج پر حدیث احیاء کی تحقیق اور اس کی استنادی حیثیت کو بین کرنے کی اولیت اللہ رب العزت کی توفیق اور سید المرسلین علیہ التحیہ

والتسلیم کی نگاہ مبارکہ کے بنا ممکن نہیں جو اس نے بے مایہ اور حقیر کو عطا فرمائی۔

مذکورہ حدیث پچیس رواتِ حدیث نے پانچ اسناد سے نقل فرمائی جن کی صحت وسقم کا خلاصہ یہ ہے۔

ا۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ	ام المومنین
۲۔عروہ بن زبیر	تابعی جلیل ثقہ
۳۔ہشام بن عروہ	امام الثقہ، شیخ الاسلام
۴۔محمد بن حسن الزیاد	مفسر، المقری، قاری الجلیل
۵۔احمد بن یحییٰ الزکیر	لس بشی
۶۔محمد بن یحییٰ الزہری	ضعیف
۷۔عبدالوہاب بن موسیٰ	ثقہ
۸۔عبدالرحمٰن بن زناد	ثقہ، اثبت الناس
۹۔ابن شاہین	حافظ الحدیث، ثقہ
۱۰۔امام مالک بن انس	شیخ الاسلام، حجۃ الامام
۱۱۔الحسین الحلبی	ثقہ مامون
۱۲۔ابوالعلاء الواسطی	اہل العلم بالحدیث
۱۳۔خطیب بغدادی	الحافظ النقاد، ثقہ
۱۴۔قاضی ابوبکر الاخضر	ثقہ
۱۵۔ابومنصور الخیاط	امام القدوۃ، ثقہ
۱۶۔ابوالفضل السلامی	حافظ الحدیث
۱۷۔ابوالحسن المقیر	جائز الحدیث
۱۸۔محبّ الدین الطبری	الحافظ المفتی، ثقہ
۱۹۔ابوعبداللہ حنفی	صدوق
۲۰۔ابوبکر بغدادی	محدث الوقت، حافظ
۲۱۔ابومحمد یحییٰ المدیر	الصالح المسند

۲۲۔عبدالرحمٰن بن جوزی	شیخ الاسلام،ثقہ
۲۳۔علی بن ایوب الکعبی	وافق علیہ ابن عساکر
۲۴۔عمر بن ربیع	وثقہ قوم
۲۵۔ابوالقاسم ابن عساکر	المحدث الفاضل

مذکورہ رواۃ حدیث پیش کرنے کے بعد یہ امر توجہ طلب ہے کہ ہر سند کی ابتداء وانتہا نہایت جلیل القدر اعلام پر مشتمل ہے اگر کہیں راوی ضعیف بھی ہے تو اس سے روایت لینے والا ثقہ ہے اور ثقہ کا کسی ضعیف راوی سے روایت لینا اس روایت کی استنادی حیثیت کو قوی کرتا ہے۔

حدیث احیاء ابوین کریمین کی درجہ بالا اسناد کے ذکر کا مقصد روایت کو اسناداً تقویت دینا تھا کیونکہ عندالمحدثین کسی بھی روایت کو اگر دو اسناد حاصل ہوں تو باوجود ضعف کے وہ روایت درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے جیسا کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

تعدد الطرق يبلغ الحديث الضعيف الى حد الحسن
(مرقاۃ جلد۳،ص۱۸ مکتبہ امدادیہ ملتان)

متعدد اسناد سے روایت کا نقل ہونا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

اگر مرویہ جمیع اسناد ہی میں ضعف ہو تب بھی یہ ضعف درجہ حسن کو مانع نہیں۔

محقق علی الاطلاق امام ابن ہمامؒ فرماتے ہیں۔

لو تم تضعيف كلها كانت حسنة لتعدد الطرق و كثرتها
(فتح القدیر جلد۱،ص۲۶۶ مکتبہ نوریہ رضویہ)

اگر جمیع اسناد میں ضعف پایا جائے پھر بھی حدیث حسن ہوگی کیونکہ اس کی اسناد کثیر ہیں۔

حدیث احیاء پر اگرچہ بعض محدثین نے متروک ومنکر کی جرح کی ہے لیکن اس کے طرق کثیر ہیں جو کہ ذکر کر دیئے گئے جن کی بدولت روایت کا متروک ومنکر ہونا بھی قبول حدیث اور درجہ حسن کے لئے مانع نہیں۔امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

المتروك و المنكر اذا تعددت طرقه ارتقى الى درجة الضعيف الغريب بل ربما ارتقىٰ الى الحسن۔
(التعقبات علی الموضوعات ص۵۷)

روایت متروک ومنکر کی اسناد جب کثیر ہو جائیں تو وہ درجہ ضعیف غریب ہو جاتی ہے بلکہ کبھی درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ قاعدہ چند ایک ائمہ کے ہاں معتبر نہیں بلکہ جمہور محدثین کے ہاں مسلمہ ہے۔امام

عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحيح تارة و بالحسن اخرى،

جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق کے سبب حجت تسلیم کیا اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا۔

(المیزان الکبریٰ جلد ا، ص ٦٨)

فضائل ومناقب میں ضعیف روایت کی حیثیت:۔

حدیث احیاء ابوین فضائل ومناقب کے باب سے ہے اور عندالمحدثین اگر مناقب وفضائل میں حدیث ضعیف بھی ہو قبول کی جائے گی، قطع نظر اس سے کہ یہ حدیث کثرت اسناد کے سبب درجہ حسن کو پہنچتی ہے۔ اگر بالفرض یہ حدیث درجہ ضعیف کو ہی قائم رہتی ہے تب بھی فضائل اور مناقب میں قبول ہوگی جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں۔

اهل الحديث بجماعتهم يتساهلون فى الفضائل فيروونها عن كل و انما يتشددون فى احاديث الاحكام

محدثین فضائل کے باب میں ہر طرح کی رویات بیان کر لیتے ہیں البتہ احکام کے متعلق روایات پر (تحقیق میں) شدت برتتے ہیں۔

(کتاب العلم)

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

قال العلماء من المحدثين والفقها وغيرهم يجوز ويستحب العمل فى الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث مالم يكن موضوعا۔

ائمہ محدثین اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ فضائل اور ترغیب و ترھیب میں ہر طرح کی حدیث پر عمل جائز ہے جب تک کہ روایت موضوع نہ ہو۔

(الاستذکار، ص ۷، دارالکتاب العربی، بیروت)

پس حدیث احیاء ابوین پر سنداً جرح کی تحقیق واضح کردی گئی بالیقین یہ روایت باعتبار اسناد حسن بغیرہ ہے اور عندالفقہاء ومحدثین قابل قبول ہے۔

حدیث احیاء پر متناً جرح کا تحقیق جائزہ:۔

حدیث احیاء پر سنداً جرح کا جائزہ پیش کرنے کے بعد اس روایت پر متناً وارد کئے جانے والے اعتراضات اور اس پر

مفصل تبصرہ ہدیہ قارئین ہے۔

روایت مذکورہ معروفہ پر متناً محدثین کی جرح ملاحظہ فرمائیں۔

اوّل:۔ پہلی جرح امام ابوعبداللہ الجوزقانی المتوفی ۵۴۳ھ کی ہے۔

الفاظ جرح:۔

"ھذا حدیث باطل"

(الاباطیل والمناکیر ص ۱۲۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

دوئم:۔ دوسری جرح امام شمس الدین ذہبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ کی ہے۔

الفاظ جرح

"لایدری من ذاالحیوان الکذاب فان ھذا الحدیث کذب" پس یہ حدیث جھوٹی ہے۔نہیں جانتے کہ کس حیوان کذاب نے اسے (گھڑا) ہے۔

(میزان الاعتدال جلد۲، ص۶۸۴)

سوئم:۔ تیسری جرح محدث ابن جوزی عبدالرحمٰن بن علی القرشی المتوفی ۵۹۷ھ کی ہے۔

الفاظ جرح:۔

ھذا حدیث موضوع والذی وضعہ قلیل الفھم عدیم العلم اذ لو کان لہ علم لعلم ان من مات کافرلا ینفعہ ان یومن بعد الرجعة یہ حدیث موضوع ہے اور جس نے اسے وضع کیا ہے وہ کم فہم اور لاعلم شخص ہے اگر اسے علم ہوتا تو وہ جان لیتا کہ جو حالتِ کفر میں فوت ہوا اُسے موت کے بعد ایمان فائدہ نہیں دیتا۔

(الموضوعات، جلد۱، ص۲۸۴)

حدیث پر کی جانے والی جروحات پر تحقیق کیلئے ضروری ہے کہ موضوع کی تعریف اور اس کی معرفت کے ذرائع کو سمجھا جائے۔

حدیث پر کی جانے والی جروح کا حاصل یہ ہے:

☆ یہ حدیث موضوع و باطل ہے۔

☆ موت کے بعد کافر کو کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

موضوع کی تعریف:۔

١۔ وهو المختلق المصنوع — جسے گھڑ کر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کردیا گیا ہو۔

٢۔ وهوا لطعن بكذب الراوی فی الحديث النبوی هو المصنوع — جس راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو اور وہ نبی کریم علیہ السلام کی طرف جھوٹی روایت منسوب کرے

(شرح نخبۃ الفکر القاری جلد۱،ص۴۳۵ دارارقم بیروت)

٣۔ الموضوع هوالمختلق المصنوع و هوالذی نسبه الكذابون المفترون الی رسول الله ﷺ وهو شرانواع الرواية — ایسی جھوٹی روایت جسے جھوٹے لوگوں نے گھڑ کر سرکار دوعالم علیہ التحیہ والثناء کی طرف منسوب کردیا ہو اور یہ ضعیف روایات میں سے سب سے زیادہ فتنہ انگیز قسم ہے۔

(شرح الفیہ ص۷۹)

مذکورہ تعریفات یہ واضح کرتی ہیں کہ موضوع روایت وہ روایت ہے جسے گھڑ کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کردیا گیا ہو۔اس روایت کی کوئی حقیقت نہ ہو مزید برآں کہ باتفاق محدثین وہ من گھڑت اور منسوب ہو۔

روایت پر موضوعیت کے طعن کے لئے شرائط:۔

موضوع کی تعریف کے بعد یہ جاننا نہایت اہم ہے کہ کسی بھی روایت کو موضوع کہنا نہایت جرأت کی بات ہے اس کے لئے وہ قرائن وشواہد ضروری ہیں جن کے بغیر کوئی بھی روایت موضوع قرار نہیں دی جاسکتی۔اگر کسی روایت میں ان میں سے کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو روایت ضعف کے جس مقام پر ہو موضوع کہلانے کی سزاوار نہیں محدثین نے وہ شرائط نہایت عرق ریزی سے مدون فرمائیں جس سے کسی روایت کے موضوع ہونے کا علم باآسانی ہوسکتا ہے یوں کہا جاسکتا ہے کہ روایت پر وضع کا حکم لگانے کے لئے ان شرائط کا ادراک ہے نہایت اہم۔

شرط اوّل۔راوی کا کذاب،وضاع ہونا:۔

کسی روایت پر موضوع ہونے کی جرح اس وقت قابل قبول ہوگی جب اس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جو عندالمحدثین کذاب کی جرح سے معطون ہو۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

الموضوع هو الحديث الذی فيه الطعن بكذب الراوی
(نزهۃ النظر،ص ۵۶)

موضوع وہ روایت ہے جس میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر جھوٹا ہونے کا الزام ہو۔

اسی طرح امام زرقانیؒ نے فرمایا۔

المدار علی الاسناد فان تفرد به كذاب او وضاع فحديثه موضوع وان كان ضعيفا فالحديث ضعيف فقط
(شرح مواهب الدنیہ جلد ۷،ص ۵۹)

قبول روایت کا مدار سند پر ہے اگر تمام اسناد میں راوی کذاب ووضاع ہونے میں متفرد ہے تو وہ روایت موضوع ہے اور اگر راوی ضعیف ہے تو روایت صرف ضعیف ہوگی نہ کہ موضوع

پھر اس پر یہ قاعدہ پیش نظر رہے کہ راوی پر کذاب کا اطلاق دوطرح سے ہے اول یہ کہ اس نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمداً بہتان وافتراء ثابت ہو اور یہ ثبوت راوی کے اپنے اقرار سے ہو جیسے نوح بن ابی مریم سے جب پوچھا گیا کہ تم عکرمہ عن ابن عباس کی سند سے قرآن مجید کی الگ الگ سورتوں کے فضائل کہاں سے بیان کرتے ہو تو نوح نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے فضائل سور میں احادیث کو وضع کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا اور ایسا میں نے ابوحنیفہ کی فقہ اور ابن اسحاقؒ کی مغازی سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے کیا۔
(تدریب الراوی جلد ۱،ص ۲۳۹)

اور دوئم یہ کہ راوی زندگی کے عام معمولات میں تو کذب بیانی سے کام لیتا ہو حدیث کی روایت میں اس کے اس فسق کے سبب اس پر طعن ہوا گرچہ اس روایت میں کذب ثابت نہ ہو اس صورت میں وہ متہم بالکذب ہوگا پھر روایت میں چونکہ اس سے وضع حدیث کا اقرار ثابت نہیں لہٰذا حدیث متروک تو ہوگی موضوع نہیں جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانیؒ رقم فرماتے ہیں۔

الطعن اما ان يكون الكذب الراوی بان يروی عنه مالم يقله ﷺ متعمدا لذلك او تهمته بذلك الاول هوا الموضوع، والحكم عليه بالوضع انما هو بطريق الظن الغالب لا بالقطع، اذقد يصدق الكذوب والثانی هو المتروك
(شرح نخبۃ الفکر،ص ۵۴)

طعن یا تو کذب راوی کے سبب ہوگا مثلاً اس نے عمداً ایسی بات کی جو نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو۔ پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے لیکن وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ کبھی جھوٹا بھی سچ بولتا ہے اور دوسری میں روایت متروک ٹھہرے گی۔

شرائط وضع میں سے پہلی شرط کا حاصل یہ ہے کہ سند میں راوی کذاب ہو اور اس سے عمداً اس روایت کے گھڑنے کا ثبوت ہو جو اس کے اقرار قرائن کے پیش نظر ثابت ہو تو وہ روایت موضوع کہلائی گی لیکن اگر راوی پر کذب کی تہمت تو ہو لیکن وہ اس حدیث کو گھڑنے کا اعتراف نہ کرے تو تہمت کذب کے سبب روایت متروک تو کہلائے گی موضوع نہیں کیونکہ محدثین نے ایسے راوی کو متروک کیا ہے اور اس روایت کو بھی متروک کی اصطلاح سے موسوم کیا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

من عرف بالكذب فى كلامه و ان لم يظهر منه وقوع ذلك فى الحديث النبوى ﷺ

(نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص ۸۹)

اس شخص کی روایت متروک ہوگی جو اپنے کلام میں کذب کے لئے معروف ہو لیکن حدیث نبوی ﷺ میں اس کے جھوٹ کا واقع ہونا ظاہر نہ ہو۔

پس کسی راوی پر محض کذب کی تہمت کے سبب اس روایت کو موضوع نہیں کہا جا سکتا جب تک اس راوی سے روایت گھڑنے کا ثبوت موجود نہ ہو۔

شرط دوم: روایت نصوص قرآنیہ، حدیث متواترہ یا اجماع قطعی سے متصادم ہو:۔

روایت اگر نصوص قرآنیہ سنت متواترہ یا اجماع قطعیہ سے اس طرح معارض و متصادم ہو کہ ان کے درمیان تطبیق و توفیق محال ہو اس صورت میں قرائن اس کی موضوعیت پر دلالت کرتے ہیں اس ضمن میں خود فرمان نبوی علیہ التحیہ والثناء شاہد ہے۔

سياتيكم عنى احاديث مختلفة فما جاء كم موافقا لكتاب الله و سنتى فهو منى وما جاء كم مخالفا لكتاب الله و سنتى فليس منى

(الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۴۳۰)

عنقریب تم تک میری احادیث پہنچیں گی تو ان میں سے جو اللہ کی کتاب اور میری سنت کے موافق ہوں تو وہ میرے ارشادات ہیں اور جو اللہ کی کتاب اور میری سنت کے موافق نہ ہوں تو ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی لئے ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

مايوجد من حال المروى كان يكون متناقضا نص القرآن او السنة المتواتر و الاجماع القطعى او صريح العقل حيث لايقبل شئى من ذلك التاويل

(نزھۃ النظر ص ۸۷)

روایت نص قرآنی، سنت متواتر، اجماع قطعی اور عقل صریح سے اس طرح متصادم ہو کہ اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

گویا یہ وہ قاعدہ مسلمہ اور قانون قبولِ روایت ہے جس نے امت کو اصول جرح التعدیل کی طویل ابحاث سے مستغنی

کردیا، سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان فی نفسہ اصول الجرح والتعدیل کا غیر اختلافی ضابطہ ہے اسی اصول کے تحت روایات کی جانچ پڑتال عین منشاء شریعت ہے۔ اس قاعدہ کے تحت جو روایت بھی پرکھی جائے وہ حجت ہوگی جارحین کے ہاں بھی کسی روایت کی قبولیت وعدم قبولیت میں باعتبار سند ومتن اختلاف ہوسکتا ہے لیکن اس روایت نے اس تنوع اور اختلاف، تشدید وتعنیت کے درمیان امت کے لئے قبول روایت میں نہایت سہل راہ پیدا فرمادی۔

شرط سوئم: روایت میں معمولی کام پر بڑے اجر اور معمولی گناہ پر بڑی وعید کا ذکر ہو:۔

مثلاً جس نے ایک دن کا روزہ رکھا اس کے لئے ایک حج اور ایک ہزار عمرہ کرنے کا ثواب ہے یا جیسے روایت کہ جس نے مسجد میں دنیاوی باتیں کی تو اللہ اس کے چالیس سال کے نیک اعمال برباد کردے گا۔

(الاسرار المرفوعۃ ص ۳۲۵)

شرط چہارم: روایت کی زبان سطحی اور مزاج نبوت کے منافی ہو:

سرکار دو عالم علیہ التحیہ والثناء جوامع الکلم کے منفرد اعزاز کے حامل ہیں۔ اگر کسی روایت میں کلام رکیک و سطحیت پر مشتمل ہو جو ذات مصطفی ﷺ کے شایان شان نہیں تو ایسا ہونا موضوع روایت کی ایک علامت ہے اس کی مثالیں یہ ہیں:

اربع لاتشبع من اربع، انثی من ذکر و ارض من مطر و عین من نظر و عالم من علم

چار چیزیں چار چیزوں سے کبھی سیر نہیں ہوتیں۔ عورت مرد سے، زمین بارش سے، آنکھ دیکھنے سے اور عالم علم سے۔

(الاسرار المرفوعہ ص ۴۴۱)

روایت:۔

النظرالی الوجه الحسن یجلو البصر

خوبصورت چہرے کو دیکھنا نظر کو جلا بخشتا ہے۔

(الاسرار المرفوعہ ص ۴۱۶)

روایت:۔

عقولهن فی فروجهن

عورتوں کی عقل ان کی شرمگاہ میں ہوتی ہے۔

(المقاصد الحسنۃ ص ۴۸۷)

روایت:۔

فضلت المراة علی الرجل بتسعة و تسعین من اللذة عورت کو مرد کی نسبت ننانوے حصے زیادہ شہوت دی گئی لیکن

ولکن اللہ القی علیھن حلباب الحیاء اللہ نے ان کی عقلوں پر حیاء کا پردہ ڈال رکھا ہے۔

(المقاصد الحسنہ ۴۱۰)

شرط پنجم: استقراء ابواب:۔

اس سے مراد محدثین کا حدیث کی تحقیق میں یہ جملہ کہنا کہ لم یصح فی الباب شئی اس باب میں اس موضوع پر کوئی بھی حدیث موجود نہیں، وہ روایت جس روایت کے سواء مصادر حدیث میں اس باب کی کوئی اور حدیث موجود نہ ہو جیسے تجرد اختیار کرنے کی تمام روایات پھولوں کے محاسن کی روایات وغیرہ۔

ان اسباب و شرائط کے نقل کرنے کا مقصد موضوعیت کے اصل محرکات کا ادراک ہے جن بنیادوں پر حدیث احیاء کو موضوع کیا گیا دیکھنا یہ ہے کہ محدثین نے وضع حدیث کے جو اسباب ذکر فرمائے وہ اسباب اس حدیث مبارکہ میں پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ مذکورہ شرائط معرفت کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اگر کسی حدیث کی سند میں راوی کذاب ہو اور اس کا کذب ثابت ہو تو وہ روایت بالاتفاق موضوع ہوگی۔

۲۔ راوی کا اقرار روایت کی موضوعیت پر حجت سمجھا جائے گا محض تہمت کذب متروک کو مستلزم ہے موضوع کو نہیں۔

۳۔ روایت اگرچہ سنداً صحیح تو ہو لیکن متناً قرآن و حدیث سے معارض و متصادم ہو تب بھی عندالمحدثین وہ روایت موضوع ہوگی اور یہ قانون خود جناب سید الانام ﷺ کا مقرر شدہ ہے۔

۴۔ روایات کی زبان نہایت عمدہ اور بلیغ ہونا تفرد کلام رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اگر اس کا معیار سطحی نوعیت کا ہو تو اس روایت کے موضوع ہونے کی ایک دلیل ہے۔

حدیث احیاء شرائط وضع کے تناظر میں:۔

اسباب و شرائط واضح تحریر کرنے کا مقصد حدیث احیاء کو اس پیمانے اور معیار پر پرکھنا ہے جو معیار روایت کی موضوعیت کے ثبوت کے لئے عندالمحدثین متحقق ہے چونکہ روایت کے متن پر کذب و موضوعیت کے متعلق مسئلہ زیر بحث ہے۔ لہٰذا ان تمام

اصولوں وضوابط کے تحت اس روایت کو پرکھا جائے تاکہ باطل وکذب کا طعن کی حیثیت واضح ہوسکے۔

شرط اول اور حدیث احیاء:۔

شرط اول کے مطابق روایت میں کوئی ایسا راوی موجود ہو جس پر نہایت شدید نوعیت کی جرح جو اصول الجرح میں سب سے بڑے درجے کی ہے یعنی کذاب ووضاع ہونا ثابت ہو اور اس کا ثبوت کہ راوی نے روایت کو خود گھڑا ہے۔ راوی کے اپنے قول سے ہو یعنی اس کا اعتراف وضع ثابت ہو لیکن اگر راوی پر محض کذب کا طعن ہے روایت گھڑنے کا ثبوت نہیں تو یہ جرح کذب ووضاع کے درجے سے نیچے متروک الحدیث تک پہنچ جائے گی جس سے بہر حال روایت موضوع نہیں ہوتی متروک کہلاتی ہے۔

لیکن مذکورہ حدیث نور میں کوئی ایسا راوی نہیں جس پر صراحتاً کذاب ووضاع کی جرح موجود ہو سابقہ اوراق میں اس روایت کی تمام اسناد کے جملہ رواۃ کو زیر بحث لایا گیا ان تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ حدیث احیاء کی کسی سند میں کوئی بھی راوی کذاب ہونا تو کجا متروک الحدیث بھی نہیں لہٰذا روایت اس شرط سے مبرا و منزا ہے۔

شرط دوئم اور حدیث احیاء:۔

شرط دوئم کے مطابق اگر یہ اعتراض وارد کیا جائے کہ موت کے بعد ایمان لانا آیت قرآنی کے منافی ہے کیونکہ آیت مذکورہ میں موت کے بعد ایمان کے بے فائدہ ہونے کا بیان ہے اور حدیث احیاء ثبوت ایمان پر دلالت ہے لہٰذا تصادم تو ثابت ہے۔

جوابِ اوّل:۔

آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ میں بحمدہ تعالیٰ تعارض نہیں کیونکہ موت کے بعد ایمان لانا اور تصدیق کرنا انہیں فائدہ نہیں دیتا جو مرتے ہی حالت کفر میں ہوں جبکہ آباء سید کونین جناب عبداللہ اور سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا سے کفر کا ثبوت نہ نصوص سے ثابت ہے نہ تاریخ اس کی شاہد ہے بلکہ احادیث صحیحہ مقبولہ میں جمیع آباء کے صاحب التوحید ہونے کا بیان نہایت صریح روایات سے ثابت ہے جن کا بیان گزشتہ اوراق میں باتفصیل وتحقیق موجود ہے لہٰذا تعارض تو تب ہو جب کفر کا ثبوت یقینی ذرائع سے ہو یہاں تو دلائل قطعیہ کے بغیر ہی اثبات کفر کی جرأت کی جاتی ہے پس تعارض کے ثبوت کے لئے اثبات کفر اور وہ بھی دلائل قطعیہ کا محتاج ہوگا وگرنہ قول تعارض ھباء منبثاء ہے باب کی تحقیق کے اختتام پر اس اشکال کا جواب بھی مفصلاً دیا جائے گا کہ اگر ابوین کریمین سے کفر کا اثبات نہیں تو احیاء کی حاجت کیا تھی۔

جواب دوئم:۔

برسبیل تنزل اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ والدین کریمین کو زندہ کرنے کا مقصد کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کرنا تھا اور انہوں نے قبر انور سے نکل کر تصدیق کی تب بھی یہ روایت معارض ومتصادم قرآن نہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں کہ تصدیق وشہادت مابعد الممات بھی ثابت ہے۔مثالیں حسب ذیل ہیں۔

ا۔ حیات مابعد الممات اور پھر گواہی دینے اور تصدیق کرنے کی پہلی مثال قوم بنی اسرائیل کے اس مقتول کی ہے جسے اس کے اقرباء میں سے ہی کسی نے قتل کیا پھر موسیٰ (نبی خدا علیہ السلام) کی بارگاہ میں قاتل کا سراغ لگانے آدھمکے گویا یا تو نبی کی آزمائش مقصود تھی یا پھر علم واسرار نبوت سے ناآشنائی کے باعث سوال کیا گیا کہ اس کا قاتل کون ہوسکتا ہے ذرا ربّ سے تو پوچھیں الختصر جب لحم بقرہ اس مقتول کو لگا تو مردہ وجود میں حیات آگئی اور اس نے قاتل کی نشاندہی برسرعام کردی قرآن اس معجزے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

فقلنا اضربوا ببعضها كذلك يحيى الله الموتى و يريكم ايته لعلكم تعقلون (البقرہ، آیۃ۷۳)

پس حکم دیا ہم نے کہ مارو اسے اس گائے کا ایک ٹکڑا یونہی اللہ مردوں کو زندگی بخش دے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لیا کرو۔

موت کے بعد زندہ ہوکر شہادت دینا نصوص قرآنیہ کے معارض نہیں اور عند المفسرین پھر اس گواہی پر قاتل کو سزا بھی دی گئی اگر حیات بعد الممات سے احکام وشہادت کا ثبوت مردود ہوتا تو قرآن کبھی اس کی مثال بطور معجزہ پیش نہ فرماتا۔قانون تو یہ نہیں کہ موت کے بعد گواہی پیش ہوسکے لیکن معجزہ کہتے ہی اسے ہیں جو خلاف قانون وخلاف عادت سرزد ہو اور اگر یہ معجزہ بنی اسرائیل کے چند لوگوں کی گزارش سے پیش کردیا گیا جن کا مقصد محض مقتول کے ورثاء کی تسکین ہے تو سرکار دوعالم ﷺ جن کے دست قدرت میں کائنات کی کنجیاں تھمادی گئیں یہ معجزے ان کے ہاتھوں صادر ہونا محیر العقل نہیں اور خصوصاً جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے والدین سے جو نسبت حاصل ہے اس نسب کو شرف اسلام سے فیض بار کرنے کی خاطر ایسا معجزہ صادر ہوجانا ممکن بھی ہے اور باعث تسکین پیغمبر (ﷺ) بھی۔

مثال ثانی:۔

دوسری مثال بھی کلیم اللہ سیدنا موسیٰ نبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے جب قوم نے کہا

لن نومن لك حتى نرى الله جهرة، فاخذتكم الصعقة و انتم تنظرون
(البقرة،آیۃ ۵۵)

ہم تو اس وقت تک مانتے ہی ہیں نہیں یہاں تک کہ دیکھیں نہ اللہ کو دھوم سے اور وہ بھی ہجوم میں تو پکڑ لیا تمہیں کڑکتی بجلی نے اب ذرا تم اس میں غور کر سکتے ہو۔

ان سرداران بنی اسرائیل کی موت واقع ہوگئی اللہ رب العزت نے دعا کلیم کے تصدق انہیں موت کے بعد حیات عطا فرمادی اس حیات کے عطیے کے مقاصد تو کثیر تھے لیکن دو مقاصد اہم ہیں۔ دعا کلیم سے مردوں کی حیات کا معجزہ اور زندہ ہوکر صداقت رسالت کلیمی اور باری تعالیٰ کے وجود کی گواہی تھا تا کہ بنی اسرائیل آئندہ اس انکار کی جرأت نہ کرسکیں پھر تاریخ گواہ ہے کہ ان مردہ جسموں نے موت کے بعد زندگی پا کر رب کی ربوبیت اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی۔ پس قرآن کی دوسری آیت شہادت مابعد الممات کا ثبوت واضح ہے اگر یہ شہادت سرداران بنی اسرائیل کے لئے ثابت ہوسکتی ہے تو حیات ابوین کریمین بھی محال نہیں۔ اگر رب ذوالجلال دعاء کلیم پر رؤسائے بنی اسرائیل کو زندہ فرما کر اپنی توحید کی صداقت پر گواہی لے سکتا ہے تو دعا حبیب سے حیات ابوین بدرجہ اولیٰ ممکن ہے۔

مثال ثالث:۔

عیسیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیئے جانے والے معجزات میں ایک نہایت عظیم معجزہ مردوں کو زندہ فرمانا تھا۔ آپ علیہ السلام اس معجزے کا اظہار متکلم کے صیغے سے فرماتے ہیں اور نوازش الٰہی پر بطور تحدیث نعمت فرماتے ہیں۔

انی اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله و أبرى الاكمه و الابرص و احى الموتى باذن الله۔
(ال عمران،آیۃ ۴۹)

یہ کہ بناتا ہوں میں کیچڑ سے پرندے کی صورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں تندرست کر دیتا ہوں پیدائشی اندھے اور کوڑھ کے مریض کو اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

مردہ اجسام میں حیات جاوداں کا ظہور فضیلت عیسوی ہے اور یہ شرف رب کریم نے آپ کو عطا فرمایا جن کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ آپ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے جن کی ایک مثال ابوالبقاء محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمہ اللہ المتوفی ۸۰۸ھ نے نقل فرمائی کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قبر کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔

قم يا صاحب هذا القبر باذن الله فانشق القبر و خرج منه عبدا اسود و النار خارجة من مناخره و منا فذوجهه و هو يقول لا اله الا الله عيسىٰ روح الله و كلمته و عبده رسول

اللہ کے حکم سے اے قبر والے کھڑا ہو جا پس قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک حبشی غلام جس کی آنکھ ناک اور منہ سے آگ نکل رہی تھی لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ وکلمتہ وعبدہ ورسولہ کہتا ہوا نکلا۔

جب آپ علیہ السلام نے اسے دوبارہ موت کی طرف لوٹنے کو کہا اور وہ قبر میں داخل ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے اس کی اس تصدیق اور شہادت رسالت پر فرمایا۔

فقال عیسی! من اراد ان ینظر الی رجل اماته الله كافرا ثم احياء و اماته مسلما فلينظر الى ذلك الاسود

(حیاۃ الحیوان الکبری جلد۱، ص۲۲۰)

عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں اس شخص کو دیکھوں جو کفر کی حالت میں مرا ہو پھر اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر کے ایمان عطا فرمایا ہو وہ اس حبشی کو دیکھ لے۔

عیسیٰ روح اللہ علی نبیا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معجزہ حیات بعد الممات اور تصدیق بعد الفناء ووصال پر رب کریم قدرت کا حسین مظہر ہے اگر یہ شہادت جناب عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ثابت ہے تو سید الکونین، امام الانبیاء حبیب رب المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے میں کوئی امر مانع نہیں کیونکہ جمیع اوصاف وفضائل معجزات وخصائل انبیاء علیہ السلام ذات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہیں جیسا کہ آیت مبارکہ "**تلك الرسل فضلنا بعضهم علي بعض**" کی تفسیر میں امام عبدالرحمٰن بن ناصر بن السعدیؒ فرماتے ہیں۔

و منهم من رفعه على سائرهم درجات كنبينا ﷺ الذى اجتمع فيه من الفضائل ماتفرق فى غيره و و جمع الله له من المناقب ما فاق به الاولين والاخرين۔

(تفسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام السنان جلد۱، ص۱۰۹ موسسۃ الرسالۃ ۔۱۴۲۰ھ)

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہیں تمام انبیاء کے درجات عطا ہوئے جسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے متفرق فضائل جمیع فرما دیئے جن پر اولین و اخرین فائز تھے۔

پس معجزات باہرہ اور خصائص متناثرہ جو جناب آدم صفی اللہ علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تک بارگاہ ایزی سے حضرات انبیاء کرام کو ودیعت ہوئے ان معجزات کا عکس جناب رسالت مآب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اولیٰ موجود ہے بلکہ قول اصح یہ ہے کہ معجزات وخصائص انبیاء علیہ التحیہ والثناء، معجزات وخصائل حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ ﷺ جمال وجلال، صفات وکمالات الٰہیہ کا مظہر ہیں اور نہ صرف یہ معجزات وکمالات ذات رسول کریم علیہ التحیہ والتسلیم تک قائم رہے بلکہ حبیب کبریا علیہ التحیہ والثناء کا یہ فیض مصداق حدیث ''العلماء ورثة الانبیاء'' امت کے جلیل القدر اعلام اور صاحب تقویٰ وطہارت اولیاء میں بھی منتقل ہوا۔ اسی لئے تو غوث صمدانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی، سیدی وسندی عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

لو القیت سری فوق میت لقام بقدرته المولیٰ تعالی — اگر میں اپنا راز میت پر ڈال دوں تو وہ قدرت الٰہی سے کھڑا ہو کر چلنے لگے۔

قصیدہ غوثیہ

جناب عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تو حبشی نے کلمہ پڑھ کر اپنے ایمان کی تصدیق پیش کی لیکن امت محمدیہ ﷺ کے فیضان یافتہ شاہکار تصوف، ابومحمد سہل بن عبداللہ التستری المتوفی ۳۸۳ھ کے جنازہ میں جب شہر تستر کے ایک ہزار یہودی اپنے سردار کے ہمراہ میتِ مبارکہ کے پاس حاضر ہوئے اور آسمان سے فرشتوں کو اترتا دیکھ کر ان کی عظمت و فضیلت کے قائل ہوئے اور توبہ کا ارادہ کیا تو سیدی عبداللہ تستری نے کفن سے ہاتھ باہر نکالے آنکھیں کھول کر فرمایا۔

اشھد ان لا الہ الا الله و اشھدان محمد عبده و رسوله

(راحت القلوب صفحہ ۶۹)

ان ایک ہزار یہودیوں نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔

سبحان اللہ کیا شان ہے امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولیاء کی کہ نہ صرف مردوں سے شہادت توحید ورسالت لینے پر قادر ہیں بلکہ خود مر کر بھی زندوں سے رب تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی لینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ کتب احادیث سیر و تاریخ میں ایسے لاتعداد حوالہ جات موجود ہیں جو اس مفہوم پر دلالت کرتے ہیں طوالت کے خوف سے اختصار کیا گیا مقصد محض اس بات کا فیصلہ تھا کہ حدیث احیاء میں معجزہ رسول ﷺ کا وقوع اور اس کا بیان خلاف نصوص قرآنیہ نہیں بلکہ آیات بنیات اس معجزے کے صدور کی مثالیں خود بھی پیش فرماتا ہے۔

اسی طرح روایت کی موضوعیت پر دلالت کرنے والی شرط چہارم کا بھی حدیث احیاء سے دور کا تعلق نہیں اور رہی شرط پنجم کہ استقرار ابواب یعنی روایت میں مضمون کے متعلق ہے اس مضمون کی کوئی ایک بھی اور روایت نہ پائی جائے تو یہ شرط پنجم بھی اس روایت میں موجود نہیں کیونکہ حدیثِ احیاء ثبوت ایمان والدین کریمین کے لئے ہے اور سابقہ اوراق میں بخاری، مسلم اور دیگر درجنوں کتب کی روایات اس مفہوم ومضمون پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا متنا بھی اس روایت کا باطل وموضوع قرار دینا قوانین قبول روایت اور اصول حدیث کے منافی ٹھہرے گا۔ رہا یہ سوال کہ ابن جوزی، ذھبی اور جوزقانی جیسے جلیل القدر محدثین نے اسے

موضوع قرار دیا ہے تو یاد رہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت کو موضوع کہے تو اس کے پیش نظر اس روایت کی کوئی خاص سند ہوتی ہے جس کے مطابق یہ روایت موضوع ہوگی حالانکہ روایت کسی دوسری سند کے ساتھ بھی موجود ہوگی جو اس جارح کے علم میں نہ ہو، پس موضوعیت کا طعن محض اس سند پر ہوگا نہ کہ تمام اسناد و متون پر جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے جب حدیث طلب العلم فریضۃ کو موضوع قرار دیا تو خود امام ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

حدیث طلب العلم فریضۃ، قال احمد بن حنبل ھذا کذب یعنی بھذا الاسناد والافالمتن طرق ضعیفۃ

(میزان الاعتدال جلد ۱، ص ۶۹)

حدیث علم کی طلب فریضہ ہے امام احمد نے اسے جھوٹی روایت قرار دیا یعنی جس سند سے انہیں پہنچی البتہ متنا یہ روایت محض ضعیف ہے۔

احیاء والدہ کی روایت صرف ایک ہی سند سے مروی نہیں بلکہ پانچ مختلف اسناد سے نقل ہوئی اور امت کے جمہور ائمہ نے اس روایت کو قبول بھی کیا پس روایت کو موضوع کہنا محض کسی خاص سند سے ہے نہ کہ تمام اسناد سے لیس اگر روایت میں مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اسے موضوع کہنا خلاف قانون ہے امام سخاوی رحمہ فرماتے ہیں۔

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الا استقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الا استقراء غیر مستلزم لذلک بل لا بدمعہ من انضمام شئی مما

(فتح المغیث جلد ۱، ص ۲۹۷)

اگر تلاش بسیار کے باوجود بھی کسی کذاب راوی کی روایت کے علاوہ روایت موجود نہ بھی ہو تب بھی اس روایت کو موضوع نہیں کیا جا سکتا جب تک اس روایت میں ان شرائط سے کوئی شرط نہ پائی جائے اگرچہ اس روایت کو کسی متبحر محدث نے ہی موضوع قرار دیا ہو۔

امام جوزقانیؒ کی جرح کا جواب:۔

امام ابوعبداللہ حسین بن ابراہیم نے اس حدیث مبارکہ کو باطل قرار دیا لیکن وجہ ذکر فرماتے ہوئے کوئی ایسی دلیل پیش نہ فرمائی جو روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ آپ نے روایت کے تمام راویوں پر درجہ ذیل جرح فرمائی۔

ابن ابی زناد:	قال یحیی من معین، لیس بشئی
عبدالوہاب بن موسیٰ:	قال نسائی، متروک
احمد بن یحییٰ:	مجہول
محمد بن یحییٰ:	مجہول

ابوبکر نقاش: کلُ حدیث منکر یکذب فی الحدیث

یہ بات ذہن نشین رہے کہ جوزقانی کی ان روایات پر تحقیق جمہور کے خلاف ہے کیونکہ ان راویوں پر تحقیق سابقہ اوراق میں گزر چکی۔

(الاباطیل ص ۱۲۵، دار الکتب العلمیۃ)

مذکورہ جروح میں سے روایت پر کوئی جرح ایسی نہیں جو حدیث کے موضوع ہونے پر صراحتاً دلالت کرے ابوبکر النقاش پر یکذب فی الحدیث کی جرح میں خطیب بغدادی متفرد ہیں کسی نے ان کی متابعت نہیں کی باقی تمام روات زیادہ سے زیادہ ضعیف ہیں نہ کہ کذاب و وضاع اور خود ابوبکر نقاش پر بھی کذب کی تہمت ہے نہ کہ عندالمحدثین وہ کذاب و وضاع ہیں لہٰذا روایت کو موضوع کہنا خلاف قانون ہے۔

امام شمس الدین ذہبیؒ کی جرح کا جواب:۔

امام ذھبی رحمہ اللہ نے حدیث پر کذب کا طعن فرمایا لیکن عبارت صرف اتنی نہیں اگر جرح کی عبارت کو مکمل دیکھا جائے تو اعتراض اور اس کا جواب خود واضح ہو جاتے ہیں۔

امام ذہبیؒ کی اصل اور مکمل عبارت یہ ہے۔

لایدری من ذا الحیوان الکذاب، فان هذا الحیث کذب مخالف لما صح انه علیه السلام استأذن ربه فی الاستغفار لها فلم یاذن له	نہیں جانتے کہ کس حیوان نے یہ روایت گھڑی کیونکہ یہ حدیث اس صحیح روایت کے مخالف ہے جس میں آپ ﷺ کو والدین کے لیے دعا مغفرت کی اجازت نہیں ملی۔

((میزان الاعتدال، جلد ۴، ص ۶۸۴، دار المعرفۃ، بیروت)

آپ نے روایت پر کذب کا طعن اس سبب کیا کہ یہ حدیث ممانعت استغفار والی روایت کے معارض ہے اور وہ روایت بھی درجہ صحیح کی ہے۔ گویا اعتراض کا اصل مدار تعارض ہے اور اگر تعارض نہ ہو تو وجہ طعن باقی نہیں رہتا۔

امام ذھبی رحمہ اللہ کا یہ اعتراض تعارض کے اٹھ جانے سے خود ہی ختم ہو جاتا ہے امام جلال الدین سیوطی اور امام ابو عبداللہ قرطبیؒ نے اس تعارض کو رفع کرتے ہوئے فرمایا۔

ولا تعارض والحمد لله لان احياء هما متاخر عن النهي بالاستغفار لهما بدليل حديث عائشه رضى الله عنها ان ذلك كان فى حجة الوداع و كذلك جعله ابن شاهين ناسخا لما ذكر من الاخبار

(التذکرفی احوال الموتی جلد۱،ص۱۴)

الحمدللہ اس حدیث میں تعارض نہیں کیونکہ والدین کو زندہ کرنے والی روایت متاخر ہے اور ممانعت استغفار کی روایت مقدم ہے۔اس کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے جو حجۃ الوداع کی ہے اسی لیے ابن شاہین نے اس روایت کو ان روایات کا ناسخ قرار دیا۔

تعارض باقی نہ رہا تو اعتراض وسبب وضع کے قول کی بنیاد باقی نہیں رہتی۔

امام ابن جوزیؒ کی جرح کا جواب:۔

امام ابن جوزیؒ نے حدیث کو موضوع کہا اور علت یہ بیان کی کہ موت کے بعد ایمان وشہادت فائدہ نہیں دیتی۔محدث ابن جوزی کے اس اعتراض پر سابقہ اوراق میں قرآن وحدیث سے مثالیں پیش کردی گئیں جن کے مطابق شہادت بعدازممات ثابت اور نصوص وارد ہے۔لہٰذا ابن جوزی کا یہ قول کہ روایت موضوع ہے ائمہ نے قبول نہیں کیا اور اسی لئے اس پر وضع کے حکم کا انکار کرتے ہوئے امام عجلونیؒ المتوفی ۱۱۶۲ھ فرماتے ہیں۔

قيل انه موضوع لكن الصواب ضعفه

(کشف الخفا جلد۱،ص۶۱)

اس روایت کو موضوع کہا گیا لیکن درست رائے یہی ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

......امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانیؒ المتوفی ۹۶۳ھ:۔

اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

الصواب عليه بالضعف لا بالوضع

(تنزیل الشریعۃ المرفوعہ،جلد۱،ص۳۲۲،مکتبہ التوفیقیہ مصر)

اس حدیث مبارکہ کے بارے میں درست قول یہی ہے کہ یہ موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے۔

اسی طرح

......امام جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ:۔

فرماتے ہیں

الصواب الحكم عليه الضعف لا بالوضع و قد الفت فى ذلك جزأ سميته نشر العلمين المنيفين فى احياء الابوين الشريفين

اس حدیث پر اصح قول یہی ہے کہ یہ موضوع نہیں ضعیف ہے میں نے اسکی اسناد اپنی کتاب "نشر العلمین المنیفین" میں اکٹھی کی ہیں۔

(الالی المصنوعہ جلد ا،ص ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اہل ظواہر کے ہاں معتمد و نابغہ روزگار ہستی قاضی الشوکانیؒ المتوفی ۱۲۵۵ھ کی ہے آپ بھی اس روایت پر وضعیت کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الصواب الحكم عليه الضعف لابالوضع

(الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث المرفوعہ جلد ا،ص ۳۲۲ المکتب الاسلامی بیروت)

اس حدیث کے متعلق تحقیقی رائے یہی ہے کہ موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے۔

پس حدیث مبارکہ کو موضوع کہنا دلائل وقرائن کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ احتیاط وادب کے بھی منافی ہے۔

اگر روایت کو مقبولیت حاصل ہو تو اس پر جرح مضر نہیں:۔

اگر چہ یہ حدیث مبارکہ درجہ ضعیف کی بھی ہو تب بھی یہ روایت قبول کی جائے گی کیونکہ متقدمین ومتاخرین ائمہ ومجتہدین نے اس روایت کو قبول کیا اور اصول حدیث کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہو وہ مقبول ہے اگر چہ اس کی اسناد صحیح نہ بھی ہوں۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

المقبول ماتلقاه العلماء بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح فيما ذكره طائفة من العلماء

اگر چہ روایت سنداً صحیح نہ بھی ہو اسے تلقی بالقبول حاصل ہو تو وہ روایت علماء کے ایک گروہ نے قبول کی ہے۔

(تدریب الرداری،ص ۱۷،۶ الاجوبۃ الفاضلۃ ص ۲۲۹)

اسی طرح امام ابوبکر الخلالؒ فرماتے ہیں۔

قد تلقتها العلماء بالقبول لسلم الاخبار

(السنۃ جلد ا،ص ۲۴۶)

اگر علماء کے ہاں روایت کو قبولیت حاصل ہو تو بھی روایت کو قبول کر لیا جائے گا۔

یہی قول ان فقہاء ومحدثین کا ہے۔

ا۔ شمس الائمہ سرخسیؒ

۲۔ محقق علی الاطلاق ابن ہمامؒ

۳۔ امام مالک بن انسؒ

۴۔ امام ابن عبدالبرؒ

۵۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

۶۔ امام بدرالدین زرکشیؒ

۷۔ امام ابن صلاحؒ

۸۔ امام ابن قیمؒ

۹۔ حافظ ابن کثیرؒ

۱۰۔ امام سخاویؒ

۱۱۔ امام جلال الدین سیوطیؒ

(الاستذکار، جلد۱، ص ۱۹۸، التمہید، جلد۲۰، ص ۱۴۵، کتاب الروح، ص ۱۷، اختصار علوم الحدیث، ص ۳۴، النکت، ص ۴۷، فتح القدیر، جلد۳، ص ۳۴۹، فتح المغیث، جلد۲، ص ۱۵۳، تدریب الراوی، ص ۶۶)

اس قاعدہ مسلمہ کے تحت یہ روایت مقبول ہے اور ائمہ کی ایک بڑی تعداد نے اس روایت کو قبول کرلیا جن کے اسماء ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام ابوحفص محدث ابن شاہینؒ، المتوفی ۳۸۷ھ	ناسخ الحدیث ومنسوخہ، رقم ۶۴۶
۲ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادیؒ، المتوفی ۴۶۳ھ	السابق والاحق، جلد۱، ص ۳۴۴، الریاض
۳۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلیؒ، المتوفی ۵۸۱ھ	الروض الانف، جلد۲، ص ۲۲۳
۴۔ امام محب الدین ابوجعفر بن عبداللہ الطبریؒ، المتوفی ۶۹۴ھ	خلاصہ سیر سید البشر، جلد۱، ص ۲۱۔۲۲
۵۔ امام زین الدین ابن نجیمؒ، المتوفی ۹۷۰ھ	الاشباہ والنظائر، ص ۲۸۸
۶۔ عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ، المتوفی ۵۹۷ھ	اسنی المطالب، ص ۷۰
۷۔ امام سید محمد امین بن عابدین شامیؒ، المتوفی ۱۲۵۲ھ	ردالمختار، کتاب الجہاد
۸۔ امام جلال الدین سیوطیؒ، المتوفی ۹۱۱ء	الخصائص الکبری، التعظیم والمنۃ
۹۔ امام احمد بن حجر مکیؒ، المتوفی ۹۷۴ھ	الزواجر، جلد۱، ص ۴۹

۱۰۔امام عبدالوہاب شعرانیؒ، المتوفی ۹۷۳ھ	کشف الغمہ عن اولۃ الامۃ، جلد ۲، ص ۴۳
۱۱۔امام احمد قسطلانیؒ، المتوفی ۹۱۱ھ	المواھب الدنیہ، جلد ۲، ص ۲۴۰
۱۲۔امام اسماعیل بن محمد العجلونیؒ، المتوفی ۱۱۶۲ھ	کشف الخفاء، جلد ۱، ص ۶۱
۱۳۔امام یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ، المتوفی ۱۳۵۰ھ	جواہر البحار، جلد ۱، ص ۲۸۱
۱۴۔امام ابوالفضل شہاب الدین آلوسیؒ، المتوفی ۱۲۷۰ھ	روح المعانی
۱۵۔امام محمد بن یوسف الصالحیؒ، المتوفی ۹۴۲ھ	سبل الھدی والرشاد، جلد ۲، ص ۱۲۲
۱۶۔امام الحافظ محمد المرتضی الزبیدیؒ، المتوفی ۱۲۰۵	الاحیاء القاموس
۱۷۔الامام ابوعبداللہ القرطبیؒ، المتوفی ۶۷۱ھ	التذکرہ فی احوال الموتی، ص ۱۶
۱۸۔امام ابوعبداللہ محمد بن خلفۃؒ، المتوفی ۸۲۷ھ	شرح مسلم، جلد ۱، ص ۶۱۷
۱۹۔امام الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقیؒ، المتوفی ۸۴۱ھ	مورد الصادی فی مولد الھادی
۲۰۔امام الحافظ ابن سید الناسؒ، المتوفی ۸۳۴ھ	بحوالہ الدرج المنفیۃ، ص ۹۰
۲۱۔امام القاضی محمد بن عمر الحضرمی الشافعیؒ، المتوفی ۹۳۰ھ	حدائق الاوار، ص ۱۱۳
۲۲۔ابن طولون الدمشقی الحنفیؒ، المتوفی ۹۵۳ھ	الفلک المشحون، ص ۱۳۴
۲۳۔امام احمد بن سلمان بن کمال پاشاؒ، المتوفی ۹۴۰ھ	رسالۃ فی ابوی النبی ﷺ
۲۴۔امام محمد بن قاسم الاماسیؒ، المتوفی ۹۴۰ھ	انباء الاصطفاء فی حق آباء المصطفی ﷺ
۲۵۔امام ابن جزار المصریؒ	تحقیق آمال الداجین
۲۶۔امام عبدالقادر بن محمد الطبریؒ المکی، المتوفی ۱۰۳۳ھ	رسالۃ فی ابوی النبی ﷺ
۲۷۔امام صالح بن محمد تمرتاشی الغزیؒ، المتوفی ۱۰۵۵ھ	الجوھرۃ المضیۃ، ص ۵۲
۲۸۔امام عبدالاحد بن مصطفی السیواسیؒ، المتوفی ۱۰۶۱ھ	تادیب المتمردین فی حق ابوین
۲۹۔امام حسن بن علی بن یحیی العجیمی المکیؒ، المتوفی ۱۱۱۳ھ	منحۃ الباری فی زلۃ القاری
۳۰۔امام محمد بن ابی بکر المرعشی ساجقلیؒ، المتوفی ۱۱۵۰ھ	السرور والفرج فی حق حیاۃ ایمان والدی
۳۱۔امام احمد بن عمر الدیربی الازہری الشافعیؒ، المتوفی ۱۱۵۱ھ	تحفۃ الصفا فیما یتعلق بابوی المصطفی ﷺ

بحمد للہ تعالیٰ حدیث احیاء ابوین کریمہ پر متنا جرح پر مختصر تبصرہ ھدیہ قارئین کیا گیا، اس حدیث مبارکہ پر سنداً و متناً جتنے

بھی اعتراضات کتب نقد و جرح میں ذکر ہوئے نہایت دیانتداری سے قارئین کے سامنے لائے گئے اور اس ضمن میں بال برابر بھی بد دیانتی سے کام نہیں لیا گیا۔ ان اعتراضات کے نقل کا مقصد حدیث احیاء کو اعتبار سند و متن معتبر و مستند ثابت کرنا تھا۔ لیکن اس صورتحال سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ایمان والدین کریمین کا انحصار اسی روایت پر ہے۔ اس روایت پر تحقیق کا مدعا تو علماء کرام اور عامۃ الناس کے لئے اس روایت پر وہ تمام تحقیقات جو قبل از کسی ایک کتاب میں یکجا نہیں انہیں رقم کرنا تھا اس سعادت مندی پر بارگاہ ایزدی و بارگاہ خیر الانام میں عجز و انکساری سے ہدیہ تشکر عرض گزار ہے۔

زندہ کرنا شرف اسلام کیلئے تھا، نہ کہ نجات کفر کیلئے :۔

آپ ﷺ کا اپنی والدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کو زندہ فرمانا آپ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ تھا اور اس معجزے کا ورود اور سبب انہیں شرف اسلام سے باریاب فرمانا تھا نہ کہ انہیں کفر سے اسلام کی طرف لانا تھا کیونکہ آپ ﷺ کے جمیع آباء مومن و موحد تھے اور ان کے ایمان پر گزشتہ اوراق میں نصوص قرانیہ و احادیث نبویہ سے سیر حاصل بحث گزر چکی البتہ اس دعویٰ پر بطور دلیل قرآن مجید آیت مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد باری ہے:

ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره۔ (التوبۃ، آیۃ ۸۴)

اور اے محبوب! ان میں سے اگر کوئی مر جائے تو بھی اس کی نماز نہ پڑھیے بلکہ اس کی قبر پر بھی نہ کھڑے ہوئیے۔

آیت مبارکہ میں مشرکین و منافقین کی قبور پر حاضری کی ممانعت اور ان کے لئے دعا رحمت سے اجتناب کا حکم ربانی ہے اور یہ آیت حجۃ الوداع اور مقام حجون پر حاضری سے قبل رئیس المنافقین عبداللہ بن ابئ بن سلول کی موت کے موقع پر نازل ہوئی۔ پس یہ آیت اپنے حکم میں عام ہے اور مشرکین، کافرین، منافقین ہر ایک کے لئے دعائے مغفرت اور ان کی قبور پر حاضری کی ممانعت میں نازل ہوئی جس سے یہ طے ہوگیا کہ سرکار دو عالم ﷺ آئندہ نہ کسی مشرک کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں گے اور نہ ہی قبر پر حاضر ہوں گے۔

یہ قاعدہ مسلمہ طے کر لینے کے بعد یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ آقا رحمت علیہ التحیہ والثناء اس آیت اور حکم الٰہی کے نزول کے باوجود اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں اسی لئے امام محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وقد صحيح في الحديث الزيارة انه استاذن ربه في ذلك فاذن له و هذا الاذن عندي ليستدل به على انها من الموحدين لامن المشركين كما هو اختياري و وجه الاستدلال به انه نهاه عن القيام على قبور الكفار و اذن له في القيام على قبرامه فدل على انها ليست منهم و الا لما كان ياذن له فيه

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی جلد ۹، ص ۱۷۱، دار الحدیث القاہرہ ۱۴۲۶ھ)

اور حدیث مبارکہ میں زیارت کا ثبوت صحیح ثابت ہے کیونکہ رب العزت نے اس بات کی اجازت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی اور میرے نزدیک یہ اجازت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے والدین موحدین تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے جیسا کہ میرا مذہب ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ مشرکین کی قبور پر قیام کی ممانعت سے ثابت ہے اور آپ علیہ السلام کو آپ کی والدہ کی قبر پر حاضری کی اجازت ہوئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مشرک نہ تھیں اگر ہوتیں تو اجازت نہ ملتی۔

امام شہاب الدین السید محمود آلوسی رحمہ اللہ کی اس تحقیق کے بعد اس مضمون میں تشنگی باقی نہیں رہتی پس یہ معجزہ آپ ﷺ کے ان معجزات باہرہ میں سے ایک ہے جو ذات باری تعالیٰ کی جانب سے اختیارات نبویہ کا ایک مظہر ہے۔

تنقیص وتوہین ابوین کریمین موجب لعنت ہے:۔

باب کے آخر میں یہ تحریر کرنا نہایت اہم ہے کہ کفر واشراک کی نسبت ابوین کریمین کی طرف کرنا ان کی توہین ہے کیونکہ جمیع آباء واجداد سرکار ﷺ مومن وموحد تھے لہٰذا ان کی طرف کفر واشراک کی نسبت ان کی تنقیص کو مستلزم ہے اور خاندان رسالت مآب علیہ التحیہ والثناء کے لئے ایسے کلمات ونظریات یقیناً امام الانبیاء علیہ التحیہ والثناء کے لئے باعث اذیت ہیں آپ ﷺ نے اپنے نسب مطہرہ اور خاندان مبارکہ کی طرف اٹھنے والی ہر انگلی اور بولنے والی ہر زبان کو بہت پر جلال انداز سے رد فرمایا جس کی درج ذیل مثالیں کتب احادیث وسیر میں موجود ہیں۔

اول:۔ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب سے جب کفار مکہ نے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) کی مثال تو ایسے کھجور کے درخت کی سی ہے جو عیسائیوں کے عبادت کدے میں اگتا ہے جب یہ بات سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچی تو امام حاکم فرماتے ہیں۔

فغضب رسول الله ﷺ و قال ان الله خلق خلقه، فجعلهم فرقتين فجعلني في خير الفرقتين، ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبلية ثم جعلهم بيوتا فجعلني في خير هم بيتا ثم قال انا خير كم قبيلة و خير كم بيتا
(المستدرک جلد۳، ص۲۷۵)

پس رسول اللہ ﷺ جلال میں آئے اور فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق فرمایا اور انہیں دو حصوں میں تقسیم فرمایا اور مجھے بہترین حصے میں رکھا پھر اس سے قبائل بنائے اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا پھر اس سے گھر بنائے اور مجھے بہترین گھر میں رکھا پھر فرمایا میں تم سب میں قبیلے اور گھر کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

دوئم:۔ سبیعۃ بنت ابی لھب کو جب لوگوں نے کہا کہ انت بنت حطب النار تو آپ سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو یہ بات عرض گزار دی۔ ابن حجر فرماتے ہیں۔

فقام رسول الله ﷺ و هو مغضب فقال مابال اقوام يوذونني في قرابتي و من اذاني فقد اذى الله۔
(الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جلد۷، ص۶۳۵)

رسول اللہ ﷺ حالت جلال وغضب میں کھڑے ہوئے اور فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا کہ مجھے میرے رشتہ داروں کے معاملے میں اذیت میں مبتلا کرتے ہو جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔

اگر یہ اذیت کافر منصوص اور دشمن رسول اللہ ﷺ چچا کے حق میں متحقق ہو سکتی ہے تو حقیقی والدین جن کے عدم ایمان پر کوئی دلیل یقینی قطعی موجود نہیں ان کے لئے ایسے عقائد یقیناً لعنت الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہیں۔

سوئم:۔ قرآن مجید نے ہر مسلمان مرد کے لئے چار ازواج کی اجازت عطا فرماتے ہیں فرمایا:

فانكحوا ماطاب لكم من النسآء مثنىٰ وثلاث و ربع

لیکن مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنی بیٹی سیدہ کائنات خاتون جنت کے ایذاء پہنچنے کے سبب ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کی ممانعت فرماتے ہوئے فرمایا۔

انما فاطمه بضعة منی و انی لا احرم ما احل الله ولكن والله لا تجتمع ابنة رسول الله و ابنة عدو الله عند رجل ابدا
(صحیح بخاری جلد۳، ص۱۳۶۴)

بے شک فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے میں اللہ کے حلال کردہ کو حرام نہیں کرتا لیکن اللہ کی قسم اللہ کے دشمن اور اللہ کے رسول کی بیٹی ایک حرم میں جمع نہیں ہو سکتی۔

اگر ایک حلال فعل سے بھی آپ ﷺ کو اذیت پہنچے وہ بھی جائز نہیں تو ابوین کریمین کی تنقیص و توہین پیغمبر خدا ﷺ کے لئے یقیناً اذیت کا باعث ہونے کے سبب حرام ہوگی۔

نسب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر طعن کرنے والوں کے متعلق ائمہ کے اقوال:۔

شیخ محمد امین بن عمر بالی زادہ حنفی مدنیؒ نے "سبل السلام فی حکم آباء سید الانام" میں نسب رسول ﷺ کے احترام پر ائمہ و محدثین کے اقوال نقل فرمائے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی رحمہ اللہ سے جب کسی ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے یہ کہا۔

ان اباالنبی فی النار، فاجاب من قال ذلك ملعون لقوله تعالیٰ "ان الذین یؤذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا و الاخرة، قال و لا اذی اعظم من ان یقال عن ابیه انه فی النار

(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد ا،ص۲۶۰)

بے شک نبی کریم ﷺ کے آباء آگ میں ہیں تو انہوں نے جواب دیا ایسا کہنے والا لعنتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور کہا کہ آپ کے والدین کو ناری کہنے سے بڑھ کر کیا اذیت ہوسکتی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دربار میں جب ایک شخص نے یہ کہا۔

کان ابو النبی ﷺ مشرکا فقال عمر: آہ، ثم سکت، ثم رفع راسه، فقال أ أقطع لسانه أ أقطع یده و رجله، أ أ ضرب عنقه ثم قال لاتلی شیا ما بقیت۔

(شرح زرقانی علی المواھب جلد ا،ص ۳۴۹)

نبی کریم علیہ السلام کے والدین مشرک تھے تو عمر نے آہ بھری پھر خاموشی اختیار کی پھر سر اٹھایا اور کہا کیا اس کی زبان کاٹ ڈالوں کیا میں اس کا ہاتھ پاؤں کاٹوں، کیا میں اس کی گردن اڑا دوں پھر کہا میں اس کے باوجود کوئی شے نہ چھوڑوں۔

امام موفق الدین بن قدامہ الحنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

من قذف ام النبی ﷺ قتل مسلما کان او کافرا

(الشرح الکبیر علی متن المقنع جلد ۱۰ص۲۱۴)

جس نے نبی کریم علیہ السلام کی والدہ پر بہتان تراشی کی وہ مسلمان ہو یا کافر واجب القتل ہے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

الذی ینبغی اعتقاده حفظ الوالدین الکریمین من الکفروان اللّٰہ تعالیٰ احیاھما حتیٰ امنا بہ ﷺ

یہ اعتقاد لازم ہے کہ ابوین کریمین کفر سے محفوظ تھے بے شک اللہ رب العزت نے انہیں زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے۔

امام عبدالوہاب شعرانی، شیخ محی الدین ابن عربیؒ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

اعلم انه ینبغی لکل مومن براجداده و ابآئه المسلمین من آدم الی ابیه الاقرب

یادرکھو ہر مسلمان پر نبی کریم ﷺ کے متعلق نیک عقیدہ رکھنا ہوگا کہ آدم علیہ السلام تک وہ تمام مسلمان تھے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

عن طلیق بن علی قال سمعت رسول اللّٰہ یقول "لو ادرکت والدی او احدھما وانا فی صلاة العشاء و قد قرأت فیھا بفاتحة الکتاب تنادی یا محمد، لاجبتھا لبیك

طلیق بن علی سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے اگر میں اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کو پاؤں اور میں عشاء کی نماز پڑھ رہا ہوں اور سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہوں تو وہ مجھے آواز دیں یا محمد تو میں انہیں لبیک کہوں۔

(شعب الایمان جلد ۶ ص ۱۹۰)

(سبل السلام فی حکم آباء سید الانام ص ۳۵ تا ۳۷)

امام الانبیاء فخر موجودات، سید الکونین ﷺ کے والدین کے لئے اس قدر ادب واحترام یقیناً ان روایت کے بعد کوئی بھی صاحبِ ایمان، سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی اور بروزِ حشر شفاعت کی اُمید رکھنے والا شخص آباء النبی ﷺ کے متعلق اپنی زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

باب : ۸۸

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ تُبَّعٍ الْحِمْيَرِيِّ

تبع حمیری کو گالی دینے کی ممانعت کے بیان میں

647۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بِسْطَامٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، بِالْأَيْلَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: » لَا أَدْرِي تُبَّعٌ أَلَعِينًا كَانَ أَمْ لَا؟، وَلَا أَدْرِي عُزَيْرٌ كَانَ نَبِيًّا أَمْ لَا؟، وَلَا أَدْرِي الْحُدُودُ أَكَفَّارَاتٌ لِأَهْلِهَا أَمْ لَا؟«

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں (ذاتی علم کی بنیاد پر) نہیں جانتا کہ تبع رب کی رحمت سے دور تھا یا نہیں اور میں (علم ذاتی کی بنیاد پر) نہیں جانتا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کے نبی تھے یا نہیں اور میں درایتاً نہیں جانتا کہ حدود اس کے اہلخانہ کیلئے کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں۔

تخریج حدیث۔(۱) المستدرک جلد۱، ص۳٦ (۲) الجامع الاحکام القرآن قرطبی جلد۸، ص۴۴۸

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ مِنْ قَصَّةِ تُبَّعٍ الْحِمْيَرِيِّ

648۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْعَدَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْأَصْبَهَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سِمَاكٍ (ص492:)، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا تَسُبُّوا تُبَّعًا؛ فَإِنَّهُ قَدْ أَسْلَمَ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا تبع کو گالی نہ دو کیونکہ اس نے اسلام قبول کیا۔

تخریج حدیث۔(۱) مجمع الزوائد جلد ۸، ص ۷۶ تفسیر قرطبی جلد ۸، ص ۴۴۸

649۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْرَائِيلَ النَّهْرُتِيرِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْمِصْرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَا تَلْعَنُوا تُبَّعًا؛ فَإِنَّهُ قَدْ أَسْلَمَ« هَكَذَا حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ مَوْقُوفًا وَأَسْنَدَهُ غَيْرُهُ

حضرت عمرو بن جابر نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے جو صحابی رسول علیہ السلام سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تبع پر لعنت نہ کرو بے شک اس نے اسلام قبول کیا۔

650۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ ثَوَابَةَ الْحَضْرَمِيُّ، بِحِمْصَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا تَسُبُّوا تُبَّعًا، فَإِنَّهُ قَدْ أَسْلَمَ«

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تبع کو گالی نہ دو بے شک اس نے اسلام قبول کیا۔

651۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خُشَيْشٍ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ " (قَوْمُ تُبَّعٍ) (الدخان37 :) أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ تُبَّعٌ رَجُلًا تَعْنِي: صَالِحًا " وَقَالَ كَعْبٌ: ذَمَّ اللَّهُ قَوْمَهُ وَلَمْ يَذُمَّهُ وَقَالَ مَعْمَرٌ: أَخْبَرَنَا تَمِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ كَانَ يَقُولُ: بَلَغَنَا أَنَّ تُبَّعًا كَسَى الْبَيْتَ، وَنَهَى سَعِيدٌ عَنْ سَبِّهِ

حضرت قتادہ ارشاد باری تعالیٰ ''قوم تبع'' کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کا قول نقل کرتے ہیں کہ تبع صالح شخص تھا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قوم کی مذمت فرماتی ہیں لیکن اس کی مذمت نہیں فرمائی۔ معمر فرماتے ہیں مجھے تمیم بن عبدالرحمٰن نے خبر دی وہ فرماتے ہیں ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تبع رہے اہل خانہ کے لیے (خود) کماتا تھا اور سعید بن جبیر نے اسے گالی دینے سے منع فرمایا

652۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خُشَيْشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ أَبِي الْهُذَيْلِ، أَخْبَرَنَا تَمِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَ لِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ " : تَسُبُّونَ تُبَّعًا يَا تَمِيمُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: فَلَا تَسُبُّوهُ؛ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ سَبِّهِ"

حضرت تمیم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ مجھے سے عطا بن ابی رباح نے پوچھا تم لوگ تبع کو برا بھلا کہتے ہوا ے تمیم؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے فرمایا۔ انہیں گالی نہ دیا کرو بے شک نبی کریم علیہ السلام نے انہیں گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔

653۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: »لَا تَسُبُّوا تُبَّعًا؛ فَإِنَّهُ كَانَ رَجُلًا صَالِحًا وَلَهُ قِصَّةٌ حَسَنَةٌ فِي تَفْسِيرِ سُورَةِ الدُّخَانِ بِطُولِهَا«

حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ تم تبع کو گالی نہ دیا کرو بے شک وہ نیک انسان تھا اور ان کا عمدہ ذکر سورہ دخان کی تفسیر میں ہے۔

تحقیق

تبع یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا جیسے قیصر روم، کسریٰ ایران، فرعون مصر، خاقان چین، نجاشی حبشہ اور سلطان مسلمانوں کے امراء وسربراہان کے لئے سرکاری سطح پر معین تھا۔ باب کی ابتدائی حدیث میں تبع کے متعلق ادراک ومعرفت کی نفی کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے اور مابعد کی جمیع روایات اس کے اسلام وایمان کے ذکر اور اسے برا کہنے کی ممانعت پر وارد ہیں۔

متعارض روایات اصولی حیثیت:۔

اگر چہ پہلی روایت میں تبع کے ایمان واسلام کے متعلق حتمی ویقینی قول نہیں بلکہ فرمایا۔

ولا ادری اتبع لعین ام لا — مجھے ادراک نہیں کہ تبع ملعون ہے یا نہیں

جبکہ اگلی روایات میں نہ صرف تبع کو گالی دینے سے منع فرمایا بلکہ اس کے ایمان کی تصدیق بھی فرمائی اور فرمایا کہ

لاتسبوا تبعا فانه کان مومنا — تبع کو گالی مت دو بے شک وہ مومن تھا

ان روایات میں تعارض کی وجہ اس لقب تبع کے تحت آنے والے مختلف فرمانروانِ یمن کے احوال کا مختلف ہونا ہے، مسعودی نے نامور تبابعِ یمن کے اسماء ذکر کئے ہیں۔ مثلاً

ابن ھمال ذی سدد حارث الرائش، ذوالمنار اُبرھۃ، ذوالاذعار عمرو، شمر بن مالک افریقیں بن قیس جس کے نام پر افریقہ ہے۔ وغیرہ۔ اب ان تبابع میں سے کسی خاص تبع کو اہل عرب سب وشتم کا نشانہ بناتے اور ان کے ہاں اس کے اصل نام کی جگہ اس کا لقب ہی معروف تھا اور وہ اس کے کس فعل کی بناء پر ایسا کرتے اسکا ذکر معروف نہیں لہٰذا آقا ﷺ نے اس پر لعنت کے قول کی توثیق نہیں فرمائی اور ممکن ہے کہ یہ روایت ہجرت مدینہ سے قبل کی ہو جب آپ ﷺ اس کے احوال سے واقف نہ ہوں اور

جب ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ اس کے احوال اور اخبار سے واقف ہو گئے تو فرمایا۔"لاتسبوا تبعا فانه کان مومنا"

تبع الحمیری کے احوال:۔

جس تبع کے ایمان کی تصدیق سید دوعالم ﷺ نے فرمائی وہ ابو کرب أسعد الحمیری تھا ولادت سرکار ﷺ سے باختلاف روایت ایک ہزار سال قبل عرب آیا۔ کعبۃ اللہ شریف کی جلالت وعظمت سے مرعوب ہو کر اپنے سابقہ دین سے توبہ کی۔ کعبہ کا طواف کیا اور باقی مناسک ادا کئے واپس یمن پہنچا تو شرفاء یمن نے سابقہ دین کے ترک پر نہایت ناپسندیدگی کا اظہار کیا تبع نے آگ روشن کر کے بت پرستوں کو مباہلے کی دعوت دے دی وہ اپنے بتوں کے ساتھ حاضر ہوئے یہ بھی ان بت پرستوں اور ان کے اصنام کے مقابل آگ میں مباہلے کے لئے آ کھڑا ہوا آگ نے اچانک پنڈتوں کو آ پکڑا اور وہ جل کر خاکستر ہو گئے قوم نے تبع کے ہاتھ توبہ کی یہی وہ شخص تھا جس نے مدینہ پر اولاً چڑھائی کا ارادہ کیا تھا مگر جب یہود نے یہ بتایا کہ

ایها الملك ان هذا بلدیکون الیه مهاجر نبی من بنی اسماعیل مولده بمکة اسمه محمد و هذه دار هجرة (روح المعانی جلد ۲۵،ص ۲۷ ادارالحدیث قاہرہ)

اے بادشاہ یہ وہ شہر ہے جو اولا د اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک نبی کی ہجرت گاہ ہوگا وہ پیدا مکہ میں ہوں گے اور یہاں ہجرت فرمائیں گے۔

جب اس نے یہ سنا اور آپ ﷺ کے متعلق کچھ سوال کئے اور یہود نے جواب دیئے اس پر اس نے تذکار حبیب ﷺ سے متاثر ہو کر یہ ایمان افروز اشعار کہے۔

شهدت علی احمد انه	رسول من الله باری النسم
ولو مد دهری الی دهره	لکنت وزیرا له و ابن عم
حدثت ان رسول الملیب	لك یخرج حقا بارض الحرم

(الجامع لاحکام القرآن قرطبی جلد ۸،ص ۴۴۸ دارالحدیث القاہرہ)

آقا دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد نور سے ایک ہزار سال قبل یہ نعتیہ اشعار یقیناً تبع الحمیری کے عشق ووارفتگی کا مظہر ہیں اور جمیع شعراء بزم سرکار کے لئے مینار نور ہیں۔ تبع نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ جب اس نے خواب میں دیکھا کہ یہ بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھا رہا ہے تو اس نے اس خواب کی تعبیر میں کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ مدینہ طیبہ سے ہوتے ہوئے واپسی سے قبل اس نے ایک خط تحریر کروایا اور وہ خط کس کی جانب تھا؟ امام آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

عنوانہ!

الی محمد بن عبدالله نبی الله و رسوله خاتم النبین و رسول رب العالمین

روح المعانی جلد ۲۵ ص ۱۷۳

یہ خط محمد بن عبداللہ کی جانب ہے جو اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں۔ آخری نبی اور تمام جہانوں کے پروردگار کے رسول ہیں۔

تبع کا یہ انداز محبت مزید حسن بکھیرتا ہے اور یہ جذبہ عشق اس کے خط کے مندرجات سے روشن ہے۔ آلوسی رحمہ اللہ نے اس خط کے الفاظ کو تفسیر کے حسن میں مزید رعنائی پیدا کرتے ہوئے رقم فرمایا۔

اما بعد فانی آمنت بك و بكتابك الذی أنزل علیك وانا علی دینك و سنتك و امنت بربك و رب كل شئی و امنت بكل ماجاء من ربك من شرائع الاسلام فان ادركتك فبها و نعمت وان لم ادرك فاشفع لی ولاتنسی یوم القیامة فانی من امتك الاولین و تابعیك قبل مجیئك وانا علی ملتك و ملة ابیك ابراهیم علیه السلام

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی جلد ۲۵، ص ۱۷۳ دار الحدیث القاہرہ)

بے شک میں آپ پر اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لایا اور میں آپ کے دین اور راستے پر ہوں اور میں آپ اور ہر شے کے رب پر ایمان لایا اور آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہونے والے احکام پر ایمان لایا اگر میں نے آپ کا زمانہ مبارک پالیا تو یہ میرے لئے سعادت ہوگی اور اگر میں نے نہ پایا تو آپ کی بارگاہ میں بروز حشر شفاعت کی درخواست ہے کہ مجھے محروم نہ رکھئے گا بے شک میں آپ کی امت اولین ہوں اور آپ کی آمد مبارک سے قبل ہی آپ کی اتباع پر ہوں اور میں آپ کی اور آپ کے جدامجد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت پر ہوں۔

یہ خط اور اشعار تبع کے ایمان و عشق مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہکار ہیں پھر ابوکرب تبع نے ایک مکان تعمیر کروایا جس میں اپنے نہایت وفادار ساتھی کو ٹھہرایا اپنے ایمان اور سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وفاداری کا یہ عہد نامہ اس کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اگر تمہاری حیات میں تمہیں ان کی زیارت وملاقات کا شرف مل جائے تو یہ امانت ان تک پہنچا دینا اور اگر زندگی وفا نہ کر پائے تو اپنی نسل میں یہ خط منتقل کر کے میری یہ وصیت ان کے حوالے کرنا۔ اس امانت نے پھر ایک ہزار بہاریں دیکھیں، زمانے کو سمٹتا دیکھا، نسلوں میں عہد نامہ سرکار دوعالم علیہ التحیہ والثنا کا تذکارِ خیر بطور میراث چلتا رہا ہر نسل ہجرت گاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم میں امید وصال لئے حیات کا ایک ایک لمحہ گزارتی رہی سلام تجھ پر اے باغ و بہار طیبہ تیری مٹی ان عشاق کے وجود سے آباد ہوئی جنہوں نے وصال حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنا متاع حیات وقف کر دی جن کی ہر صبح بطحا کو بڑھتی راہوں کو دیکھتے

گزرتیں اور جن کی شامیں امیدوں کے چراغ دلوں میں روشن کئے ڈھلتیں۔ تیرے صباء ومساء ذکر حبیب میں گزرتے اور تیرے ماہ وسال وصال محبوب کے لئے سمٹتے۔ حتیٰ کہ اس امانت کو اپنے وفادار امینوں کے پاس ایک ہزار سال بیت گئے اور پھر دعائیں قبول ہوئیں کائنات کے سب سے خوش قسمت میزبان کو شرف میزبانی کے لئے بارگاہ ایزدی سے انتخاب کا مژدہ مل گیا، شب اسریٰ کے دولہا کی سواری طیبہ میں داخل ہوئی تو ''واشرقت الارض بنور ربها '' کا منظر عیاں ہو گیا۔ جن کی آنکھوں کو وصال محبوب اور زیارت حبیب کی امید وراثت میں ملیں تھیں ان کی خوشی ان کی مسرت اور ان کی قلبی کیفیات کو ضبط کتاب کرنے کا یارانہ کسی شاعر کے شعر میں ہے اور نہ کسی ادیب کے ادب میں کیونکہ محبت محسوسات کا نام ہے جو صرف محسوس ہی کی جاسکتی ہے ادب کے پیرائے میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ ہر انصاری مال وجان ہدیہ سرکار ﷺ کئے جارہا تھا مگر یہ شرف قصویٰ کی پسند پر چھوڑ دیا گیا۔ آفرین ہے ناقہ سرکار پر جسے نسبت حبیب ﷺ نے وہ شامت عطا کردی کہ اس نے ہزار سال سے منتظر ابوایوب خالد بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ کے مسکن کی مٹی سے تبع کے وجود کی خوشبو محسوس کر لی اور اپنے قدم اسی مٹی پر جھکا ڈالے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سواری سے اترے تو وہ خط وہ عہد نامہ وہ وفاداری کا پیغام وہ شفاعت کی عرضی پیش کردی گئی جسے سن کر امام الاولین والاخرین سید المرسلین اور شافع المذنبین ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔

"مرحبا تبع الاخ الصالح"

(سیرت ابن اسحاق، جلد ا، ص ۵۴ تفسیر روح المعانی جلد ۲۵، ص ۲/۱۷۳،۱ تفسیر قرطبی جلد ۸، ص ۴۴۸)

تبع تیری قسمت پر کہکشاہوں کی روشنیاں قرباں، قدسی تیری قسمت پر رشک کیوں نہ کریں اور شہنشاہیوں کے تخت وتاج تیری خوش بختی پر کیوں نہ قربان ہو جائیں کہ جس محبوب کی آمد پر حوران جنت نے قصیدے گائے فرش تا عرش جمیع مخلوقات نے مرحبا کہا وہ حبیب کبریا تجھے ''مرحبا'' کے تحیت سے نواز رہا ہے۔

سلام اے تبع تجھ پر کہ تو نے تخت وتاج کو قدمین خاتم النبیین ﷺ پر قربان کرنا اپنی سعادت سمجھی

سلام تجھ پر کہ پروردگار نے تجھے سید کونین ﷺ کا امت اولین ہونے کا شرف دیا

سلام تجھ پر کہ تو نے کتاب مجید اور شرائع اسلام کو اس کے نزول سے قبل ہی دستور حیات تسلیم کرلیا

سلام تجھ پر کہ تو نے شفاعت سرکار باعث نجات بنالی

اور سلام تجھ پر کہ سید الاولین والاخرین ﷺ نے تجھے مرحبا کہہ کر تیری شفاعت کا مژدہ سنادیا۔

باب : ۸۹

بَابٌ فِيمَنْ أَتَى بَهِيمَةً

حَدِيثٌ آخَرُ فِي الْقَتْلِ مَنْسُوخٌ

بِحَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

جانور سے بدکاری کے بیان میں

حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت سے قتل کی منسوخیت

654۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ النَّرْسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي: ابْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ وَجَدْتُمُوهُ وَقَعَ عَلَى بِهِيمَةٍ فَاقْتُلُوهُ وَاقْتُلُوا الْبَهِيمَةَ«

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو کوئی کسی شخص کو جانور سے جماع کرتے ہوئے پائے تو اسے قتل کر دو اور جانور کو بھی قتل کر دو۔

تخریج حدیث۔(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن اتی ث (۲) جامع ترمذی، کتاب الحدود، باب جاء فیمن اتی بھیمۃ (۳) مستدرک حاکم، کتاب الحدود (۴) مسند احمد جلد ۴، ص ۱۳۷ (۵) السنن الکبری کتاب الحدود، باب من اتی بھیمۃ۔

تحقیق

امام ابن شاھین رحمہ اللہ نے اس باب میں ایک روایت نقل فرمائی اور اسے منسوخ قرار دیتے ہوئے باب کے عنوان میں ہی اس کی منسوخیت بیان فرما دی یہ روایت کتاب کی حدیث نمبر ۵۲۵ سے منسوخ ہے جس میں مباح الدم ہونے کے تین اسباب ذکر ہوئے اور وہ حدیث مبارکہ یہ ہے۔

لایحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث، الارجل کفر باللہ تعالیٰ بعد اسلامہ، فعلیہ القتل، اوزنا بعد احصانہ فعلیہ الرجم او رجل قتل رجلا متعمدًا فعلیہ القود

کسی مسلمان کا خون بہانا سوائے تین باتوں میں سے کسی ایک کے حلال نہیں، اسلام لانے کے بعد کسی شخص کا کفر کرنا موجب قتل ہے، محصن ہونے کے باوجود زنا موجب رجم ہے کسی شخص کا کسی دوسرے کو جان بوجھ کر قتل موجب قصاص ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الحدود، مسند احمد جلد ا، ص ۳۵۶)

اگرچہ ابن شاہین رحمہ اللہ کی سند میں عمرو بن ابی عمرو پر محدثین نے کلام کیا، امام مالک نے اس سے روایت لی ہے اور اس کی تضعیف بھی فرمائی امام یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا لیس بحجة دوریؒ نے لیس ھو بالقوی کہا۔ امام نسائیؒ نے بھی یہی نقد فرمائی۔ البتہ امام ابوزرعہؒ نے توثیق فرمائی، اگر یہ راوی کمزور بھی ہو تب بھی یہ روایت داؤد بن الحصین کی متابعت سے السنن الکبری بیہقی میں ثابت ہے اور الفاظ کے اختلاف کے ساتھ زرین عن ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مستدرک میں بھی موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

لعن اللہ و من وقع علی بھیمة

جس نے جانور سے بدکاری کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

(المستدرک جلد ۴، ص ۳۵۶، رقم ۸۰۵۳)

ائمہ کے ہاں بالاتفاق یہ فعل حرام ہے اور موجب سزا ہے البتہ اس کی سزا کے متعلق اختلاف ہے اور دو طرح کے اقوال ہیں۔

فعل مذکور موجب حد ہے:۔

امام حسن بصریؒ کے ہاں یہ فعل حد کولازم کرتا ہے۔ فاعل اگر محصن ہے تو رجم کیا جائے گا اور اگر غیر محصن ہے تو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ امام شہاب زہریؒ کے ہاں بطور حد سو کوڑے مارے جائیں گے فاعل محصن ہو یا غیر محصن۔

امام اسحاق بن راھویہؒ کے ہاں فاعل نے اگر حدیث رسول ﷺ جاننے کے باوجود یہ فعل کیا تو موجب قتل ہے اور اگر امام وخلیفہ قتل میں مصلحت نہیں سمجھتا تو کم از کم سو کوڑے مارے جائیں گے۔

امام مالک بن انسؒ کے ایک قول کے مطابق بدکاری کرنے والے یا کرانے والی پر حد ہوگی چاہے وہ محصن ہوں یا غیر محصن۔ یہ قول ابن شعبان سے مروی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک قول کے مطابق حد واجب تو ہوگی لیکن نفاذ حد کے لئے ایک قول کے مطابق محصن ہونا شرط ہے۔ غیر محصن کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور دوسرے قول کے مطابق فاعل محصن ہو یا غیر محصن رجم کیا جائے گا۔

امام احمد بن حنبل کے ہاں ایک قول کے مطابق حد نافذ ہوگی۔

احناف میں سے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں حد نافذ ہوگی۔

(معالم السنن جلد۳، ص۳۳، اجماع الائمۃ الاربعۃ واختلافھم جلد۲، ص۳۶۶)

(النیل الاوطار جلد۷، ص۹۹، الجواہر النقی جلد۸، ص۲۳۴)

فعل مذکور موجب تعزیر ہے:۔

دوسرا قول اس باب میں تعزیر کا ہے امام ابراہیم النخعیؒ، عطا امام سفیان ثوریؒ، امام اعظم ابوحنیفہؒ آپ کے تلامذہ، اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے دوسرے قول کے مطابق فعل مذکور تعزیر کو واجب کرتا ہے نہ کہ حد

(الھدایۃ جلد۱، ص۳۹۰، المغنی جلد۱۰، ص۱۵۸، المہذب جلد۳، ص۳۴۰، التحقیق جلد۸، ص۲۶)

وجوب تعزیر پر دلائل:۔

امام اعظم رحمہ اللہ اور ائمہ ثلاثہ کے دوسرے قول کے مطابق اس فعل پر تعزیر واجب ہے جس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معارض روایت میں فاعل کے لئے حد کے وجوب کی نفی ہے۔ روایت مع روات یہ ہے۔

حدثنا احمد بن یونس ان شریعا و ابا الاحوص و ابابکر بن عیاش حدثوهم عن عاصم عن ابی زرین عن ابن عباس قال: لیس علی الذی یاتی البهیمة حد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانور سے بدکاری کرنیوالے کیلئے حد نہیں۔

سنن ابی داؤد، کتاب الحد در باب فیمن اتی بھمیة

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ کو نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں۔

(حدیث عاصم یضعف حدیث عمرو بن ابی عمرو)

چونکہ سابقہ روایت کے راوی عمرو بن ابی عمرو پر محدثین کا کلام ہے اور ابوداؤدؒ کی اس روایت کے راوی عاصم ہیں جو ابن ابی النجو رہیں امام ترمذیؒ نے بھی اس روایت کے متعلق اصح ہونے کا قول فرمایا۔

عون المعبود کے مؤلف لکھتے ہیں۔

وقال الترمذی حدیث عاصم اصح

(عون المعبود جلد ۱۲، ص ۱۰۳، دارالکتب العلمیة ۱۴۱۵ھ)

چونکہ فعل مذکور پر وجوب حد کے لئے استدلال ابن عباس کی روایت سے ہی ہے لیکن خود ابن عباس کی دوسری روایت جو سنداً جید ہے حد کے وجوب کی نفی کرتی ہے پس نفاذ حد کے لئے قوی دلیل کے ساتھ ساتھ غیر متعارض روایت کا ہونا ضروری ہے۔

جمہور ائمہ کی دوسری دلیل سنن ابن ماجہ کی روایت ہے جسے ماقبل ذکر کیا گیا کہ تین وجوہات کے بغیر قتل جائز نہیں البتہ ابن عربی گستاخ رسول ﷺ کو اور جادوگر کو بھی ان ہی تینوں میں شامل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولاتخرج عن هذه الثلاثة بحال فان من سحر او سب نبی اللہ کفر فهو داخل فی التارك لدینه

(فتح الباری جلد ۱۲، ص ۲۰۴، دارالمعرفة بیروت ۱۳۷۹ھ)

یہ فعل کرنے والا ان تینوں سے باہر نہیں پس جس نے جادو کیا، یا اللہ کے نبی کو گالی دی تو وہ کافر ہے کیونکہ وہ دین کو چھوڑنے والوں کے زمرے میں آ جاتا ہے۔

بایں معنیٰ ابن ماجہ کی روایت حداً قتل کے لئے قانون شرعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لئے امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے بھی فعل مذکور پر عمرو بن ابی عمرو کی روایت کو منسوخ قرار دیا۔

مذکورہ جانور کے متعلق فقہاء کے اقوال:۔

جس جانور سے بدکاری کی گئی اس کے متعلق ائمہ کے اقوال یہ ہیں۔

☆...... امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے ہاں ایک قول کے مطابق اگر جانور حلال ہے تو اسے ذبح کیا جائے گا اگرچہ بدکاری کرنے والا اس کا مالک ہو اور اگر جانور حلال نہیں تو ذبح نہ کیا جائے۔

☆...... آپ کے دوسرے قول کے مطابق جانور حلال ہو یا حرام قتل کیا جائے گا۔

☆...... آپ کے تیسرے قول کے مطابق جانور کو ذبح نہیں کیا جائے گا چاہے وہ حلال ہو یا حرام۔

(المہذب جلد ۳، ص ۳۸۰)

☆...... امام احمد بن حنبلؒ کے مطابق جانور چاہے حلال ہو یا حرام فاعل کا اپنا ہو یا کسی دوسرے کا یہ بہرحال ذبح کیا جائے گا البتہ فاعل اگر جانور کا مالک نہیں تو اسے قیمت ادا کرنا ہوگی۔

(المغنی جلد ۱۰، ص ۱۵۹)

☆...... امام مالکؒ فرماتے ہیں جانور حلال ہو یا حرام فاعل کا اپنا ہو یا غیر کا کسی حال میں بھی ذبح نہیں کیا جائے گا۔

(رحمۃ الامۃ ص ۲۵۷)

☆...... امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں جانور اگر فاعل کا ہے تو ذبح کیا جائے گا اگر غیر کا ہے تو ذبح نہ کیا جائے، جانور چاہے حلال ہو یا حرام۔

(رحمۃ الامۃ ص ۲۵۷، الاشراف جلد ۴، ص ۲۴۰)

☆...... فقہاء نے جانور کو ذبح کرنے کی قول انسان کے حمل سے اس کے مثل پیدا ہونے کے خطرے کے پیش نظر فرمایا۔

☆...... امام احمد بن حنبلؒ اس جانور کے گوشت کو مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔

☆...... امام شافعیؒ کے ہاں ایک قول کے مطابق اگر فاعل مالک ہے تو وہ اس کا گوشت نہ کھائے اور دوسرے قول کے تحت وہ بھی اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔

☆...... امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر شخص اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔

☆...... امام اعظمؒ کے ہاں فاعل کے لئے اس کا گوشت مکروہ تنزیہی ہے۔

(المہذب جلد ۳، ص ۳۴۱، المغنی جلد ۱۰، ص ۱۰۹، رحمۃ الامۃ ص ۲۵۷، الاشراف جلد ۴، ص ۲۴۰)

باب : ۹۰

بَابٌ فِيمَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ

قومِ لوط کے عمل کے بیان میں

655۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ النَّرْسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي: ابْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا تم میں سے جو کوئی کسی شخص کو قوم لوط والا عمل کرتے ہوئے پائے تو (یہ عمل) کرنے والے اور جس کے ساتھ یہ عمل کیا جارہا ہو دونوں کو قتل کردے۔

تخریج حدیث۔ ا۔ مسند احمد جلد ۴ ص ۲۵۸۔ ۲۔ سنن ابی داؤد' کتاب الحدود' باب فیمن عمل عمل قوم لوط۔ ۳۔ جامع ترمذی۔ کتاب الحدود۔ باب ماجاء فی حد الوطی۔ ۴۔ سنن ابن ماجہ' ابواب الحدود۔ ۵۔ المستدرک جلد ۴ ص ۳۵۵۔ ۶۔ السنن الکبری جلد ۸ ص ۲۳۲۔

تحقیق

لواطت ایسا جریمہ قبیح اور فعل شنع ہے جو فطرت سے انحراف اور فساد فی العقل پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ راب العزت نے اس جرم عظیم کی مرتکب قوم کو نہایت عبرت ناک انجام سے دوچار فرمایا۔

اللہ رب العزت کا ارشاد مبارکہ

فجعلنا عالیھا سافلھا و امطرنا علیھم حجارۃ من سجیل — پھر ہم نے ان کی بستی کو اوپر تلے کر دیا اور ان پر نوکیلے پتھروں کی بارش برسائی۔

(الحجر،۷۴)

سرکار دو عالم ﷺ نے بھی اس قبیح فعل کے مرتکبین کے لئے "فاقتلوا الفاعل و المفعول" فرما کر اس کی سزا و انجام کو واضح فرما دیا۔ محدث ابن شاھین رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک ہی روایت نقل فرمائی ماقبل ترجمۃ الباب میں قتل کو منسوخ قرار دیا اور ساتھ ہی یہ باب اور روایت بھی نقل فرمائی جس سے اغلبا اس طرف اشارہ ہے کہ کتاب کی حدیث مبارکہ ۵۲۵ نے باقی ہر طرح کی حدود کو ساقط قرار دیا اسی لئے ائمہ وفقہاء اسلام اس بات پر متفق نہیں کہ لواطت کی سزا حداً قتل ہے۔ اس باب میں فقہاء امصار کی تین مختلف آراء ہیں۔

ا۔ اس فعل کے مرتکبین کو مطلقاً قتل کیا جائے گا:

یہ مذہب امام مالک ابن انس اور امام احمد بن حنبل کا ہے۔ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ مرتکب جرم محصن ہوں یا غیر محصن فاعل ہو یا مفعول وجوب قتل کا مستحق ہے۔ صحابہ میں سے وجوب قتل کا قول حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھم کی طرف منسوب ہے۔

۲۔ مرتکبین لواطت کو مثل زنا حداً قتل کیا جائے گا۔

یہ مذہب عطاؒ، قتادہؒ، ابراہیم النخعیؒ، سعید بن المسیبؒ کا ہے اور امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہی ہے۔

۳۔تیسرا قول تعزیر کا ہے:

یہ قول امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفیؒ کا ہے۔آپ کے نزدیک مرتکبین لواطت پر حد نافذ نہیں ہوگی اگر چہ یہ فعل نہایت قبیح و شنیع ہے لیکن بہر حال زنا نہیں اور حد فعل زنا پر ہے نہ کہ لواطت پر۔

المذھب الاول پر دلائل:۔

امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے مختلف مذہب اور امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق اس جرم کے مرتکبین کو مطلقاً قتل کیا جائے گا ان ائمہ کی دلیل ابن شاھین رحمہ اللہ کی نقل کردہ روایت جسے امام ترمذیؒ نے جامع امام ابوداؤدؒ نے سنن، امام احمد نے مسند، امام بیہقیؒ اور ابن ماجہؒ نے سنن امام حاکمؒ نے المستدرک میں نقل فرمائی۔

من وجدتموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ

(المغنی جلد ۱۰ ص ۱۵۵، المبسوط سرخسی، جلد ۹ ص ۷۹، رحمۃ الامۃ ص ۴۵۶)

قتل کی کیفیت میں اختلاف

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ان سات لوگوں کو آگ میں ڈال دیا تھا۔امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

فالمروی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ انھما یحرقان بالنار وبہ امر فی السبعة الذین وجدوا علی الواطة

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے اُن دونوں کو آگ سے جلا ڈالا اور اسی طرح اُن سات لوگوں کو جنہیں لواطت کرتے ہوئے پکڑا گیا۔

۲۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاں فتویٰ یہ تھا کہ اگر وہ محصن ہیں تو رجم کیے جائیں گے اور اگر غیر محصن ہوں تو کوڑے مارے جائیں گے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق انھیں قوم لوط پر ہونے والے عذاب کے مثل پہلے بلندی سے گرایا جائے گا پھر پتھر مارے جائیں گے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں انھیں ایک کمرے میں بند کر کے بدبودار دھواں چھوڑا جائے جس سے ان کی موت واقع ہو جائے۔

۵۔ قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمھما اللہ کا فتویٰ مولا علیؓ کے قول پر ہے۔

۷۔ امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق فاعل ومفعول کو رجم کیا جائے گا چاہے وہ محصن ہوں یا غیر محصن۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق اگر محصن ہو تو رجم ہونگے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا بھی دوسرا اور غیر مختار قول یہی ہے۔

(المبسوط، جلد۹ ص۷۹، المغنی، جلد۱۰ ص۱۵۵ التحقیق، جلد۸ ص۲۵)

المذہب الثانی پر دلائل:۔

امام عطاءؒ، قتادہؒ، ابراہیم نخعیؒ، سعید بن المسیبؒ اور ائمہ شوافع بطور حد رجم کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ اذا اتی الرجل الرجل فھما زانیان (السنن الکبریٰ، جلد۸ ص۲۳۳)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مرد مرد کے ساتھ بدکاری کرے تو وہ دونوں زانی ہیں۔

ان کے ہاں اس کے ثبوت کے لئے بھی مثل زنا چار گواہ ضابطے کے مطابق گواہی دیں گے تب حد نافذ ہوگی اسی لئے شوافع اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے اپنا مذہب یوں بیان کرتے ہیں۔

فقد دل الحدیث علی ان حکمه کحکم الزنی

حدیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم بھی زنا کی طرح ہے۔

ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ زنا عبارت ہے شرمگاہ کو شرمگاہ سے ملانے کا۔ جس کا مقصد حصول لذت ہے اور ایسا طبعاً حرام ہے۔ اسی طرح مرد کے دبر کو بھی حصول لذت کے لئے استعمال کیا جانا اسی مقصد کو پورا کرتا ہے لہٰذا یہ بھی اسی فعل کے حکم میں شامل ہوگا اور چونکہ زنا کے جرم سے حد واجب ہوتی ہے لہٰذا قیاس یہی کہتا ہے کہ اس فعل کے ارتکاب سے بھی حد واجب ہوگی۔

(تفسیر المفاتیح الغیب جز۲۳ ص۱۳۲)

المذہب الثالث پر دلائل:۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کے ہاں یہ فعل حرام، قبیح اور غیر فطری ہونے کے ساتھ ساتھ عبرت آموز سزا کا مستحق ہے لیکن اس کی حرمت وقباحت کے باوجود موجب حد نہیں جس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ لواطت لغۃً زنا نہیں کیونکہ لغت میں زنا کی تعریف یہ ہے کہ کسی مرد کا کسی اجنبی عورت کے قُبل میں وطی کرنا جبکہ لواطت لغت کے اعتبار سے کسی مرد کا کسی مرد کے دبر میں وطی کرنا ہے۔ قرآن مجید نے ان دونوں کے درمیان خود فرق فرمایا۔

أئنکم لتاتون الرجال شھوۃ من دون النسآء بل انتم قوم تجھلون — کیا یقیناً تم لوگ مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم نادان قوم ہو۔

(النمل، آیۃ ۵۵)

پھر ارشاد ہوا۔

اتاتون الذکران من العالمین و تذرون ماخلق لکم ربکم من ازواجکم بل انتم قوم عادون — کیا تم جہانوں میں سے مردوں کے پاس ہی آتے ہو اور چھوڑ دیتے ہو اپنی بیویوں کو جنہیں تمہارے رب نے تمہارے لئے بنایا ہے بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

(الشعراء، آیۃ ۱۶۵، ۱۶۶)

آیت مذکورہ میں اللہ رب العزت نے اس فعل شنیع کو جہل اور عدوان قرار دیا نہ کہ زنا۔ پس اسے مثل زنا کہنا خلاف اصل ہے۔

۲۔ ارتکاب زنا پر کوڑوں یا رجم کی سزا کی علت فساد نسب ہے جبکہ لواطت میں فساد نسب کی علت موجود نہیں۔

۳۔ عدم وجوب حد کی تیسری دلیل صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا اس جرم کے ارتکاب پر سزا کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ مرتکبین کو جلانے کا حکم دیتے، حضرت مولا علی رجم کا، حضرت ابن زبیر دھواں دے کر ہلاک کرنے کا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بلندی سے گرانے کا فتویٰ صادر فرماتے۔ یقیناً یہ سزائیں شریعت اسلامیہ میں کسی بھی جرم کے ارتکاب پر بطور حد نہیں دی جاتیں تعزیراً ہی دی جاتی ہیں لہٰذا عندالاحناف اس فعل پر تعزیر ہے نہ کہ حد۔ کیونکہ اگر کتاب وسنت میں اس پر حد مقرر ہوتی تو اختلاف کی صورت ہی باقی نہ رہتی۔

۴۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جانب سے عدم نفاذ حد کی قوی ترین دلیل سرکار دو عالم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے۔

لایحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث: زنی بعد احصان و کفر بعد ایمان و قتل نفس بغیر نفس — کسی مسلمان کا خون سوائے تین وجوہات کے حلال نہیں شادی شدہ زانی، ایمان کے بعد کفر، جان بوجھ کر قتل کرنے والا۔

(متفق علیہ، بخاری ومسلم)

روایت مذکورہ میں بدکاری کے متعلق دو چیزیں اہم ہیں ''زنا'' اور احصان، اگر لواطت مثل زنا ہوتی تو حدیث مبارکہ **فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ** کے ساتھ احصان کا ذکر کیا جاتا کیونکہ رجم کے لئے محصن ہونا شرط ہے لیکن روایت مبارکہ میں

مطلقاً قتل کا بیان اس جریمہ عظیمہ پر بطور تہدید وتعزیر ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور بالخصوص فقہاء صحابہ رسول ﷺ مزاج شناسی اور احکام شرعیہ کی حکمتوں سے معرفت کے باوجود اس فعل پر حد کے نفاذ کا قول نہیں فرماتے اور جہاں بھی مرتکبین و مجرمین کو سزا دینے کا بیان حیات اصحاب سے ملتا ہے وہاں حالات و ازمنہ کی رعایت کے پیش نظر سزاؤں میں اختلاف ہے اور یہی اختلاف اس قانون کی تائید کرتا ہے کہ یہاں حد نہیں تعزیر ہے۔ خود حنفیہ کے ہاں بھی اس فعل کے ارتکاب پر بطور تعزیر کبھی جلانے کا حکم ہے کبھی پانی میں ڈبو کر ہلاک کرنے، کبھی بلندی سے گرانے اور کبھی رجم کا اور یہی اختلاف صحابہ کرام میں بھی موجود ہے۔ پس لواطت کو مثل زنا کہنا قیاس فی اللغۃ ہوگا اور یہ قیاس عندالاصولین درست نہیں۔

(احکام القرآن بصاص سورۃ النور۔ تفسیرات احمدیہ سورۃ الاعراف آیت ۸۰،۸۱)

امام احمد بن محمد القدوریؒ نے امام طحاویؒ کی روایت قتل سے عدم اثبات حد پر ایک اصولی مؤقف نقل فرمایا۔

قال الطحاوی و کل واحد منهما لا تقوم بروایته حجة عند اهل الحدیث و هذا الحکم لایثبت بخبر الواحد القوی فکیف بالضعیف	امام طحاویؒ فرماتے ہیں ان روایات سے محدثین کے ہاں قتل کی حد پر حجت واقع نہیں ہوتی اور قتل کا حکم قوی درجہ کی خبر واحد سے بھی ثابت نہیں ہوتا تو ضعیف روایت سے کیسے ثابت ہوگا۔

(التجرید کتاب الحدود)

خبر واحد اگرچہ کیسی ہی قوی کیوں نہ ہو اثبات حدود میں مطلقاً حجت نہیں کیونکہ عندالمحدثین حدود کے نفاذ کے لئے روایت کم از کم درجہ مشہور کی ہو جبکہ مذکورہ روایت صرف عمرو بن ابی عمرو کی سند سے نقل کی گئی اور عمرو متکلم فیہ ہیں۔ راوی اگرچہ مجروح نہ بھی ہو تب بھی یہ روایت درجہ شہرت کو نہیں پہنچتی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں اس فعل کے ثبوت کے لئے دو گواہ کافی ہیں اگرچہ بدکاری کسی مرد کے ساتھ ہو یا اجنبی عورت سے البتہ اپنی منکوحہ یا مملوکہ کے ساتھ یہ فعل حرام تو ہوگا واجب التعذیر نہیں۔

(تفسیرات احمدیہ سورۃ النور آیت ۸۰،۸۱)

عندالاحناف تعزیر امام و قاضی کی صواب دید پر ہے وہ حالات و واقعات کے پیش نظر قتل کا حکم دے، رجم کا، کوڑوں کا یا قید کا۔ اگر فاعل یا مفعول اس جرم قبیح کے عادی نہیں تو امام صاحب کے ہاں قتل کا حکم نہ لگایا جائے۔ البتہ ایک سے زائد مرتبہ ارتکاب جرم پر تعزیر میں شدت لاتے ہوئے قتل کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

(اجماع ائمہ الاربعۃ واختلافھم جلد۲ ص ۳۶۵)

تعزیرات پاکستان میں اس فعل کو ۳۷۷ پ ت کے تحت جرم قرار دیا گیا جس کی سزا دس سال سے عمر قید تک ہے اور حدود آرڈیننس میں دفعہ ۱۲ کے تحت سزا موت یا ۲۵ سال قید، کوڑے اور جرمانہ ہے۔

باب : ۹۱

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَنَامُ قَبْلَ الِاغْتِسَالِ

جنبی کا سونے سے قبل غسل کرنے کے بیان میں

656۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا أُحِبُّ أَنْ يَبِيتَ الْمُسْلِمُ وَهُوَ جُنُبٌ؛ أَخَافُ أَنْ يَمُوتَ فَلَا تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ«

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کوئی مسلمان حالت جنابت میں رات گزارے مجھے خوف ہے اس بات کا کہ وہ فوت ہوا تو اس کے لئے (رحمت کے) فرشتے حاضر نہ ہونگے۔

الْخِلَافُ فِي ذٰلِكَ

657۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَشْعَثِ، حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوَّادُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ، كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »نَامَ عَلَى إِثْرِ جَنَابَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ«

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے رسول اللہ علیہ السلام جنابت کے اثرات کے ساتھ ہی آرام فرما لیتے یہاں تک کہ صبح کر لیتے۔

658۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" إِذَا رَجَعَ مِنَ الْمَسْجِدِ صَلَّى مَا قَضَى اللَّهُ لَهُ، ثُمَّ مَالَ إِلَى فِرَاشِهِ، فَإِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى أَهْلِهِ قَضَاهَا، ثُمَّ نَامَ كَهَيْئَتِهِ، وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً، فَإِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ وَلَمْ يَقُلِ: الْأَذَانُ وَثَبَ وَلَمْ يَقُلْ: قَامَ فَإِذَا كَانَ جُنُبًا أَفَاضَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَقُلِ: اغْتَسَلَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ"

حضرت ام المومنین حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا روایت فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام مسجد سے واپس تشریف لاتے تو باقی نماز (جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر لازم فرمائی) پڑھتے پھر بستر کی طرف تشریف لے جاتے۔ اگر آپ علیہ السلام کو اپنے اہلخانہ سے کوئی حاجت ہوتی تو اسے انجام دیتے پھر پانی کو چھوئے بغیر اسی حالت میں سو جاتے پس جب نداء (اذان) سنتے۔ ''راوی نے اذان نہ کہا'' تو جلدی سے اٹھتے ''راوی نے قام نہ کہا'' جب حالت جنابت میں ہوتے تو (جسم مبارک پر) پانی بہاتے ''راوی نے غسل نہ کہا'' اور اگر حالت جنابت میں نہ ہوتے تو وضو فرماتے پھر دو رکعات ادا فرماتے اور نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

نوٹ: امام ابن شاہینؒ نے یہ باب اور اس کی روایات مکرر نقل فرمائیں۔ کتاب الطہارت میں اس کا بیان گزر چکا۔

باب : ۹۴

بَابٌ فِي لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

پالتو گدھوں کے گوشت کے بیان میں

659۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ أَبِي غَزْوَانَ الْحِمْصِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَنْهَاكُمْ عَنْ أَكْلِ خَيْلِهَا وَحَمِيرِهَا وَبِغَالِهَا«

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں گھوڑوں، گدھوں اور خچروں کا گوشت کھانے سے منع کرتا ہوں۔

تخریج حدیث۔ا۔سنن ابی داؤد۔کتاب الاطعمہ۔۲۔سنن نسائی' کتاب الصید۔۳۔سنن ابن ماجہ ابواب الذبائع۔۴۔سنن دارقطنی کتاب لاشربۃ۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

660۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: »أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ أَنْ نُلْقِيَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ نِيئَةً، وَنَضِيجَةً، ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِهِ بَعْدَ ذَلِكَ«

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ علیہ السلام نے ہمیں خیبر کے روز گدھوں کا کچا اور پکا گوشت پھینک دینے کا حکم ارشاد فرمایا پھر اس کے بعد ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں فرمایا۔

ا۔سنن ابن ماجہ ابواب الذبائع۔۲۔صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر۔۳۔صحیح مسلم کتاب الصید والذبائع۔۴۔مصنف عبدالرزاق رقم ۸۷۲۴۔

تحقیق

پالتو گدھوں، خچروں اور گھوڑوں کے گوشت کے متعلق اس باب میں دو احادیث بیان ہوئیں جن میں ان کے گوشت کے متعلق احکام کا ذکر ہے۔ مذکورہ دونوں روایات یہ ہیں اور درج ذیل مسائل تفصیل طلب ہیں۔

☆...... پالتو گدھوں و خچروں کے گوشت کا حکم:

☆...... گھوڑوں کے گوشت کا شرعی حکم:

پالتو گدھوں کے متعلق مذاہب:۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک خچروں اور پالتوں گدھوں کا گوشت بالاتفاق حرام ہے، البتہ ان کی حرمت کی علت پر روایات مختلف ہیں۔

(الھدایۃ جلد۲،ص۴۰۰،المغنی جلد۱۱،ص۶۶)

۱۔ان کا گوشت نجس ہے۔

(مسلم کتاب الصید والذبائح)

۲۔اس کی حرمت نجاست گندگی کھانے کے سبب ہے۔

(شرح مسلم نووی)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی طرف اس باب میں تین اقوال منسوب ہیں۔

۱۔ان کا گوشت حرام ہے۔

۲۔ان کا گوشت شدید قسم کا مکروہ تنزیہی ہے، یہی آپ کا مشہور قول ہے۔

۳۔ان کا گوشت مباح ہے۔

(بدایۃ المجتھد فی نہایت المقتصد جلد۲،ص۱۱)

پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کی رخصت کے متعلق غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ کی روایت جسے ابوداؤد نے سنن میں نقل فرمایا کہ آپ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ قحط میں مبتلا ہوں اور میرے پاس سوائے پالتو گدھے کے کچھ بھی نہیں اور آپ ﷺ نے انہیں حرام ٹھہرایا ہے جس پر آپ ﷺ نے انہیں فرمایا۔

اطعم اهلك من سمين حمرك فانما حرمتها من اجل حوال القرية

اپنے اہل خانہ کو اس پلے ہوئے گدھے کا گوشت کھلاؤ میں نے تو اس کے نجاست کھانے کے سبب اسے حرام کیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، باب فی اکل لحوم الحمر الاھلیۃ)

اس حدیث مبارکہ سے گدھوں کی حلت پر مستقلاً و مطلقاً استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کی رخصت اضطرار کی صورت میں ہے اور حالت اضطرار میں تو خنزیر کھانے کی بھی رخصت ہے جو کہ بالاتفاق حرام ہے۔

گھوڑوں کے گوشت کا شرعی حکم:۔

امام یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ کے مطابق صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنھم گھوڑے کو گوشت جائز و مباح ٹھہراتے اور فقہاء میں سے یہی مسلک امام محمد بن انس شافعی، امام قاضی ابویوسف، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راھویہ، امام ابوثور، ابوداؤد ظاہری، علقمہ، اسود، عطاء، شریح بن جبیر، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور حماد بن سلمان رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین کا ہے۔

دوسری طرف امام مالک بن انسؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ان کا گوشت مکروہ تنزیہی ہے اور صحابہ میں سے یہ قول ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔

حضرت خالد بن ولید سے مروی باب کی پہلی حدیث اگرچہ ابوداؤدؒ اور امام نوویؒ کے ہاں منسوخ بھی ہو تب بھی امام مالکؒ و ابوحنیفہؒ کے قول کے خلاف نہیں کیونکہ ان کے ہاں گھوڑوں کا گوشت حرام نہیں اور اس کراہیت کی وجہ گھوڑوں کا نجس و ناپاک ہونا نہیں یہی وجہ ہے کہ عندالاحناف گھوڑوں کا پیشاب نجاست غلیظہ میں شامل نہیں اس کراہیت کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ گھوڑے مال برداری بالخصوص جنگوں میں مجاہدین کی سواری کی صورت نہایت اہم سمجھے جاتے ہیں اس سبب ان کا

گوشت ان کے وجود کی بقاء کی خاطر مکروہ ٹھہرایا گیا۔

عصر حاضر میں اگر چہ افواج کی نقل مکانی کے لئے گھوڑوں کی احتیاج نہیں لیکن پھر بھی اس سے کلیۃ استغناء ممکن نہیں اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی ضرورت باقی نہیں کیونکہ بلند و بالا جنگی محاذوں اور دفاعی مورچوں تک رسد کی منتقلی ان کے وجود کے بغیر ممکن نہیں بالخصوص جب برفانی اور سنگلاخ پہاڑی سلسلوں میں جہاں مضبوط راستے موجود نہیں یقیناً ان کا وجود باعث نعمت ہے۔ان کی اہمیت وضرورت کو عملاً مشاہدہ کرنے کے لئے ان علاقوں میں افواج کے ہاں ان کی موجودگی اور استفادے کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے لہٰذا فی زمانہ بھی ان کے گوشت کو مطلقاً حلال نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کی کراہیت تنزیہی کا فتویٰ ہی جاری رہے گا۔

۲۔ گھوڑا اگر چہ حلال ہے لیکن طباعت انسانی اس کے کھانے کی طرف اس رغبت سے مائل نہیں ہوئیں جتنی رغبت دیگر حلال بہائم کی طرف ہے اسی لئے امام سرخسیؒ نے اس کے گوشت کے متعلق احناف کا قول نقل فرمایا۔

والخيل كذلك كره اكلها على الطريق التنزيه لمعنى الكرامة، ولهذا جعل الخيل طاهرة السور، وجعل بوله كبول مايو كل لحمه	گھوڑے کا گوشت اس کی (منفعت) کے پیش نظر مکروہ تنزیہی ہے، لہٰذا اسی سبب اس کا جھوٹا پاک ہے اور اس کے پیشاب کا وہی حکم ہے جو حلال جانوروں کے پیشاب کا ہے۔

(المبسوط،جلد ۱۱،ص ۲۳۴،دار المعرفۃ بیروت)

یقیناً امام صاحب کے ہاں اس کی کراہیت اسی سبب ہے اور خود سرکار دو عالم ﷺ کا اس کی حرمت کے عدم ثبوت کے باوجود آپ علیہ السلام سے اس کا گوشت کھانا ثابت نہیں چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ حلال کے ساتھ ساتھ نفیس اور طیب شے کا استعمال فرمایا اور گھوڑا اگر چہ حلال تو ہے لیکن نفاست میں وہ مقام نہیں رکھتا جو حلال وطیب جانوروں کا خاصہ ہے۔

تیسری وجہ گھوڑوں کے گوشت سے اجتناب کی نصوص قرآنیہ میں ان کی تخلیق کا مقصد مال برداری وسواری ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے اپنی تخلیق کو جس حسین پیرائے میں بیان فرمایا اس سے یقیناً امام ابوحنفیہ رحمہ اللہ علیہ نے حکمت کو اخذ فرمایا۔

سورۃ النحل میں اولاد انسان کی تخلیق کا ذکر فرمایا پھر حیوان کو پیدا فرمانے کا بیان کچھ یوں ارشاد ہوا۔

والانعام خلقها لكم فيهادفء و منافع و منها تاكلون (النحل،آیۃ ۵)	اور سب جانوروں کو اس نے پیدا کیا ان میں تمہارے لئے سکون بخش لباس رکھے اور منفعت بخش چیزیں اور ان میں سے کچھ جانوروں کا گوشت تم کھاتے ہو۔

آیت مبارکہ میں جانوروں کے تین فوائد بیان ہوئے یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ منفعت کے اعتبار سے جانوروں کی تین

اقسام ہیں۔

ا۔لباس یعنی اون، چمڑا، وغیرہ ۲۔منفعت کا حصول ۳۔گوشت کا حصول

اسی کے ساتھ اس منفعت کی وضاحت ان الفاظ وآیات بنیات میں فرمائی گئی۔

وتحمل اثقالكم الى بلدلم تكونوا بلغيه الا بشق الانفس ان ربكم لرؤف رحيم (النحل، آیۃ ۷)

اور تمہارے بوجھ یہ اٹھاتے پھرتے ہیں شہروں میں وہاں وہاں تک جہاں تم پہنچ نہیں پاتے سوائے اس کے بہت محنت اٹھاؤ بے شک تمہارا رب بہت ہی مہربانی کرنے والا رحیم ہے۔

اور پھر ان بوجھ اٹھانے والے جانوروں میں گھوڑوں کا ذکر سب سے پہلے فرمایا۔

والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة (النحل، آیۃ ۸)

اور گھوڑے، خچر اور گدھے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور وہ باعث زینت بھی۔

الغرض آیات کا اسلوب ونظم گھوڑوں کی اصل منفعت کی طرف انسانوں کی توجہ مرکوز فرمارہا ہے کہ ان کی تخلیق تمہارے بوجھ اٹھانے اور زینت کے لئے ہے اور ہر جانور سے مقرر شدہ منفعت کا حصول تقاضا قرآنی بھی ہے لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہؒ اسی بصیرت وحکمت کی روشنی میں حلت کے باوجود کراہیت کا قول فرماتے ہیں۔

آقا کریم ﷺ نے خود بھی سواری اور جنگی مقاصد کی خاطر گھوڑوں کو شرف رکاب عطا فرمایا اور قرآن مجید نے جو مقصد تخلیق ذکر فرمایا اس کی تکمیل کی خاطر وقتاً فوقتاً کثیر تعداد میں گھوڑوں کو متبرک فرمایا اور اہل سیر نے جہاں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر نور پرور گوشہ نہایت ادب، محبت، عقیدت اور خلوص سے ذکر فرمایا وہاں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر استعمال گھوڑوں کو بھی رہتی دنیا تک قلم وقرطاس کی زینت بنایا۔ گویا گھوڑا آیات قرآنیہ کی روشنی میں ہر ایک کے لئے باعث زینت ہے لیکن اگر وہ وجود سید دو عالم ﷺ کی لمس پالے اور آپ اسے شرف واعزاز رکاب عطا فرمادیں تو وہ اہل محبت کے قلم وقرطاس کی زینت بن جاتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھوڑوں کے اسماء درجہ ذیل ہیں۔

السکب، مرتجز، الزار، ظرب، اللحیف، الورد، ابلق، ذو العقال، مرتجل، ذو اللمۃ، السرحان، الیعسوب، بعر، ادھم، ملاوح، الطرف، سبحۃ، المراوح، مقدام، المندوب، ضریر، النجیب، الیعبوب

(المواھب الدنیہ جلد ا، فصل تاسع، سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۱۱، ص ۴۱۸)

(حیات الحیوان دمیری، باب الخاء)

باب : ۹۳

بَابٌ فِي هَدَايَا الْمُشْرِكِينَ

مشرکین کے تحائف (قبول کرنے) کے بیان میں

661۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ الْعَطَّارُ، بِدِمَشْقَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَكْرٍ الْبَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ مُلَاعِبُ الْأَسِنَّةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَدِيَّةٍ، فَعَرَضَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامَ، فَأَبَى أَنْ يُسْلِمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »فَإِنِّي لَا أَقْبَلُ هَدِيَّةَ مُشْرِكٍ«

حضرت کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ملاعب الاسنۃ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام کی بارگاہ میں ھدیہ لے کر حاضر ہوا اور آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے اسے اسلام کی دعوت دی اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا کہ میں مشرکین کا تحفہ قبول نہیں کرتا۔

ا۔مصنف عبدالرزاق کتاب الجامع جلد ۱۰ص ۴۴۶۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

662۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَجَّاجِ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ الطَّبِيبُ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: »أَهْدَى كِسْرَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبِلَ، وَأَهْدَتْ لَهُ الْمُلُوكُ فَقَبِلَ«

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت فرماتے ہیں کسریٰ نے نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں تحفہ بھیجا تو آپ علیہ السلام نے قبول فرمایا اور (مختلف) بادشاہ آپ کی طرف ھدیے بھیجتے تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام قبول فرما لیتے تھے۔

ا۔جامع ترمذی۔باب ماجاء فی قبول ھدایا المشرکین ۔۲۔مسند احمد جلد ۲ص ۱۰۷۔

تحقیق

مذکورہ دونوں روایات اثبات حکم میں متعارض ہیں محدث ابن شاہین رحمہ اللہ نے قبولیت کی روایت کو ناسخ اور عدم قبولیت والی حدیث کو منسوخ ٹھہرایا لیکن ائمہ حدیث نے اس باب میں منسوخیت کے قول کی تردید کی ہے۔

امام یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولا یصح قول من ادعی النسخ — اس باب میں نسخ کا قول درست نہیں۔

(شرح مسلم جلد۱۲،ص۱۱۴، داراحیاء التراث، بیروت)

پس اس باب میں قبولیت کی منسوخیت کا قول درست نہیں کیونکہ ائمہ کرام نے آپ ﷺ سے ہدایہ قبول کرنے یا نہ کرنے کی حکمتیں بھی بیان فرما دیں۔ آپ ﷺ نے مختلف حکمتوں کے تحت اہل کتاب یا مشرکین کے تحائف قبول فرمائے یا رد فرمائے۔ امام قاضی عیاضؒ کا قول نقل کرتے ہوئے امام نوویؒ اس کی وجوہات بیان فرماتے ہیں۔

۱۔ سبب القبول ان النبی ﷺ مخصوص بالفئی الحاصل بلا قتال — نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ھدیہ قبول فرمانے کا سبب اس مال کا بغیر جنگ کے فئی کی صورت میں حاصل ہو جانا تھا۔

دوسری وجہ

۲۔ طمع فی اسلامہ و تالیفہ — اس کے اسلام قبول کرنے کی لالچ اور ان کی تالیف قلب تھی۔

تیسری وجہ

لمصلحۃ یرجوھا للمسلمین — اس کی مصلحت مسلمانوں کی طرف ان کا رجوع تھا۔

(شرح مسلم جلد۱۲،ص۱۱۴)

اسباب بالا کے تحت جناب رسول اللہ ﷺ نے وہ ہدیہ قبول فرمائے اور ان حکمتوں اور مصالح کے تحت قبول ہدایہ خصائص سرکار ﷺ سے تھا البتہ مسلمانوں کے امراء کے لئے ان کے ہدیہ کے متعلق قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں۔

من العمال والولاۃ فلایحل له قبولها لنفسه عندجمهور العلماء فان قبلها كانت فيا للمسلمين فانه لم يهدها اليه الالكونه امامهم

(شرح نووی جلد ۱۲ص ۱۱۴)

جمہور ائمہ کے ہاں وزراء ومشراء کے لئے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں اور اگر وہ قبول کرتے بھی ہیں تو مسلمانوں کے لئے مال فئی کی حیثیت ہوگا کیونکہ ان غیر مسلمانوں نے ان وزراء و مشراء کو مسلمانوں کے امام ہونے کی حیثیت سے ہدیے دیئے ہیں نہ کہ ان کی اپنی کسی حیثیت سے۔

رسول کریم ﷺ نے درج ذیل امراء کے تحائف قبول فرمائے۔

☆...... نجاشی شاہ حبشہ نے قبل اسلام قارورہ پیش کیا۔

☆...... ایلیہ کے بادشاہ نے سفید خچر تحفے میں بھیجا۔

☆...... دومۃ الجندل سے باریک ریشمی جبہ تحفے میں بھیجا گیا۔

☆...... روم کے بادشاہ نے بھی ریشمی جبہ تحفے میں دیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرمت سے قبل زیب تن فرمایا۔

☆...... ذی یزن کے بادشاہ نے نہایت قیمتی حلۃ تحفۃ بھیجا۔

آپ ﷺ نے حکمت و مصالح کے تحت غیر مسلم امراء کے تحائف قبول فرمائے لیکن چونکہ ترمذی شریف کی روایت میں:

فانی نهيت عن زبدالمشركين

پس مجھے مشرکین کے تحائف قبول کرنے سے روک دیا گیا

کے الفاظ بسند حسن صحیح نقل ہوئے جس پر محدثین نے یہ تاویل پیش فرمائی کہ

يحمل القبول على من كان من اهل اللكتاب والرد على من كان من اهل الاوثان

قبول ہدایہ کی روایات کو اہل کتاب کے حق میں اور رد ہدایہ والی روایات کو مشرکین پر محمول کیا جائے گا۔

پھر یہ بھی کہا گیا کہ

يمنع ذلك بغيره من الامراء و ان ذلك من خصائصه

غیر امیر کے حق میں اسے منع فرمایا گیا کیونکہ تحفہ قبول کرنا بادشاہ کے حق میں اس کی خصوصیت یا انفرادیت ہے۔

الغرض اس ممانعت کی اصل وجہ کفار ومشرکین کے لئے دل میں محبت کا پیدا ہونا ہے کیونکہ تحائف حدیث کی روشنی میں محبت کا سبب ہوتے ہیں لیکن اگر قبول تحائف مصلحت پر مشتمل ہوں تو ائمہ نے اس کے جواز کا قول نقل فرمایا جیسا کہ امام احمد نے عامر بن عبداللہ بن زبیر کی روایت نقل فرمائی۔

قتیلہ بنت عبدالعزیز بن سعد مشرکہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر کو گھی اور پنیر وغیرہ تحفے میں پیش کیا لیکن انہوں نے قبولیت سے انکار کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق سرکار ﷺ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم

(الممتحنہ، آیہ ۸)

وہ لوگ جنہوں نے تمہارے ساتھ جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا بھی نہیں ہے اللہ تمہیں منع نہیں فرماتا کہ ان سے نیکی کرو۔

حضرت عائشہ نے انہیں تحائف قبول کرنے کی اجازت سنادی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ

ان الاصل ھو عدم جواز قبول ھدایا المشرکین لکن اذا کانت فی قبول ھدایا ھم مصلحۃ عامۃ او خاصۃ فیجوز قبولھا

روایات کی بناء پر اصل یہ ہے کہ مشرکین کے تحفے قبول کرنا جائز نہیں لیکن اگر ان کے تحائف قبول کرنے میں مصلحت خاصہ وعامہ ہو تو جائز ہے۔

(تحفۃ الاحوذی جلد ۴، ص ۵۳۰ دارالحدیث القاہرہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سلاطین مملکت کے لیے اسلام اور وطن کی خاطر مصلحتاً تحائف لینے میں کوئی حرج نہیں ان تحائف کو بیت المال کی نذر کیا جائے گا۔ البتہ باقی تمام اربابِ اختیار اگر اپنے منصب کی وجاہت کے پیش نظر عامۃ الناس سے مختلف قیمتی اشیاء بطور تحفہ قبول کرتے ہیں یا ان اختیارات کے ناجائز استعمال کے پیش نظر انہیں تحائف سے نوازا جاتا ہے تو ان اشیاء کے لینے میں وہ حق بجانب نہیں ہوں گے کیونکہ یہ منصب انہیں بطور امانت تفویض کیا گیا ہے اور یہ تحائف محض اس منصب کی خاطر دیئے جاتے ہیں جن کے کئی ایک مقاصد ہوتے ہیں اور منصب واختیار ان کے پاس نہ رہے تو انہیں ان تحائف سے نوازنے کی حماقت کوئی نہیں کرسکتا۔

عن ابی حمید الساعدی رضی الله تعالیٰ عنه قال استعمل رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا من الاسدیقال له ابن اللتبية قال عمرو و ابن ابی عمر رضی الله تعالیٰ عنهما علی الصدقة فلما قدم قال هذا لکم و هذا اهدی لی قال فقام رسول الله ﷺ المنبر فحمدالله واثنی علیه وقال مابال عامل ابعثه فیقول هذا لکم و هذا اهدی لی افلا قعد فی بیت ابیه او فی بیت امه حتی ینظر ایهدی الیه ام لا والذی نفس محمد بیده لاینال احد منکم منها شیئًا الا جاء به یوم القیمة یحمله علی عنقه بعیرله رُغاءٌ او بقرة لها خوار او شاة تیعرثم رفع یدیه حتی راینا عفرتی ابطیه ثم قال اللهم هل بلغت مرتین

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بنواسد میں سے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر فرمایا۔ جسے ابن تبیہ کہا جاتا تھا جب وہ واپس آیا تو اُس نے کہا یہ تمہارے لیے ہے اور یہ میرے لیے ہے۔ جو مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا۔ عامل کا کیا حال ہے؟ جسے میں نے صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ آ کر کہتا ہے یہ مال تمہارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ اُس نے اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھے ہوئے اس (ہدیے) کا انتظار کیوں نہ کیا کہ اُس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم میں سے جس نے بھی اس مال میں سے کوئی چیز لی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس مال کو اپنی گردن پر اُٹھایا ہوگا۔ (کسی شخص کی گردن پر) اونٹ بڑبڑاتا ہو یا گائے ڈکارتی یا بکری منمناتی ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند فرمایا کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی۔ پھر دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ میں نے پیغامِ حق پہنچا دیا۔

یقیناً آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث ان لوگوں کے لیے باعثِ عبرت ہے۔

باب : ۹۴

بَابٌ فِي حَدِّ الْأَمَةِ الزَّانِيَةِ

زانیہ لونڈی پر حد جاری کرنے کے بیان میں

663۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِمْرَانَ الْعَابِدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَيْسَ عَلَى الْأَمَةِ حَدٌّ حَتَّى تُحْصِنَ«

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا لونڈی جب تک محصنہ نہ ہو اس پر حد نہیں ہے۔

ا۔ المعجم الاوسط جلد ا ص ۲۹۷۔ ۲۔ مجمع الزوائد جلد ۶ ص ۲۷۰۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

664۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ،: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ قَالَ: »إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا، وَلَوْ

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے ایسی غیر محصنہ لونڈی کے متعلق حکم پوچھا گیا جو زنا کرے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ جب وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ پھر زنا کرے پھر کوڑے لگاؤ پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ پھر بیچ دو چاہے ایک رسی کے عوض ہی۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں تیسری اور چوتھی مرتبہ کے بعد کے حکم کو نہیں جانتا۔ ضفیر سے

بِضَفِيرٍ « قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : لَا أَدْرِي أَبَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ وَالضَّفِيرُ الْحَبْلُ وَأَحْسَبُ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ نَاسِخٌ لِلْأَوَّلِ، وَحَدِيثُ مِسْعَرٍ قَدْ عُلِّلَ، وَقِيلَ: إِنَّهُ رُوِيَ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلَمْ أَعْلَمْ أَحَدًا أَسْنَدَهُ وَجَوَّدَهُ إِلَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِمْرَانَ الْعَابِدِيُّ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

مراد رسی ہے۔ابن شاھین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پہلی حدیث کی ناسخ ہے اور مسعر کی حدیث معلل ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ حضرت ابن عباس تک موقوفًا روایت ہے اور میں اسے عبداللہ بن عمران العابدی کی سند کے علاوہ نہیں جانتا۔

ا۔موطاامام مالک ص ۲۴۶۔۲۔مسند احمد جلد ۴ ص ۱۱۷۔۳۔صحیح بخاری کتاب البیوع' باب بیع العبد الزانی۔۴۔صحیح مسلم' کتاب الحدود باب حد الزنا۔۵۔سنن ابی داوٗد' کتاب الحدود' باب فی الامۃ تزنی۔۶۔صحیح ابن حیان کتاب الحدود باب الزنا وحدہ۔۷۔الرسالہ ص ۱۳۵۔۸۔سنن دارمی جلد ۲ ص ۱۸۱۔۹۔السنن الکبریٰ جلد ۸ ص ۲۴۲۔

تحقیق

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کی پہلی روایت کو منسوخ قرار دیا لیکن فقہاء ومحدثین کے ہاں اس باب میں منسوخیت کا قول تحقیق سے ثابت نہیں اس باب میں درجہ ذیل مسائل زیر بحث ہیں۔

۱۔ احصان سے کیا مراد ہے اور محصنہ لونڈی کیلئے سزا کونسی ہے۔

۲۔ نفاذ حد آقا کے اختیار میں ہے یا قاضی اور امیر کے ہاتھ میں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس، طاؤس، قتادہ اور ابوعبیدہ کے نزدیک اس حدیث مبارکہ میں لفظ احصان سے مراد لونڈی کا شوہر والی ہونا ہے۔ اگر وہ زنا کی مرتکب ہوتی ہے اور شوہر والی نہیں تو اس کے لئے بطور تادیب سزا ہے البتہ اس پر حد نافذ نہیں ہوگی۔

حضرت مولا علیؓ، حضرت عمرؓ کے ایک قول حضرت ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ، انس بن مالکؓ، ابراہیم النخعیؒ، امام مالک بن انسؒ، اہل کوفہ، امام اللیثؒ، امام شافعیؒ اور امام اوزاعیؒ کے مطابق حدیث مبارکہ میں احصان سے مراد لونڈی کا مسلمان ہونا ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے اور اس سے بدکاری ہوئی تو چاہے وہ شوہر والی ہو یا بے شوہر اسے پچاس کوڑے مارے جائیں گے اور یہ سزا بطور حد ہے۔

(شرح ابن بطال جلد ۸، ص ۴۷۰، مکتبہ الرشد الریاض ۱۴۲۳ھ)

(الرسالہ ص ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ)

کتاب اللہ میں زنا کی سزا غیر محصن ومحصنہ کے لئے سو کوڑے ہے اور محصن ہوں تو رجم لیکن غلام ولونڈی کی سزا کے باب میں کتاب اللہ میں تخفیف ہے۔ ارشاد ہوا:

فاذا احصن فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب
(النساء، آیۃ ۲۵)

پس جب وہ نکاح کے ذریعہ محفوظ ہو جائیں پھر وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا آزاد عورتوں کی نسبت آدھی ہوگی۔

قرآن مجید نے محصنہ زانیہ لونڈی کی سزا ایک آزاد زانیہ عورت سے نصف بیان فرمائی لہٰذا شریعت کی مقرر کردہ سزا میں انہیں خاص تخفیف حاصل ہے جس کے نتیجے میں رجم کے متعلق امام شافعیؒ بیان فرماتے ہیں۔

والنصف لایکون الامن الحد الذی تبعض فاما الرجم الذی هوا القتل فلا نصف له
(الرسالۃ ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیۃ)

اور حد کے اندر نصف کوڑوں کی صورت میں ہو سکتا ہے جس کا بعض ہوتا ہے پس رجم جو کہ قتل ہے اس کا نصف نہیں ہو سکتا۔

اسی لئے جمہور صحابہ وفقہاء کے ہاں فاحشہ لونڈی کو رجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ رجم کا نصف نہیں اور چونکہ قرآن مجید نے ان کی سزا میں تخفیف برتی ہے لہٰذا سو کی بجائے انہیں پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔ البتہ نفاذ حد میں ائمہ کے مابین اس بات میں نزاع ہے کہ یہ حد لونڈی کا آقا لگائے گا یا یہ اختیار صرف قاضی وامیر کے پاس ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مولا علی، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حسن بصری، امام شہاب زہری، سفیان ثوری، امام مالک، امام الاوزاعی اور امام شافعی رحمھم اللہ کے ہاں آقا خود حد نافذ کر سکتا ہے۔ امام مالکؒ کے ہاں شرب خمر، زنا، قذف کی حد خود آقا نافذ کرے اگر اس کے پاس گواہ موجود ہوں لیکن چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا قاضی خود دے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے ہاں ہر طرح کی حدود کا نفاذ صرف قاضی کے اختیار میں ہے آقا کو یہ قطعاً اختیار نہیں کہ وہ غلام یا لونڈی کے جرم پر خود اس پر حد نافذ کرے۔

(الجامع لاحکام القرآن قرطبی جلد ۳، ص ۱۳۱ دار الحدیث القاہرہ)

(معالم السنن جز۴، ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیۃ)

احناف کی جانب سے نفاذ حد کے لئے آقا کے عدم اختیار پر دلائل دیتے ہوئے شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حدود کا نفاذ باعتبار معنی النفسیہ ہے نہ کہ مالیہ یعنی حدود کا نفاذ مال پر نہیں ہوتا بلکہ نفس پر ہوتا ہے اور غلام یا لونڈی آقا کے پاس بحیثیت مال رقیق ہیں نہ کہ بحیثیت جان جیسا کہ اگر آقا لونڈی کو آزاد کر دے یا طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے اجنبی ہو جاتا ہے پس اس کی ملکیت بحیثیت مال ہے اور اموال پر حدود کا نفاذ نہیں ہوتا۔

قرآن حکیم کی آیت مبارکہ فعلیھن نصف ماعلی المحصنات (النسآء ۲۵) میں فاحشہ لونڈیوں کے لئے نصف سزا کے نفاذ کا بیان امام کے لئے ہے کیونکہ آقا کے لئے نصف لونڈی کا تصور آیت کی روشنی میں غیر واضح ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنھم سے موقوفاً اور مرفوعاً روایت ہے کہ امام چار چیزوں کا ضامن ہے اور ایک روایت میں ہے امام چار باتوں میں ولی ہوتا ہے۔ حدود، صدقات، جمعات، فئی اور یہ وہ حقوق ہیں جو اللہ رب العزت نے امام کو عطا فرمائے جس میں اس کا کوئی حصہ دار نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق اسکے بندوں تک نیابت ہی کے ذریعے استفاء ہوتے ہیں اور امام اس استفاء کے لئے متعین کیا جاتا ہے اور لونڈی کا آقا بھی اسی نیابت کے تحت امام کے زیر اثر ہوتا ہے اور وہ لونڈی کے لئے نفاذ حد میں اجنبی ہی ہوتا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ میں حد سرقہ کے متعلق فاقطعوا ایدھما میں قطع ید کا حکم اور خطاب ائمہ کو ہے نہ کہ غیر کو

(المبسوط جلد ۹، ص ۸۱، ۸۲، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۴ھ)

امام علاؤالدین ابی بکر الکاسانی الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

امام کا حدود نافذ کرنا لوگوں کی مصلحت ان کی جان و مال کی حفاظت اور ان کے دیگر مقاصد کی تکمیل کے لئے ہوتا ہے اور امام نفاذ حدود پر اپنی امارت منصب اور عطا شدہ قدرت کے تحت عمل کروانے کا اختیار رکھتا ہے اور اسے نفاذ حدود کے خلاف کسی قسم کے معاوضے یا مخالفت کا خوف نہیں ہوتا اور وہ سزا دینے میں لوگوں کی ملامت و مخالفت کا ڈر نہیں رکھتا جبکہ آقا و لونڈی کا مالک کبھی نفاذ حد کے لئے قدرت رکھتا ہے اور کبھی نہیں رکھتا اور اسے اپنے غلاموں و لونڈیوں کی طرف سے معاوضے مخالفت اور بسا اوقات نقصان مال و جان کا ڈر ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں وہ حد قائم نہیں کر سکتا اور اللہ کی نافرمانی، شریعت کے مقاصد میں نقصان و عدم تکمیل جیسے عوامل کا سامنا کرنا پڑتا ہے پس شریعت اسلامیہ کے قوانین و مقاصد اسی صورت مکمل ہوتے ہیں جب انہیں محفوظ و مامون ہاتھوں میں دیا جائے نہ کہ کمزور اور غیر محفوظ ہاتھوں میں۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ۹، ص ۲۴۷)

(دار الحدیث القاہرہ)

باب : ٩٥

بَابُ فِي الِاسْتِلْقَاءِ، وَوَضْعِ الرِّجْلِ عَلَى الْأُخْرَى

ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنے کے بیان میں

665۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: »دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَلْقٍ وَاضِعٌ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى«

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ علیہ السلام کی بارگاہ اس حال میں حاضر ہوئے کہ آپ علیہ السلام نے لیٹ کر ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔

ا۔صحیح بخاری کتاب اللباس باب الاستقاء ۲۔صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ ۳۔موطا امام مالک باب جامع الصلوۃ ۴۔مسند احمد جلد۴ص ۳۸۔

الْخِلَافُ فِي ذَلِكَ

666۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَبِي عِمْرَانَ بِالرَّمْلَةِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: »نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْتَلْقِيَ الرَّجُلُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پشت کے بل لیٹ کر ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھنے سے منع فرمایا۔

عَلَى قَفَاهُ، ثُمَّ يَضَعُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى «وَهَذَا الْحَدِيثُ الَّذِي رُوِيَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الِاسْتِلْقَاءِ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ مَنْسُوخًا بِحَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، وَالَّذِي يَصِحُّ عِنْدَنَا نَسْخُهُ فَعَالُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مِثْلَ ذَلِكَ سَوَاءٌ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لِلصَّحَابَةِ فِي هَذَا فِعْلٌ لَقُلْنَا: إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَذَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ؛ لِأَنَّهُ نَهَى عَنْ أَشْيَاءَ وَخُصَّ هُوَ بِفِعَالِهَا أَوْ نَقُولُ نَسْخَ النَّهْيِ الْفِعَالَ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق استلقاء کی روایت اس بات کا احتمال رکھتی ہے کہ وہ منسوخ ہے اور یہ منسوخیت عباد بن تمیم کے چچا عبداللہ بن زید کے واسطہ سے ہے پس یہ نسخ ہمارے نزدیک ابوبکرؓ وعمرؓ کے عمل سے ثابت ہے اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا نہ کرتے تو ان حضرات سے یہ فعل ثابت ہونا کیسے ممکن تھا۔ یا پھر یہ فعل صرف آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی صادر تھا کیونکہ کبھی کسی فعل کا اثبات یا نفی صرف آپ کی ذات بابرکات کے لیے خاص ہوتی تھی۔ یا پھر ممانعت کی منسوخیت سب کے لیے ہے۔ (پھر اس فعل کی رُخصت ہے)

ا۔صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ ۲۔سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرجل یضع احدی رجلیہ ۳۔جامع ترمذی کتاب الادب ۴۔صحیح ابن حبان جلد۱۲ص۳۶۰۔

تحقیق

عبداللہ بن زیداور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ان دو روایات میں آپ ﷺ سے ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر بیٹھنے کی رخصت اور ممانعت کا بیان ہے۔ محدث ابن شاہین رحمہ اللہ نے اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو متاخر لانے کے باوجود منسوخ قرار دیا ہے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عمل کو جسے امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ باب الاستلقاء فی المسجد امام ابی داؤد نے سنن میں کتاب الادب میں اور امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کتاب الادب کے باب الرجل یجلس ویجعل احدی رجلیہ علی الاخری میں ذکر فرمایا اور اسے ناسخ قرار دیا کیونکہ آپ کے نزدیک اگر یہ عمل آپ ﷺ سے مستقلاً ثابت ہوتا تو مقربین سرکار کبھی بھی اس کے خلاف نہ کرتے لیکن امام ابوجعفر الطحاوی، امام یحییٰ بن شرف نووی ،امام ابن حبان اور امام بغوی رحمھم اللہ نے اس قول سے اختلاف فرمایا اور ان متعارض روایات کو باہم تطبیق دیتے ہوئے دو مختلف حالتوں کے لئے روایات کو ثابت رکھا۔

امام ابوجعفر طحاویؒ فرماتے ہیں۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں ٹانگ کو ٹانگ پر رکھنے کی ممانعت تھی آپ ﷺ نے اس عمل کو برقرار رکھا کیونکہ جب تک سابقہ شرائع یا قوانین پر ممانعت وارد نہ ہوتی وہ عمل ثابت رہتا پھر بعد میں مخالفت یہود میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی رخصت عطا فرمادی۔

دوسری وجہ امام حسن بصریؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ ممانعت کشف عورت کے سبب تھی یعنی ٹانگ پر ٹانگ رکھنے سے شرمگاہ ظاہر ہونے کے ڈر سے یہ حکم فرمایا گیا لیکن پھر اس خدشے کے ختم ہونے اور لباس میسر آنے کے بعد اس کی رخصت دے دی گئی۔

(شرح معانی الآثار کتاب الکراھۃ)

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی ممانعت کی روایات کو ائمہ کے اتفاق سے ستر عورت ظاہر ہونے کا سبب قرار دیا اور رخصت کی احادیث اس خدشے کے ارتفاع پر محمول فرمائیں۔

(شرح مسلم، جلد ۱۴ اص ۷۷)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممانعت کی روایات تہبند پہننے کی صورت میں ہیں کیونکہ اس حال میں اگر ایک ٹانگ اٹھائی جائے اور دوسری پر رکھی جائے تو ستر ظاہر ہوتا ہے جو کہ حرام ہے لیکن اگر شلوار پہنی ہو تو ایسے بیٹھنے سے ستر ظاہر ہونے کا خطرہ نہیں لہٰذا دوسری صورت میں رخصت کی روایات کا محل ہے۔

(صحیح ابن حبان جلد ۱۲ ا ص ۳۶)

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تہبند ایسا ہو کہ جس سے ستر ظاہر ہونے کا خدشہ ہو تو یہ عمل ممنوع ہے اور ممانعت کی روایات اسی پر محمول ہیں لیکن اگر تہبند اس انداز سے پہنا ہے کہ اس عمل سے ستر ظاہر نہیں ہوتا تو ممانعت نہیں۔

(شرح السنۃ جلد ۲ ص ۳۷۸)

احادیث مذکورہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس پہننے کا نہایت عمدہ سلیقہ پیش فرمایا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے ہر اس لباس کو پسندیدہ قرار دیا جو انسان کے ستر کو ظاہر ہونے سے بچائے اور اس کی خوبصورتی اور وقار کا باعث ہو اور ہر اس لباس سے منع فرمایا جو شخصیت انسانی کے حسن کو داغدار کرے اس کی شرمگاہ کو ظاہر کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذریعہ بن جائے۔

اس معیار پر ہر دور اور ہر زمانے کے لباس کو پرکھا جاسکتا ہے، خصوصاً فی زمانہ مردوں اور عورتوں کے لباس جس طرح حیاء سوز اور بے پردگی کا مظہر ہیں یقیناً سچ فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قربِ قیامت میں عورتیں لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی۔

انسانیت کی نجات سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کردہ فرامین میں مضمر ہے رب جلیل کے حضور التجا کناں ہیں کہ ہمیں ان اقوال و فرامین نور پر عمل کا فیضان عطا فرمائے۔

امین بجاء سید المرسلین و خاتم النبین

مراجع ومصادر

قرآن حکیم	کتاب اللہ تعالیٰ جل وعلاء
ترجمۃ القرآن	مترجم ومفسر قرآن مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب ادام اللہ فیوضھم

ا۔ کتب تفاسیر

☆...... تنویر المقباس	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	المتوفی ۶۸ھ
☆...... تفسیر مقاتل بن سلیمان	امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان البلخی	المتوفی ۱۵۰ھ
☆...... جامع البیان	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری،	المتوفی ۳۱۱ھ
☆...... الجامع لاحکام القرآن	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی،	المتوفی ۶۶۸ھ
☆...... احکام القرآن	امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی،	المتوفی ۳۷۰ھ
☆...... احکام القرآن	علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف باابن العربی مالکی،	المتوفی ۵۴۳ھ
☆...... روح المعانی	امام ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی،	المتوفی ۱۲۷۰ھ
☆...... مفاتیح الغیب	امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر الرازی،	المتوفی ۶۰۶ھ
☆...... اللباب فی علوم الکتاب	امام ابوالحفص عمر بن علی بن عادل الدمشقی الحنبلی،	المتوفی ۷۷۵ھ
☆...... انوار التنزیل	امام عبداللہ بن عمر البیضاوی،	المتوفی ۶۸۵ھ
☆...... تفسیر القرآن العظیم	حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر،	المتوفی ۷۷۴ھ
☆...... النکت والعیون	امام ابوالحسن علی بن محمد بن الحبیب الماوردی،	المتوفی ۴۵۰ھ
☆...... الکشاف عن حقائق التنزیل	علامہ جاراللہ محمود بن عمر زمخشری،	المتوفی ۵۳۷ھ

☆...... مدارک التنزیل وحقائق التاویل	امام ابوالبرکات محمود بن احمد النسفی الحنفی	المتوفی ۷۱۰ھ
☆...... ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم	امام ابوسعود محمد بن محمد العمادی،	المتوفی ۹۸۲ھ
☆...... لطائف الاشارات	امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیری،	المتوفی ۴۶۵ھ
☆...... اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن	علامہ محمد امین بن محمد شنقیطی،	المتوفی ۱۳۹۳ھ
☆...... روح البیان	علامہ اسماعیل حقی حنفی	المتوفی ۱۱۳۷ھ
☆...... الکشف والبیان	امام احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی،	المتوفی ۴۲۷ھ
☆...... مجمع البیان فی تفسیر القرآن	شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی،	المتوفی ۵۴۸ھ
☆...... تفسیر منہج الصادقین	شیخ فتح اللہ کاشانی،	المتوفی ۹۷۷ھ
☆...... روائع البیان	علامہ محمد علی الصابونی	
☆...... معالم التنزیل	امام ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی،	المتوفی ۵۱۰ھ
☆...... تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی،	المتوفی ۱۳۳۵ھ
☆...... البحر المحیط	امام ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی،	المتوفی ۷۵۴ھ
☆...... تفسیر ابن ابی حاتم رازی	امام ابن ابی حاتم رازی،	المتوفی ۳۲۷ھ
☆...... تفسیر العز بن عبدالسلام	امام عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام الشافعیؒ،	المتوفی ۵۷۸ھ
☆...... تفسیر بحر العلوم	امام ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی،	المتوفی ۳۷۵ھ
☆...... تسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان،	علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر بن السعدی	
☆...... تفسیر السمعانی،	امام ابوالمظفر منصور بن محمد المروزی السمعانی،	المتوفی ۴۸۹ھ
☆...... التحریر والتنویر	الشیخ محمد الطاہر بن عاشور،	المتوفی ۱۳۸۰ھ
☆...... تفسیرات احمدیہ	علامہ احمد جیون جونپوری،	المتوفی ۱۱۳۰ھ

۲۔ کتب علوم القرآن واصول التفسیر

☆...... البرھان فی علوم القرآن	امام ابوعبداللہ بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی،	المتوفی ۷۹۴ھ
☆...... الاتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر،	المتوفی ۹۱۱ھ

☆ ...... الفوز الکبیر فی اصول التفسیر　شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم الدھلوی،　التوفی ۱۱۷۶ھ

☆ ...... لطائف الاشارات　امام شہاب الدین ابی العباس احمد بن محمد العسقلانیؒ،　التوفی ۹۲۳ھ

☆ ...... المنجد المقرئین　امام شمس الدین محمد بن محمد بن الاثیر الجزری،　التوفی ۸۳۳ھ

☆ ...... نواسخ القرآن　امام جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجزوی،　التوفی ۵۹۷ھ

☆ ...... النشر فی قراءات العشر　امام شمس الدین محمد بن محمد بن الجزری،　التوفی ۸۳۳ھ

☆ ...... الوجوہ والنظائر　امام ابوعبداللہ حسین بن محمد الدامغانی،　التوفی ۴۷۸ھ

۳۔ کتب احادیث

☆ ...... صحیح بخاری　امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ،　التوفی ۲۵۶ھ

☆ ...... صحیح مسلم　امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیریؒ،　التوفی ۲۶۱ھ

☆ ...... جامع ترمذی　امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ،　التوفی ۲۷۹ھ

☆ ...... سنن ابی داؤد　امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ،　التوفی ۲۷۵ھ

☆ ...... سنن نسائی　امام ابوعبدالرحمٰن شعیب نسائیؒ،　التوفی ۳۰۳ھ

☆ ...... سنن ابن ماجہ　امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ　التوفی ۲۷۳ھ

☆ ...... سنن دارمی　امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمیؒ،　التوفی ۲۵۵ھ

☆ ...... موطا امام مالک　امام مالک بن انس،　التوفی ۱۷۹ھ

☆ ...... موطا امام محمد　امام محمد بن حسن الشیبانیؒ،　التوفی ۱۸۹ھ

☆ ...... کتاب الآثار　امام محمد بن حسن الشیبانی،　التوفی ۱۹۰ھ

☆ ...... صحیح ابن حبان،　امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی،　التوفی ۳۵۴ھ

☆ ...... صحیح ابن خزیمہ　امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ،　التوفی ۳۱۱ھ

☆ ...... مستدرک حاکم　امام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری،　التوفی ۴۰۵ھ

☆ ...... المعجم الکبیر　امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی،　التوفی ۳۶۰ھ

☆ ...... المعجم الاوسط　امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی،　التوفی ۳۶۰ھ

☆...... المعجم الصغیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی،	المتوفی ۳۶۰ھ
☆...... مصنف عبدالرزاق	امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی،	المتوفی ۲۱۱ھ
☆...... مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر ابن ابی شیبہ،	المتوفی ۲۳۵ھ
☆...... مسند امام احمد	امام احمد بن حنبلؒ،	المتوفی ۲۴۱ھ
☆...... مسند ابی عوانۃ	امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق،	المتوفی ۳۱۶ھ
☆...... مسند شافعی	امام محمد بن ادریس شافعیؒ،	المتوفی ۲۰۴ھ
☆...... مسند الفردوس	امام شیرویہ بن شہر دار الدیلمی،	المتوفی ۵۰۹ھ
☆...... مسند ابی یعلی موصلی	امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی ،	المتوفی ۳۰۷ھ
☆...... مسند حمیدی	امام عبداللہ بن زبیر الحمیدی،	المتوفی ۲۱۹ھ
☆...... مسند الجعد	امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی،	المتوفی ۳۱۷ھ
☆...... مسند الشامیین	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی،	المتوفی ۳۶۰ھ
☆...... مسند الفاروق	امام ابو یوسف یعقوب بن شیبہ بن الصلت البصری،	المتوفی ۲۶۲ھ
☆...... سنن دار قطنی	امام علی بن عمر دار قطنی	المتوفی ۳۸۵ھ
☆...... سنن کبری	امام ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ،	المتوفی ۴۵۸ھ
☆...... شرح السنۃ،	امام الحسین بن مسعود البغوی،	المتوفی ۵۱۶ھ
☆...... المنتقیٰ	امام ابومحمد عبداللہ بن علی بن الجارود النیسابوری،	المتوفی ۳۰۷ھ
☆...... شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی،	المتوفی ۴۵۸ھ
☆...... شرح مشکل الاثار،	امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	المتوفی ۳۲۱ھ
☆...... شرح معانی الاثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی،	المتوفی ۳۲۱ھ
☆...... مسند ابی داؤد الطیالسی	امام ابوداؤد سلیمان بن داؤد الطیالسیؒ،	المتوفی ۲۰۴ھ
☆...... جامع الاصول	امام مجدالدین ابوسعادات المبارک بن محمد الجزری المعروف ابن اثیر،	المتوفی ۶۰۶ھ
☆...... الادب المفرد	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری،	المتوفی ۲۵۶ھ

☆...... جامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی،	المتوفی ۹۱۱ھ
☆...... مجمع الزوائد	امام نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی،	المتوفی ۸۰۷ھ
☆...... نصب الرایۃ	حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی،	المتوفی ۷۶۲ھ
☆...... مشکوٰۃ المصابیح،	امام ولی الدین تبریزی،	المتوفی ۷۴۲ھ
☆...... کنز العمال	امام علی متقی بن حسام الدین الھندی،	المتوفی ۹۷۵ھ
☆...... المطالب العالیہ	امام شہاب الدین احمد بن علی بن عسقلانیؒ،	المتوفی ۸۵۲ھ
☆...... الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ،	امام ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی،	المتوفی ۵۸۴ھ
☆...... اختلاف الحدیث،	امام محمد بن ادریس الشافعی،	المتوفی ۲۰۴ھ
☆...... تلخیص الحبیر	امام شہاب الدین احمد بن علی بن عسقلانیؒ ابن حجر،	المتوفی ۸۵۴ھ
☆...... سنن سعید بن منصور	امام ابوعثمان سعید بن منصور الخراسانی،	المتوفی ۲۲۷ھ
☆...... جمع الجوامع	امام عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی،	المتوفی ۹۱۱ھ
☆...... نوادر الاصول	امام ابوعبداللہ محمد بن الحکیم ترمذی	المتوفی ۳۲۰ھ
☆...... تہذیب الاثار	امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری،	المتوفی ۳۱۰ھ
☆...... الاحادیث المختارہ	امام ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد مقدسی حنبلی	المتوفی ۶۴۳ھ
☆...... الموضوعات	امام جمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد الجوزی،	المتوفی ۵۹۷ھ
☆...... جامع الاحادیث	امام مجدالدین مبارک بن محمد الشیبانی ابن اثیر	المتوفی ۶۰۶ھ
☆...... الزواجر	امام ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی الہیثمی،	المتوفی ۹۷۳ھ
☆...... الاباطیل والمناکیر	امام الحافظ ابی عبداللہ الحسین بن ابراہیم الجوزقانی،	المتوفی ۵۴۳ھ
☆...... اللآلی المصنوعۃ	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی،	المتوفی ۹۱۱ھ
☆...... اسرار المرفوعۃ	امام علی بن سلطان محمد الھروی القاری،	المتوفی ۱۰۱۴ھ
☆...... المقاصد الحسنۃ	امام محمد عبدالرحمٰن السخاوی،	المتوفی ۹۰۲ھ
☆...... الفوائد المجموعۃ	شیخ محمد بن علی الشوکانی،	المتوفی ۱۲۵۰ھ
☆...... السنۃ	امام ابوبکر بن عاصم،	المتوفی ۲۸۷ھ

☆...... الاوسط امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری، المتوفی ۳۱۹ھ

☆...... مصنفات ابی جعفر امام ابوجعفر محمد بن عمرو بن البختری البغدادی، المتوفی ۳۳۹ھ

☆...... معرفۃ السنن والاثار امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، المتوفی ۴۵۸ھ

☆...... موضوعاتِ کبیر امام جمال الدین عبدالرحمٰن ابن الجوزی، المتوفی ۵۹۷ھ

☆...... الموجز فی الناس والمنسوخ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ المتوفی ۳۱۱ھ

☆...... الاصفاح فی احادیث النکاح

۴۔ کتب شروح حدیث

☆...... عمدۃ القاری امام بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ

☆...... فتح الباری، امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ، المتوفی ۸۵۲ھ

☆...... فتح الباری امام زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی، المتوفی ۷۹۵ھ

☆...... شرح موطا امام مالک علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی، المتوفی ۱۱۲۲ھ

☆...... شرح مسلم امام یحییٰ بن شرف نووی، المتوفی ۶۷۶ھ

☆...... تحفۃ الاحوذی علامہ شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری، المتوفی ۱۳۲۵ھ

☆...... معالم السنن امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی، الشافعی، المتوفی ۳۸۸ھ

☆...... شرح مشکوٰۃ المصابیح، امام شرف الدین حسین محمد الطیبی، المتوفی ۷۴۳ھ

☆...... اکمال المعلم امام قاضی عیاض بن موسیٰ المالکی، المتوفی ۵۴۴ھ

☆...... شرح سنن ابی داؤد امام بدرالدین محمود بن احمد العینی، المتوفی ۸۵۵ھ

☆...... تاویل مختلف الحدیث امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، المتوفی ۲۷۶ھ

☆...... عون المعبود شیخ شمس الحق عظیم آبادی، المتوفی ۱۳۲۹ھ

☆...... غریب الحدیث امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، المتوفی ۲۷۶ھ

☆...... التعلیق المجد شرح موطا محمد، علامہ عبدالحیی بن محمد الکھنوی الہندی، المتوفی ۱۳۰۴ھ

☆...... المنہیات امام ابوعبداللہ محمد بن الحکیم ترمذی، المتوفی ۳۲۰ھ

☆...... بیان مشکل الاثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد الازردی الطحاوی،	المتوفی ۳۲۱ھ
☆...... مرقاۃ المصابیح	امام علی بن سلطان محمد القاری،	المتوفی ۱۰۱۴ھ
☆...... التیسیر شرح جامع الصغیر	علامہ زین الدین عبدالرؤف مناوی،	المتوفی ۱۰۰۳ھ
☆...... المداوی بشرالعلل الجامع الصغیر،	الحافظ ابی الفیض احمد بن محمد بن الصدیق الغماری،	المتوفی ۱۳۸۰ھ
☆...... المفہم لما اشکل من تلخیص المسلم	امام ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی،	المتوفی ۶۵۶ھ
☆...... شرح مسند ابی حنیفہ	امام علی بن سلطان محمد القاری،	المتوفی ۱۰۱۴ھ
☆...... تعلیق ابن القیم السنن ابی داؤد،	امام شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ،	المتوفی ۷۵۱
☆...... فیض القدیر،	علامہ عبدالرؤف مناوی الشافعی،	المتوفی ۱۰۰۳ھ
☆...... شرح ابن بطال،	امام ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک المعروف ابن بطال مالکی،	المتوفی ۴۴۹
☆...... تحقیق الکواکب الدراری،	امام محمد بن یوسف کرمانی،	المتوفی ۷۸۶ھ
☆...... التعقبات علی الموضوعات،	امام جلال الدین سیوطی،	المتوفی ۹۱۱ھ

۵۔ کتب علوم الحدیث

☆...... المقدمہ	امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن با بن الصلاح،	المتوفی ۶۴۳ھ
☆...... شرح شرح نخبۃ الفکر	امام علی بن سلطان محمد الھروی القاری،	المتوفی ۱۰۱۴ھ
☆...... التقیید والایضاح،	امام زین الدین عبدالرحیم العراقی،	المتوفی ۸۰۶ھ
☆...... الشذ الفیاح	امام برھان الدین الابناسی،	المتوفی ۸۰۲ھ
☆...... المقنع فی علوم الحدیث	امام سراج الدین ابوحفص عمر بن علی ابن الملقلن المصری،	المتوفی ۸۰۴ھ
☆...... فتح المغیث	امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی،	المتوفی ۹۰۲ھ
☆...... النکت	امام شہاب الدین احمد بن علی العسقلانیؒ،	المتوفی ۸۵۲ھ
☆...... النکت	امام بدرالدین ابوعبداللہ محمد بن جمال الزرکشی،	المتوفی ۷۹۴ھ
☆...... الکفایۃ فی علم الروایۃ،	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی،	المتوفی ۹۱۱ھ

☆...... تدریب الراوی — امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، — المتوفی ۹۱۱ھ

☆...... رسوم التحدیث فی علوم الحدیث، — امام برھان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عمر الجعبری، — المتوفی ۷۳۲ھ

☆...... نزھۃ النظر — امام الحافظ شہاب الدین احمد بن علی العسقلانی، — المتوفی ۸۵۳ھ

☆...... معرفۃ علوم الحدیث — امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری، — المتوفی ۴۰۵ھ

☆...... شرح الفیۃ — امام ابو الفضل زین الدین عبدالرحیم العراقی — المتوفی ۸۰۶ھ

☆...... الباحث الحثیث — امام ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، — المتوفی ۷۷۴ھ

☆...... شرح نخبۃ الفکر — امام شہاب الدین العسقلانی، — المتوفی ۸۵۴ھ

☆...... توجیہ النظر الی اصول الاثر — امام طاہر بن صالح بن احمد السمعونی الجزائری، — المتوفی ۱۳۳۸ھ

☆...... المتفق والمفترق — امام الحافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی، — المتوفی ۴۶۳ھ

☆...... الروض الباسم — امام محمد بن ابراہیم الوزیر، — المتوفی ۸۴۰ھ

۶۔ کتب اسماء الرجال

☆...... تقریب التہذیب — امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ، — المتوفی ۸۵۲ھ

☆...... تہذیب التہذب — امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ، — المتوفی ۸۵۲ھ

☆...... لسان المیزان — امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ، — المتوفی ۸۵۲ھ

☆...... سیر اعلام النبلاء — امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی، — المتوفی ۷۴۸ھ

☆...... تذکرہ الحفاظ — امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی، — المتوفی ۷۴۸ھ

☆...... المغنی فی الضعفاء — امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی، — المتوفی ۷۴۸ھ

☆...... میزان الاعتدال — امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی، — المتوفی ۷۴۸ھ

☆...... تاریخ خثیمہ — امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذہبی، — المتوفی ۷۴۸ھ

☆...... معرفۃ الاصحابۃ — امام ابو عبداللہ محمد بن اسحاق المعروف بابن مندہ العبدی، — المتوفی ۳۹۵ھ

☆...... اخبار اصبہان — امام ابونعیم اصبہانی، — المتوفی ۴۳۰ھ

☆...... تاریخ ابن معین — امام ابو زکریا یحییٰ بن معین بن عون البغدادی، — المتوفی ۲۳۳ھ

☆...... الجرح والتعدیل	امام ابن ابی حاتم رازی،	المتوفی ۳۲۷ھ
☆...... الاصابہ فی تمیز الصحابۃ	امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ،	المتوفی ۸۵۲ھ
☆...... تاریخ کبیر	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری،	المتوفی ۳۵۶ھ
☆...... الضعفاء والمتروکین	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی،	المتوفی ۳۰۳ھ
☆...... الضعفاء الکبیر	امام ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی،	المتوفی ۳۴۴ھ
☆...... المقصد الارشد	امام برھان الدین ابراہیم محمد،	المتوفی ۸۸۴ھ
☆...... المدخل لابن حاج	امام بوعبداللہ محمد بن محمد الفاسی المالکیؒ،	المتوفی ۷۳۷ھ
☆...... المجروحین	امام محمد بن حبان بن احمد الدارمی البستیؒ،	المتوفی ۳۵۴ھ
☆...... کتاب الثقات	امام محمد بن حبان بن احمد الدارمی البستیؒ،	المتوفی ۳۵۴ھ
☆...... تاریخ دمشق	امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکرؒ،	المتوفی ۵۷۱ھ
☆...... شجرۃ النور الزکیۃ،	علامہ محمد بن محمد بن عمر مخلوف،	المتوفی ۱۳۷۰ھ
☆...... تحریر قواعد الجرح والتعدیل	شیخ عمرو عبدالمنعم سلیم	
☆...... طبقات الشافعین	امام ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقیؒ،	المتوفی ۷۷۴ھ
☆...... طبقات المفسرین	علامہ احمد بن محمد الادنہ وی	المتوفی قرن ۱۱ھ
☆...... ترتیب المدارک	امام قاضی عیاض بن موسیٰ المالکیؒ،	المتوفی ۵۴۴ھ
☆...... تعجیل المنفعہ	حافظ احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانیؒ،	المتوفی ۸۵۲ھ
☆...... الرفع والتکمیل	علامہ محمد عبدالحی بن محمد عبدالحلیم الکھنوی،	المتوفی ۱۳۰۴ھ
☆...... الکاشف	امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی،	المتوفی ۷۴۸ھ
☆...... الاعلام	علامہ خیرالدین بن محمد د بن علی الدمشقی،	المتوفی ۱۳۹۶ھ
☆...... النجوم الزاھرۃ	علامہ ابن ثغری بردی	
☆...... تاریخ بغداد	امام الحافظ بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی،	المتوفی ۴۶۳ھ
☆...... طبقات الجنابلۃ	امام ابوالحسین بن ابی یعلی محمد بن محمد،	المتوفی ۵۲۶ھ

☆...... طبقات الشافعیۃ	امام ابوبکر بن احمد تقی الدین ابن شھبۃ،	المتوفی ۸۵۱ھ
☆...... حدائق الحنفیہ	علامہ فقیر محمد جہلمی،	المتوفی ۱۳۳۴ھ
☆...... بستان المحدثین	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	

۷۔ کتب فقہ حنفی

☆...... المبسوط	امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی،	المتوفی ۴۸۳ھ
☆...... العنایہ شرح ہدایہ،	امام اکمل الدین محمد بن محمود بن احمد بابرتی،	المتوفی ۷۸۹ھ
☆...... ردالمختار	امام سید محمد امین بن عابدین شامی،	المتوفی ۱۳۵۲ھ
☆...... بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی،	المتوفی ۵۸۷ھ
☆...... فتح القدیر	امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید المعروف بابن ہمام،	المتوفی ۸۶۱ھ
☆...... درالمختار	امام علاء الدین محمد بن علی الحصکفی،	المتوفی ۱۰۸۸ھ
☆...... التجرید	امام احمد بن محمد بن احمد ابوالحسین القدوریؒ،	المتوفی ۴۲۸ھ
☆...... اللباب فی شرح الکتاب	علامہ عبد الغنی بن طالب بن حمادہ الغنیمی، المیدانی،	المتوفی ۱۲۹۸ھ
☆...... التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	امام زین الدین قاسم بن قطلوبغا،	المتوفی ۸۷۹ھ
☆...... کنز الدقائق	امام ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی،	المتوفی ۷۱۰ھ
☆...... بدایۃ المبتدی	امام علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغینانی المرغینانی،	المتوفی ۵۹۳ھ
☆...... الہدایہ شرح بدایہ	امام علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغینانی المرغینانی،	المتوفی ۵۹۳ھ
☆...... شرح وقایۃ	امام صدر الشریعہ ثانی عبید اللہ مسعود حنفی	المتوفی ۷۴۵ھ
☆...... تحفۃ الفقہاء	امام محمد بن احمد بن ابی احمد ابوبکر علاء الدین السمرقندی	المتوفی ۵۴۰ھ
☆...... المحیط البرہانی	امام ابوالمعالی برہان الدین محمود بن احمد البخاری،	المتوفی ۶۱۶ھ
☆...... جامع صغیر فی شرح نافع کبیر	امام ابو عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی،	المتوفی ۱۸۹ھ
☆...... تبیین الحقائق	امام عثمان بن علی بن محجن فخر الدین الزیلعی،	المتوفی ۷۴۳ھ

☆...... البحر الدائق	امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعرف بابن نجیم المصری،	المتوفی ۹۷۰ھ
☆...... حاشیہ طحطاوی	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی،	المتوفی ۱۲۳۱ھ
☆...... ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی الحنفی،	المتوفی ۹۵۶ھ
☆...... النہر الفائق	امام سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم،	المتوفی ۱۰۰۵ھ
☆...... اصول البزدوی	امام ابوالحسن علی بن محمد بزدوی،	المتوفی ۴۸۴ھ
☆...... فتاوی قاضی خان	امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی،	المتوفی ۵۹۴ھ
☆...... فتاوی نابلسی	صدر الائمہ شیخ الاسلام عبدالغنی النابلسی،	المتوفی ۱۱۴۳ھ
☆...... فتاوی تاتارخانیہ	امام عالم بن علای،	المتوفی ۶۸۶ھ
☆...... الفتاوی المھدیۃ فی الوقاع المصریۃ	شیخ الاسلام محمد العباسی بن محمد امین بن محمد المھدی	المتوفی ۱۳۱۵ھ
☆...... فتاوی رضویۃ	امام الہند احمد رضا خان بریلوی،	المتوفی ۱۳۴۰ھ

۸۔ کتب فقہ شافعی

☆...... المھذب	امام ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی،	المتوفی ۴۷۶ھ
☆...... مغنی المحتاج	امام شمس الدین محمد بن احمد الخطیب الشربینی،	المتوفی ۹۷۷ھ
☆...... الحاوی فی فقہ الشافعی	امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی،	المتوفی ۴۵۰ھ
☆...... منہاج الطالبین	امام ابوزکریا محی الدین یحیٰی بن شرف نووی،	المتوفی ۶۷۶ھ
☆...... شرح عمدۃ الاحکام	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جبرین	
☆...... حاشیہ الجمل علی شرح منہج الطلاب	امام سلیمان بن عمر المروف بالجمل،	المتوفی ۱۲۰۴ھ
☆...... العدہ والسلاح فی احکام النکاح	امام محمد بن احمد بن عبداللہ المینی الحضرمی،	المتوفی ۹۰۳ھ
☆...... مشکاۃ المصباح فی العدۃ والسلام	امام تقی الدین عبداللہ بن عمر بامخرمہ العدنی،	المتوفی ۹۷۲ھ
☆...... کتاب الام	امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی،	المتوفی ۲۰۴
☆...... الرسالۃ	امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی،	المتوفی ۲۰۴

☆...... تحفہ الطلاب

☆...... حاشیہ شرقاوی

☆...... حاشیہ باجوری

☆...... کفایۃ المحتاج الی شرح المنہاج

۹۔ کتب فقہ مالکی

☆...... التمہید — امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف باابن عبدالبر، المتوفی ۴۶۳ھ

☆...... الاستذکار — امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف باابن عبدالبر، المتوفی ۴۶۳ھ

☆...... بدایۃ المجتہد فی نہایۃ المقتصد — امام قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد المالکی اندلسی المتوفی ۵۹۵ھ

☆...... المدونۃ الکبریٰ — امام سحنون بن سعید المالکی، المتوفی ۲۵۶ھ

☆...... حاشیہ یسوقی علی شرح الکبیر — امام محمد بن احمد بن عرفۃ الدسوقی، المتوفی ۱۲۳۰ھ

☆...... مواہب الجلیل — امام ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، المتوفی ۹۵۴ھ

۱۰۔ کتب فقہ حنبلی

☆...... المغنی — امام موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، المتوفی ۶۲۰ھ

☆...... الکافی فی فقہ الحنبلی — امام موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، المتوفی ۶۲۰ھ

☆...... المبدع فی شرح المقنع — امام ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد، المتوفی ۸۸۴ھ

۱۱۔ کتب اہل ظواہر

☆...... المحلی — شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، المتوفی ۴۵۶ھ

☆...... نیل الاوطار — شیخ محمد بن علی شوکانی، المتوفی ۱۲۵۰ھ

۱۲۔ کتب شیعہ

☆...... فروع کافی	شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی	التوفی ۳۲۹ھ
☆...... الاستبصار	شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسیٰ	التوفی، ۴۶۵ھ
☆...... تہذیب الاحکام	شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسیٰ	التوفی، ۴۶۵ھ

۱۳۔ کتب مذاہبِ اربعہ

☆...... الفقہ الاسلامی وادلتہ،	دکتور روہب الزحیلی	
☆...... اجماع الائمہ الاربعہ واختلافھم	امام ابومظفر یحییٰ بن محمد بن ہبیرۃ البغدادی، الحنبلی،	التوفی ۵۶۰ھ
☆...... الفقہ علی المذاہب الاربعہ،	علامہ عبدالرحمٰن الجزائری	
☆...... موسوعہ الفقیہ الکوتیہ	وزارتِ اوقاف، کویت	
☆...... المیزان الکبریٰ	امام عبدالوہاب الشعرانی	التوفی ۹۷۳ھ
☆...... رحمۃ الامۃ	امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن العثمانی الشافعی،	ق ۸ھ

۱۴۔ کتب اصول الفقہ

☆...... اصول السرخسی	امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی،	التوفی ۴۹۰ھ
☆...... البحر المحیط فی اصول الفقہ	امام بدرالدین محمد بن بہادر الزرکشی،	التوفی ۷۹۴ھ
☆...... المستصفیٰ	امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی،	التوفی ۵۰۵ھ
☆...... نہایۃ السول	امام ناصرالدین ابی الخیر عبداللہ بن عمر البیضاوی،	التوفی ۶۹۱ھ
☆...... الابھاج شرح منہاج	امام تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکیؒ،	التوفی ۷۵۶ھ
☆...... مختصر ابن حاجب	امام جمال لدین ابی عمرو عثمان بن عمر المالکی	التوفی ۶۴۰ھ
☆...... التوضیح علی التلویح	امام سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی،	التوفی ۸۹۲ھ
☆...... المحصول	امام فخرالدین محمد بن عمر الرازی،	التوفی ۶۰۶ھ

☆...... نورالانوار	علامہ احمد جیون الحنفی ،	المتوفی ۱۱۳۰ھ
☆...... الاحکام فی اصول الاحکام	امام سیف الدین علی بن ابی علی الآمدی،	المتوفی ۶۳۱ھ
☆...... المعتمد	ابوالحسین محمد بن علی البصری المعتزلی،	المتوفی ۴۳۶ھ
☆...... ارشاد الفحول،	شیخ محمد بن علی شوکانی،	المتوفی ۱۲۵۰ھ
☆...... کشف الاسرار	امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی ،	المتوفی ۷۱۵ھ
☆...... التحریر فی اصول الفقہ	امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام،	المتوفی ۸۶۱ھ
☆...... کشف الاسرار عن اصول البزدوی،	امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد البخاری،	المتوفی ۷۳۵ھ
☆...... معالم اصول الفقہ عند اہل السنۃ والجماعۃ،	علامہ محمد بن حسین بن حسن الجیرانی	
☆...... منہاج الاجتہاد	امام جمال الدین السنوی،	المتوفی ۷۷۴ھ
☆...... الاعتصام	امام ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی،	المتوفی ۷۹۰ھ
☆...... الموافقات فی اصول الشریعۃ	امام ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی،	المتوفی ۷۹۰ھ
☆...... المحصول فی الاصول	امام ابی بکر احمد بن الجصاص الرازی،	المتوفی ۳۷۰ھ

۱۵۔ کتب مناقب وسیرت النبی ﷺ

☆...... اللفظ المکرم بخصائص النبی ﷺ،	امام قطب الدین محمد بن محمد الخیضری الشافعی،	المتوفی ۸۹۴ھ
☆...... المواہب الدنیہ	امام احمد بن محمد قسطلانی،	المتوفی ۹۲۳ھ
☆...... اللبیب فی خصائص الحبیب ﷺ	امام جلال الدین سیوطی،	المتوفی ۹۱۱ھ
☆...... زاد المعاد لھدی خیر العباد	امام شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزی،	المتوفی ۷۵۱ھ
☆...... سبل الہدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی	المتوفی ۹۴۳ھ
☆...... الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ	امام عبدالرحمٰن الجوزی،	المتوفی ۵۹۷ھ
☆...... طبقات ابن سعد	امام محمد بن سعد کاتب واقدی،	المتوفی ۹۷۴ھ
☆...... اشرف الوسائل الی فہم الشمائل	امام شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی ،	المتوفی ۹۷۴ھ
☆...... المواہب المحمدیہ	امام سلیمان بن عمر العجیلی الازہری،	المتوفی ۱۲۰۴ھ
☆...... شرح شفا	امام علی بن سلطان الہروی القاری،	المتوفی ۱۰۱۴ھ

☆…… خلاصہ سیر سید البشر　امام محبّ الدین ابی جعفر بن عبد اللہ الطبری،　المتوفی ۶۹۴ھ

☆…… شرح زرقانی علی مواہب الدنیہ　امام محمد عبد الباقی زرقانی،　المتوفی ۱۱۲۲ھ

☆…… سیرۃ ابن اسحاق　امام محمد بن اسحاق،　المتوفی ۱۵۱ھ

☆…… رشفتہ الصادی　علامہ سید ابی بکر شہاب الدین العلوی الحضرمی

☆…… اشرف المو بدلال محمد ﷺ،　امام یوسف بن اسماعیل نبہانی،　المتوفی ۱۳۵۰ھ

☆…… حلیۃ الاولیاء　امام ابونعیم اصفہانی،　المتوفی ۴۳۰ھ

☆…… ذخائر عقبیٰ،　امام محبّ الدین احمد بن عبد اللہ الطبری،　المتوفی ۶۹۴ھ

☆…… سداد الدین وسد الدین،　علامہ سید محمد بن رسول البرزنجی،　المتوفی ۱۱۰۳ھ

☆…… سبل السلام فی حکم آباء سید الانام　علامہ محمد امین بن عمر بالی زادہ،　المتوفی ق ۱۳ھ

☆…… محض الصواب فی فضائل عمر بن الخطاب　امام یوسف بن حسن المبرد،　المتوفی ۹۰۹ھ

☆…… مناقب ابی حنیفہ　امام موفق الخوارزمی المکیؒ

☆…… مناقب ابی حنیفہ　امام شمس الدین محمد بن احمد الذھبی،　المتوفی ۷۴۸ھ

☆…… الانتقاء　امام الحافظ ابی عمر یوسف بن عبد البر الاندلسی،　المتوفی ۴۶۳ھ

☆…… صفوۃ الصفوہ　امام عبد الرحمٰن ابن جوزی　المتوفی ۵۹۷ھ

☆…… التعظیم والمنتہ　امام جلال الدین سیوطی،　المتوفی ۹۱۱ھ

۱۶۔ کتب لغت

☆…… التعریفات　امام میر سید شریف الجرجانی،　المتوفی ۸۱۶ھ

☆…… معجم مقاییس اللغۃ　امام ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا،　المتوفی ۳۹۵ھ

☆…… تاج العروس　امام سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی الحنفی،　المتوفی ۱۲۰۵ھ

☆…… لسان العرب　امام جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی　المتوفی ۷۱۱ھ

☆…… المفردات فی غریب القرآن،　امام حسین بن محمد راغب اصفہانی،　المتوفی ۵۰۴ھ

☆…… المصباح المنیر　امام احمد بن محمد بن علی الحموی،　المتوفی ۵۵۰ھ

☆…… مختار الصحاح　امام محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی الحنفی،　المتوفی ۶۶۶ھ

☆...... تہذیب الصحاح	امام الائمہ علامہ زنجانی	
☆...... اساس البلاغۃ	ابوالقاسم محمود بن عمروز مخشری،	المتوفی ۵۳۸ھ
☆...... النھایۃ فی غریب الحدیث	ابوالسعادت المبارک محمد بن اثیر الجزری،	المتوفی ۶۰۶ھ

۱۷۔ کتب عقائد علم الکلام

☆...... شرح المقاصد	امام سعد الدین تفتازانی، مسعود ابن عمر،	المتوفی ۷۹۱ھ
☆...... الصواعق المحرقۃ فی رد اہل البلاع والزندقہ	امام ابوالعباس احمد بن محمد المعروف ابن حجر الہیتمی	المتوفی ۹۷۳ھ
☆...... شرح اصول اعتقاد اہلِ السنۃ	امام ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن اللا لکائی	المتوفی ۴۱۸ھ
☆...... الفقہ الاکبر	امام الائمہ نعمان بن ثابت ابوحنیفہ،	المتوفی ۱۵۰ھ

۱۸۔ کتب تاریخ

☆...... اخبارِ مکہ	امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی،	المتوفی ۲۷۲ھ
☆...... مروج الذہب	امام ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی،	المتوفی، ۳۴۵ھ

۱۹۔ کتب متفرقہ

☆...... حیات الحیوان	علامہ کمال الدین الدمیری،	المتوفی ۸۰۸ھ
☆...... قصیدہ غوثیہ	غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی،	المتوفی ۵۶۲ھ
☆...... غرائب مالک	امام ابوالقاسم علی بن الحسن با بن عساکر،	المتوفی ۴۹۹ھ
☆...... التذکرہ فی احوال الموتی	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی،	المتوفی ۶۷۱ھ
☆...... السابق والاحق	امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی،	المتوفی ۴۶۳ھ
☆...... مقالاتِ کوثری	علامہ زاہد الکوثری	المتوفی، ۱۳۷۱ھ
☆...... مکتوبات امام ربانی،	امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی،	المتوفی ۱۰۰۷ھ
☆...... مقدمہ العالم والمتعلم،	علامہ زاہد الکوثری،	المتوفی ۱۳۷۱ھ
☆...... شرح سفر سعادت،	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	المتوفی ۱۰۵۲ھ

☆...... ملفوظات مہریہ	پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی،	المتوفی ۱۳۵۶ھ
☆...... المستطرفة	امام محمد بن جعفر الکتانی،	المتوفی ۱۳۴۵ھ
☆...... الکنی والاسماء	امام مسلم بن حجاج المسلمؒ،	المتوفی ۲۶۱ھ
☆...... الاعلان بالتوبیخ	امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی،	المتوفی ۹۰۲ھ
☆...... اعلام الموقعین،	امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیۃ،	المتوفی ۷۵۱ھ
☆...... تقیید العلم	امام ابوبکر احمد بن علی خطیب البغدادی،	المتوفی ۴۶۳ھ
☆...... العمر والشیب	امام عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا،	المتوفی ۲۸۱ھ
☆...... الوابل الصیب من الکلم الطیب	امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیۃ،	المتوفی ۷۵۱ھ
☆...... الفقہ الاسبط	امام الائمہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بروایت حماد بن ابی حنیفہ	المتوفی ۱۵۰ھ
☆...... تحقیق فقہ اکبر وابسط	مفتی عبدالرشید علوی	
☆...... دیوان حسان بن ثابتؓ	شاعر دربار رسالت ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ	
☆...... شرح جواہر التوحید	شیخ ابراہیم بیجوری	
☆...... فقہ اسلامی	مولانا عبدالاول جونپوری	
☆...... المثل السائر فی آداب الکاتب والشاعر	امام ابوالفتح ضیاء الدین ابن اثیر جزری	
☆...... مہر منیر، سوانح حیات اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب،	مفتی فیض احمد گولڑویؒ	
☆...... مہر انور،	علامہ وکیل احمد سکندر پوری	
☆...... سیف العطاء	مولانا عطاء محمد بندیالوی	
☆...... تاریخ حدیث و محدثین	شیخ ابوزہرہ مصری	
☆...... تدوین حدیث	علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ	
☆...... سنت نبوی اور جدید سائنس	حکیم محمد طارق محمود چغتائی	
☆...... شرح فتوی حمویہ التوجیدی		
☆...... الاجوبۃ الفاضلۃ		

☆......☆......☆

علم حدیث کے وسیع و دقیق عنوان ناسخ و منسوخ پر مشتمل مجموعہ روایات کا
ترجمہ اور محقق تشریح کے ساتھ اردو کے قالب میں اولین کتاب

کتاب
ناسخ الحدیث و منسوخہ



تالیف

امام الائمہ ابی حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد المعروف
بابن شاہین البغدادی
المتوفی ۳۸۵ھ

ترجمہ و تحقیق

علامہ آصف محمود مدظلہ العالی
فاضل ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی، متخصص بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
اسلام آباد

پروگریسو بکس